شرح وقایہ اخیرین کی لاجواب مستند اُردو شرح

زَادُ الوِقَایَہ

حضرت مولانا عبدالغفور لکھنوی صاحب رحمہ اللہ
کی تصنیف لطیف ''نورالہدایہ'' شرح وقایہ اخیرین کی اُردو شرح
جدید ترتیب وتزئین..... عنوانات..... تسہیل..... مکمل عربی متن
اور جدید مسائل پر تحقیقات کے اضافہ کے ساتھ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ پوسٹ فورٹ، جنوبی پاکستان
(061-4540513-4519240)

شرح وقایہ اخیرین کی اردو شرح

زاد الوقایہ

حضرۃ مولینا عبد الغفار الکھنوی

کی اردو شرح وقایہ اخیرین کی ترتیب

عنوانات، تسہیل مکمل عربی متن

اور جدید مسائل پر تحقیقات کا اضافہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی تنظیم کی حیثیت سے ہماری کوشش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ کتاب و سنت کی تعلیمات کو ان کی صحیح روح کے مطابق پیش کیا جائے۔ اس لئے ہم اپنے ادارہ کی مستقل پالیسی یہ بنائے ہوئے ہیں کہ کسی کتاب کی اشاعت کے دوران اس کا مکمل جائزہ لیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کا مطالعہ اور غور کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہی اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ البتہ قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ جس کے اس کام میں آپ کا تعاون ایسا ہوتا جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

ناشر کتاب

زاد الوقایہ

تاریخ اشاعت ..... صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

تعداد ..... ۱۱۰۰ تعداد اشاعت ثانی

طباعت ..... سماعت آفسٹ پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارۃ البلاغ اردو بازار کراچی --- مکتبہ سلفیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور --- مکتبہ سلفیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ شیخ زید اردو بازار کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ اردو بازار راولپنڈی

یونیورسل بک ایجنسی غلہ منڈی بازار پشاور --- دار الاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K.

ISLAMIC BOOKS CENTRE

HUDDERSFIELD ROAD BOLTON BL1 6QU U.K.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ کتاب کے بارے میں

دقائق الحدائق اردو زبان کے ان معدودے چند کتابوں میں سے ہے جو ہمیشہ کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت مصنف کے پیش نظر صرف یہ مقصد تھا کہ اردو زبان میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو ہر قسم کے مذہبی اختلافات سے بالاتر ہو اور جس میں صرف وہ باتیں لکھی جائیں جن پر تمام مسلمان متفق ہیں۔ اس مقصد کے پیش نظر مصنف نے اس کتاب کی تالیف میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے اور ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کوئی ایسی بات اس کتاب میں نہ آنے پائے جو کسی خاص فرقہ کے عقائد کے خلاف ہو۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے۔ ان کتابوں کی فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے وقت مصنف کے سامنے یہ بھی تھا کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں مسائل کو دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہو۔ اس لیے مصنف نے اس کتاب میں ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل بھی لکھ دی ہے۔ اس طریقہ سے اس کتاب کے پڑھنے والے نہ صرف مسائل سے واقف ہو جائیں گے بلکہ ان کو ان مسائل کے دلائل بھی معلوم ہو جائیں گے۔ اس طریقہ سے ان کو اپنے مذہب کی صداقت پر یقین کامل حاصل ہو جائے گا۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے اس بات کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل ضرور ہو۔ اس لیے کہ بغیر دلیل کے مسائل کا جاننا بہت کم فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے بہت سی محنت اور کوشش سے کام لیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے۔ ان کتابوں کی فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے وقت مصنف کے سامنے یہ بھی تھا کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں مسائل کو دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہو۔ اس لیے مصنف نے اس کتاب میں ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل بھی لکھ دی ہے۔ اس طریقہ سے اس کتاب کے پڑھنے والے نہ صرف مسائل سے واقف ہو جائیں گے بلکہ ان کو ان مسائل کے دلائل بھی معلوم ہو جائیں گے۔ اس طریقہ سے ان کو اپنے مذہب کی صداقت پر یقین کامل حاصل ہو جائے گا۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے اس بات کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل ضرور ہو۔ اس لیے کہ بغیر دلیل کے مسائل کا جاننا بہت کم فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے بہت سی محنت اور کوشش سے کام لیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے۔ ان کتابوں کی فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے وقت مصنف کے سامنے یہ بھی تھا کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں مسائل کو دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہو۔ اس لیے مصنف نے اس کتاب میں ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل بھی لکھ دی ہے۔ اس طریقہ سے اس کتاب کے پڑھنے والے نہ صرف مسائل سے واقف ہو جائیں گے بلکہ ان کو ان مسائل کے دلائل بھی معلوم ہو جائیں گے۔ اس طریقہ سے ان کو اپنے مذہب کی صداقت پر یقین کامل حاصل ہو جائے گا۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے اس بات کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل ضرور ہو۔ اس لیے کہ بغیر دلیل کے مسائل کا جاننا بہت کم فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے بہت سی محنت اور کوشش سے کام لیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مصنف نے بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے۔ ان کتابوں کی فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔

خادم المسلمین، الفقیر

محمد انعام علی عفی عنہ

سمرقند، ۱۳۲۱ھ

فہرست مضامین

[illegible]	۵	[illegible]	۱۰
[illegible]	۶	[illegible]	۱۱
[illegible]	۷	[illegible]	۱۲
[illegible]	۸	[illegible]	۱۳
[illegible]

خیار رؤیت کا حکم وسبب ۔۔۔ ۴۷
خیار رؤیت کی مدت ۔۔۔ ۴۷
دیکھے بغیر مبیع کو فروخت کرنا ۔۔۔ ۴۷
بائع کو خیار رؤیت حاصل نہیں ۔۔۔ ۴۷
خیار رؤیت وشرط کا حاصل ادا ۔۔۔ ۴۷
خیار کا کس تک ہونا ۔۔۔ ۴۸
وکیل خیار کون ۔۔۔ ۴۸
گھر کا کچھ حصہ بیچنا ضرر رسانی ہے ۔۔۔ ۴۸
بیع کے لئے خیار ۔۔۔ ۴۸
دو کپڑوں میں سے ایک کو اٹھانا ۔۔۔ ۴۸
بائع ومشتری کے خوف کا حل ۔۔۔ ۴۸
مجہول میں سے ایک قفیز بیع باطل ۔۔۔ ۴۸
فائدہ: بیع باطل میں قیمت طلب نہ کرے ۔۔۔ ۴۸
فائدہ: عین کے بیان میں ۔۔۔ ۴۸

فصل فی خیار العیب

فصل خیار عیب کے بیان میں ۔۔۔ ۴۹
عیب اور خیار عیب کا سبب ۔۔۔ ۴۹
خیار عیب کی فوری میں عیب ۔۔۔ ۴۹
لونڈی کے مخصوص عیب ۔۔۔ ۴۹
خیار عیب کی کا ثبوت ۔۔۔ ۴۹
گونگی کی پیٹھ ٹھونک بجا کر دیکھنا بتلانا ۔۔۔ ۵۰
مشتری کے پاس دوسرا عیب ہو جانا ۔۔۔ ۵۰
عیب معلوم ہونے کے بعد زنا یا ۔۔۔ ۵۰
خیار عیب کو فوری کا ثبوت ۔۔۔ ۵۰
فائدہ: اگر دیکھنے کے بعد عیب معلوم ہوا ۔۔۔ ۵۱
امۃ خمر اور دخیرہ کا عیب ۔۔۔ ۵۱
مشتری نے کے پاس عیب کا ظاہر ۔۔۔ ۵۱
قبضہ کے بعد عیب کا ظاہر ۔۔۔ ۵۱
غلام پر قبضہ کے بعد مشتری کا دعویٰ ۔۔۔ ۵۲
مبیع متعدد میں اختلاف ۔۔۔ ۵۲
دونوں سے ایک عیب نکلنا ۔۔۔ ۵۲
موزوں اور مقدر میں عیب نکل آنا ۔۔۔ ۵۲
مبیع میں کسی کا حق نکل آنا ۔۔۔ ۵۲
مبیع کے عیب کا علاج کرایا جانے استعمال کرنا ۔۔۔ ۵۳
مشتری کے پاس غلام سے تصرف میں جانا ۔۔۔ ۵۳
بائع کی مبیع سے برأت ۔۔۔ ۵۳

باب البیع الفاسد

باب بیع باطل وفاسد کے بیان میں ۔۔۔ ۵۴
فائدہ: بیع باطل اور فاسد کی تعریف ۔۔۔ ۵۴
خون اور مردہ کی بیع ۔۔۔ ۵۴
آزاد کی بیع ۔۔۔ ۵۴
خون مردہ اور حر کے اعضاء کی بیع ۔۔۔ ۵۴
ام الولد کی بیع ۔۔۔ ۵۵
مدبر کی بیع ۔۔۔ ۵۵
مکاتب کی بیع ۔۔۔ ۵۵
شراب اور خنزیر کی بیع ۔۔۔ ۵۵
آزاد اور غلام کو اور مکری اور مردار کو غلط کر بیچنا ۔۔۔ ۵۵
غلام وحر پر کر کھانا کرنا ۔۔۔ ۵۵
شراب اور سامان لہو ولعب ۔۔۔ ۵۵
کھار سے پہلے کھیل کی بیع ۔۔۔ ۵۶
اڑتے پرندہ کی بیع ۔۔۔ ۵۶
پھل کی بیع جو ابھی درخت میں ہے ۔۔۔ ۵۶
غائب کی بیع ۔۔۔ ۵۶
دو سودا کی بیع جو ابھی ثمن میں ہے ۔۔۔ ۵۶
غلہ کے کھیت کو درو کی بیع کیوں جائز نہیں ۔۔۔ ۵۷
حمل کی بیع جو پیٹ میں ۔۔۔ ۵۷
بیت کی بیع کنڈی یا غلہ کے ایک گڑی بیع ۔۔۔ ۵۷
بیع مزابنہ ۔۔۔ ۵۷
بیع واسمہ بیع حصاد اور ملامسہ ۔۔۔ ۵۸
ایک کپڑا دو کے بدلے بیچنا ۔۔۔ ۵۸
شجری بیع بعض سمیت ۔۔۔ ۵۸
ریشم کے کیڑوں کی بیع ۔۔۔ ۵۸
بھٹے پر سونے چاندی کی بیع ۔۔۔ ۵۸
حیوانات کے دودھ کی بیع ۔۔۔ ۵۸
سونے کے بالوں کی بیع ۔۔۔ ۵۸
گوبر کے کیڑوں سے کمال نفع ۔۔۔ ۵۹
مردار کی ہڈی وغیرہ ۔۔۔ ۵۹
ہاتھی کی ہڈی وغیرہ ۔۔۔ ۵۹
بالوں کے عوض کی بیع ۔۔۔ ۵۹
عینی کا شرط کے خلاف بنانا ۔۔۔ ۵۹
قیمت کی وصولی سے پہلے مبیع کو فروخت کرنا ۔۔۔ ۵۹
قیمت کی وصولی سے پہلے مبیع کو دوسری جگہ لے جانا ۔۔۔ ۵۹
تبدیل کرنے پر بھی صحیح نہ ٹوٹنا ۔۔۔ ۶۰
بعض میں اختلاف کا حکم ۔۔۔ ۶۰
ہڈی کو سونے کی بیع ۔۔۔ ۶۰
شراب اختیار کرنے ذمی کو بیچنا ۔۔۔ ۶۰
فائدہ: بیع باطل کا حکم ۔۔۔ ۶۱
ایسی شرط جس کا عقد مقتضی ہو ۔۔۔ ۶۱
ایسی شرط جس کو عقد مقتضی نہ ہو ۔۔۔ ۶۲
قیمت کی ادائیگی کی کھول تاریخ ۔۔۔ ۶۳
بیع باطل میں مبیع کی حیثیت ۔۔۔ ۶۳
بیع فاسد میں مبیع کا حکم ۔۔۔ ۶۳
بیع کا حکم ۔۔۔ ۶۳
فسخ بیع کے بعد ۔۔۔ ۶۴
مبیع کا منافع ۔۔۔ ۶۴
مشتری نے زمین پر مکان بنا لیا تو ۔۔۔ ۶۵
محرم نے بیع حج کی ۔۔۔ ۶۵
دوسرے کے غلام کو آزاد کرنا ۔۔۔ ۶۷
ملکیت باطل ہونا ۔۔۔ ۶۷
شفیع کا بیع پہلے سے خریدنا ۔۔۔ ۶۷
بھٹے اذان کے وقت ۔۔۔ ۶۷
باکرہ غلاموں میں بھر لینے والا ۔۔۔ ۶۷
غلہ کی ۔۔۔ ۶۷

باب الاقالہ

باب اقالے کے بیان میں ۔۔۔ ۶۹
فائدہ: اقالہ کا ثبوت ۔۔۔ ۶۹
اقالہ کی تعریف اور حکم ۔۔۔ ۶۹
اقالہ کا وقت ۔۔۔ ۶۹
اقالہ کی شرط ۔۔۔ ۶۹
مبیع کا بیاک ہو جانا ۔۔۔ ۶۹
مبیع کا کچھ حصہ تلف ہو جانا ۔۔۔ ۶۹

باب المرابحۃ والتولیۃ

باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان میں ۔۔۔ ۷۰
مرابحہ اور تولیہ کی تعریف ۔۔۔ ۷۰

مسئلہ قربانی کرنا ۔ آسے کی بیع ۔ ۔ ۔
جنسِ ملائت ۔ ۔ ۔

حلف اٹھانے والے پر رحم دل ہونا حکم ۱۰۳
حلف اٹھانے والے پر اس کی قسم کا اعتبار ۱۰۴
جس میں دعوے کا غالب ہے ۱۰۵
غالب دعوے والے کی بیّنہ پیش کرنے سے ۱۰۶
گواہوں کی ادائیگی سے پہلے مدعی کا بعد ہونا ۱۰۷
بوقت قرض لینے دعوہ کرنا تو ؟ ۱۰۸
آدمی کا ایک دائنی کے دوسروں کے لئے وکیل کرنا ۱۰۹
دوسرے کے لئے کچھ دینے اور کچھ جائداد لینا ۱۱۰

کتاب الکفالۃ ۱۱۱

کفالت کے بیان میں کفالت کا لغوی و شرعی مفہوم ۱۱۱
کفالت بالنفس ۱۱۲
مدعی علیہ کا مرجانا ۱۱۳
مکفول عنہ کا حاضر کرنا ۱۱۴
کفیل کے ہاں مکفول عنہ کی سپردگی کی شرط ۱۱۵
وعدہ کرنے والے کی ذمہ داری ہونا ۱۱۶
صفت زوجیت کے بغیر بیوی کا نفقہ واجب ہونا ۱۱۷
بدلِ کفالت ۱۱۸
جو اخراجات کے واجب ہونے پر ہر ایک کا ہونا ۱۱۹
قرض کے بارے میں کفالت ۱۲۰
ایک دین کے دو کفیل ۱۲۱
کفالت بالمال ۱۲۲
مدیون کی کفالت سے اتفاق ۱۲۳
کفالت کو شروط کرنا ۱۲۴
مکفول لہ کا حق مطالبہ ۱۲۵
مطلوب منہ کا حق مطالبہ ۱۲۶
کفالت کی مکفول عنہ کے حق میں حیثیت ۱۲۷
کفیل اور مکفول عنہ کا اختلاف ۱۲۸
مکفول لہ کی طرف سے کفیل کا مکفول عنہ کو بری کرنا ۱۲۹
تکفول کا کفیل کی برأت کو شرط کرنا ۱۳۰
دو شخص کی طرف سے کفالت صحیح نہیں ہے ۱۳۱
دو صحیح و مریض میں سے کفالت صحیح ہے ۱۳۲
دین مشترک میں ایک کفالت صحیح ہے ۱۳۳
دین مؤجل سے بری ہونے سے حالت کا بدلنا ۱۳۴
مکفول لہ کا مکفول عنہ کو بری کرنا ۱۳۵
کفالت کا ساقط ہونا ۱۳۶
کفیل اور موکل میں اختلاف ۱۳۷

کتاب القضاء ۱۳۸

قضا ۱۳۸
قضا کی اہمیت ۱۳۹
سبق کو حفظ کرنا ۱۴۰
قاضی فاسق ہو جائے تو عزل واجب ہے ۱۴۱
قاضی کے لئے مجتہد ہونا ۱۴۲
جاہل کا قاضی بننا ۱۴۳
عہدہ طلب کرنا ۱۴۴
عہدہ قضا قبول کرنا ۱۴۵
گزرے آدمی سے عہدہ قضا قبول نہ کرنے ۱۴۶
ساتھ ساتھ ہدایات اور قیدیوں کی پڑتال ۱۴۷
اموال ذریعت اور وقف کا بیان ۱۴۸
قاضی کی معزولیت ۱۴۹
قاضی کا اپنے گھر میں عدالت نہ ۱۵۰
قاضی نے کے لیے ہدیہ لینے کی ممانعت ۱۵۱
قاضی کے لئے ضیافت اور اس پر جانا ۱۵۲
جنازہ میں حاضر ہونا اور عید پر جانا ۱۵۳
مدعی و مدعا علیہ سے ایک ساتھ حلف ۱۵۴
موانع خصومت کا بیان ۱۵۵
مقبول علیہ کی قید کا بیان ۱۵۶
کب مدعی علیہ کو قید کیا جا سکتا ہے ۱۵۷
کن حقوق میں قید نہیں ہو سکتی ہے ۱۵۸
مفلس کو قید نہ کرنا چاہئے ۱۵۹
باپ یا اس شریعۃ کی گواہی کا بیٹے کے لئے ۱۶۰
خصم کیلئے گواہ پر جرح کی کیفیت ۱۶۱
زوجہ کی گواہی شوہر کے لئے ۱۶۲
تحریر سے مکتوب ۱۶۳
خصم کے گواہوں کو تزکیہ اور تعدیل کرنا ۱۶۴
قاضی کا دوسرے شہر کی تحریر پر فیصلہ کرنا ۱۶۵
عورت کا قاضی ہونا ۱۶۶
قاضی کا نائب کون ہو سکتا ہے ۱۶۷
نائب کا فیصلہ ۱۶۸

کتاب الحوالۃ

حوالہ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ ۱۶۹
حوالہ کب صحیح ہوتا ہے ۱۷۰
محیل کی رضا کے بغیر حوالہ ۱۷۱
الف کھرا کا دین سے بری ہونا ۱۷۲
بے تواسے حق حوالہ کی واپسی ۱۷۳
حوالہ کا مقید ۱۷۴
حوالہ کا مطلق ۱۷۵
محال علیہ سے محیل کی بازپرس نہ کرنا ۱۷۶
محیل اور محتال علیہ میں اختلاف ۱۷۷

باب التحكيم ١٥١
مسائل شتى ١٥٩
باب قبول الشهادة وعدمه ٢٠٧
كتاب الشهادات والرجوع عنها ١٥٢

نجاست غلیظہ جو دانہ جس میں غلیظ ہو جائے ۱۹۶
نجاست ۱۹۷
ہونے نہ ہونے میں اختلاف ۱۹۸
ایسی چیز سے نجاست کے اٹھانے پر ۱۹۹
صاحبین رحمہما اللہ کا اختلاف ۲۰۰
امام صاحب کی دلیل ۲۰۱
کن پر نجاست کا ہونا کن میں اختلاف ۲۰۲
آدمی کے منہ کی نجاست کے دانتوں وغیرہ سے
ہونے میں اختلاف ۲۰۳
ہر کی نجاست کے اشراف ۲۰۴
ہونے سے ہر کی آب اشراف ۲۰۵
باب تحمارۃ فی الصلوٰۃ کے بیان میں ۲۰۶
آب محمارۃ کے مقدار ۲۰۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۰۸
آب محمارۃ کے ہونے کی دلیل ۲۰۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۱۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۲۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۳۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۴۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۵۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۶۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۷۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۸۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۲۹۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۰۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۱۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۲۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۳۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۴۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۵۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۶۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۷۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۸۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۳۹۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۰۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۱۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۲۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۳۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۴۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۵۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۶۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۷۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۸۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۰
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۱
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۲
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۳
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۴
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۵
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۶
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۷
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۸
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۴۹۹
آب محمارۃ کے ہونے کی حد ۵۰۰

مرد کی طہارت عورت کی نماز ... ۱۲۳
مرد سے ہاتھ کاٹنا ... ۱۲۴
مرد کی طہارت سے عورت کی نماز ... ۱۲۵
عورت کا مرد کی طہارت سے نکاح کرنا ... ۱۲۶
مرد کی بیوی کے لئے نماز ... ۱۲۷
مرد کی عورت کے لئے نماز کی امامت ... ۱۲۸
عورت کی مرد کے لئے نماز کی امامت ... ۱۲۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۳۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۴۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۵۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۶۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۷۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۸۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۱۹۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۰۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۱۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۲۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۳۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۴۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۵۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۶۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۷۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۸۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۲۹۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۰۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۱۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۲۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۳۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۴۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۵۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۶۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۷۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۸۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۳۹۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۰۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۱۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۲۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۳۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۴۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۵۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۶۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۷۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۸۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۰
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۱
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۲
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۳
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۴
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۵
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۶
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۷
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۸
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۴۹۹
مرد کی عورت کے لئے نماز ... ۵۰۰

بڑے مال کے اقرار پر مال کی مقدار ۱۲
دو مال مختلف کے اقرار پر مال کی مقدار ۱۲
درہم اور دینار کے مختلف کے اقرار پر مقدار ۱۲
اقرار کے مختلف الفاظ کے مختلف مصداق ۱۲
قرض خواہی یا بل پر مقرر کئے گئے اقرار کا لفظ ۱۲
جہالت کی اقرار کا ۱۲
کچھ اشیاء کے مصداق کی تعیین ۱۲
طویلے کے اندر تھوڑے سے حصے کا اقرار ۱۲
انگوٹھی کی گولائی اور بلند جوہر کا اقرار ۱۲
ایک شے سے دوسری پانچ کپڑوں یا برتنوں کا اقرار ۱۲
دوسرے کے حمل کا اقرار ۱۲
اقرار کو لوٹا لینا ۱۲
اقرار کے بعد تعجب کا عمل ۱۲
ثبوت کے ذرائع اقرار کا حکم ۱۲
مدعی علیہ کا دو ایک کے گواہ ہونے کا اقرار ۱۲
قرینہ کی کا اقرار ۱۲

باب الاستثناء

باب ... استثناء کے بیان میں ۱۲
استثناء کی شرائط اور حکم ۱۲
استثناء کا اختیار ۱۲
دو جملوں میں سے ایک کو شرط بنانے کا استثناء ۱۲
اقرار کے ساتھ جملہ ان شاء اللہ کہنا ۱۲
دو مدتوں سے متعلق عبارت کا استثناء ۱۲
غلام کے کچھ حصہ یا دو سو روپے کا اقرار کرنے کے بعد کچھ حصہ کا استثناء ۱۲
شراب یا سو سے زیادہ روپے کا اقرار ۱۲
کھوٹے پانچ روپے کا اقرار ۱۲
نصف یا نصف سے کم دو روپے کا اقرار ۱۲
سیب یا گیہوں کے ڈھیر سے کچھ روپوں کا اقرار ۱۲
استثناء کے مختلف ہونے کا اقرار ۱۲
استثناء کرنے کے بعد کچھ روپوں کا اقرار ۱۲
ایک روپیہ کا اقرار کرنے کے بعد دوسرا روپیہ ملا کر دو کا اقرار ۱۲
ایک روپیہ کا اقرار کرنے کے بعد دوسرا روپیہ ملا کر تین کا اقرار ۱۲

باب اقرار المریض

باب مرض الموت کے مقر کے بیان میں ۱۲
مرض الموت کے کسی قسم کے مقر کے لئے حاکم کی طرف سے تحقیق ۱۲
قرض کا میراث پر مقدم ہونا ۱۲
بعض قرض خواہوں کے اقرار کا بعض کے لئے اقرار ۱۲
اپنے وارث کے لئے اقرار ۱۲
مقر لہ کو پہچاننا ۱۲
کسی شخص کے کئی قرضوں کا اقرار ۱۲
کسی کو دیئے ہوئے مال امانت کا اقرار ۱۲
رشتہ دار سے زیادہ کسی کے لئے اقرار ۱۲
کسی کے لئے وصیت ہونے کا اقرار ۱۲
باپ کے مقر لہ بیٹے یا بیٹی کا اقرار ۱۲

کتاب الصلح

صلح کا جواز ۱۲
صلح کی تعریف ۱۲
مدعی علیہ کے اقرار یا سکوت سے مال لے کر صلح ۱۲
مال صلح کا مجہول ہونا ۱۲
حصۂ مشاع میں غیر شریک کی صلح ۱۲
مال سے منفعت کے عوض صلح ۱۲
صلح سکوت اور صلح انکار میں معاملہ میں کمی ۱۲
اقرار کا حکم نہ ہونا ۱۲
ایک مقر لہ دو سے کے بعد ۱۲
ایک کے ایک حصہ پر صلح ۱۲
مال یا منفعت کے کوئے سے صلح ۱۲
چند چیزوں میں سے ایک پر صلح ۱۲
خلاف کے ڈر سے صلح ۱۲
خلاف کے بعد کی صلح ۱۲
دعوی عدم صلح ۱۲
نصف خون بہا پر نصف ہاتھ سے صلح ۱۲
غلام پر مکاتبہ سے صلح کرنا ۱۲
کئی دعوے یا دین کے بعد ایک صلح کر لینا ۱۲
فضولی کا دوسری طرف سے صلح کرنا ۱۲
کسی کا طرف سے نصف قیمت پر صلح کرنا ۱۲
دراہم کے بدلے دینار پر صلح ۱۲
جلد یا بھنی پر قرض کے دعوے سے بری کرنا ۱۲
نصف قرض پر مشروط صلح ۱۲
مقروض کے اقرار کے عوض صلح یا معافی ۱۲
دین مشترک میں صلح کے بیان میں ۱۲
ایک شریک کا قرض سے کپڑے پر صلح ۱۲
ایک شریک کا نصف قرض کے عوض کوئی چیز ۱۲
غریم کا بیمار ۱۲
ایک شریک کا بعض دین سے مقروض کو بری کرنا ۱۲
مقاسم کے ایک شریک کا صلح میں سے کچھ لینا ۱۲
تجارت کے دوران میں ۱۲
کاروبار تجارت کا حکم ۱۲
مباح "سودا" چاندی کے عوض مال ۱۲
دیوانے کے عوض تجارت ۱۲
اشرفی کا مباح ہر مشرک کے ترکہ سے تجارت ۱۲
دین مشترکی کے ترکہ سے تجارت ۱۲
ایک کا دوسرے کے ترکہ سے تجارت ۱۲
مجہول المالین ترکہ میں صلح ۱۲
اوائے دین سے قبل میت کا تصرف ۱۲
وقوع کی شرط ۱۲

کتاب المضاربۃ

مضاربت کی تعریف ۱۲
مختلف صورتوں میں مختلف احکام ۱۲
مضاربت کی شرائط ۱۲
مشترک کے حصہ سے مضاربت کرنا ۱۲
مطلق مضاربت کا حکم ۱۲
مضاربت کا کپڑا بیچ کر اسی جنس کا کپڑا خریدنا ۱۲
مضاربت کا فاسد ہونا ۱۲
ایسے کام جو مضارب بن کر نہ کرے ۱۲
مضاربت کی خلاف ورزی سے ضمان اور اس کے ترک سے نسب کا واقع ۱۲

باب المضارب

مضارب کے متصرف ہونے پر تنگی یا فراخی میں مالک کی ۱۲
مضاربت کے غیر مضاربت کے ساتھ اختلاط کا حکم ۱۲
نفع کی تقسیم ۱۲
مضاربت کی برخاستگی ۱۲
قرض میں گئے مال مضاربت کی وصولی ۱۲
نقصان کی ذمہ داری ۱۲

کتاب الصلوٰۃ ۔۔۔ ۳۱۷
کتاب الطہارۃ ۔۔۔ ۳۱۷
کتاب الصلوٰۃ ۔۔۔ ۳۱۸
کتاب الاذان ۔۔۔ ۳۲۰
کتاب الاذان ۔۔۔ ۳۲۰
کتاب الاذان ۔۔۔ ۳۲۰

[illegible]	۳۰	[illegible]	۳۰
[illegible]	۳۰	[illegible]	۳۰
[illegible]	۳۰	[illegible]	۳۰
باب الاجارة الفاسدة	۳۳۰	[illegible]	۳۵۱
[illegible]	۳۳	**كتاب المكاتب**	۳۵۹
[illegible]	۳۳	[illegible]	۳۵۲
[illegible]	۳۳	[illegible]	۳۵۳
[illegible]	۳۳	[illegible]	۳۵۳
[illegible]	۳۳۴	[illegible]	۳۵۳
[illegible]	۳۳۴	**باب فسخ الاجارة**	۳۳۳
[illegible]	۳۳۵	[illegible]	۳۳۳
[illegible]	۳۳۵	[illegible]	۳۳۳
[illegible]	۳۳۵	[illegible]	۳۳۳
[illegible]	۳۳۵	[illegible]	۳۳۵
[illegible]	۳۳۵	[illegible]	۳۳۵
[illegible]	۳۳۶	[illegible]	۳۳۶
[illegible]	۳۳۶	[illegible]	۳۳۶
[illegible]	۳۳۶	[illegible]	۳۳۶
[illegible]	۳۳۶	[illegible]	۳۳۶
باب من الاجارة	۳۳۶	**مسائل شتى**	۳۳۶
[illegible]	۳۳۶	[illegible]	۳۳۸

[illegible]	۰	[illegible]	۰	**کتاب الفنون**	۰
[illegible]	۰	[illegible]	۰	[illegible]	۳۱۶
[illegible]	۰	[illegible]	۳۱۸	[illegible]	۰
[illegible]	۰	[illegible]	۳۱۸	[illegible]	۰
باب الصوم والحجر	۳۰۹	[illegible]	۳۲۲	[illegible]	۳۲۰
[illegible]	۳۱۰	[illegible]	۳۲۳	[illegible]	۱۲۹
[illegible]	۰	[illegible]	۳۲۳	[illegible]	۰
[illegible]	۰	[illegible]	۳۲۳	[illegible]	۳۹۴
[illegible]	۰	[illegible]	۳۲۳	[illegible]	۳۹۵
کتاب الوکالۃ	۳۱۳	[illegible]	۳۲۳	[illegible]	۳۹۶
[illegible]	۳۱۳	**کتاب الحجر**	۰	[illegible]	۰
[illegible]	۰	[illegible]	۳۲۳	[illegible]	۰
[illegible]	۳۱۵	[illegible]	۳۲۵	**کتاب الغصب**	۳۲۹
[illegible]	۳۱۵	[illegible]	۳۲۵	[illegible]	۳۹۸
[illegible]	۳۱۶	[illegible]	۳۲۶	[illegible]	۳۹۸
[illegible]	۳۱۶	[illegible]	۳۲۶	[illegible]	۳۹۹
[illegible]	۳۱۶	[illegible]	۳۲۶	[illegible]	۰
[illegible]	۳۱۶	[illegible]	۳۲۶	[illegible]	۴۰۰
[illegible]	۳۱۶	[illegible]	۳۲۶	[illegible]	۰
کتاب الاکراہ	۳۲۷	[illegible]	۳۲۷	[illegible]	۴۰۱
[illegible]	۰	[illegible]	۳۲۸	[illegible]	۴۰۳
[illegible]	۳۲۷	[illegible]	۰	[illegible]	۴۰۳
[illegible]	۳۲۸	[illegible]	۰	[illegible]	۰
[illegible]	۰	[illegible]	۰	[illegible]	۴۰۰

الجزء الرابع

كتاب الشفعة ۔ ۔

كتاب المزارعة ۔ ۔

كتاب القسمة ۔ ۔

كتاب الصناعة

كتاب الذبائح

كتاب الكراهية

كتاب الاشتمة

[illegible]	۷	غرب کے وقت سے پہلے نفل پڑھنا	۴۹۱
[illegible]	۷	نفل پڑھنے کا طریقہ	۴۹۲
[illegible]	۷	نفل نماز کی نیت	۴۹۳
[illegible]	۷	نفل نماز کی نیت	۴۹۴
[illegible]	۷	نفل نماز کی نیت

[illegible]	٤٥٠	[illegible]	٥٣٠
[illegible]	٤٥٠	[illegible]	٥٣٠
[illegible]	٤٥٠	[illegible]	٥٣١
[illegible]	٤٥٠	[illegible]	٥٣١
[illegible]	٤٥٠	[illegible]	٥٣٢

فصول خرچ کا بیان کی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

کفن دینے کے متعلق ۵۸۱
باب جنازہ کو اٹھانے اور اس پر نماز پڑھنے کے بیان میں ۵۸۲
جنازہ کے ساتھ چلنے کے بیان میں ۵۸۳
جنازہ کے ساتھ چلنے والے کے لئے کیا مناسب ہے ۵۸۴
جنازہ کو کاندھا دینے کا ثواب اور جنازہ کو کاندھا دینے کا طریقہ ۵۸۵
جنازہ کے ساتھ چلنے والے کے لئے کیا مناسب ہے ۵۸۶
جنازہ کے ساتھ چلنے والے کے لئے کیا مناسب ہے ۵۸۷
جنازہ کے ساتھ چلنے والے کے لئے کیا مناسب ہے

زاد الوقایہ

حضرۃ مولینا عبد الغفار الکھنوی
کی اردو شرح وقایہ اخیرین نئی ترتیب
عنوانات، تسہیل مکمل عربی متن
اور جدید مسائل پر تحقیقات کا اضافہ

الجزء الثالث

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
ISBN 13-519240-969

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كتاب البيع

(هو مبادلة المال بالمال بعقد بايجاب و قبول بالفعل الماضي (۲) و تعاط في النفيس والخسيس فمبادلة المال بالمال علة صورية للبيع والايجاب والقبول والتعاطي علة مادية له ومبادلة يكون بين شيئين فيها لعبة الفاعلية (۳) يولد بفعل عن سبيل الغير فيشمل ما لايكون بالتراضي كبيع المكره وانه بعقد هو الصحيح (۴) وقال بعد الائمة الثلاثة لايعقد بالتعاطي في الخسيس لافي النفيس والتعاطي عند بعض الاعطاء من الجانبين وعليه عند البعض من احد الجانبين كما اذا ساوم احد المبيع ولم يكن معه وعاء يجعل المبيع فيه فكال قفيزا له فجاء بوعاء واعطى الثمن فيجوز (لو قال كنت بعتك قفيزا بدرهم وقال كنيت خمسة القفزة فكال فذهب بها فهذا بيع و عليه خمسة دراهم ولو (۵) اوجب واحد قبل الآخر في المجلس تم البيع بكل الثمن او ترك الآخر الثمن كل ذا قبل بعد عقد بدرهم وذلك بدرهم فقبل احدهما بدرهم يجوز وسيأتي بطل الايجاب او رجع صوحب او قام جلسه عن مجلسه

(۱) بیع کی تعریف

بیع کہتے ہیں مال سے مال بدلنے کو، وہ دو منعقد ہوتی ہے ایجاب و قبول سے دونوں زبان کے ساتھ ہوں۔

فائدہ: بیع کی حلت کا ثبوت

جاننا چاہئے کہ حلت اور جواز بیع کا ثبوت اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ (واحل الله البيع وحرم الربوا) یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع حلال کیا اور سود حرام کیا۔ حدیث کی حدیث میں اور بزار نے بطریق رافع بن خدیج کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کہا کام کرنا اپنے ہاتھ سے اور ہر خرید و فروخت جو مقبول ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ روایت کی اور دلالت کی اس پر بیع نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرید و فروخت میں فرمایا اور حق ہوتی ہے بغیر اس کے کہ تحقیق کرے خریدار خرید میں اور

یا اگر قوال کی بیع جائز نہیں اور جواب کہتے ہیں یا اس بات کو پسند کی جائے اور قبول جواب کے جواب میں دوسرا کہے خلاصہ پہلے بائع نے کہا میں نے بیچا بعد ازاں نے مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قبول قبول اور اگر پہلے مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا بعد ازاں کے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں لفظ ایک ہی مجلس کے ہوں یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کریں تو اگر مشتری نے خریدا اور بائع یعنی بیچنے والے نے اٹھ کر بیع فسخ کر دی یا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا تو بیع ثابت نہ ہوئی اور مشتری نہ کچھ پایا

(۲) رضامندی کی شرط نہ لگانا

اور رضامندی کی قید بیع میں نہ ہونا جیسے دکاندار کا بیع کرکے کہنا کہ اگر میری بیع پر خوشی کی جاوے تو مال بیچے پر مستقل ہے (اور اس کا بیان آگے آتا ہے انشاء اللہ)

(۳) بیع تعاطی

اور بیع جائز ہونا جیسا کہ بیع تعاطی ہے یہ طریق ہے کہ بائع اپنی بیع مشتری کے حوالہ کر دے اور مشتری روپیہ اس کے حوالے کرے اور زبان سے کچھ نہ کہے اس کو بیع تعاطی کہتے ہیں اور ہمارے یہ مروجہ مجلس بیع میں کہ اکثر چیزوں میں ہوتی ہے کہ دکاندار کہتا ہے کہ یہ کپڑا کتنے کا ہے اور گاہک کہتا ہے کہ اتنے کا ہے اور کچھ بات چیت نہیں ہوتی اور کپڑا لے کر چلا جاتا ہے یہ بھی بیع تعاطی ہے

فائدہ: یہ بھی مجلس ایجاب میں داخل ہے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کی عادت میں کلام کرے تو ایجاب باطل ہوتا ہے اور اسی طرح اگر خلاف اس نے کہا کہ مجلس سے دوسرا شخص جس نے ایجاب نہ سنا ہو اور اس نے اس کو سنا ہو اور اس کو اطلاع دی اور اس نے قبول کر لیا اور وہ مشغول نہ ہوا درمیان میں کسی کام سے جیسا کہ کھانا کھانے کے واسطے اٹھ جانا اگر اس نے اطلاع کرنے کے بعد اس کام میں مشغول نہ کیا تو ایجاب باطل ہو جاوے گا اگرچہ بائع اور مشتری حاضر ہی مجلس سے بدلے

صرف مشتری کی طرف سے ہو تب سے ہوگی۔

بائع کی طرف سے تعاطی

یا پوچھا کہ تمہیں کیونکر پتہ چلتا ہے تو اس نے کہا ایک چاند ایک درکو دو روپیہ بائع نے پیدا کرنے کیا تو بیع ہوگئی اور مشتری پر پیسے لازم ہو گئے۔

فائدہ۔ تو اس میں تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہر حال شرط ہے کہ کسی جانب سے بھی رضامندی نہ ظاہر ہو مثلاً اگر مشتری نے روپیہ دے دیئے اور خربوزے اٹھائے چلتا بنے اور بائع کہتا ہے کہ میں اس قیمت پر خربوزوں کا بیع منعقد نہ ہوئی اور نہ کر

(۵) مجلس کی شرط

پھر ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اس کو ای مجلس میں یعنی کل بیع اور اصل قیمت کے نوٹ یا کل کو دو ٹکڑے جب تک چیزیں ہوں اور ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے اور بعض کا بعض مشتری کو بیچ کر چکے اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے تو ایجاب کرنے والا کہہ چکا کہ کوئی اس مجلس سے اٹھ جائے تو ایجاب باطل ہو جائے گا۔ (اس واسطے کہ کھڑا ہو جانا دلیل ہے منہ پھیرنے کی)

فائدہ۔ یعنی مجلس ایجاب میں اس واسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کی عادت میں کلام کرے تو ایجاب باطل ہوتا ہے اور اسی طرح اگر خلاف اس نے کہا کہ مجلس سے دوسرا شخص جس نے ایجاب نہ سنا ہو اور اس نے اس کو سنا ہو اور اس کو اطلاع دی اور اس نے قبول کر لیا اور وہ مشغول نہ ہوا درمیان میں کسی کام سے جیسا کہ کھانا کھانے کے واسطے اٹھ جانا اگر اس نے اطلاع کرنے کے بعد اس کام میں مشغول نہ کیا تو ایجاب خود باطل ہو جاوے گا اگرچہ بائع اور مشتری حاضر ہی مجلس سے بدلے

(۱) واذا وجد الزم البیع ای لا بشت خیار المجلس خلافا للشافعی رحمہ اللہ وانما ذکر الایجاب والقبول اراد ان یذکر الثمن والمبیع وانما قدم ذکر الثمن لانہ وسیلۃ الی حصول المبیع وھو المقصود والوسائل مقدمۃ علی المقاصد فقال (۲) وصح البیع فی العرض المشار الیہ ای العلم بقدرہ ووصفہ لافی غیر المشار الیہ فانہ حینئذ لابد من ان یذکر قدرہ ووصفہ (۳) وثمن حال والی اجل علیہ (۴) والثمن المطلق ای ان لم یذکر صفتہ من حال مئونۃ غالبھم فان اختلت مالیۃ النقود فعلی ماقدرہ من ای نوع ای بیع البیع علیہ وغالبھم من ای نوع کان ای یعطی المشتری ای نوع شاء وان اختلف فعلی الاروج وفسد ان استوی رواجھا ای فی صورۃ اختلاف مالیۃ النقود الا ان یبین احدھا ای احد النقود وھذا استثناء منقطع لان الحث فی البیع بالثمن المطلق فلایکون حال بین احد النقود من حین حوال اطلاق الثمن ثم بعد ذکر الثمن شرع فی ذکر المبیع (۱) فقال (فی الطعام والحبوب کیلا وحزانا ان بیع بغیر جنسہ و ۱ ۲ و باذاء اوجنسہ معین کو بلدرقمہ

(۶) ایجاب وقبول کے بعد بیع لازم ہے

اور جب ایجاب وقبول دونوں پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی اب کسی کو اختیار نہیں رہتا خیار مجلس یا خیار رویت۔

۲ وہ بیع کہ جب ایجاب وقبول اپنے شرائط کے ساتھ حاصل ہو تو بیع لازم ہو گئی اب کسی کو اختیار مجلس کا اختیار نہیں رہتا اور نہ خیار رویت کا یا خیار عیب کا سوائے اختیار عیب کے یا رویت کے کہ ان دونوں کا بیان آگے آئے گا اور امام شافعی کے نزدیک جب تک مجلس عقد میں دونوں میں سے ہر ایک کو بشرط کہ جس کو رویت نہ کیا ہو اختیار رہتا ہے جب تک کہ جدا نہ ہو جائیں یا ایک دوسرے کو اختیار دیدے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ ہر ایک خرید کرنے والا اختیار رکھتا ہے جب تک کہ جدا نہ ہوں اور کلام ہماری اس پر ایک طرح سے ہے کہ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا آیہا الذین امنوا اوفوا بالعقود یعنی بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے واجب کرنا عقدوں کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے پس قول اللہ تعالیٰ کا واشہدوا اذا تبایعتم یعنی گواہ کرو جب

یا تم بیع کرو تو اس آیت میں حکم ہوا مشہد بنانے کا ساتھ گواہی کے اور بیع صادق آتی ہے ساتھ ایجاب وقبول کے تو اگر اختیار خیارات ہوا در بیع لازم نہ ہو تو اس آیت کا بطلان ہوتا ہے جو کہ درست نہیں اور امام صاحب کی یہ ہے کہ جائز ہے روایت کی اس حدیث سے کہ امام اعظم نے اختیار دیا ایک اونٹ کو بعد بیع کے اختیار کیا اس نے تو نہیں ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد بیع کے بھی اختیار ثابت ہوتا ہے۔

(۷) داموں کی طرف اشارہ کر دینا

اور وہ ثمن کہ جس کے بیچنے والے کو مشتری کی طرف سے اشارہ کرنا ضرور ہے یا ان کا علم اور وصف بیان کرنا ضرور ہے تو اس کو ثمن مطلق کہتے ہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اس کی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیے۔

۳ وہ ثمن کہ اگر قیمت کی رقم سے معمور سوائے اس مشتری اشارہ کرے تو میں ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں تو علم یا بیان ان کی تعداد اور اوصاف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو ان کی تعداد کو گن رہا ہے اور اوصاف جن سے نقد کا یا قیمتی مختلف بیان کرنا ضرور ہے۔

(۸) ادھار بیچنا

اور درست ہے نقد اور ادھار بیچنا اور ادھار بیچنا جبکہ ادھار کی مدت معلوم ہو۔

فائدہ: مثلاً زید نے ایک کپڑا عمر کو اس شرط پر بیچا کہ عمر اس کے روپے تین دن کے اندر دیدے گا تو یہ بیع درست ہے اور ثمن ادھار ہو جائے گا اور عمر کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو تین دن کے بعد زید کو روپے دیدے اور کپڑا لے لے اور چاہے تو روپے نہ دے اور کپڑا واپس کر دے۔ اور زید کو جائز نہیں کہ کپڑا واپس لینے کے بعد عمر سے روپے طلب کرے۔ اور اگر عمر نے روپے نہ دیئے تو زید کو اختیار ہوگا کہ عمر کو کپڑا واپس کرنے پر مجبور کرے یا اس سے روپے طلب کرے۔ اور اگر عمر نے روپے دیدیئے اور کپڑا واپس نہ کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ عمر سے روپے طلب کرے یا کپڑا واپس کرنے پر مجبور کرے۔ اور اگر عمر نے کپڑا واپس کر دیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ روپے طلب کرے یا نہ کرے۔ اور اگر عمر نے روپے دیدیئے اور زید نے کپڑا واپس نہ کیا تو عمر کو اختیار ہوگا کہ کپڑا طلب کرے یا نہ کرے۔ اور اگر عمر نے کپڑا واپس کر دیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ روپے طلب کرے یا نہ کرے۔ اور اگر زید نے روپے نہ دیئے تو عمر کو اختیار ہوگا کہ کپڑا طلب کرے یا نہ کرے۔ اور اگر زید نے کپڑا واپس نہ کیا تو عمر کو اختیار ہوگا کہ روپے

عبارة عن قلة الاجزاء او كثرتها والشيء تما يرحد بالاجزاء والوصف مفهوم بالشيء فلايمكن ان يكون مؤثرا عن وجود ذلك الشيء فالكمية التي تختلف بها الكيفية كالفرع في الثوب امر يعتطف به جنس المزيد عليه فان الثوب اذا كان عشرة اذرع تساوي عشرة ذنانير واذا كان تسعة اذرع لاتساوي تسعة دنانير لانه لايتكثر جبة والعشرة تكفي لوجود الذرع الزائد على التسعة يزيد التسعة جنسا فيتصير كالاوصاف الزائدة فلا يقابلها شيء من الثمن اي الثمن لاينقسم على الاجزاء كما ينقسم في الحنطة فانه اذا كان عشرة اقفزة بعشرة دراهم كان قفيز واحد بدرهم ولا كذلك في الثوب فاذا باع عشرة اذرع بعشرة وكان الثوب تسعة اذرع كما في مسألتنا لايأخذه بتسعة بل ان شاء اخذه بعشرة وان شاء فسخ وان كان زائدا كان للمشتري فانه باع هذا الثوب فوجد المشتري فيه امرا مرغوبا كان للمشتري كما اذا اشترى عبدا فوجده كاتبا وان قال كل ذراع بدرهم اخذ الاقل بحصته او ترك وكل الا كغوكل ذراع بدرهم او فسخ لانه افرد كل ذراع بدرهم فلا يلحق وغابة هذا المعنى. واعلم ان المسألة فيما اذا باع ثوبا على انه عشرة اذرع بعشرة دراهم كل ذراع بدرهم فاذا هو تسعة اذرع او احد عشر ذراعا حتى لو كان تسعة ونصفا او عشرة ونصفا فحكمه ليس كذلك على ماسياتي في هذه الصفحة(۱) وصح بيع عشرة اسهم من مائة سهم لابيع عشرة اذرع من مائة ذراع من دار هذا عندابي حنيفة وقالا لاصح في الوجهين لانه باع عشر اشاعة من الدار وله ان في الثاني المبيع محل الغراع وهو معين مجهول لامشاع بخلاف السهم

(۱۲) اناج کے ڈھیر کی بیع

اور اگر ہر ایک کو ڈھیر صاع بیچے ایک درہم کا ہر صاع تو بیع تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہ ہوگی مگر جب جتنے صاع ہیں سب کا ذکر کردیوے مشتریوں سے کہ بیچا میں نے یہ ڈھیر اناج کا کہ اس صاع ہے ہر صاع بدلے میں ایک درہم کے۔

فائدہ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں کل ڈھیر متن اناج جائز ہوجائیگی اور ہر صاع ایک پیمانے کا نام ہے جس میں قریب پونے چار سیر اناج کے سمانا ہے اسی روپیہ کے بیسر سے۔

(۱۳) بکریوں کے گلہ اور کپڑے کے تھان کی بیع

اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا تھان اور ہر بکری یا گز پیچے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل میں فاسد ہوگی۔

فائدہ۔ یعنی ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ یہاں افراد بکری کے مختلف ہیں کیونکہ مشتری موٹی بکری لے گا اور بائع دبلی دے گا۔ بخلاف اناج کے کہ وہاں سب دانے برابر ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اس میں بھی جائز ہے اور یہ مسئلہ اس کپڑے میں ہے جس میں ایک گز جدا کرنے سے وجب نقصان کا ہوے اور جوڑنے سے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جائز ہوگی۔ ترجمہ

(۱۴) معدود و متفاوت کی بیع کا ضابطہ

اور یہی حکم ہے ہر معدود متفاوت میں۔

فائدہ۔ یعنی جو چیزیں شمار کر کے بیچی جاتی ہیں اور افراد ان کے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربوزہ، ناریل وغیرہ

(۱۵) اناج کے ڈھیر کی بیع

اور اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہہ کر کہ ہر صاع میں

سودا ہم کے اور دونوں نے نکلے تو مشتری چاہے تو سب سودا لے لے اور چاہے تو سب چھوڑ دے اور اگر بائع نے بارہ ہی نکالے اور دو واپس کر دیے اور جو دو سے زیادہ نکلیں تو دو بائع کا ہے کیونکہ اس نے صرف دو ساتھ بیچے تھے۔

(۱۶) تھان کا مقررہ مقدار سے کم نکلنا

اور اگر ایک کپڑے کے تھان کو اس طرح بیچے (یعنی مثلاً کہا کہ یہ بیس گز ہے دس روپے کا) اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے تو پورا تھان دس روپے کو لے لے خواہ سارا بھی بیچ دے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہے اور بائع کو اختیار نہیں کہ بیچ سے سودا رد چاہے تو دے (اور مشتری کو یہ نہیں پہنچتا کہ اتنا تو لے لے اور باقی اس کی اصل کتاب میں مذکور ہے) اور اگر تھان کی قیمت میں بائع نے یوں کہہ دیا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کو اگر ایک روپیہ کو ایک گز نکلا تو مشتری کو پہنچتا ہے کہ لکھے ہوئے دام دے کر لے لے، واپس کر دے اور ایسا ہی ہے اگر زیادہ نکلا۔

فائدہ: مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپے کو لے سکتا ہے اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو لے سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں مشتری کو اختیار ہے بیع کا اور مرسا دینے تو گز نکلا، ساڑھے دس گز تو اس کا ظلم سے آتا ہے۔

(۱۷) گھر کی زمین کی بیع

اور اگر گھر کو گز کا بیچے اس میں سے دس گز زمین بیچی جس کی بیکھ معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہے اور اگر مکان کے حدود بیان کر دیے ہوں کہ اس سے دس گز لے لے تو جائز ہے اور یہ تعیین کے نزدیک دونوں صورتوں میں درست ہے۔ (اور یہی سب کے لیے میں صحیح ہے)

---

(۱۸) ولابیع عدل علی انه عشرة ثوب وهو اقل او اکثر لانه اذا کان اقل لایدری ثمن مایبیع بموجود فیکون حصة الموجود مجهولة و ان کان اکثر لایکون المبیع معلوما ولو بین لکل ثوب حصة صح فی الاقل بقدره و خیر وفسد فی الاکثر لان المبیع مجهول (۱۹) وفی بیع ثوب علی انه عشرة اذراع کل ذراع بکذا فوجده احد عشر او تسعة و نصف بالاخیر وبتسعة فی تسعة ونصف ان شاء وقال ابو یوسف رحمه الله ان شاء اخذ باحد عشر فی الاول و بعشرة فی الثانی وقال محمد ان شاء اخذ بعشرة و نصف فی الاول و تسعة و نصف فی الثانی لان فی ضرورة مقابلة الذراع بالدرهم مقابلة نصفه بنصفه ولابی یوسف انه لما افرد کل ذراع یبدل برأس کل ذراع منزلة ثوب و قد ینقص ولابی حنیفة ان الذراع وصف و انما اختلحکم المقدار ماشرط و هو مقید بالذراع ففی الاقل عاد الحکم الی الاصل (۲۰) وصح بیع الرملی سبله والماقع والارز والسمسم فی قشرها بیع الموفی سبله بخور عندنا وعن الشافعی لایجوز لان بیع الماقع الاخضر لایجوز عنده والجوز واللوز والفستق فی قشرها الاول انه قال فی قشرها الاول لان فیه خلاف الشافعی اما فی قشرها الثانی فیجوز (۲۱) تفاحا و بیع ثمرة لم یبد صلاحها اوقصلا و یجب قطعها و شرط ترکها علی الشجر بقصد البیع کاستثناء قدر معلوم منها ای مایع الثمر علی النخیل واستثنی قدرا معلوما لایجوز البیع لانه ربما لایبقی شیء بعد المستثنی واجرة الکیل والوزن والعدد والذرع علی البائع (۲۲) واجرة وزن الثمن ونقده

علی المصنف ص ۳۳ ، و فی بیع سلعۃ بسعر سلعۃ اخری هو اولا و فی عن سلعۃ معا ای فی بیع السلعۃ بالثمن ای بالدراهم او الدنانیر سلعۃ النص اولا لان السلعۃ یعین بالبیع و نقد هو الدنانیر لایتعین الا بالتسلیم فلا یتدس نعینه لخلاسزه الربوا و فی عن سلعۃ معا ای فی بیع السلعۃ بالسلعۃ ، هو بیع المقایضۃ ، و فی بیع الشمن بالثمن ای الصرف سلعۃ معا فسار بهما فی التعیین وعدمه

(۱۸) تھانوں کی گٹھڑی کی بیع

اور اگر ایک گٹھڑی اس شرط پر بیچی کہ اس میں جس تھان میں عیب ظاہر ہوگا وہ لے لیں گے تو یہ دونوں صورتیں بیع فاسد ہیں اور اس صورت میں ہر تھان کے ساتھ کہہ دینے سے کہ جو تھان میں نے تم کو لیں بیع صحیح ہوں اور مشتری کو اختیار ہے چاہے سب واپس کر دے یا سب لے لے یا کچھ لے اور کچھ واپس کر دے اور اگر بیچتے وقت یہ نہیں کہا کہ جو تھان میں لے لیں گے وہ بیع صحیح ہوں گے اور مشتری کو معلوم نہیں کہ وہ کس تھان کو لے لیں گے یا کون سے چھوڑیں گے۔

(۱۹) تھان میں گز کا ناقص نکلنا

اور اگر ایک تھان کو اس شرط پر بیچا کہ اس کے ہر گز میں سے ایک گز کم ہوگا اور وہ ایک گز جس کو شاء تو مشتری لے لے اور تمام کو لے لے بغیر اختیار کے (یعنی اس کو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے) اس واسطے کہ اس بیع میں مشتری کا کچھ نہ کچھ نقصان ہے (اور وہ یہ ہے کہ) ممکن ہے کہ تمام تھان میں ایک گز کم نہ نکلے اور ہو سکتا ہے کہ ایک سے زیادہ نکلے اور اگر مشتری چاہے تو اول صورت میں پورا لے لے اور دوسری صورت میں پورا لے لے اور ایک گز کم کر دے اور تیسری صورت میں جس قدر چاہے لے لے اور جس قدر چاہے چھوڑ دے۔

فائدہ:۔ (اقول) میں لکھتا ہوں کہ فقہائی امامیہ نے اپنے قول پر بے تعین بہت سے دلائل سے استدلال کیا ہے تو اس مسئلہ کا اختیار دینا اس کے قاضی کو اختیار ہے جس روایت پر فتویٰ دے سکتا ہے۔

(۲۰) گندم وغیرہ کا بالیوں میں بیچنا

اور صحیح ہے بیچنا گیہوں کا بالیوں میں۔

اور ای طرح بیچنا چنے اور چاول اور تل کا چھلکوں میں اور ای طریق اخروٹ و بادام اور پستے کا چھلکوں میں۔ یعنی اپنے اپنے چھلکوں میں اور صحیح نہیں ہے نزدیک امام اعظم کے بیچنا دوسرے چھلکوں میں ان کو بے چھلکے کے اور یہ خلاف ہے صاحبین کا۔

فائدہ:۔ اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول میں جائز ہے اور اس پر فتویٰ ہے کہ صحیح ہے بیع حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چنے کے بالیوں میں یہاں تک کہ صلاح ظاہر ہو جائے اور کھانا ان کا جائز ہو جائے اور اجازت دی ہے بیع کی ان کو جو عاجز ہوں کاٹنے سے اور بیچنے سے۔

(۲۱) درخت پر پھلوں کی بائع

اور تبعی کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو درست ہے اور مشتری پر کاٹنے کے وقت اس کا تراشنا واجب ہے (اور تبعی اس کی بیع تقدیر میں مذکور ہے) اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ میں ان پھلوں کو درخت پر رہنے دوں گا تو بیع فاسد ہوگی جیسے پھل درخت پر پکنے اور کچھ تبعی بیع سے نکال لے۔

فائدہ:۔ مثلاً یہ کہا کہ میں پھل اس درخت کے بیچتا ہوں نصف یا تہائی میں سے لے لوں گا یا کہ بچوں کا تو بیچنا جائز ہے اور ہوا اور درختوں میں سے نہ ہونا ظاہر ہونا اجازت کے جو کہ ہے روکی صحیح ہے یہاں تک کہ اجازت دی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں پھر کاٹ لینے سے مگر یہ معلوم ہوا ہے جبکہ معین کر دے کہ اس میں

ہے اس لئے کہ اس میں کچھ نہ کچھ غرر ضرور ہوتا ہے۔

(۲۲) ناپ تول اور شمار کی مزدوری

اور بیع میں جو مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اپنی اپنی کرتے ہیں اور مزدور جو اٹھاتے ہوئے اور رکھتے ہوئے اس کی مزدوری بھی بیچنے والے پر ہے۔

اور اگر ایک نے بیچ دیا ہو مگر ابھی ناپنے تولنے گننے

ضمیمہ از "آپ کے مسائل اور ان کا حل" (ادارہ)

تجارت میں منافع کی شرعی حد

منافع کی حد تو مقرر نہیں ہے البتہ بازار کے عام اور متعارف قیمت سے زیادہ وصول کرنا دوکان کی تجوری سے زیادہ نکالنا حرام ہے۔

شریعت نے منافع کا تعین نہیں فرمایا ہے تاجر کو اختیار ہے کہ وہ جتنا چاہے منافع رکھے البتہ شریعت نے اس پر کچھ قیود عائد کی ہیں جن کو فقہاء "غبن فاحش" کہتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی تاجر کسی مال کی خرید و فروخت میں اس قدر منافع رکھے جو عام طور پر تاجروں میں رائج نہ ہو تو ایسی صورت میں خریدار کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اس معاملہ کو فسخ کر دے اور چاہے تو اسی قیمت پر خرید لے۔ (شامی ج ۴ ص ۳۰)

مثلاً اگر کوئی شخص ۱۰ روپے کا مال خرید کر ۱۵ روپے میں بیچ دے تو یہ منافع عام طور پر رائج ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص ۱۰ روپے کا مال ۲۰ روپے میں بیچ دے تو یہ منافع عام طور پر رائج نہیں ہے اس لئے اس میں خریدار کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اس معاملہ کو فسخ کر دے اور چاہے تو اسی قیمت پر خرید لے۔

وہ چیزیں جن کے تباہ ہونے میں برابری اور فقہ ضروری ہے

جو چیزیں ایسی ہیں جن کا باقاعدہ خرید و فروخت کی جاتی ہے جیسا کہ تاجروں کی دکان سے سامان خریدا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ دونوں چیزیں برابر ہوں اور یہ معاملہ تجارت کیا جائے۔ اس مثال میں اگر ایک کپڑا ناپ کر بیچا جائے تو ناپنے والے کی اجرت بیچنے والے پر ہوگی اور اگر خریدار کپڑا ناپ کر لے تو اجرت خریدار پر ہوگی۔

(۲۳) مبیع کی سپردگی

اور اگر مبیع کو بیچ دیا ہو اور اس کی قیمت ابھی نہیں لی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک قیمت نہ لے لے مبیع کو روکے رکھے۔

تجارت کے لیے منافع پر رقم لینا

اس طرح کسی شخص سے تجارت کے لیے کچھ رقم لینا جس میں نفع کی شرط ہو یہ بھی ناجائز ہے۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں مضاربت کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میرے پاس ۱۰ ہزار روپے ہیں تم ان کو لے کر تجارت کرو اور جو نفع ہو اس میں سے ۵ ہزار روپے تم لے لینا اور ۵ ہزار روپے میں لے لوں گا تو یہ معاملہ ناجائز ہے۔

ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ فرمائیے کہ اس طرح تجارت کرنا جس میں مجھ کو بھی معقول منافع کی توقع ہے کیا جائز ہے؟

ج کسی سے رقم لے کر تجارت کرنا اور منافع میں سے اس کو حصہ دینا اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ یہ بات طے کر لی جائے کہ تجارت میں جتنا نفع ہوگا اس کا اتنا فیصد (مثلاً ۱۰) فرمانے کو ملے گا اور اتنا کام کرنے والے کو اور اگر خدانخواستہ تجارت میں خسارہ ہو تو یہ خسارہ بھی رقم والے کو برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ صورت تو جائز اور صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تجارت میں نفع ہو یا نقصان درکنار نفع ہو یا زیادہ ہر صورت میں رقم والے کو ایک مقررہ مقدار میں منافع ملتا رہے (مثلاً سال بھر بیچنے کے بعد دس روپیہ فی رقم کا دس فیصد) یہ صورت جائز نہیں۔

مختلف گاہکوں کو مختلف قیمتوں پر مال فروخت کرنا

ایک ہی قسم کا مال مختلف گاہکوں کو مختلف قیمتوں پر فروخت کرنا صحیح ہے۔

ہر ایک کو ایک ہی دام پر بیچنا ضروری نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ رعایت بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ناجائز منافع کی اجازت نہیں اور نہ ہی کسی کی مجبوری کی بنا پر زیادہ قیمت لینے کی اجازت ہے۔

کپڑا عیب بتائے بغیر فروخت کرنا

ایک مسلمان کا طریقہ تجارت یہی ہے کہ وہ گاہک کو چیز کا عیب بتا دے یا اس سے کم پیسے میں دے دے کہ بھلی چنگی چیز تمہارے سامنے ہے تو گاہک کو اس کے کسی عیب کا علم نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کپڑے کی تجارت کرتے تھے ایک بار بائع سے یہ کہا کہ یہ کپڑا عیب دار ہے گاہک کو بتا دینا تھا نہیں تو ثواب لے گئے ان کے ساتھی نے حضرت عثمان غنی کو حاضری میں کپڑا فروخت کر دیا۔ آپ واپس آئے تو دریافت فرمایا کہ اس کپڑے کا عیب بتایا تھا؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے بہت افسوس کا اظہار فرمایا اور اس دن کی ساری آمدنی صدقہ کر دی۔

زبانی کلامی خرید کے ذریعہ چیز کی قیمت بڑھانا

عمر زید سے کہتا ہے کہ ایک کی اکان کرتے ہیں آؤ ہم میں باپ بیٹے ہیں۔ عمر (بیچنے کا نام) ایک چیز خرید کے آتا ہے ۱۲ روپے کی زید (گاہک) کے کہنے پر ۱۵ روپے میں بیچ دیتا ہے زید کی چیز کو زبانی کہہ (بغیر بھاؤ کئے) ۱۵ روپے میں بیچ دیتا ہے پھر جب کوئی گاہک وہ چیز خریدنے آتا ہے تو ہر قسم کا کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز ۱۲ روپے میں خریدی ہے مفت تو نہیں کہ سے پوچھئے تو یہ کہتے ہیں خریدی تھی (تقریباً قیمت) تو اور قسم اٹھا کر گاہک کو یقین دلاتا ہے کہ ۱۵ روپے سے کم چیز ۱۳ یا ۱۴ روپے میں شاید ہی دی جاتی ہے۔

یہ عمل فریب ہونے کے علاوہ تجارت میں بے برکتی کا موجب ہے۔

کسی کی مجبوری کی بناء پر زیادہ قیمت وصول نہ کرنا چاہئے

ج بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ گاہک سمجھتا ہے کہ جس نے بار بار میں کہیں یقین ہو جاتا ہے کہ ہمارے یہاں سے ضرور خریدے گا۔ کبھی ایسا موقع میں نہیں مل رہا ہوتا ہے کبھی کسی کو دیکھ کر ایسی صورت میں ہم اس کا گاہک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مارکیٹ سے زیادہ پیسے وصول کرتے ہیں۔ کیا اس طرح کی زیادتی جائز ہے؟

ج ٹھگنا تو بیچنے والوں پر بھی حرام ہو جاتا ہے جائز ہے بلکہ کسی کی مجبوری یا بے قیمتی کی وجہ سے زیادہ وصول کرنا کاروباری بددیانتی ہے۔

گاہکوں کی خرید فروخت کرنا

اخبار بیچنے والے اور دودھ بیچنے والے جب اخبار اور دودھ گھر گھر پہنچانے کا کاروبار خوب مستحکم کر لیتے ہیں تو کچھ عرصہ بعد پرانے گاہکوں کو کسی نئے تاجر کے پاس فروخت کر دیتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی "چیز" ہوتی ہے۔ یہ کمائی شمار کرنا جائز ہے۔

دریا کی مچھلیوں کا ٹھیکہ پر دینا، چوگی ٹھیکہ پر دینا، قتہا، بنے دونوں کو تاب نزلکھا ہے۔ اسی طرح گاہکوں کو بیچ دینا بھی ناجائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم حرام ہے۔

خرید شدہ مال کی قیمت بڑھنے پر کس قیمت پر فروخت کریں

اگر کسی چیز کی موجودہ قیمت خرید سے کئی گنا زائد ہو چکی ہے اب اس کی قیمت کا تعین اس طرح کیا جائے کہ جو چیز لائق فروخت ہو یہ دیکھا جائے کہ بازار میں اس کی کتنی قیمت اس وقت مل سکتی ہے اتنی قیمت پر فروخت کر دی جائے۔

شوہر کی چیز بیوی بغیر اس کی اجازت کے نہیں بیچ سکتی

ایک شخص جبکہ اپنے گھر میں موجود نہیں اور اس کی بیوی کسی وکیل کو بلا کر کوئی چیز وغیرہ فروخت کر دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ معلوم ہونے کے بعد اس سودے کو جائز رکھے یا مسترد کر دے۔ بہت سا شوہر کی کسی چیز کو اس کی اجازت کے بغیر بیچنا صحیح نہیں ہے۔

گاڑی پر قبضہ سے پہلے اس کی رسید فروخت کرنا

اگر کوئی شخص ایک گاڑی دس ہزار روپے میں بک کراتا ہے اور وہ گاڑی اس کو چھ مہینے پہلے بک کرانی ہے تو جب اس کی گاڑی چھ مہینے میں نکلے تو اس کو اس وقت اس میں کچھ نفع ہو تو وہ گاڑی بغیر نکالے صرف "رسید" فروخت نہیں کر سکتا۔

جو چیز خریدی جائے جب تک اس کو وصول کر کے اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں دوکان مکان اور پلاٹ کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ کہ جب تک ان پر قبضہ نہ ہو جائے ان کی فروخت جائز نہیں۔ گویا اصول اور قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنا صحیح نہیں۔

لفظ "اللہ" والے لاکٹ فروخت کرنا

لاکٹ گلے میں عورتیں اور بچے لٹکاتے ہیں جس پر لفظ اللہ لکھا ہوا ہے اسے بہت کم لوگ حمام میں داخل ہوتے وقت نکالتے ہیں۔ اکثر بے پروا لوگ کم احترام کرتے ہیں۔

ایسے لاکٹ فروخت کرنا جائز ہے۔ بے ادبی کرنے والے اس بے ادبی کے خود ذمہ دار ہیں۔

ریزگاری فروخت کرنے میں زیادہ قیمت لینا جائز نہیں

ریزگاری فروخت کرنا جائز ہے البتہ زیادہ قیمت لینا جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہوگا۔

سبزی پر پانی ڈال کر بیچنا

سبزی کا کام کرنے والے سبزی پر پانی ڈالتے ہیں۔ اس میں کچھ سبزیاں ایسی ہیں جو بہت پانی پیتی ہیں۔ تو اس بارے میں یہ ہے کہ بعض سبزیاں واقعی ایسی ہیں کہ ان پر پانی نہ ڈالا جائے تو خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ضرورت کی بنا پر پانی ڈالنا تو صحیح ہے مگر پانی کو سبزی کے بھاؤ نہ بیچا جائے بلکہ اتنی قیمت کم کر دی جائے۔

حلال وحرام کی آمیزش والے مال سے حاصل کردہ منافع

اگر کسی کے پاس جائز رقم اور ناجائز رقم کے مقابلے میں کم زیادہ ہو اور کبھی اکثر اس مخلوط رقم سے کوئی جائز کاروبار کیا جائے تو اس سے حاصل ہونے والے منافع کا حکم وہی ہے جو اصل مال کا ہے۔ اگر اصل حلال ہے تو منافع بھی حلال ہے اگر اصل حرام ہے تو منافع کا یہی حال ہوگا۔ لہذا جس نسبت سے حلال مال اصل میں لگا ہے اسی نسبت سے منافع بھی پاک ہوگا باقی حرام

فروخت کرتے وقت قیمت نہ چکانا غلط ہے

بہت سے لوگ اپنا مال فروخت کرتے وقت اکاذاری آزمائی کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں بھاؤ بھی نہیں کروں گا۔ جس وقت سیر اور جا ہا اس وقت کروں گا۔ اور مال اس کو تول دیتے ہیں۔ اور بھاؤ بعد میں کسی وقت جو کرتے ہیں۔

یہ جائز نہیں۔ فروخت کرتے وقت بھاؤ پکا کرنا ضروری ہے۔

حرام کام کی اجرت حرام ہے

اور نیز غیر شرعی کپڑے سی کر مثلاً مردوں کے لیے خالص ریشمی کپڑا سیتا ہے۔ اور ناپاست غلط بیانی والی دیندیات ناپ تول کر کے روزی حاصل کرتا ہے۔ دونوں کی آمدنی گناہ کے کام میں تعاون کی وجہ سے حرام ہوگی کیونکہ حرام کاموں کی اجرت بھی حرام ہے۔

قیمت زیادہ بتا کر کم لینا

جب مقصود یہ ہے کہ گاہک کچھ کم کرانا ہے تو اس مسئلہ کو نظر رکھتے ہوئے کچھ روپے زیادہ بتا دیں تاکہ اوسط برابر آجائے بتانا وہ کم کرائے گا تو کیا ایسا کرے گا حکم یہ ہے کہ دام بتانا کہ اس میں سے کم کرنا معلوم تو نہیں اس لیے جائز ہے مگر اصول تجارت کے لحاظ سے یہ اچھا نہیں ہے۔ ایسا دام بتانا چاہیے شریف

میں تو لوگ پریشان کریں گے مگر جب سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بازار سے بھی کم نرخ ہے اور یہ کہ ان کا ایک ہی اصول ہے تو پریشان کرنا چھوڑ دیں گے بلکہ اس میں راحت محسوس کریں گے۔

چیز کا وزن کرتے وقت خریدار کی موجودگی ضروری ہے

جو چیز وزن کر کے لی جائے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱)۔ ایک صورت یہ کہ جب دینے والے نے وزن کر کے دی اس وقت خریدار یا اس کا نمائندہ وکیل پر موجود تھا۔ اس صورت میں آگے فروخت کرتے وقت دوبارہ وزنانا ضروری نہیں۔ بغیر وزنانے کے آگے بیچ بھی سکتے ہیں اور خود کھا بھی سکتے ہیں۔

(۲)۔ دوسری صورت یہ کہ اس وقت خریدار یا اس کا نمائندہ موجود نہیں تھا بلکہ اس کی غیر موجودگی میں بکاذاری نے چیز تول کر ڈال دی۔ اس صورت میں اس چیز کو استعمال کرنا اور آگے بیچنا بغیر تولنے کے جائز نہیں۔ البتہ اگر دینے والے بکاذار کو یہ کہہ دیا جائے کہ مثلاً اس تھیلے میں جتنی بھی چیز ہے خواہ کم یا زیادہ وہ تمہیں میں خریدتا ہوں تو دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳)۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بوریوں تھیلوں اور گانٹھوں کے حساب سے خرید و فروخت ہو تو خواہ ان کا وزن کم ہو یا زیادہ ان کو دوبارہ تولنے کی ضرورت نہیں۔

بغیر اجازت کتاب چھاپنا

س آج کل بازار میں باہر کے ملکوں کی کتابیں جو کہ ہمارے کورس میں شامل ہوتی ہیں اور کچھ عالمی حیثیت سے مدگار ہوتی ہیں طالب علموں کو نہایت ارزاں قیمت پر مل رہی ہیں۔ ایک کتاب جو کہ ڈیڑھ سو سے دو سو روپے تک کی ملتی تھی اب وہی ہمیں پچیس روپے کے لگ بھگ مل جاتی ہے ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ پاکستانی پبلشرز باہر کے پبلشرز کی

یہ کتابیں بغیر عبارت کے چھپ رہے ہیں۔

اگر ہم یہ کتابیں باہر کے پبلشرز کی خرید نے جو کہیں تو اول تو یہ دستیاب نہیں ہوتیں اور دوسرے اگر بھی یہ کتابیں اپنے علاقے سے لے کتاب فروشوں میں مل بھی جائیں تو یہ ہماری آمدنی خرید سے اکثر باہر ہوتی ہیں۔ صرف امیروں کے بچے ہی خرید سکتے ہیں۔ یہ بات تو طلب ہے کہ ان کتابوں کی اصل قیمت اتنی نہیں ہوتی جتنی زرمبادلہ کے پکڑ لئے جانے کا ہوتا ہے درمیان میں ایک درجن لوگ ہر کسی کتاب کے ملتے ہیں اور ہر ایک کا کمیشن ۲۵ فیصد لگائے سے ان کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ باہر کے ممالک میں ان کتابوں کا خریدنا تو مشکل نہیں ہوتا جتنا کہ دوسرے ملک میں ہے۔ اب جو ان یہ ہے کہ ان بیرونی کتابوں کے دام سے پیشتر جو کہ یہاں حمل حمل حقوق محفوظ ہونے کے باوجود بلا اجازت چھپتے ہیں ان کا مطالعہ اور استفادہ دینی لحاظ سے ہو کر بھی کہ نہیں؟ بلکہ کہتے ہیں کہ یہ اسلامی ملک ہے اور قرآن اس ضمن کام میں ان سے شریک ہو جاتے ہوں اور ان کے ممنون احسان رہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ حکمت ہے اور حکمت تو ایک گمشدہ مال ہے جہاں یہ ہو گی کے باپ کی میراث ہیں یہ لوگ ملک ہے ہم خرچوں کو زرمبادلہ کے بیرونی ملکوں سے لوٹتے ہیں۔ خواہ اصلی ہو یا آب ہو یا تشبیہ۔ اب تمہیں کر قیمت پر آتی ہیں وہ ہی مفت سے استفادہ کرتے ہیں پکڑے جائیں تو چھوٹ جاتے ہیں ہاں ہم لوگ استفادہ نہیں کر سکتے ہیں کسی چیز میں بھی نفع یا فائدہ نہیں دیکھتے۔ یہاں ہی مسئلہ تو اجازت کا ہی ہے کہ ہم ان میں ہماری قوت خرید ہے باہر ہوتی ہیں۔ ہمارا ہی قوت خرید ہے ہم کچھ اسلامی ادارے ہیں ان کی بھی تو اجازت کرنا چاہئے ہیں کہ اب پر جملہ حقوق محفوظ ہونے کی اجازت نہ ہے اس کی ہر ایک چیز کی اجازت ہوتی ہے ہاں ہم ہیں ہوتی ہیں "ہم ہیں ہوتا کیا ہے ہوتا چاہئے"

ہاں ہم لوگ کتابیں جو ہمارے یہاں غیر عبارت چھاپ لی جاتی ہیں ضائع یہ کہ ان کا صحیح نہیں تاہم جس نے کتاب یہاں چھاپی ہے وہ اس کا شرعاً مالک ہے۔ اس سے کتاب خریدا جائے ہے اور اس سے استفادہ کرنا شرعاً درست ہے۔ یہی مسئلہ فوٹو اسٹیٹ کا ہے۔

ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں کی خرید وفروخت میں بدعنوانیاں

آج کل ٹرانسپورٹ کے کاروبار اکثر اس طرح سے ہوتے ہیں کہ مثلاً ایک آدمی نے ایک گاڑی فقط پچاس ہزار روپے میں خریدی کچھ دوسرے آدمی پر اس کو بڑھ چڑھ کر فروخت کی اور خریدنے والا مہینے میں نہیں ہزار قسط ادا کرنے کا کہ کر اس خرید وفروخت میں ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ یہ رقم گاڑی پر ہوگی آدمی پر نہیں ہوں۔ خدانخواستہ اگر گاڑی نہیں چل جائے یا گم ہو جائے تو پیچھے والا شخص خریدنے والے پر رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور یہ شرط معروف ہے بلکہ ہر ہے کہ کوئی خرید وفروخت کے وقت اس کا اظہار کرے یا نہ کرے پھر صورت میں مکمل ہوتا ہے اور خریدنے والے نے جتنی رقم ادا کی ہو وہ بھی گاڑی کے ضائع ہونے پر ختم ہو جاتی ہے۔

اس صورت میں مذکور خرید وفروخت شرعاً فاسد ہے شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ شریعت نے قانون کے مطابق جب ایجاب قبول مکمل ہو جاتے ہیں تو خرید وفروخت مکمل ہو جاتی ہے اور بیچنے والے پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ خریدار سے وصول کرے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ قیمت ادھار ہے یا نقد ہے ہاں مبیع اگر ضائع ہو جائے یا خریدار کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو خریدار پر واجب ہے کہ وہ قیمت ادا کرے۔ بہرحال مشتری کو خرید سے پر واجب ہے کہ وہ

قیمت ادا کرے کیونکہ قیمت کا تعلق خریدار کے ساتھ ہے نہ کہ سودے کے ساتھ، یعنی قیمت خریدار پر واجب ہوتی ہے نہ کہ سودے پر اور خریدوفروخت میں اس قسم کی شرط لگانا کہ اگر سودا قیمت ادا کرنے سے قبل ضائع ہو گیا تو بقیہ قیمت ختم ہو جائے گی" شرط فاسد ہے اور ایسی شرط کے ساتھ خریدوفروخت کرنا ناجائز ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مذکورہ شرط فاسد کے ساتھ خریدوفروخت کرے تو اس پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اس خریدوفراخت کو منسوخ کر دے اور شرط فاسد کو ختم کر کے دوبارہ از سر نو خریدوفروخت کرے لیکن اگر اس قسم کی شرط فاسد کے ساتھ خریدوفروخت کرنے کے بعد مبیع (سودا) ضائع ہو جائے جب کہ بھی تک قیمت ادا کرنا باقی ہے تو خریدوفروخت ناقابل منسوخ ہونے کی وجہ سے خریدار کے ذمہ قیمت ادا کرنا اور بھی مستحکم ہو گیا ہے۔ لہٰذا خریدار پر شرعاً قیمت ادا کرنا لازم ہے۔ ہاں بیچنے والا اگر سودا ہلاک ہو جانے کی بناء پر خریدار کو تبرعاً معاف کر دے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور بصورت مذکور بیع فاسد ہونے کے باوجود چونکہ مشتری کی ملکیت میں گاڑی آ گئی تھی اس لیے خریدار کے واسطے اس گاڑی سے انتفاع حاصل کرنا جائز ہے۔ نیز بائع اگر قیمت وصول کرنے تک کا مذاق اپنے پاس بطور وثیقہ رکھنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن حق ملکیت مشتری کو دینا ضروری ہے۔

ٹھیکیداری کا کمیشن دینا اور لینا

گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں ٹھیکیدار کے ہونے میں ٹھیکہ کی بولی (ٹینڈر) کے وقت ٹھیکیدار حضرات آپس میں بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ اسلم زید یا فلاں شخص ٹھیکہ لے میں اور ٹھیکہ کے بدلے میں دوسرے ٹھیکیداروں کو رقم دے دیں یعنی کچھ رقم جو یا تو ٹھیکیدار آپس میں بانٹ لیں گے ریٹ لینے والے دینے ٹھیکیدار حضرات جواز پیش کرتے ہیں کہ:

☆ ہمنے گورنمنٹ کو بنا قاعدہ لیس دی ہے۔

☆ موجودہ ٹھیکے کے لیے کال ڈپازٹ بھی ۲۰% (دو فیصد) بھر رکھات اسی ٹھیکہ کیلئے جمع کر دی۔

☆ ٹھیکہ کے لیے ٹینڈر فارم کے پیسے نا قابل واپسی ۱۵۰ روپے یا ۲۵۰ روپے ہم نے جمع کرتے ہیں چاہے ٹھیکہ لیں یا نہ لیں۔ لہٰذا یہ بینک ڈرافٹ سرمایا ہمارے لیس کی وجہ سے ضائع ہوتا ہے۔

نوٹ: کال ڈپازٹ کی رقم واپس ہوتی ہے۔

ریٹ کی صورت میں وہ ٹھیکیدار جو ٹھیکہ لیتا ہے پورا پورا ریٹ (پرمیم) بھر لیتا ہے مقابلے کی صورت میں ہر ٹھیکیدار کم ریٹ بھرتا ہے اس صورت میں محکمہ کو بھی نقصان اور بھی نقصان اور کام بھی ناقص ہوتا ہے اور ریٹ کی صورت میں ایک حد تک کام صحیح ہوتا ہے نیز شرعی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے کیا حکم ہے کہ ریٹ لینا دینا کیسا ہے؟

تو یہ ریٹ رشوت کے حکم میں ہے اور یہ جائز نہیں۔ لینے والے حرام کھاتے ہیں۔ مقابلہ سے بچنے کے لیے وہ یہ بھی تو کر سکتے ہیں کہ آپس میں یہ طے کر لیا کریں کہ فلاں ٹھیکہ فلاں شخص لے گا اس طرح آپس میں ٹھیکے بانٹ لیا کریں۔

کیا حکومت چیزوں کی قیمت مقرر کر سکتی ہے

ج قیمت مقرر کر دینا ضرورت کے تحت جائز ہے۔ جبکہ ارباب اسوال تعدی کرتے ہوں۔ اسی طرح ضرورت کے وقت حنفیہ کے نزدیک ہر چیز کی قیمت مقرر ہو سکتی ہے۔ زائد قیمت پر فروخت کرنا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر فروخت کر دینا تو بیع (یعنی فروخت مکمل) ہو جائے گی۔

عام طور پر صرافوں کے پاس اپنے ناکاروں کے نام اور پتے لکھے ہوتے ہیں (اور چونکہ سنت وعیات کا پتا نہیں اس لیے لکھ لینا بھی ضروری ہے) ایسی جن چیزوں کی نسبتیں والد صاحب کے زمانے سے پڑی ہیں اگر ان کے نام اور پتے محفوظ ہیں تو ان کے ذریعہ اطلاع کرنا ضروری ہے اگر محفوظ نہ ہوں تو کسی نکسہ ذریعہ سے تشہیر کردی جائے اور تشہیر کے ایک سال بعد تک اگر کوئی نہ آئے تو ان کا حکم لقطہ والی چیز کا ہوگا۔ لیکن اگر صدقہ کرنے کے بعد مالک یا اس کے وارثوں کا پتا چلا تو ان کو اختیار ہوگا۔ اگر وہ چاہیں تو اس صدقہ کو جائز سمجھیں اور چاہیں تو اپنی چیز وصول کرلیں۔

اگر وہ اپنی چیز کا مطالبہ کریں تو جو رقم اس نے صدقہ کی ہے وہ خود اس کی طرف سے بھی جائے گی اور مالک کو اتنی رقم ادا کرنا لازم ہوگا۔ اس لیے ضروری ہوگا کہ صدقہ کرنے کی صورت میں یہ یادداشت تحریری صورت پر لکھ کر رکھی جائے کہ "فلاں شخص کے اتنے روپیہ مالک کا پتا نشان نہ ملنے کی وجہ سے ان کی طرف سے صدقہ کردیے گئے ہیں۔" اگر کبھی اس شخص کا یا اس کے وارثوں کا پتا چلا اور انہوں نے اس کا مطالبہ کیا تو انہیں اس کا معاوضہ ادا کردیا جائے۔" اس تحریر کا وصیت نامہ کی شکل میں محفوظ رہنا ضروری ہے

مسجد کا پرانا سامان فروخت کرنا

مسجد کا جو سامان اس کے کام کا نہ ہو اس کو فروخت کرکے رقم مسجد میں لگانا صحیح ہے اور جن لوگوں نے مسجد کا وہ سامان خریدا وہ اس کو استعمال کرسکتے ہیں۔ ان کے استعمال کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح اس سامان کو خرید کر دوسری مسجد میں بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اور جو سامان مسجد کی ضرورت سے زائد ہو وہ دوسری مسجد کو منتقل کردینا بھی صحیح ہے۔

ملازم کا اپنی پنشن حکومت کو بیچنا جائز ہے

آج کل عام طور پر یہ رواج ہوگیا ہے کہ وہ لوگ جو پنشن پر جاتے ہیں اپنی پنشن بیچ دیتے ہیں جو کہ عموماً حکومت ہی خرید لیتی ہے اور عمر کے لحاظ سے اس کی شرح کم یا زیادہ مقرر کرکے پنشنر کو یکمشت رقم ادا کرتی ہے۔ اس کے بعد پنشنر چاہے دو سال ہی فوت ہوجائے یا ۱۰۰ سال تک زندہ رہے۔

یہ معاملہ حکومت کے ساتھ جائز ہے۔ جبکہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص پنشن پر جارہا ہے حکومت کے ذمہ اس کی جو رقم پنشن کی شکل میں واجب الادا ہے وہ اس کا اس قیمت تک مالک نہیں ہوتا جب تک کہ اس رقم کو وصول نہ کرلے۔ اب اس پنشن کو گورنمنٹ کے پاس فروخت کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اس سے معاہدہ کرتی ہے کہ وہ اپنا یہ حق چھوڑ دے اور اس کے بجائے وہ اتنی رقم نقد لے لے۔ اور ملازم اپنے استحقاق کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ بس یہاں درحقیقت کسی رقم کا رقم کے ساتھ تبادلہ نہیں بلکہ تاحین حیات جو اس کا استحقاق تھا اس کا معاوضہ وصول کرنا اس بنیاد شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

عورتوں کی ملازمت

عورت کا نان ونفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہے لیکن اگر کسی عورت کے سر پر کوئی کمانے والا نہ ہو تو مجبوری کے تحت اس کو کسب معاش کی اجازت ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے لیے پردہ اور باپردہ انتظام ہو نامحرم مردوں کیساتھ اختلاط جائز نہیں۔

حرام چیز کا فروخت کرنا

جیلاٹن جس میں کہ جانوروں کی چربی شامل ہوتی ہے اور وہ جانور شرعی طور پر ذبح کیے نہیں ہوتے شرعاً ان کا استعمال

چار نہیں ہے اور جن چیزوں کا استعمال جائز نہیں ان کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں اور ان کی آمدنی بھی حلال نہیں۔

چوکیداری کا حق اور کمپنی کا کارڈ فروخت کرنا

ایک مسئلہ جو آج کل لوگوں میں عام ہے کہ اخبار والوں نے یہ کیا ہے کہ ایک دوسرے پر قیاس فروخت کرتا ہے۔ کوئی بھی کسی کا کارڈ ہو کہ اس میں عام آدمی جرأت نہیں ہو سکتے جیسا کہ آج کل بیماری کے پوسٹ اور پوسٹ کارڈ میں مزدوروں کو حکومت نے اپنے کارڈ دیے ہیں اور عام آدمی پہلے مزدوروں میں جرأت نہیں ہو سکتے۔ اور وہ دوبارہ اپنا کارڈ ایک لاکھ پر فروخت کرتے ہیں اور لوگ بہت خوشی سے خرید لیتے ہیں۔

حالانکہ حقوق کی خرید و فروخت صحیح نہیں ہے اس سے حاصل شدہ مال حرام ہے۔

سودا بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھانا

جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر کسی کو اس کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کو توبہ کرنی چاہیے اور اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا اور بھی برا ہے۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین آدمی ایسے ہوں گے جن کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھا جائے گا۔ ان میں ایک تاجر ہے جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچتا ہے۔

نقد ارزاں خرید کر گراں قیمت پر ادھار فروخت کرنا

زید کے پاس مال ہے بکر اس کو خریدنا چاہتا ہے زید کو پیسے کی ضرورت ہے۔ بکر کے پاس رقم نہیں ہے بکر کے پاس کافی رقم پڑی ہوئی ہے۔ اگر زید نے مال بازار کے نرخ سے مہر خرید لیا ہے اور زید کو بیچ دیا۔ ضرورت ہے اس بیع دوسری ہے، یا بیع ہے۔ اس کے بعد بکر نے زید کے ہاتھ مال بازار کے نرخ سے زیادہ پر بیچ دیا ہے کیونکہ مہر ایسا ہوتا ہے۔

یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک کسی کی ناداری اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کم داموں پر چیز خریدنا اگر یہ تو ثابت ہو جائے تو مکر اخلاق و مروت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ دوسرا مسئلہ ادھار میں گراں قیمت پر دینا ہے۔ یہ جائز ہے مگر نقد اور ادھار کے درمیان قیمت کا فرق مناسب ہونا چاہیے۔

قسطوں پر خرید و فروخت

ایک چیز نقد کم قیمت پر فروخت کرنا اور ادھار زیادہ قیمت پر بیچ جائز ہے۔ یہ بیع سود کے زمرے میں نہیں آتی۔ البتہ فروخت کرتے وقت نقد یا ادھار پر فروخت کرنے اور قیمت اور مدت کی تعیین ضروری ہے۔

ایک چیز نقد کم پر اور ادھار زیادہ پر بیچنا

مسئلہ: بہشتی زیور حصہ خرید و فروخت میں ایک مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے یہ خرید و فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیز اگر نقد لیجئے تو قیمت ۵۰۰ روپیہ کا اور اگر ادھار لیجئے تو ۶۰۰ روپے کا ہے اگر چہ یہاں پر ۱۰۰ روپیہ بڑھ گئے لیکن یہ سود نہیں ہے اس لئے کہ اس بیع میں چیز ہے۔ مندرجہ بالا مسئلہ سے یہ معلوم ہوا کہ بائع مشتری کے ساتھ نقد اور ادھار کی شرح پر قیمت میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اور اب تک جو کچھ ہم سمجھتے رہے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہیں ہے اور بہشتی زیور سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مسئلہ بہشتی زیور کا ہے۔ کہ یہ علم اس وقت ہے جبکہ بیع ادھار سے اول ہی پہلا سودا نقد تھا یا ادھار اگر اس نے نقد کہا تو تین روپے دینے اور ادھار کہا تو پانچ روپے دینے اور اگر معاملہ اس طرح نہ کیا کہ خریدنے والوں کو اگر نقد لینے کو ایک روپے کم دیں اور ادھار لینے کو پانچ روپے دیں گے۔ یہ جائز نہیں ہے۔

ج ... بیشتی زیر کا مسئلہ صحیح ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ مجلس عقد میں یہ طے نہ ہو جائے کہ یہ چیز نقد لو گے تو اتنے کی ہے اور ادھار لو گے تو اتنے کی اور پھر مجلس عقد میں ایک صورت طے ہو جائے تو جائز ہے۔ مفتی صاحب نے جو مسئلہ لکھا ہے وہ اسی صورت سے متعلق ہے۔

ادھار بیچنے پر زیادہ رقم لینے اور سود لینے میں فرق

کسی کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھانا الگ چیز ہے اور سود الگ چیز ہے۔ ۱۰ پیسے کے بدلے ۱۲ پیسے جب زیادہ لیا جائے گا تو یہ سود ہوگا لیکن چیز کے بدلے میں روپیہ زیادہ بھی لیا جاتا ہے اور کم بھی۔ زیادہ دینے والے گراں فروشی تو کہتے ہیں مگر یہ سود نہیں۔ اسی طرح اگر نقد اور ادھار کی قیمت کا فرق ہو تو یہ بھی سود نہیں۔

ڈیلر کا کمپنی سے مال وصول کرنے سے قبل فروخت کرنا

س ... مختلف کمپنیاں مال بنا کر کچھ لوگوں کو اپنا مال فروخت کرتی ہیں۔ یہ لوگ کو مال ان لوگوں سے خریدنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات ان لوگوں کے پاس مال کا اسٹاک (ذخیرہ) نہیں ہوتا اور وہ لوگ اپنا فارم بھر بھر کر اپنا مال فروخت کرواتے ہیں اور یہ فروخت شدہ مال بعد میں اسی کمپنی سے اتنا ہی خرید کر پورا کر دیتے ہیں۔ تو اس بارے میں یہ حکم ہے کہ جو مال اپنے پاس سو جو نہیں اس کی فروخت بھی جائز نہیں یا یہ ایک صورت جائز ہے جس کو "بیع سلم" کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ادھار تو آج نقد وصول کر لے اور چیز ایک مہینے یا اس سے زیادہ کی مہلت پر دینی طے کرلی۔ ایسا سودا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ جنس معلوم ہو (مثلاً کپاس کا سودا ہو)

۲۔ نوع معلوم ہو (مثلاً نرمہ یا دیسی وغیرہ)

۳۔ صفت معلوم ہو (مثلاً بالکل تھم۔ یا متوسط یا ادنیٰ)

۴۔ اس کی مقدار معلوم ہو (مثلاً اتنے من) ان چار شرطوں کا تعلق مال کی تعیین سے ہے کہ جس چیز کا سودا ہو رہا ہے اس میں کوئی اشتباہ نہ ہے۔

۵۔ وصولی کی تاریخ متعین ہو۔ جو ایک مہینے سے کم ہونی چاہیے۔

۶۔ ادا شدہ رقم کی مقدار متعین ہو۔

۷۔ جن چیزوں پر حمل و نقل کے مصارف اٹھتے ہیں ان میں یہ بھی طے ہو جانا چاہیے کہ مال فلاں جگہ مہیا کیا جائیگا۔

۸۔ بیعانہ کے جدا ہونے سے پہلے مجلس خرید و فروخت میں پوری رقم ادا ہو جائے۔

اگر ان آٹھ شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو بیع سلم فاسد ہے۔

مال قبضہ کرنے سے قبل فروخت کرنا اور ذخیرہ اندوزی

س ... زید نے بکر سے (جو بیرون ملک ہے) مال خریدا اور بکر نے جہاز سے زید کو روانہ کر دیا۔ جہاز سمندر میں تھا۔ زید نے سامان کا کچھ حصہ حارث کو اس دن کے بھاؤ سودا کر دیا اور رقم کا کچھ حصہ بطور ایڈوانس زید کو ادا کر دیا۔ جب کہ برث مالک کے اس حصے کی رقم زید کو اس وقت دے گا جب زید اسے یہ مال حوالے کرے گا۔

(۱)۔ جس وقت جہاز زید کے ملک پہنچا اس وقت بھاؤ حارث کی طے شدہ قیمت خرید سے زیادہ تھا تو حارث کو کون سی قیمت زید کو ادا کرنی چاہیے۔ موجودہ یا طے شدہ؟

(۲)۔ جب جہاز زید کے ملک میں آگیا تو اس وقت مارکیٹ

اس بعد کا حادث کی سے مقدار قیمت خرید سے کم تھا؟ کا حکم ہے؟

(۲) اجارہ کے ذریعہ کے لئے آنے سے قبل حادث تھا جس کا اثر اور ڈھانچہ پہلے ہی پارٹیوں کے سامنے آچکا ہے جو مال قبضہ کے بعد ہی ظاہر ہوا تھا جب پہنچ گئی تھی اور سب نے اپنا اپنا حصہ ظاہر ہو جانے سے وصول کیا تھا اس میں فریقین نے جو قیمت مقرر کی تھی وہ وہاں تک جاری ہوگی یا وہ کیا اس طرح ہوا کہ اگر مال ہلاک ہوگا؟ کا ہو میں جب بڑی پرانی لوٹ شے زیادہ مقدار میں خریدتی ہے تو پچھوٹے پیوپاری اندازہ کر لیتے ہیں کہ اس کی قیمت بڑھنے والی ہے۔ وہ کم منافع کی خاطر اپنی ہاتھ والے حاجی خرید لیتے ہیں پھر بیچ دیتے ہیں۔ یہ منافع ان کے لئے درست ہے؟ کیا یہ ذخیرہ اندوزی ہے؟ یا ایک عادت پاک ہے جس کا حکم اس طرح ہے کہ دوا میں روزانہ بھی اگر کچھ اس لیجئے کے دن کر قیمت بڑھ جائے۔ یہ امر اللہ پاک کے یہاں اختیار ہے تاہم اگر سرکار اس تعلق کی راہ میں صدقہ کرنے کو بھی پھر تو وصول نہیں ہوگا۔

(۱) صحیح حدیث کی ہے؟ (۲) آپ نے ہدایت علام دونوں کے لئے کس سبب یا صرف قبضہ کے دوران کے لیے ہے؟

ج (۱) تجارت کا حکم ہے کہ جو مال قبضہ میں نہ آیا ہو اس کا فروخت کرنا درست نہیں۔ اپنے اجارہ مال ابھی تک زمین ملک میں نہیں آیا اس کا فروخت نہیں کر سکتے۔ زیادہ اور اس نے بعد جتنے ٹوکے مال قبضے میں آنے سے قبل غیر مقبوضہ مال کو فروخت کر دیں گے سب کی بیع نہ جائز ہے۔ البتہ زید دوسرے تاجروں سے بیع کا وعدہ کر سکتا ہے کہ مال جب قبضے میں آئے گا تو اس وقت قیمت طے کر کے اس کو فروخت کرے گا۔

(۲) چونکہ پہلا حادثہ قبل قبض ہے اس لیے دوبارہ مال قبضے میں آنے کے بعد قیمت مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تلفی سے سابقہ سودے پر برقرار رکھا تو ہوگا البتہ قیمت وہی ہوگی جو پہلے دونوں نے طے کی تھی۔

(۳) سارے کاروبار نامہ تاجران کی بیع موقوف ہے پر ہیں۔ مال زید کے قبضے میں آنے کے بعد اس کو قیمت طے کر کے معاملہ طے کریں۔

(۴)۔ ذخیرہ اندوزی اسلام میں ناجائز ہے۔ غیر اناج کی ذخیرہ اندوزی حدیث میں ہے جو شخص اناج کی اس بیع کو فسخ کرتا ہے تاکہ قیمت بڑھ جائے تو فروخت کرنے کا گناہ کرتا ہے۔ مطلقاً ہے۔ غلے کے ذخیرہ اندوز کو تمام مال خرچ کرنے کا تو سوالی نہ ہوگی۔ حدیث شریف قطعاً اور غیر قطعی دونوں کے لیے ایسا قطعی کے زمانے میں ان کو خلط کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ذخیرہ اندوزی سے غریبوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

چیز پہنچنے سے قبل مال فروخت کرنا کیسا ہے

بندرگاہ میں باہر سے جہازوں کے آنے میں دیر سے وقت لگتا ہوتا ہے بصورت اس کی بیوپاری بیچ دیتا ہے وہاں سے وہاں کس بھاؤ پر آتا ہے اس کی اطلاع ہوتی ہے وہ جاتی ہے کہ فلاں نام فلاں جہاز میں آپ کا مال لدا ہو جائے گا۔ (مختلف وجوہات کی بنا پر اس میں دیر سویر بھی ہوتی رہتی ہے) لیکن یہ مختلف دلالی پارٹیاں جہاز کے نام سے بہت پہلے ہی فروخت کر دیتی ہیں کہ فلاں مال فلاں بھاؤ پر آرہا ہے اس کا سودا ہوتا ہے تو یہ مسئلہ بیع کی حیثیت کے تعین پر موقوف ہے کہ بیع خریدار کی حیثیت سے وکیل ہے اور بیع کا معاملہ باہر ملک میں مال کو اپنی تحویل میں لے کر روانہ کرتا ہے تو پھر وکیل کا قبضہ خود موکل کا قبضہ ہے اس لئے مال پہنچنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور اگر بیع خریدار کا وکیل نہیں تو اس کو مال کی فروخت قبضہ سے پہلے جائز نہیں۔

بغیر دیکھے مال خریدنا اور قبضہ سے پہلے آگے بیچنا

دوسرے نمبر میں مال خرید و فروخت کے وقت

سے نہیں ہوتا بلکہ نام یا، کہہ سے ملتا ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے۔ بغیر دیکھے خریدنا جائز ہے لیکن دیکھنے کے بعد اگر مال مطلوبہ معیار کا نہ نکلا۔ تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا لیکن جس چیز پر قبضہ نہیں ہوا اس کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ قبضہ کے بعد فروخت کرنے کی اجازت ہے۔

ذخیرہ اندوزی

ذخیرہ اندوزی کی کئی صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کا غلہ روک رکھے اور فروخت نہ کرے۔ یہ جائز ہے لیکن اس صورت میں گرانی اور قحط کا انتظار کرنا گناہ ہے اور اگر لوگ تنگی میں مبتلا ہو جائیں تو اس کو اپنی ضرورت سے زائد غلہ کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

دوسری صورت میں یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ خرید کر ذخیرہ کر لیتا ہے اور جب لوگ قحط اور قلت کا شکار ہو جائیں تب بازار میں لاتا ہے۔ یہ صورت حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ملعون قرار دیا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بازار میں اس جنس کی فراوانی ہے اور لوگوں کو کسی طرح کی تنگی اور قلت کا سامنا نہیں۔ ایسی حالت میں ذخیرہ اندوزی جائز ہے۔ مگر گراں کے انتظار میں غلہ کو روک رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ انسانوں یا چوپایوں کی خوراک کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا اس کے علاوہ دیگر چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے' جس سے لوگوں کو تنگی لاحق ہو جاتی ہے' یہ بھی ناجائز ہے۔

ضمیمہ از فقہی مقالات

مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت

آجکل بازار میں تجارت کی ایک خاص قسم رائج ہے۔ جس کو عربی میں "المستقبلات" (FUTURES) کہا جاتا ہے جس میں کچھ مخصوص اشیاء کو مستقبل کی کسی معین تاریخ پر فراہم کر دیا جاتا ہے۔ آج کل عالمی منڈیوں میں اور خاص کر مغربی ممالک میں تجارت کی جتنی صورتیں رائج ہیں ان میں اس صورت کا رواج بہت زیادہ ہو چکا ہے' دراس تجارت کے لیے باقاعدہ مستقبل بازار کمیٹیاں قائم ہو چکی ہیں' جن میں صرف ایک دن کے اندر اربوں کی تجارت ہو جاتی ہے۔

جہاں تک اس معاملے کی حقیقت کا تعلق ہے تو "اسلامک انسائیکلوپیڈیا آف بزنس" میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے

"Commercial contracts calling for the purchase or sale of speciefide quantities of commodities at speci-fied future dates"

"یعنی یہ وہ عقد تجارت ہے جس کا مقصد کسی چیز کی معین مقدار کو مستقبل کی کسی معین تاریخ میں بیچنا یا خریدنا ہوتا ہے"

اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ اس معاملے میں جس چیز کی بیع ہوتی ہے اس کی سپردگی اور قبضہ مستقبل کی کسی معین تاریخ میں ہوتا ہے۔

جہاں تک "عقود مستقبلیات" (Futures) کے عملی طریقہ کار کا تعلق ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ معاملات عام طور پر صرف ان بازاروں میں ہوتے ہیں جو اسی غرض کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ ایسے بازاروں کو "سوق تداول السلع" (COMMODITY EXCHANGE) کہا جاتا ہے۔ ان بازاروں کی بنیاد ممبر شپ پر ہوتی ہے لہذا اگر کوئی شخص اس بازار میں جا کر خود سودا کرنا چاہے تو اس

کے لیے اس بازار کا سبر ہونا ضروری ہے۔ اور یہ سبر شپ یا تو ایسے شخص کے لیے جاری کی جاتی ہے جو یا تو کمی مصنوعات بنانے والا ہو یا ان کی تجارت کرتا ہو یا ایکسچینجوں کے اوپروں سے تعلق رکھتا ہو۔ اور اگر کوئی شخص سبر تو نہیں ہے لیکن وہ اسی بازار میں کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہے تو سبر ایکسچینج کے واسطے سے کر سکتا ہے (براہ راست نہیں کر سکتا) اور جس شخص کو سبر شپ حاصل ہے اس کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ "مستقبلیات" (FUTURES) کا کوئی معاملہ کرنے سے پہلے اس بازار کے منتظمین کے پاس اپنا اکاؤنٹ کھلوائے۔ جس میں معین مقدار کی رقم ہر وقت موجود رہے اور بازار کے قواعد و ضوابط کے مطابق وہ رقم معاملات کے تصفیہ کے لیے بطور ضمانت ادارے کے پاس رہے گی۔ اور عام طور پر یہ رقم معاہدے پر دستخط کے وقت اس چیز کی جو قیمت طے ہوئی ہے اس کے دس فیصد اور آئندہ مستقبل میں اس چیز کی جو قیمت ہونے والی ہے اس کے سات فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اور اس رقم کے جمع کرنے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ بعد میں فریقین کے درمیان اختلاف واقع ہونے کی صورت میں اگر ایک فریق اپنے ذمہ لازم ہونے والی رقم کی ادائیگی سے انکار کر دے تو اس صورت میں اس کے اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم سے دوسرے فریق کے نقصانات کی تلافی کر دی جائے۔

اکاؤنٹ کھولنے کے بعد مستقبل کی کسی تاریخ پر خاص معین مقدار کی چیز کی خرید و فروخت کی اجازت ہوتی ہے اور جس چیز کا عقد کیا جا رہا ہے اس کی مقدار کو کئی تجارتی یونٹوں (TRADING UNITS) میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور اس کی ہر یونٹ اس خاص چیز (شی مقصودیہ) کی معروف مقدار کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً گندم میں جو یونٹ معتبر اور جائز ہے وہ پانچ ہزار پونڈ ہیں۔ لہٰذا اب اس مقدار سے کم میں معاملہ نہیں ہوگا اور معاملہ کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک یونٹ گیہوں کا معاملہ کرے یا دو کا کرے یا اس سے زیادہ کا کرے۔ اسی طرح اس چیز کے عمدہ اور گھٹیا ہونے کے اعتبار سے بھی اس چیز کی مختلف قسموں کی وجہ بندی کر دی جاتی ہے اور ان قسموں کو خاص نمبروں کے ذریعہ متعارف کرایا جاتا ہے۔ مثلاً گندم درجہ اول "گندم درجہ دوم" "گندم درجہ سوم" وغیرہ اور ہر درجے کی گندم کے اوصاف معاملہ کرنے والوں کے علم میں ہوتے ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص جنوری میں اول درجے کی ایک یونٹ گندم اکتوبر کی کسی تاریخ پر بیچنا چاہتا ہے تو وہ اس بازار میں اول درجہ کی ایک یونٹ گندم اکتوبر میں سپردگی کی بنیاد پر خریدنے والوں پر پیشکش کی آفر کرے گا جس میں اس کو نفع ہو۔ لہٰذا جو شخص ایک یونٹ گندم ان شرائط پر خریدنے کے لیے تیار ہوگا۔ وہ اس کی اس پیشکش کو قبول کرے گا اور پھر دونوں (بائع اور مشتری) کو آپس میں ملاقات کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی بلکہ وہ ادارہ فریقین کی شرائط پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ لہٰذا بائع (SALER) اس ادارے کے واسطے ہی سے اپنی پیشکش بازار میں متعارف کرائے گا اور مشتری (BUYER) ادارہ کے توسط سے ہی بائع کی اس پیشکش کو قبول کرے گا اور سپردگی کی تاریخ آنے پر وہ ادارہ اس بات کا ذمہ دار ہوگا کہ بائع کی طرف سے سامان سپرد کرائے اور مشتری کی طرف سے ثمن کی ادائیگی کرائے۔

اور حقیقت میں یہ معاملہ اتنی سادگی سے انجام نہیں پاتا جس طرح ہم نے اس کی تفصیل بیان کی ہے کیونکہ ہوتا کہ مشتری اس سپردگی کی تاریخ کا انتظار کرے اور پھر اس تاریخ کے آنے کے بعد اس سامان (مبیع) پر قبضہ کرے بلکہ بھی ایک عقد جو بائع اور مشتری کے درمیان ہوا ہے جنوری سے اکتوبر تک متواتر کئی بیع و شراء بنتا رہتا ہے اور بعض اوقات صرف اس ایک عقد پر اس کی سپردگی کی تاریخ آنے سے پہلے پہلے یہ سودے اس کی بیع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً زید نے عمرو کو ایک یونٹ گندم اکتوبر میں سپردگی پر نقد کی اب

عمرو وگندم خالد کے ہاتھ بیچ دے گا اور پھر خالد آگے حامد کے ہاتھ فروخت کرے گا اور ہر شخص اپنا منافع رکھ کر زیادہ دام میں فروخت کرتا رہے گا۔ قیمت خرید اور قیمت فروخت کے درمیان جو فرق ہوگا وہ اس خطرہ (RISK) کا منافع ہوگا جو پارٹیوں نے اس مدت کے دوران برداشت کیا۔ لہٰذا اگر ایک شخص نے وہ گندم کم قیمت پر خرید کر زیادہ دام میں فروخت کر دی تو وہ شخص دونوں قیمتوں کے درمیان فرق کو اپنا منافع ہونے کی بنیاد پر مطالبہ کر سکتا ہے اور مشتری ہونے کی حیثیت سے تو بائع کو ثمن ادا کرنے کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی بائع ہونے کی حیثیت سے مبیع کی سپردگی کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا مثال مذکور میں اگر عمر نے زید سے ایک پوٹ گندم ڈکوٹر میں سپردگی کی بنیاد پر دس ہزار ڈالر کی خریدی اور آگے خالد کو گیارہ ہزار ڈالر میں وہ گندم فروخت کر دی تو اب عمر نہ تو زید کو قیمت ادا کرے گا اور نہ خالد کو مبیع سپرد کرے گا۔ البتہ ان دو عقدوں کی بنیاد پر ایک ہزار ڈالر نفع کے وصول کرے گا۔

اب ان معاملات کو نمٹانے کے لیے وہ ادارہ بازار میں ایک کمرہ مخصوص کر دیتا ہے جس کو "کلیئرنگ ہاؤس" (CLEARING HOUSE) کہا جاتا ہے اور بازار میں جتنے معاملات ہوتے ہیں وہ سب اس کلیئرنگ ہاؤس میں رجسٹرڈ ہوتے ہیں اور وہ "کلیئرنگ ہاؤس" اس بات کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ پورے دن میں ہونے والے تمام معاملات کا شام کو تصفیہ کرے گا۔ چنانچہ مثال مذکور میں بھی روز شام کو اپنے منافع کے ایک ہزار ڈالر "کلیئرنگ ہاؤس" سے وصول کر کے اس معاملہ سے الگ ہو جائے گا۔

بہر حال اس ایک عقد پر سپردگی کے مہینے کے آنے تک مسلسل معاملات ہوتے رہتے ہیں اور جب اکتوبر کا مہینہ آئے گا۔ اس وقت ادارہ کی طرف سے سب سے آخری مشتری کو یہ اطلاع دی جائے گی کہ اب سپردگی کی تاریخ آ رہی ہے اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم اس تاریخ پر اس گندم پر قبضہ کرنا چاہو گے یا اس معاملہ کو آگے فروخت کرنا چاہتے ہو؟ اب اگر وہ مشتری اس گندم پر قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے تو اس صورت میں بائع وہ گندم معین کو گودام میں پہنچا کر اس کا تصدیق نامہ حاصل کرے گا اور وہ تصدیق نامہ مال پہنچانے والے (یا مشتری) کے حوالے کر کے اس کی بنیاد پر اس گندم کی قیمت وصول کرے گا۔

اور اگر آخری مشتری گندم پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ اس عقد کی بیع کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں یہ آخری مشتری پھر سب سے پہلے بائع کے ہاتھ وہ دوبارہ عقد بیع کرے گا اور اب معاملہ کا تصفیہ قیمت خرید اور قیمت فروخت کے درمیان جو فرق ہوگا اس فرق کی ادائیگی کی بنیاد پر ہو جائے گا۔ جیسا کہ تاریخ سپردگی سے پہلے کے معاملات میں ہوا تھا اور اس طرح آخری معاملے تک ادائیگی اور سپردگی نہیں پائی جائے گی۔

جہاں تک اس کے شرعی حکم کا تعلق ہے تو جو شخص بھی شریعت کے قواعد اور مصالح سے واقفیت رکھتا ہو اس کو اس معاملہ کی مندرجہ بالا تفصیل پر نظر کرنے کے بعد ذرہ برابر تردد نہیں ہوگا کہ یہ معاملہ شرعاً حرام اور ناجائز ہے اور شریعت کے بہت سے احکام سے متصادم ہے۔

اس لیے کہ اس معاملے میں ایک ایسی چیز کی بیع ہوتی ہے جو ابھی انسان کی ملکیت میں نہیں ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ "بیع مالا یملکه الانسان" جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر کوئی شخص میرے پاس ایسی چیز خریدنے کے لیے آئے جو ابھی میرے پاس نہیں ہے تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں پہلے اس چیز کا سودا اس سے کر لوں اور پھر بازار سے خرید کر اس کو دے دوں

؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "اس چیز سے بچو جو تمہارے پاس نہیں ہے"۔

(ماخوذ از مسند احمد، حدیث ۱۵۳۳۲، عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ)

اسی اس معاملہ میں جو اشیاء مبیع کی سپردگی کی مدت کے دوران ہوتے ہیں وہ بھی مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی تلف ہو جاتے ہیں اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"من اشترى طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه"

"جو شخص کوئی غلہ خریدے وہ اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے"۔

بعض لوگوں نے بیع سلم میں اپنا اس حدیث سے جواز قرار دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ مبیع کی سپردگی کی مدت کے دوران بیع سلم کی بنیاد پر جائز قرار دیا درست نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیلات حاصل کرنے کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی کا مطالعہ فرمائیں۔

بیع الاستجرار

فقہی عبارت "بیع الاستجرار" کا ترجمہ "اجارہ" سے خود ہی ہے۔ جس نے بھی میں تھوڑا تھوڑا مال لینا دینا اور لفظ "استجرار" کے معنی میں "بیع الاستجرار" یہ ہے کہ کوئی شخص دکاندار سے کچھ ضرورت کی چیز وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی کر کے لیتا رہے اور ہر مرتبہ چیز لیتے وقت دونوں کے درمیان نہ تو جواب اول ہوتا ہے اور نہ ہی بعد کو طے ہوتا ہے۔

"بیع الاستجرار" کی دو قسمیں ہیں

۱۔ پہلی قسم یہ ہے کہ سامان کی قیمت بعد میں دی جائے

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ سامان کی قیمت پہلے ہی دکاندار کو دے دی جائے

جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے اس کو بعد والی قسط سے ملا کر علیحدہ نے بیان کرنا ہے کہ

فلا يجوز بيع الاستجرار الا ان يكون الثمن معلوما

بیع الاستجرار اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ قیمت معلوم نہ ہو

علی الثمن بعد استهلاك كل المبيع

اور یہ اس وقت ہے جب کہ مبیع کا کل استعمال ہو جائے

فلو بقي منه شيء لم يجز

اگر اس میں سے کچھ باقی رہ جائے تو جائز نہیں ہے

فلو هلك بعضه فسد في الباقي

اگر اس میں سے کچھ ضائع ہو جائے تو باقی میں فساد آ جائے گا

فلو هلك بعد استهلاك البعض صح في الباقي

اگر کچھ کے استعمال کے بعد کچھ ضائع ہو جائے تو باقی میں صحیح ہے

عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعلیٰ ہذا یحمل ما وقع فی عبارۃ المصنف ومن تبعہ من قولہم: ویجوز بیع المعدوم کبیع ما تنتجہ ہذہ الدابۃ وبیع ما تحمل ہذہ الشجرۃ ونحو ذلک فان ہذہ کلہا بیوع باطلۃ عند الائمۃ الثلاثۃ رحمہم اللہ تعالیٰ لانہا من بیع المعدوم وہو باطل عندہم لما ورد من النہی عن بیع المعدوم ولما فیہ من الغرر الفاحش المفسد للعقد عندہم۔ (فتاویٰ عبد الحی ۲/۱۰۲)

اسی پر محمول ہے جو مصنف اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ معدوم کی بیع جائز ہے جیسے اس جانور کے بچے کی بیع جو ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس درخت کے پھل کی بیع جو ابھی نہیں آیا وغیرہ ذالک۔ حالانکہ یہ بیوع ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہیں کیونکہ معدوم کی بیع سے منع کی گئی ہے اور اس میں فاحش غرر ہے جو عقد کو فاسد کر دیتا ہے۔

لیتے ہوئے اس کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے جو "تعامل" میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی ضرورت کی وجہ سے اگر لوگوں کا تعامل اس چیز کی بیع کا ہو تو اس کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔ جیسے حمام میں بغیر بیع و شراء کے ضرورت کے طور پر داخل ہونا اور نہانے کے لئے حمام والے کو پیسے دینا۔ اسی طرح بغیر بیع و شراء کے ضرورت کے طور پر دکاندار سے لینے کی بیع جسے وال "نمک" تیل وغیرہ اور چھوٹی چھوٹی اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد آخر میں ان کی قیمت ادا کرتے ہیں یہ معاملہ صحیح ہے اور اس میں "معدوم" کی بیع جائز ہوگی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک "بیع الاستجرار" انعقاداً جائز ہے۔

باب الخیار

(۱) یصح خیار الشرط لکل من العاقدین ولہما ثلثۃ ایام او اقل لا اکثر الا انہ یجوز ان اجاز فی الثلاث ای اذا باع وشرط الخیار اکثر من ثلثۃ ایام لا یجوز البیع خلافا لہما لکن ان اجیز فی ثلثۃ ایام جاز البیع عند ابی حنیفۃ خلافا لزفر (۲) ولان شری علی انہ ان لم ینقد الثمن الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح والی اربعۃ لا فان نقد الثمن فی الثلث جاز انما دخل الفاء فی قولہ فان شرے لانہ فرع مسالۃ خیار الشرط لان خیر الشرط انما شرع لیدفع بالفسخ الضرر عن نفسہ سواء کان الضرر تاخیر اداء الثمن او غیرہ فاذا کان الخیار لضرر التاخیر من صور خیر الشرط فالتصریح بہ یکون من فروع خیار الشرط ہذا ما ذکر قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف وخلافا لمحمد فانہ یجوز فی الاکثر فہو جری علی اصلہ فی الجواز فی الاکثر وابو حنیفۃ جری علی اصلہ فی عدم التجویز فی الاکثر ما ابو یوسف انما لم یجوز ہہنا جریا علی القیاس وجوز ثمہ لانہ ابن عمر جوز الی شہرین (۳) ولا یخرج المبیع عن ملک بائعہ مع خیارہ فان قبضہ المشتری فہلک علیہ بالقیمۃ ای بیع بشرط خیار البائع فقبضہ المشتری فہلک فی یدہ یجب علیہ القیمۃ لانہ مقبوض علی سوم الشراء وہو مضمون بالقیمۃ

باب الخیار

یعنی جا کر بیچنے کے بیان میں خواہ وہ بیع کا اختیار ہو یا مشتری یا دونوں کو

(۱) خیار کی مدت

بائع اور مشتری دونوں کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار دینا صحیح ہے اور اس سے زیادہ کا دینا صحیح نہیں تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب اور زفر کے نزدیک بیع فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے پھر اگر تین دن کے اندر انہوں نے اجازت دے دی (یعنی بیع کو اٹھا اور لازم کر دیا) تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہو جائے گی ورنہ امام زفر کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔ (اور فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے)

فائدہ:۔ اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے ایک مدت

معلوم تک برابر ہے کہ تین دن کی ہو دے خواہ ایک مہینے کی یا ایک برس کی اور اس خیار کو خیار الشرط کہتے ہیں۔ دلیل امام صاحبؒ کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دار قطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاریؓ دھوکا دیئے جاتے تھے خرید وفروخت میں تو فرمایا وہ اسلے ان کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہیں فریب ہے اور مجھے اختیار ہے تین دن تک اور روایت کی عبدالرزاق نے ابان بن ابی عیاش سے انہوں نے انسؓ سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہے لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے مگر مرسل صالح ہے

اور روایت کی دار قطنیؒ نے بیع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہے اور اس کی اسناد میں ابو بکر بن مضر مروک الحدیث ہے اور صاحبینؒ کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس کا ذکر کتب حدیث میں نشان نہیں ملتا۔

(۲) تین یا چار دن میں پیسے ضرور دینے کی بیع

اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن واپس نہ دوں گا تو بیع نہ ہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید لگائے گا تو درست نہ ہوگی نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دے تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاوے گی۔

(۳) بائع کے خیار کا فائدہ

بائع کا اختیار شے مبیع کو ملک بائع سے نہیں نکالتا بلکہ وہ شے مدت خیار تک بائع کی ملک میں رہتی ہے تو اگر بائع کے اختیار کی صورت میں وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اس شے کی لازم آوے گی نہ ثمن۔

فائدہ۔ ثمن اس کو کہتے ہیں جو درمیان بائع اور مشتری کے ٹھہرتی ہو اور قیمت جو اس کا نرخ بازار ہووے مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپے کو خریدا تو چار روپے ثمن ہوئے اب بازار میں اس کی قیمت تین حال سے خالی نہیں یا چار روپے ہیں یا کم و بیش اول صورت میں ثمن اور قیمت مقدار میں مساوی ہیں اور دوسری صورت میں ثمن زیادہ اور قیمت کم ہے اور تیسری صورت میں ثمن کم اور قیمت زیادہ ہے تو اس مسئلہ کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپے کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار رکھا کہ اس عرصے میں چاہوں تو کپڑا پھیر لوں یا اس کی ثمن لے لوں اور عمرو کپڑا لے کر چلا گیا پھر اس کے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہو گیا تو عمرو پر چار روپیہ ثمن کے لازم نہ آویں گے بلکہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت اتروے نرخ بازار ہووے وہ دینا پڑے گی اس لئے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اس کی ملک میں رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہیں اور مشتری اس کو قصد خریداری لے گیا ہے اور اس میں قیمت لازم آتی ہے۔

(۳) ویخرج عن ملک البائع مع خیار المشتری وهلکه فی یده بالثمن کمبیعه ای اذا کان الخیار للمشتری و فسخ المشتری فهلک او عیب فی یده یجب الثمن ولا یملکه المشتری ای اذا کان الخیار للمشتری لا یملکه المشتری عندهما خلافاً لهما (۵) ولمرة الخلاف تظهر فی هذه المسائل وهی قوله فشراء عبده بالخیار لا یفسد نکاحه عندابی حنیفة لعدم الملک و عندهما یفسده و ان وطیها وادعا انه بالنکاح الاولی البکر ای ان وطیها المشتری فی

ایام الخیار یملک ردھا عندابی حنیفۃ لان الوطی بالنکاح فلایکون اجازۃ الاان تکون بکرا لانہ نقصھا بالوطی فلایملک اذ تو عندھما لایملک الرد لانکانت ثیباً لان المشتری قدملکھا فیفسد النکاح فالوطی یکون بملک الیمین فیکون اجازۃ (۶) ولایعتق فریہ علیہ فی مدۃ خیارہ ای ان شرع فریہ بالخیار لایعتق عندابی حنیفۃ فی ایام الخیار خلافالھما ولا من شراہ قالالان ملک عندالبعض حراى قال ان ملک عبداً فھو حرفشراہ بالخیارہ لا یعتق فی ایام الخیار عندابی حنیفۃ لعدم الملک (۷) ولایحیض المشتراۃ فی المدۃ من استرائھا ای ان اشتری امۃ بالخیارفحاضت فی ایام الخیار فھذہ الحیضۃ لاتعتبر من الاستبراء عندابی حنیفۃ لان الاستبراء انما یجب بعد ثبوت الملک ولاستبراء علی البائع ان ردت علیہ بالخیار ای ان ردت الامۃ المشتراۃ بالخیار لایجب الاستبراء علی البائع عندابی حنیفۃ لان الاستبراء انما یجب بالانتقال من ملک الی ملک ولم توجد عندابی حنیفۃ حیث لایملکھا المشتری

(۴) مشتری کے خیار کا فائدہ

اور مشتری کو اگر خیار ہو اور وہ شے بائع کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مدت کے اندر مشتری کی بھی ملک میں نہیں آتی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں آجاتی ہے۔ اس صورت میں اگر وہ شے مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیب دار ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم آوے گی۔

فائدہ۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ اگر بائع کو اختیار ہو اور وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو جاوے تو اس کو قیمت دینی پڑے گی اور اگر مشتری کو اختیار ہو اور وہ شے اس کے پاس تلف یا عیب دار ہو جاوے تو ثمن دینی پڑے گی۔

(۵) ثمر و اختلاف

اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی دوسرے کے مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح نہیں فاسد ہوگا مدت خیار میں اس واسطے کہ ان کے نزدیک جب مشتری کو خیار ہو وہ شے ملک میں مشتری کے نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد ہو جاوے اس واسطے کہ اس لونڈی کا مالک ہو گیا اور اگر بعد خریدنے کے مدت خیار میں خود نے اس سے وطی کی اور لونڈی ثیبہ ہے تب بھی پھیر سکتا ہے اور اگر بکر ہے تو نہیں پھیر سکتا ہے۔ نزدیک امام صاحب کے اور صاحبینؒ کے نزدیک خود بکر ہو یا ثیب کسی صورت میں نہیں پھیر سکتا (اور جو ان کی ظاہر ہے)

(۶) غلام کو بشرط خیار خریدنا

آگے آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہیں وہ سب مبنی ہیں اسی بات پر کہ خیار مشتری میں امام صاحبؒ کے نزدیک وہ شے ملک مشتری میں نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک ملک میں مشتری کے آجاتی ہے۔ اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اس کا قریب نکلا (یعنی ذو رحم محرم جس کا بیان کتاب العتق میں ہو چکا) تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جاوے گا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر میں فلاں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جاوے گا۔

فائدہ۔ اگر یہ قسم کھائی تھی کہ میں کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے تب تو خریدنے کے بعد وہ سب کے نزدیک جاوے

(۷) لونڈی کو بشرط خیار خریدنا

اور جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار میں جو

جبکہ اس کو آزاد کرنا اختیار میں شمار نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اختیار میں شمار ہوگا اور اگر پھر اس کو بائع پر رد کر دیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبراء واجب نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہوگا۔

(۸) ومن ولدت فی المدة بالنکاح لاتصیر ام ولد له ای ان اشتری زوجته بالخیار فولدت فی ایام الخیار فی ید البائع لاتصیر ام ولد للمشتری فیملک الرد عندابی حنیفة و عندهما تصیر ام ولد لانها ولدت فی ملک المشتری فلایملک الرد وانما قلنا فی ید البائع حتی لو قبض المشتری وولدت فی یده تصیر ام ولد له بالاتفاق لانها تصیر بالولادة فلایملک الرد فصارت ملکا للمشتری فالولادة وقعت فی ملک المشتری لا فی ملکه فتصیر ام ولد له و ملکه فی ید البائع عنه ان قبضه المشتری باذنه و اودعه عنده لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ای المشتری بالخیار ان قبض مشتراة ثم اودعه عند البائع فهلک فی ید البائع فهلکه فی یده یکون علی البائع لان القبض قد ارتفع بالرد لان المشتری لم یملکه فلم یصح الابداع بل رده الی البائع یکون رفعا للقبض فیکون الهلاک قبل القبض علی البائع و عندهما لکن لما ملکه المشتری صح ایداعه ولم یرتفع القبض لکنه هلک فی ید المشتری فیکون الهلاک من ماله (۹) و بقی عبد ماذون شری بالخیار و ابرأه بائعه عن ثمنه فی المدة لان المأذون یملک عبد الملک ای ان شری عبدا مأذونا شیا بالخیار و ابرأه بائعه عن ثمنه فی مدة الخیار بقی عبارة عندابی حنیفة و عندهما لایبقی لانه فی الخیار لانه ان بقی کان له ولایة الرد فرده یکون لمنکابغیر عوض والمأذون لایملک ذلک و عندابی حنیفة لعالم بیسکه کان رده امتناعا عن التملک وللمأذون ولایة ذلک لانه اذا وهب له شیء فله ولایة ان لایقبله

(۸) اپنی منکوحہ حاملہ لونڈی کو بشرط خیار خریدا اور کسی شے کو خرید کر بائع کے پاس امانت رکھنا

اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اس کے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار میں وہ لونڈی بدبائع ہی میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہ ام ولد نہ ہوگی تو اس کو پھیر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کی ام ولد ہو جائے گی تو اب نہیں پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری نے ایک شے کو بشرط خیار خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس بائع سے بعد قبضے کے پھر وہی شے بائع کے پاس امانت رکھ دی اور بائع کے پاس تلف ہو گئی مدت خیار میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگیا اس لئے کہ رفع ہونے قبضے کے سبب رد کے اور بحالت نہ ہونے ملک کے اور مشتری پر اس کی ثمن لازم آئے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اس پر ثمن لازم ہوگی۔

(۹) عبد ماذون کو ثمن کی معافی

اور اگر عبد ماذون نے (یعنی جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہووے) ایک شے بشرط خیار خریدی بعد اس کے بائع نے ثمن اس کو معاف کر دیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک خیار اس کا باقی ہے یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دے اور صاحبینؒ کے نزدیک خیار باطل ہوگا۔

(۹) او يبطل شراء ذمي من ذمي خمراً بالخيار ان اسلم لتلا يتملكها مسلما باسقاط خياره اي اذا اشترى ذمي بشرط خياره من ذمي خمراً ثم اسلم المشتري بطل شراؤه لانه ان بقي فعند اسقاط الخيار يتملكه المشتري فيلزم تملك المسلم الخمر وعندهما يبطل الشراء ويبطل الخيار لانه لو بقي يملك ردها والردد يكون تملكاً والمسلم لا يملك تملك الخمر فهذه المسائل ثمرة الخلاف (۱۰) و من له الخيار يجبر ان جهل صاحبه ولا يفسخ ما لم يعلمه اي ان فسخ من له الخيار لا ينفسخ ما لم يعلم صاحبه خلافا لابي يوسف والشافعي رحمهما الله فانه ان شرط علم صاحبه ثم يرتفع قائدة في شرط الخيار لان صاحبه ان اختفى في مدة الخيار فلم يصل الخبر اليه فيتم العقد فيتضرر من له الخيار فان فسخ و علمه في المدة الفسخ والا تم عقده و يورث خيار العيب والتعيين لا الشرط والرؤية خيار التعيين ان مشترى احد الثوبين بعشرة على ان يعين ايشاء وخيار الشرط يورث عند الشافعي ايضاً و خيار الرؤية لا يبقى على مذهبه لان شراء ما لم يره لا يجوز عنده في اظهر القولين (۱۲) و ان اشترى وشرط الخيار لغيره فاي الخيارين نقض صح ذلك فان اجاز احدهما و فسخ الآخر فالاول اولى ولو وجدا معا فالفسخ اولى قالو الآن شرط الخيار لغير العاقد انما يثبت بطريق النيابة عن العاقد فينبغي له اقتضاء اقوى اذ المشتري على ان الغبن بالخيار لا يثبت انحيار الا بوصاء المتعاقدين فيكون نائبا عن المتعاقدين ثم رضى النائب بالخيار الغير لا يقتضي رضاء بالخيار المشتري

(۱۰) ذمی کا شراب خرید کر مسلمان ہو جانا

اور اگر ایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی شرط خیار پر پھر اس کے خریدار مسلمان ہو گیا تو صاحبین کے نزدیک خیار اس کا باطل ہو گیا یعنی اب اس کو پھیر نہیں سکتا اور نہ لازم آوے گا تملیک خمر اور مسلم نہیں مالک ہونا تملیک خمر کا اور امام صاحب کے نزدیک باطل ہو دے گی بیع اگر بیع باقی رہے تو صورت اسقاط خیار مالک ہو گا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو جیسی کہ یہ تفریع ثمرت اختلاف کے ہیں۔

(۱۱) صاحب خیار کا خیار کو استعمال کرنا

اور جس شخص کو اختیار ہے وہ جائز اور تمام کر سکتا ہے معاملہ اگر چہ طرف ثانی اس وقت حاضر نہ ہو دے اور فسخ نہیں کر سکتا جب تک طرف ثانی نہ حاضر ہو دے اور امام ابی یوسف اور شافعی کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہے بے اس کے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اس نے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار میں طرف ثانی کو خبر فسخ کی پہنچی تو معاملہ فسخ ہو جاوے گا اور اگر مدت خیار میں اس کو خبر فسخ کی نہیں پہنچی تو معاملہ تمام ہو جاوے گا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہو دے اور وہ مر جاوے تو اس کے وارث کو بھی خیار رہے گا اور اگر اس کو خیار الشرط یا خیار الرؤیہ تھا اور وہ مر گیا تو اس کے وارث کو نہ ہو گا۔

(۱۲) خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرؤیہ اسے کہتے ہیں کہ بن دیکھے چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے پھیر دینے کا اور اختیار العیب یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع میں کوئی عیب نکلا تو اس میں بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہے اور خیار

تعین یا مشتری دوغلاموں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آوے کا بزار کو لے جاوے گا اور پھر وہ تعین مر گیا تو اس کے وارث کو بھی اختیار تعین کرنے کا باقی رہے گا۔

(۱۲) مشتری کا دوسرے کے اختیار پر خریدنا

اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے (۱۳)

کہے کہ زید اگر پسند کرلے گا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہ ہوگی) تو درست ہے اور اس صورت میں موجب اور جا نیا فسخ کرے گا درست ہوگا اور اگر ایک جانب کے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونوں کی باتیں معا ہوویں تو بیع فسخ ہو جاوے گی۔

(۱۳) و بیع عبدین بالخیار فی احدھما صح ان فصل ثمن کل و عین محل الخیار و لسدلی الاجود الثانیۃ و ھی ما ادالم یفصل الثمن ولم یعین محل الخیار او فصل الثمن ولم یعین او عین ولم یفصل لجھالۃ الثمن والمبیع و جھالۃ احدھما تفی ان فی صورۃ الجواز و ان لم یوجد الجھالۃ لکن قبول ما لیس بمبیع بمبیع جعل شرط لقبول ما ھو مبیع فیفضی ان یفسد بالشرط لفاسد عندہ والجواب ان البیع بشرط الخیارہ خل فی الایجاب لا الحکم فلا یتصدق علیہ انہ لیس بمبیع من کل وجہ بل ھو مبیع من وجہ فاعتبرہ الوجھین ففی صورۃ الجھالۃ اعتبرنا انہ لیس بمبیع حتی یفسد العقد وفی صورۃ ان یکون کل واحد منھما معلوماً اعتبرنا انہ مبیع حتی لا یفسد العقد (۱۴) و شراء احد الثوبین او احد ثلثۃ علی ان یعین ایشاء فی ثلثۃ ایام صح لان لم یشترط تعیینہ و لافی احدا و بعۃ لان القیاس عدم الجواز لکنا استحسنا فی الثلثۃ لمکان الحاجۃ لان الثلثۃ مشتملۃ علی الجید والردی والوسط و فی الزائد علی الثلثۃ یفضی الی الاضرار وھو عدم الخیار (۱۵) و اجارہ بالشفعۃ داوابیعت بشرط فیہ الخیار رضاء ای اشتری دارا علی انہ بالخیار فبیعت دار بجنب تلک الدار واحد الجار المشتری بشفعۃ فیھا الاحد دلیل رضاء بشراء تلک الدار لان الاخذ بالشفعۃ یقتضی اجارۃ فی شراء المشفوع بہ (۱۶) و خیار شرط للمشترین یسقط برضاء احدھما و ترک خیار الغیب والرؤیۃ لانہ ان ردہ الآخر یکون معیب بعیب الشرکۃ و ھذا بھا للاخر و لا یرد لان الغیر ثابت لکن واحد (۱۷) و لصد مشتری بشرط خیرہ و کذا و احد بخلافہ احدھما او ترک لان الاوصاف لا یقابلھا شیء من الثمن

(۱۴) دو غلاموں میں سے ایک پر خیار رکھنا

اور اگر دو غلاموں کو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میں تجھے اختیار ہے تو اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا بیان کر دی ہے اور کس غلام میں اختیار ہے اس کو معین کر دیا تو بیع صحیح ہے اور یہ فائدہ ہے مثلاً قیمت جدا جدا نہ بیان کی اور کسی غلام میں اختیار معین نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی خواہ قیمت جدا جدا بیان کی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ معین کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(۱۵) تین یا چار کپڑوں سے ایک کو معین کرنیکا خیار

اور اگر دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جس کو چاہے گا معین کر لے گا تین دن کے عرصہ میں تو بیع ہے

اور جو شے نہیں کرنے کی نہیں کی تو جائز نہیں اور جو ایک کو چار کپڑوں میں سے اس شرط پر خریدا تو جائز نہیں۔ فائدہ:۔ یعنی اگر چار کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین دن میں ایک پسند کر کے لوں گا تو جائز نہیں کیونکہ یہ قیاس و استحسان جائز نہیں ہے۔ نظر حاجت کے طرف دفع ثمن کے اور تین کپڑوں سے حاجت مندفع ہو جاتی ہے اس واسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہوگا ایک دوسرا ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہیں ہوا یہ۔

(۱۵) ایک گھر کی مدت خیار میں دوسرے کو بطریق شفعہ لینا

اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اس کے مدت کے اور ایک اور گھر قریب اس گھر کے پایا اور اس نے شفعہ کی راہ سے اس گھر کو لیا تو دوسرے گھر کا بیع بطریق شفعہ فسخ متصور شمار کی جاوے گی پہلے گھر کی خرید میں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نہ کرتا تو دوسرے گھر میں شفعہ کا ہونا کب ہو سکتا ہے۔

(۱۶) مشترک چیز کا خیار

اور اگر دو شخصوں نے مل کر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک ان میں سے راضی ہو گیا تو دوسرا بھی واپس نہیں کر سکتا یعنی اس کا بھی اختیار جاتا رہا اس لئے کہ جو وہ پھیرے گا تو مبیع عیب دار ہو جاوے گی یہ عیب شرکت اور اس میں ضرر بائع کا ہے اور یہی طرح خیار عیب اور خیار الرؤیۃ میں۔

فائدہ:۔ یعنی دو شخصوں نے مل کر خرید بعد اس کے عیب نکلا ایک راضی ہو گیا تو دوسرا اگرچہ راضی ہے پھیر نہیں سکتا۔ یا ان دیکھے دونوں نے خرید بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو دوسرا جو راضی ہے نہیں پھیر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں جو راضی ہے رد کر سکتا ہے۔

(۱۷) غلام کا مبینہ وصف کے خلاف نکلنا

اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ کاتب ہے یا نویسندہ ہے اور اس کے خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن سے لے لیوے یا پھیر دیوے اس لئے کہ یہ امور اوصاف ہیں ان کے عوض میں ثمن میں نقصان نہ ہوگا۔

فصل فی خیار الرؤیۃ

صح شراء ما لم یرہ خلافا للشافعی رحمہ اللہ (لمشتریہ الخیار عندھا ای عند الرؤیۃ (۲) الی ان یوجد مبطلہ و ان رضی قبلھا ای ان رضی قبل الرؤیۃ یکون لہ حق الفسخ اذا رأہ (۳) لکن لو فسخ قبل الرؤیۃ فعند الفسخ یحکم انہ عقد غیر لازم حتی لا یجوز اجازتہ عند الرؤیۃ (۴) لانہ تابع لے اذا باع شیئا لم یرہ لا یکون الخیار اذا رآہ (۵) بل یبطلہ و خیار الشرط تعینہ و تصرف لا ینقض کالاعتاق و التدبیر او یوجب حقا لغیرہ کالبیع المطلق ای بدون شرط الخیار و الرھن و الاجارۃ قبل الرؤیۃ او بعدھا ای ھذہ التصرفات تبطل خیار الرؤیۃ سواء کانت قبل الرؤیۃ او بعدھا و ما لا یوجب حقا لغیرہ کالبیع بالخیار و المساومۃ و الھبۃ بلا تسلیم یبطل بعدھا لا قبلھا لان ھذہ التصرفات لا تزید علی صریح الرضاء و ھو انما یبطلہ بعد الرؤیۃ اما التصرفات الاول

فهي قوي لان بعضها لايضر الفسخ وبعضها اوجب حقا لغيره فلا يمكن ابطاله (٦) والنظر الى وجه الامانة والنصرة وجه النيابة وكملها وظاهر ثوب مطوي عيب فعلم الى موضع علمه معلما (٧) ونظر وكيله بالشراء او بالقبض كناقد لانظر رسوله الوكيل بالقبض هو الذي ملكه القبض فان لم يكن وكيلا عين بقبضه بخلاف الرسول فانه الذي امره عادة بالتسليم فالبائع اذا لم يسلمه اليه لايملك الخصومة بخلاف الوكيل وعندهما نظر الوكيل بالقبض غير كاف لانه وكله بالقبض لانالنظر لابي حنيفة رحمه الله ان القبض اتكامل بالنظر لعلمه ان هذا هو الذي امر بقبضه (٨) وشرط رؤيته حتى الدار اليوم انما فان اليوم لان الرواية انه اذا اتى حيطان الدار واشجارها ابيعان من خارج كان كافيا وذلك لان دورهم و بساتينهم لم تكن متفاوتة فرؤية الخارج كانت مغنية عن رؤية الداخل اما الآن فالتفاوت فاحش فلابد من رؤية الداخل

فصل خیار رویت کے بیان میں

یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان میں

(۱) خیار رؤیت کا مفہوم و مطلب

جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اس کا خرید لینا درست ہے اور جب اس کو دیکھے تو اختیار ہے چاہے اسی داموں کو خرید لے چاہے واپس کر دے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا اس کے لئے حق فسخ ہے۔

فائدہ: اور اس کی کوئی مدت مقرر نہیں تو جائز ہے مشتری کے فسخ تمام کرنا۔

(۲) خیار رؤیت کی مدت

جب سے کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نہ کرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر۔

فائدہ: اور بعضوں کے نزدیک موقت ہے بوقت ایک دن فسخ یعنی جب دیکھے تین دن کے اندر ہو فسخ پر اور فسخ نہ کرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہے لیکن صحیح اول ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ خرید صحیح نہیں ہے اور انکی دلیل وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دار قطنی نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو کہ نہ دیکھا ہو اس کو تو واسطے اس کے اختیار ہے جب دیکھے اور ہمارے دین اس کی عمر بن ابو میم کردی ہے نسبت کیا گیا ہے طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا ہے امام ابوحنیفہ نے بیشتر سے انہوں نے محمد بن سیرین سے انہوں نے ابوہریرہ سے مثل اس کے اور بھی موید ہے اس کی وہ جو روایت کی ہے ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بکوں سے مرسلا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لے جس کو نہیں دیکھا تو اس کو اختیار ہے جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو نہ لے اور حدیث مرسل حجت ہے اکثر علماء کے نزدیک اور یہی مذہب ہے تمام مالک اور امام احمد کا۔

(۳) دیکھے بغیر خیار کو فسخ کرنا

اور اگر مشتری نے معاملہ فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہو جاوے گا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دے گا تو جائز ہوگی۔

(۴) بائع کو خیار رؤیت حاصل نہیں

اور اس شخص نے بیچا اپنی شے کو جس کو دیکھا ہو تو اس کو خیار نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اور پہلے امام صاحبؒ کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی ضعیف نے پھر ثقہ نے عاقد بن ابی وقاصؓ سے نقل کیا کہ طلحہؓ نے کچھ مال خریدا حضرت عثمانؓ سے تو کہا گیا ان سے کہ نقصان پایا تم نے اس میں کہ حضرت عثمانؓ نے کہ مجھ کو اختیار ہے اس واسطے کہ میں نے بیچا ایسی چیز کو جس کو نہیں دیکھا تو حکم بنایا ان دونوں نے زبیر بن عوامؓ کو تو فیصلہ کیا انہوں نے اس بات پر کہ خیار طلحہؓ کو ہے اور نہیں اختیار ہے حضرت عثمانؓ کو۔

خیار رؤیت وشرط کا باطل ہونا

اور خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط دونوں باطل ہو جاتے ہیں جب شے مبیع میں مشتری کے پاس آ کر کچھ عیب ہو جاوے یا مشتری اس شے میں ایسا تصرف کرے جو قابض ہونے سے پہلے ہو۔ جیسے قائم کو آزاد کرنا یا بیاہ کر دینا یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اس سے متعلق ہو جاوے جیسے رہن خیار کے اس کو بیچ ڈالے یا کرایہ پر دے یا کرائے میں دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے سے پہلے ہوں یا بعد ہر طرح خیار رؤیت باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح خیار الشرط اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہ ہو جاوے جیسے شرط خیار اس کو بیچے۔ اگر بیع بشرط خیار میں وہ شے ملک بائع سے نہیں نکلتی یا یوں کہا میں اس کو نہیں بیچتا کرائے پر یا کسی کو ہبہ کر دے ہر دو تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہوں گے تب خیار باطل نہ ہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہوں گے تو خیار باطل ہو جاوے گا۔

(۶) خیار کا ساقط ہونا

اور غلہ کے ڈھیر کو اور نوکر غلام کے مول لینے سے جانور کے منہ اور پیٹھ کو اور بند کئے ہوئے کپڑے کے اوپری تہ کو اگر اس میں نقش دیکھا ہو تو خیار الرؤیۃ ساقط ہو جاوے گا اور

اگر اس کپڑے میں نقش نہ ہو تو جس جگہ کا نمونہ ہے اس کا بھی دیکھنا ضرور ہے بغیر اس کے دیکھے خیار ساقط نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اور درمختار میں ہے کہ ہر کپڑے کے اندر سے دیکھنا کھول کر ضرور ہے اور یہی ہمارے بہتا کب صحیح ہے۔

(۷) وکیل کا دیکھنا

مشتری نے اگر کسی کو مول لینے کے لئے یا مبیع پر قبضہ کرنے کے لئے وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہو جاوے گا بلکہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرے پیام پہنچا دے قبضہ کرنے کا یا تسلیم کرنے کا بائع سے اور اس نے پیام پہنچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اس کا خیار کو ساقط نہ کرے گا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اس کے دیکھنے سے خیار ساقط ہو جاوے گا اور ہدایہ میں ہے کہ اس پر اتفاق ہے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا البتہ وکیل بالقبض میں اختلاف ہے اور غایۃ الاوطار میں جو اختلاف وکیل خرید میں اور اتفاق وکیل بالقبض میں لکھا ہے بالکل ہو رہے۔

(۸) گھر کو اندر سے دیکھنا ضروری ہے

اور اس زمانے میں داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضرور ہے کیونکہ زمانہ سابق کی سی نہیں جب دیوار پر گھر کی یا درخت پتے کے باہر سے دیکھ لینا تھا کافی ہوتا تھا اس واسطے کہ گھر اور باغ ان کے یکساں تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا

فائدہ:۔ اور اس زمانہ قرب کے نزدیک باغ کا بھی دیکھنا اندر سے ضرور ہے کیونکہ اس کو اکثر لوگ سیر کے واسطے بھی لگاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۹) و بیع الاعمی وشراءہ صح وله الخیار مشتریا وبسقط بمسه البیع و شمه وذوقه ای بمسه فیما یدراک بالمس وبشمه فیما یدرک بالشم وبموقه فیما یدرک بالذوق وبوصف الغیار ولا اعتبار لوقوفه فی مکان فوکان بصیرا یراه کما هو قول ابی یوسف رہ (۱۰) و من رأی احد الثوبین ثم شراهما ثم رأی الآخر فله ردهما او الآخر وحده لئلا یلزم تفریق الصفقة قبل التمام (۱۱) ومن رأی شیئا ثم اشتراه حیران وحده متغیرا والا لا لان القول للبائع فی عدم تغیره وللمشتری فی عدم رؤیته ای اذا اشتری شیئا فتغیر فقال البائع انه لم یتغیر حتی لا یکون لک الخیار فالقول للبائع مع حلفه ولو قال المشتری لم اره ولی الخیار فالقول للمشتری مع الحلف (۱۲) ولو اشتری عسلا فذاقه و قبضه فباع منه ثوبا ووهب وسلم لم یرده بعیب رؤیة ان شرط بل بعیب شرط جبل من الناس فی سوء الخلق والثوب الزطی ینسب الیهم والاصل فیه ان رد البعض یوجب تفریق الصفقة وهو قبل التمام لا یجوز وبعد التمام یجوز لهم خیار الشرط و الرؤیة یمنعان تمام الصفقة و خیار العیب یمنعه قبل القبض لا بعده وهذا لانه اذا شرط الخیار لاحدهما لم یتحقق الرضاء الکامل و کذا الدال یرالمشتری مشتراه اما اذا لم یشترط الخیار او شرط الخیار فاجاز من له الخیار او المشتری قد رأی المبیع فرضی به فبذلک ان قبض فقد تم الصفقة لحصول الرضاء الکامل بکل مع ذلک یمکن ان یکون المبیع معیبا والمشتری لا یرضی به فیفسخ العقد لذلک امر ناهم فلا یمنع تمام الصفقة و ان لم یقبض المبیع فالمبیع فی معرض الفسخ من هلاک فی ید البائع فیرتفع العقد فاذا اجتمع الامران ای عدم القبض و وجود العیب فبانفراد احدهما دون الآخر فلا یتم الصفقة ویظهر هذا فی المسألة الثانیة و هی قوله ولو اشتری عبدین صفقة و قبض احدهما و وجد به او بالاخر عیبا

(۹) نابینا کے لئے خیار

اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہے اور جب خریدے تو اس کو اختیار رہے گا اور اگر اس کو کوئی لے گا یا سونگھ کے یا چکھ لے گا تو خیار ساقط ہوگا ان چیزوں میں جو ٹٹولنے سونگھنے یا چکھنے سے ان کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ (جیسے بکری بھیڑ حلوا) اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اس کا خیار ساقط نہ ہوگا جب تک کہ اس کے اوصاف بیان نہ کئے جاویں اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر ایسی جگہ میں کھڑا ہو جاوے کہ دیکھ سکتا تھا اس کو دیکھ لیتا تو خیار اس کا ساقط ہوگا۔

فائدہ۔ جب یہ بھی کہہ دے کہ میں راضی ہو گیا اور کہے حسن بن زیاد نے کہا ایک وکیل یا قبض کر دیوے اور وہ دیکھ لیوے اور یہ مشہور زیادہ ہے قول امام صاحبؒ کے کیونکہ ان کے نزدیک دیکھنا وکیل یا قبض کا منزل منزل کے ہے۔ ہدایہ

(۱۰) دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھنا

اگر دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھ کے دونوں کو ساتھ خرید کیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونوں کو پھیر سکتا ہے نہ ایک کو جس کو نہیں دیکھا تھا۔

(۱۱) بائع و مشتری کے اختلاف کا حل

اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو سول لیا پس اگر اس کا حال بدل گیا ہے تو اس کو اختیار ہوگا ورنہ نہ ہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہے اور بائع کہے کہ نہیں بدلا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے قسم سے اور اگر دیکھنے میں اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تو نے دیکھ کے خریدا ہے اور مشتری کہے کہ میں نے بن دیکھے خریدا ہے تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہے۔

(۱۲) گٹھڑی میں سے ایک تھان بیچ ڈالا

اور اگر ایک گٹھڑی تھانوں کی مول لی اور ان میں سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسی کو ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا تو خیار الرؤیہ اور خیار الشرط ساقط ہو گیا البتہ اگر اس میں عیب نکلے تو جو تی رہا ہے اس کو پھیر سکتا ہے۔

فائدہ: ہدایہ میں اور اصل کتاب میں اس کی یہی وجہ لکھی ہے کہ خیار الشرط اور خیار الرؤیہ بائع ہیں تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور قبل قبض بھیر نے میں تفریق صفقہ ہوتی ہے قبل تمام صفقہ کے اور تفریق صفقہ جائز ہے بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اس کے اور خیار عیب منع کرتی ہے تمامی صفقہ کو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ میں بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیرے گا تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی نہ قبل تمام صفقہ اور دلیل اس کی شرح وقایہ میں مسطور ہے اور یہی ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر دو تھان پھر مشتری کے پاس لوٹ آویں مثلاً مبیع فسخ ہو گئی یا بہہ مردود ہو گیا تو خیار الرؤیہ پھر عود کرے گا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ بعد مستوط کے پھر عود نہ کرے گا مثل خیار الشرط کے اور اسی پر اعتماد کیا قدوری نے اور در مختار میں ہے کہ صحیح کہ اس کو قاضی خاں نے

فائدہ: بائع رویت سے قبل قیمت طلب نہ کرے

اور اگر کوئی چیز خریدے بغیر دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہیں طلب کر سکتا۔

فائدہ: عین کے بدلہ عین

اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی جو عوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خیار الرؤیہ ثابت ہوگا اس واسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اس کو حاصل ہوگا۔ (درمختار ملخصاً)

فصل فی خیار العیب

(۲) ولمشترٍ وجد بمشتریہ عیباً نقص ثمنہ عندالتجوردہ اواحدہ بکل ثمنہ لامساکہ واخذنقصانہ ردہ عینا ولمشتریہ ونقص ثمنہ صفۃ العیب (۳) والآباق والولی مادون سفروالبول فی الفراش وسرقۃ صغیر یعقل عیب اما قال یعقل لان سرقۃ صغیر لایعقل لیس بعیب وبالغ عیب احترعطف علی معمولی عاملین مختلفین والمجرورمقدم فوسرق عندھما ای عندالبائع والمشتری فی صغرہ ای فی صغرہ مع العقل ردہ وان حدث عندہ فی صغرہ وعند مشتریہ فی کبرہ لاوجنون الصغیر عیب بذا الفرد من جن فی صغرہ عندہ ثم عند مشتریہ فیہ (فی کبرہ (۴) و لبخر والدفر والرماثۃ ومہ عیب فیھا لاالیہ (۴) والکفرعیب فیھما (۵) والاستحاضۃ وارتفاع حیض بنت سبع عشرۃ سنۃ لاقل (۶) عیب لان ظھر عیب قدیم بعدما حدث عندہ اخرفلہ نقصانہ لاردہ الابرضی بائعہ کتلوب شراء فظھر قطع عیب والبائعہ اخذہ کذلک فلایرجع مشتریہ ان باعہ اوکی لایرجع المشتری بالنقصان ان باعہ لان البائع کان لہ ان یقول لہ انا اخذہ معیباً فالمشتری بالبیع یکون حبساً للمبیع فلایرجع بالنقصان فان خاطہ او صبغہ اوحمراولت السویق بسمن ثم ظھر عیبہ لایاخذہ بائعہ ورجع بنقصانہ ای رجع المشتری بنقصان العیب ولایکون للبائع ان یقول انا اخذہ معیباً لاختلاط ملک المشتری بالمبیع وھو الخیط والصبغ والسمن

فصل خیار عیب کے بیان میں

(اگر عیب نکلے تو عیب سے بری اقرار بتانے کے بیان میں)

(۱) عیب اور خیار عیب کا مطلب

مشتری اگر مبیع میں ایسا عیب پائے جس سے اس کی قیمت تاجروں کے نزدیک کم ہو جاتی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے پھیر دے اور پورے دام لے لے یا نہ پھیرے اور عیب کے سبب سے جو اس کی قیمت کم ہوئی ہے اتنے دام لے لے۔

فائدہ:۔ اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہے جو روایت کی بخاری نے تعلیقاً بصیغہ جزم اور ابن ماجہ نے بسند صحیح مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہے جو سالم ہو عیب سے اور حدیث ابی داؤد میں ہے حضرت عائشہ سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس کے پاس رہا پھر اس میں عیب پایا تو پھر وہ لایا اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ پر۔

(۲) غلام اور لونڈی میں عیب

اور بھاگنا اگر چہ مدت سفر سے کم ہو اور پیشاب کرنا بستر پر اور چوری کرنا غلام اور لونڈی کا پہچنے میں عیب محقق ہے

ہوں عیب ہے اور جب عقل نہ رکھتے ہوں تو عیب نہیں اور بڑے پن میں دوسرا عیب ہے۔ (حاصل اس کا یہ ہے کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہے وہی مشتری کے پاس ظہور ہوگا تو اس کو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاوے گا تو اس صورت میں خیار نہیں مثلاً) بائع کے پاس چھوٹے پن میں چوری کرتا تھا اور عقل رکھتا ہے اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن میں تو ایک ہی عیب کہتا جاوے گا۔ (اس واسطے کہ عیب چوری کا دونوں جگہ یکساں ہے وہ بے پروائی جو عہد طفولیت میں ہوتی ہے) اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن میں کی تو یہ دوسرا عیب کہتا جاوے گا اس صورت میں مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہ ہوگا۔ (اس واسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب بے پروائی اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہے) اور عاقل ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نہ رکھتا ہو تو اس کی چوری عیب نہیں ہے۔ (اور اسی طرح بھاگنا اس کا شمار میں نہیں بلکہ وہ گمراہ ہے ہدایہ) اور جنون خواہ چھوٹے پن میں ہووے یا بڑے پن میں ہر طرح ایک عیب ہے تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آ کر خواہ چھوٹے پن میں مجنون ہوا یا بڑے پن میں ہر صورت میں اس کو اختیار واپسی کا ہے۔

(۳) لونڈی کے مخصوص عیب

اور متعہ اور بخس کی بدبوئی اور زنا کاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی میں عیب ہے غلام میں نہیں۔

فائدہ: اس واسطے کہ لونڈی سے صحبت و طلب ولد بھی منظور ہوتا ہے اور یہ باتیں اس میں مخل ہیں برخلاف غلام کے کہ خدمت میں یہ باتیں قادح نہیں الا در صورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہووے کیونکہ اس صورت میں خدمت میں حرج ہوگا۔ ہدایہ

(۴) غلام اور لونڈی کا کافر ہونا

اور کافر زادہ دونوں میں عیب ہے۔

فائدہ: اس واسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہے کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اس کی آزادی کفارہ قتل میں صحیح نہیں ہے تو اگر خریدار اس شرط پر کہ وہ کافر ہے اور مسلمان نکلا تو رد نہ کرے گا اس واسطے کہ یہ زوال عیب ہے اور امام شافعی کے نزدیک رد کر سکتا ہے۔ ہدایہ

(۵) لونڈی کو ہمیشہ خون جاری رہنا یا بند رہنا

اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا ستر برس کی لڑکی کو عیب ہے اور ستر برس سے کم میں کو عیب نہیں۔

(فائدہ) کیونکہ ابھی احتمال ہے بالغہ ہونے کا)

فائدہ: ستر برس کی قید اس واسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہے بلوغ کی نزد ایک امام ابوحنیفہ کے عورت میں اور ان دونوں کی بیچ میں عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دی جاوے گی جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہووے یا بعد قبض کے۔ ہدایہ

(۶) مشتری کے پاس دوسرا عیب ہو جانا

اگر مشتری کے پاس آ کر ایک اور عیب ہو گیا تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اس کے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو رد نہیں کر سکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر خلا ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اس کو قطع کیا بعد اس کے اس میں عیب معلوم ہوا تو جس قدر عیب سے نقصان ہے اس کے موافق دام پھیر لیوے

اور بیچنے والے کو نہیں پھیر سکتا مگر جب باقی رہتی ہو وہ چیز اس قبضہ کے ہوئے بیچنے کے بعد اور اگر مشتری نے اس کو بیچ دیا قبضہ کے بعد تو اب نقصان کا عوض بیچنے والے کو نہیں لے سکتا مگر یہ کہ اختیار رکھتا ہو عیب دار لینے اور نقصان عیب کا تاکہ اب بیچ سے مشتری جدا نہ ہو گا تو وہ نقصان نہیں لے سکتا اور اگر قبضہ کر

نے اس کو کسی بیاری سے ہلاک ہوا اور اگر بیاری کے ہوتے ہوئے اگر راضی ہو جائے تو پھیر سکتا ہے یا ساتھ عیب کے لے گئی میں یا جدا ہو اس کے عیب معلوم ہونے سے تو نقصان نہ لے سکے گا اور نہ پھیر سکتا ہے۔

تو وہ اب اگرچہ بیچ راضی ہو جائے پھیر نہیں سکتا اس میں زیادتی ملک مشتری ہونے کی وجہ سے اور وہ جدا نہیں ہوئی۔

(۷) کما لو باعه بعد رؤية عيبه ثم كما يرجع المشتري بنقصان العيب ان باع المبيع المحيط او المتسوع والسويق الملتوت بعد رؤية عيبه لانه بالبيع ثم بصبغ او تلميع او قبل البيع لم يكن للبائع اخذه معيباً لاختلاط ملك المشتري به فلم يبطل حق الرجوع بالنقصان (۸) او اعتقه فنها مجاناً او دبره او استولدها او مات عنده فنها ای قبل رؤية العيب صورة لمعنى لانه اعتق المشتري الامة بعتقها او دبره او استولد المشتري او مات المشتري في يد المشتري لم يطلع على عيب رجع بالنقصان وان اعتقه على مال رقبته او اكل الطعام كله او بعضه او لبس الثوب فتخرق ثم يرجع الخاص من الموت لا يبطل الرجوع بنقصان العيب لانه لا صنع للمشتري فيه والاعتاق مجازاً لا يبطله بخصاصة استحسانا والقياس ان يبطله لان الاعتاق لنعمة قصر كالقتل وجه الاستحسان ان للاعتاق له شبهين شبه بالقتل من حيث انه مصنع المشتري و شبه بالموت في ان الاصل فيه الحرية فكان اتملك من وجه الى وجه فيعود الى الحالة الاصلية فان كان بعد رؤية العيب اعتبر ذلك الشبهة فلا رجوع به بخلاف الموت بعد رؤية العيب فان حق الرجوع له ثابت له و ان كان قبل رؤية العيب اعتبر هذه الشبهة حتى يكون له فيه حق الرجوع واما لمسائل الاخر فلا رجوع بالنقصان فيها

(۷) عیب معلوم ہونے کے بعد بیچ دینا

اور اگر بعد عیب معلوم ہونے کے ان چیزوں کو بیچ دیا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہے ان دانے کے اس صورت میں مشتری کے ان میں بیچ دینے سے بھی باقی کو نہیں لے سکتا ہے مگر اختیار ہو جو کہ عیب باقی رہے۔

اور وجہ یہ ہے کہ اگر کسی نے گیہوں خریدا اس

(۸) غلام کو آزاد یا مدبر کرنے کے بعد عیب معلوم ہونا

اگر کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا ولی خریدی اس کو پھر بعد میں یا مرتہن نے رہن مشتری نے بعد اس

کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلہ بائع سے پھیر سکتا ہے اور اگر مال کے عوض میں اس کو زر لیا یا اس کو کچھ کپڑا لایا کھانا خرید لایا تو کل

یا بعض اس میں سے کھالیا یا کپڑا خرید کے اس قدر پہنا کہ پھٹ گیا تو اس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہیں سکتا۔

(۹) و ان شری بیضا او بطیخا فاذا او خیارا او جوزا فکسروہ فوجدوا فاسدا قبلہ نقصانہ فی المنتقد بہ و کل تمنہ فی غیرہ و من باع مشتریہ و ردعلیہ بعیب بقضاء بالاقرار او ببینۃ او بنکول ردعلی بائعہ و ان رضی بہ لا العشری شیئا ثم باعہ فادعی المشتری الثانی عیبا علی المشتری الاول واثبت ذلک بالبینۃ او بالنکول او بالاقرار فقضی القاضی فردعلی بائعہ کان لہ ان یخاصم البائع الاول قال فی الہدایۃ معنی القضاء بالاقرار انہ انکر الاقرار فاثبت بالبینۃ فان قیل المشتری الاول اذا انکر اقرارہ بالعیب فاثبت ھذا بالبینۃ صار کانہ اقر عند القاضی فان الثابت بالبینۃ کالثابت عیانا فینبغی ان لا یکون لہ ولایۃ الرد علی البائع الاول سواء اقر عند القاضی او انکر اقرارہ فیثبت بالبینۃ لان الاقرار حجۃ قاصرۃ فای فائدۃ فی قولہ معنی القضاء بالاقرار انہ انکر الاقرار قلنا نعم لم نجعل الاقرار حجۃ معتدۃ ولم نقل ان الرد علی المشتری الاول رد علی بائعہ بل لہ ان یخاصم بائعہ فان المشتری الثانی اذا اثبت ان العیب کان فی ید المشتری الاول ورد علیہ فالمشتری الاول ان اثبت ان العیب کان فی ید بائعہ ورد علیہ والا فلا والفرق بین اقرارہ عند القاضی و بین اثبات اقرارہ بالبینۃ انہ اذا اقر عند القاضی یکون طالقا فی الحال فیمنع صحۃ بیعہ من المشتری الثانی فلا یکون لہ ولایۃ الرد علی البائع الاول اما اذا انکر اقرارہ بالعیب فیثبت بالبینۃ لم یکن طالقا فی الحال فیکون اخذہ بحکم الفسخ کانہ لم یبع فیکون لہ المخاصمۃ مع بائعہ. ولدلیل ھذہ المسألۃ فیما اذا ادعی المشتری الثانی علی المشتری الاول ان العیب کان فی ید البائع الاول فجحد فللمشتری الاول ان یخاصم علی بائعہ اما اذا ادعی ان العیب کان فی ید المشتری الاول فلیس لہ ان یخاصم علی بائعہ اقول فیہ نظر لانہ اذا ادعی ان العیب کان فی ید البائع الاول واقام علیہ البینۃ وقضی علی المشتری الاول فھذا القضاء لیس قضاءً علی البائع الاول وھذہ البینۃ لم تقم علی البائع الاول ولا علی مالہ لان ما یدعی علی الغائب لیس بسبب لمدعیہ علی الحاضر

(۹) انڈہ، خربوزہ وغیرہ کا عیب

اور اگر انڈا یا خربوزہ یا اخروٹ یا بھیرا یا کھیرا توڑنے اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلے کہ کچھ کارآمد نہ ہو تو کل قیمت بائع سے پھیر لے اور اگر کچھ کارآمد ہے تو متوافق نقصان کے دام پھیر لیوے۔

فائدہ۔ اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہو جاوے گی جیسے سو اخروٹوں میں ایک یا دو برے نکلے ہدایہ

(۱۰) مشتری ثانی کے پاس عیب کا نکلنا

اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اس میں عیب معلوم ہوا اور اس نے گواہ قائم کئے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اس میں عیب کا یا انہوں نے دیکھا تھا اس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم

طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس یہ عیب نہ تھا اور اس نے انکار کیا پس قسم سے اور قاضی نے بیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھر واپس کر دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اس شے کو پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری اول نے بھی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شے پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہیں پھیر سکتا۔

فائدہ: یہ اور دخیل اس کی اصل میں مذکور ہے۔

(۱۰) فان قبض مشتریہ وادعی عیباً لم یحبر علی دفع الثمن حتی یحلف بائعہ او یقیم بینۃ فقولہ او یقیم مرفوع عطف علی قولہ لم یجبر ولیس عطفاً علی قولہ یحلف بائعہ لانہ حینئذ یکون اقامۃ البینۃ غایۃ لعدم الجبر فان اقامۃ البینۃ ینتفی عندہ الجبر فیلزم الجبر علی دفع الثمن عند اقامۃ البینۃ علی العیب فالحاصل ان المشتری اذا ادعی عیباً یقیم بینۃ علی دعواہ ویبرد ان لم یکن لہ بینۃ یحلف بائعہ انہ لا عیب وحینئذ یجبر علی دفع الثمن لا قبل الحلف فالحاصل ان ثبت احد الامرین اقامۃ البینۃ علی وجود العیب وعدم الجبر علی دفع الثمن حتی یحلف او ان نصب قولہ او یقیم فانہ وجہ وھو ان یکون المراد بعدم الجبر علی دفع الثمن عدم الجبر علی دفعہ بشرط ان یکون الثمن واجباً بحکم البیع وھو معنیا واحد الامرین اما الحلف علی انہ لا عیب فحینئذ یجبر علی دفع الثمن واقامۃ البینۃ علی وجود العیب فحینئذ یفسخ البیع ولا یبقی الثمن واجباً فینتفی عدم الجبر بشرط کونہ واجباً وعند غیبۃ شھودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ ولزم علیہ ان یکفل ای ان قال المشتری شھودی غیب دفع الثمن ان حلف بائعہ انہ لا عیب و ان یکفل الثمن ان ثبت العیب (۱۰) فان ادعی انہ قائم بینۃ او لا انہ ابق عندہ لم تحلف بائعہ بانہ لقد باعہ وسلمہ وما ابق قط او بانہ ما ابق حتی ترد علیک من دعواہ ھذہ او بانہ ما ابق عندک قط او بانہ لقد باعہ وھذا العیب او لا بانہ لقد باعہ وسلمہ وھذا العیب انہ لم یحلف بھذین الطریقین الاول لامکان ان لا یکون العیب وقت البیع فیحدث بعد البیع قبل التسلیم وعلی ھذا التقدیر للمشتری حق الرد ایضاً واما فی الثانی فلان البائع یمکن ان یاول کلامہ بان یکون المعنی ان العیب لم یکن موجودا عند البیع والتسلیم بمعنی ان وجود العیب عند کل واحد منھما منتف فیمکن انہ کان موجوداً عند التسلیم لا البیع فان قلت ھذا الاحتمال ثابت فی قولہ لقد باعہ وسلمہ وما ابق قط ای وجد کل واحد منھما وما ابق عند وجود کل واحد فیمکن انہ قد ابق عند وجود التسلیم لا البیع قلت کلمۃ قط تنافی ھذا المعنی لانھا موضوعۃ لعموم السلب فی الماضی وذلک اعنی عموم السلب عموم السلب وعند عدم بینۃ المشتری علی العیب عنده یحلف بائعہ عندھما انہ ما تعلم انہ ابق عندہ واختلفوا علی قول ابی حنیفۃ فقد ذکر ان المشتری اقام بینۃ ان البائع ابق عندہ فان لم تکن لہ بینۃ یحلف البائع عندھما ذکر ما تعلم انہ ابق عند المشتری لقولہ علیہ السلام البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر فکل شیء ثبت بالبینۃ عند المحتج بھا یتوجہ الیمین علی المنکر واختلف المشائخ علی قول ابی حنیفۃ ووجہ عدم

الاستحلاف ان الیمین لایتوجه الاعلی الخصم ولا یصیر خصما الا بہ فیاتی العیب عندہ فلا یمکن البات هذا بالحلف لانه دور اما البینة فقد تقام لیصیر خصما فیحلف لیصیر خصما والفرق ان وجوب الحلف ضرر فاذا لم یکن خصما فلا وجه لالزام الضرر علیه بخلاف اقامة البینة اذ المدعی مختار فی اقامتها فهی اهون من الزام الضرر علیه فحص اقامة البینة طریق لاثبات کونه خصما لا التحلیف (۱۳) ولو قال البائع بعد التقابض بعنک هذا المعیب مع اخر وقال المشتری بل هذا وحده فالقول له ای اذا اظهر فی المبیع بعد التقابض عیب فیرده المشتری ویطلب الثمن فیقول البائع هذا الثمن مقابل بهذا الشئ مع شئ اخر ویقول المشتری بل هو مقابل بهذا الشئ وحده فالقول له مع الیمین لان الاختلاف وقع فی مقدار المقبوض فالقول للقابض کما فی الغصب وکذا اذا اتفقا فی قدر المبیع واختلفا فی المقبوض ای اتفقا ان المبیع شئان واختلفا فی المقبوض فقال المشتری قبضت احدهما فقط وقال البائع بل قبضتهما فالقول للمشتری علی ما مر

(۱۱) قبضہ کے بعد عیب کا دعویٰ

اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اس کے اس میں عیب کا دعویٰ کیا تو قاضی مشتری پر واسطے ادائے قیمت کے جبر نہ کرے گا یہاں تک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع کے پاس عیب دار تھی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اول صورت میں قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلا دیوے گا اور دوسری صورت میں وہ شے بائع کو پھر دلا دے گا تو جب تک ان دونوں امروں میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہیں دلا سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ بائع قسم سے انکار کر دے اور یا مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم نہ کر سکے تو اب قضائے قاضی باطل ہو جاوے گی۔

پھر اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھا لے کہ عیب نہ ہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاوے گا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھروا دی جاوے گی۔

فائدہ:۔ تو اگر بائع نے عیب نہ ہونے پر قسم کھا لی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت میں ثمن مشتری سے دلا دی جاوے گی پھر اس نے گواہ آ گئے اور انہوں نے گواہی دی اس شئے کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لے کر مشتری کو دلا دی جاوے گی اور مبیع بائع کو (کنز وغیرہ)

(۱۲) غلام پر قبضہ کے بعد مشتری کا دعویٰ

تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعویٰ کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہے تو بائع سے قسم نہ لی جاوے گی جب تک کہ مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہے اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اس طرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اس نے اس غلام کو اور سپرد کیا اس کو مشتری کے اور جب تک کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اس کے رد کا نہیں پہنچتا اوپر میرے جس طور سے وہ دعویٰ کرتا ہے اس طرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس سے ہرگز (کیونکہ ان تینوں صورتوں میں بائع کو

گنجائش تاویل اور بات بنانے کی نہیں ہے کہ اس طور پر قسم سے کچھ ملے اور اس طرح سے قسم نہ دیوے کہ قسم خدا کی جس وقت اس نے بیچا تھا اس وقت غلام میں یہ عیب نہ تھا یا قسم خدا کی جس وقت بیچا اور تسلیم کیا تو اس وقت یہ عیب نہ تھا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں بائع کو گنجائش بات بنانے کی ہے کیونکہ اول صورت میں ممکن ہے کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے طارئ ہو گیا ہو اس صورت میں اس کا کلام سچا ہو سکتا ہے اور مشتری کا حق ثابت بالعیب باقی رہتا ہے اور دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ مراد اس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونوں کے وقت میں نہ تھا مگر ایک کے ساتھ تھا۔

(۱۲) اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہ ہوں بھر گئے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی بائع سے قسم لیوے اس بات کی کہ واقعہ میں نہیں جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہے تو اگر اس نے قسم کھا لی تو دعوی مشتری کا لغو ہو گیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دی جاوے گی جو بعد گواہوں کے پیش ہونے کے دی جاتی تھی۔ (یعنی اسی طرح سے)

(۱۳) اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایک قول میں جب مشتری کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع قسم بالکل نہ دی جاوے گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہے دعوی صحیح پر اور دعوی صحیح نہیں ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہیں ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نہ کرے بیع میں گواہوں سے اور یہاں گواہوں سے عیب ثابت نہیں ہوا پس حلف نہ لی جاوے گی اور اگر دعوی بالغ غلام کے بھاگنے میں ہو دے تو قاضی بائع کو اس طور سے قسم دیوے گا کہ واقعہ نہیں بھاگا میرے پاس سے یہ مردوں میں شریک ہوا ہے یعنی بالغ ہوا ہے اس واسطے کہ چھوٹے پن میں بھاگنا سبب نہیں رد کا بعد بلوغ کے بدایہ ہے اور ایک قول میں قسم ہی بلائے گی موافق مذہب صاحبینؒ کے (اور یہی مختار ہے)

(۱۴) مبیع و مقبوض میں اختلاف

اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اس کے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اس میں عیب معلوم ہوا اور بائع پاس بھیر لے گیا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اسی داموں میں دو لونڈیاں بیچی تھیں ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی ایکلی ان داموں میں بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دونوں لونڈیاں بیچی تھیں لیکن مشتری یہ کہتا ہے کہ میرے قبضے میں ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہے کہ تو دونوں لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا قسم سے معتبر ہوگا اس لئے کہ اختلاف قدر مقبوض میں ہے پس قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب میں اور اس طریق اگر قدر مبیع میں اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض میں مبیع مشتری کہتا ہے کہ دونوں کو لیا ہے تو اگر ایک ہی پر میں نے قبضہ کیا اور بائع کہتا ہے کہ تو نے دونوں پر قبضہ کیا ہے تو بھی قول مشتری کا معتبر ہوگا مخلف۔

(۱۳) ولو اشتری عبدین صفقة و قبض احدهما و وجد به عیبا لم یکن له ان یرد المقبوض حتی یرد الآخر عندهما خلافا لابی یوسف و هو نظیر ما لو اشتری عبدا و امة صفقة و قبض احدهما و وجد بالآخر

میں سن عمر کے مانو سمجھے عیب نکلے اس طرف کو پھیر سکتا ہے۔

(۱۶) مبیع میں کسی کا حق نکل آنا

اور اگر مبیع میں کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے اور مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ جس قدر استحقاق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر کسی قطعے کے استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہے بس مبیع اگر کپڑا ہووے اور اس میں تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہیں ہے بلکہ اناج وغیرہ ہے تو اس میں تھوڑا نکل جانا مشتری کو ضرر نہیں کرتا اس واسطے کہ اس کو مرمانے سے پھیرنا لگا کر کپڑے میں بعض اوقات ضرر تھوڑا سا نکل جاوے تو ضرر کرتا ہے۔ اس واسطے کہ مشتری نے جس چیز کے ہونے کے لئے تھا وہ اب نہ ہو سکے گی۔

(۱۷) مبیع کے عیب کا علاج کرنا یا اسے استعمال کرنا

اگر ایک خورد اخریدہ کر اس میں عیب پایا اور پھر اس کا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اس پر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاوے گا اس لئے کہ یہ رضا ہے اور اگر سوار ہوا اس کے پھیرنے کے لئے یا پانی پلا نے کے لئے چارہ خریدنے کے لئے یا چارہ خریدنے کے لئے جب علیحدہ چڑھے چارا خریدا اور پانی پلانا ممکن نہ ہو (مثلاً دو گھوڑا شتر بے غیر سوار ہوئے نہ چلے یا مشتری چلنے سے عاجز ہو) تو زیادہ ساقط نہ ہوگا۔

(۱۸) مشتری کے پاس غلام سے قصاص لیا جانا

اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آن کر اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض میں گردن مارا گیا تو اول صورت میں مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونوں صورتوں میں بائع سے ثمن پھیر لوے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی قیمت دونوں حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لوے۔

فائدہ۔ یعنی وہی غلام کی اگر سارق نہ ہو تو کیا قیمت ہے اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہے لگا کر اوس جو تفاوت پر بڑھے اس قدر بائع سے پھیر لوے اور اسی طرح غیر قتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کی

جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آکر بسبب زچگی کے مر گئی

فائدہ۔ تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لوے اور صاحبینؒ کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر دونوں کی جتنی قیمت بڑھے اس قدر پھیر لوے۔ ہدایہ۔

(۱۹) بائع کی مبیع کے عیب سے برأت

اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ میں مبیع کے سب عیبوں سے بری ہوں اور مشتری نے اس کو منظور کر لیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نہ سکے گا اگر بائع نے نہ یہ عیب کا نام لیا تھا نہ لے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور بائع سب عیبوں سے بری رہے گا خواہ وہ عیب وقت بیع سے ہو یا قبل بیع کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہو گیا اوس سے بائع بری نہ ہوگا۔

فائدہ۔ درمختار میں اسی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے۔

باب البيع الفاسد

(۱) يبطل بيع مالیس بمال كالدم والميتة (۲) والحر (۳) والبيع به (۴) وكذا بيع ام الولد (۵) والمدبر (۶) والمكاتب (۷) و بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير بالنص اعلم ان المال عين يجري فيه التنافس والابتذال فيخرج التراب ونحوه والدم والميتة التي مات حتف انفه اما التي خنقت او جرحت في غير موضع الذبح كما هو عادة بعض الكفار و ذبائح المجوس فمال لانها غير متقومة كالخمر والخنزير ويخرج منه الحر لانه لا يجري فيه الابتذال بل هو مبتذل والمال الغير المتقوم مال غير ناما هانه لكنه في غير دينا مال متقوم فكل ما ليس بمال فالبيع فيه باطل سواء جعل مبيعا اوثمنا وكل ماهو مال غير متقوم فان بيع بالثمن اي بالدراهم او الدنانير فالبيع باطل وان بيع بالعرض او بيع العرض به فالبيع في العرض فاسد فالباطل هوالذي لايكون صحيحا باصله و وصفه والفاسد هو الصحيح باصله لا بوصفه عند ابي حنيفةؒ وعند الشافعيؒ لافرق بين الباطل والفاسد وتحقيق هذا في اصول الفقه

باب بیع باطل اور فاسد کے بیان میں

فائدہ: صحیح، باطل اور فاسد بیع کی تعریف

شرح وقایہ میں ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہ ہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع میں خلل پڑے بسبب مرار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہے بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب و قبول صحیح میں خلل نہ پڑے لیکن اس کے ثمن میں خلل واقع ہوئے اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل جو کہ مبیع عقد درالتعاطی نہ ہو یا اس شرط کی شرط ہو ئے جو منتفائے عقد کے مؤلف ہو ئے تو وہ بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ کمی وہ کل بیع خلل سے محفوظ ہے۔

اور اصل کتاب میں ہے کہ مال وہ چیز ہے جس میں آدمیوں کی رغبت ہو ئے اور اس کو لوگ خرچ کریں تو سمجھی اور خون اور جو جانور آپ سے مرجاوے اور شخص آزاد اور مال غیر ہے لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹ ہوئے یا اور کسی جلد ذکی کر لئے تحقیق کیا جاوے جیسا کہ بعض گذاری عادت ہے اور وہ بیچے جاوے کے مال ہیں لیکن شرع میں یہ چیزیں متقوم نہیں ہیں جیسے شراب اور سور اور مال شرع میں غیر متقوم ہے یعنی بے قیمت اس کی اہانت اور ذلیل کرنے کا حکم کیا ہوا ہے لیکن وہ اور چیزوں میں مال متقوم ہے تو جو چیز بالکل مال نہیں ہیں جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپ سے جو جانور مرا ہوا تو اس میں بیع باطل باطل ہے برابر ہے کہ اس کو مبیع بنا دیں یا ثمن۔ اور جو مال غیر متقوم ہے ہماری شرع میں جیسے شراب یا سور یا زبیہ بھی تو اس کو مگر بدلے میں روپے اشرفی کے بیچیں تو بیع باطل ہے اور مگر اسباب کے بدلے میں بیچیں یا اسباب کو ان چیزوں کے بدلے میں بیچیں تو اسباب میں بیع فاسد ہے اور ان چیزوں میں باطل تو باطل وہ بیع ہے کہ جس کی اصل اور وصف دونوں فاسد ہوں اور فاسد وہ ہے جس کی اصل صحیح ہو ئے اور وصف فاسد ہو ئے اور امام شافعیؒ کے نزدیک باطل اور فاسد میں کچھ فرق نہیں ہے اور تحقیق اس کی اصول فقہ میں ہے انتہی اور ہدایہ میں

ہے کہ بیع باطل ہیں ۔۔ شے مشتری کی ملک ہیں کسی طرح نہیں آتی تو اگر ۔۔ شے مشتری کے پاس تلف ہو جائے تو اس کا تاوان مشتری پر نہ ہوگا اور نیز اگر صدقہ جب مشتری اس شے پر قبضہ کر لیوے تو اس کا مالک ہو جاتا ہے اور اس شے کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے مثلاً ایک کھوڑا بدلے میں عمرو کے خون کے فریدا اور وہ کھوڑا زید کے پاس آیا ۔ ہلاک ہو گیا تو اس کی قیمت زید پر لازم نہ آوے گی کیونکہ بیع باطل ہے اور اگر زید نے ایک کھوڑا عمرو میں ثواب یا سود کے فریدا تو زید پر اس کی قیمت لازم آوے گی اور یہ زیادہ اس پر قبضہ کرنے کا تو وہ کھوڑا زید کی ملک میں آ جاوے گا اس واسطے کہ یہ بیع فاسد ہے اس قاعدہ کلیہ پر رہتا شروع ہے کہ اس باب کے سب مسائل اس قاعدہ میں کام آوے گا۔

(۱) خون اور مردہ کی بیع

باس بیع ہے اس چیز کی جو اس کے حق میں خون یا مردہ

فائدہ ۔ اس واسطے کہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں اور سے یہ کہ حرام ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ یعنی حرام ہے تم پر مردہ جانور اور خون اور گوشت سور کا اور اس جانور پر ذبح کے نام کسی معبود کا سوائے خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جس وقت حرام کرتا ہے کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہے اس کی قیمت اس کی ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابن عباس سے اور روایت کی بخاری و مسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپ کے مکہ میں تھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول نے ان کے حرام کی بیع شراب اور مردہ اور سور اور بتوں کی ۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا بہ چربی کو مردے کی طلی کرتے ہیں اس سے کشتیوں اور روغن ۔ کے ہیں اس سے آپ نے فرمایا نہیں وہ حرام ہے اللہ تعالیٰ یہود کو کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان پر حرام کی ان پر چربی یا ان ۔ ہوں کی تو بیچا اس کو پھر کھایا اس کو اور کھلایا اس کے دام اس کے۔

(۲) آزاد آدمی کی بیع

اور آزاد شخص کی

فائدہ ۔ اس واسطے کہ آزاد شخص مال نہیں ہے اور صحیح بخاری میں مروی ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہیں کہ دشمن ہوں گا میں ان کا دن قیامت کے ایک یہ شخص کہ ان نے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا ۔ دوسرے وہ شخص کہ جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اس کی اور ایک وہ شخص کہ جس نے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اس کو مزدوری اس کی۔

(۳) خون) مردہ اور حر کے عوض بیع

باطل ہے اس چیز کے عوض میں بیچنا بھی باطل ہے

(۴) ام ولد کی بیع

اور بھی باطل ہے بیع ام ولد کی

فائدہ ۔ اس واسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سنن میں کہ ذکر آیا بار یہ قبطیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپ نے کہ آزاد کر دیا ہے اس کو بیٹے نے اس کے بیٹی ابراہیم نے اور روایت کی بیہقی اور مالک نے ابن عمر سے کہ بیع کیا حضرت عمر نے بیع سے ام ولد کی تو نہیں بیچ کی جاوے اور نہ ہبہ کی جاوے اور نہ میراث میں تو وے خدمت سے اس سے ۔ لک اس کا جب تک چاہے پھر جب مر لیا تو وہ آزاد ہے۔

(۵) مدبر کی بیع

اور مدبر کی

فائدہ ۔ یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جو نہ ہے

جاوے۔ مدت معلوم ان کو کہتے ہیں جس کے بعد مکاتب کو کہہ دیا جاوے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے اور مدبر مشہور وہ ہے جس سے مالک کہے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جس سے مالک کی اولاد ہو جاوے تو آزاد ہے اور یہ سب شرعی لحاظ سے ایک بیع متعلق ہونے کی بھی چاہیے ہے اور اصل ہونا ان سب کا حضرت نے ذکر فرمایا کہ کتاب العتاق میں کہ بیع کیا جاوے کا مدبر مدت کیا جاوے کا اور آزاد ہو جاوے گا ثابت ہوں سے دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے۔

(۶) مکاتب کی بیع

اور مکاتب کی۔

فائدہ۔ اور یہ بیع صحیح ہے عتاقی اور بعض بالغ کا اور ام ولد کے اور دیگر مکاتب کی بیع صحیح نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے میں نے۔ اگر مکاتب بعض ہو تو اس کی بیع صحیح ہے اور دلیلیں میں اجماع کا ذکر کیا ہے کہ جائز ہے اس واسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپ نے مکاتب غلام ہے جب تک کہ باقی رہے اس پر ایک درہم اور نقل کیا اس کو بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی نسائی نے کہ آئی بریرہ رضی اللہ عنہا مانگنے کو حضرت عائشہ سے اپنے بدل کتابت میں جو کہ حضرت عائشہ نے کیا تھا

صحیح ہے مالک راضی ہو جاوے اس بات پر کہ مکاتب اپنے میں ان کو ایک درہم دے دیں اور تھوڑا تھوڑا کر دیں تو بھی یہ امر کر دیں گی تو اگر یہ ادا کرنے اس بات کا سے۔ مگر اس نے لیا انہوں نے نہیں راضی ہیں تمام اس پر کہ تیرا تو اختیار ہے اٹھ دے تو ذکر کیا حضرت عائشہ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تب فرمایا آپ نے کہ یہ واقعہ ہے اور ہو گا کہ ان کو اور ذکر کیا ان کے لاحق ہونے کا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کی بیع جب۔ یعنی جب وہ بیع پر راضی ہے ہو یہی دلائل قیاس کے۔

(۷) شراب اور خنزیر کی بیع

اور باطل ہے بیع اس مال کی جو شرع میں بے قیمت ہے جیسے شراب یا سور بیچے اشرفی کے بدلے میں۔

فائدہ۔ یعنی ان چیزوں کے بدلے میں جو شرع میں بیچے روپے اشرفی اور پیسے جن کا تعین ہو سے اس واسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جس وقت حرام کرتا ہے کوئی شے تو حرام کرتا ہے جس اس کی روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ذکر کیا اوپر حدیث بابرکت کے حرام کی امام شافعی نے بیع شراب اور مردار اور سور کی۔

(۸) وبيع فلس ضم الى حروف كلمة ضعف الى مئة ران سمى ثمن كل ؛ (۹) وصح في قن ضم الى مدبر او ام ولد غيره بحصته لان لمدبر محل للبيع عند البعض فضلا لاسرع الى الفساد كملك ضم الى وقف في الصحيح ؛ (۱۰) وبدابع الخمر بالخمر وعكسه اى البيع فاسد في الخمر حتى يجب قيمته عند الفتح ويملك هو بالقبض لكن البيع من الخمر باطل حتى لا يملك عين الخمر ؛ (۱۱) ولم يجز بيع سمك لم يصد او صيد والقي في خطيرة لا يؤخذ منها بلا حيلة وصح ان اخذها بلا حيلة لا اذا دخل بنفسه ولم يسد مدخله حتى لو دخل بنفسه وسد مدخله يجوز بيعه لان سد المدخل فعل اختيارى موجب للملك واعلم ان نقض كثير من مسائل فى ملك وحد وقال لم يجز لكن لم بين ان البيع باطل او فاسد وانا بين ذلك ان شاء الله تعالى فنقول البيع الذى لم يقصد بيعه ان يكون بيع باطلا وهو الذى

بالدراهم والدنانير ويكون فاسداً اذا كان بالعرض لانه مال غير متقوم فالاحراز (لا احراز فيه وما السمك الذى صيد والقير فى حظيرة لايوخذها بالاحيلة يبقى ان يكون البيع فيه فاسداً لانه مال مملوك لكن فى تسليمه عسر (١٢) وبايع حمر فى الهواء ينبغى ان يكون باطلا كبيع الصيد قبل ان يصطاد (١٣) وبيع الحمل (١٤) والنتاج ينبغى ان يكون باطلا لان المتاع معدوم فلا يكون مالاً والحمل مشكوك الوجود فلا يكون مالا (١٥) والتبن فى الضرع (١٦) ذكروا فيه على احتمالها الله لا يعلم الله لبن اودم اوربح فعلى هذا يبطل البيع لانه مشكوك الوجود فلا يكون مالاً والثابت ان الذى يوجد شيئاً فشيئاً كملك البائع يحتاط بملك المشترى

(٨) آزاد اور غلام کو اور بکری و سردار کو ملا کر بیچنا

اور اگر بائع نے آزاد اور غلام کو ملا کر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور سردار کو (جس پر قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہو) یا اور کسی کے نام پر ذبح کیا جاوے یا دونوں ذبح کے مر گیا ہو تو دونوں کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ ادا ہوئی ہو۔

فائدہ۔ مثالوں سے سمجھ کر بیچا میں نے ان دونوں کو بدلے میں دو روپے کے ایک روپیہ قیمت ہے مذہب کی اور ایک روپیہ سود کی۔

(٩) غلام و مدبر کو ملا کر بیچنا

اور اگر غلام اور مدبر کے ساتھ خواہ یا نے غلام کے ساتھ ملا کر بیچے یا اپنی ملک کو اپنے رکھی کے ساتھ ملا کر فروخت کرے تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہو جاوے گی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہ ہوگی۔

فائدہ۔ اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ معین نہ ہوئی ہو۔

(١٠) شراب اور سامان کا مبادلہ

اور اسباب کا بیچنا بدلے میں شراب کے یا شراب کا بدلے میں اسباب کے فاسد ہے۔

فائدہ۔ یعنی یہ بیع فاسد ہے اسباب میں تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کر لے گا اس صورت میں اس کی قیمت اس پر لازم آوے گی اور اس کا مالک ہو جاوے گا لیکن شراب میں باطل ہے یہاں تک کہ عین شراب کا مالک نہیں ہو سکتا جس کی طرف سے شراب ضبط ہوئی ہے وہ اس کی قیمت لے گا۔

(١١) شکار سے پہلے مچھلی کی بیع

اور باطل ہے بیع مچھلی کی دریا میں قبل پکڑنے کے اس کو روپے اشرفی کے بدلے میں ہو دے اور فاسد ہے اسباب کے بدلے میں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نہی کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مچھلی کو پانی میں بیشک اس میں خطر ہے یعنی دھوکا ہے۔ روایت کیا اس کو امام احمد نے اور اشارہ کیا اس طرف کہ موقوف ہونا اس کا صواب ہے اور روایت کی امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں عمر بن خطاب سے کہ فرمایا انہوں نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی میں بیشک وہ دھوکا ہے اور نکالا مچھلی اس کا ابن مسعود سے

اور اگر مچھلی کو پکڑ کر کے ایسے گڑھے میں ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اس کو پکڑ سکتے ہیں تو اس کی بیع جائز ہے اور بغیر جال یا شست کے نہیں پکڑ سکتے ہیں تو فاسد ہے اور مچھلیاں دریا سے ایک طرف گڑھے میں آن کر جمع ہو رہی ہیں اور ان کی راہ دریا کی بند کر دی تو بیع ان کی جائز ہے اور یہ حسن ہے اور بھی باطل ہے۔

(۱۲) اڑتے پرندہ کی بیع

بیع ہوا میں اڑتے جانور کی۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ قبل پکڑنے کے وہ حد میں نہیں آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی جائز نہیں اس واسطے کہ اس کی تسلیم پر قدرت نہیں ہے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دانے کے بدلے سے روایت کیا اس کو مسلم نے ابو ہریرہ سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا ہو کہ واپس آ جاتا ہو بے تکلف کے تو جائز ہے بیع اس کی اور نہیں جائز۔

(۱۳) بچہ کی بیع جو ابھی پیٹ میں ہے

اور حامل ہے نتج بچے کی پیٹ میں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ حدیث ابی سعید میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدنے سے اس چیز کے جو پیٹ میں ہے چوپایوں کے یہاں تک کہ نہیں روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اس چیز کی جو نر کی پشت میں ہو سے اور مادہ کے شکم میں۔

(۱۴) نتاج کی بیع

اور بچے کے بچے کی

فائدہ۔ یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہے ویسے ہی اس بچے کے بچے کی جس کو عربی میں نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہیں روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمر سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کی یعنی ولد الولد کی اور ابن عمر سے حبل الحبلہ کے بھی حق مصنف عبدالرزاق میں بسند صحیح منقول ہیں اور یہی سوافق ہیں لغت کے اور قریب ہیں ازروئے لفظ کے اور اسی طرف گئے ہیں امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ نے اس حدیث کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جس چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا پیٹ ہووے گا اور پھر بچے کا بچا اس وقت تک دام دوں گا تو بیع نہ ہو جہالت بیعاد کے فاسد ہے۔ تعلیقانی

(۱۵) دودھ کی بیع جو ابھی تھن میں ہے

اور جائز نہیں بیع دودھ کی تھن میں جانور کے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ حدیث ابی سعید میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اس چیز کی جو تھنوں میں جانور کے ہے اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہاں تک کہ کھانے کے قابل ہووے اور بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن میں روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور دار قطنی نے اور ذکر کیا اس کو ابو داؤد نے مراسیل میں تعریف کے اور یہی راجح ہے اور ممکن ہے کہ اس کو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اس کو بیہقی نے روایت ابن ابی شیبہ نے مصنف میں تعریف سے انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپ نے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن میں اور گوشت بکری میں یا چربی اس کی یا سرین اس کے یا پائے اس کے یا ہاتھ اس کی جب زندہ ہووے یا آٹا گیہوں میں یا گھی دودھ میں۔ منہ

(۱۶) تھنوں کے دودھ کی بیع کیوں جائز نہیں

جاننا چاہئے کہ دودھ کی تھن میں بیع جائز نہ ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ معلوم نہیں کہ تھن کے اندر دودھ ہے یا نہیں ہے یا بیع ہو تو اس صورت میں بیع باطل ہونی چاہئے اس واسطے کہ اس کے وجود میں شک پڑ گیا دوسری وجہ یہ ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا ہوتا جاتا ہے بعد بیع کے دوہنے کے پہلے گر دودھ گیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے نکلا ہوا مبیع چاہئے اور یہ مبیع چاہتی ہے کہ بیچا نہ جاوے۔

فائدہ۔ اسی واسطے ہم نے اس کو جائز نہیں کہا نا۔ دونوں صورتوں کو شامل ہو جائے۔

(۱۷) والصوف على ظهر الغنم لانه يقع التنازع في موضع القطع وكل بيع يفضي الى المنازعة فهو فاسد (۱۸) وجذع في سقف وذراع من ثوب ذكر موضع قطعه او لافان البيع فيهما فاسد و لمزيد ثوب بصرة القطع ويعود صحيحا ان قطع او قطع الزراع قبل فسخ المشتري لان المفسد فمزال وضربة القانص وهي مايحصل من الصيد بضرب الشبكة مرة وهذا البيع يبطل ان يكون باطلا لما ذكر في الطير في الهواء (۱۹) والمزابنة وهي بيع الثمر على النخيل بتمر مجذوذ مثل كيله خرصا مثل كيله حال من الثمر على النخيل وخرصا تميز عن المثل او يكون الثمر على النخيل مثلا بطريق الخرص لكيل الثمر المجذوذ وفيهما البيع من البيوع الفاسدة بشبهة الربوا (۲۰) و لملامسة والقاء الحجر والمنابذة وهي ان يتساوما سلعة لزم البيع ان يمسها المشتري او يرمي عليها حصاة او ينبذها البائع اليه فهذه البيوع فاسدة لان انعقاد البيع معلق باحد هذه الاقسام فيكون كالقمار

(۱۷) اون کی بیع پیٹھ پر

اور فاسد ہے بیع اون بھیڑ کی پیٹھ پر اس لئے کہ محل قطع میں تنازع ہوگا اور جس بیع میں جھگڑا ہو ایسی وہ فاسد ہے۔

فائدہ۔ اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جواز اس کا نہ کرے۔

(۱۸) چھت کی ایک لکڑی یا ہاتھان کے ایک گز کی بیع

اور ایک لکڑی کی چھت میں اور ایک گز کی کپڑے میں اگر چہ اس کے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہو ہے یہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاوے گی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے کے مشتری کے کڑی کو کھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو شکاری کے ایک بار جال لگانے میں پھنسے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ اس میں دھوکا ہے اور منع کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اور اسی طرح باطل ہے بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے میں کیونکہ منع کیا اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابن حبانؒ تک روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے

(۱۹) بیع مزابنہ

اور فاسد ہے بیع مزابنہ اور وہ یہ ہے کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اندازہ سے واسطے شبہ ربوا کے۔

فائدہ۔ اسی طرح سے کھاتہ یعنی گیہوں کو بالی میں بیچے اس گیہوں کے بدلے میں جو کٹے ہوئے الگ رکھے ہیں اکٹھل سے اور یہ بھی ہر ہوئے کو شامل ہے اس واسطے کہ اس میں گمان بیاج کا ہے بسبب شبہ زیادتی کے اور اس واسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے اور روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کہا اس کو ترمذیؒ نے۔

(۲۰) بیع ملامسہ بیع حصاۃ اور منابذہ

اور فاسد ہے بیع ملامسہ اور بیع حصاۃ اور منابذہ کی اس لئے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ساتھ ایک فعل کے ان تینوں سے مثل جوئے کے۔

فائدہ۔ یہ تینوں بیع مروج تھیں زمانہ جاہلیت میں بیع ملامسہ اسے کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری ترک کریں ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اس کو مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہو جائے اور بیع حصاۃ اسے کہتے ہیں کہ مشتری جب اس پر کنکر گرا دیوے تو بیع لازم ہو جائے اور بیع منابذہ یہ کہ جب بائع بیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جائے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاریؒ نے حدیث انسؓ میں کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلمؒ اور چاروں اصحاب سنن نے ابوہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصاۃ سے۔

(۲۱) ولا يبيع ثوب من ثوبين الا بشرط ان ياخذ ايهما شاء ولا المراعي ولا اجارتها بيع المراعي اى الكلاء باطل لانه غير محرز وما اجارتها فلانها اجارة على استهلاك عين (۲۲) ولا النحل الامع الكوارة الكوارة بالضم و التشديد مسكن النحل اذاسوىء من طين هذا عندابي حنيفة و ابي يوسفؒ فيتبعه ان يكون البيع باطلاً عندهما لعدم المال المتقوم وعند محمدؒ والشافعيؒ يجوز الاتباع محرزاً (۲۳) وقد القروبيضه فعندابي حنيفة بيعهما باطل وعند ابي يوسفؒ يجوزان ظهر الفزوعندمحمدؒ يجوز مطلقاً (۲۴) والآبق الامعن زعم انه عنده وزعم اى قال فهذا بيع فاسد لوجود المال المتقوم الاانه لاقدرة على تسليمه فانه اذاقال المشترى انه عندى فبع يجوز (۲۵) ولبن امرأة في قدح لما قال في قدح لان بيع اللبن في الضرع وقد ذكر قبلين امرأة انما يبطل بيعه لانه من اجزاء الآدمي فلايكون مالاً و فيه خلاف الشافعي و عند ابي يوسفؒ يجوز بيع لبن الامة اعتبار اللحزء بالكل ولانى حنيفة ان اللبن غير نازل في اللبن فهي باقية على اصل الآدمية (۲۶) وشعر الخنزير فان انتفع فيه باطل و ان حل الانتفاع به للخرز ضرورة (۲۷) والشعرالآدمي فان بيعه باطل و لاالانتفاع به ولا جلد الميته قبل دبغه فان بيعه باطل و ان صح بيعه والانتفاع به بعده (۲۸) كعظمها وعصبها وصوفها وشعرها و قرنها ووبرها فان بيع هذه الاشياء صحيح وكذاالانتفاع بهالان الموت غير حال في هذه الاشياء (۲۹) والفيل كالسبع خلافاً لمحمدؒ حتى يجوز بيع عظمه والانتفاع بعظمه خلافاً لمحمدؒ فانه كالخنزير عنده

(۲۱) ایک کی بیع دو کے بدلے بلا تعیین

اور نہیں جائز ہے بیچنا ایک کپڑے کا دو کپڑوں سے بلا تعیین مگر بشرطیکہ اس کے کہ لیوے مشتری جس کو چاہے اور باطل ہے بیچنا گھاس کا زمین میں اس واسطے کہ وہ غیر محفوظ یا متعوض ہے اور اس کو کھلے رہنا اس کے اجارہ سے باطل ہونے پر۔

فائدہ: اس واسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے سنن میں جریر بن عثمان سے انہوں نے ابی خراش بن حبان بن زید سے انہوں نے ایک مرد صحابی سے کہا کہ جہاد کیا میں نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ سنا تھا میں آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں اور روایت کیا اس کو احمد نے مسند میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور اسناد کی ابن ہمدی نے کامل میں اتھا اور ابن معین سے کہ جریر راوی اس حدیث کا ثقہ ہے اور مجہول عدالۃ کا صحابی کا مضر نہیں۔

(۲۲) شہد کی بیع مکھیوں سمیت

اور باطل ہے بیع شہد کی مکھیوں کی کہ جب ایک چھتے میں شہد اور مکھیاں دونوں ہوں تو بیع مکھیوں کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہو جائے گی اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیوں کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہوں جائز ہے (اور اسی پر فتویٰ ہے) مختار

(۲۳) ریشم کے کیڑوں کی بیع

اور ریشم کے کیڑوں کی اور اس کے تخم کی (یعنی جس کے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے) امام صاحبؒ کے نزدیک جب ان کیڑوں میں ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑوں کی ریشم کی تبعیت میں درست ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت میں درست ہے۔

فائدہ۔ اور یہی قول ہے ہمارے مشائخ کا اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار

(۲۴) بھاگے ہوئے غلام کی بیع

اور باطل ہے بیع بھاگے ہوئے غلام کی بیع فاسد ہے۔ (اس واسطے کہ حدیث ابی سعید میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ جس شخص سے اس کے پاس گمان ہو اس غلام کے ہونے کا (اس واسطے کہ وہ مشتری کے حق میں بھاگا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کے قبضہ میں ہے)۔

(۲۵) عورت کے دودھ کی بیع

اور باطل ہے بیع عورت کے دودھ کی اگر چہ برتن میں ہو اسے اس لئے کہ وہ جزو آدمی کا ہے پس نہ ہوگا مال یا جزو مال کا درمختار میں اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہے واسطے اختیار حرج کے ساتھ کامل کے اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔

فائدہ۔ اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہیں امام محمدؒ اور مالکؒ۔ فتح القدیر میں ہے کہ نفع اٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہے یہاں تک کہ بعض مشائخ نے آنکھ میں ڈالنے کے لئے بھی منع کیا ہے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے دوا کے واسطے۔

(۲۶) سور کے بالوں کی بیع

اور باطل ہے بیع سور کے بالوں کی (اس واسطے کہ وہ نجس العین ہے) اور سوزہ پیچنے کے لئے اس سے انتفاع جائز ہے۔

فائدہ۔ اور اگر کہیں بدوں خریدے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خریدنا اس کی جائز ہے اور بائع کو اس کی بیع حرام ہے تو اس کی قیمت حلال نہیں بائع کے لئے اور بال اس کا پانی کر بقول صحیح نجس کر دیتا ہے امام ابی یوسفؒ کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے درمختار۔

(۲۷) آدمی کے بالوں اور مردار کی کھال سے انتفاع

اور باطل ہے بیع آدمی کے بالوں کی اور حرام ہے نفع اٹھانا اس سے اور بھی باطل ہے بیع مردہ جانور کے کھال کی قبل دباغت کے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ روایت کی ترمذی اور ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عکیم سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اٹھاؤ مردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اس کے پٹھوں سے۔ ہذا اور بعد دباغت کے اس کو بیچنا اور کام میں لانا درست ہے

فائدہ۔ اور دلیل اس کی کتاب الطہارۃ میں گزریں اور قوی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقے میں اور وہ مرگئی تو گزرے ہمارے پاس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپ نے کیوں نہیں نفع لی تم نے کھال اس کی اور دباغت کر کے نفع نہ اٹھایا۔ کہا صحابہؓ نے کہ وہ مردہ ہے فرمایا آپ نے کہ مردے کا صرف کھانا حرام ہے۔

(۲۸) مردار کی ہڈی وغیرہ

اسی طرح مردار جانور کی ہڈی اور اون اور بچھے در بال اور سینگ سے نفع لینا اور ان کا بیچنا جائز ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں اور بسبب ان کی کتاب الطہارۃ میں گزری کہ موت ان میں مزیت نہیں کرتی۔

(۲۹) ہاتھی کی ہڈی وغیرہ

اور ہاتھی خشکی درندوں کے سے ہے اس کی ہڈی کا بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا درست ہے تمام امامؒ کے نزدیک جائز نہیں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھی مثل سور کے نجس العین ہے اور صحیح ہمارا مذہب ہے اور اسی کی مؤید ہیں بہت سی احادیث جن کا بیان فصل دباغت میں کتاب الطہارۃ سے گزرا۔

(۳۰) والبيع على ان يحط عنه كذا كان العقد على الحال وسقط الحط وعلى ان يحط عنه كذا ان عجل نقد كذا وان أخر كذا فالعقد على الأخير وان لم يفترقا على شيء فالعقد على الأول وان افترقا على أحدهما فسد (۳۱) وبيع ما يخرج منه كالثمر والسمسم والزيتون والقطن والنوى والسمسم والزيتون والقطن والنوى والسمسم والزيتون والقطن والنوى

حضرت آئی رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے زید بن ارقم کے ہاتھ ایک غلام بیچا اس سے دو مہینے کی ادھار پر خریدا پھر میں نے اس سے چھ سو روپے نقد میں حضرت عائشہ کے لئے خریدا پھر اس غلام کو زید بن ارقم کے ہاتھ آٹھ سو روپے میں بیچا تو میں نے کہا کہ اے ام المؤمنین دیکھئے زید نے کیا برا کام کیا اس نے میرا جہاد اور میرا حج باطل کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر زید نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو باطل نہ کیا ہو تو تیرا جہاد اور تیرا حج باطل ہو گیا۔ (۳۴) وَيُرَدُّ عَلَى الْبَائِعِ بِنَظِيرِهِ وَيَطْرَحُ عَنْهُ بِكُلِّ طَوْفٍ كَذَا طَلَاقًا لِأَنَّ الْفَسَادَ لَا يَقْتَضِي الْعَقْدَ بَلْ يَمْتَنِعُ الْعَقْدَانِ يَطْرَحُ بِإِزَاءِ الطَّرَفِ مَعْمُورَةٌ كَمَا فِي الْجِسَانِيَّةِ وَهِيَ مِثْلُ بِخِلَافِ شَرْطِ طَرْحِ وَزْنِ الظَّرْفِ عَنْهُ (۳۵) وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي نَفْسِ الظَّرْفِ وَبِقَدْرِهِ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي إِنِ اشْتَرَى مِمَّا فِي يَدِ وَرَدِ الظَّرْفَ وَعَشَرَةَ أَرْطَالٍ فَقَالَ الْبَائِعُ الزِّقُّ غَيْرُ هَذَا وَهُوَ خَمْسَةُ أَطْلَالٍ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي (۳۶) وَبَطَلَ بَيْعُ الْمَشَاعِ وَهُنَّهُ وَصَحَّافِي الطَّرِيقِ إِنِ صَحَّ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ فِي الطَّرِيقِ قَبْلَ أَنْ يُرِيدَ رُقْبَةَ الْمَشَاعِ وَالطَّرِيقِ الْمَقْدَارَ مَا يَسْلُكُ لِمَاءِ مَجْهُولٍ فَلَا يَجُوزُ فِيهِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَالطَّرِيقُ الْمَعْرُوفُ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قَدْرَهُ بِعَرْضِ بَابِ الدَّارِ كَذَا فِي بَابِ الْقِسْمَةِ فَيَجُوزُ فِيهِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَإِنْ أَرَادَ حَقَّ التَّسْيِيلِ فَإِنْ كَانَ عَلَى الْأَرْضِ فَمَجْهُولٌ لِأَنَّهُ يَمُرُّ وَإِنْ كَانَ عَلَى السَّطْحِ فَهُوَ حَقُّ التَّعَلِّي وَهُوَ حَقٌّ مُتَّصِلٌ بِعَيْنٍ لَا سَفْلٍ وَهِيَ أُمُورٌ فِيهِ رِوَايَتَانِ وَجْهُ الْبُطْلَانِ أَنَّهُ غَيْرُ مَالٍ وَجْهُ الصِّحَّةِ الِاحْتِيَاجُ إِلَيْهِ وَهُوَ حَقٌّ مَعْلُومٌ مُسْتَحَقُّ الْعَيْنِ مَالٌ (۳۷) وَصَحَّ الْمُسَلَّمُ بَيْعُ حِصْرٍ وَحَصِيرٍ أَوْ نَوَاتِهِمَا دُونَ الْحَصِيرِ وَحْدَهُ فَيَبْطُلُ بَيْعُ حِصْرِهِ فَقَوْلُهُ وَصَحَّ عَطْفٌ عَلَى الْمَشْهُورِ مَرْجُوعُ الْمُتَصِلِ فِي قَوْلِهِ وَنَحْوِهِمَا الْمَنْسُوجُ جَائِزٌ وَجُودُ الْمُتَصِلِ وَهُوَ قَوْلُهُ فِي الطَّرِيقِ وَهُنَّهُ عَطْفٌ عَلَى حَقِيقَةٍ وَعَطْفُهُمَا لَا يَجُوزُ لِأَنَّ الْمُوَكَّلَ لَا يَمْلِكُ بِنَفْسِهِ فَلَا يُؤَثِّرُ خَبَرُهُ وَلَهُ أَنَّ الْعَاقِدَ وَهُوَ الْوَكِيلُ يَتَصَرَّفُ بِعِلْمِهِ (۳۸) وَالْبَيْعُ مِنْ شَرْطِ يَقْتَضِي الْعَقْدَ كَشَرْطِ الْمِلْكِ لِلْمُشْتَرِي وَلَا يَقْتَضِيهِ وَلَا نَفْعَ فِيهِ لِأَحَدٍ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الدَّابَّةَ فَصَحِيحٌ بِخِلَافِ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ نَفْعٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ أَوِ الْمَبِيعِ بِسَعْدٍ أَيْ يَكُونُ الْمَبِيعُ أَعَمَّ لَا لِاسْتِحْقَاقِ النَّفْعِ بِأَنْ يَكُونَ أَعَمَّ فَقَطْ بِأَنْ لَا نَفْعَ فِيهِ لِأَحَدٍ وَلَا نَفْعَ فِيهِ لِاحْتِرَازٍ بِهِ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَالْمَبِيعُ حَتَّى لَوْ كَانَ النَّفْعُ لِلْمَبِيعِ الَّذِي لَا يَسْتَحِقُّ فَسَخَ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الْجَارِيَةَ الْمَبِيعَةَ لَا يَكُونُ هَذَا الشَّرْطُ مُفْسِدًا كَشَرْطِ أَنْ يَقْطَعَ ثِيَابَهُ فُلَانٌ أَوْ يَخِيطَهُ قَبَاءً أَوْ يَحْمِلَهُ نَعْلًا أَوْ يُشْرِكَهُ أَيْ يَجْعَلَ لَهُ شَرِيكًا هَذَا نَظِيرُ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَلَهُ نَفْعٌ لِلْمُشْتَرِي وَصَحَّ فِي الْعَيْنِ اسْتِحْسَانًا مِمَّا يَجُوزُ فِي النَّعْلِ لِلتَّعَامُلِ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ أَوْ يَسْتَخْدِمَهُ شَهْرًا أَيْ يَسْتَخْدِمَهُ لِلْبَائِعِ شَهْرًا وَهَذَا نَظِيرُ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَلَهُ نَفْعٌ لِلْبَائِعِ

(۳۳) قیمت کی وصولی سے پہلے مبیع کو دوسری سے ملا کر خریدنا

خواہ ایک لاکھ روپے میں خریدی ہو یا دس لاکھ میں قیمت کی وصولی سے پہلے مبیع کو دوسری ایک لاکھ روپے کی چیز سے ملا کر خریدنا جائز نہیں کہ مبیع ایک لاکھ کی ہے اور دوسری چیز کو ملا کر خریدنے کی وجہ سے قیمت دو لاکھ ہو گئی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

قاعدہ اس وقت ہے کہ پہلی لاکھ کی قیمت سے پہلے اس سے کم کوئی چیز دوسری میں بیچ جائز نہ ہو گی اور دوسری لاکھ کی میں بیچ ہو جائے گی۔

(۳۴) تیل کو برتن سمیت تولنا

تیل کو اس طرح خریدا کہ برتن سمیت تول لیں گے اور برتن کے وض مثلاً پانچ سیر مقرر کر لیں گے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہو یا زیادہ تو یہ فاسد ہے اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہے اتنا حساب میں مجرا کر لیں گے تو درست ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ پہلا قول خلاف دستور اور خلاف مقتضائے عقد ہے کیونکہ احتمال ہے کہ برتن پانچ سیر کا ہو اور کم و بیش اور دوسرا قول واقعی دستور اور موافق مقتضائے عقد ہے اور تیل کی قید سے مخرج ہے کیونکہ برتن کے ہر وزنی چیز میں یہی حکم ہے۔

(۳۵) برتن میں اختلاف کا فیصلہ

اور گھی کپے میں خریدا اور مشتری سے جب گھی پیمانے سے ناپا گیا تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کپا اور تھا اور وہ پانچ سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کپا تھا تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ کپے پر تو بعض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا۔ ہدایہ اور یہاں بھی قیاس کی اتفاقی ہے بلکہ جو وزنی چیز ہو اس میں یہی حکم ہے۔

(۳۶) نالی اور راستہ کی بیع

باطل ہے مسئلہ یعنی پانی بیچے گی جگہ کی بیع اور یہ اس کا درست بیچنا اور یہ راستہ کا۔

فائدہ:۔ یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے کی زمین پر پانی بہہ کے جاتا ہے تو اس شخص کی زمین پر پانی بہہ کے جاتا ہے اس نے نالی زمین بیچ دی تو باطل ہے اور کوئی ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہے اور اس نے راستہ بیچا تو صحیح ہے

بعض علماء نے کہا ہے کہ نالی سے یا قنات نالی مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے (جیسے نہر یا کنواں وغیرہ) اور راستہ سے یہ مراد ہے کہ اتنی جگہ جس میں سے گزرتا ہے تو پانی پینے کی متعدد راہوں سے اپنے آدمی کی بیع اور ہبہ جائز نہیں۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ اس کا طول و عرض معین معلوم ہو ورنہ اور جب اس کا طول و عرض بیان کر دیا ہے اس طرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہو جاتا ہے تو جائز ہے۔ بیع اس کی بھی ہوسکتی ہے کہ زمین مرتفع نے اپنا پانی پنے کی جگہ سے گھیس اس کے حدود اور جگہ بیان کر دی ہے تب بھی جائز ہے۔ ذکر کیا اس کو قاضی خان نے طحطاوی۔

ہدایہ اور قہستانی ہے اگر اس کے حدود بیان کر دیئے اور اگر نہیں بیان کئے جب بھی وہ معتبر ہے روایت کے اعتبار سے جیسے تقسیم زمین میں تو جائز ہے اس میں بیع اور ہبہ اور یا مسیل سے حق سیل یعنی پانی پنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر ہے تو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو حق سیل ہے یعنی یہ حق کہ چھت سے پانی بہے زمین پر جو باقی ہے مجہول ہے بتاویل (ہبہ چھت کر جائے گا۔

شامی:۔ اور اسے اگر بیچ کرنے کا ارادہ ہے تو اس مدت کو بیان کرنا چاہیئے۔

فائدہ:۔ ایسا ہدایہ میں بیع اس کی صحیح ہے اور ہبہ کی روایت میں باطل ہے بعد فقہاء نے کہ کثر فقہاء نے روایت اول سے اخذ کیا ہے اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہے۔

ہدایہ:۔ بیع باطل ہے کہ وہ صرف حق ہے اور مال نہیں ہے اور وجہ صحت یہ ہے کہ اس کی طرف مفتاح ہے اور ایک حق معلوم ہے متعلق سے اس چیز کے جو باقی ہے۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ حق قرار دینے کا زمین پر ہو دے اور جو چھت پر ہو دے تو باطل ہے۔

(۳۷) شراب و خنزیر کیلئے ذمی کو وکیل بنانا

درست ہے وکیل کرنا مسلمان کا ذمی کو دانے بیچنے یا خریدنے شراب اور سور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو اسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحبؒ کے

فائدہ:۔ لیکن مکروہ ہے مگر اہانت شدید ہو تو مسلم کو واجب ہے

[illegible] اور صورت مذکورہ میں اس کے لئے کوئی اختیار نہیں ہوگا اور صورت مذکورہ میں اس کے لئے کوئی اختیار نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس کے لئے اختیار ہوگا۔

فائدہ: مذکورہ مسائل سے یہ فائدہ حاصل ہوا۔

فائدہ: بیع باشرط

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ شرط کی دو قسمیں ہیں مفسد اور غیر مفسد۔ مفسد وہ ہے جس میں روایت کی مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے اور غیر مفسد وہ ہے جس میں مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط پائی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیع باش

على النص فالبيع فاسد عندهما حتى يملك بالقبض و يجب القيمة اى القيمة يوم قبضه حنيفة او معنى اى ان تملك في يد المشتري و جب عليه المثل حنيفا في ذوات الامثال و العدل معنى وهو القيمة في ذوات القيم (٣) (لكل منهما فسخه قبل القبض و كذا بعده ما دام في ملك المشتري ان كان الفساد في صلب العقد كبيع درهم بدرهمين او الفساد في هلب العقد الفساد الذي يكون في احد العوضين و لم له الشرط فان كان بشرط زائد كشرط ان يهدي له هدية ذكر في الذخيرة ان هذا قول محمد اما عندهما فكل واحد حق فسخ لان الفسخ لحق الشرع لا لحق احد المتعاقدين فايهما راعى صار فاسخا فان باعه المشتري او وهبه وسلمه او اعتقه صح و عليه قيمته وسقط حق الفسخ لانه تعلق به حق العبد و انه يفسخ حقا لله تعالى واذا اجتمع حق الله و حق العبد يرجح حق العبد لحاجته (٣٣) ولا يأخذه الثمن حتى يرد قيمته اى الثاني (و فسخ البيع الفاسد لا يأخذ المبيع حتى يرد الثمن لان المبيع محبوس بالثمن بعد الفسخ كما مات هو فالمشتري احق به حتى يأخذ قيمته ان ماع شايعا فاسد او وقع القابض ثم فسخ البيع ثم مات الثاني فللمشتري حق حبس المبيع حتى يأخذ الثمن و لا يكون اسوة لغرماء الثاني

(۳۹) ایسی شرط جس کا عقد مقتضی نہ ہو

اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جس کا عقد مقتضی نہ ہو اور نہ اس میں اس کا نفع ہو اور نہ شرع کی کوئی مقرر کردہ چیز ہو جیسے کوئی مکان بیچے اس شرط پر کہ بائع اس میں ایک مہینہ تک رہے گا یا کوئی کپڑا بیچے اس شرط پر کہ بائع اس کو کاٹ دے گا یا کوئی جانور بیچے اس شرط پر کہ بائع اس کی سواری کرے گا یا کوئی غلام اس شرط پر بیچے کہ بائع اس کو ایک مہینہ تک اپنی خدمت کرے گا یا کوئی اس صورت میں بائع کو نفع ہے یا دوسری مثال یہ ہے کہ ایک گیہوں اس شرط پر بیچے کہ بائع اس کو پیس دے گا یا کوئی اس کو قطع کر دے گا یا کوئی دوسرا کام کر دے گا یا کوئی اور چیز بیچے اس شرط پر کہ بائع اس کو کچھ دے گا یا کوئی اور کام کرے گا جس کا کوئی نفع بائع کو نہیں ہے یا اس کا کوئی نفع ہے مگر ایسا نفع ہے جو شرع کی مقرر کردہ چیز نہیں ہے جیسے کوئی مکان بیچے اس شرط پر کہ بائع اس میں ایک مہینہ تک رہے گا یا کوئی کپڑا بیچے اس شرط پر کہ بائع اس کو کاٹ دے گا یا کوئی جانور بیچے اس شرط پر کہ بائع اس کی سواری کرے گا یا کوئی غلام بیچے اس شرط پر

اور اگر ان دونوں نے بیع کی اور قبل اس کے کہ ان دونوں کے درمیان جدائی ہو جائے کسی ایک نے فسخ کر دیا تو فسخ صحیح ہو جائے گی

(۴۵) بیع کا منافع

اور بیع فاسد میں اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اس میں نفع کمایا تو مشتری پر یہ نفع حلال نہیں اور اس کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور بیع فاسد میں نفع کمانا حرام و خبیث ہے۔

قاموس میں اسی طرح ہے اور اصل کتاب میں نہ کورہے۔

(۱) اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی کپڑا یا کچھ اور چیز خریدی اور اس کو اس چیز میں کچھ عیب معلوم ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ اس چیز کو واپس کر دے اور اپنا روپیہ واپس لے لے۔

(۲) اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی اور اس کو اس چیز میں کچھ عیب معلوم ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ اس چیز کو واپس کر دے اور اپنا روپیہ واپس لے لے۔

(۳۶) مشتری نے زمین پر مکان بنالیا تو

(۳۷) مکروہات بیع میں گنجائش

(۳۸) دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا

(۴۹) شہر کو باہر جا کر نہ لینا

اور مکروہ ہے باہر جا کر لینا جب شہر والوں کو ضرر کرنے کے لئے کہ جب غلہ آتے ہوئے سنا ہے یا سامان شہر لائق اس سے متعلق ہوتا ہے۔ پس مکروہ ہے کہ بعض شخص آگے جا کے لیویں اور سب اس خریداری سے بے نیاز ہیں۔

فائدہ: یہ حکم اس وقت ہے کہ خبار سے نہ آتے ہوں شہر کے باہر جا کر ان سے خرید لینا مکروہ ہے بس کی کراہت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شہر میں قحط ہے اور یہ شخص وہاں جا

ولو کثر المولیٰ لمشتری	زاد فی الخروج لامر یعجب	فقد قال انی عزمت الخروج
بکفارۃ هی لی اوجب	فقلت الیہ نسعی یاسیدی	ننهی الی علمی الحلف

(۵۲) وبیع الحاضر للبادی صحیح فی الغلہ اتفاقی (۵۱) وان قحط صورۃ ان البادی یجلب الطعام الی البلد فیطرحه علی رجل یمسکن البلد لیبیع من اهل البلد بتمن غال فهذا یکره فی یوم الجمعۃ (۵۰) والبیع عند اذان الجمعۃ (۴۹) وتفریق صحیح عن ذی رحم محرم منه ملاحق مستحق هذا عندابی حنیفہ و محمد اما عندابی یوسف ان کانت القرابۃ قریبۃ ولاولاد لایجوز بیع احدهما بدون الاخر لقوله علیه السلام فی اخرک اخرک ولو کان البیع فاسدا لایسکنه الاسد اراک ولو کان یحق مسخر کدفع احدهما بالجنایۃ و لوده بالعیب لایکره (۵۳) ولایبیع من یرید

(۵۰) شہری کا دیہاتی سے خرید لینا

اور مکروہ ہے بیع حاضر کی البلدی سے غلہ میں جبکہ قحط میں جلب کرتا ہو واسطے فروخت کے ان محتاجوں کے۔

فائدہ: یہ حکم اس شخص کے واسطے ہے جو شہر میں رہتا ہے باہر سے غلہ وغیرہ لا کر بیچتا ہے اور اس کا گزارہ اسی پر ہے اس حدیث سے ثابت ہے روایت ہے جو کہ نبی نے ابن عمر سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر کے باد سے اور اس حدیث کے وہ معنی ہیں ایک یہ کہ شہر کا بیوپاری شہر کے باہر جا کر ان کے پاس سے پہلے غلہ جو باہر سے لوگ لاتے ہیں ان کے بھاؤ بیچ کر دام زیادہ لیں اور ان کو اختیار نہ لینے جانے میں دے کہ یہ باہر کا شخص غلہ لاوے گا اس کی طرف سے شہری مال ہوئے اور

کہ وہ ان سے سب غلہ خرید لیوے اور شہر میں لا کر خود بیچے تو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر یہ شخص نہ جانا اور نہ قافلہ والوں کو شہر میں آتا تو اہل شہر کو فائدہ دیتا دوسرے یہ کہ شہر میں قحط اور تنگی نہ ہو اور ان غافلوں کو شہر کا معلوم نہ ہو اور یہ کہ ان سے جا کر سستا خرید لیوے قریب دے کر اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو مکروہ نہیں ہے۔ بیہقی میں ہے روایت ابن عباس سے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اس کے بیچنا ہی خود درست ہے۔

والے پانی کے اور کپڑوں پر لگا کر دھونے سے اس کا حکم ختم ہو جاتا ہے اور اس کے ختم کرنے سے عمل آسان ہے یعنی جس دودھ کا اثر اب بے مکان تک نہ پہنچا ہو اس میں خلل نہ آنے سے بچنا بھی ممکن ہوتا ہے اور اس کے ختم کرنے میں بھی دشواری نہیں ہوتی ہے صحیح ہے اور مختار یہ ہے کہ پستان میں جو دودھ رکا ہوا ہو وہ نکالنے سے بھی ختم ہو جاتا ہے لہٰذا حکم ختم کرنے کا ہے۔

(۵۲) نامحرم غلاموں میں جدائی ڈالنا

اور جس دو بچوں میں سے ہر ایک نے ایسے نامحرم (یعنی جو ایسے دودھ سے کہ جو ان کے نکاح کو حرام کرتا ہے پیا ہے) دو عورتوں کا دودھ پیا ہو خواہ وہ دونوں عورتیں ایک ہی مرد سے دودھ والی ہوئی ہوں یا دو مردوں سے دودھ والی ہوئی ہوں اور وہ دونوں مرد ایک ہی عورت کے شوہر ہوں یا دو عورتوں کے شوہر ہوں اور ہر ایک عورت کا دودھ ان دونوں بچوں میں سے ایک نے پیا ہو جب کہ ان دونوں بچوں میں سے ہر ایک کا دودھ ان دونوں عورتوں میں سے ایک ایک سے ہو یا ان دونوں بچوں میں سے ہر ایک کا دودھ ان دونوں عورتوں میں سے ایک ایک سے ہو جب ان دونوں میں سے ہر ایک کا دودھ ان دونوں عورتوں میں سے ایک ایک سے ہو تو ان دونوں بچوں کے درمیان جدائی ڈالنا واجب ہے۔

علامہ عینی نے کہا کہ بعض علماء نے کہا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جدائی واجب نہیں ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ دونوں عورتیں دو مردوں کی بیویاں ہوں اور امام محمد کی بھی یہی رائے ہے اور یہی قول ہے قدوری اور ظہیریہ کا اور اصل اس باب میں عمل ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا جو کہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابوالبختری طائی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے جس نے دو نامحرم غلاموں میں جدائی ڈالی یعنی ایک کو ایک کے پاس سے بیچ کر یا ایک کو ایک کے پاس سے ہبہ کر کے یا ایک کو ایک کے پاس سے آزاد کر کے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور اس کے اہل و اولاد کے درمیان جدائی ڈالے گا۔ اور اللہ تعالیٰ درمیان میں کسی کے اور درمیان دوستوں میں کسی کے کسی قیامت کے دن کو کہ وہ بہت سخت روز ہے اور ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے اور ترمذی نے اس کو مسند کر کے بھی روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں یحییٰ بن عبداللہ ہے جس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کی اسناد میں یحییٰ بن عبداللہ ہے جس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کی اسناد میں اختلاف کیا گیا ہے اور اس میں اختلاف کے باوجود صحیح کہا گیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو اس طرح سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میں نے دو غلاموں میں جدائی ڈالی ہے یعنی ایک کو ایک کے پاس سے بیچ کر یا ایک کو ایک کے پاس سے ہبہ کر کے یا ایک کو ایک کے پاس سے آزاد کر کے تو کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو نے بہت برا کام کیا ہے تو توبہ کر اللہ تعالیٰ سے اور جدائی ڈالنے سے باز آ جا اور جس چیز کو تو نے جدا کیا ہے اس کو جمع کر دے یعنی ان کو ایک جگہ جمع کر دے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے اس کو بخاری اور مسلم کے اور بیہقی نے اس کو بخاری کے اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حزم نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا جائے اور ابن حزم نے جو اس کو ضعیف کہا ہے تو یہ ان کا تفرد ہے اور ابن حزم کا تفرد قابل اعتبار نہیں ہے۔

اور ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو اس طرح سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آ کر عرض کیا کہ میں نے دو غلاموں میں جدائی ڈالی ہے یعنی ایک کو ایک کے پاس سے بیچ کر یا ایک کو ایک کے پاس سے ہبہ کر کے یا ایک کو ایک کے پاس سے آزاد کر کے تو کیا میرے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو نے بہت برا کام کیا ہے تو توبہ کر اللہ تعالیٰ سے اور جدائی ڈالنے سے باز آ جا اور جس چیز کو تو نے جدا کیا ہے اس کو جمع کر دے یعنی ان کو ایک جگہ جمع کر دے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے اس کو بخاری اور مسلم کے اور بیہقی نے اس کو بخاری کے اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حزم نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا جائے اور ابن حزم نے جو اس کو ضعیف کہا ہے تو یہ ان کا تفرد ہے اور ابن حزم کا تفرد قابل اعتبار نہیں ہے۔

(۵۳) نیلامی

اور جو چیز غنیمت میں سے یا بیت المال کی چیز ہو

فائدہ: جس کو یہ اجازت دیتے ہیں اس کا حکم کہ وہ اپنی کتاب میں لکھ دے کہ میں نے اس کو اجازت دی ہے اور اس کا حکم ہے

علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اس نے کہا کیوں نہیں ایک کمبل ہے جس کو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ ان کو میرے پاس لے آ۔ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خریدتا ہے سو ایک مرد نے کہا میں ان کو جو ض ایک درہم کے خریدتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو یا تین بار کہ زیادہ علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دونوں کو دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں چیزیں اس کو دیں اور دونوں درہم انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اس نے ویسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اس کو دس درہم حاصل ہوئے سو اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خریدا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے ان قیامت کے اور بلغ سیاہی کا تیرے منہ پر ہووے بسبب سوال کے۔

باب الاقالة

(۱) هی فسخ فی حق المتعاقدین و بیع فی حق الثالث لاقالة فسخ فی حق المتعاقدین بیع فی حق غیرهما عند ابی حنیفة فان لم یمکن جعلها فسخا فی حقهما یبطل وقالا انه بیع فی حق الثالث انه یجب الشفعة بالاقالة فان الشفیع تالنهما و یجب الاستیراء لانه حق الله تعالیٰ والله تالنهما ر عند ابی یوسف هی بیع فان لم یمکن جعلها بیعا تجعل فسخا فان لم یمکن تبطل وعند محمد عکس هذا فبطلت بهذه الدلالة المبیعة هذا تفریع علی کونها فسخا اذ بعد الولادة لا یمکن الفسخ فتبطل عند ابی حنیفة و عندهما لاتبطل لانها تکون بیعا وصحت بمثل الثمن الاول و ان شرط غیر جنسه او اکثر منه اذانقدالاعلی غیر جنس الثمن الاول او علی اکثر منه فعندابی حنیفة یجب الثمن الاول لان الاقالة فسخ عنده والفسخ لایکون الاعلی الثمن الاول فذلک الشرط شرط فاسد والاقالة لاتفسد بالشرط الفاسد فصحت الاقالة وبطل الشرط وعندهما یکون بیعا بذلک المسمی و کذافی الاقل الا اذاذهب ذلک ای یجب الثمن الاول اذا نقدالاعلی اقل منه لاذاذهب فح یجب الاقل وهذا عندابی حنیفة وکذاعندابی یوسف تکون بیعا بالاقل فان الاصل عنده انه بیع وعند محمد تکون فسخا بالثمن الاول لا انه سکوت عن بعض الثمن الاول ولوسکت عن الکل واقال کان فسخا قهدا ولی الااذاذهب عیب فانه فسخ بالاقل (۳) ولم یمنعها هلاک الثمن بل المبیع (۱۴) وهلاک بعضه یمنع بقدره والله اعلم.

باب اقالے کے بیان میں

فائدہ: اقالہ کا ثبوت

اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پھیر لے مسلمان نادم بیع کو تو اللہ تعالیٰ قرض اس کی قیامت کے دن روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور صحیح کہا اس کو ابن حبان اور حاکم نے۔

(۱) اقالہ کی تعریف اور حکم

چاہئے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق میں تو فسخ بیع ہے اور سوا ان کے اور شخصوں کے حق میں مانند بیع جدید کے ہے تو اگر فسخ بائع اور مشتری کے حق میں نہ ہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا۔ (اور سوال اس کی آگے آتی ہے) اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہے تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ وقت اقالے کے شفیع کو لولی شفعہ کا پہنچتا ہے۔

فائدہ۔ مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اس وقت حق شفعہ ساقط کر دیا بعد اس کے اگر باب اقالہ بیع ہو تو زید و عمرو کے حق میں تو یہ اقالہ فسخ شمار کیا جاوے گا اور شفیع کے حق میں بیع جدید تو اب پھر اس کو دعویٰ شفعہ بیع کا ہو سکتا ہے درمختار۔

تنبیہ اور اگر ایک کوٹھری کی بیع ہوئی اور بعد اس کے اقالہ بیع ہوا تو اب پھر کوٹھری پر استمرار واجب ہوگا۔

فائدہ۔ یعنی اب بائع اول کو بھی اس کی جائز نہ ہوگی بغیر استمرار کے

(۲) صاحبین کا موقف

اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے تو اگر بیع زیادہ ہو سکتی تو فسخ شمار کیا جاوے گا اور امام محمد کے نزدیک فسخ ہے اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع شمار کی جاوے گی۔ تو باطل ہے اقالہ بیع کا

لونڈی میں جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آن کر مرے (مثلاً ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آن کر بعد قبض کے مر گئی تو اس اقالے کو فسخ نہیں بنا سکتے کہ اس واسطے کہ بیع میں زیادتی ہو گئی اور یہ مانع فسخ ہے تو یہ بطلان ہوگا کنایہ) امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہیں ہے کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہیں اور اقالہ کی قیمت کو درست ہے جو اول مقرر ہوئی تھی اگر روپے کے بدلے میں بیع ہوئی تھی اور اقالے میں اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی قیمت کا صرف پھیرنا لازم آوے گا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک شرط صحیح ہے اس واسطے کہ امام صاحب کے نزدیک اقالہ فسخ بھول ہے اور فسخ نہیں ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین کے نزدیک بیع جدید ہے تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی الا کی قیمت کی اس صورت میں درست ہے جب مبیع تلف مشتری کے پاس آن کر کوئی عیب ہو گیا ہو۔

(۳) ثمن کا ہلاک ہو جانا

وصحت اقالہ ہلاک ثمن مانع نہیں ہے البتہ ہلاک ہو بالمبیع کا۔ مانع صحت اقالہ ہے۔

فائدہ۔ یعنی اگر ثمن اہل بائع کے پاس تلف ہو جاوے تو یہ اقالے کا مانع نہیں اس واسطے کہ ثمن تلف ہے بیع میں اور اصل بیع ہے اور وہ موجود ہے اسی واسطے اگر مبیع تلف ہو جاوے گی مشتری کے پاس تو پھر اقالہ اس کا نہ ہو سکے گا۔ مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آ کر مر گیا تو اب اقالہ اس کا نہیں ہو سکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے مبیع ہلاک ہو گئی تو اقالہ باطل ہوگا اصل بیع قائم ہو جاوے گی بحر۔

(۴) مبیع کا کچھ حصہ تلف ہو جانا

اور اگر مبیع میں سے کسی قدر تلف ہو جاوے تو اسی قدر کا

باب المرابحة والتولية

باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان

میں مرابحہ اور تولیہ کی تعریف

باقی ہو جو اس بات کے لحاظ سے قیمت ہے اور جس کے بدلے میں کسی الاکت سے محفوظ رہتے ہوئے اور مرابحہ اور تولیہ کا ہوتا ہے مقدار ہے اور تولیہ کی بنیاد اس پر ہے کہ بائع نے جو کچھ خریدا ہے اس کو اسی قیمت پر بیچ دے اور مرابحہ کی بنیاد اس پر ہے کہ بائع نے جو کچھ خریدا ہے اس کو اسی قیمت پر بیچ دے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے اوپر کچھ نفع بھی لے لے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اس نے آپ سے خرید و فروخت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم سچ بولنا اور دھوکہ نہ دینا اور اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میں نے آج کل خرید و فروخت کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے کتنے میں خریدا ہے اس نے کہا کہ اتنے میں خریدا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اتنے میں بیچ دینا اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میں نے اتنے میں بیچ دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اب تم نے سچ بولا ہے اللہ تعالیٰ تم کو برکت عطا فرمائے۔

(۲) مرابحہ اور تولیہ کی شرط

اور شرط ان بیوعات کی یہ ہے کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی ثمن ہو۔

فائدہ: یا یہ کہ ثمنی ثمن اور چیز دونوں مرابحہ کے مشتری کی ملکیت ہو جائے ثمن مثلی جیسے روپے پیسے اور کیلی موزونی یعنی جو چیزیں ناپ تول کر بیچی جاتی ہیں اور جو گنتی کی جاتی ہیں یعنی نقد دنانیر یکساں اور قریب ہوتی ہیں اور قیمی ذوات یعنی جیسے حیوان اور ان کی کہ ان کے ضمان کی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے اور ثمن مثلی اس واسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسے چنانچہ بیع ہوش غلام کے خریدا کہ تو بیچ مرابحہ اور تولیہ قیمت ہوا پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت مرئی آنکھوں سے ہاں مگر مشتری کی حق میں جہالت تک نہ پہنچا ہے اس واسطے کہ قیمت میں ویسا ہی نقصان ہوتا ہے جیسا کہ ثمن میں اور ہر حالت میں کہ ثمن مثلی ہو اس کے مثل خریدنا جائز ہے خواہ اس کی قیمت زیادہ ہو یا کم ہو یا برابر ہو اس کے مثل خریدنا جائز ہے خواہ اس کی قیمت زیادہ ہو یا کم ہو یا برابر ہو اس کے مثل خریدنا جائز ہے خواہ اس کی قیمت زیادہ ہو یا کم ہو یا برابر ہو

مرابحہ جائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ کپڑا خریدا ہو کسی کپڑے نے اور اس کو بیچنا چاہا کپڑا خریدنے کے وقت نے اور کپڑا متقوم ہو بظاہر تو بیچ دیوے کہا کہ کپڑے کے مشتری نے کہ مرچہا خریدا ہے میں نے یہ کپڑا اس کپڑے کے اور کچھ نفع پر بیچا تجھ کو ہے یا کہا کہ زید نے اس کپڑے کا بیچنے پر کافی ہے تیرے

(۳) اہمیت وافادیت

اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف حاجت اس واسطے ہے کہ جو شخص وقت اور اوزان سے خرید و فروخت میں مشغول نہ ہو یا کسی واقف کے اوزان پر تکیہ نہ کرے کہ بائع اس بات پر خرید کر سکتا ہے اور اس سے بیچنے کی فرمائش کرتا ہے اس واسطے ان دونوں بیعوں کا مدار امانت اور دیانت پر ہے اور ضرور ہے اس میں احتراز خیانت اور شبہ خیانت سے۔

(۴) جو چیزیں اصل لاگت میں شمار ہیں

اور اصل لاگت کپڑے میں شریک ہونی ضروری بھلائی اور رنگائی اور بچھوائی کی اور اسی طرح ہر زیادتی میں ہوائی کی مزدوری اور لگنے میں بار برداری کی۔

فائدہ: اور بچھڑ کر لپیٹنے کے نکلنے کی مزدوری اور سوت اور روئی کی مزدوری اور پشاب اور طعام مع کا دوں اور لگنے کے اور سچی پانی کی کہ لیت میں اور نہروں کی صفائی کی اور باغ میں رہٹ لگانے کی اور محصل نے جو نہ کا فی کی ان سب چیزوں کی مزدوریں اصل لاگت میں گنی جاویں گی کس طرح صوفی نے سوت کرنے کی مزدوری اور لکڑی میں بڑھئی کے دینے کی اور مختار ظہیریہ میں ہے ما قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہے کہ جس اضافے کی مالک میں مانے کا دستور ہوتا ہے میں اور اس نے جب سے مبیع میں یہ قیمت میں زیادتی ہوا سے تو وہ لاگت میں مانے جاویں گے۔

اور کون سی ان چیزوں کی اجرت اور مزدوری جب لاگت میں مانی جاوے تو بیچ یوں کہے کہ سے داصل لوگے یہ چیز

پڑی ہے تاریوں نے کہے کہ اسے کس نے خریدا ہے۔

فائدہ:۔ تاکہ جھوٹ نہ ہو جائے اور جس بیان میں اسباب رکھا ہوئے اس کا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت میں داخل نہ ہونی چاہیے۔

(۵) مشتری اول کی خیانت کا ازالہ

تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ میں خیانت کی تو اس کو اختیار ہے چاہے ان دونوں پر جو مشتری اول نے بیان کئے ہیں خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ میں اگر خیانت معلوم ہوئی تو جس قدر مشتری اول نے خیانت کی رو سے اصل لاگت پر دام بڑھائے ہوں کاٹ کر لیوے دیوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں کاٹ لیوے اور امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے پھیر دیوے۔

فائدہ:۔ اور فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔

(۶) دوبارہ خریدی ہوئی چیز کو مرابحہ پر بیچنا

اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اس کو جس دام پر بیچا تھا اس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اس کو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو عقد اول کو اصل لاگت سے نہ بڑھا سکے گا اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شے مفت پڑ جاوے تو اب اس کو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا دس روپے کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا پھر دس کو خرید لیا تو اب اس کو اگر مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے گا کہ مجھ کو پانچ روپے کا پڑا ہے اور اگر دس روپے کو خریدا ہوتا تو کہتا کہ مجھ کو پانچ روپے کا پڑا ہے اور اگر دس روپے کو خریدا ہوتا تو اب اس کو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃ یا اور طرح پر بیچ دے برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں جس قیمت پر مرابحہ بیچ سکتا ہے۔

فائدہ:۔ اور صاحبین کا قول خلق پر آسان ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے تو جس قول پر چاہے عمل کرے اور دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔

(۷) غلام یا مولیٰ کی خریدی ہوئی چیز پر مرابحہ

اگر اس غلام نے جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہے اگرچہ وہ غلام قرضدار ہو سے بقدر اپنی قیمت کے ایک کپڑا خریدا اس روپیہ کو مولیٰ نے اس سے پندرہ کو خریدا تو مولیٰ اگر اس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہئے کہ اصل

(وکذا لو باع سلعۃ شری من مأذونہ المحیط ذینہ برقبتہ علی ماشری باعہ اذا اشتری العبد المأذون المحیط ذینہ برقبتہ توما بعشرۃ فباعہ من مولاہ بخمسۃ عشر فللمولی ان باعہ مرابحۃ یقول قام علی بعشرۃ کمأذون شری من سیدہ ای اذا اشتری المولیٰ بعشرۃ ثم دعہ من مأذون المحیط ذینہ برقبتہ بخمسۃ عشر فالمأذون ان باعہ مرابحۃ یقول قام علی بعشرۃ لان بیع المولیٰ من عبدہ المأذون وشراءہ منہ اعتبر عدماً فی حق المرابحۃ لکونہ مع المنافی واتما قال المحیط ذینہ برقبتہ لانہ ح یکون للعبد المأذون ملک ما المأذون الذی لادین علیہ فلا ملک لہ فلا تصح فی ان البیع الثانی لاعتبار لہ اذا کان علیہ دین محیط مع یکون البیع الثانی بیعاً و مع ذلک لااعتبار لہ فی حق المرابحۃ فبثبت الحکم بالطریق الاولی فصالادین علیہ (۸) ورب المال علی عاشرۃ مضاربۃ بالنصف اولا ونصف مارج بشرۃ قاربا منہ ای اشتری المضارب بالنصف توما بعشرۃ وباعہ من رب المال بخمسۃ عشرۃ فالربح قام علی رب المال بالثلثی عشر ونصف

جمع دس روپے بتلائے اور ایسا ہی اس کا اثنا لینی ڈھائی روپے کا کپڑا لے کر اس غلام کے ہاتھ پندرہ روپے اور دو غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس روپے لاکھ بتلائے اور پندرہ نہ کہے۔

فائدہ:۔ اور دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے اور قرمد اور غلام میں جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرمد ضائع ہو گیا تو بطریق اولیٰ ہوئی تو یا غلام کو وہی دام بتلائے یا نہ لے جس روپے ہوئی یا غلام نے اس شے کو لیا ہے یعنی دس روپے ان دونوں صورتوں میں۔

(۸) مضارب کی خرید کو مرابحہ پر بیچنا

اور اگر مضارب کے پاس دس روپے تھے مثلاً اور رب المال کے نفع کے قرار داد ہوا دس روپے کے بدلے میں مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب اسکو مرابحہ سے بیچنے سازے پندرہ پیسہ قیمت کپڑے کی بتلائے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ مالک سے صاحب مال کی اور اسی طرح اس کے لئے میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہووے اور مضارب مشتری جیسا کہ ذکر اس کا کتاب المضاربۃ میں آوے گا۔

(۱) فان اعورت المبيعة اووطئت ثيبا رابح بالعيان اى لايجب عليه ان يقول اني اشتريتها سليمة فاعورت في يدي و عند ابي يوسف والشافعي لزمه بيان هذا لانه لاشك انه ينقص الثمن بالاعور اوما قيل ان الاوصاف لابقابلها شيء من الثمن معناه ان الاوصاف لايكون لها حصة معلومة من الثمن لان الثمن لايزيد بسبب الوصف ولاينقص بفواته على ان هذا مبني على الاعتبارات السابقة لاتناسب هذا لكنا نجيب بانه لم يأت من البائع غرور فانه صادق في قوله قامت على بكذا لكن المشتري اختر بجهالته فعليه ان يسأله انك اشتريت مكنا سليمة او معورة فيبين له الحال فالقصر في ذلك لايجب على البائع كشف حال لم يسأل عنها و ان قلت لووطئت بكرا لزمه بيانه و فرض المهر حرق نارقلوب المشتري كالاولى و لكسره منشوره و طيه كالثيبة (۱۲) و من اشترى بناء و رابح بلا بيان خير عشتريه فان اتلفه تم علم لزمه كل ثمنه و كذا التولية (۱۱) فان ولى بما قام عليه ولم يعلم مشتريه قدره فسد البيع و ان علم في المجلس خير

(۹) مبیع میں عیب آنے کے بعد مرابحہ

اگر لونڈی خریدی صحیح و سالم اور مشتری کے پاس آ کر کانی ہو گئی (کسی آفت-اوی سے) یا وہ لونڈی تیب تھی اور مشتری نے اس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہے اس کو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاکھ بیان کرے اور اس کا بیان ضرور نہیں کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آ کر کانی ہو گئی یا اس سے میں نے جماع کیا ہے۔

فائدہ:۔ اور ابو یوسفؒ اور شافعی کے نزدیک بیان اس کا ضرور ہے اور یہی مذہب ہے باقی ائمہ کا فقیہ ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین بن الہمام نے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔

☆ اور اگر مشتری نے خود آنکھ اس کی پھوڑ دی یا کسی اور نے اس کی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اس کا از الہ بکارت کیا جماع سے تو ان صورتوں میں جس وقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کر دیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود اس کو

(٥) اختيار تعيين مدت كا معلوم ہونا

(١١) ثمن مجہول پر مرابحہ

Shamela.org

(١٠) **فصل** وله بحر مع مشتري فاسد فقده الثاني فقط والخيار ويبطلان في الخيار عبد السلام عن بيع ملقيح بعض ذي فيه خيار بصح فقده غير الثلاث والبقاء في الثلاث في الخيار دون و عند محمد لا يصح في الخيار ايضا بالاتفاق بحر (١٠) وفي شرح كنز كيلا ثم مرطة الكل و بعده وبعد يكفه لانه عبد السلام عن بيع نظاهر حتى يجوز فيه حاضر عن غائب و صاع تمر بصاعين ويشرط الكل الثاني بعد بعضه بخصة المشتري حتى ان كان الثاني قبل البيع لا يصح لانه بيع ما لم يملك وكذا ان كان بعد البيع بعضة المشتري او كلها لعدم الشرط في الصحيح ان كان الثاني بعد البيع بخصة المشتري ليصح لانه شرط لا يقتضيه العقد ولكنه يفسد بالتعامل بحر عن الاصل وتجمع الصفقان مرطة الكل فيما ذكرنا في باب السلم وفي ما اذا اسلم في كر حنطة الى الاجل مشرى لمسلم اليه من رجل كر او مرت السلم في بعضه لعدم بعضه لانه لم اكتفه لعدم ٢٠ وكذا لو باعه كر شعير او بعضه في الاصح وكذا لو باعه حنطة على ان يزيد له مقدار كذا ان يكون ان زاد له بعد البيع بخصة المشتري لا يجوز او لا يشرط فلا كر في السد وفات (١١) او بيع التصرف في الثمن قبل قبضه عن ان باعه البائع من مشتري عوض السلم فيه

(۱۲) فصل: قبضہ سے پہلے بیع

اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے اس کے لئے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

وہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روایت میں فرمایا ہے کہ جو شخص غلہ خریدے وہ اس کو بیچے نہیں یہاں تک کہ اس پر قبضہ کرلے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص غلہ خریدے وہ اس کو منتقل نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کرلے۔ اور منتقل کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ بیع کے فاسد ہونے کا راستہ بند ہوجائے۔ کیونکہ اگر منتقل کرنے سے پہلے بیع کو جائز قرار دیا جائے تو اس کے ذریعہ بیع کے فاسد ہونے کا راستہ کھل جائے گا۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے ہاتھ بیچ کر اس سے واپس لے لے اور اس طرح بیع کے فاسد ہونے کا راستہ کھل جائے۔ اور منتقل کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ بیع کے فاسد ہونے کا راستہ بند ہوجائے۔ اور یہ حکم غلہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر منقول چیز کا یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ غلہ کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی خرید و فروخت عام ہے اور کثرت سے ہوتی ہے۔ اور ہر منقول چیز کا یہی حکم ہے۔ اور غیر منقول چیز کا حکم یہ ہے کہ اس کو منتقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا قبضہ اس کو منتقل کرنے کے بغیر ہی ہوجاتا ہے۔ اور اس کی بیع قبضہ سے پہلے ہی جائز ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کھجور خریدے وہ اس کو منتقل نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کرلے۔ اور ظاہر ہے کہ کھجور کے درخت کو منتقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور اس کی بیع قبضہ سے پہلے ہی جائز ہے۔ اور اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اس باب کی بقیہ احادیث کو بھی ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم لوگ اس زمانہ میں غلہ کو اندازہ سے خریدتے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ہم کو اس سے منع فرمایا کہ ہم اس کو اس جگہ سے منتقل کرنے سے پہلے بیچ دیں جہاں سے ہم نے اس کو خریدا ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم لوگ اس زمانہ میں غلہ کو اندازہ سے خریدتے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ہم کو اس سے منع فرمایا کہ ہم اس کو اس جگہ سے منتقل کرنے سے پہلے بیچ دیں جہاں سے ہم نے اس کو خریدا ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم لوگ اس زمانہ میں غلہ کو اندازہ سے خریدتے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ہم کو اس سے منع فرمایا کہ ہم اس کو اس جگہ سے منتقل کرنے سے پہلے بیچ دیں جہاں سے ہم نے اس کو خریدا ہے۔

(۱۳) بیع میں نائب و وکیل کی تحقیق

اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو ناپ یا تول کر بیچی جاتی ہے (جیسے غلہ وغیرہ) یا ناپ کر بیچی جانے والی زمین خریدی تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو بیچ دے اور اس کو اس وقت تک قبضہ میں نہ لے جب تک کہ اس کو ناپ نہ لے۔ اور اسی طرح جو شخص کوئی ایسی چیز خریدے جو گنی جاتی ہے (جیسے انڈے وغیرہ) تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو بیچ دے اور اس کو اس وقت تک قبضہ میں نہ لے جب تک کہ اس کو گن نہ لے۔ اور اسی طرح جو شخص کوئی ایسی چیز خریدے جو وزن کر کے بیچی جاتی ہے (جیسے روئی وغیرہ) تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو بیچ دے اور اس کو اس وقت تک قبضہ میں نہ لے جب تک کہ اس کو وزن نہ کرلے۔ اور اسی طرح جو شخص کوئی ایسی چیز خریدے جو گز سے ناپ کر بیچی جاتی ہے (جیسے کپڑا وغیرہ) تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو بیچ دے اور اس کو اس وقت تک قبضہ میں نہ لے جب تک کہ اس کو گز سے ناپ نہ لے۔ اور اسی طرح جو شخص کوئی ایسی چیز خریدے جو وزن کر کے بیچی جاتی ہے (جیسے روئی وغیرہ) تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو بیچ دے اور اس کو اس وقت تک قبضہ میں نہ لے جب تک کہ اس کو وزن نہ کرلے۔ اور اسی طرح جو شخص کوئی ایسی چیز خریدے جو گز سے ناپ کر بیچی جاتی ہے (جیسے کپڑا وغیرہ) تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو بیچ دے اور اس کو اس وقت تک قبضہ میں نہ لے جب تک کہ اس کو گز سے ناپ نہ لے۔

نے بیع فاسد سے جب تک کہ جاری نہ ہوں اس میں دو صاع بیع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بائع مشتری کے کہنے سے بیع فاسد کے اس وقت پابند ہوتا ہے کہ جب مبیع پر قبض کا اذن دیدے اور قبض کرنا اور کرانا۔ جب پھر مشتری اس کو ضرر نہیں دیتا یہاں تک کہ اگر بائع نے ثمن لینے سے اس کو اپنے قول پر قائم رکھا ہے تو یہ کافی نہیں اگر پھر مشتری کہدے کہ میں نے بعد بیع کے اپنا قبض مشتری کی ملکیت میں دیدیا تو بھی معتبر نہ ہوگا۔

فائدہ: اس سے دو چیزیں نکل گئیں جو بطور تعین اور عمل کے زمین یا گھر بکتی ہیں تو ان کا تو اذن خالی کرنا نہیں اسی کی دلیل میں روایت ہے۔ ان ابا بکر کی جاریہ سے بھی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ صاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا جو قبل اس کے دو صاع جاری نہ ہوں۔ ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس حدیث کو اسحاق دارمی بل شیبہ اور بزار اور عبدالرزاق نے بالفاظ مختلف نقل کیا ہے آپ اس حدیث کی اسنادوں میں تفحص نہ کیجئے۔ جب تعدد طرق اور قبول علماء کے محدث ہے اور یہی حدیث دوسرے کہ مشتری نے ایک چوپایہ یا تو اس کے اور اب اس کو بیچ کر دیا ہے پھر مشتری نے اس کو واپس کر دیا ہے تو مشتری واپس کر دینے سے مشتری قابض اور اب بائع ہو گیا۔ یعنی یہ صورت ہے جس کو مختار ان بیان کرتا ہے۔

ہو کہ ایک شخص نے اللہ کے لئے یا ایک درہم کے بدلہ ایک مدت معین پر تو بہ کی مدت گزری تو مسلم الیہ نے ایک درہموں کا ایک شخص سے خرید کر کے اب المسلم علیہ یا اس قبضہ کر لیا ہے اس کو پہلے مسلم الیہ کی طرف سے پھر اپنے لئے تو پھر اب المسلم نے ان درہموں کو مسلم الیہ کے لئے ناپا پھر اپنے لئے ناپا تو جائز ہوا (اس صورت میں مسلم بائع اور مشتری مسلم الیہ ہوئے اور جو چیزیں کہ دوں سے ہیں کہ ناپی جاتی ہیں ان کا استقبال بعد قبضے کے اپنے لئے درست ہے۔

(۱۴) قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا اور ثمن میں تصرف کرنا

فائدہ: جیسے مبیع پر بیع سے اثر ثمن لینا کیونکہ یا اپنے یا کسی اور کے لئے کرنا یا بیع: اس لئے ہبہ کرنا صاحب ثمن کے لئے جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ ثمن بائع کے لئے اس پر قبضہ کرنے سے مدت ہے فائدہ: کیونکہ ثمن بائع ہے بیع میں اور اس میں خوف فسخ عقد کا نہیں جب طالب ثمن کے ہو واسطے کہ وہ تعین نہیں تعین سے تصرف بیع کے جائز ہے۔ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیچتا ہوں اونٹ بقیع میں دینار لیتا ہوں دینار کے اور لیتا ہوں دراہم اور بیچتا ہوں بقیع میں دراہم کے اور لیتا ہوں دینار تو فرمایا آپ نے نہیں ہے حرج تم میں اگر لے لو بیع سے اس دن کے جب تک کہ جدا نہ ہو تم دونوں اور تمہارے درمیان میں کوئی معاملہ باقی رہا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور دارقطنی نے اور صحیح کہا اس کو حاکم نے۔

(۱۵) والحط عنه والمزيد فيه حال قيام المبيع لا بعد هلاكه قوله حال قيام المبيع يتعلق بالمزيد فان الزيادة على الثمن لا يصح بعد هلاك المبيع لكن الحط يصح و في المبيع اى صح الزيادة في المبيع و يتعلق استحقاقه بالجميع يمكن ان يراد به ان لباقع يكون مستحقا لجميع الثمن من الزائد والمزيد عليه والمشترى يستحق جميع المبيع من الزائد والمزيد عليه و يمكن ان يراد انه اذا استحق المبيع او الثمن فالاستحقاق يتعلق بجميع مايقابله من المزيد والمزيد عليه فلا يكون الزائد صلة مستفادة كما هو مذهب زفر و الشافعي فيرفع و يولى على الكل او زيد و على مابقي ان حط فان الزيادة والحط التحقا باصل العقد والشفيع يأخذ بالاقل في القصلين اى في الزيادة على الثمن والحط عنه اما في الحط فلانه التحق باصل العقد واما في الزيادة فلان حقه تعلق بالثمن الاول فلا يسقط بغير ابطال حقه اثبات (۱۲) فلو قال بع عبدك من زيد بالف على ان ضامن كفلا من الثمن سوى الالف اخذ الالف من زيد والزيادة منه ولو لم يقل من الثمن فالالف على زيد وزاد على عليه و كل دين اجل الى اجل معلوم صح الا القرض فانه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة فلا يجوز لانه يصير ربوا الان التفد خير من النسيئة.

(۱۵) ثمن اور مبیع میں کمی وبیشی

ثمن میں کمی اور زیادتی کرنی درست ہے جب تک مبیع قائم ہے اور زیادتی ثمن کی مطلقاً درست ہے اور زیادتی اس صورت میں جب تک مبیع ہلاک نہ ہوئی ہو درست ہے (اور بعد ہلاک مبیع کے زیادتی ثمن درست نہیں اگرچہ بائع نے بھی ہو اس طرح پر کہ مشتری نے اس کو بیچا پھر اس کو خریدا پھر ثمن زیادہ کیا دینار بیشمار اور اسی طرح جائز ہے زیادتی مبیع میں (یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے مبیع میں کچھ اور بڑھا دے تو درست ہے) اور ان صورتوں میں کل کا استحقاق ہو جاتا ہے یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور بائع نے اگر مبیع بڑھا دی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونوں کا مستحق ہوتا ہے اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر مبیع اور صورت زیادتی یا ثمن اور صورت زیادتی کسی شخص نے خریدی نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لے گا اور اسی طرح بائع کل مبیع مع زیادتی کے مشتری سے وصول کرے گا۔

فائدہ:- اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع میں بالکل ہے اصل عقد سے گویا عقد اس قدر مبیع یا اس قدر ثمن پر واقع ہوا خلاصہ زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھا دیا تو گویا اب سمجھا جاوے گا کہ زید نے عمرو سے روپے کے پانچ آم خریدے اسی طرح اگر زید نے ایک روپے پر چار آنے یا آٹھ آنے بڑھا دیئے تو ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا جاوے گا۔

☆ اور امام شافعی اور زفر کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملے گی بلکہ ایک علیحدہ احسان رہے گا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی مبیع یا ثمن کے باقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت میں کم قیمت سے لے گا۔

فائدہ:- یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو

[illegible] کے بعد اس نے کہا کہ میں نے تجھے [illegible] کے بعد اس نے کہا کہ میں نے تجھے [illegible] کے بعد اس نے کہا کہ میں نے تجھے [

باب الربوا

[illegible] عن عوض مشروط لاحد المتعاقدین فی المعاوضۃ ای فضل احد المتجانسین علی الاخر بالمعیار الشرعی الذی یقابل فیہ ما یقابلہ فی عقد المعاوضۃ فضل فی المعیار الشرعی علی المعیار لایکون من باب الربوا کما لو باع قفیز حنطۃ بقفیز حنطۃ فضل احدھما علی الاخر بالکیل

ہے اور یہ بالفتح فی بعض اللغات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کھانے والے پر اور کھانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور یہ سب برابر ہیں اور روایت کی ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابوجحیفہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آقا کی کمائی کا ایک زمانہ دن پر زندہ باقی رہے گا مگر کھانے والا بیع کا اور آج کھانے کا اس کو پہنچے جاتے ہیں اس وجہ سے اس کی اور ایک روایت میں ہے کہ ابوالجحیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کتاب اللہ کے سوا کچھ اور بھی ہے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو اگایا اور جان کو پیدا کیا مگر فہم جو کتاب اللہ سے اخراج کیا جائے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے پوچھا میں نے کہ کیا ہے اس صحیفہ میں فرمایا دیت اور قید چھڑانے کا بیان اور یہ کہ نہ مارا جائے مسلمان کافر کے بدلے میں اور ابن ماجہ نے کہا کہ جس شخص کا وقت بڑھا ہے اس کا رزق اور اس کی عمر اور روایت کی ہے اس نے اور ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ ہے ستائے گئے میں سب سے بڑا وہ ہے جس نے کوئی وصیت کی پھر وصیت سے باہر ہو جائے اور ابن ماجہ نے کہا کہ وصیت سے باہر ہونا کبیرہ گناہ ہے اور ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اس کا مگر انہوں نے کہا کہ ضرر پہنچانا وارث کو اور ابن ماجہ نے کہا کہ ضرر پہنچانا ورثاء کو اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج میں دیکھا میں ایک قوم کو کہ پیٹ ان کے مثل گھروں کے ہیں جس میں سانپ دکھائی دیتے ہیں باہر سے پیٹوں کے میں نے جبرئیل سے اے بھائی کون ہیں یہ لوگ کہا انہوں نے یہ سود خوار ہیں فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ خبر دی ہم کو غلام رسول کی آپ پر درود ہو کی نے اور گفتگو کی حضرت نے ذات کی اور اس سے کہ سود دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو چھوڑ دینا قرض کا اور جس میں شرط بھی ہوتا ہے۔

(۱) سود کی تعریف

وہ ایک زیادتی ہے ایک جنس کی دو چیزوں میں کسی قول یا فعل سے جو زیادتی سے خالی نہ ہو اور شروط کی گئی ہو عوض ملانے والوں نے (یعنی اہل لغت نے یا مشتری نے یا متوکل کے لئے مشتری کے) اور عوض میں تو ایک جنس کی دو چیزوں کے لئے سے نکل گیا جانا دونوں چیزوں کا ساتھ ایک چیز کو بیچنے کے سبب تحقیق دو جنس کے اور قول باپ کی آیت سے نکل گیا دین کرنا دو بدلے میں پانچ کرنے اور خالی وعوض سے اس سے دو صورت نکل گئی کہ بیچ کرنا تیلوں اور ریحان کا دو سیر کو تیلوں سے دو سیر کے بدلے میں یا ان دونوں کے دو بیاں اور چھوڑ دینا قرض کا ہو بدلے میں یا ان دونوں کے اور یہ بیع ہوتی ہے عوض کے ساتھ یا عوض کے ساتھ اور عوض میں اور یہ بیع ہوتی ہے

ہے اور شافعی کے نزدیک شرط بیان کی ہے جو دو چیزوں پر مشتمل ہو ایک ان چیزوں کا کھانے کی قسم سے ہونا جیسے گیہوں یا جَو یا تمر یا نمک یا جو چیز ان کے ساتھ ملائی جاتی ہو جیسے سرکہ یا چربی اور ایک جنس ہونا اور امام مالک کے نزدیک شرط یہ ہے کہ کھانے کی قسم سے ہونے یا قوت رکھنے یا جمع کرنے کے لائق ہونے۔

ماتن: اس باب میں وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا ہے ستہ والوں نے سوائے بخاری کے عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سونے کو بدلے میں سونے کے اور چاندی کو بدلے میں چاندی کے اور گیہوں کو بدلے میں گیہوں کے اور جَو کو بدلے میں جَو کے اور تمر کو بدلے میں تمر کے اور نمک کو بدلے میں نمک کے مثل بہ مثل ہاتھ سے ہاتھ پر اور برابر برابر جب یہ جنسیں مختلف ہوں تو بیچو جس بدلے میں چاہو جب کہ ہاتھ سے ہاتھ پر ہو۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علت سود اتحاد جنس اور تقدیر ہے اور اسی کو اختیار کیا امام اعظم نے اور دلیل اس کی کتب اصول میں تفصیل مذکور ہے۔

ماتن: جو چیز ناپ و تول کر بکتی ہو جب بدلے میں اپنا

جنس کے پیچ بیچا جائے تو اس میں زیادتی لینا حرام ہے اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہ ہو جیسے چونا اور اینٹ کیونکہ وہ وزنی اور ماپ کی ہوتی ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ چیزیں حرام نہیں (کہ یہ دونوں چیزیں کھانے کی نہیں ہیں) لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہے اس واسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعی اور مالک کے نزدیک حرام نہیں) اور برابر برابر بیچنا درست ہے اور جو جنس قدر شرعی میں داخل نہیں جیسے لکڑی وغیرہ اس میں بھی زیادتی حرام نہیں جیسے بیچ ایک مٹھی گیہوں کے بدلے میں دو مٹھی گیہوں کے یا ایک اخروٹ کے بدلے میں دو اخروٹ کے یا ایک کھجور کی بدلے میں دو کھجور کے اور امام شافعی کے نزدیک ایسی حالت ہے کھانے کی چیزوں میں بیچ ایک مٹھی کی دوسری مٹھی کے بسبب علت ختم کے اور اس لئے کہ اصل ان کے نزدیک حلت ہے اور ان کے نزدیک حرمت۔

فائدہ: اس سے نکلے کہ مقادیر میں شرعاً نصف صاع سے کم کا اعتبار نہیں بلکہ نصف صاع تک کا اعتبار ہے صدقۂ فطر وغیرہ میں تو جو اس سے کم ہے اس میں زیادتی حرام نہ ہوگی بلکہ صدقہ ادا ہونے کے قدر کے

(۴) قال وحد الواحد عطف حرم الفضل والنساء وان علم حالان وجد احدهما لا الاخر حل التفاضل لا النساء كسلم هروي في الهروي وبوفي شعير ان وحد القدر و الجنس حرم الفضل كقفير بقفيزين منه والنساء وان كان مع التساوي كقفير برقفيز بر صنفهما فلو كلاهما نسية و ان عدم كل منهما حل كل واحد من الفضل والنساء و ان وجد احدهما لا الاخر حل الفضل لا النساء كما ذا بيع قفيز حنطة بقفيزي شعير بدا بيد حل فان احد جزئي العلة وهو الكيل موجود هنالا الجزء الاخر وهو الجنسية و ان بيع حنطة فارغ من ثوب الهروي نسية فارغ منه يدا بيد جاز ايضا لان الجنسية موجودة دون العلة ولا يحور النسيئة في الموزونين مع التساوي ولا معه و ذلك لان حرم العلة و ان كان لا يوجب الحكم لكنه موجب الشبهة والشبهة في باب الربوا ملحقة بالحقيقة لكنها دون في التحقيقه فلا يلزم من اعتبار الطرفين في النسيئة احد الدليلين معدوم و بيع المعدوم غير جائز فصار هذا المعنى مرجحا لملك الشبهة فلا يحل ر

فی غیر النسیئة ثم یغیر الشبهة بما قلنا ان الشبهة اذون من الحقیقة علی ان الغبن المشهور وهو قوله علیه السلام اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم بعد ان یکون یدا بید یؤید ما قلنا وعند الشافعی الجنس باغراده کالحنطة والشعیر والتمر والملح کیلی والذهب والفضة وزنی ابدا وان ترکا کیلیا ای وان ترک الکیل فی الاربعة المتقدمة والوزن فی الاخیرین لقوله علیه السلام الحنطة بالحنطة الحدیث ویحمل فی غیرها علی العرف فلم یجز بیع الدراهم عددا بوزن والذهب بجنسه متفاضلا کیلا کما لم یجز مجازفة (ش) اعتبر تعیین الربوع فی غیر صرف فلا شرط تفاضل المعتبر فی بیع الاموال الربویة ان یکون المبیع معلوما حتی لو لم یکن معینا کان سلما فلا بد سلمه فی شرطه الاتی او جد شرائط السلم کان العقد فیه غیر سلم فلا عبرة بالتعیین ولا بشرط القابض فی المجلس ان لم یکن صرفا حتی لو کان صرفا بشرط وعند الشافعی بشرط القابض فی المجلس فی بیع الطعام مثلا وبجنسه وبخلاف جنسه هذا فی الاموال الربویة اما فی غیرها ان لم یکن معینا فان کان مما یجری فیه السلم فان وجد شرائط السلم یصح شرائطه بطریق السلم فان لم توجد یفسد البیع وان لم یجز فیه السلم یفسد البیع لعدم التعیین

(۳) قدر و جنس کے متحد و مختلف ہونے کے احکام

جو چیزیں ہر قدر و جنس دونوں موجود ہیں وہاں زیادہ دینا اور ادھار بیچنا دونوں حرام ہیں جیسے ایک صاع گیہوں کو بدلے میں دو صاع گیہوں کے بیچے یا ایک صاع گیہوں کو بدلے میں ایک صاع گیہوں کے بیچے ایک طرف ادھار سے یا دونوں طرف ادھار سے اور جہاں یہ قدر ہے نہ جنس وہاں دونوں باتیں درست ہیں (مثلاً چاندی آموں کو بدلے میں دو تولہ کے پیچے یا دو آموں کو بدلے میں دو تولہ چاندی کے ایک طرف ادھار کرنے یا دونوں طرف ادھار کرنے کی) اور جہاں یہ فقط قدر ہے یا فقط جنس تو وہاں زیادتی درست ہے لیکن ادھار بیچنا ناجائز ہے جیسے ایک صاع گیہوں کی بیع دو صاع جو سے یا مانع ظروف اتی کپڑے کی بیع چھ ماہ باقی رہنے کے بدلے میں تو یہ بیع فقد درست ہے اور ادھار درست نہیں اور امام شافعی کے نزدیک فقط اتحاد جنس میں قرض بیچنا حرام نہیں۔

فائدہ: کیلی صورت میں صرف قدر ہے اور وزنی صورت میں صرف تحاد جنس اور کیلی اس کی شرح وقایہ میں مذکور ہے۔

(۴) کیلی اور وزنی چیزیں

اور جو چیزیں اور کھانے کی قسم سے ہیں جیسے کیلی ہیں گے اور چاندی سونا وزنی اگر چہ انسان کا کیل و وزن چھوڑ دیا ہو۔

فائدہ: اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیزیں کھجور اور گندم کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگوں نے اگر گیہوں کو وزنی سے بیچنا چھوڑ دیا چاندی سونے کو تو نہیں کہ اب بھی وہ کیلی قرار دیئے ہوئے ہیں گے اور چاندی سونا وزنی جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اور سوا ان چیزوں کے باقی چیزیں لوگوں کی عادت کے موافق رکھی جاویں گی۔

فائدہ: یعنی اگر لوگ ان کو ناپ کر بیچتے ہیں تو کیلی کی جاویں گی اور جو تول کے بیچتے ہیں تو وزنی۔

گیہوں کی گیہوں کے ساتھ برابر قول کر جائز

ہیں اس وقت کہ اصل میں سے کوئی ہے تو احتمال ہے کہ بالوزن ہونے کی وجہ سے کمی بیشی کے ساتھ برابر ہو جائے گا) اور ہونے کے ساتھ برابر ہو جائے گا (اس واسطے کہ اصل میں وزنی ہے تو احتمال ہے کہ بالوزن ہونے کے ساتھ میں وزن میں علامت نکلے تو برابر ہو جائے گا جیسے دانے کے ساتھ ان کے بیجوں کی جائز ہوگا کہ اس واسطے کہ اس میں احتمال زیادتی کا ہے)

(۵) عقد کے وقت مبیع کا تعین اور قبضہ

اور ان چیزوں میں وقت عقد کے تعین کرنا شرط ہے جو کہ ناپنے کے ساتھ یا تولنے کے ساتھ مبیع اور ثمن میں سے ہر ایک میں (یعنی اگر کوئی چیز ناپنے یا تولنے کی ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک میں)

اور دونوں کو تعین کرنا ہر ایک عقد میں ضروری ہے یا اس وقت ہر ایک ثمن اپنے اوپر قبضہ کرنا (یعنی البتہ عقد سے علیحدگی کرنے سے پہلے ہر ایک عقد میں ضروری ہے) اور مبیع کا قبضہ کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا دونوں صرف سے (یعنی ہر ایک عقد میں ضروری ہے)

فائدہ: ثمن کی دلیل اس حدیث مرفوع میں علامت ہے کہ اس میں وقت پر ثمن کے قبضہ کرنے کا ذکر ہے اور امام اعظم کہتے ہیں کہ مبیع اور ثمن جس میں جیسا کہ روایت سلم شرعی میں ہے باقی تعیین مانے اور آگے قدر میں ہے۔

(۶) ایک پیسہ کی بیع دو کے بدلہ

بیع ایک پیسہ تین کی بدلے میں دو پیسے تین کے ہونے کے اور ایک مد گیہوں کے بدلے میں دو مد گیہوں کے۔

فائدہ: اس سے امام محمد نے ایک ایک پیسے چلنے والے میں دلیل دی اور دونوں قول محل میں ذکر ہے کہ نہیں چلتا دونوں۔ مترجم کہتا ہے۔

(۷) گوشت کی بیع حیوان کے بدلہ

اور درست ہے بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے اگر نہ ہو گوشت حیوان کے جو کہ ذبح کیا جائے اس حیوان سے اور نہ ہو گوشت کا کہ ذبح کیا جائے اس سے بیع کرے گا گوشت کا ساتھ حیوان کے اور نہ ہو گوشت کا کہ ذبح کیا جائے اس سے بیع کرے گا گوشت کی

محمد کے نزدیک اگر جنس جانور کا گوشت ہے اور جانور کے بدلے میں بیچ ہے تو ضرور ہے کہ گوشت زائد ہو اس قدر گوشت سے جتنا اس حیوان میں لگے تاکہ گوشت مقابل گوشت کے جاوے اور باقی مقابل ہے اوگلہ کی پیچھی وغیرہ کے اور نزدیک شیخین کے مطبوخ ہو کر ہے اس لئے کہ یہ بیچ سوزوں کی ہے عوض غیر سوزوں کے۔

فائدہ۔ اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک بیچ مطلقاً جائز نہیں بدلیل اس حدیث کے جس کو روایت کیا مالک نے مؤطا میں اور ابوداؤد نے مراسیل میں سعید بن المسیبؒ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچ سے گوشت کے بدلے مثل حیوانات کے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بیچ سے زندہ کی بدلے مردہ میں ہے جہان کے اور مراسیل سعیدؒ کے بالاتفاق مقبول ہیں اور روایت کی ابن ماجہ نے سمرۃ سے مانند اس کے بروایت حسن عن سمرۃ کہا بیہقی نے اسناد اس کی صحیح ہے اور جس محدث نے سماع حسن کا سمرۃ سے ثابت کیا ہے اس کے نزدیک یہ حدیث موصول ہے اور جس نے نہیں ثابت کیا اس کے نزدیک مرسل ہے جیدو ملخاوا ن احادیث کے احتیاط کی میں سے کہ بیچ گوشت کی ساتھ حیوان کے نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

(۸) آٹے اور کھجور کی بیع اپنی جنس سے

اور جائز ہے بیچ آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ ناپ کر اور بیچ رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے۔

فائدہ۔ رطب کہتے ہیں تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو رطب کی بیع بدلے میں رطب کے اور اسی طرح رطب کی بدلے میں تمر کے برابر درست ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہیں اس واسطے کہ رطب سوکھنے کے کم ہو جاوے گا اور بیچ نہیں ہے پس کہ مروی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے میں تمر کے تو فرمایا آپ نے کیا کم ہو جاتا ہے تر خرما سوکھ کر کہا انہوں نے ہاں تو منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو پانچوں محدثوں نے اور صحیح کہا اس کو ابن السکنؒ اور ترمذیؒ اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رطب بھی تمر میں داخل ہے بدلیل اس حدیث کے جو بدلے میں ہے کہ جو بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب نیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر نیبر کا بھی طرح ہیں اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہے اور یہ حدیث بخاریؒ و مسلمؒ میں بروایت ابوسعید خدری موجود ہے لیکن اس میں رطب کا لفظ نہیں البتہ روایت کی حاکمؒ اور بیہقیؒ اور طحاویؒ نے سعدؓ سے سنا کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اور جواب اس حدیث سے علماء نے یہ کہا کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہیں صرف اختیار مکروہ ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی ثابت ہے۔

امام اعظمؒ کا فریق مخالف کو لاجواب کرنا

امام ابوحنیفہؒ جب بغداد میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگ اس مسئلے میں امام صاحبؒ پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہر کی حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا ان سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو۔ امامؒ نے فرمایا کہ وہ مثل سے نہ تو نہیں یا رطب خرمے یا تمر تک ہے اگر تمر ہے تو مقدار کے بدلیل حدیث النصر جائز ہے اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل آخر حدیث کے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعدؓ کی وارد کی امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ اس حدیث کا وارد ہونا ثابت نہیں ہے اور اس کی حدیث مقبول نہیں تو خیران ہو گئے سب علماء اور نہ کر سکے حجت کو اما بعد۔ وتماما فی فتح الغفور

(۹) والعنب بالزبيب والبر والطحين او مبلولة بمثله او بالدقيق والتمر والزبيب المقشر بالمقشر منهما متساويا والدليل في جميع ذلك انه ان كان بيع الجنس بالجنس بلا اختلاف الصفة يجوز متساويا وكذا مع اختلاف الصفة لقوله عليه السلام جيدها ورديها سواء وان لم يكن بيع الجنس بالجنس يجوز كيف ماكان لقوله عليه السلام اذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم (۱۰) ولحم حيوان بلحم حيوان آخر متفاضلاً (۱۱) وكذا اللبن (۱۲) وكذا الجبن والدقل بخل العنب ولحم البطن بالالية او باللحم (۱۳) والخبز بالبر او الدقيق او بالسويق وان كان احدهما نسيئة وبه يفتى وانما يجوز بيع الخبز بالبر لان الخبز صار عدداً بها هذا اذا كانا نقدين وان كان الخبز نسيئة والبر والدقيق نقداً يجوز عندابي يوسف و به يفتى (۱۴) لايبيع العبد بالردى من الربوى والبسر بالتمر الامتساويا (۱۵) والبر بالدقيق او بالسويق او الدقيق بالسويق متفاضلاً اومتساويا (۱۶) والزيتون بالزيت والسمسم بالحل حتى يكون الزيت والحل اكثرهما في الزيتون والسمسم ليكون بعض الزيت بالزيت الذي في الزيتون والباقي بالكجور (۱۷) ويستقرض الخبز وزنا لاعدداعندابي يوسف و به يفتى فما عندابي حنيفة لايجوز لاوزنا ولاعدداً بالتفاوت الفاحش وعند محمد يجوز بهما للتعامل وعندابي يوسف يجوز وزناً للتعامل والحاجة لاعدداً للتفاوت في احاده (۱۸) ولا بوابن سيد و عبده لان العبد وماملكه لمولاه (۱۹) ومسلم وحربي في داره اي في دار الحرب لان ماله مباح فيجوز. خذه اي طريق كان خلافا لابي يوسف والشافعي اعتبارا بالمستامن في دارنا.

(۹) تر خرما کشک کی بیع

اور درست ہے بیع تر خرما کی بدلے میں انگور خشک کے جیسے جائز ہے بیع تر یا بھنے ہوئے گیہوں کی اپنے خشک سے اور خشک سے اور اسی طرح جائز ہے بیع بھنوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھنوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے برابر۔ (اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمدؒ کے درست ہے)

(۱۰) ایک حیوان کے گوشت کی بیع دوسرے کے گوشت سے

اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کے ساتھ دوسرے حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی۔

فائدہ: یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس ایک جنس ہیں اور اسی طرح بھیڑ بکری تو ان میں زیادتی کی درست نہیں ہدایہ۔

(۱۱) دودھ کی بیع دودھ کے بدلہ

اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے عوض میں کمی و بیشی بیچنا درست ہے۔ (بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کیونکہ دونوں ایک جنس ہیں ملحاوی۔

(۱۲) سرکہ اور چربی کی بیع

اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکہ انگوری کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دنبہ کی چکتی کے یا گوشت کی کمی و بیشی کے ساتھ درست ہے۔ (ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہے چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہے اس واسطے یہ لفظ کہا۔

(۱۳) روٹی کی بیع آٹے سے

اور اسی طرح درست ہے روٹی کی بیع (اگر چہ گیہوں کی ہو ور مختار) عوض میں گیہوں کے اور آٹے کی کمی بیشی سے اگر چہ ایک جانب ادھار ہو وے اسی پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ روٹی عدد کی ہے اور ہوا دھار ہو اور گیہوں اور آٹا نقد ہو جب بھی جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ بہتر نہیں ہے اور یہی مختار ہے

(۱۴) جیدا اور ردی کی بیع

اور نہیں جائز ہے بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ میں سے مگر مساوی اور اسی طرح بیع گدر کھجور کی جنس بسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کی مگر برابر برابر۔

فائدہ۔ جید کہتے ہیں عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہیں خراب کو جیسے گیہوں بعض عمدہ ہوتے ہیں اور بعض خراب، کھجور کی جید اور ردی سب قسم کی ہوتی ہے تو یہ نہیں جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید و فائدہ دیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اس واسطے کہ حدیث ہدایہ میں ہے جیدھا و ردیھا سواء یعنی جید اور ردی ان چیزوں میں سے سب برابر ہیں کبار ائمہؒ نے غریب ہے اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱۵) آٹے کی بیع ستو سے

اور اسی طرح جائز نہیں بیع گیہوں کی ساتھ ستو کے یا گیہوں کے ساتھ آٹے کے یا آٹے کے ساتھ ستو کے نہ برابر نہ زیادہ۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ یہ چیزیں بھونی ہوئی ہیں ورناپ میں ان کی زیادتی کی کا احتمال ہے کیونکہ یہ چیزیں زیادہ ہو جاتی ہیں بہ نسبت آٹے کے۔

(۱۶) زیتون اور تل کی بیع تیل کے عوض

اور جائز نہیں بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے یہاں تک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہے عوض میں تل کے ہو جاوے۔

(۱۷) روٹی کا لین دین

اور روٹی کا قرض لینا تول کر جائز ہے گن کر جائز نہیں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بالکل ہی جائز نہیں نہ وزن سے اور نہ گنتی سے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں طرح درست ہے۔

(۱۸) غلام میں سود نہیں ہے

مالک اور غلام میں سود متحقق نہیں ہوتا اس واسطے کہ غلام مع اس کے مال کے مالک ہے مولیٰ کی۔ (یہ صورت جب ہے کہ عبد ماذون ہو اور اس پر دین نہ ہووے اور اگر اس پر دین ہے تو زیادتی کی سود کی جاوے گی ہدایہ)

(۱۹) مسلمان اور حربی میں سود نہیں

اور مسلمان اور حربی میں دار الحرب میں سود ثابت نہیں ہوتا۔

فائدہ۔ اور دار الاسلام میں سود ہوتا ہے اس واسطے کہ مال حربی کا مباح ہے تو جو اس کا جس طرح ممکن ہو جائز ہے ایسا ہی ہے اصل میں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جب درست ہے کہ زیادتی مسلمانوں کے لئے ہووے لیکن جواب مسئلہ عام ہے در ابو یوسف اور شافعی کے اور اصح یہ ہے کہ ان کے نزدیک درست نہیں کیونکہ نصوص حرمت ربوٰ مطلق ہیں اور امام صاحبؒ کی دلیل وہ ہے جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے بیچ درمیان مسلمان اور حربی کے

باب الحقوق والاستحقاق

باب ان حقوق کے بیان میں جو بیع میں داخل ہوتے ہیں اور جو داخل نہیں ہوتے

حقوق کی تعریف

(۱) دار کی بیع کے حقوق

[illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible] متصل [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت کی اصح یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی کھیت یہ کہہ کر خریدا کہ یہ ایک غلام ہے اور کوئی مال اس کا واسطے بائع کے ہے پھر یہ شرط کرنے خریدار اور بائع نے کھیت خریدا اور جو پیچھے ایک کھجور پیدا ہوئی تو پھل اس کا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمدؒ نے روایت کی اصل میں کہ جو ایسی زمین خریدے جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار۔

غرض ہر چند کہ زمین کی یہ درخت نہ بیع میں داخل ہے کہ بائع یہ کہہ دے کہ بعت محقوقہ او مرافقہ قلیل و کثیر هو له فیها (مبیعها من حقوقها او من مرافقها یا من مرافقها یا یہ) جب بھی کھیت اور پھل داخل نہ ہوں گے۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ چیزیں حقوق و منافع نہیں ہیں البتہ اگر یہ کہے کہ بعته بکل قلیل و کثیر هو له فیها او فیها تو یہ چیزیں داخل ہو جاویں گی اس واسطے کہ اس صورت میں بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہیں کی ہدایہ۔

(۴) بالاخانہ

اور بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہ ہوگا اگرچہ بکل حق هو له کہے اور نہ منزل کی بیع میں مگر جبکہ منزل کی بیع میں بکل حق هو له کہہ دے گا تو بالاخانہ داخل ہو جاوے گا اور باڑی بیع میں داخل ہوگا اگرچہ بکل حق هو له نہ کہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ بالاخانہ ایک جداگانہ شے ہے اور شے اپنے بعد کی چیزوں میں شامل ہوتی ہے بخلاف منزل کے کہ وہ در صورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہے بالاخانے کو جیسا ان کی تعریف سے معلوم ہو چکا۔

(۵) راہ، نہر، سیل اور شرب

جیسے داخل نہیں راہ اور سیل و شرب بیع میں البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کردے گا تو یہ چیزیں داخل ہو جاویں گی اور اجارے میں ہر طرح تو اجارہ ذکر کرے خواہ نہ کرے داخل ہوں گی۔

فائدہ:۔ راہ سے وہ راہ مراد ہے جو طریق خاص انسان کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کہ غیر نافذ کی طرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع کے ہے پتانچہ بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے اور کھر کی راہ غرض اس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اس کا شارع عام تک ہے پتانچہ قہستانی میں ہے اور سیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی لینے کے حصے سے کذا فی الخلاصہ۔

وجہ وجہ اس کی یہ ہے کہ اپاره منتفع ہوتا ہے منفعت پر اور بدوں ان چیزوں کے منفعت مقصود نہیں اور بیع سے ملک عین سے مقصود ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ غرض مشتری کی بیع اس شے کی ہو دون الثمار۔

فائدہ:۔ کیونکہ عقد رقبہ میں بھی قدرت علی الانتفاع ضرور نہیں۔

فوائد

(۱) گھر کی بیع میں کنواں جو اس گھر میں ہو وہ اس کی گھر کی اور جو تخت زمین میں گڑا ہوا ہے اور خانہ پانی جو گھر کے اندر ہو وہ داخل ہے اور دول رکی کھڑکی داخل نہیں۔

(۲) حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں خواہ اوپر ہوں یا نیچے ہوں مگر یہ کہ نکالنے کی شرط کرلے۔

(۳) دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور خسانوں کے تنور، تیلیوں کے مٹکے اور سکلے اور دھوبیوں کا پتھر جس پر وہ کپڑے دھوتے کر صاف کرتے ہیں زمین کی بیع میں داخل نہیں۔

(۴) گدھے کی بیع میں اس کے پالان داخل ہے اگر گدھے کو دیکھنے والوں سے یا دیکھنے والوں سے خریدا ہو اور بوجھ والوں سے خریدے تو داخل نہ ہوگا البتہ اس صورت میں کہ اس کے ساتھ بوجھ بھی ہو اس کے ساتھ بوجھ بھی داخل ہوگا اور پالان اور زین اور لگام اور روندی کھونٹی کے ساتھ نہیں ہے اور جھول جو شراء کے ساتھ داخل نہیں اور تھوڑے کی بیع میں نام اور اس کی بیع میں لفظ کل داخل ہے اور گھوڑے کا ساز جو کہ چڑے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں کاٹھ داخل نہیں اگرچہ خریدار دیکھ لے۔

(۵) اگر کوئی گدھا زین کو خریدا تو وہ زین جو زمین کی لکڑی ہوئی کیلوں سے گدھی میں داخل ہے اور اس طرح وہ تھیلی جو ایک طرف سے زمین میں گڑی ہے اور جتنی رسی بندھا داخل ہے ان کے مقابل کچھ ثمن نہ ہوگا اگر وہ تلف ہو جائے تو کل ثمن سے اس صورت میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۶) جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں اسی طرح بیع سے بعض چیزیں بے لفظ کہے کل بھی ہوتی ہیں جیسے تربیہ کی بیع سے درخت اور جدار شرب یا انھیں منتقط من الدر المختار والفتح والفاسکیرۃ

فصل فی الاستحقاق

زاد وبو حد ولد ان استحق امه ببينة و ان اقر به لاصورتها اشترى رجل جارية فولدت عنده فاستحقها رجل فله باخذها وولدها و ان اقر به لان البينة حجة مظافة فظهر بها منكه من الاصل والاقرار حجة قاصرة ثبت انملك صرورة بحجة لاحتيار فيدفع الضرورة بثبوت انملك بعد بفصل الولد (۲) شخص قال لآخر انت بري من عبد فاشترى رجل من الشخص ان لم يدرك بالبينة لانه بالاقرار للشراء يصير واقعا على الشخص عند تعذر الرجوع على البائع دفعا لضرر وعندابي يوسف لا ضمان عليه (وان علم) لا رجوع عليه اى رجع هذا الشخص بما ضمن على البائع ولا ضمان في الوهبي اصلا اى ان قال ارتهني فاتى عبد فارتهنه فجاء حر فلا ضمان عليه سواء علم مكن الراهن او لا لان الوهبي ليس بمقد معارضة فلا يكون الامر به سببا للسلامة (قال في الهدايه في صوره الحسلة ضرب اشكال وهو ان الدعوى شرط عندابي حنيفة فحرية العبد تناقض بجميع صحة الدعوى فكيف يظهر انه حر

فصل بیع دوسرے کی ملکیت کے بیان میں

بیع کے ثابت ہونے سے ثابت ہوتی کہ بیع باطل ملک نہیں ایک ملک ثابت کی ملک نکل۔

(۱) لونڈی کا بچہ جننے کے بعد کسی اور کا ثابت ہونا

ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی بعد خرید کے مستحق پایا گیا کہ وہ لونڈی جب وہ ہمارے قبضہ سے نکلی تو مستحق نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف دعوی کرنے سے وہ لونڈی نہیں لے سکتا اور زید نے ثابت کر دیا کہ لونڈی فلاں کی ہے ملک اپنی کہنے سے ثابت نہ ہوئی تو اس صورت میں زید لونڈی اور بچہ دونوں لے سکتا ہے۔

فائدہ: فرق کی وجہ اس کتاب میں یہ ہے اور دوسرے مقام میں مذکور ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بینہ ثابت مطلقہ ہے وہ اقرار ثابت

تاصریحۃ بصورت اقرار ضرورت دفع ہو جاتی ہے ساتھ ثبوت ملک مشتری کے بعد انفصال ولد کے برخلاف بصورت ولد کے۔

(۲) غلام کا آزاد نکلنا

ایک شخص نے دوسرے کسی سے کہا کہ مجھ کو خریدنے کیونکہ میں غلام ہوں اور اس نے خرید بعد خریدنے کے وہ غلام آزاد نکلا اور اس کے بائع کا پتہ نہیں اس صورت میں مشتری جتنا ثمن اس شخص سے جس نے اپنے تئیں غلام کہا تھا لے گا۔ (اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر ضمان نہیں اور اگر بائع کا نشان دیتا موجود ہے تو مشتری رجوع کرے گا وں بائع پر کہ نے غلام ہر دو تقدار کا اور وہ ثمن بائع سے لے گا جب اس کو پاوے گا بخلاف زمین کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھ کو زمین رکھنے کہ میں غلام ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو نہ ثمن دے گا بایں وجہ کہ زمین کا نشان معلوم ہو یا نہ ہو اس لئے کہ زمین منعقد ہوا ہے

مسائل کا تجربہ کی ذات کرتے ہیں اس روایت کی خبر
ثابت ہے مسئلہ کہ مدعی نے بعوض کل الدعوی کل الدعوی کا دعوی کیا
پھر دعوے سے کم کرنے کی صلح کرلی جو اس کے لئے اقرار ہے
یا کوئی شخص مالک کا وکیل خصومت تھا اس نے صلح
سے بھی بیچ لیا ہے۔

فائدہ: شراء آتے ہے اول صورت میں اقرار پایا اور
یا دوسری صورت میں ہرگز نہ پایا گیا ہے۔

(۴) غیر کی ملک کو بغیر اجازت بیچنا

اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو اس کی اجازت کے بیچ ڈالے
تو مالک کو اختیار ہے بیع کو نافذ کردے یا اجازت کے بغیر جائز
رہنے کی صورت میں ہے۔ بائع اور مشتری اس کی باتی ہوں اور
اس کی اجازت پر موقوف ہوں گی اور باقی ہے۔

فائدہ: عرض وہ چیز ہیں ہیں جو تعین ہو جاتی ہیں قیمتی
قیمتی فقہاء بھی تقسیم کرتے ہیں اور مقابل اس کے ہیں ہے جو تعین
نہیں ہوتی ہیں قیمتی ہیں ہوتا ہے پہلے ہی چیز کیل وزنی ہیں۔

فائدہ: اگر کسی نے اجازت دی کہ میں ملک مالک کی سو
روپے میں بیچ دے بائع نے بارہ سو میں بیچا تھا اور بائع نے اس
کو بیچ دیا ہے۔ قبل مالک کی اجازت کے اس نے اس
اپنے اس سے کیونکہ حقوق عقد کے اسی پر ہیں اس کی طرف۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بائع یوں فضولی ہے اور جو خریدار
ہے کہ وہ اپنے لئے خریدے نئے عقد کو فسخ کرے۔ فضولی
فضولی بائع سے کہ وہ فسخ عقد کرے اجازت مالک سے لیں کرے
کیونکہ یہاں حقوق بیع راجع کرتے ہیں طرف عاقد کے اور
عاقد فضولی ہے اور نکاح میں حقوق نکاح راجع کرتے ہیں
طرف اصل مالک کے اور فضولی بیچ معطل ہوتا ہے۔

(۴) وجاز اعتاق المشتري من الغاصب لانبعه ان اجيز بيع الغاصب اي ادناع الغاصب العبد المغصوب فاعتقه المشتري فاجاز المالك البيع بعد الاعتاق وعند محمد لاينفذ لقوله عليه السلام لاعتق فيما لايملكه ابن آدم ولان ثبت في الآخرة ثبت مستنداً وهو ثابت من وجه دون وجه ولهما ان الملك ثبت موقوفاً بتصرف مطلق موضوع لافادة الملك فيتوقف الاعتاق موقعاً عليه كاعتاق المشتري من الغاصب ولو باع المشتري من الغاصب ثم اجيز البيع الاول لاينفذ الثاني لان بالاجازة ثبت ملك بات للمشتري الاول فوقع الثاني على الملك الموقوف للمشتري الثاني انظه ولو قطع يده ثم اجيز فارشه للمشتري اي قطعت بعد العقد فاختار ثبوتها له اجاز المالك البيع فارشه للمشتري لان الملك لم له من وقت الشتري تبين ان القطع وقع على ملك المشتري فالارش له وتصدق بعشرة على نصف قيمته اي اذا كان الارش زائداً على نصف الثمن فالزيادة لا تطيب له فوجب تصدقه اذ في الزيادة شبهة عدم الملك (۴) ومن شرى عبداً من غير سيده فاقام بينة على اقراره انه سيده لعدم امره مولاه لايقبل ان اقر انه به عند قاض و طلب منه بينة رده وجه الفرق بين الصورتين ان البينة لاتقبل الاعند صحة الدعوى و في المسألة الاولى لم يصح الدعوى للتناقض و في الصورة الثانية التناقض لايمنع صحة الاقرار للمشتري ان يستحد الثاني في ذلك فيتحقق الاتفاق بينهما.

(۵) کسی کا غلام غصب کر کے بیچ دینا

اور اگر ایک شخص نے غلام غصب کر کے بیچا اور اس کو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اس کے مشتری نے اس کو آزاد کر دیا پھر اصل مالک کی خبر ہوئی اور اس نے غاصب کی بیع جو غلام کو آزاد کرنے کی صورت میں مشتری کا حق ثابت ہو جانے کا اور بائع کے ذمہ پر نافذ نہ ہونے کا اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حق ہے اس غلام لونڈی میں جس کا مالک نہیں آزاد کرے۔

کذا فی روایۃ ابن سماعۃ وابن غندی نے اس عموماً میں شبیب عن ابی یوسف جو اپنی جامع اور تخلیص کی اصل میں ہیں ذکر کیا ہے۔

اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو عمرو کے ہاتھ بیچ ڈالا یہاں تک کہ غاصب نے غاصب کو بیچ کی اجازت دی اس صورت میں بیع ثانی باطل ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اجازت سے سابق منعقد ہوئی ہے مشتری اول کے لئے اب دو ملک موقوف مشتری ثانی پر عادی ہوئے تو اس کو باطل کیا اور اگر غلام مذکور ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو اس پر بھی قیمت واجب ہے کیونکہ مشتری کو اسے ملی اس لئے کہ ملک ثابت ہوئی مشتری کے لئے وقت خریداری سے تو قبضہ پر ملک مشتری میں ہوا پس اس کا ہوئی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہئے کہ قیمت واپس کرا کر نصف ثمن غلام سے زیادہ ہو تو اس پر قبضہ اس پر خیانت کر دے اس لئے کہ زیادتی امین شبیہ عدم ملک ہے۔

فائدہ۔ غصب یہ ہے کہ غلام یا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اس کے مالک کو تاوان میں دینا پڑتی ہے اس لئے کہ آزاد نے ہاتھ کاٹنے میں نصف دیت لازم ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر قیمت یعنی نرخ بازار اس غلام کا زیادہ ثمن سے نکلا جس کے بدلے میں مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہے تو نصف قیمت بھی اس کی نصف ثمن سے زیادہ ہوئی تو اس قدر زیادہ ہونے سے کو مشتری امین صدق کرا دیوے گا قبضہ اور بیع۔

(۶) مشتری کا بیع کے بعد عمرو کو مالک کے اجازت نہیں دی تھی

کسی زید نے عمرو کا غلام بدوں اس کی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچا پھر بکر نے عمرو سے کہا زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجھ کو اجازت بیع کی نہیں دی یا کہا انہوں نے یہ بات کہی کہ مالک نہیں عمرو نے اقرار کیا تھا میں نے زید کو اجازت بیع کی نہیں دی اور اس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود یہ ہے کہ بیع کو جائز قرار دے کر وہ غلام بکر کو دے دے عمرو نے یہ دعویٰ قبول نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ دعویٰ مکر کا متضمن ہے کیونکہ اس نے بعد اقدام کیا تھا غلام کی خرید پر تو اس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہے اور اب یہ کہتا ہے کہ اجازت نہیں ہوئی ہاں البتہ اگر بائع زید قاضی کے نزدیک قرار کرے کہ مجھ کو مالک کی اجازت نہ تھی تو بیع مردود ہو جاوے گی اور مشتری طلب کرے گا زید بائع کو اس واسطے کہ اس نے متضمن بیع ہے بات زید کی کا اور نہیں بیع کرنا صحت اقرار کو۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ اس صورت میں بھی گو بیع موقوف ہوئی ہے لیکن متضمن بیع صحت عدم ملک نہیں ہے تو مشتری کو ہو سکتا ہے کہ بائع کی مواخذہ کرے اس امر سے اور بیع کو رد کر دیوے۔

باب السلم

(باب السلم) هو البيع الذي على أن يكون المبيع دينا على البائع بألفاظ مخصوصة شرعا (قالب السلم سلمت فيه ونحوه رأس المال والبائع مسلما إليه والمشتري رب السلم) (يصح فيما يعلم قدره و صفته كالمكيل والموزون مما لا يتفاوت تفاوتا فاحشا يؤدي إلى المنازعة (كالحبوب والثمار والبقول والخضر والفواكه والأدوية والأشربة والجلود والأوبار والأكرع والأجبان والأسمان والعقار) كالحنطة والبيض والفلس والنشا واللحم بيان مع الكراهة في السمك الطري في الأصح (لا في الخبز والطبيخ والمطبوخ والأبزار والتوابل والأدهان والخل والماء والملح والفلوس والنقود والعروض والحيوان والصرف والمصوغ والمختلف فيه كالخبز والشواء واللحم والجلود والأواني والثياب والأرض والبناء والشجر والحطب والفحم والجمد والثلج والزجاج والآجر والكحل والزرنيخ والنورة والجص والحديد والرصاص والنحاس والصفر والخزف والقدور والأوتار والقسي والنبل والأقلام والكاغد والكتب والرحى والدولاب والقرميد والحصر والبواري والأكسية والخيوط والحبال والرطاب والقصب والحشيش والتبن والسرجين والطين والآجر والكوز والجرار والبيوت والدور والحوانيت والرحى والدولاب والسفن والزوارق والسلاح والرقيق والدواب والطير والصيود والعنبر والمسك والجواهر والأحجار والعظم والعاج والقرن والشعر والصوف والوبر والريش والجلود والأوبار والأكرع والأجبان والأسمان والعقار

(۱) بیع سلم کی تعریف

سلم کہتے ہیں بیع کو ایک شے کی بوصف پر کہ بیع دین ہو جو ثمن پر اور قیمت نقد دی جاوے ساتھ شرائط معتبرہ کے (اور سلف بھی اس کو کہتے ہیں) تو بیع کو سلم نیز اور ثمن کو رأس المال اور بیع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہیں۔

(۲) بیع سلم کن چیزوں میں جائز ہے

اور صحیح ہے سلم ہر اس چیز میں جس کی قدر اور صفت معلوم ہو سکے بیان کر دینے سے۔ (اور جن چیزوں کی صفت اور قدر بیان سے معلوم نہ ہو سکے تو ان میں سلم جائز نہیں جیسے وہ چیزیں کہ عددی ہیں متفاوت جیسے خربزہ کدو مولی انار اور جیسے وہ چیزیں کہ پک کر تغیر پاتی ہیں جیسے میں (مثلاً گیہوں چاول آٹا غلہ وغیرہ۔

☆ یا اگر سوائے ثمن کے۔

فائدہ۔ یعنی ثمن ہوں ثمن نہ ہوں مثمن اس پر کہ کہتے ہیں جو خرید میں ثمن کے آئے اور سوائے ثمن کی قیمت سے روپیہ اشرفی درہم دینار نکل گئے کہ یہ بھی اگر چہ نقل تر بکتے ہیں لیکن چونکہ ثمن ہیں غلہ اور عرضا اور ثمن نہیں ہوتے اس واسطے سلم ان میں جائز نہیں۔

☆ یا اگر کمی نہ ہو ثمن سے ناپ کر جیسے کپڑا ایک کا طول اور عرض اور گنتی اور صفت بیان کر دیوے یا شمار ان چیزوں میں جو تقریب تقریب ایک ہی ہوتی ہیں۔

فائدہ۔ یعنی پھٹائی اور بڑائی میں ان کے بہت فرق نہیں ہوتا۔

☆ جیسے اخروٹ انڈے پیسے کی پکی اینٹ یک سانچے میں سے۔

فائدہ۔ اور فلوس بھی ان ہی میں داخل ہیں اور مختار

☆ اور صحیح ہے سلم گیہوں مچھلی سنگ گنی دوانی میں اور ناری مچھلی میں بھی جب اس کا سم ہو۔ (یہ سوسماری مچھلی میں سلم درست نہیں مگر اس شہر میں جہاں بیضہ نکلتا ہو کہ قول سے اور قسم معلوم ہے (جیسے روہو وغیرہ) اور جائز ہے سلم بشت اور کاٹنے اور صوروں میں اگر ان کی پہچان بیان کر سکے ورنہ نہیں جائز ہے۔ (اور اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ)

(۳) بیع سلم کن چیزوں میں جائز نہیں ہے

اور نہیں جائز ہے سلم اس چیز میں جس کا قدر اور وصف معلوم نہ ہو مثل میوہ جات کے (اور اسی طرح مثل کے ناریل کے بھی جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور من اور وزن اور صفت کے اور ہم کہتے ہیں کہ بعد بیان ان سب باتوں کے بھی اس میں تفاوت فاحش رہتا ہے اور صورت یہ کہ مذہب شافعی کا صریح مخالف حدیث کے ہے روایت کی اس کو دار قطنی نے اپنی سنن میں اور ابن عدی نے کامل میں اور ابو داؤد طیالسی نے اپنی مسند میں سمرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے نیوان میں جادہ کم نے حدیث صحیح الاسناد و لم یحوجاہ اور تفسیر فتح القدیر میں ہے) اور نہ بھری اور کپے پاؤں میں اور نہ کھانوں میں شمار ہو سکے اور نہ مکڑی کے کھیوں میں اور نہ ترکاریوں کی گڈیوں میں واسطے تفاوت بہت کے پس اگر بیان کیا جاوے خوب بندھن کھیں کا تو جائز ہوگا اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزوں میں (جیسے موتی پوت وغیرہ) اور نہ ساتھ ایسے صانع معین یا گزمعین کے کہ اس کا اندازہ معلوم نہ ہو سکے (اس واسطے کہ امکان ہے کہ وہ صانع یا گز تلف ہو جاوے وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوتی) اور نہ کسی قناس یا کان کے تنوں یا کسی خاص درخت کی ثمر پر (اس واسطے کہ محتمل ہے کہ اس سال میں اس قریے میں کچھ پیدا نہ ہو یا اس درخت

میں پھونکنے تک مسلم فیہ کی تسلیم پر قدرت ہونا کافی ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے کہا کہ مسلم فیہ موجود ہے یا عقد کے وقت سے لے کر مدت محل تک وقتاً فوقتاً موجود ہونا کافی ہوتا ہے اور مسلم فیہ کے عقد کے وقت موجود ہونے کا علم ہونا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ عقد کے وقت اور مدت محل کے درمیان کے پورے زمانہ میں وہ اس وقت سے معدوم نہ ہوا ہو جو مسلم فیہ کی تسلیم کے وقت سے متصل ہوتا ہے یا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مسلم فیہ کی مدت گزرنے کے وقت موجود ہونے کا علم ہو جاتا ہے۔

(اور پوری مدت تک مقدور ہونا بھی ضروری ہے) کیونکہ اگر مدت کے درمیان میں مسلم فیہ کا وجود منقطع ہو جائے تو سلم جائز نہیں ہوتا ہے۔

(اور) امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک وہ مدت ہے جس میں عام طور پر مسلم فیہ کا وجود منقطع نہیں ہوتا ہے اگرچہ وقت درمیان میں منقطع ہو جاتا ہو اور ان کے نزدیک مدت کی تحدید میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ ایک مہینہ ہے اور بعض نے کہا کہ وہ نصف مہینہ ہے اور بعض نے کہا کہ وہ دس دن ہے اور یہی صحیح قول ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ حقائق میں اسی پر فتویٰ ہے انتہی۔

(۴) ومن شروطه بيان جنسه كبر او شعير ونوعه كسقية او محمدية او حنطة منقاة او غير منقى منصوبه الى الصقيع والمحمدية اجود لاستقى منسوبة الى المحمد وهو الازرق بين البيض تسقى بماء السماء سميت بذلك لانها منحدرة الحظ من الماء وصفته كجيد اوردى وقدره بعلو مانحو كيلا ينخفض ولا ينبسط فالايجعل الزبيل كيلا او وزنا وأجله معلوما هذا عند الثانى خلافا لهما وهو المستفى في الحال وأقله شهر في الاصح انما قال في الاصح لانه قد قيل اقله ثلثة ايام وقيل اكثر من نصف يوم وقدروا من المثل في الكيلى والوزنى والعددى قال الحقد فيه يتعلق بالمقدار فلابد من بيان مقداره وهذا عندهما خلافا لابى حنيفة وعندهما اذا كان راس المال معينا لايحتاج الى بيان مقداره لان المقصود يحصل بالاشارة كما في الثمن والاجرة ولابى حنيفة انه ربما يكون بعض راس المال ربوا ولايستقيل في المجلس فلولم يعلم قدره لايدرى كم بقى وربما لايقدر على تحصيل المسلم فيه فيحتاج الى فسخ العقد فيحب ان يكون معلوما بخلاف ما اذا كان راس المال نوعا معينا لان العقد لايتعلق بمقداره فلايجب بيان قدر راس المال ثم فرع على هذه المسئلة مسائل فقال ثلثة بحر شيء حنطة بلادين رس مال كل واحد منهما ولا يتقيدان بلاسان حنطة كل سيما من المسلم فيه

(۴) بیع سلم کی شرائط

سلم کے جائز ہونے کی چھ شرائط ہیں ان کو علوم کرنا چاہئے۔ اول بیان کرنا مبیع مسلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو ہے بیان کرنا اس کی نوع کا اور اگر اس کے کئی نوع ہوں یا بہت سی قسمیں ہوں بیان کرنا اس کی صفت کا کہ عمدہ ہے یا ردی ہے یا درمیانی ہے بیان کرنا مقدار معلوم کے ساتھ کیل سے جس کا مقدار معلوم ہو۔ وزن سے جس کا وزن معلوم ہو یا عدد سے جس کا عدد معلوم ہو۔ اور کیل سے گز نا یا پیمانہ ہونے سے جیسے زنبیل وغیرہ کیا جاتا ہے

لہٰذا ہے) لہٰذا راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیل ہو یا وزنی یا عددی اس واسطے کہ مقدار اس چیز میں متحقق ہوتا ہے مقدار سے تو ضرور ہے بیان مقدار راس کا (یہ کہ وہ کتنے ہیں یا ناپا جاتا ہے) اور یہ عام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک جب راس المال معین ہو تو اس کے بیان مقدار کی ضرورت نہیں اس واسطے کہ مقصود حاصل ہو گیا اس کی طرف اشارہ کر دینے سے جیسے ثمن مبیع میں یا اجرت اجارے میں (کہ ثمن مبیع یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کر دی تو اس میں بیان مقدار ضرور نہیں) امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راس المال کے دانے یا اشرفیاں کھوٹی ہوتی ہیں اور مجلس عقد سلم میں مسلم الیہ اس کو نہیں جانتا ہے تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہ ہوگا تو یہ جھگڑا نہ ہوگا کہ کتنے روپے میں سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہیں ہوتا جانے کے قادر نہیں ہوتا سوائے کھود کرنا راس المال کا لازم آتا ہے اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہ ہوا تو منازعت واقع ہوتی ہاں اگر راس المال کوئی ایسا معین ہو جسے تو اس کا مقدار بیان کرنا ضرور نہیں کیونکہ ایسے میں عقد متعلق اس کی ذات سے ہوتا ہے نہ اس کی مقدار سے اب دامنوں کی تفریع کرنا ہے پہلی شرط تو جائز نہ ہوگی سلم دو جنسوں میں بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے۔

فائدہ:۔ مثلاً بیس درہم دیے اور سلم کی ایک کر میں گیہوں کے اور ایک کر میں جو کے اور یہ بیان نہ کیا گیہوں کے حصے کے کتنے روپے ہیں اور جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہ ہوئی بوجہ معلوم نہ ہونے راس المال کے۔

☆ یا بعقطہ میں بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے (جیسے سلم کیا دو کر گیہوں ثانیہ دیکر ایک کر میں گیہوں کے اور ایک کا حصہ معلوم ہے اور دوسرے کا معلوم نہیں کہ کتنا حصہ ہے مسلم فیہ سے)

(۴) و مکان ایفاء مسلم فیہ ان کان لحملہ مؤنۃ و مثلہ الثمن والاجرۃ والقسمۃ ای اذا کان المسلم فیہ شیأ لحملہ مؤنۃ یجب بیان مکان ایفائہ عند ابی حنیفۃ و محمد ھو فیہ فی مکان العقد و علی ھذا الخلاف الثمن والاجرۃ اذا کان لحملھما مؤنۃ والقسمۃ ای اذا اقتسما الدار بجعلامع نصیب احدھما شیأ لحملہ مؤنۃ (۲) و الا فالحمل لہ یوفیہ حیث شاء ھو الاصح و فی روایۃ الجامع الصغیر یوفیہ فی مکان العقد ثم المراد بالموضع من بیان شرط صحۃ السلم ذکر شرط بقائہ فلو (۳) و قبض راس المال قبل الافتراق من شرط بقائہ فلو مسلم مائۃ لفقاً و مائۃ دیناً علی المسلم الیہ فی کر مثلاً بطل السلم فی حصۃ الدین فقط ای لا یصح السلم لان العقد صحیح و ھذا الشرط شرط البقاء فیکون صحیحاً (۸) ثم من تفاریع قبض راس المال ان السلم لا یجوز مع خیار الشرط و خیار الرؤیۃ لانھما یمنعان تمام التسلیم بخلاف خیار العیب فانہ لا یمنع تمامہ فلو اسقط خیار الشرط قبل الافتراق صح خلاف لزفر

(۵) ساتویں شرط بیان مکان

بقصد ایسا مکان جہاں پر مسلم فیہ سلم کو دیا جاوے اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جس کی بار برداری اور مزدوری چاہئے نام

ابوحنیفہؒ کے نزدیک و صاحبینؒ کے نزدیک جہاں پر عقد سلم واقع ہوا اسی جگہ مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا اور اسی اختلاف پر ہے ثمن اور اجرت اور قیمت جب ان میں بار برداری اور مزدوری ہو۔

فائدہ: ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عوض کیل یا موزون کے فرض خرید کیا مدت معین کر کے تو امام صاحب کے نزدیک مکان ادائے غلہ شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایہ کو لیا بعوض کیل یا موزوں کے مدت مقرر کر کے تو امام صاحب کے نزدیک مکان ادا کرنا اجرت شرط ہے اور قسمت کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور دوسرا برابر لے لیا تو کیل یا موزوں کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام صاحب کے نزدیک بیان مکان ادا کرنا شرط ہے یہ خلاصہ صاحبین نے کذا فی الخطابی۔

(۹) ☆ اور جو مسلم فیہ اپنی چیز ہووے کہ اس میں بار برداری وغیرہ کی حاجت نہ ہووے تو جہاں چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کر دے اور یہی قول اصح ہے اور جامع صغیر کی روایت میں جہاں پر عقد سلم ہوا ہے وہیں حوالے کرے۔

(۷) سلم کے باقی رہنے کی شرط

اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ راس المال مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے عوض دو سو کے ساتھ اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کر میں گیہوں کے تو باطل ہوگی سلم سو پر قرض میں اور سو نقد میں صحیح ہو جاوے گی۔

فائدہ: کر ہوتا ہے ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہے آٹھ کیل کا اور کیل وزنہ صاع کا ہوتا ہے تو قفیز بارہ صاع کا ہوا اور کر سات سو بیس صاع کا۔

(۸) خیار شرط اور خیار رؤیت

اور سلم نہیں صحیح ہوتی آزاد میں خیار الشرط ہونا خیار الرؤیۃ کیونکہ یہ دونوں مانع ہیں تمام تسلیم کے البتہ خیار عیب مانع نہیں ہے تمام تسلیم کو تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے صحیح ہو جاوے گی۔ (اور قبل اس کی باب میں مذکور ہے)

(۹) و لم يجز التصرف في رأس المال والمسلم فيه كالشركة والتولية قبل قبضه صورة الشركة ان يقول رب السلم لآخر اعطني نصف رأس المال ليكون نصف المسلم فيه لك وصورة التولية ان يقول اعطني مااعطيت المسلم اليه حتى يكون المسلم فيه لك و من صورة التصرف في راس المال ان يعطي بدل رأس المال شيأ اخر و من صورة التصرف في المسلم فيه ان يعطي بدله شيأ اخر ولاشيء شيء من المسلم اليه برأس المال بعد الاقالة حتى يقبضه قال النبي صلى الله عليه وسلم لاتاخذ الاسلمك اورأس مالك اي لاتاخذ الا المسلم فيه عني بتقدير المضي على العقد اورأس مالك على تقدير الاقالة العقد ولو تصرى كواو امرو رب السلم بقبضه قضاء لم يصح لانه اجتمع صفقتان السلم وهذا الشراء فلا بد من ان يجري فيه الكيلان ولو امر مقرضه به صح اي لو استقرض براً فاشترى من اخر براً فامر المقرض بقبض براً مه قضاءً لقرضه صح لان القرض عارية فكانه بقبض عين حقه يرد عليه ان مايقبضه في السلم ايضا عين حقه فلا يلزم الاستبدال فاجاب في الهداية بان مايقبضه في السلم غير حقه لان الدين غير العين فالشرع و ان جعله عينه ضرورة لئلا يكون استبدالا لكن لايكون عينه في جميع الاحكام ففي وجوب الكيل لايكون عينه فيكون قابضاً هذا العين عوضا عن الدين الذي له على المسلم اليه وكذا لو امر رب السلم بقبضة له ثم

نفسه فكذا له ثم نفسه قوله و كذا في بصح في هذه الصورة كما يصح في الصورة الاولى و هي ما ذا اشترى المسلم اليه كرا من رب السلم مثلا يقبضه لاجل المسلم اليه ثم لا ثم نفسه فاكتاله المسلم اليه ثم اكتاله لاجل نفسه يصح و انما يصح لانه قد تجري فيه الكيلان

(۹) راس المال اور مسلم فیہ میں تصرف

راس المال اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہیں جیسے شرکت اور قراضہ بصورت شرکت کی یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو گیہوں تصرف راس المال دیدے تاکہ تصرف مسلم فیہ ہوجاوے اور بصورت قراضہ کی یہ ہے کہ کہے تو گیہوں تاکہ تصرف فی راس المال کی بصورت ہے کہ رب السلم راس المال کے بدلے میں کوئی اور چیز دیدے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے میں کوئی اور چیز دیدے اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اس کو اقالہ کر لیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے میں کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ وہی راس المال عمرو کو واپس کر دیوے رفعہ ما علیا اصلاۃ والسلام نے نہی فرمائی ہے تصرف فی راس المال سے۔

ف ۱ مؤلف۔ یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اس کو دار قطنی نے حسن میں ابو سعید خدری۔ سعید بن ابراہیم بن سعید بن الحدھری عن ابیہ عن شیخ فلا یاخذ الا ما اسلم فیہ او راس مالہ اور ضعیف کہا اس کو دار قطنی نے باسب علیہ عمر کے لیکن روایت کیا اس کو ابوداؤد نے عن ابن عباس کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شے میں تو نہ پھیرے اس کو غیر طعام سلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ نہ لے عمرو زید سے گیہوں کو اور حسن کہا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ نہیں پہچانتے ہم مرفوع اس کو مگر اسی طریق سے اور عبد الحق نے صحیح کہا اس کو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اس کی حدیث کو تو حدیث حسن ہے اور روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں اور کہا ہیثمی نے جس وقت علم کرے تو کسی شے میں تو نہ لے مگر راس مال اپنا یا وہ چیز جو مخلی ہے تو نے اس میں اور روایت کیا ابو الشیخ نے مثل اس کے کذافی فتح القدیر للشیخ ابن الہمام اور ذکر کیا اس میں اختلاف نے اور ثابت ان پر یہی حدیث ہے۔

زفر زید نے عمرو سے ایک کر گیہوں کا سلم کیا جب زمانہ گزرا تو عمرو نے ایک کر گیہوں کا عمرو سے خرید کر کے قبل قبضے کے اور اپنے قول لینے کے زید کو حکم کیا کہ عمرو سے جا کر لیوے گیہوں۔ زفر نے کہا کہ مسلم فیہ کے تو جائز ہوا اس واسطے کہ زید نے واقعہ میں معجل اور ثمر تو شہ دیا ہے کہ اس میں صبح بالغ اور مشتری نے دام بیباق ہوئیں۔ (یہ قابل اس حدیث کے تولہ پر گزری) اور قرض میں یہ صورت درست ہے مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ گیہوں قرض لے اجداس کے اتنے گیہوں زید نے عمرو سے خریدا کہ عمرو کا حکم کیا کہ وہ گیہوں بکر سمعا اپنے قرضے کے واسطے لے لیوے صحیح ہے۔

فائدہ۔ اصل اس کی اصل کتاب اور جایئے میں مذکور ہے۔

۱۲ اپنے سلم میں بھی درست ہے اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہوں اپنی سلم کے بکر سے لے لے راس المال میری طرف سے ہوگا اس پر قبضہ کر کے، پھر تو قبل لے اور وہ اپنے واسطے قبضہ کر کے، یہ قبل لے اس واسطے کہ اس صورت میں دونوں کے سامنے جاری ہو گئے۔

فائدہ۔ اور یہ صورت اوپر گزر چکی ہے۔

(۱۰) وتوكل المسلم اليه في طرف رب السلم دامره بقبضه او وكل انسانه في طرفه توفي طرف نفسه بامر المشتري له يكن قبضا لان في السلم لم يصح امر رب السلم بالكيل لان حقه في الدين لا في العين فمره لم يصادف ملكه فلم يسلم اليه حتى ملكه في ظرف استعاره من رب السلم وفي البيع لم يصح امر المشتري لانه استعار ظرفه من البائع ثم قبضه ليكون في يده امانة فكذا المحتفظ الذي اليه وانه قال بقبضه حتى وكان حاضرا يكون قبضا لانه حينئذ يخلي اليه بتخلل كيله في ظرف نفسه فيرتفع دامره اي دامر المشتري حسنة معينة قامر المشتري البائع ان يكيله في ظرف المشتري بغيبته فكيل بغير امره لانه صادف العين دامره صادف ملكه ولو قال اقبض واكيل في ظرف المشتري ففعل يكون قبضا وان لم يكل بالذي لا عند ابي حنيفة اي دامشتري الرجل من احر كوا بعقد السلم وامرا مغيبا بالبيع فقبض المشتري البائع ان يحعل الكيل في ظرف المشتري ان بدا بالعين كان قبضا اما في العين فلصحة الامر واما في الدين فلانعدام ملك المشتري وان بدا بالدين لا يصير قبضا لان الامر لم يصح في الدين فلم يصر بقبضه قابضا له ففي بدائع لخلط ملك المشتري بملكه فصار مستهلكا عند ابي حنيفة فيسقط الثمن والبيع وعندهما المشتري شاحبار ان شاء فسخ البيع وان شاء شاركه في المخلوط لان الخلط ليس باستهلاك عندهما

(۱۰) رب السلم یا مشتری کے حکم سے مسلم الیہ یا بائع کا نپنا

(۱۰) مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اس کی غیبت میں اس کے برتن میں مسلم فیہ دیا یا بائع نے حکم مشتری سے اس کی غیبت میں اپنے ظرف میں دیا پھر مسلم الیہ نے اس میں اپنے ظرف میں ناپ کر دیا تو قبضہ نہیں ہوا اور مشتری کا حکم اس نے نہیں مانا کیونکہ حکم اس کی ملک میں واقع ہوا اور بائع نے مشتری کا حکم مانا کیونکہ حکم اس کی ملک میں واقع ہوا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جائے گا اور اگر پہلے حکم کا غلط ہونا شروع میں یا اس صاحب نے جس کے برتن میں ناپا قابض آدمی کو یہ کہہ دیا کہ مشتری نے تجھ کو حکم نہیں دیا ہے بیچ ٹوٹ جائے گی اور مشتری کا قبضہ نہیں ہوا اور بائع کا شریک ہو جائے گا

(۱۰) وتوكل المسلم اليه في كيل وقبض استقال الاقالة في يده بقي و يغلب قيمتها يوم اقالتها اي اشترى كر الحنطة المسلم و حمل الامة راس المال وسلم الامة الى المسلم اليه ثم استقالا عقد السلم ثم ماتت الامة في يد المسلم اليه بقي الاقالة فيجب قيمة الامة على المسلم اليه يوم دعا الى رب السلم وتوقفت ثم تقايلا صح اي في الصورة المذكورة ان كان الموت في التقايل صح التقايل وذلك لان صحته الاقالة تعتمد بقاء المعقود عليه وهو المسلم فيه وكذا المقايضة في وجهه اي وجه امامة بعرض فهلك احدهما دون الاخر فتقايلا صح التقايل ولو تقايلا ثم هلك احدهما بقي التقايل فلوله وكذا الى اخره تقديره بقي تقايل المقايضة و صح تقايلها هي كالوجهين اما التقايل ففي صورة تقدم التقابل على الهلاك واحد الصحة ففي صورة تاخره عنه بخلاف

الشراء فالقول قولها ای ان اختلفا بالشروط و بدایرۃ ثم تقایلا ثم ماتت الامۃ فی ید المشتری لم یبطل التقایل و لو ماتت ثم تقایلا لایصح التقایل (۱۲) و لو اختلف عاقد السلم فی شرط الزیادۃ والاجل فالقول لمدعیها ای قال المسلم الیہ شرطنا الزیادۃ وقال رب السلم لم نشترط شیئا حتی یکون العقد فاسدا فالقول قول المسلم الیہ لان رب السلم منعت فی انکارہ الصحۃ لان المسلم فیہ رأسمال علی رأس المال عادۃ فانکارہ الصحۃ دعوی امر یکون صورا فی حقہ فکان منعما و لو ادعی رب السلم شروط الزیادۃ وقال المسلم الیہ لم یشرط شیئا فالواجب ان یکون القول لرب السلم عند ابی حنیفۃ لانہ یدعی الصحۃ فالحاصل ان فی صورتین القول لمدعی الصحۃ عندہ و عندھما القول للمنکر و لو اختلفا فی الاجل فقال احدھما شرطنا الاجل وقال الآخر لم نشرط فایھما ادعی الاجل فالقول قولہ عند ابی حنیفۃ لانہ یدعی الصحۃ و عندھما القول للمنکر

(۱۱) بیع سلم میں اقالہ

اگر رب السلم نے ایک لونڈی اس خیال میں دے کر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اس لونڈی پر قبضہ کر لیا اور اس کے دونوں نے اقالہ کر لیا تو یہ لونڈی پھر مسلم الیہ کے پاس رہن قرار پائے گی اور اس لونڈی کی قیمت جو اس قبض سے قبل مسلم الیہ اور اس کے درمیان طے ہوئی تھی اس پر برقرار رہے گی اور اقالہ کرتے ہی یہ حکم ہے کہ گویا نئے سرے سے اقالہ ہوا ہے۔ اس اقالہ کو قبض سے پہلے مسلم علیہ پر اور اسی مجلس میں (یعنی اقالہ صحیح ہونے کے وقت) مسلم الیہ کو قیمت اس لونڈی کی جو رب السلم قبض میں لے لے گی یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے میں بیچ دیا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے سے اقالہ کیا بعد اس کے تلف ہوئی یا وقف ہوتی رہے یا اور قیمت سے تلف شدہ کی دیدی گئی یا بعد تلف ہونے کے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور قیمت اس وقت کی واجب ہوگی جو تلف کے وقت تھی۔

(۱۲) شرط یا مدت میں اختلاف کا حل

اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے شرط کی تھی خراب نہیں کی اور رب السلم نے کہا کہ تو نے شرط نہیں لگائی تھی یا کہا کہ لگائی تھی اور کہا کہ ایک کیلے کی مدت کی شرط ہوئی تھی اور رب السلم نے کہا مدت کی شرط نہیں ہوئی تھی تو قول اسی کا معتبر ہوگا جو مدت کی خراب نہیں ہونے کا یا مدت کی شرط نہ ہونے کا معتبر ہوگا اس لئے کہ اصل کے قبل سے صحت علم ہوتی ہے پس منکر کے قول سے اسی وقت کیونکہ علم کی بنیاد عدم صحت و عدم ضرر ہے یہ امام صاحب کے نزدیک ہے صاحبین کے نزدیک قول منکر کا معتبر ہوگا۔

ضمیمہ از "آپ کے مسائل کا حل"

بیع سلم کی شرائط

اگر قیمت نقد دا کر دی جائے اور چند مہینے دو مہینے کی مدت پر وہ شے دی جائے تو سلم کہلاتی ہے۔ اس میں چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ جنس معلوم ہو۔ ۲۔ نوع معلوم ہو مثلاً فلاں قسم کی گیہوں ہوگی۔ ۳۔ وصف معلوم ہو مثلاً اچھی ردیء کی ہو یا درمیانی درجہ کی یا گھٹیا رہے گی۔ ۴۔ قدر معلوم ہو۔ ۵۔ مہینوں کی تاریخ مقرر ہو۔ ۶۔ جو قسم اور جس کی ہے اس کا وقت معلوم ہو۔ ۷۔ یہ بھی ہو جائے کہ یہ چیز فلاں جگہ سے خریدا کرنے کا۔

والاستصناع

۳ ۔ ماحل معقود سلم تعلق به ولا يبطل فيما يتعامل كخف و قبقمة و عند صح بعا لاعدة الاستصناع ان يقول للصانع كالخفاف مثلا اصنع لي من جانبك خفا من هذا الجنس بهذه الصفة بكذا فان احل احلا معينا كان سلما سواء جرى فيه التعامل ولا يقتضي فيه شرائط السلم وان لم يوجد فان كان مما يجوز فيه التفاضل صح بطريق البيع لا بطريق السلعة فان لم يجز فيه التفاضل لا يجوز ثم ذكر فروع قوله انه بيع لا سلعة فقال فيجبر الصانع على عمله ولا يجبر الآمر على دفع الثمن هو الصحيح لا عمله فان جاء بما صنعه غيره لم يجبر على القبض فاحدة صح ولا يتعين له بل الخيار صح بيع الصانع قبل رؤية الآمر وله احدة وبر كه وهو صحيح لا يتعامل كالثوب الذي لا يوجد كذلك عند

(۱۳) استصناع کی تعریف، حکم اور شرائط

اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ میرے لیے فلاں فلاں چیز جیسی بنوانے کے لیے کہہ کر کچھ رقم طے کر لے اور اپنے پاس سے دے (استصناع قیاساً ناجائز ہے کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے لیکن استحساناً جائز ہے کیونکہ لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے) تو اگر استصناع ایک معین شخص کے ساتھ ہے تو سلم ہو جائے گا تو وہ اس کو دوسرا شخص کو دینا جائز نہیں اور سلم کے اس میں شرائط معتبر ہوں گے اور اگر وہ چیز ایسی ہے جس میں تفاضل جائز ہے جیسے موزے، نعلین وغیرہ تو یہ بیع ہے (سلم نہیں ہے) لہٰذا اگر ایسی چیز بنوائی جو بازار میں بکتی ہے تو بیع ہو جاتی ہے سبب قولی کے بغیر اگر کسی نے ایسا کہا کہ تو بیع ہو جاتا

مسائل شتی

(۱) صح بیع الکلب والفهد والسباع خلافا لهما عندنا وعندهما لا یجوز بیع الکلب العقور وعند الشافعی لا یجوز بیعه لکلب اصلا بناء علی انه یجب القصاص فی قتله وعندنا انما یجوز بناء علی الانتفاع به وبجلده (۲) والدمی فی البیع کالمسلم الا فی الخمر والخنزیر (۳) وهما فی عقد الذمی کالخل والشاة فی عقد المسلم حتی یکون الخمر فی ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم (۴) ومن رد مشتریه فی قطنها صبغ فاق و غیب فقد فیهب رد الا فلا ای بمجرد التروبح لا یکون فائتا والقیاس ان یصیر فائتا لانها تعیب بالترویح وجه الاستحسان ان التعیب الحقیقی استیلاء علی المحل فیکون قطعا بخلاف التعیب الحکمی

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان میں فائدہ: کھلونوں کی بیع

بیل یا خنزیر کی کاخریدنا کرنے کی لگنے والے کا بیع صحیح نہیں اور اس کی کوئی قیمت نہیں اور جس نے ان کو تلف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور تلف کرنے والے پر اس کے ثمن سے اور نجتی کی کتاب الخطر والاباحۃ میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور اس کی قیمت کھانے کے لیے ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

(۱) کتے، چیتے اور درندوں کی بیع

صحیح یہ ہے کہ کتے اور چیتے کی اور درندوں کی بیع جائز ہے کھانے کے لیے ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ کے ہمکاروں کو صاحبین کہا جاتا ہے جب صاحبین کہتے ہیں تو اس سے امام اعظم کہتے ہیں ہر فقیہ معلم کو طلب مصنف کہا جاتا ہے کہ کتاب و چیستا ہو وہ خواہ علم ہو یا نہ ہو بیع اس کی درست ہے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیع فاسد ہے اس کی درست نہیں ہے جائز ہے اور ان کے نزدیک شافعی کے کی کتے کی بیع درست نہیں اس واسطے کہ ہدایت کی ان جان نے بیع میں جو ہر ہو سکتے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت سے زانیہ کی قربانی اور قیمت کتے کی اور کتے کی بیچنے کا نے والے کی اور روایت کی ہے صاحبین نے ابو مسعود انصاری سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور قریشی سے وہ مخالف ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کتے کی اور روایت ہے ابوجحیفہ سے کہ پوچھا میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا ہم کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا ہے ابوداؤد اور ابوحنیفہ نے اور اس واسطے کہ نہیں ہے انتفاع سے مگر بعد زوال نجاست سے اور اس ہونے بیع سے اور اس کا لازم آتا ہے تجویز کرنا بیع کی اور اس کی قیمت کی اور حدیث ہے جس کو روایت کیا ترمذی نے ابوہریرہ سے منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث جابر سے بھی مروی ہے اور حدیث اس کی صحیح نہیں اور احادیث صحیحہ میں اس کا اشارہ تک نہیں ہم کہتے ہیں کہ روایت کی ابوحنیفہ نے مسند میں جشم سے انہوں نے عبداللہ سے انہوں نے کہا کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت میں کتے شکاری کی اور پسند نہیں ہے اس واسطے کہ جشم ذکر کیا اس کو ابن حبان نے ثقات میں اور ابوداؤد کی نزدیک نے مثل اس کے جو ہر سے اس کی اسناد میں بھی جشم ہے لیکن جشم ناظر

مختلین کہتے ہیں تو قتل کی اس کی بن سعد نے دارقطنی نے اور اخراج کیا اس سے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور روایت کی دارقطنی نے ابوالزبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ سنا کہ یہ حضرت سے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت سے سانپ کی اور اسکے کی کہ ماری کتے کی اور روایت کی طحاوی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ رحمۃ اللہ بن عبد ابن الدارمی نے حکم دیا ایک شخص کی کتے کے قتل کا پھر لیس اور پھر کالا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا اور روایت کی طحاوی نے عبداللہ بن المغفل سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتوں کے پھر فرمایا کیا کہ تم کیا ہے ہیں کتے اور رخصت دی شکاری کتے میں اور حدیث ابوہریرہ کی ابتدائے اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوئی کیونکہ خود ہوا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے اپنے اندرون قیام واجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اس کو شیخین نے ابن عمر سے اور جماعت محدثین نے ابن ابی اوفی سے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے بطلان دعوت نے امام ابو حنیفہ کے حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث نہی عن ثمن کلب پہلے مدنی اور پھر کلب صید اور زراعت کا اس سے مخصوص ہوا تو اب ہر عام ظنی ہوگیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہے۔ تیاس سے کہ اس صورت میں روا نہ آتا ہے کہ کتے کھانے والے یا شہر پہنچانے والے کی بیع بالکل ہو کر نہ ہو دے حدیث مذہب ابو یوسف کا ہے تاکہ اس حدیث عام کے پیچھے کوئی آرہائی نہ رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع سے کی زیادت ہو جائے جیسا کہ مروی ہے ابو نعیم سے دلائل اظہر بلدائی فتح القدیر شرح الہدایہ للامام

(۲) ذمی کی بیع

ذمی کی بیع میں مثل مسلمان کے ہے۔ الا شراب اور سور

کی بیع کہ ذمی کو درست ہے اور مسلمان کو درست

فائدہ۔ صحیح مسلم میں مروی ہے ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے حرام کیا شراب کے پینے کو اس نے حرام کیا اس کی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہے ابوداؤد کے آخر میں۔

(۳) ذمی کے لئے شراب اور خنزیر سرکہ و بکری کی طرح ہے

تو شراب ایسی ہے ذمی کے حق میں جیسے سرکہ ہمارے نزدیک اور سور ذمی کے حق میں جیسے بکری ہمارے نزدیک تو قیمتی ہے اور سور ذات القیمہ ہے۔

فائدہ۔ یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اس نے ضمن میں نہ ڈالی جاوے گی کیونکہ مال نہیں ہے مسلمان کے حق میں اور نہ ہے ذمیوں کے حکم میں بیان کیا تلف کر دینے سے مثل اس کا اور قیمت ہے اور سور ذات القیمہ ہے ذمی کے حق میں اور ہے مسلمان کے حق میں مثل۔ پس جس نے تلف کر دیا ہے قیمت لازم آئی ہے تو اگر ذمی نے دوسرے ذمی کو بیچا کہ اس صورت میں ان کے دین ہو اس کی قیمت ہوگی ڈالی جاوے گی نہ دوسرا دین ہمارے یہاں ساقط ہے اور ذمی ذات القیمہ ہے۔

(۴) قبضہ سے پہلے وندی کا نکاح کر دینا

زید نے بکر کو ندی خریدی اور قبل قبضے کے اس کا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح نہیں ہے اب اگر عمرو نے اس سے ملکی کی تو قبضہ بدیکا شمار کیا جاوے گا نہ قبضے کا نکاح کر دینا۔

فائدہ۔ تو اگر بیع فوت کی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا۔ ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے اور مفتی

(۵) مشتری کا غائب ہونا

اور اگر بائع نے مبیع کسی ایسے شخص کے پاس بھیجی جو مشتری کا وکیل تھا اور اس نے اس کو قبضہ کر لیا پھر وکیل نے مبیع کو ضائع کر دیا تو مشتری پر ثمن لازم ہوگا۔ اور اگر وکیل نے مبیع کو ضائع نہیں کیا بلکہ مشتری کے پاس لے آیا تو بائع کو اختیار ہے کہ وکیل سے مبیع واپس لے لے یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر مشتری سے ثمن وصول کر لیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ وکیل سے مبیع واپس لے لے۔ اور اگر بائع نے مبیع کسی ایسے شخص کے پاس بھیجی جو مشتری کا وکیل نہیں تھا اور اس نے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر اس کو ضائع کر دیا تو مشتری پر ثمن لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے مبیع کو ضائع نہیں کیا بلکہ مشتری کے پاس لے آیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس سے مبیع واپس لے لے یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر مشتری سے ثمن وصول کر لیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اس سے مبیع واپس لے لے۔

قائدہ: اگر بائع قبضہ کرنے سے پہلے مبیع سے غائب ہو جائے تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے ثمن ادا کر دے اور مبیع لے لے اور چاہے ثمن ادا نہ کرے اور مبیع واپس کر دے۔ اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا تو بائع پر لازم ہے کہ مبیع مشتری کے حوالے کر دے۔ اور اگر بائع نے مبیع کسی ایسے شخص کے پاس بھیجی جو مشتری کا وکیل تھا اور اس نے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر وکیل نے مبیع کو ضائع کر دیا تو مشتری پر ثمن لازم ہوگا۔ اور اگر وکیل نے مبیع کو ضائع نہیں کیا بلکہ مشتری کے پاس لے آیا تو بائع کو اختیار ہے کہ وکیل سے مبیع واپس لے لے یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر مشتری سے ثمن وصول کر لیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ وکیل سے مبیع واپس لے لے۔ اور اگر بائع نے مبیع کسی ایسے شخص کے پاس بھیجی جو مشتری کا وکیل نہیں تھا اور اس نے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر اس کو ضائع کر دیا تو مشتری پر ثمن لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے مبیع کو ضائع نہیں کیا بلکہ مشتری کے پاس لے آیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس سے مبیع واپس لے لے یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر مشتری سے ثمن وصول کر لیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اس سے مبیع واپس لے لے۔

(۶) ایک شریک کا غائب ہونا

اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہو گیا (یعنی ایسی جگہ چلا گیا کہ اس کا پتہ نہیں معلوم ہوتا) تو شریک حاضر کو اختیار ہے کہ چاہے ثمن ادا کر دے اور مبیع لے لے اور چاہے ثمن ادا نہ کرے اور مبیع واپس کر دے۔ اور اگر شریک حاضر نے ثمن ادا کر دیا تو بائع پر لازم ہے کہ مبیع مشتری کے حوالے کر دے۔ اور اگر بائع نے مبیع کسی ایسے شخص کے پاس بھیجی جو مشتری کا وکیل تھا اور اس نے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر وکیل نے مبیع کو ضائع کر دیا تو مشتری پر ثمن لازم ہوگا۔ اور اگر وکیل نے مبیع کو ضائع نہیں کیا بلکہ مشتری کے پاس لے آیا تو بائع کو اختیار ہے کہ وکیل سے مبیع واپس لے لے یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر مشتری سے ثمن وصول کر لیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ وکیل سے مبیع واپس لے لے۔ اور اگر بائع نے مبیع کسی ایسے شخص کے پاس بھیجی جو مشتری کا وکیل نہیں تھا اور اس نے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر اس کو ضائع کر دیا تو مشتری پر ثمن لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے مبیع کو ضائع نہیں کیا بلکہ مشتری کے پاس لے آیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس سے مبیع واپس لے لے یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر مشتری سے ثمن وصول کر لیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اس سے مبیع واپس لے لے۔

(۷) ہزار مثقال سونے اور چاندی کے عوض بیچنا

کوئی چیز بیچے ہزار مثقال سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی اس طرح لیں گے کہ پانچ سو مثقال ہر ایک سے لے لیں۔

فائدہ: اس واسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اس طرح دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانچ سو مثقال سونا اور پانچ سو مثقال چاندی واجب ہوئی اس طرح واجب علم ہو گیا۔

(۸) ہزار کے سونے اور چاندی کے عوض بیچنا

اور کوئی چیز بیچے ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی اس طرح لیں گے کہ سونے کے نصف سات سو مثقال سونا لیں گے اور چاندی کے نصف سے زائد تین سو مثقال لے لیں گے۔

فائدہ: یعنی اور تمام جوڑیں اور سات مثقال کے بڑھتے ہیں جان لیں اور اگر ان کا حساب آتا ہو تین کو دو میں ضرب دیں تو چھ ہوئے ان کو پانچ سے ملائیں تو گیارہ ہوئے پانچ سو مثقال سونے کے اور پانچ سو مثقال چاندی کے اس صورت میں ہو گئے۔

(۹) ومن قضى بقاضٍ بدل حيد حاضرًا له ومن لو نفذ ابن هلك فهو قضاء عندهما وعند ابي يوسف ولا ينفذ بذلك ويرجع بجيده لان حقه في الوصف مراعى ولا قيمة له فوجب المثل كما ذكرنا فانا نرجع من حيث حقه ووجوب رد الوصف عليه فإحد الجيد يجانب له عليه وليم يعهد في الشرع مثله بردّ عيب من مثل هذا في الشرع كثير فان جميع تكاليف الشرع من هذا القبيل لانها يجانب ضرر فيبر لاحق بدفع كحجر (۱۲) وفرح او بعض طبو في ارض او تكسير على فيها فهو للارض اي لايكون لصاحب الارض لان الجيد لمن اخذ واحراد بكسر الظلف لتكسار جوزه وانما قال تكسير لانه لو كسرها حد يكون له لانه صوفي بعض الروايات تكسيس اي دخل في الكلس وهو واه بخلاف ما اذا اخذ صاحب الارض لرجوعه لذلك وبخلاف ما اذا عمل الحمل في ارضه كصيد تعلق بشبكة حيث لاجتطاب وتبرهو وذاتر او سكر تبر وقع على ثوب لم يعلمه ولم يكف حتى ذي بعد الثوب لذلك فهو كصاحب الثوب وكذا ان لم يعلمه لكن لم يقع كقصد ساو يعد التفعل له

(۹) قرضہ میں کھوٹے سکے لوٹانا

ایک شخص نے دوسرا شخص اپنے قرضہ پر آتے ہوئے اس کو دیئے اس نے ان کو کھوٹے ہونے کو نہ جانا اور ان کو علیحدہ نہ کیا یہاں تک کہ اس نے قرض دار سے جدا ہو کر اس کے پاس سے تصرف کر لیا اور قرض دار نے ان کو خرچ کر لیا تو یہ اس کی طرف سے ادا ہو گیا اور قرض خواہ پر لازم ہے کہ اس کو اچھے سکے واپس کرے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یہ ادا نہیں ہوئی اور قرض خواہ کو اختیار ہے کہ اس سے اچھے سکے واپس لے لے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت ہے۔

اس قسم کے مسائل دیوان کھیتی سے لئے گئے ہیں۔

فائدہ: یہ وقف صحیح شریف کی ہے شریف وہ ہوتا ہے جس کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے اور اگر وہ وقف منقول (یعنی جانوں) کا ہو تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے دوسرا شریف خریدا جائے اور اگر وہ وقف غیر منقول (یعنی زمین) ہو تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے دوسرا شریف خریدا جائے اور اگر وہ وقف غیر منقول

ہو اسے بیچنا کسی کو جائز نہیں نہ لینا دینا اور نہ خدمت۔

(۱۰) آزاد پرندے ہرن شہد کی مکھی اور لٹائی ہوئی مٹھائی

اگر پرندے نے انڈے یا بچے اپنے ایک کھیت کی زمین پر دیکھے یا دیکھا اس کی زمین میں جا کر گھونسلہ بنایا تو اس کے لیے ان کا پکڑنا جائز نہیں کہ اس کی ملکیت ہو جاویں گے بلکہ جب زمین کی اس لئے دیکھ بھال کرنے والی ہوئی ہے تو اس کو چاہئے کہ صاحب زمین سے زمین خواہ اپنی اس واسطے تیار کی ہو یا وہ صاحب زمین کے ہوں لے اور جو گھی نے چھتا لگایا یا کسی کی زمین میں تو وہ اس کا مالک ہوگا خواہ اس نے اپنی زمین شہد نے چھتا لگانے کے واسطے تیار کی ہو یا نہ ہو ہاں اگر مکھی پھنس گیا اس میں تو پھیلایا کیونکہ تھا تھنگ کرنے کے واسطے بادام اور مٹھائی وغیرہ جو ان کی لوٹنے کے واسطے اور کسی کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اس کا مالک نہ ہوگا بلکہ جو پاسے گا کی کو لے لیوے اور کپڑے والے نے پہلے سے پتہ کپڑا اس کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اس کو ملے گی یہ اس نے اس طرح پھیلا نہیں رکھا تھا نہیں جب دانہ اور شکر اس میں دانع ہوئی تو اس کپڑے کو بند کر لیا اس فعل سے بھی اس کی ہو جاوے گی۔

فوائد

(۱) بعد سے تحریر ہے کہ اگر کپڑا پھیلا ہوا نہ ہو لیکن وہ مانع بیچ نہیں ہے کہ اس کی بیچ منعقد ہو جاتی ہے چنانچہ انگور کا گچھا پانی اس شخص کے ہاتھ بیچا جو شراب بناتا ہے اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہیں مگر بیچنا وغیرہ کے خوف سے اور کچھ مضائقہ نہیں۔

(۲) اور کتے کے مانند بلی ہے اور بلی ہے اور کتے کا پالنا شکار اور کھیتی اور کھیت کی حفاظت کے لئے بالاتفاق درست ہے۔

(۳) اگر قیمت بیچ ایک پیسہ ہے تو جو چیز بازار میں ایک پیسے سے بھی کم کوڑی یا دمڑی ایک کوڑی کی اس کے عوض میں بیچ جائز نہیں۔

(۴) چمگادڑ پرند جانوروں کی بیٹ کا اون کا گوشت حلال ہے درست ہے مگر اس قدر بیٹ ہو کہ اس کی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے۔

(۵) اور جائز نہیں بیچ زمین کے کیڑوں کی جیسے چھپکلی چھچھوندر کیونکہ ان کا منفعت جائز درست نہیں اور اسی واسطے کہ ان کو مال جانتے نہیں اور ان کا کاٹنے کے علاوہ میں اس کی عادت ہے۔

(۶) اور دریائے جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی کی بیچ جیسے مگرمچھ وغیرہ درست نہیں البتہ قنیہ میں لکھا ہے کہ جو جانور قیمت دار ہیں جیسے شتر اور حال خر کی اور پالی کا اور شیر بھیڑیا زندہ ہو تو بیچ ان کی درست ہے۔

(۷) اور سانپوں کی بیچ اگر ان سے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں تو فقیہ ابو اللیث نے اس کو جائز رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر نفع اور منفعت غرض محض ہو جاوے ان میں تو جائز ہے۔

(۸) اور نجاست پلید ہے مثل ہے کہ یہ کہ پیشاب اور خون اور گوبر وغیرہ کے علاوہ اور کسی کا درست ہے جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اس سے کہدیوے کہ اس چیز میں تیری شفا ہے اور اس علاج میں کوئی چیز قائم مقام اس کے نہ ملے اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس چیز میں جلدی شفا ہوگی تو اس میں دو قول ہیں اسی طرح شراب کے پینے میں بھی جب مرض لاعلاج ہو اور صورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہے لیکن حدیث صحیح میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا نہیں کی اس چیز میں جو تم پر حرام کی۔

(۹) اور مچھلی جس کی بیچ درست ہے وہ اس وجہ سے جائز ہے سوائے مچھلی کے اور دو قولوں میں۔

(۱۰) کافر حربی یا مسلمان غلام یا مکاتب کو بیچنا درست ہے لیکن جب بیچا جائے گا تو اس کی بیع پر اس طرح کا کافر یا غلام مسلمان ہو جاتا ہے جس کی خلاصی بیع پر موقوف ہو جیسا کہ گزرا۔

(۱۱) ایک درہم کو دو درہم سے بیچنا اور آٹے کو اس کے کھانے سے پہلے اور وزن کر کے بیچنا درست ہے

کتاب الصرف

(۱) هو بيع الثمن بالثمن جنساً بجنس او بغير جنس كبيع الذهب بالذهب وبيع الفضة بالفضة وبيع الذهب بالفضة (۲) وشرطه التقابض قبل الافتراق (۳) وصح بيع الذهب بالفضة بفضل وحرف لا بيع الجنس بالجنس الامساوياً وان اختلفا جودة وصياغة واما ذكر الفصل والحراف وثم يذكر النسوي لانه لاشبهة في جواز النسوي بل الشبهة في الفضل والحراف فذكرهما (۵) ولا الصرف في ثمن الصرف قبل قبضه فلو اشترى به نوباً فسد شراء الثوب ان فوات شئ الصرف قبل قبضه فوا فسد شراء الثوب

کتاب بیع صرف کے بیان میں

بیع صرف کی تعریف

(۱) بیع صرف کہتے ہیں ثمن کو ثمن کے بیچنے کو خواہ جنس کے ساتھ ہو جیسے سونے کو سونے میں بیچنا یا چاندی کو چاندی سے یا جنس کے ساتھ بیچنے جیسے سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے بیچنا۔

(۲) بیع صرف کی شرط

شرط ہے بیع صرف میں قبضہ ہونا دونوں کا یا ایک کا مجلس عقد میں پہلے اس کے کہ جدا ہوں دونوں یا ایک مجلس عقد سے اور مقرر ہے مجلس عقد کی اس حدیث سے جو گزری باب الربوا میں کہ بیچو سونے کو سونے سے مگر برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ اور ان کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اس واسطے کہ ان کی حدیث صحیح ہے اور بزار نے بھی جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضروری ہے تاکہ مساوات دونوں کی حاصل ہو اور اس سے ہے کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدل دوسرے کے بدل سے جدا نہ ہو اور اگر دونوں ہاتھ چلے جائیں ایک ہی طرف یعنی دونوں کی مجلس میں ہو جائے یا بیٹھ جائے دونوں میں سے دونوں چلے جاتے ہیں تو بیع صرف باطل نہ ہوگی

بدلیل شرعی جزم کرے۔ اگر کوئی تردد یا تہمت ہے تو کوئی ساتھ والوں کے کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہ ہیت اور بے کی کسی حدیث سے میں کچھ ہوں روایت کیا اس کو کسی نے آثار میں اور نہ کسی نے اپنی مسند میں۔

(۳) سونے کی بیع چاندی کے عوض میں

اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور ادھار اور تعیین کے ساتھ بھی درست ہے۔

فائدہ: اس واسطے کہ ثمن ہونے کی وجہ زیادتی میں شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک قبضہ کرنا مجلس عقد میں بدلین پر یہاں بھی ضرور ہے۔

(۴) سونے چاندی کی بیع مجلس کے عوض

اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں جنگ ہوا چاہئے اگرچہ تھوڑی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں۔

فائدہ: اس واسطے کہ باب ربوا میں یہ بات گزر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہیں۔

(۵) قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف

بیع صرف میں قبضہ کرنے سے قبل ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں مثلاً ایک دینار اس درہم کے بدلے میں بیچا اور ابھی اس درہم پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کے عوض میں ایک پیالہ خرید لیا تو اس مکان کی بیع فاسد ہو گئی۔

(۲) ومن باع مائة تعدل الف درهم مع ثلوق الف بالفين و نقد من الثمن الفا او باعها بالفين الف بمائة والف نقد (ع) او باع مصبا حبه حصون و تخلص للاضرر بمائة و نقد حصين فما نقد نص الفضة و هو الالف في بيع الامة والحصون في بيع السيف سكت او قال حذه هذين لمنهما اما اذا سكت فظاهر لانه لما باع فقد قصد الصحة والاصحة الا ان يحمل المقصور في مقابلة الفضة واما اذا قال حذهذا من ثمنهما فانه لبس مقتاه خذهذا على انه ثمن مجموعهما لان ثمن المجموع اظار في الحقارة والعالة في السيف فصاه حذهذا على انه بعض ثمن مجموعهما و ثمن الفضة بعض ثمن المجموع فيحمل عليه مجازا للحوار فان افترقا بالقبض بطل في الحلية فقط و ان لم يتخلص للاضرر بطل اصلا اى ان لم يكن تخلص الحلية من السيف للاضرر وافترقا بالقبض بطل في كليهما وجدت على حاشية نسخة المصنف مع علامته صح لكن لا يحط المصنف هذا الا لحاق وهو وهذا التفصيل اذا كان الثمن اكثر من الحلية فان لم يكن لا يصح فتوله و ان لم يكن يشمل ما اذا كان الثمن مساويا للحلية او اقل منها او لا يدرى فانه لا يجوز البيع اما لتحقق الربوا او الشبهة

(۶) لونڈی کی بیع طوق سمیت

زید نے ایک لونڈی جس کی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اس کے گلے میں ہزار روپیہ کا طوق تھا دو ہزار روپے کو عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کئے باقی ہزار روپیہ ادھار رہا اور طوق بھی عمرو کو دیدیا پھر طوق اور ہزار روپیہ نقد وصول کئے اور بعد میں لونڈی کے مالک مشتری ہونے کا دعویٰ کیا تو (کیونکہ ہزار روپیہ نقد وصول ہونے پر طوق کی قیمت ادا ہو چکی تھی) ہزار روپیہ طوق کی قیمت

میں شمار کئے جاویں گے اس واسطے کہ خلوق میں بیع کا صرف ہے اور اس میں تقابض بدلین شرط ہے۔ برابر ہے کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ اس ہزار روپے کو دونوں کی ثمن میں سے لے اس واسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہے کہ اس نے اس بیع سے قصد اس کے صحیح ہونے کا کیا تھا اور بیع مذکورہ صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ ہزار بمقابلہ چاندی مقبوض نہ ہوں اور دوسری صورت میں اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہہ دے گا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن میں خاص تو بیع خلوق میں فاسد ہو جاوے گی۔

(۷) تلوار کی بیع زیور سمیت

اسی طرح اگر ایک تلوار بیچی جس میں پچاس نقد روپیہ کا زیور ہے سو روپے کو اور پچاس نقد وصول کئے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاویں گے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور میں فقط باطل ہو گی اگر وہ زیور تلوار سے بدوں ضرر کے علیحدہ ہو سکتا ہے ورنہ دونوں میں باطل ہو جاوے گی جاننا چاہئے کہ بیع اس تلوار کی جس میں زیور ہو اس ثمن کے عوض میں درست ہے جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہو زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اگر کم یا برابر ہے تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہیں کہ زیادہ یا کم یا برابر ہے تو بھی شبہ سود کا ہے۔

(۸) ومن باع اناء فقبض بعضه ثم افترقا صح فيما قبض فقط و اشتركا في الاناء اى صح البيع فيما قبض بعضه و فسد فيما لم يقبض ولا يشيع الفساد كما ذكرنا في باب السلم ان الفساد طار (۹) وان استحق بعضه اخذ المشترى باقيه بحصة اورده اى ان استحق بعض الاناء فالمشترى بالخيار لان الشركة عيب في الاناء و في صورة قبض بعض الثمن قد ثبت الشركة لكن لايكون للمشترى الرد بهذا العيب لانه ثبت برضى المشترى لان الشركة انما ثبت من جهته لانه نقد بعض الثمن دون البعض فتراضيا بهذا العيب بخلاف الاستحقاق فالمشترى لم يرض به فله ولاية الرد

(۸) قیمت کا کچھ حصول وصول ہونا

اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا (خواہ سونے کا ہو) بیچا اور کچھ قیمت اس کی مشتری سے وصول کی اور بعد اس کے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاوے گی بیع اس مقدار میں برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا اور باطل ہووے گی باقی میں اور شریک ہو جاویں گے بائع اور مشتری اس برتن میں اور یہ فساد کل برتن میں شائع نہ ہوگا اس لئے کہ یہ فساد طاری ہے جیسا کہ سلم میں گزرا۔

(۹) برتن میں ایک حصہ کسی اور نکلا

اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا (یعنی گواہوں سے اس کا استحقاق ثابت ہوا) تو مشتری باقی کو بعد اس کے جیسے کے خرید کر بائع کو پھیر دیوے۔ اور قبل علم باستحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہیں کر سکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی ہے تو وہ گویا راضی ہو چکا ہے اس عیب سے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ شرکت ظرف میں عیب ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو بقدر اپنے حصہ رسدی کے لیوے یا چھوڑ دیوے یا کل حصہ جو خریدا ہے بائع کو واپس دے مثال اس کی یہ ہے کہ برتن کورے پر جو مشتری نے اول کل برتن خریدا لیکن دام کے کل نہیں دیوے دینے بعد اس کے دونوں بدانے تو ٹوٹ ظرف میں بیع ہو جاوے اور دو ٹکڑے میں خیر ہے اب ٹوٹ اس برتن کا کسی تخصص ثالث کا نکلا تو مشتری

(۱۰) وفواستحق بعض قطعة نقرة يمنع احد ما بقي بحصته بالخيار لان الشركة فيست بعيب في قطعة النقرة لان التبعيض لا يضره وصح بيع درهم و دينار بدرهم و دينارين و بيع كوريو كر شعير بكرى بر و كرى شعير هذا عندنا واما عند زفر و الشافعي فلا يجوز لانه قابل الحنطة بالحنطة و هي ضرورته لافساده على النسيئة و في صرف الجنس الى خلاف الجنس تغير تصرفه لان المقابلة المطلقة يحتمل الصرف المذكور وليس فيه تغير تصرفه لان موجبه ثبوت التملك في الكل بمقابلة الكل فيكون الدرهمان في مقابلة الدينارين والدينار في مقابلة الدرهم ويكون كراثر في مقابلة كرى الشعير و كر الشعير في مقابلة كرى الر (۲) وبيع احد عشر درهما بعشرة دراهم و دينار ان يكون عشرة دراهم بعشرة الدراهم بقي درهم في مقابلة دينار (۱۳) وبيع درهم صحيح و درهمين غلتين بدرهمين صحيحين و درهم غلة الفضة ما يرده بيت المال وبا حذه التجار و انما يجوز هذا لتحقق التساوي في النوع وسقوط اعتبار الجودة

(۱۰) مبیع کا کچھ حصہ کسی اور کا نکلا

اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اس میں سے کسی قدر دوسرے کا نکلا (یعنی مثلاً سو روپے کی بیس روپے کی بیچی ہوئی مشترا نے ٹکڑا دو روپے بھر کا تھا مشتری نے تو دو روپے کو خریدا صرف تین روپے دینے اب ٹکڑے اس کا کسی اور کا نکلا تو مشتری باقی کا حصہ رسدی دام نہ دیوے۔ (مثلاً تین روپے دے کر خرید لیوے) اور یا اختیار نہیں اگر چاہے سب کا بھی واپس کر دیوے۔

فائدہ۔ شرکت یہ ظرف میں عیب نہیں چاندی کے ٹکڑے میں اس واسطے کہ بعضہ حصہ بیع کا ٹوٹ لینا ممکن ہے بخلاف ظرف کے کہ اس میں قطع ضرر ہے۔

(۱۱) مختلف اجناس کی بیک دفعہ بیع

اور صحیح ہے بیچنا دو درم اور ایک دینار کا عوض میں ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کر کریوں اور کر جو کی بدلے میں دو کر کریوں اور دو کر جو کے۔

فائدہ۔ ہمارے نزدیک دو زفر اور شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہر جنس کو اس کے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہیں کیونکہ صورت اول میں دو درہم کے عوض میں دو دینار اور ایک دینار کے عوض میں ایک درہم ہو سکتا ہے اور صورت ثانی میں کر جو کریوں کے عوض میں دو کر جو اور کر جو کے عوض میں دو کر کریوں ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) گیارہ درہم کی بیع دس درہم وایک دینار کے عوض

اور گیارہ درہم بدلے میں دس درہم اور ایک دینار کے۔

فائدہ۔ اس لئے کہ دس درہم کے بدلے دس درہم ہوگئے اور ایک درہم کے مقابلے میں ایک دینار روگیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے گیارہ روپے کے جائز ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دس روپے بمقابلے میں دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے میں آٹھ پیسے کے ہوجاوے اور یہی حیلہ ہے جہاں روپے کا بدلنا روپے سے متعذر ہو اور دونوں کی برابری نہ ہوسکے۔

(۱۳) دو زیف ایک کھرے درہم کے عوض ایک زیف اور دو کھرے درہم

اور دو زیف اور ایک کھرے دو درہم کے عوض میں ایک زیف اور دو کھرے درہم کے زیف اور خلط اسی درہم کو کہتے ہیں جو بیت المال میں نہ لیا جاوے مگر سوداگر لے لیویں جیسے کھوٹے چھوٹے روپے اور یہ بیع جائز ہے اس لئے کہ یہ زر میں مساوات متحقق ہے اور اقتضاء وصف جودت کا ساقط ہے۔

(۱۳) وبیع من علیه عشرة دراهم صحت هی له دینارا بها مطلقة ان دفع الدینار و تقاصا العشرة بالعشرة ای لزید علی عمرو عشرة دراهم فباع عمرو و قبض زید بعشرة مطلقة ای لم یشتبه النقد بالعشرة التی علی عمرو صح البیع ان دفع عمرو الدینار فصار لکل واحد منهما علی الآخر عشرة دراهم فتقاصا العشرة بالعشرة فیکون هذا التقاص فسخاً للبیع الاول وهو بیع الدینار بالعشرة المطلقة و بیعاً للدینار بالعشرة التی علی عمرو الخ لو لم یحمل علی هذا لکان استبدالاً بدل الصرف ولایجوز هذا اتفاع الدینار بالعشرة المطلقة فاذا باعه بالعشرة التی له علی عمرو صح و بقع المقاصة بنفس العقد (۱۵) فان غلب علی الدراهم الفضة و علی الدینار الذهب فیهما فضة و ذهب حکما (۱۶) فلم یجز بیع الخالصة به ولا بیع بعضه ببعض الامتساویا وزناً (۱۷) وان غلب علیهما الغش فیهما فی حکم العروض فیجعله بالفضة الخالصة علی وجوه حیلة اسیف ای ان کانت الفضة الخالصة مثل الفضة التی فی الدراهم او اقل فلا یذری لایصح و ان کانت اکثر یصح ان لم یفترقا بلا قبض (۱۸) وبحسبه متفاضلا صح بشرط القبض فی المجلس وانما یصح صرفا للجنس الی خلاف الجنس لانه فی حکم ثمنین فضة و صفرا فاشترط القبض فی الفضة یشترط فی الصفر لعدم التمییز

(۱۴) اپنے قرض خواہ کو دینار بیچنا

زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو زید کے ہاتھ عوض دس درہم مطلق کے یعنی یہ نہیں کہا کہ عوض اس درہم کے ہے جو مجھ پر قرض ہیں تو بیع صحیح ہوجاوے گی اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس درہم ہو گئے (لیکن عمرو پر جو دس واسطے زید کے اس درہم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درہم واجب ہوئے اب اگر دونوں نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہوجاوے گی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درہم مطلق کے بنے اور صحیح ہوجاوے گا اور جو بیع کیا دینار کو عوض ان دس درہم کے جو عمرو پر قرض ہیں جب بھی بیع صحیح ہوگی اور مقاصہ بعقد ہوجاوے گا۔

فائدہ۔ اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہوگا اس دینار کا بمقابلہ

دس درم کے عوض وہ قرض تھے۔

(۱۵) ملاوٹ والے دراہم و دینار کا حکم

اگر چاندی دراہم میں غالب ہے تو وہ چاندی کے ٹکڑے بدلنے کے اسی طرح ہے (اگر) یہ میں غالب ہے تو وہ سونے کا کہا جائے گا حکم بیع کا ہے۔

قاعدہ یہ ہے جس چیز میں خالص کر دہ چاندی اور سونے کی تو وہ چیز حکم شرع میں چاندی اور سونے ہی کی شمار کی جائے گی مثلاً اگر ملاتے روپے میں چاندی سے دو تین ماشے تو وہ روپیہ اشرفی میں نو ماشے سونا ہے اور تین ماشے مثقال تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے ہی کا شمار کیا جائے گا۔

ملاوٹ والے دراہم و دیناروں کی بیع

تو جیسے دراہم و دنانیر کی بیع دراہم و دنانیر خالصہ سے یا ان کی بیع آپس میں نہیں درست ہے مگر برابر برابر تول کر درست ہے۔

قاعدہ ۲ اگر قرض لینا ان کا درست ہوگا مگر وزن کر کے خالص کے ساتھ ملی جیسے ہوا مخلص چاندی کے بغیر وزن کئے قرض نہیں لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر زمانے میں بلکہ اب اکثر شہروں عروج میں ان کا قرض بغیر بھی پرکھ وزن کئے بھی شرعاً جائز نہیں کیونکہ عادت عوام کی یونہی جاری ہے اور بعض شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم و دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہوں کہ دراہم دوسرے درہم سے اور دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہ ہو تو اس صورت میں عدد کا اعتبار کر کے قرض لینا اپنے دراہم و دنانیر کا عدداً متقارب روایت ابو یوسف کے درست ہوگا لیکن آخر میں شامی نے یہ لکھا ہے بظاہر یہ ہے کہ یہ صورت بروایت ابو یوسف کی رعایت پر بھی جائز نہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر تکمیل کی تقدیر متعارف ہو جائے سوزن سے یا وزن کی تکمیل سے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ بالکل وزن متروک ہو جائے گا جیسا متعارف ہے۔ سب لوگ قبضہ کرتے ہیں شہر پر بالخاطا وزن کے تو یہ نہ ہوگا کہ روایت ابو یوسف پر عمل متعذر ہو اس واسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال وزن تمام کا روایت کرنے میں سہولت کیلئے اور روایت پر جس پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے اسکی بالکل انصاف۔

(۱۷) جس میں ملاوٹ غالب ہو

اور اگر خلوٹی مذہب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم و دنانیر بمنزلہ اسباب اور اجناس کے ہیں تو اگر ایسے دراہم کی بیع نقد نقد چاندی سے ہوئی تو اس کا حکم عینہ تصاور کے زیوری بیع کے حکم میں ہے جو گزرا۔

قاعدہ ۱ اگر خالص چاندی برابر ہو کی اس قدر چاندی کے جنسی دراہم مغشوشہ میں ہے یا کم یا کچھ معلوم نہ ہو تو جائز نہ ہوئی اور اگر زیادہ ہوتی تو جائز ہوئی اس واسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملاوٹی کا عوض ہو جاوے گی۔

(۱۸) غالب ملاوٹ والے کی بیع اپنے جنس سے

اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے عوض میں ہوئی تو برابر برابر اور کم زیادہ ہونی درست ہے لیکن ضرور ہے کہ قبضہ متعاقدین کا مجلس پر مجلس میں ہو جاوے۔

قاعدہ ۲ کمی بیشی سے اس واسطے درست ہے کہ ایسے دراہم دنانیر حکم میں قلوس کے نہیں رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے بھیجنا زیادتی کی جو کر لیں گے اسی طرح ایسے دراہم و دنانیر کا عدداً گن کر اور تار کر کے بلا وزن کے قرض لینا بھی درست ہے۔ الختار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہیں کی کہ خلوٹی برابر ہو چاندی یا سونے کے یا معلوم ہو کہ کتنی ہے تو اس کا حکم ان ہی دراہم و دنانیر کا ہے جن میں خلوٹی زیادہ ہے واللہ اعلم۔

(۱۹) وان شرى سلعةً بالدراهم المغشوشة او بالفلوس النافقة صح فان كسدت بطل اى كسدت قبل تسليمها بطل عند ابى حنيفة رحمه الله لا يبطل فعندابي يوسف يجب قيمتها يوم البيع وعندمحمدؒ آخر مايتعامل به الناس (۲۰) ولو سقرض فلوساً فكسدت يجب مثلها هذا عند ابى حنيفة و عند ابي يوسف يجب قيمتها يوم القبض وعند محمدؒ يوم الكساد كذاصر (۲۱) ومن شرى شيأبنصف درهم فلوس او نانق فلوس او قيراط فلوس صح و عليه ما يباع بنصف دراهم او دانق او قيراط منها اى اشترى شيأ بنصف درهم او دانق او قيراط على ان يعطى عوض ذلك الثمن فلوساً صح و على المشترى من الفلوس ما يعدل فى مقابلة ذلك الثمن والقيمة عند الحساب نصف عشر المثقال و عندزفر لايجوز هذا البيع لان الفلوس عددية و تقديرها بالدانق و نحوه يتبيّ عن الوزن ولنا ان الثمن هو الفلوس و هي معلومة (۲۲) ولو قال لمن اعطاه درهماً اعطنى بنصفه فلوساً ر بنصفه نصفا الاجة فسد البيع اى قال اعطنى بنصفه فلوساً ر بنصفه ماضرب من الفضة على وزن نصف درهم الاجة فيلزم الربوا بخلاف اعطنى نصف درهم فلوس و نصفاً الاجة اى اعطاه الدرهم و ذكر الثمن ولم يقسم على اجزاء الدرهم فالنصف الاجة بسمه و داخلى بالفلوس ولو كرر اعطنى صح فى الفلوس فقط اى كرر لفظ اعطنى فى الصورة الاولى وهي تقسيم الدرهم صح فى الفلوس ولم يصح فى الدرهم الاجة لانه لما كرر اعطنى صار بمنزلة

(۱۹) ثمن کی ادائیگی سے پہلے سکوں کا بند ہو جانا

ایک شخص نے ایسے دراہم کے عوض میں (یعنی جن میں ملاوٹی غالب ہے) بیع کی یا ان پیسوں کے عوض میں جو چلتے تھے بازار میں ایک چیز خریدی اور انکی مشتری نے ثمن نہیں ادا کی تھی کہ چلن ان دراہم یا پیسوں کا رہ جاتا رہا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع باطل نہ ہوجائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری پر قیمت ان دراہم یا پیسوں کی جو دن بیع کے تھی لازم آئے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک ان دراہم یا پیسوں کی جو آخری دن میں رواج کے دنوں میں سے قیمت تھی مشتری پر لازم آوے گی۔

فائدہ:۔ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے لہذا فی الحیط اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب بیع باطل ہوگئی تو مشتری اگر مبیع بعینہ قائم ہے تو اسکی مبیع کو پھیر دیوے والا جو اس کا نرخ بازار ہووے قیمت دیوے۔

(۲۰) جو سکہ قرض لیا وہ بند ہو گیا تو .....؟

ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار میں قرض لیے بعد اس کے قبل قرض ادا کرنے کے ان کا چلن جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مقترض پر وہی پیسے لازم آویں گے اور جب وہ پیسے حوالے کر دے گا تو قرض ادا ہو جاوے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت ان پیسوں کی تھی دینا پڑے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک آخر روز میں چلن کے دنوں میں جو ان کی قیمت ہوگی دینا پڑے گی۔

فائدہ:۔ یہ فتویٰ ہے مختار۔

(۲۱) آدھے یا ایک دانق کے پیسوں کے عوض بیع

ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم کے پیسوں

کے بدلے میں یا نیند دقتی کے بیچوں کے بدلے میں ایک قیراط کے بیچوں کے بدلے میں وقتی بیچ ہے درہم کے بیچے جیسے نصف درہم کے یا ایک وقتی کے یا ایک قیراط کے وغیرہ میں آتے ہیں (زائد آدمی کے وقتی یعنی نصف درہم کا ہوتا ہے اور قیراط نصف وقتی ہوتا ہے) اور فقر کے نزدیک یہ بیچ جائز نہیں اس لئے کہ فلوس عددی ہیں اور ان کی تعظیم کرنے سے جہالت ختم نہیں ہوتی اور یہ بیع فاسد ہوتی ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہی صحیح ہے اور یہی فتویٰ ہے اور یہی مختار ہے اور یہی اصح ہے اور یہی اظہر ہے اور یہی اقیس ہے اور یہی احوط ہے اور یہی ارفق ہے اور یہی انفع ہے اور یہی اسلم ہے اور یہی اسہل ہے اور یہی اقرب ہے اور یہی اولیٰ ہے اور یہی اعدل ہے اور یہی اوفق ہے اور یہی اوسط ہے اور یہی اشبہ ہے اور یہی اکثر ہے اور یہی اکمل ہے اور یہی اجمع ہے اور یہی اعم ہے اور یہی اشمل ہے اور یہی اکبر ہے اور یہی اعلیٰ ہے اور یہی اغلب ہے اور یہی اقوی ہے اور یہی اظہر ہے اور یہی اقیس ہے اور یہی احوط ہے اور یہی ارفق ہے اور یہی انفع ہے اور یہی اسلم ہے اور یہی اسہل ہے اور یہی اقرب ہے اور یہی اولیٰ ہے اور یہی اعدل ہے اور یہی اوفق ہے اور یہی اوسط ہے اور یہی اشبہ ہے اور یہی اکثر ہے اور یہی اکمل ہے اور یہی اجمع ہے اور یہی اعم ہے اور یہی اشمل ہے اور یہی اکبر ہے اور یہی اعلیٰ ہے اور یہی اغلب ہے اور یہی اقوی ہے

فائدہ:۔ اور اسی طرح کہ درہم کے بدلے درہم کے بیچوں کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو جائز ہے مثلاً ایک یوسفی کے اس واسطے کہ ایک درہم کے بارہ درہم کے پیسے ملتے ہیں اور اس سے بیع مصور ہیں وہ مشتری دے سکتا ہے گھر اس کو واپس کر سکتے ہیں کیونکہ وجہ یہ ہے کہ پیسوں سے خریدنا وجہ ہوتی ہے ایک درہم سے کم قیمت کی چیزوں میں اور یہی صحیح ہے

(۲۲) درہم کے عوض کچھ پیسے اور کچھ چاندی لینا

اگر ایک شخص نے دو سو فلوس کو ایک درہم یا دینار کے بدلے آدھے درہم کے پیسے دے اور آدھے درہم کے بدلے میں چاندی کی دی جو نصف درہم سے ایک رتی کم تھی تو بیع فاسد ہوتی ہے (یعنی ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں تجھ کو یہ کپڑا دیتا ہوں اس کے بدلے میں تو مجھ کو یہ کپڑا دے دے) اور اگر یوں کہا کہ تو آدھے درہم کے پیسے اور ایک رتی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاوے گی کل میں (کیونکہ اس صورت میں ایک رتی کم ہے نصف درہم سے ان قدر چاندی کی مقابل ہوتی زیادہ سے مقابل ہوتی اور نصف درہم ایک رتی زیادہ سے مقابل ہیے ہو جاویں گے اور اگر (دوسرا) کامل کر دیا صورت کہنی میں یعنی یوں کہا ایک درہم سے لے کر آدھے درہم کے پیسے دے دو آدھے درہم کی ایک رتی کم دے دے تو اس صورت میں بیچوں میں بیع جائز ہوگی اور وہی میں فاسد۔

فائدہ:۔ امام صاحب کے نزدیک کمی بیشی کا تعین کہتے ہیں جملہ اقسام بیع کے ایک بیع ہے کہ ایک شخص نے مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچی اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اس کو واپس پھیر دیوے اس صورت میں مشتری کو ردِ مبیع تک تین اختیار ہیں سے دست ہے اور یہی صحیح ہے دار الفتویٰ ہے اور لوگوں اس پر عمل کرتے ہیں ان کے زمانہ میں مشتری کو تین دن سے دست نہیں اس میں اگر وہ خود فی مقرر ہونے سے تو وقت بیع وجب بائع جس نے مشتری کو مبیع سپرد کی تو وقت بیع وجب مشتری کو اور بعد اس کی وفات اس کے وارثوں کی وفات کی طرف راجع ہوتی ہے جب احتیاج نہ ہو اور جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ تو میں دوں گا تو مجھ کو مبیع یہ بیچے کہ تو میں دے دے گا تو میں دوں گا تو بیع صحیح ہو جاوے گی اگر چہ دونوں نے کچھ نہ کہا ہو اور اگر ایک نے کہا ہو دوسرے نے نہ کہا ہو تو بیع فاسد ہے اور اگر مشتری نے اس کو قبضہ سے پہلے بیچ دیا تو بیع صحیح ہو جاوے گی

كتاب الكفالة

(۱) هی ضم ذمة الی ذمة فی المطالبة لافی الدین هو الاصح و عند الشافعی هی ضم الذمة الی الذمة فی الدین لاغیر و لو لم یثبت الدین لم یثبت المطالبة والاصح الاول لان الدین لایذکر فانه لو لوفاه احدهما لا یبقی علی الاخر شیئ (۲) وهی صحیحة بالنفس و المال فالاول بعقد بکفلت بنفسه و نحوها مما یفید به عن بدنه و شخصه و نفسه و علی کل والی اداله او تحیم او قبیل و یلزمه احضار المکفول به فی مجلس العقد ان طلبه و لو بعد ایام لم یحضره بحبسه الحاکم و ان علم وقت تسلیمه لزمه ذلک (۳) و برء المکفول من کفل به و لو ابرأه عن الدعوی فقال ابرأتک عن کفالتک لم یبرء و ان قال ابرأتک عن نفسک برء و لو قبضه (۴) و یدفعه الی من کفل له حیث یمکنه مخاصمته و ان لم یقل اذا دفعت الیک فانا بری

کتاب الکفالہ یعنی ضمانت کے بیان میں

کفالت کا معنی ومفہوم

(۱) کفالت کے معنی خبر میں ذمہ کے ساتھ ذمہ کو ملانے کے ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے دین کے ادا ہونے کے صحیح ہونے میں ملانا ہے اور یہ ملانا صرف ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا ہے۔

فائدہ۔ یعنی جو حوالہ کے طور پر ہے یعنی اصل مدیون سے متعلق تھا وہ اب کفالت کے ذریعہ سے بھی متعلق ہو گیا چاہے کہ جس شخص کا ذمہ ہے اس سے لیا جائے جس کا ذمہ کفیل ہے اس سے لیا جائے اس کو اختیار ہوتا ہے اس کو مکفول عنہ اور جس کے ذمہ کفیل ہوتا ہے اس کو مکفول لہ اور جس کو مکفول لہ کہتے ہیں اور جس کا ذمہ مکفول ہوتا ہے اس کو مکفول کہتے ہیں۔

(۲) کفالت بالنفس

کفالت دو قسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضمانی اور قسم اول یعنی حاضر ضمانت کی تعریف یہ ہے کہ اس الفاظ سے (میں نے فلاں کے ذمہ کفالت کی) یا اس کے مشابہ الفاظ سے (میں نے فلاں کی حاضر ضمانت کی) یا اس کے مشابہ الفاظ سے (میں نے فلاں کو حوالہ کیا) یا اس کے مشابہ الفاظ سے (میں نے فلاں کو اپنے اوپر لیا) یا اس کے مشابہ الفاظ سے (میں نے فلاں کو اپنے اوپر لازم کیا) یا اس کے مشابہ الفاظ سے (میں نے فلاں کو اپنے اوپر ذمہ لیا) یا اس کے مشابہ الفاظ سے (میں نے فلاں کو اپنے اوپر ضمان لیا) یا اس کے مشابہ الفاظ سے (میں نے فلاں کو اپنے اوپر ضمان ک

کرنے کرے لیکن نہ قید کرے اس کو کوئی الزام دے کہے اس واسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہیں ہوتا کہ کس واسطے قاضی نے بلوایا ہے اس لئے جیلے اسے اطمینان ترے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو خیر ورنہ قید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہوا اس طرح پر کہ نشان اس کا معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اس کے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اس قدر بھی مدت گزر جاوے اور حاضر نہ کرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اس کا پتہ ٹھکانا بھی معلوم نہیں رہا تو حاضر ضامن سے ساقط نہ ہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ عاجز ہے چاہیئے۔

(۳) مکفول عنہ کا مر جانا

اور اگر مکفول عنہ مر گیا اگرچہ علم ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاوے گا موافق ہے۔

فائدہ: اس واسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہے اور اس لئے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور تک جانے کی ہے کفیل پر ہے اختیار جاتا رہا واسی طرح اگر کفیل مر جاوے جب بھی وہ مواخذہ سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر نہ کرنے سے عاجز ہے اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہ بسبب موت کے اور مال سے اس کے حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اگر وہ کفیل مالدار تھا اور مر گیا تو اس کی جائیداد سے دین وصول کیا جاوے گا اور اگر مکفول لہ مر گیا تو بھی مکفول بہ کو پہنچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وارث بھی نہ ہووے تو وارث اس کے قائم مقام ہے چاہیئے۔

(۴) مکفول عنہ کا حاضر کر دینا

اسی طرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو اس جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہ وہاں اس سے خصومت کر سکتا ہے تو بھی کفیل بری ہوا۔ (جیسے شہر یا ایسی بستی ہووے جہاں قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے) اگر یہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول عنہ کو میں تیرے حوالے کر دوں تو میں بری ہوں۔

فائدہ: کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول لہ کی اس طور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہنچ جاوے۔

(۵) فان شرط تسليمه في مجلس القاضي وسلم في السوق او في مصر آخر برئ و ان سلم في برية او في السواد او في السجن و قد حبسه غيره لا فيل في زماننا لا يبرأ بتسليمه في السوق لانه لا يعاونه احد على احضاره مجلس القضاء فعلى هذا ان سلمه في مصر آخر اما يبرأ اذا سلمه في موضع يقدر على احضاره في مجلس القضاء حتى لو سلمه في سوق مصر آخر لا يبرأ في زماننا لعدم حصول المقصود قوله و قد حبسه غيره اى غير هذا الطالب فيه انما لا يبرأ بهذا اذا كان السجن سجن قاضي اخر اما لو كان السجن سجن هذا القاضي يبرأ وان كان حبسه غير هذا الطالب لان القاضي قادر على احضاره من سجنه (بتسليم من كفل به نفسه من كفالته اى بتسليم المكفول به نفسه من كفالة الكفيل وبتسليم وكيل الكفيل و رسوله اليه متعلق بالتسليم والضمير راجع الى المكفول له ونوب ات المكفول له فللوصي والوارث مطالبته به ان مطالبة الكفيل بالمكفول به

(۵) قاضی کے پاس مکفول عنہ کی پیروی کی شرط

اور اگر کفیل نے شرط نہیں کی تھی اس بات کی کہ میں مکفول عنہ کو قاضی کے سامنے میں پیروکروں گا پھر اس نے تسلیم کیا بازار میں یا کفیل میں نے پیروکیا میں یا مکفول عنہ کو قید کر دیا قاضی نے اس واسطے کہ تو مکفول لہ نے قید کرایا تھا۔

کفیل سے دین تسلیم کروایا جاوے گا اور اسی قید خانے میں کفیل نے پیروکیا مکفول عنہ کو حوالہ کر دے تو کفیل بری نہ ہوگا کفالت سے اور شافعی نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کی تسلیم مکفول عنہ کی کہ میں قاضی میں تو اب بری نہ ہوگا بازار میں تسلیم کرنے سے اس زمانے میں (در مختار میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب حیلہ کرنے لوگوں کے امر حق کی مدافعت میں) تو اس روایت کے موافق اگر

(۱) وإن كفل بنفس على أنه إن لم يوافه به غدا فهو ضامن لما عليه وإلا فلا يسعه غدا لزمه غدا عليه خلافا للشافعي له أنه يجب المال بالشرط ولا يجوز كالبيع قلنا إنه بيع البيع وجد المردود على بشرط غير ملائم لا يصح وصلاتهم يصح عملا بالشهين ولهم أن الكفالة بالنفس لعدم سبب الوجوب لأن سبب وجوب المال لا يليق للخطاب على المكفول عنه حتى فالكفالة في الكفالة بالنفس وإن وجب المكفول عنه ضمن المال لوجود الشرط وهو عدم الموافاة

(۶) حاضر نہ کرنے پر مال کی ذمہ داری لینا

اور اگر شرط نہ کی نے کسی طرح حاضر کرنے کی کفالت میں اس کو حاضر نہ کروں تو بیشک اس پر ہے کہ کفالت میں دوں اور کفیل اس نے نہ حاضر کیا تو ضامن اس پر لازم آجاوے گا وہ مال جس کی کفالت کی تھی۔

(۱) ۔۔۔ اصل جاری یہ ہے کہ کفالت ایک حد تک مشابہ بیع کے ہے اور ایک حد تک نذر کے تو دونوں کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شرط پر معلق ہو جو مناسب ہے مقتضائے کفالت کا جیسا کہ اگر شرط پر معلق ہو جو مناسب نہیں

رجل و من ادعی علی رجل مالا بینہ او لا فکفل بنفسہ اخر عنی ان لم یوافک بہ غدا فعلیہ المال صحت الکفالۃ و یجب عند الشرط صورۃ المسألۃ ادعی رجل علی اخر مائۃ دینار فکفل بنفسہ رجل علی انہ ان لم یوافہ بہ غدا فعلیہ المائۃ فقولہ مالا ای مالا مقدر او قولہ بینہ او لا ای بین شفہ علی رجل یصح المدعوی اولم یبین و فی المسألہ خلاف محمدؒ فقیل عدم الجواز عندہ حیث علی انہ قال فعلیہ المائۃ ولم یقل المائۃ عنی المدعی علیہ فعلی ھذا ان بین المدعی المائۃ لاتکون کفالتہ صحیحۃ ایضا کما اذالم یبین الان یقول فعلیہ المائۃ التی یدعیھا و قیل انہ مبنی علی انہ لما لم یبین لم یصح المدعوی فلم یسم حب حضارہ الی مجلس القاضی فلم یصح الکفالۃ بالنفس فلایجوز الکفالہ بالمال فعلی ھذا ان بین تکون الکفالۃ صحیحہ ولھذا انہ لوقال فعلیہ المائۃ و علیہ المال غیر انہ المعھود فان بین المدعی فظاھر و ان لم یبین لیعدذلک اذا بین استحق البیان باصل المدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فیترتب علیھا الکفالۃ بالمال (۸۰) و لاخیر علی اعضاء کفیل فی حدو قصاص ھذا عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ یخیر فی حد القذف لان فیہ حق العبد و فی القصاص لانہ خالص حق العبد و لابی حنیفۃ ان مبناھما علی الدرء فلا یجب فیھما الاستیثاق ولو سمحت بہ نفسہ صح ای لو سمحت نفس من علیہ الحد او القصاص فاعطی کفیلا بالنفس صح

(۷) صفت کی وضاحت کے بغیر سو دینار کی ذمہ داری لینا

ایک شخص نے دعویٰ کیا سو دینار کا مدعا علیہ پر ہونے کا اور کفیل نے صفت بیان کیے بغیر کفالت کی

اب مدعا علیہ کی کفالت کی ایک شکل تو یہ ہے کہ صرف یہ کہے کہ اگر کل میں اس کو حاضر کروں تو تیرے اوپر جو سو ہیں اور اس نے حاضر کیا تو کفیل پر سو دینار لازم ہوں گے۔ شیخین کے نزدیک یہ خلاف الامام محمدؒ ہے۔

فائدہ:۔ اس دوسرے مذہب کی یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ اگر وہ سو تیرے اوپر ہیں تو وہ کے انتظار سے مراد وہی سو دینار ہیں جن کا دعویٰ مدعی نے کیا ہے اور محمدؒ یہ کہتے ہیں کہ کفیل نے کفالت میں یہ نہیں کہا کہ جن سو دینار کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ تیرے اوپر ہیں تو کفالت صحیح نہ ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ محمدؒ کے خلاف کی یہ وجہ ہے کہ مدعی نے جھوٹی سمجھ کیا تو خود اس کا دعویٰ صحیح نہ ہوا اور مدعی علیہ پر حاضر ہونا واجب نہ ہوا تو کفالت بھی صحیح نہ ہوئی اس صورت میں مسئلہ مخصوص ہو جاوے گا اس صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت ان دانیر کی بیان نہیں کی ہے اور دلائل دلیل یہ ہوں کہ گواہی نے قبل کفالت کے بیان صفت نہ کیا تھا بعد کفالت کے بیان اس کا اس طرح سے مخصوص ہو جاوے گا اس اثنائے کہ وہ مجلس میں ہو اصل کی وجہ سے ہو اصل مافی الہدایہ شرح الوقایہ

(۸) حد میں کفالت

اگر کسی شخص نے مدعا علیہ پر دعویٰ کیا قصاص کا یا حد کا (مثلاً حد قذف یا حد سرقہ) اور مدعا علیہ اقرار نہیں کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعا علیہ پر حبس نہ کیا جاوے گا۔

(۹) جدہ قضاء کے دعوی میں مدعی علیہ یا قید ہوگا یا رہا

جو جدہ قضاء کے دعوی میں قید کیا جاتا ہے کہ بلا مدعی کو حکم دیا جاوے گا مدعا علیہ کے ساتھ جانے کا اور وقت پر حاضر عدالت کرنے کا اور اگر مدعی نے دعوا

(۱۳) کفیلوں کے درمیان تقسیم

(۱۴) کفالت بالمال

(۱۵) قرض سے دوچیزیں ساقط

(۱۳) وتحولت سالک سبیله ... الکفالة وان کان اصل الکفیل مجهولا او بعید ... لان المقصود هذا الضمان بصیر ... الاستحقاق ... بتصریح بالمشتری رد ... (۱۴) او علی الکفالة ... ط مالک ... ما بعت فلان او مادفت لک علیه ... فبعض ... ما بعت ... فلان ... بالحاکم لیناسب ... هذه الاضافة ... (۱۵) وسقط ... الاصل ... الکفیل ... بالکفالة ... لایجوز علم ... ان حقیقة ... الشرط ... الکفیل ... بقدره مع حلوله ... الاصل ... علیه ... بقدره ... الکفیل ... بالاصل ... بخلاف ... الاصل ... الکفیل ... الاصل ... الکفیل ... الاصل ... الکفیل

مقتصر عليه لان الاقرار حجة قاصرة وكلمه ما في قوله فيما يقربه موصولة والضمير في به راجع الى ما وفي قوله فيما يقر به كذرمه مصدرية اى صدق الاصيل في اقراره باكذرمه اى مما يقربه الكفيل ولو جعلت موصولة يفسد المعنى لانه حينئذ يصير تفسير التكذيب صدق الاصيل في الشيء الذي يقر باكذرمه اى من ذلك الشيء والشيء الذي يقر الاصيل باكذرمه هو ما اقر به الكفيل والغرض ان الاصيل يصدق في الاكثر لانه يصدق فيما اقر به الكفيل

(۱۳) مدیون کی کفالت کے الفاظ

جیسے کفیل کے دائن سے جو کچھ تیرا آقا تیرے مدیون پر اس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاوے گی کہ یہ کفیل یہ مجہول ہے جس مقدار اس کی علم نہیں یا کفیل کے مشتری سے جو کچھ تجھ کو دینا پڑے اس بیع میں اس کا میں ضامن ہوں۔

فائدہ یہ ضمان استحقاق کی طرح ہے اس صورت میں اگر بیع کسی بھری ہوئی بات کے نقص و مشتری کی اس نقص کو دور ہوگی۔

(۱۴) کفالت کو مشروط کرنا

کہ متعلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یوں کہے کہ تو فلاں سے معاملہ بیع کرے تو اس کا میں ضامن ہوں (یعنی اس کی ثمن کا اس واسطے کہ کفالت غیر بیع کی درست نہیں جیسا کہ آتا ہے) اگر بیع اس پر کچھ نکلے یا دو تہائی

(۱۵) والمطالبة من شاء من الاصيل و كفيل و مطالبتهما فان طالب احدهما فله مطالبة الآخر (۱۶) بعد بخلاف المالك اذا احضر احد الغاصبين فان اختياره احدهما ينقض نعم ان قضى القاضي بدلك كذا في محيط شيخ الاسلام فالمالك احدهما لا يملك ان يملك الآخر (۱۷) وتصح بامر الاصيل وبلا امره فان رجع عليه بعد اداله الى طالبه ولا يطالبه فيه بخلاف الوكيل بالشراء فانه اذا شترى كان له مطالبة المحق من وكله قبل ادائه الى البائع لان العقد هي الوكيل والمغرم مأذونة حكمية وان لم يامره لم يرجع (۱۸) فان لزمه الكفيل بالمال فله ملازمة كفيله وان حبس فله حبسه لانه لحقه هذا الضرر بامره فعامله بمثله وان ابرئ الاصيل و لو في المال برئ الكفيل وان ابرئ هو لا يبرئ الاصيل لان الدين على الاصيل فالبراءة عنه توجب البراءة عن المطالبة بخلاف العكس وان احرئ الاصيل فاحر

کہے تجھ کو دینے کے تو اس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاوے گی اور اگر وہ شرط مناسب نہ ہو تو کفالت صحیح نہ ہوگی جیسے یوں کہے کہ اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو میں ضامن ہوں اگر اس طرح کہا کہ جو تیرا اس پر کسی بات میں ضامن ہوں تو جتنا تو اوائی سے دائن کا مدیون پر ہوتا ہوگا کفیل کو دینا پڑے گا اور اگر زیادہ دینے میں مشغول ہوا پس تو کفیل جس قدر مطلب کی دے گیا ہے اتنا دینا پڑے گا اس سے زیادہ نہ اگر مشغول عہدہ قرار دے تو اس کا عہدہ کفیل سے نہ ہوگا بلکہ ادا کرنے پر مشغول ہونے کے اور سے آوے گا۔

فائدہ یہ درصورت نہ ہونے شہادت کے کفیل سے تو قسم لی جاوے گی تو قسم پر کہ تو نہیں جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مکفول نہ کا مکفول عنہ پر واجب ہے اس واسطے کہ قسم غیر کے افعال پر بمنزلہ علم کے ہوتی ہے نہ بطور قطعی۔

عنه بخلاف حكمه اعتبار الاداء المطالب بالعهدة في صالح المكفول عنه المطالب عن الالف على ما مر من التفصيل و الاصيل و رجع على الاصيل بما ان كفل بامره لانه صالح المصبح عن الالف الذي هو الدين على الاصيل فيرجع عن نصفه و براءة ما يرجع عن براءة فالمكفول قال كانت الكفالة بامره رجع الكفيل عليه اذ ذاك هو البيانة وان صالح على جنس اخر رجع بالالف لانه مبادلة فيملكه الكفيل فيرجع بخصوص الالف فان قلت ان الدين على الاصيل فكيف يملكه الكفيل لان تمليك الدين من غير من عليه الدين لا يجوز قلت اما عند من جعل الكفالة ضم الذمة في الذمة في الدين الظاهر و اما عند الاخرين فان المكفول له اذا ملك الدين من الكفيل اما مباهاة او بالمعاوضة فالدين يحصل فساغ في ذمة المكفول ضرورة صحة التمليك كما الفالو اوان صالح عن موجب الكفالة لم يبرأ الاصيل لان هذا الصلح ابراء الكفيل عن السقوط فلا يوجب براءة الاصيل

(۱۵) مکفول لہ کا حق مطالبہ

اور جب کفالت ہو گئی تو مکفول لہ کو پہنچتا ہے کہ جس سے چاہے اپنا حق طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے یا کفیل سے خواہ دونوں سے اور دونوں سے بیک وقت بھی طلب کر سکتا ہے اور ایک سے ملنے کے بعد دوسرے سے بھی طلب کر سکتا ہے

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مطالبہ حق مکفول لہ کا حق ہے تو اس کو اختیار ہے جس سے چاہے اس طرح سے مطالبہ کرے۔

(۱۶) مغصوب عنہ کا حق مطالبہ

اور یہ مسئلہ اس کی صورت اس کے برخلاف ہے۔

فائدہ: جس کسی نے کسی سے کوئی چیز غصب کر لی ہو تو غاصب کو اختیار ہے کہ مالک سے یا اس سے جس کے پاس وہ چیز غصب کر کے دی ہو یا دونوں سے بیک وقت طلب کرے اور ایک سے ملنے کے بعد دوسرے سے بھی طلب کر سکتا ہے یہاں تک کہ اگر مالک نے غاصب سے طلب کر لیا اور غاصب نے اس چیز کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دیا یا ہبہ کر دیا اور اس کو اس پر قبضہ بھی دے دیا اور مالک اس سے راضی ہو گیا یا قضاء قاضی اس پر واقع ہو گئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہیں کر سکتا اور مالک اس سے جس نے غاصب

(۱۷) کفالت میں مکفول عنہ کے حکم کی حیثیت

اور یہ ہے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور دونوں اس کے حکم نے تو اثر کفالت اس کے حکم سے ہوتی ہے صورت میں جبکہ وہ کفیل کو امر کرے کہ وہ مکفول عنہ سے بھیر لے گا لیکن کفیل کو اس کفالت سے رجوع نہیں لے سکتا بخلاف اس شخص کے جو مالک کی چیز کی خرید کا حکم دے جب اس نے چیز خرید کی تو قبل اس کے کہ مالک سے وہ چیز لے مالک سے رجوع کر سکتا ہے اور اگر کفالت بدون اس کے حکم کے ہوئی ہے تو کفیل کو حق نہیں کہ مکفول عنہ کو اس کا بھیرا ہوا دے دیں۔

(۱۸) کفیل اور مکفول عنہ کا معاملہ

تو اگر پیچھا کیا ہوا کفیل مکفول عنہ کے مال کے لئے تو کفیل پیچھا کرنے والے کو اور اگر کفیل قید کیا جائے تو مکفول عنہ قید کیا جائے تو اگر مکفول عنہ نے مکفول لہ کو قرض ادا کر دیا یا مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا یا قرض ادا کر دیا کفیل کی طرف سے ہو چکا ہے گا اور اگر کفیل نے اس کی طرف سے ادا کیا تو مکفول عنہ پر کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ

[illegible] کفیل کی موت سے مکفول عنہ کی موت کا حکم

(۴۰) مکفول لہ کا کفیل کی برأت کو مشروط کرنا

(۴۱) وہ چیزیں جن میں کفالت صحیح نہیں ہے

(۴۲) وہ مبیع و منصوب جس میں کفالت صحیح ہے

جیسے اجارت و مزارعت و مال مضاربت مستاجر یا مضمون ہیں لیکن غیر یا توان کی کفالت درست نہیں کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر اس باب کا مضمون بغیر ہلاکت چیزیں ہیں کہ درصورت ہلاک ان کی قیمت ان کی واجب نہ ہوئے جیسے مبیع بدیع صحیح قبل القبض کہ وہ اگر بائع کے پاس تلف ہو جاوے گی تو ثمن مشتری پر واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے گی طرح مرہون کی مضمون بالمدین ہے مضمون بقدر ہلاک ہوئے چیزیں ہیں جن کی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہے درصورت ہلاک چنانچہ مضمون ہے اور قبض فاسد کا مبیع اور مقبوض بہ جہت شراء فاسد ان کی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر واجب ہے جو حاصل پر واجب ہے۔

(۲۴) مقروض مرحوم کی کفالت

ایک شخص مدیون تھا اور مفلس مر گیا بعد اس کے مر جانے کے کوئی شخص اس کی طرف سے قرض خواہوں کے لئے کفالت کرے تو یہ کفالت درست نہیں۔

فائدہ امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے ہوی قول ہے کہ لشکر میں یا کر کوئی شخص تجہیز میت کا دین ادا کرنے کا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اگر مرنے کے بعد میت کفیل یا مال چھوڑ جاوے جب بھی اس کے دین کی کفالت درست ہے بدلیل وہ دلیل دونوں مذہب کی اصل میں مذکور ہے۔

(۲۵) مکفول سہ کی قبولیت

اور کفالت درست نہیں جب تک مکفول بہ قبول نہ کرے سوائے مجلس کے جس میں ذکر کفالت ہوا ہے یہ مذہب طرفین کا ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مکفول فوت پہنچے اور وہ مخبر کرے جب بھی جائز ہو جاوے گی اور یہ خلاف کفالت بالنفس میں ہے۔

(۲۴) وعن حبت مفلس هذا عند ابی حنیفة ومحمد علی ان ذمة المیت قد ضعفت فلا یجب علیها الا ان یتطوع واحد لاحرین اما بان یبقی منه مال او یبقی کفیل کفل عنه فی ایام حیوته فح یکون الدین دینا صحیحا فیصح الکفالة وعندهما اذا ثبت الدین و لم یوجد مسقط یکون دینا صحیحا فیصح (۲۵) ویلاقیون الطالب فی المجلس وعند ابی یوسف ذا بلغه الخبر واجاز جاز وهذا الخلاف فی الکفالة بالنفس والمال جمیعا الا ذا کفل عن مورثه فی مرضه مع غیبة غرمائه حیوته ای یقول المریض لوارثه فی غیبة الغرماء تکفل عنی بما علی من الدین فتکفل وانما یصح لان ذلک فی الحقیقة وصیة و لهذا لا یشترط تسمیة المکفول له (۲۶) وبمثل الکتابة حر کفل به او عبد لانه دین ثبت مع المنافی وانما قال حر کفل به او عبد لدفع توهم ان کفالة العبد به یتبغی ان تصح بانه یجوز ثبوت مثل هذا الدین عنه لان العبد محل الکتابة فحصه دفعا لهذا الوهم

(۲۵) مکفول سہ کی قبولیت

اور کفالت درست نہیں جب تک مکفول بہ قبول نہ کرے سوائے مجلس کے جس میں ذکر کفالت ہوا ہے یہ مذہب طرفین کا ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مکفول فوت پہنچے اور وہ مخبر کرے جب بھی جائز ہو جاوے گی اور یہ خلاف کفالت بالنفس میں ہے۔

(۲۳) خاص جانور یا خاص غلام سے خدمت کی ضمانت

اور صحیح نہیں ضمانت بوجھ اٹھانے کی کسی خاص جانور پر جو کرایہ پر لیا گیا ہو سے۔ (اس واسطے کہ کفیل کو قدرت نہیں اس بات پر کہ مشغول حق کا جانور معین تسلیم کر دے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہاں فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہے اور اس پر کفیل قادر ہے) یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہو سے۔ (اسی وجہ سے کہ کفیل جانور میں)

بدل میں لے لیا اب مطالبہ ہے اور اصیل اپنے مؤکل سے رجوع نہیں کر سکتا اور اصیل کی غلطی اپنے حق میں ہے کہ اس نے بغیر کفالت کے ادا کیا اور کفیل کی غلطی اس کے حق میں ہے کہ اس نے بغیر امر کے ادا کیا۔ اس لئے اصیل کی غلطی کفیل کے حق میں اولیٰ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں ہے دراصل ہلاک کرنے والا ظالم ہے نہ کہ مقتول اور اسی پر قرآن کی آیت دلالت کرتی ہے اور کفالت کا بیان ختم ہوا۔

(۲۶) بدل کتابت میں کفالت

اگر کفالت بدل کتابت میں ہو تو مکاتب کی موت یا اس کی کفالت سے بری ہونے سے کفیل بری نہیں ہوتا

فائدہ: مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا یعنی اس سے کہا کہ تو مجھ کو اتنا روپیہ دے دے تو آزاد ہے اب یہ روپیہ بدل کتابت کہلاتے ہیں اور اس روپیہ کا اگر کوئی شخص کفیل ہو گیا اور غلام کی موت سے یا کسی اور وجہ سے کتابت ساقط ہو گئی تو کفیل بری نہیں ہوتا بلکہ کفیل کو بدل کتابت ادا کرنا صحیح چاہئے اور بدل کتابت دین صحیح میں داخل ہے۔

(۲) ولا يرجع اصيل بالذي اداه الى كفيله وان لم يعطه طالبه اي اذا عجل الاصيل فاداه الى الاصيل الذي تحمل بامره ثم ان الاصيل لم يعطه للطالب كما اذا عجل الاصيل الزكوة لان الكفالة بامر المكفول عنه انعقدت سببا للتمليك دين الطالب على المكفول ودين المكفول على المكفول عنه مؤجلا الى وقت واحد فاذا عجل صح الاداء وملك المكفول فلا يسترد المكفول عنه هذا بخلاف ما اذا اداه على وجه الرسالة لانه حينئذ محض اداء في يده وقارض فيها فالقبض فيها قبض له حقيقة فلا يصدق انه عجل المكفيل في الالف التي اداها الاصيل اليه وربح فيها فالربح له حقيقة فلا يجب تصديقه فما ذكر انه عجله وربح كان له وقبضه اداء وقارض اجنبي فاضيه احب قوله وربح كان عندنا واد مجرد اي انكار الكفالة مكر حيلة فاداه الاصيل الى المكفيل فضاعه المكفيل وربح فيه فالربح له لكن رده الى قاضيه وهو الاصيل احب لانه ممكن فيه احتمال بسبب ان للاصيل حق استرداده على تقدير ان يقضي الاصيل الذين نفسه فيكون حق الاصيل متعلقا به فهذا الحيث يعمل فيه بتغيير كالمكر بخلاف ما لا يتغير كالدراهم والدنانير كما في المسألة السابقة وهذا عند ابي حنيفة (رح) عند هما لا يكون رده له فاضيه احب الاحتياط فيه اصلا

(۲) اصیل کو ادا شدہ بدل مکفول واپس نہیں کر سکتا

اگر مکفول نے بدل کتابت کی ادائیگی کفیل کو دے دی اور کفیل نے اس کو اصیل کے حکم سے ادا کیا ہے اور اصیل نے کفیل کو نہیں دیا تو اصیل کفیل سے واپس نہیں لے سکتا جیسا کہ اگر کسی نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور اس نے ادا کر دی تو اس کو واپس نہیں لے سکتا کیونکہ کفالت کا سبب اصیل کے حکم سے ہوا ہے اور اصیل پر مکفول عنہ کا دین مؤجل ہے اور کفیل کا دین مکفول عنہ پر مؤجل ہے تو جب اصیل نے کفیل کو ادا کر دیا تو اصیل کا دین ساقط ہو گیا اور مکفول عنہ کا دین کفیل کو ادا کرنا ضروری ہوا۔

اور یہ امام صاحب کا قول ہے جس کے مطابق ہدایہ اور قدوری وغیرہ میں فتویٰ دیا گیا ہے۔

(۲۸) کفیل بدنی کا ضمانت سے بری ہونا

(۲۸) کفیل بدنی کا ضمانت سے بری ہونا

۲۹ وکیل کفیل بدنی کا اپنے مؤکل کو ضمانت سے بری کرنا

بهذا تمال ماموره قضى عليهما لغير هذه الصورة فقد كفل بهذا المال من غير التفرض بقضاء القاضي بخلاف نفسانة المتقدمة فانها تقضي عليهما بكون تكفل عن الزوج على الاصل وهذا عندنا وعند زفر لا يرجع عليه لانه بما انكر كان زعمه ان هذا الحق غير ثابت بل المدعي ظلمه فلا يكون له ان يطلب غيره فلذا الشرع كلفه فارتفع انكاره و في الكفالة بلا امر قضى على الكفيل فقط ان افاد البينة على انه كفيله بلا امر؛ بقضي القاضي بالمال على الكفيل فقط

(۲۹) ثابت وواجب شدہ مال میں کس کی کفالت کرنا

زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہوا ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے میں اس کا کفیل ہوں پھر اس نے دعوی کیا یا طلب کیا زید سے کہ دیوے یا گواہ پیش کرے کہ میرا کفیل کرنا تیرا تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔

فائدہ: جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پر حاکم نہ ثابت کرے کچھ طلب کرنا اس پر مال کا کفیل کیا جاوے گا زید پر کچھ نہ لازم ہوگا مگر کفالت جب اس مستدعی یعنی بکر نے مکفول لہ کی مانی کفالت کی تھی اس کا قاضی نے فیصلہ دیا ہووے کیونکہ ثابت اور واجب ہوتی ہے قضات اور فتووں کی کتابوں میں اگر حق قضے قاضی کا نہیں تو بھی مدعی کا حق ثابت ہوا اور دلیل پر کس اس صورت میں [illegible]

(۳۰) ولو حلف المدعى عليه بطل دعوة بعده لان ترغيب للمشتري في الشراء فيكون حيلة لاخراز سعلك المبيع فلا يصح دعوى ملكه (۳۱) ولو شهدا و حلم لا و نما قال وختمه لان المعهود في ليزمان السابق كان الختم في الشهادات صيانة عن التغيير والتبديل قالوا ان كتب في نفسك بيع ملكه او رهنا فانه فعه وهو كتب شهد بذلك بطلت اى بطلت دعوة بعد هذه الشهادة لان شهادة تكون اقرارا بان البائع قد باع ملكه او رهنا فلا يصح دعوى الملك لنفسه بكون مناقضا ولو كتب شهادته على اقرار العاقدين لا اى لابطل دعوة بعد هذه لكنانة لعدم التناقض (فصل في الضمان) (۳۲) ولو حلف المدعى

زید نے کہا کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت ہوا ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے میں اس کا کفیل ہوں پھر اس نے دعوی کیا یا طلب کیا زید سے کہ دیوے یا گواہ پیش کرے کہ میرا کفیل کرنا تیرا تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔

فائدہ: جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پر حاکم نہ ثابت کرے کچھ طلب کرنا اس پر مال کا کفیل کیا جاوے گا زید پر کچھ نہ لازم ہوگا مگر کفالت جب اس مستدعی یعنی بکر نے مکفول لہ کی مانی کفالت کی تھی اس کا قاضی نے فیصلہ دیا ہووے کیونکہ ثابت اور واجب ہوتی ہے قضات اور فتووں کی کتابوں میں اگر حق قضے قاضی کا نہیں تو بھی مدعی کا حق ثابت ہوا اور دلیل پر کس اس صورت میں [illegible]

ر حل ثوبا فضیع احد بالجهة فاضمان باطل لان المعهدة قد حالت بسعن تلبسک الغذیہ وللعقد وحفوظہ و لمدرک فلا یثبت احدانیعانی والشک او الخلاص ای واضمن العلاص فلا یصح عند ابی حنیفہ وهو ان یشترط ان المبیع ن امتحق یخلصه و یسلمه الیه دان طریق کان وهذا باطل لالافتوة له علی هذا وعندهما یصح و هو محمول علی ضمان الدرک او المصادرۃ الثمن ترف العالی ای باع بمضاربۃ و ضمن الثمن توف المال او الوکیل مالبیع تجوکلہ ای بیع الوکیل و ضمن للوکیل الثمن وانما لا یجوز لان الثمن امانۃ عند المضارب والوکیل والضمان تغییر حکم المشروع ولان حق المطالبۃ للمضارب و لوکیل فیصیر ضامنا لنفسها

(۳۰) ثمن کی ضمان اقرار ملکیت ہے

زید ایک کپڑے کو ہاتھ میں لے کر بیچنے کے لئے عمرو کے پاس آیا اور اس نے اطمینان دلایا کہ وکیل ہے یہ چیز زید سے خریدنے کے لئے کہو اور کسی ملکی کی تو میں تیرے لئے ضمان دیتا ہوں کہ (یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان العہدۃ بھی کہتے ہیں) تو بکر کا یہ ضمان کرنا قرار دینا ہے اس بات کا کہ یہ چیز مملوک ہے زید کی اگر بعد اس کے بکر نے اس چیز کا ہونا کسی کا تو یہ ضمان باطل شمار کیا جاوے گا (اور ہمارا تقاضا کرے)

(۳۱) بیعنامہ کی تصدیق اقرار ملکیت نہیں ہے

اور اگر بکر نے کہا بیعنامہ لکھوا لی اس چیز کی مجھ سے یا اس نے میرے ہاتھ فروخت کی اس چیز کو تو یہ اقرار ہوگا کہ یہ چیز اسی کی ملک ہے۔

فائدہ: اب جو کوئی بکر کا دعوی کرے کہ یہ چیز میری ہے باوجود شہادت ہونے کے بیع نامہ کی تو اس کا دعوی نہ سنا جاوے گا اور یہ چیز خریدار کو دلائی جاوے گی۔ مسئلہ یاد رکھنے کے قابل ہے اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور بیع نامہ کی شہادت سے بھی اس کی ملکیت ثابت کرتے ہیں اور یہ بات غلط ہے۔

فائدہ: ضمان درک یہ ہے کہ اگر یہ چیز خریدار کے ہاتھ سے کسی طرح فوت ہو جائے تو بیچنے والے سے روپوں کا تاوان صاحب کے لئے وصول کرے درست نہیں اس کو مطلع کرنا بھی لازم ہے تاوان کے لئے ورنہ نہیں اور ساقط ہے تاوان بیچنے والے سے لیکن مجبور ہو گا ضمان دینے پر۔

فائدہ: یا مضارب یا وکیل ضامن ہو ثمن کا رب المال اور موکل کے لئے (تو یہ ضمانت باطل ہے اس واسطے کہ ثمن امانت ہے مضارب اور وکیل کے پاس۔

اپنی ملک پہنچانا بیچنے والے پر لازم ہے اور ثمت شہادت کرنی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق سمجھی جائے گی نہیں تو اب دعوی کرکے بعد اس کے تسلیم نہ ہوگا۔ اور اگر بکر نے کوئی بھی صریح اقرار نہ کیا ہو بلکہ اس چیز کا ہونا کسی کا ثابت ہو جانے سے بھی ثابت نہ ہونے تاقض کے۔

(۳۲) کفالت عہدہ اور کفالت خلاص وغیرہ

اگر کوئی شخص کسی کا عہدے کا تو یہ کفالت باطل ہے اس لئے کہ عہدے کے کئی معنی ہیں قبالہ تو یہ عقد تو ثق عقد ضمان اور اس تو ثق سے معلوم نہیں کہ ان سے کون سی مراد ہیں اس واسطے اگر کوئی شخص نہیں ہو خلاص کا تو بھی صحیح نہیں۔

فائدہ: ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل ثمن کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی ملکی کی ثابت ہوئی سے بھیجا کر جس طرح ہو ثمت شے کو بیچنے والے سے روپوں کا تو یہ ہم صاحب کے ذمہ کیا درست نہیں اس واسطے کہ کفیل کو اس پر قدرت نہیں اور ساقط ہے تاوان بیچنے والے سے لیکن مجبور ہو تاوان دینے پر۔

(۳۳) او حد المتاعین حصۃ صاحبہ من ثمن عبد باعاہ بصفقۃ بطل و انصفقین صح ای باعاہ صفقۃ واحدۃ و ثمن احدھما لصاحبہ حصۃ من الثمن لا یصح لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر صاحبہ کانہ باعہ و ھو صح فی نصیب صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذالا یجوز بخلاف مالو باعاہ صفقتین فانہ یصح لضمان لانہ لا شرکۃ (۳۴) فضمان الخراج والنوائب والقسمۃ ای صح ضمان ھذہ الاشیاء اما الخراج فظاھر و اما النوائب فھی أما بمعنی کالکری النھر و جر الحارس وما یوظف لتجھیز الجیش و غیر ذلک واما بمعنی کالضیافات فی زماننا والکفالۃ بالاولی صحیحۃ اتفاقا و فی الثانیۃ خلاف والصحیح علی الصحۃ فانھا عبارات کلھا بین الصحیحۃ حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض واما القسمۃ فقد قیل ھی النوائب بعینھا او الحصۃ منھا و قیل ھی الثانیۃ الموظفۃ النوائب و النوائب ھی غیر الموظفۃ و اذا کان فالکفالۃ بھا صحیحۃ (۳۵) وان قال ضمنت لک شھر صدق ھو مع حلفہ وان ادعی الطالب اکثر حلف ای قال تکفلت بھذا المال تکن المطالبۃ بعد شھر وقال الطالب لابل علی صفۃ الحلول فالقول قول الکفیل مع الحلف و ھذا بخلاف مالو اقر بدین مؤجل وقال المقرلہ لابل ھو حال فالقول للمقرلہ والفرق بینھما ان المقر ملزم لما ادعی علیہ و ھو تاخیر المطالبۃ والمقرلہ منکر والقول لہ بخلاف الکفالۃ فانہ لا دین فیھا فالطالب یدعی علیہ المطالبۃ فی الحال والکفیل منکر (۳۶) ولا یوخذ ضامن الدرک ان تحقق المبیع مستحقا بغیر قضاء علیہ بالبینۃ او بتصدیقہ او باستحقاق لا یمکن المبیع فی ظاھر الروایۃ ما لم یقض بالثمن علی البائع فلو یجب علی الامین ولا الثمن فلا یجب علی الکفیل

(۳۳) دو شریکوں کا ایک دوسرے کا ضامن بننا

دو شریکوں نے مل کر ایک غلام کو بیچا ایک نے اپنی حصہ میں اور ایک شخص نے دونوں سے خریدا تھا کہ ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو گویا دونوں نے مل کر بیچا ہے پہلے حصہ میں تو یہ ضمانت صحیح ہے اور دوسرے حصہ میں ایک شریک کا دوسرے شریک کے مشترک غلام کی بیع میں ضامن ہونا لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

لیکن اگر ہر ایک شریک نے اپنا حصہ بیچا ہو تو ضمانت صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں ایک شریک کا دوسرے شریک کے حصہ میں ضامن ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

(۳۴) خراج نوائب اور قسمت کا کفیل بننا

صحیح ہے کفالت خراج کی نوائب کی اور قسمت کی وہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو کہ زمانہ پہلے میں تھا اور دوسری قسم وہ ہے جو کہ زمانہ حال میں ہے ایک قسم نوائب کی وہ ہے جو کہ مشترک فصول کی ہیں جیسے نہر کا کھودنا اور چوکیدار کا رکھنا اور لشکر کے بھیجنے کا خرچ یا وہ ہیں جن کو بادشاہ اسلام اپنے لشکر کے سامانوں کے لیے مقرر کرتا ہے اور یہ ہر ایک قسم کی دوسری قسم سے جدا ہے۔ ظاہر الروایۃ میں ہے کہ نوائب کی پہلی قسم کی کفالت بالاتفاق صحیح ہے اور قسم ثانی کی کفالت میں اختلاف ہے لیکن بالاولی اس کی صحت ہے یہاں تک کہ اگر امان سے بات

زمین کے ٹکڑے کا مال ہونا گواہوں کی گواہی سے ثابت کرے اور قسمت نواب کہتے ہیں وہ ایک حصے کو نواب کل سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قسمت وہ حالت معینہ ہے جو ایک حاکم یا دو یا زیادہ پر طریق تحصول کے مقرر ہوتا ہے اور نواب غیر معین ہوتے ہیں ہر قدر کفالت اس کی بھی صحیح ہے۔

(۳۵) کفیل اور مکفول لہٗ کا مدت میں اختلاف

مدت میں کہا کہ میں نے ضامن ہو جس مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے اندر پچاس مال دینے ہے ابھاد

---

(۳۷) وإن عمي أحدهما قبل قبل على الآخر ولو برجع على شريكه لأنهما أديا على النصف المشترك عبدا بألف و تقبل كل منهما عن صاحبه بأمره لاتفاق فكل ما أداه احتسبه لا يرجع به على صاحبه الآن بكون واقعا على النصف لان وقوع الموذى عن صاحبه اصالة اولى من وقوعه عنه عليه كفالة (۳۸) ولو تكفلا بشيء عن رجل و كل كفل به عن صاحبه رجع عليه بنصف ما أدى وإن قال تكفلت بهذا الألف فكفل كل واحد من شخصين احترز عن الأصيل بهذا الألف لو كفل كل واحد من الكفيلين عن صاحبه بأمره بهذا الألف فكل ما أداه احدهما وإن قل رجع على الآخر بنصفه بخلاف الصورة الأولى فان الأصالة ترجح على الكفالة أما فيها فالكل كفالة فلا رجحان وقال في الهداية الصحيح ان صورة المسألة على هذا الوجه احترازا عما اذا كفلا بالف حتى كان الالف مقسوما عليهما نصفين ثم كفل كل واحد منهما عن صاحبه بامره ففي هذه الصورة لا يرجع على شريكه لانه لما لم يكن لاحدى الكفالتين رجحان على الاخرى فكل ما اداه يكون مؤديا فيحب ان يرجع بنصف ما ادى فلا فرق بين هذه الصورة والصورة التي خصها بالصحة

دو شخصوں کے کفیل ہونے کے بیان میں

(۳۷) ہر ایک کا اپنے شریک کے حصہ دشمن کا کفیل ہونا

دو آدمیوں نے کسی کی ایک غلام خرید اور ہر شخص نصف ثمن

شریک کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اس نے حکم سے تو جو ہر ایک ثمن پانچ کو ادا کرے گا اس کو دوسرے سے لیکن سے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جس قدر زائد دیا ہے اتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ اس صورت میں ہر ایک نے ایسی دوسرے کی طرف سے ادا کیا ہے جس کا اصل دینا چاہیے میعاد نہیں۔ یہ قول قبیل کا قسم سے متعلق ہوا۔

(۳۶) ضامن درک

ضامن درک سے مو خذ نہیں ہوتا جبکہ مبیع مستحق نہ ہو نکلے قبل اس بات کے کہ بائع نے ثمن تسلیم دیئے کا علم ہوا اس واسطے کہ بکر دا تفاق نیع نہیں ٹوٹتی خانیہ اور ہدایہ میں ہے تب تک بائع پر ثمن ہے جب تک ثمن نہ لے اصیل پر واجب نہ ہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہ ہوگا۔

نصف نصف ذمہ اجنبی پر ہے تو ہر شخص پر نصف نصف دین لازم ہے اپنے حصے کا اور نصف دوسرے کا پھر ضمانت تو ہر ایک سے پوری لے لیں گے اور پھر وہ اجنبی کے حصے کے دام کچھ پانے والے کے ان والے کو دیں گے کیونکہ ان ضمانت سے اور وہ مقدمہ جو ان کے دین کفالت سے پہلے تک کر دم اپنے حصے سے زیادہ دیوے اس قدر زیادہ کے واپس دینے کا شریک سے پھیرے گا۔

(۳۸) ایک مکفول عنہ کے دو کفیل

زید پر ہزار روپیہ قرض تھا عمرو نے اس پر اپنا کفیل ہونا زید کی طرف سے ان ہزار روپے کا بعد اس کے خالد کفیل ہوا زید کی طرف سے ان ہی پانچ سو روپے کا پھر عمرو نے خالد سے ایک سو روپے ان پانچ سو روپے کے لیے اپنے ساتھی کفیل کا ضامن کر لیا اپنے ساتھی کفیل کے حصے کا تو یہاں کفالت در ضمانت میں سے جو زید کچھ روپیہ عمرو کو ادا کرے گا اس کا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیرے گا۔

فائدہ: یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا

کفیل ہے حصہ دینے سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا ہے اس کی طرف سے جا بجا بانٹ چاہئے کہ یہاں تین آدمی ہیں ایک طالب کی تہائی دائلے کی کرا کر کرایہ مکان کا بھی ضامن ہوئے ہیں زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہوا تو یہ پہلا مسئلہ ہوا ہے کا کیونکہ دونوں پر نصف نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن ہر شخص اس صورت میں جب نصف نصف زید ادا کرنے کا حکم رجوع ہوگا ورنہ ایک جمیع دین کے غرامت کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر کفیل نے ادا نصف نصف کے ضامن ہوں نے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی یہ مسئلہ ہوا ہے گا اور جب اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی الترتیب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہوا تو بھی یہ مسئلہ ہو جاوے گا۔ (رحمانی) اس مقام میں صدر الشریعہ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہے۔ تلویحی نے اس کا جواب دیا ہے جو اصل کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہاں اجمالاً اشارہ شکال کے ترک کیا گیا۔

و ۳۹ و ن ابو الطالب احدهما الاخر بكفله لان و ضع المسألة فيما اذا تكفل كل منهما مالف عن الاصيل ثم تكفل كل منهما بالف عن صاحبه فاداه احدهما سقى الكفالة الاخرى لكل الالف و في الصورة التي احترز بالصحيحة عنها اذا ابرأ احدهما سقى الكفالة الاخرى بحصة مائة (۴۰) ولو فسخت المفاوضة بخذرب الدين ايهما شاء من شريكها بكل دينه لما عرفت ان شركة المفاوضة يقتضي الكفالة ولم يرجع احدهما على صاحبه الا بما اذى والدا على النصف لما عرفت ان جهة الاصالة راجحة على جهة الكفالة اقول في هذه المسألة اشكال و هو ان احد المتفاوضين اذا اشترى شيأ لم فسخا المفاوضة فالبائع ان طلب الثمن من منشريه فلا تعلق لهذه المسألة بمسألة الكفالة من المشتري في النصف اصيل و في النصف الآخر كفيل فكل ما اذى يمكن ان يرجع بنصفه على الشريك لانه اشترى العبد صفقة واحدة فصار الثمن دينا عليه ولا يمكن قسمته لكل ما يوديه بؤديه هو و من شريكه فيرجع عليه بالنصف وان طلب البائع النصف من الشريك يكون ذلك بسبب ان المفاوضة

تنصف الكفالة فيكون كفيلا في الكل الا ان لكفالة في النصف الذي هو ملك العاقد لصحت كفالة و في النصف الذي هو ملكه اصيل من وجه فالنظر الى ان حقوق العقد راجعة الى الوكيل يكون الشريك كفيلاً للثمن فمطالبة الثمن تتوجه اليه بحكم الكفالة و بالنظر الى ان الملك في هذا النصف وقع له ليكون في اداء نصف الثمن اصيلاً فما اداه يكون راجعاً الى هذا النصف فلا يرجع الى العاقد و فيما زاد على النصف يرجع (۴۱) عبد ان كفل بعقد واحد و كفل كل عن صاحبه رجع كل على الاخر بنصف ما اداه عبدان قال لهما المولى كاتبتكما بالالف الى سنة و قبلا و كفل كل عن صاحبه فكل ما اداه احدهما رجع على الاخر بنصف ما ادى او انما قبل بعقد واحد حتى تؤكتبهما بعقدين فالكفالة لا تصح اصلا اما اذا كاتب بعقد واحد لاتصح قياساً لانه كفالة ببدل الكتابة و تصح استحساناً بان يجعل كلاً منهما اصيلا في حق وجوب الالف عليه و يكون عتقهما معلقاً باداء و يجعل كفيلا بالالف في حق صاحبه فما اداه احدهما يرجع بنصفه على الاخر لاستوائهما فان اعتق السيد احدهما قبل الاداء صح وله ان يأخذ حصته من لم يعتقه منه اصالة و من الاخر كفالة و رجع المعتق على صاحبه بما ادى عنه لاصاحبه عنه بما ادى عن نفسه لان المال في الحقيقة مقابل برقبتهما و انما جعل على كل منهما نصفه احتياطاً للكفالة ومال لايجب على عبدي حتى يعتق حال على من كفل به مطلقة فتح عبد محجور بمال قاتل لايجب عليه الا بعد العتق

(۳۹) دو کفیلوں میں سے ایک کی بریت پر دوسرا ماخوذ ہوگا

اور جو بری کرے یا طالب سے ایک کفیل کو تو مواخذہ کر جاوے گا دوسرے کفیل سے کل زر کفالت کا۔

فائدہ: اس لئے کہ ہر ایک کفیل کل ہزار کا مکفول عنہ سے کفیل ہوا ہے۔ پس جب ایک کو مکفول نے بری کر دیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا۔

(۴۰) شرکت مفاوضہ کے شریک

اور اگر دو آدمیوں میں شرکت مفاوضہ تھی۔ (اس کا بیان کتاب الشرکۃ میں گزر چکا) اب دونوں جدا ہو گئے تو صاحب دین کو اختیار ہے کہ ان دونوں شریکوں میں سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اس واسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہے اور کوئی ان شریکوں میں سے اگر دیوے تو رجوع نہ کرے دوسرے ساتھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اس قدر رجوع کر لیوے۔

(۴۱) دو مکاتب جو ایک دوسرے کے کفیل بنے

اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو گیا تو جو غلام ان دونوں میں سے کچھ ادا کرے اس کو آدھا دوسرے سے وصول کرنے کا اسی صورت میں اگر مولی نے کفیل ادا کئے مال ایک کو آزاد کر دیا تو جس کو آزاد نہیں کیا اس

کا زرِ ثابت خواہ اس سے وصول کرلے یا آزاد رہنے دے تو اگر آزاد ہے ہوئے تو آزاد، مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب نے لوٹے تو وہ آزاد ہے گا نہ لوٹے۔

فائدہ۔ اس سے معلوم کہ آقا کو حکم کفالت ادا کرتا ہے۔ سولی تو رہوں کرنے کو مکفول عنہ ہوتا ہے وہ مے، مکاتب پر زور خراب مکاتب کے کہ وہ اپنی جان سے کوئی نہ رہتا ہے تو وہ کسی پر زور نہ کریگا۔

(۴۲) وان كفل به حر كفالة مطلقة اى لم يتعرض الحرو والتاجيل يجب عليه حالاان اتسامح من المحلول فى ذمة المكفول عنه اى ذمة الاصيل والكفيل جميعا مطالبان جميع ما فى يده تعلاء ولا مدخل فى الكفيل وانوادى رجع عليه بعد عتقه اى ان ادى الكفيل وكانت الكفالة بامرالعبد رجع عليه بعد عتقه (۴۳) ولومات عبد مكفول برقبته واقيم بينة انه اعتقه ضمن كفيله قيمته رجل ادعى رقبة عبد فكفل آخر برقبته فمات العبد فاقام المدعى بينة انه له ضمن الكفيل قيمته لان الواجب على المولى رده على وجه تخلصه فيضمنه فالكفيل اذا كفل فالواجب عليه ذلك بخلاف ما اذا ادعى رقاً على العبد فكفل الآخر برقبة العبد فمات العبد فلا شئ على الكفيل (۴۴) وان كفل سيد عن عبده او عن غيرعبدين عن سيد لصفقة فما ادى كل واحد لايرجع على صاحبه لان الكفالة وقعت غير موجبة للرجوع لان احدهما لايستوجب ديناً على الآخر وعند زفر ان كانت الكفالة بالامريثبت الرجوع لان الطالب قد زال رهوالمولى (۴۵) وانما قال غير مدبون ليتضح كفالته فان المولى ان امر العبد المديون بالكفالة عنه لا تصح الكفالة

(۴۲) غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان میں۔ غلام کی طرف سے کفیل بننا

اگر ایک شخص نے اس مال کا جو کسی آزاد غلام پر واجب ہے بعد آزادی کے (دینا) چھ ماہ میں جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استحقاق یا استہلاک کی وجہ سے ہے) اور نہ اس قیمت کرے یا نقص قدر دینے کی یا بعد عتق کے بعد دینے کی تو وہ بھی اس کو لازم ہوگا سو اگر کفیل نے ادا دیا تو کفیل اگر غلام سے کفیل ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اس پر رجوع کرے۔ (ورنہ نہیں)

(۴۳) غلام مکفول عنہ مرگیا تو کفیل کی ذمہ داری

ایک غلام تجارت کے پاس مرہونہ اس کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے تو مرتہن نے ضامن کی اس بات کی کفیل ہوا کہ اگر غلام تمہارا ثابت ہوگا تو میں دوں گا بعد اس ضامن کے غلام مرگیا اب مرتہن نے اپنی ملک ثابت اس غلام کے گواہوں سے ثابت کردی تو بکر کو اس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعویٰ کیا غلام پر اس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اس کے غلام مرگیا تو کفیل بھی بری ہوجائے گا۔

(۴۴) مولیٰ غلام کا کفیل بنا یا غلام مولیٰ کا

اگر مولیٰ نے غلامانہ کی ضمانت کی طرف سے (اس کے حکم سے خواہ بدوں اس کے حکم کے) یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولیٰ کی (خواہ مولیٰ کے حکم سے یا بے حکم کے) ادا کرنے کی ضمانت لی اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اس کے صورت اول میں مولیٰ نے غلام کی طرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی میں غلام نے وہ

(۶۵) مدیون غلام کفیل ثمن بن سکتا

ایک شخص دوسرے شخص کے غلام کے بارے میں کہے کہ میں نے تم سے اس غلام کو خریدا اور اس کی قیمت کے بارے میں فلاں شخص میرا ضامن ہے تو یہ درست ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ بائع کو اختیار ہے کہ وہ غلام کو روک لے یہاں تک کہ اس کو ثمن وصول ہو جائے۔

کتاب الحوالة

(۱) هي تصح بالثلاث برضى المحيل والمحتال والمحتال عليه لان الحوالة نقل الدين من ذمة الى ذمة فوله يكفيه ان يرضى المحتال على المحتال عليه الذي ذكر رواية الحضوري (۲) وفي رواية الزيادات تصح ولا يرضى المحيل وهو انه ان يقول رجل لغائب ان لك علي فلان كذا فاحتله علي فرضي بذلك المطالب صحت الحوالة ويرئ الاصيل وصورة اخرى كفيل رجل عن الآخر بغير امره بشرط براءة الاصيل فقبل المكفول له ذلك صحت الكفالة ويكون هذه الكفالة حوالة كما ان الحوالة بشرط ان لا يبرأ الاصيل كفالة

کتاب الحوالہ

حوالہ محتال محتال لہ اور محتال علیہ

حوالہ لغت میں کہتے ہیں نقل کو اور اصطلاح شرع میں کہتے ہیں قرض کے ادا کرنے کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ پر منتقل کرنا یعنی ایک شخص دوسرے شخص سے کہے کہ میرا فلاں شخص پر اتنا قرض ہے تم اس کو لے کر میرا قرض ادا کر دو محیل کہتے ہیں قرض دینے والے کو محتال کہتے ہیں قرض لینے والے کو محتال علیہ کہتے ہیں جس پر قرض کا حوالہ کیا جائے۔ حدیث سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرض کا حوالہ کیا جائے تو قبول کر لیا جائے۔ علماء کا حکم ہے اور سبب حوالہ یہ ہے کہ جس شخص پر قرض ہو اس کو اختیار ہے کہ جس شخص پر چاہے قرض کا حوالہ کر دے اور جس شخص کو حوالہ کیا جائے اس کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے۔ حوالہ کی شرط یہ ہے کہ جس شخص پر حوالہ کیا جائے اس کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے۔ حوالہ کی شرط یہ ہے کہ جس شخص پر حوالہ کیا جائے اس کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے۔

(۱) حوالہ کب صحیح ہوتا ہے

حوالہ صحیح ہونے کے لئے محتال محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ یہ حوالہ کی تین شرطیں ہیں۔

فائدہ: یہی حوالہ ہے اور قبول ہے اور سبب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے اور سبب اس طرح کہ محیل نے کہا کہ میں نے تجھ سے فلاں کا حوالہ فلاں شخص پر کیا اتنے درہم کا اور محتال اور محتال علیہ سے قبول اس طرح کہ وہ کہے ان دونوں میں سے ایک کہ میں نے قبول کیا اور دوسرا اس کی ہاں کا اس نے جو قبول اور رضا پائی ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا کہ اسی طرح ہونا چاہئے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں محتال اور محتال علیہ کا ہونا شرط ہے اور شرط خاندان سے تو صحیح ہے کہ فلاں کا حوالہ منتقل ہے اور اس نے فلاں کی اجازت پر وقف ہے اور یہ بات کہ

ن شرط نہیں تو دونوں جائز ہیں اور رضائے محیل ہے اور بصورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص سے کہا تیرا قرض میرے ذمہ تو قبول کر تو اس نے قبول کر لیا تو اس سے محیل بری ہو جاتا ہے اور اس کا حوالہ صحیح ہے اور محتال علیہ کا مطالبہ کرنے کا حق ہو جاتا ہے اور اگر محتال علیہ مفلس ہو یا مر گیا ہو اور اس نے حوالہ قبول کرنے سے پہلے محتال سے اس کا حوالہ صحیح سمجھا ہو تو محیل بری نہیں ہوتا اور اصل مدیون پر لوٹ آتا ہے اور ایک صورت اور ہے کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی جان کی اس کے حکم کے بغیر یا برأت اصیل کے درقبول کی منکفول لہ نے تو صحیح ہو جاوے گی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کی جاوے گی جیسے حوالہ میں شرط ہے کہ اصل مدیون مطالبہ دین سے بری ہو کفالت ہے۔

فائدہ: یعنی کفالت میں تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے رہتا ہے اور حوالہ میں بعد صحت وانفاذ حوالہ محیل بری ہو جاتا ہے دین سے تو اگر کفالت میں شرط کریں برأت مکفول عنہ کی تو وہ حوالہ کے ہو جاوے گا اور حوالہ میں اگر شرط کریں عدم برأت محیل کی تو وہ کفالت ہو جاوے گا اور حق میں ہے کہ صحیح روایت زیادات کی یہ ہے کہ رضہ صندوق کیل شرط نہیں صحت حوالہ کی اس واسطے کہ دین کا التزام محتال قبول کرتا ہے تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات سے تو اس میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اس میں اس کا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ کی بیزاری نہیں کر سکتا محیل سے بعد ادائے اور محیل ہو جاوے گا اداکی الثم

(۲) محیل کی رضا کے بغیر حوالہ

اور زیادات کی روایت میں حوالہ صحیح ہے بدون

(۳ لف: واذا مات برئ المحیل من الدین بالقبول (۳ ب ولم یرجع علیہ المحتال ای لم یرجع المحتال بدینہ علی المحیل الا اذا توی حقہ بموت المحتال علیہ مفلسا او حلفہ فنکر حوالۃ ولا بینۃ علیہا رقالا وہو قولہ الاخیر وقولہ القاضی قاضیخان القاضی مختار عبد ہما و عبدالقاضی و عند ابی حنیفۃ لایذکر فوف لاحد علی ذلک الابالبینۃ فالشہادۃ علی ان لامال لہ شہادۃ علی النفی (۴ وتصح سواء کان الدین مؤجلا او حالا بہلاکہا ای ہلاک الرہن او الودیعۃ فی ید ہ بتعدیۃ ولم یرا ہلاکہا ای لم یرہ الغاصب بہلاک الغراہم المغصوبۃ لان العین تخلفہ

وبالدين اى بدين المحيل على المحتال عليه فلا يطالب المحيل المحتال عليه لانه تعلق به حق المحتال مع ان المحتال اسوة لغرماء المحيل بعد موته فما قال هذا الدفع توهم ان المحتال لما كان اسوة لغرماء المحيل بعد موته يكون حق المحيل منصفاً بذلك الدين (فيبغى ان يكون للمحيل حق الطلب من المحتال عليه فالحاصل حصة) ان الحوالة بالدين و ان كانت موجبة لتعلق حق المحتال بذلك الدين لكنها ادنى مرتبة من الرهن حتى لايكون المحتال احق به بعد موت المحيل (٥) وفى المطلقة انه اطلب من المحتال عليه اى اذا كانت الحوالة مطلقة غير مقيدة بانوديعة او المغصوب او الدين فللمحيل على الوديعة والمغصوب والدين من المحتال عليه

(۳ الف) محیل کا دین سے بری ہو جانا

جب حوالہ تمام ہو گیا تو اب محیل بری ہو گیا دین سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو۔

فائدہ:۔ لیکن برأت موقتہ جیسا آوے گا فائدہ برأت کا یہ ہے کہ اگر محیل مر گیا تو محتال اپنے دین کو اس کے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محتال لہٰذا حاصل لے لیوے رشتہ محیل سے یا کسی کے قرضداروں سے اس خوف سے کہ مبادا حق اس کا ہلاک نہ ہو جاوے۔ شرنبلالی

(۳ ب) توائے حق محتال کی صورتیں

اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اس صورت میں کہ اس کا توائے حق ہو۔ (قولہ بالف مقصورہ یا تو الف ممدودہ ہلاکت مال سے) ان کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے (یعنی ترکہ بقدر ادائے دین محتال نہ چھوڑے) دوسرے یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھاوے اور حوالے کے گواہ نہ ہوویں اور صاحبین کے نزدیک قاضی اس صورت سے بھی ہوتا ہے کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کر دے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہے اور امام ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ کسی شخص کو اس بات پر اطلاع نہیں ہو سکتی تو گواہی اس کی اس بات پر کہ محتال علیہ کے پاس مال نہیں ہے شہادت بے علم پر اور وہ غیر مقبول ہے۔

(۴) حوالۂ مقیدہ

حوالہ دو قسم ہے ایک حوالہ مطلقہ دوسرا حوالہ مقیدہ حوالہ مقیدہ یہ ہے کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کر کے لیا ہووے یا محیل کا محتال علیہ دین ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزوں پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اس واسطے پر جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہو گئی محتال علیہ کے پاس تو اب پھر محتال رجوع کر سکتا ہے محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شے مغصوب تلف ہو گئی محتال علیہ کے پاس تو اس صورت میں محتال رجوع نہیں کر سکتا محیل پر اس واسطے کہ اس کی قیمت باقی ہے ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہے حوالہ مقیدہ میں محیل اس شے کو طلب نہیں کر سکتا ہے محتال علیہ سے اس واسطے کہ اس سے حق محتال کا متعلق ہو گیا پس وہ اس کے بھی اگر محیل مر گیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شے محتال علیہ نے رسول نہیں کی تھی محتال علیہ سے تو

اب کتنی ہی زیادتی کا سبب بن جاوے گی۔

(۵) حوالۂ مطلقہ

حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل حوالہ کرنے والے کو مطلق طور پر محتال علیہ کے پاس بھیج دے اور محتال علیہ کے پاس جانے کا وقت یا جگہ متعین نہ کرے۔

(۶) محتال علیہ سے عین شی یا دین واپس لینے سے حوالہ کا باطل نہ ہونا

(۶) ولم تبطل بالحجد عامدا او عنده ای لو تحوّل الحوالة بالجحد للمحيل ما على المحتال عليه او عنده وهو الدين والمغصوب ونحو ديعة سواء كانت الحوالة مطلقة او مقيدة ففي المطلقة ظاهر لانه في المقيدة فلان للمحيل ليس له حق لاخذه من المحتال عليه فاذا دفع الله المحتال عليه فقد دفع ما تعلق به حق المحتال فيضمن المحتال عليه (ز) ولا يخفى قوله المحيل للمحتال عليه عند طلبه مثل ما قال انما حبست دينك كان لي عليك ان احتال رجلا على اخر بمائة فدفع المحتال عليه الى المحتال ثم طلب المحتال عليه تلك المائة من المحيل فقال المحيل انما احتلت بمائة لي عليك والمحتال عليه يكون عليه شيء يكون مقبولا له لا للمحيل ولا يكون قبول الحوالة اقرارا من المحتال عليه بمائة لان الحوالة تصح من غير ان يكون للمحيل على المحتال عليه شيء (ط) ولا قول المحتال للمحيل عند طلبه ذلك احتلت بدين لي عليك اي احتلت باحتمال ثبوت الدين لي عليك لانه لا يثبت الدين لي عليك بمجرد احتمال ثبوته فلا يكون المحتال عليه مقبولا في قوله المحيل انما احتلت بدين لي عليك فيما يكون عليه لا للمحتال ولا للمحيل ولا يكون الحوالة اقرارا من المحيل بالدين للمحتال على المحيل فان الحوالة مستحبة في الوكالة

ناکارہ۔ طلاق رجعی والی دونوں صورتوں میں اگر محیل نے دے دیئے ہوئے دین کو محتال علیہ سے لینے کی وجہ سے حوالہ باطل نہ ہوگا۔

ناکارہ۔ یا محتال علیہ اپنے پاس سے محتال علیہ کو اتنا

کے مجرد احتمال سے حوالہ باطل نہ ہوگا۔

(۷) محیل اور محتال علیہ میں اختلاف

اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر عمرو پر کہا کہ میرے ذمہ جو تیرا روپیہ آتا تھا میں نے زید کے ذمہ سے تجھ کو دلا دیا تو

کرنے کا انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور تیرا مجھ پاس گواہ نہیں ہیں تو اس صورت میں قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اور دین نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ حوالہ میں یہ ضرور نہیں کہ محتال علیہ مجھ سے مدیون ہو محیل کا۔

فائدہ۔ بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اس دلیل سے۔

(۸) محیل اور محتال میں اختلاف

اسی طرح اگر محیل محتال سے کہے کہ میں نے حوالہ اس واسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرے محتال سے اور میں تیرا مقروض

(۹) وبکرہ السفتجة وھی اقراض لسقوط خطر الطریق فی المعرب السفتجة مضم السین و فتح التاء ان سفتج علی تاجر مالا بطریق الاقراض لیدفعه الی صدیقه فی بلد اخر وانما یقرضه لسقوط خطر الطریق وھی تعریب سفتة وانما سمی الاقراض المذکور بھذا الاسم تشبیھاً له بوضع الدراھم او الدنانیر فی السفتج ای فی الاشیاء المتمزقة کما یحمل الخصاصرقاً و یخافه المال وانما کرھه لانه کلما تمھد احتیال لسقوط خطر الطریق لزمان نفعها ان الانسان اذا اراد السفر وله نقد او اراد ارساله الی صدیقه فوضعه فی سفتج ثم مع ذلک خاف الطریق فاقرض ما فی السفتجة اسقاطا لخوف السفتجة علی اقراض ما فی السفتجة ثم شاع فی الاقراض لسقوط خطر الطریق.

(۹) سفتجہ

کروہ ہے سفتجہ

فائدہ۔ سفتجہ بضم سین اور فتح تا یعنی اس کے بیان میں کہا اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تا وہ اس کے دوست کو دے دیوے دوسرے شہر میں غایت اس کی یہ ہے کہ خطرہ راہ کا دور ہو جاوے۔ اصل میں سفتج معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا یہ نام اس واسطے دیا کہ مشابہ ہے سپرد کرنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج میں یعنی اشیائے پارچہ جات میں جیسے اندھی وغیرہ کہ اس میں مال رکھ کر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے تا کسی وغیرہ سے۔

اس میں فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اس واسطے مکروہ ہے اپنے کہ ہر بیت وہ حدیث ہے جو مروی ہے امام حارث کی مسند میں مروی ہے سوار بن مصعب سے انہوں نے محارب بن دثار سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل قرض جر نفعاً فھو ربوا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ سود ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبد الحق نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے ان کے اور روایت کیا ہے اس کو ابن الجہم نے اپنے بڑا حروف میں اور نکالا ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے السفتجة حرام یعنی بنڈوی حرام

كتاب القضاء

(١) القضاء واجب

(٢) ولا يجوز تقليد الفاسق ابتداء ويجوز بقاؤه على الأصح ويعزل نفسه سرا ولا يعزل بالفسق على الأصح ويعزل بعزل الإمام (٣) ولا يجوز تقليد الصبي والمجنون والمعتوه والمغلوب على عقله بالنوم أو المرض أو الإغماء ويجوز تقليد العبد والأعمى والأخرس والمحدود في القذف إذا تاب والأنثى في غير القضاء والشهادة وفي القضاء فيما تقبل شهادتها فيه خلاف والأصح المنع (٤) ولا يجوز تقليد من لا يحسن القضاء ويجوز تقليد من يحسنه ويحسن غيره على الأصح (٥) ولا يجوز تقليد اثنين على الاجتماع على الأصح ويجوز على الانفراد والأولى واحد (٦) ويستحب أن يكون القاضي فقيه النفس سليم الذهن رصين الفكر سليم السمع والبصر واللسان عفيفا عالما بالأحكام الشرعية مجتهدا في المذهب ورعا يخشى الله تعالى ولا تأخذه في الله لومة لائم سهل الحجاب كثير الصبر حسن الخلق متأنيا في الأمور متثبتا في الأحكام متواضعا وقورا سكينا ذكيا سليم الفطرة بعيدا عن الطمع والغضب والضجر والطيش والحدة والتسرع والبلادة والغفلة والتهاون والإكثار من المزاح والسخرية ومن يستخف بأصحاب المروءات ومن كثير الهم والنسيان ومن يشتغل بما لا يعنيه ومن يكثر الالتفات إلى الطريق ومن يكثر العبث بلحيته أو بأصابعه أو بثيابه أو بخاتمه أو بسبحته أو بقلمه أو بغير ذلك ومن يكثر الالتفات إلى السقف والجدران ومن يكثر النظر إلى السماء ومن يكثر التثاؤب ومن يكثر النوم ومن يكثر الأكل ومن يكثر الضحك ومن يكثر الكلام في الأسواق ومن يكثر الجلوس في الطرقات ومن يكثر الجلوس على أبواب الدور ومن يكثر الجلوس في الحمامات ومن يكثر الجلوس في الأسواق ومن يكثر الجلوس في المقابر ومن يكثر الجلوس في الأماكن النجسة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المكروهة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المحرمة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المشبوهة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المذمومة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المنهي عنها ومن يكثر الجلوس في الأماكن المحظورة ومن يكثر الجلوس في الأماكن الممنوعة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المحرمة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المشبوهة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المذمومة ومن يكثر الجلوس في الأماكن المنهي عنها ومن يكثر الجلوس في الأماكن المحظورة ومن يكثر الجلوس في الأماكن الممنوعة

(١) القضاء واجب على الكفاية إذا قام به واحد سقط عن الباقين وإن امتنع الكل أثموا وإن لم يكن في البلد إلا واحد صالح تعين عليه ولا يجوز له الامتناع إلا إذا كان له عذر كمرض أو خوف على نفسه أو ماله أو كان له عيال لا يجد نفقة غيره ويجد نفقتهم في القضاء ولا يجد في غيره أو كان له ضيعة يخاف ضياعها إن تركها ولا يجد من يستأجره عليها أو كان له دين حال على معسر أو مؤجل يخاف سقوطه إن تركه ولا يجد من يستوفيه له أو كان له شغل مهم في أمر دينه أو دنياه لا يقوم غيره مقامه فيه أو كان له ضعف عن القضاء لكبر أو مرض أو نحوه أو كان له عذر آخر يمنعه من القضاء أو كان له عذر يمنعه من الحضور إلى مجلس القضاء أو كان له عذر يمنعه من النظر في الأحكام أو كان له عذر يمنعه من الفصل بين الخصوم أو كان له عذر يمنعه من سماع البينات أو كان له عذر يمنعه من إقامة الحدود أو كان له عذر يمنعه من استيفاء الحقوق أو كان له عذر يمنعه من تنفيذ الأحكام أو كان له عذر يمنعه من الإشراف على أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من مراقبة أعوان القضاء أو كان له عذر يمنعه من محاسبة أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من عزل أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من نصب أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من تعيين أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من تحديد أجور أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من دفع أجور أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من قبض أجور أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من صرف أجور أمناء القضاء أو كان له عذر يمنعه من محاسبة أمناء القضاء على أجورهم أو كان له عذر يمنعه من عزل أمناء القضاء على أجورهم أو كان له عذر يمنعه من نصب أمناء القضاء على أجورهم أو كان له عذر يمنعه من تعيين أمناء القضاء على أجورهم أو كان له عذر يمنعه من تحديد أجور أمناء القضاء على أجورهم أو كان له عذر يمنعه من دفع أجور أمناء القضاء على أجورهم أو كان له عذر يمنعه من قبض أجور أمناء القضاء على أجورهم أو كان له عذر يمنعه من صرف أجور أمناء القضاء على أجورهم

اور یہ چیزیں جس شرط میں شہادت کی وہ کسی شرط میں قضا کی۔

(۲) فاسق کو قاضی بنانا

اور فاسق اہل ہے واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے درست ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہے کہ حاکم اس کو قاضی نہ بناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنا دیا تو نافذ ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہے لیکن چاہیے قبول نہ کی جاوے مؤثر قبول کرے گا تو گنہگار رہے گا۔

فائدہ۔ درمختار میں ہے کہ کسی روایت پر فتویٰ ہے اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی اقوال اس مسئلہ میں سب مرجوح ہیں اور یہی قول راجح ہے ابن الہمامؒ نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کر دے تو قضا اس کی نافذ ہوگی ظاہر الروایہ کے موافق اور اور مقرر کرے غیر کو تو نہیں لیکن ادب ہے حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بناوے۔

(۳) قاضی فاسق ہو جائے تو عزل واجب ہے

اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اس کے فاسق ہو گیا۔ (بسبب ارتشاء وغیرہ۔ کبیر) تو معزول نہ قضا سے معزول نہ ہو جاوے گا لیکن لائق ہو جاوے گا عزل کے (یعنی واجب ہے حاکم پر کہ معزول کرے اس کو فتح القدیر) یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی پر ہیں مشائخ حنفیہ۔

فائدہ۔ اور بخارائی و سمرقندی اور بعض مشائخ کے نزدیک خود بخود معزول ہو جاوے گا اور فاسق متقی بھی نہیں ہو سکتا اور بعضوں کے نزدیک ہو سکتا ہے اور متقی بعضوں کے نزدیک قول اول ہے اور بعضوں کے نزدیک قول ثانی۔

(۴) قاضی کے لئے مجتہد ہونا

اور مجتہد ہونا شرط ہے اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا۔

فائدہ۔ یعنی جو مجتہد ہو اس کا قاضی ہونا اولیٰ ہے اور اجتہاد صحت قضائی شرط نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہ ہووے۔

(۵) جاہل کو قاضی بنانا

تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہے ہمارے نزدیک۔ (لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقاً درست نہیں اور احتیاط اسی قول میں ہے جس کو شافعیؒ نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے غیر مناسب ہے اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اٹھ جاوے گا) مگر حاکم کو چاہیے کہ اس کو اختیار کرے جو زیادہ قادر ہے قضا پر اور اہل ہے۔

فائدہ۔ روایت کیا طبرانی نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانوں کے امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہے کہ ان لوگوں میں بہتر اس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا موجود ہے تو اس نے خیانت کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی موصلی نے ضعیفہ سے مثل اس کے۔

(۶) ولا ينعقد القضاء (۷) و صح الدخول فيه لمن يثق عدله (۸) و كره لمن خاف عجزه و جهله (۹) و من قلد سأل ديوان قاض قبله و هي الحوائط التي فيها الصكوك و السجلات والقرء محموساً الفريق لامن انكر الاسبة و ان اخرجه المعزول لانه بالعزل التحق بواحد من الرعايا رشهادة الواحد لا تقبل والايادي عليه ثم يحليه اى ان لم تقم البينة على المحبوس انكر بنادي ان كل من له حق على فلان بن فلان المحبوس فليحضر مجلس القاضي ثلاثة ايام لو يحضر احد يخليه (۱۰) و عمل في الودائع و غلة الوقوف بالبينة او باقرار ذي اليد لا بقول المعزول اى لا يقبل قول المعزول ان قال هذا وديعة فلان دفعتها الي هذا الرجل وهو منكر الا اذا اقر ذو اليد بالتسليم منه اى من القاضي المعزول (۱۱) ويجلس للحكم ظاهراً في المسجد والجامع اولي اى جلوساً ظاهراً و هو لجلوس المشهور الذي ياتي الناس لقطع الخصومات من غير اختصاص بعض الناس بذلك المجلس و عند الشافعي يكره الجلوس في المسجد لانه قد يحضر المشرك والحائض ولنا جلوس النبي عليه السلام و ايضاً القضاء عبادة و بحاسة المشرك من حيث الاعتقاد والحائض لا تدخل بل تفصل خصومتها على باب المسجد (۱۲) ولو جلس في داره و اذن بالدخول جاز (۱۳) ولا يقبل هدية الا من ذي رحم محرم او ممن اعتاد مهاداته قبل اعيائه اذا لم يكن بينهما خصومة

(۶) عہدۂ قضا طلب کرنا

اور آدمی کو چاہئے کہ عہدۂ قضا طلب نہ کرے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص طلب کرے قضا کو اور سوال کرے اس کا سپرد کیا جاتا ہے اپنے نفس کی طرف جس لئے اس کی طرف سے اس کو اعانت اور مدد نہیں ہوتی اور جو شخص نہ خواستی قاضی بنایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کو مقرر کرتا ہے اس کو ثبات اعانت کرتا ہے دل کی اوپر صواب کے روایت کی اس کو ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے انس سے۔

(۷) عہدۂ قضا قبول کرنا

اور درست ہے عہدۂ قضا لینا اس شخص کو جس کو اعتماد ہے اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کرے گا۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہے عہدۂ قضا کو اور اس واسطے کہ قضا فرض کفایہ ہے واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اس لئے کہ امر بالمعروف ہے حضرت علی سے مروی ہے کہ بھیجا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن کی طرف تو کہا میں نے یا رسول اللہ بھیجتے ہیں آپ مجھ کو عہدۂ قضا پر اور میں کمسن ہوں اور قضا کو نہیں جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہے کہ اللہ ہدایت کرے تمہارے دل کو اور ثابت رکھے تمہاری زبان کو جس وقت بیٹھیں اوپر تمہارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک سن نہ لو تم دوسرے کی تو اب معلوم کرو کیفیت اپنے حکم کی تو فرمایا علی نے کہ پھر شک نہیں کیا میں نے کسی فیصلے میں بعد اس کے روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اس کو اور قوی کیا اس کو ابن المدینی نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبان نے اور اس کا ایک شاہد ہے مستدرک حاکم میں حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ترمذی

ورابوداؤد اور ابن ماجہ نے معاذ بن جبلؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرتے ہو جب کوئی مقدمہ پیش آئے گا؟ انہوں نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ میں کہا سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت میں رسول اللہ کے کہا اجتہاد کروں گا میں اپنی رائے سے اور نہ کمی کروں گا کوشش میں کہا معاذ نے کہ پھر مارا حضرت نے بر سینہ اس کے اور فرمایا شکر ہے اس خدا کا کہ توفیق دی اس نے رسول رسول کے اس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قیاس کا وقت نہ ہوئے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور وہ نہیں قول ان لوگوں کا جو قیاس کی شرع ان بحثوں میں شمار نہیں کرتے۔

(۸) کمزور آدمی عہدہ قضا قبول نہ کرے

اور مکروہ ہے (تحریمی) عہدہ قضا لینا اس شخص کو جو خوف کرتا ہے جاہل ہو جانے کا قصد مقدمات میں یا ظلم کے صادر ہونے کا۔

تشریح: اس لیے کہ یہ امر قبیح کا ذریعہ ہوتا ہے اور بڑی بڑی خرابیاں عہدہ قضا میں آتی ہیں کہ قول ہے ایسے شخص کے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس سے پوچھی گئی قضا سو نہ جس سر بغیر چھری کے ذبح کیا اس کو ابن ماجہ اور چاروں محدثوں نے اور صحیح کیا ابن حبان نے اور ابن حبان نے سرمری ہے یہ حدیث سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں دو ان میں سے جہنم میں جاویں گے اور ایک جنت میں ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق اور فیصلہ نہ صادق کیا تحقیق وہ جہنم میں جاوے گا ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق اور فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا تم میں تو وہ جہنم میں جاوے گا ایک آدمی وہ کہ جس نے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگوں کا جہالت سے وہ بھی جہنم میں جاوے گا

ہدایت کی اس کو چاروں عالموں نے اور صحیح کیا اس کو حاکم نے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون اور ظالمون اور کافرون جو شخص حکم نہ کرے اس سے جو اتارا اللہ تعالیٰ نے تو وہ کافر ہے اور ظالم ہے اور کافر ہے اس سے بڑی خوبت ہوئی ان لوگوں کی کہ جان بوجھ کر حکم الٰہی اور سنت رسول کے خلاف بناتے احکام اپنے وقت سرہ اپنی نفسانی کے فیصلے کرتے ہیں سو ان کے کفر میں کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر۔

(۹) سابقہ دستاویزات اور قیدیوں کی پڑتال

جو شخص قاضی کیا جاوے اس کو چاہیے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جس میں دستاویزات دربارہ فعل ناطے ہیں اور معاملات کے قیدیوں کو دیکھے۔ (یعنی جو قاضی سابق کے قید خانے میں قید تھے ان کے حال میں تفحص کرے نہ ان قیدیوں میں جو حاضر کے قید خانے میں ہیں مرتکب) تو جو شخص ان قیدیوں میں سے اقرار کرے کسی حق کا اس پر حکم قائم ہوں تو اس کا جس قائم کرے یا اس پر حق کا الزام لاوے اور انکار کرے تو جو قاضی معزول کا قول اس کے باب میں معتبر نہ سمجھے مگر اس واسطے کہ عزل قضا سے وہ بھی معزول ہوا اور مصلحتوں کے ہر ایک پر حکم مناسب مقرر کرے کہ جن میں لوگوں کو فلاں فلاں قیدیوں پر دعویٰ کرنا ہو تو اس وقت میں حاضر ہوں پھر اس قاضی میں تو اگر کوئی خیانت نہ ہو تو عقد اس کا درست رہے مگر ترک کرنا مستحب ہے ان قیدیوں کو چھوڑنے سے۔

تشریح: اور مختار ہمیں ہے کہ عہدہ قضا کرنے کے اگر کوئی بڑی اس کا حاضر نہ ہو اور ترس کہ وہ ضائع ہو من لے کر چھوڑ دیوے اور اگر ضرر نہ ہو سکے تو ایک مہینے تک دعویٰ

کرادے بعد اس کے اگر کوئی نہ آوے تو اس کو چھوڑ دے۔

(۱۰) اموال ودیعت اور وقف کا فیصلہ

دخل کرے اموال ودیعت اور محاصل اوقاف میں کوئی چیز یا قاضی کے افراد سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے سپرد کیا ہے وہ اموال اور محاصل اوقاف سپرد کئے ہیں قاضی ان اموال اور محاصل اوقاف میں قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا۔

فائدہ۔ اس صورت میں وہ قاضی ان چیزوں کو حاصل کی تلاوے گا اسی کی بھی جائیداد کی مگر جبکہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اس کو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے مثلاً عمرو کے لئے اقرار کیا تو اس صورت میں وہ شیٔ اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کئے جاویں گے اور تاوان دے کا قابض قیمت کا اگر دلیت ذات القیم سے ہو یعنی مثلی کا اگر شیٔ ہو قاضی تو اس کے اثر رسائل کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقرلہ تھا جدید۔

(۱۱) قاضی کی عدالت

قاضی کو چاہئے کہ مسجد میں یا مکان بیٹھ کر حکم کرے اور مسجد جامع اولیٰ ہے اور باہر مکان بیٹھنے سے بہتر ہے یہ حکم اس کا ہی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہوسکے کسی کی تخصیص نہ ہوسکے اور ماسوا شافعی کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد میں اس واسطے کہ بھی شخص حائض مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے نفس کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے داخل ہونا مسجد میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد میں بیٹھ کر تصفیے فیصل کئے اور بھی قضاء حاجات ہے اور حاجات مشرک کی از روئے اعتقاد کے نہ حاجات ظاہری اور نہ نفس نہ داخل ہووے مسجد میں بلکہ فیصلہ کیا جاوے مسجد میں۔

فائدہ۔ ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہمارے قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئیں مسجدیں واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں قلت غریب بهذا اللفظ اور کنوز الحقائق میں بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اس نے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی میں اس حدیث کے چند حدیثیں آئی ہیں نقل کیا ان کو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالک سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاری نے کہ لعان کرایا حضرت عمرؓ نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسنداً ابوبکر رازیؒ نے حسن تک کہ دیکھا نبیوں نے حضرت عثمانؓ کو کہ فیصلہ کیا مسجد میں اور ذکر کیا تعدد روایت کی ابن سعدؒ نے طبقات میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ سے کہ دیکھا انہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو فیصلہ کرتے تھے مسجد میں نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح سلمنا حمولی نے کہا فقہائی المسجد بنظر زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہئے ویسا نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے حذر نہیں کرتے اور مسجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں۔

(۱۲) قاضی کا اپنے گھر میں عدالت بنانا

اور اگر قاضی قضا کے لئے بیٹھے اپنے گھر میں اور اذن دے واسطے عام تو بھی درست ہے۔

فائدہ۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر میں ہووے اور مشہور ہوتا کہ لوگ آنے میں دقت نہ پڑے اور قاضی حکم نہ کرے اس وقت جب قلب اس کا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول و براز کی حاجت کے اور کیا جاوے تنہ سراس کا دروازہ مسجد پر۔

[illegible] قاضی کے لئے ہدیہ لینے کی شرائط

قاضی کو چاہئے کہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرے [illegible] اور اگر ہدیہ دینے والا قاضی کا رشتہ دار ہو یا اس کے پاس آتا جاتا ہو تو قاضی کو چاہئے کہ اس کا ہدیہ قبول کرے بشرطیکہ اس کا کوئی مقدمہ قاضی کے پاس نہ ہو اور نہ ہی اس نے کبھی قاضی کے پاس کوئی مقدمہ پیش کیا ہو۔

(۴) قاضی کے لئے دعوت میں جانا

اور قاضی کو چاہئے کہ دعوت میں کسی کی بھی دعوت نہ قبول کرے مگر دعوت ولیمہ میں اور دعوت ولیمہ میں بھی قاضی نہ جائے اگر وہاں مشہور فاسق لوگ موجود ہوں اور ان کو دعوت سے نہ روکا جا سکتا ہو اور نہ ہی قاضی اپنے گھر سے جا سکتا ہو۔

فائدہ: اگر قاضی کو معلوم ہو کہ اس کی دعوت کرنے والے کا مقصد صرف قاضی کے پاس آنا جانا ہے تو قاضی کو اس کی دعوت قبول نہ کرنی چاہئے۔

(۵) جنازہ میں شرکت ہونا اور بیمار پرسی کرنا

اور قاضی کو چاہئے کہ [illegible] جنازہ میں شرکت کرے اور بیمار پرسی کرے۔

فائدہ: [illegible] قاضی کے پاس [illegible] کیونکہ [illegible] قاضی کے لئے [illegible] جائز نہیں ہے [illegible] قاضی کے لئے [illegible] جائز نہیں ہے [illegible] قاضی کے لئے [illegible] جائز نہیں ہے

اور جب نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت دے اس کو روایت کیا اس کو مسلم نے ابو ہریرہ سے اور نصیحت دینا چنداامر ہے تو ہدایہ کی جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں درست ہوگیا۔

(۱۶) مدعی اور مدعی علیہ سے برابر سلوک

اور جب مدعی مدعی علیہ حاضر آویں تو دونوں کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونوں کی طرف توجہ یکساں کرے۔

فائدہ: اور دانا ئے یا ئیں نہ بٹھلاوے کیونکہ دائیں جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعی علیہ ہو تو قاضی لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اٹھے اور بادشاہ اور اس کے مدعی کو یہاں بٹھلاوے اور آپ سامنے بیٹھ کر فیصلہ کرے۔ روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ام سلمہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانوں کا تو چاہیے اس کو کہ برابری کرے بٹھانے میں اور اشارے میں اور نظر میں۔

(۱۷) سماع مقدمہ کے آداب

اور کسی سے سرگوشی نہ کرے اور کسی کی مضایقت نہ کرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نہ کرے اور نہ ایک کی طرف ان دونوں میں سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے اور گواہوں کو تعلیم کردہ اس طرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے اس طرح کہ شاید کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہ ہو۔

فائدہ: ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو اور وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اس کی اس طرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچ سو معاف کر دیئے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہوا اور دو معافی کے قول سے شہادت کو دعویٰ کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توضیح میں کہا ہے بالاتفاق جائز نہیں جیسے تعلیم واضح النصیحین جائز نہیں کذا فی فتح القدیر۔

فصل مدعی علیہ کو قید رکھنا

(۱۸) کب مدعی علیہ کو قید کیا جا سکتا ہے

اگر مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت ہوئے اقرار سے مدعی علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو ادائے حق کا بصورت ناہونے مدعی علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اس کے حبس کی تو قاضی کو حبس مدت تک مناسب معلوم ہووے مدعی علیہ کو قید کرے اور اگر گواہوں سے حق ثابت ہوا ہو تو قاضی کو چاہیئے کہ قبل حکم ادائے حق کے مدعی علیہ کو بدرخواست مدعی محبوس کرے۔

فائدہ: اس واسطے کہ قید تو تا ہے ناہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اس وقت ناہندگی مدعی علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی ادائے حق کا اس کو حکم کرے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہوں سے ثابت ہوا تو ناہندگی اور انکار مدعی علیہ کا تو پہلے سے موجود ہے اس لئے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اس کا بکار درست ہے اور مدت قید مفوض ہے رائے قاضی کی طرف اس واسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہیں باعتبار احوال کے بعضے شریر نہیں ہوتے ان کو تھوڑی مدت کفایت ہے اور بعض متمرد ہوتے ہیں ان کو تھوڑے حبس سے زجر نہیں ہوتا اور یہ حبس اس واسطے ہے کہ مدعی سے مال اپنا ظاہر کرے اور ایفائے حق مدعی اس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھ مہینے ہیں اور ایک مہینہ اور دو مہینے اور تین بھی مروی ہیں مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے رائے قاضی کی طرف ہدایہ۔

(۱۹) فان الحبس جزاء المماطلة فيما لزمه بحقد كمهر و كفالة المؤجل و بدلا عن مال حصل له كثمن مبيع و في نفقة عرسه وولده لا في دينه اي لا يحبس في دين الولد والزوج شرعا لا نحو الديات و رش الجنايات (۲۰) ان ادعى فقره الا اذا قامت بينه بضده ثم شرع بعد ذلك فيما يعطه القاضي اذا كان الخصم حاضرا او لم يكن فعان (۲۱) فان شهدوا على خصم حاضر حكم بها و كتب به و هو السجل اي حكم بالشهادة و كتب بالحكم و هذا المكتوب هو السجل فيكتب حكمت بذلك او ثبت عندي فان هذا حكم وان شهدوا على غائب لم يحكم و كتب بالشهادة ليحكم المكتوب اليه بها وهو المكتاب الحكمي و كتاب القاضي الى القاضي و هو على الشهادة حقيقة

(۱۹) وہ حقوق جن میں قید ہو سکتی ہے

مدعی علیہ کا جس ان حقوق میں ہو گا جو لازم آتے ہیں اس کو بسبب حقہ کے جیسے مہر مؤجل (اور مہر معجل کے عوض میں حبس نہ کیا جاوے گا اگرچہ مؤجل ہو جاوے بعد طلاق سے زوجہ کی درکنار) اور زوجہ اور اپنی ماں کے جو حاصل ہوا ان کو مثل ثمن مبیع کے نفقہ زوجہ مفلسہ اور (قرض اگرچہ ذمی کا ہو) والد کے خلاف اولاد کے درکنار) دین والد اور بیٹے اور پوتے کے میں حبس جایز ہے۔

فائدہ: جو مال مثلی اور جس منصوب اور مال مختلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اس کا مثل اور جس ہم جنس اور قیمی اور قیمی کی تشریح نے حصہ اول کرنے کا اور وں مختلف قارب ہو سکتا ہے دیکھا

(۲۰) مفلس کو قید نہ کیا جائے

محبوس نہ کیا جاوے گا اگر اپنی مفلسی کا ظاہر کرنے والا اس صورت میں جب مدار دعوا اس کا ثابت ہو جاوے گواہوں سے تو ان چیزوں میں بھی قید کریں گے۔

(۲۱) وينفذ قضاء بشهادة اي مسلمي الحدود والقصاص اذا شهدوا عنده كالعين والعقار والنكاح والنسب والمغصوب والامانة والمضاربة المحجوتين فان الامانة ومال المضاربة اذا لم يحدد الايحتاج الى كتاب القاضي الى القاضي واذا حدد اصار مغصوبين و في المغصوب نحب القيمة و هي دين فيحرى فيه الكتاب الحكمي اذ لا حتياج الى الاشارة بل يعرف بالصفة بخلاف العين المنقولة فانه يحتاج فيها الى الاشارة هذا عند ابي حنيفة و كذا

فائدہ: اور تمسک وں کی چیزوں میں حبس کریں گے اگر پیدا کی علیہ کی گواہی نہ ہو سکے اور دعوی بھی کی تصدیق نہ کی جاوے گی درمختار۔

باب بیان میں قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

(۲۱) حکم لکھنے کا طریقہ اور اس کی حیثیت

اگر شہادت گواہان زیر قاضی کے سامنے مدعی علیہ حاضر ہو تو فیصلہ کرے ساتھ گواہی کے اور نکلوا دے خصم سے جو کچھ اس کو دینا ہے محل کہتے ہیں جس کو دینا ہے خصم کیا میں نے یہ ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعی علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دیں اس پر تو قاضی حکم کرے بدگمانے والوں کی گواہی ہو کر اور قاضی مکتوب الیہ ان کے موافق حکم کرے اور نہیں کتاب لکھی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی بے حقیقت میں یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس۔

غیر ہ بوصف الا فی العبد الا ان یشکل فیہ و قد ذکر فی کتبہ ھکذا یکتب قاضی بخارا الی قاضی سمرقند ان فلانا و فلانا شھدا عندی بمحضر فلان المسمی باسمہ کما کتب الذی حبہ کذا و کذا ابل من مالکہ و برسم سمرقند فی ید فلان الی آخر الکتاب و یختمہ فاذا وصل الی قاضی سمرقند یحضر الخصم مع العبد و یفتحہ بنفسہ ان لم یکن جنیہ کما کتب بعرکہ و ان کان فالخصم ان دفع الی مختار الظھور لا یسلم العبد الی المدعی لاحتمی وجہ القضاء و یاخذہ کفیلا بنفس العبد و یحمل فی عیلہ سنۃ و یختمہ صیانۃ عن التبدیل عند شھادۃ الشھود و یکتب الی قاضی بخارا حراب کذا و کذا ارسل الیہ العبد فلانا وصل الیہ الکتاب وحضر الشھود الذین شھدوا فی حق العبد یشھدو فی حضورہ و یشیروا الیہ ان امکن المدعی لکی لا یحکم لان الخصم غائب لم یکتب الی قاضی سمرقند ان الشھود شھدوا بحضورہ و الحکم قاضی سمرقند علی الخصم و برا الکفیل عن کفالتہ و ھو محمد فوق فیما نقل و علیہ الفتاوی لانی حضوری و یجب ان یقول عقبی من یشھد علیہ و یکتب علیہ و سلمہ الیہ و ابو یوسف لم یشترط شیئا من ذالک و اختار الامام السرخسی قول ابی یوسف یشھدھم ان ھذا کتابہ و خریطتہ و ختم ابی یوسف الختم لیس بشرط لقولی اذا کان الکتاب ای یدا و سعی ای بان الختم شرط و ان کان فی بیت الشھود یشیر انہ لیس بشرط و ان سلم الی المکتوب الیہ لم یقبلہ الا بحضرۃ خصمہ و یشھدہ فرحلی او رحل و امرانین فاذا شھدوا اللہ کتب قاضی فلان فوہ عندنا فی محکمتہ و حبسہ و سلمہ الیہ جمیع القاضی و قرأہ علی الخصم

(۲۲) وہ مقدمات جن میں قاضی دوسرے قاضی کو خط لکھ سکتا ہے

مقابل: اول تو یہ ہے کہ قاضی ان تمام سب مقدمات میں جو ثبوت سے متعلق ہیں دوسرے قاضی کے نام خط لکھ سکتا ہے۔

(۱) اس صورت کے کہ کتاب جس کو پیش کیا ہے وہ قاضی کی مہر سے بند ہو۔ (۲) مدعا علیہ کا غائب ہونا۔ (۳) مدعی کے ان کے ثبوت میں گواہ۔

جب ثبوت کے گزرنے قاضی کاتب نے پاس لکھ دیں تو مقدمہ کی روئداد اور کتاب اور مضمون اور ثبوت اور حضرت ان کی کارروائی کیا ہوئی اور کیا ثبوت ہوا اور کیا کارروائی ہوئی تو اس بات کی ضرورت ہے کہ قاضی کاتب کے پاس لکھ دیں

وقت انکار یا ان دونوں کا اقرار یا مدعی نے قرار دیئے کے بعد ہے جس وقت یہ ہے کہ قاض

اس پر تو جب پہنچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس جو کہ مدعی علیہ وہ غلام لے اور کھولے کتاب کو ماتحت شہادت اس کے کہ جو آئے تیں اور ادا دے علیہ حق پر کہ وہ تحت غلام کے تو اگر مصادق نہ ہووے چھوڑ دے اس کو اور اگر مصادق ہووے تو اگر مدعی علیہ بخارا کو جاوے تو ضرورت اس غلام کو مدعی کے پیرد کرنے بطور حکم کے اور فیصلہ کے اور لے جاوے اس مدعی سے ایک قیل دام کے حاضر خصومت کا اور اس غلام کی گردن میں رسی ڈال کے اس پر مہر کر دے تا یہ نہ ہو کہ مدعی وہاں جا کر غلام بدل جاوے وقت حاضر ہونے شہود کے اور لکھے جو سب کتاب قاضی بخارا کے مضمون سے کہ میں اس غلام کو روانہ کرتا ہوں تو جب قاضی بخارا پاس آوے تو قاضی بخارا ان گواہوں کو بلا دے جنہوں نے گواہی دی تھی اس غلام کے ملک کی نسبت غلام میں تا گواہی دیں اس کی حضور میں اور اقرار کریں اس غلام کی طرف کہ یہی غلام ہے ملک مدعی کی یعنی قاضی بخارا اس حکم کرے کہ دیوے مدعی علیہ کو غلام ہے ملک مدعی کے لیکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہوں سے شہادت لی غلام کے سامنے اس بات کی کہ یہ غلام ملک ہے مدعی کے تو اب یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس پہنچے اس وقت فیصلہ کر دے اور حکم دلاوے مدعی علیہ کو اور بری کر دے حاضر خصومت کی طرف سے اور الزام محمد سے مروی ہے کہ کتاب قاضی بیع منقولات میں قبول کی جاوے گی اور اس پر متاخرین نے سوائے مزارعت کے فتویٰ دیا ہے اور یہی مختار ہے کہ کتاب قاضی سب مقدمات اور دعاوی منقولات میں عام ہے کہ اموال دین ہو یا عین ہو۔

(۲۴) ولزمه بمدافعته ان يعلم كاتبه قاضيا فيطلق بمعونته و عزله قبل وصوله وكذا سوت المكتوب اليه الا اذا كتب بعد اسم والي كل من يصل اليه من قضاة المسلمين و عمله ابي يوسف لايشترط ان يكتب الى قاض معين بل يكفي ان يكتب عنوانا الى كل من يصل اليه من قضاة المسلمين لان تعيين المكتوب اليه تصديق لاافادة فيه وان مات الخصم يبقى على ولايته (۲۳) وصح قضاء المرأة الا في حدود لان شهادتها لاتمس فيهما (۲۵) ولا يستخلف قاض ولا وكيل الا ان فوض اليه ذلك ففي المفوض نائبه لايعزل عزله و بموته مؤكلا هو نائب الاصيل اما قال مؤكلان في الوكالة بعزل الوكيل بموت موكله فاراد ان يشرح ان الوكيل هيهنا لايعزل بموت موكله لانه في الحقيقة ليس نائبه بل هو نائب الاصيل و اما في القضاء فان النائب لايعزل بموت المنصوب عنه فخص الموكل بالذكر لان الاشتباه فيه ولاشبهة في باب القضاء فلم يذكر ثم قال بل هو نائب الاصيل فهي الوكيل يعزل بموت الاصيل و في القضاء لايعزل و في غيره

(۲۳) حکم نامہ گواہوں کو سنانا اور مہر لگانا

اور واجب ہے کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہوں کو اس کا مضمون پڑھ کر سنا دے اور مہر کر دے پھر ان کے سامنے اور وہ نائب ان گواہوں کو دے دیوے اور ابو یوسف نے کہا کہ ان میں سے شرط نہیں رکھی اور امام سرخسی نے ان کا قول اختیار کیا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک عرف گواہوں کو اس بات کا گواہ کرنا ہے کہ یہ کتاب اور مہر میری ہے اور ایک روایت میں مہر میں شرط نہیں ہے اور جب کتاب مدعی کے حوالے کی جاوے تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ

مہر شرط نہیں پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پہنچے تو قبول نہ کرے اس کتاب کو مگر مدعی علیہ کے سامنے اور دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے جو کتاب لے کر گئے ہیں تو جب گواہی دی ان گواہوں نے کہ یہ کتاب فلاں قاضی کی ہے پڑھا تھا اس کو اس قاضی نے اپنے لکھے میں اور مہر کی تھی اس پر اور وہی تھی ہمراہ تو اس کی مہر دیکھ کر کھولے اور مدعی علیہ کو بلائے اور لازم کرے اس پر تکلم کو۔

فائدہ:۔ یعنی اس گواہی کی رو سے جو کتاب میں مندرج ہے مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اس کا فیصلہ کرے۔

(۲۳) قاضی کا دوسرے قاضی کی تحریر پر فیصلہ کرنا

اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اس کتاب کے ساتھ کہ اس وقت تک جو قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہنچنے کے مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاوے گی اسی طرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہنچنے کے قبل مر جاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاوے گی مگر جب کہ قاضی کاتب نے بعد نام اس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھ دیا ہووے کہ مسلمانوں کے قاضیوں میں جن کے پاس یہ خط پہنچے وہ اس کی تعمیل کرے تو مکتوب الیہ کے مرنے سے باطل نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہے کہ ابتدا سے اسی طرح لکھے کہ یہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمانوں کے قاضیوں سے پہنچے وہ اس کی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا محض بے فائدہ ہے اور اگر کتاب پہنچنے کے اول مدعی علیہ مر جاوے تو جاری کی جاوے گی کتاب اس کے وارث پر۔

(۲۴) عورت کا قاضی ہونا

اور صحیح ہے قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات میں سوائے حدود و قصاص کے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ نظر غیر شہادت ہے اور شہادت عورت کی حدود و قصاص میں مقبول نہیں تو قضا بھی مقبول نہ ہو گی۔ درمختار میں ہے کہ اگرچہ قضائے عورت صحیح ہے سوائے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات میں لیکن عورت کا قاضی بنانے والا گنہگار ہوگا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فلاح پائیں گے وہ لوگ جنہوں نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو قاضی۔

(۲۵) قاضی کا نائب کون ہو سکتا ہے

قاضی اپنا نائب کسی کو نہیں بنا سکتا مگر وہ قاضی جس کو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مر گیا تو نائب معزول نہ ہو گا اسی طرح وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو وکیل اپنا بنا دے مگر اس صورت میں جب موکل نے اس کو اجازت دی ہو تو یہاں بھی پہلے وکیل کے معزول ہو جانے یا مر جانے سے وکیل وکیل معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ وکیل وکیل درحقیقت نائب ہے اصل موکل کا نہ وکیل اول کا۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں ہے کہ جو شخص حاکم کی طرف سے ایام حج ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہے گو اس کو اس بات کا حاکم کی طرف سے اختیار نہ ہووے کیونکہ حج ایک شے موقت ہے خوف ہے اس کے فوت ہو جانے کا تو امر بنانا امت گویا اذن بالا تکلف ہے برخلاف قضا کے۔

(۲۶) ای فعل ماضہ عمدا او اخطاء وہو کان فعلہ فسخ فی الرکنۃ صح ای فی حقہ کالموقوف یعنی اذا فعل یقوض الی الحاکم (۲۷) والوکیل ان یستخلف الغیر فاستخلف فعل الثانی کفعل الاول فتصرف صح زاد او فعل بخصومۃ وقطعہ بنفسہ او وکل ان فعل بنفسہ فوصل الخبر الی المتصرف فاجازلہ اذا اضیف زالہ الی وقت الفعل صار کانہ فعل او وکل ان فعل ان کل الاول الفعل بنفسہ او وکل (۲۸) بفسخ الفسخ حصل وابطل (۲۹) ما خصل بہ الحکم ای الدافع للخصومۃ بلفظ انفصل بہ الحکم ای ان الحاکم یقضی بالحق فی المختلف فیہ فی الصدر الاول الا ما خالف الکتاب او السنۃ المشہورۃ او الاجماع او ادعضی الماضی ورفع حکمہ الی قاض حنفی یمضیہ علیہ اصلاوہ (۳۰) لا ان یکون مخالفا للکتاب کخبر واحد فی الاشہر وقد مر او السنۃ المشہورۃ کخبر واحد فی الاصح او الاجماع کتسمیۃ اللہ علیہ

(۲۶) قاضی کے فیصلہ کا فسخ ہونا

قاضی کا فیصلہ درست کے [illegible] قاضی نے اپنے فیصلہ کو فسخ کر دیا اس نے اس [illegible] قاضی نے اپنے فیصلہ کو فسخ کر دیا [illegible] اس کے حق میں [illegible] فیصلہ فسخ ہو گیا۔

(۲۷) [illegible] قاضی نے [illegible] فیصلہ کو فسخ کر دیا [illegible] قاضی نے اپنے فیصلہ کو فسخ کر دیا [illegible]

(۲۷) وکیل کا دوسرے کو وکیل بنانا

[illegible] قاضی نے [illegible] وکیل نے [illegible] وکیل بنا دیا [illegible] وکیل نے [illegible] وکیل بنا دیا [illegible] وکیل نے [illegible] وکیل بنا دیا

ولا تكلم احمد الله ذكر احمد الله عليه ك

[illegible] کا بلا پانے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

(۳۰) او للسنة المشهورة كالقضاء بحل لمعتقه الملتبه بنكاح اوزوج الثاني ملاوطي على مذهب سعيد بن المسيب فانه مخالف للسنة المشهورة ، هي قوله عليه السلام لامتي تداوقي من حيلة الحديث (۳۱) او للاجماع كالقضاء بحل متعة النساء لان الصحابة قد اجمعوا على فسخه (۳۲) فحاصل هذا ان الاقضي قاضي لايجتهد في مخالفة حكم مجمعا عليه و يجب على قاضي اخر تنفيذه وهذا الحكم على وفق مذهبه اما الحكم على خلاف مذهبه فجائز و يجب ان يعلم القاضي ان المسئلة مختلف فيها و انما هذا اذا كان محل القضاء مختلفا فيه اما اذا كان محل القضاء متفقا فيه كالقضاء على الغائب فانه لايصير مجمعا عليه الا ان يرفع قضاءه الى قاضي اخر فيمضيه فح يصير مجمعا عليه فحط الايضاء ان رفع الى قاضي اخر يجب عليه نقضه وفي ما اجتمع عليه الجمهور لايعتبر خلاف الشذ ذكر في اصول فقه ان العلماء اختلفوا في ان الاجماع هل ينعقد باتفاق اكثر المجتهدين او لابد من اتفاق الكل ففي الهداية اختيار ان اتفاق الاكثر كاف ففي مقابلة اتفاق الاكثر لايعتبر خلاف الاقل و في كتب اصول الفقه رجحوا ذلك المذهب و ان اختلاف الاقل في مقابلة الاكثر معتبر فان واحد من الصحابة ربما خالف الجمع الكثير ولم يقولوا نحن اكثر منك بل اعتبروا مخالفته و بعضهم قال في الهداية ان المعتد الاختلاف في العصر الاول اي الصحابة لكن الاصح انه لايشترط ذلك حتى يكون اختلاف التابعي معتبرا

(۳۰) جو فیصلہ مشہور حدیث کے خلاف ہو وہ بھی منسوخ ہوگا

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

(۳۱) جو فیصلہ اجماع امت کے خلاف ہو وہ بھی منسوخ ہوگا

یا خلاف ہو رسول علیہ السلام کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا علت متعہ کا اس بنا کہ صحابہ نے اجماع کیا اس کے خلاف پر۔

فائدہ: اس سے اول رسالت متعہ کے کتاب الطلاق میں

(۳۲) مجتہد فیہ مسئلہ میں قضاء قاضی کا اجماع بن جانا

تو حاصل یہ ہے کہ قاضی نے جب مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم دیا تو وہ اجتہاد فیہ مجمع علیہ ہو جاوے گا اور قاضی ثانی کا نافذ نہ کرنا اس کا واجب ہے لیکن یہ صورت جب ہے کہ قاضی اول نے اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دے گا تو اس کا بیان آگے آتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو خلاف مجتہدین کو تو اس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے اور کل قضا جو مختلف ہو یعنی جس حکم میں قضا ہوئی ہے اس میں اختلاف ہو۔ اور جو اتفاق میں اختلاف ہو۔ جیسے قضا علی الغائب (اس کا بیان آگے آتا ہے) تو وہ قاضی اول کے حکم کرنے سے رفع علیہ نہ ہوگا اور قاضی ثانی کو اس کا پہنچتا ہے ہاں اگر قاضی ثانی بھی کہ کر دیدی تو رفع واقع ہو گیا علیہ ہو جاوے گا اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہیں کر سکتا اجماع میں اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایسے امر پر متفق ہو جاویں گے وہ مرتفع علیہ شمار کیا جاوے گا اور کافت بعض کی معتبر نہ ہوگی ہدایہ میں بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہے اور اجماع نہیں ہوتا مگر سب کے اتفاق سے اور ہدایہ میں لکھا ہے مسئلہ مختلف فیہ سے مراد وہ ہے کہ صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین کا اختلاف ہو لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں بلکہ اختلاف ثانی کا بھی معتبر ہے۔

فائدہ: اور اسی طرح مالک اور احمد کا اور یہ لوگ نہ صحابہ میں سے ہیں نہ تابعین میں سے۔

(۳۳) و القضاء بخرجة ان حكي ينفذ ظاهرا و باطنا ولو بشهادة زور ادا ادعاء بسبب معين حتى لو ادعى جارية ملكا مطلقا و اقام على ذلك بينة زور وقضى القاضي به لا يحل له و طيها لاجماع لان الملك لا مدله من سبب وليس البعض اولى من البعض فلا يمكن اثبات سبب معين مثبت به الحل فان اقامت بينة زور انه تزوجها و حكم به حل لها تمكينه هذا عند ابي حنيفة وعندهما ينفذ ظاهرا اي يسلم القاضي الزوجة الى الزوج ويامرها بالتمكين لا باطنا اي لا يثبت الحل فيما بينه و بين الله تعالى و مذهبهما ظاهرا و مذهب ابي حنيفة فستكل جدا فان الحرام المحض كيف يكون سببا للحل فيما بينه و بين الله تعالى و جوابه انا نجعل الحرام المحض و هي الشهادة الكاذبة من حيث انه اخبار كاذب سببا للمحل بل حكم القاضي صار كانشاء عقد جديد و هو ليس حراما بل هو واجب لان القاضي غير عالم بكذب الشهود والقضاء في مجتهد فيه بخلاف رايه ما سبا مذهبه او عامدا لا ينفذ عند هما وبه يفتى و اما عند ابي حنيفة ان كان ما سبا مذهبه ينفذان كان عامدا فغيه روايتان و عندهما لا ينفذ في توجهين لانه قضاء بما هو خطاء عنده والفتوى على قولهما رحمة الله عليهما

(۳۳) قاضی کے حکم کا نافذ

اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر اور باطن میں۔ (یعنی فی امر یہ اور قبایلیہ، بین اللہ اور بین الناس کسی شے کی حرمت یا حلت پر اگرچہ بھوٹی گواہی سے ہو اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے ظاہر میں نہ باطن میں جانا چاہئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مدعی جھوٹی گواہی سے ایک شے کا بسبب معین جیسے سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ دے اور محل قابل ہو حکم کے تو قاضی نہ جانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں نہ ظاہر میں سزا ہے یہ کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت پر جھوٹی نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کر دیئے نکاح کے قاضی پس نہ تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ واجبات زوجیت کا حکم کرے۔

فائدہ:۔ اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو ولی اور عورت کو جو ہر کا اپنے اوپر قدرت کرنا عنداللہ حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک ظاہراً حکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطناً یعنی عنداللہ زوج اور زوجہ کو ملی درست نہیں ہوتی اور یہی مذہب ہے زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور مختار میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن بحرالرائق میں ہے کہ قول امام ابوحنیفہؒ کا قوی ہے

فائدہ:۔ دلیل مذہب صاحبین کی ظاہر ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ حرمت کس طرح بسبب ہوگا حلت کا ایسا ہی بیان انداد میں جواب اس کا یہ ہے کہ امام نے حرام محض یعنی ثبوت زوج کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہے سبب حلت کا نہیں کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشائے عقد جدید کے ہے اور انشائے عقد حرام نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ قاضی دروغ گو کی شہادت کو نہیں جانتا۔

(۳۴) قاضی کا اپنے فقہی مسلک کے خلاف فیصلہ کرنا

اور اگر قاضی اول میں مسئلہ مجتہد فیہ میں خلاف اپنے مذہب

سے مسئلہ ایک اور مذہب پر تھا تو قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس پر قضا نافذ کردے اور اسی پر فتویٰ ہے جبکہ اس کا مخالف مذہب ضعیف ہو اور اس کے دلائل کمزور ہوں اور اس کے قائل کی دلیل قوی ہو۔

فائدہ: اور غائب کے لئے وکیل کا حاضر ہونا قاضی کے لئے مقضی علیہ ہونا کسی کے نزدیک نہیں ہے مگر ظاہر الروایۃ میں ہے کہ مقضی علیہ ہونا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ مختار اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور علیہ السلام نے اس حدیث پر زیادت نہیں کی غائب اور حاضر دونوں کی اور حدیث حضرت علی کی ہے وہ ہم پر حجت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تک تو دوسرے کے لئے فیصلہ نہ کرے پہلے کے لئے فیصلہ نہ کر۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو اس کی بات سن اور اس کی بات سن کر فیصلہ کر۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حکم حاضر کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے جو غائب کے لئے حکم کرنے کے قائل ہیں اور اس لئے بھی کہ غائب کا حاضر ہونا ممکن ہے اور اس کا حکم اس کے حاضر ہونے کے ساتھ معلق

(۳۶) غائب کے نائب کا حاضر ہونا

مگر اس صورت میں کہ نائب کا حاضر ہونا وکیل ہونے حقیقی کی وجہ سے نائب کا وکیل کرنا وغائب کے قائم مقام ہونے بلحاظ شرعی کے قاضی کا بعض تلامذہ اس کو قاضی کے مقرر کیا ہوا مدار اس طرح پر کہ یہ چیز کا وکیل ہے غائب پر وہ بالفعل اور سب ہونے اس چیز کا جس کا حاضر پر وکیل کرتا ہے۔

فائدہ: قولہ اگر اس کا غائب ہونا سبب پڑنے ڈگری میں واسطہ عائلی اور حاضر کے ٹلف پڑ جاوے گا تو اس صورت میں ڈگری مشمول نہ ہوگی مثلاً ایک شخص نے ڈگری خریدی پھر اس نے ڈگری پر دعویٰ کیا کہ اس نے گمان اس کا شخص غائب ہے کہ اس کے ہاتھ اور قرض اس نے دیئے کہ جب ایسے گمان کے دعویٰ نہیں ہو جاوے تو یہ دعویٰ کی نہیں کا حکم نہ ہوگا بلکہ ڈگری قائم رہے گی ہاں اگر غائب یا حاضر کہیں اس بات سے انکار کرے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اس کو خالی سی ہاتھ اور سپرد کیا ہو۔

فائدہ: احتمال اس کی یہ ہے کہ شاید غائب نے دعویٰ کیا ہو پر جو قرض ہے کہ ایک شخص پر کہ یہ مکان میں نے تمہارے ہاتھ بیچا ہے تھا اور اس غائب نے مدت سے جب انکار کیا تھا۔ پھر اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے اور قاضی نے فیصلہ دیدیا ہو پھر یہ قسم اور پھر بھی ہو جاوے گا کہ ممکن ہے کہ غائب حاضر ہو کر قاضی کا انکار کرے اور معتبر نہ ہو۔

فائدہ: اگر یہ کہو کہ وقت تقاضا کے حاضر تھا اس وقت کیا ہوا جواب غائب یعنی خریدار کا ثمن غائب ہونے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ اس وقت حاضر تھا اس لئے کہ مطلقاً سے خریدار کہ سب نے ملک کا انتقال ہو چکا اور ہاتھ اور دعویٰ کیا جاوے گا سب پر کہ دو شرط ہیں اس دعوے میں جو ثمن پر ادا ہو چکا ہے (اور کلی صورت میں سب ہے)

(۳۷) غائب پر دعویٰ

پیدا کرنے والے نے اپنے ملک پر اس دعویٰ کو کہ اس نے خلق کیا تھا۔ جس کو حاضر یا کی تعلیق پر اور کو والا یہ کہ

کی وجہ سے خلقت سے پہلے کی نسبت میں تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا اور کہا جو ہوں کے کہ جس پر اور سب میں اس حالت تحمل میں کہ سبب اصل ہے سبب کا قائم حاضر کا سبب ہو جاوے سبب کا یعنی کا سبب کا نائب وکیل نے اور ایسا نہیں ہوتا شرط ہونا وہ یعنی شرعاً اصل نہیں ہے بلکہ مقرر ہونا وہ حاضر غائب کا نائب نہیں ہوتا یہ حکم شرط میں سبب ہے کہ اس میں حق غائب کا ثابت ہونے پر ثابت ہونا وقار رہنا یہ کا موجب نہ ہو میں کہ اس صورت میں زید سے حق دلوانا لازم آتا ہے تو اگر غائب قائم باقی نہ ہو تو وہ چیز کہ جس نے اپنی عورت کا حق لے لیا ہے کہ اس نے چھوڑ دیا ہے تو حق مزدور کا ساقط ہو جاوے گا اور غائب سے تجاوز ہوں۔

فائدہ: مطالبت غائب ہونے زید کی اس واسطہ لازم ہے کہ ثابت ہونا حق کا اس پر کیونکہ ظاہر ہیں۔

(۳۸) یتیم کا مال کسی کو قرض دینا

قاضی والقیم رہنے یتیم کا مال قرض دینے کسی کو اور انحوالہ کرنے سب اس لئے کہ قاضی کو قدرت ہے اس کے بچانے کی سب سے۔

فائدہ: چونکہ قاضی اور وصی کو شرعاً افعال کی حفاظت اموال کی بابت تھیں پس ان کو حق کی قدرت ہے شرعی مال حق اختیار کی جانب کے اس میں روپیہ کی جیسے کسی کو بطور صدقہ دینے سے یا فلاں پانی میں یا خانہ کی مار اس سے آدمی چور ہونے سے یا ضیاع حق ایسی روپیہ کی دلوانے سے قرض بھی دینے کا ہے بشرطیکہ یتیم کو بھی دینا ہو اور ہونے اور روپیہ کا قابل وصول ہونے کا قاضی یا وصی کو ظن غالب ہونا چاہئے۔

(۳۹) وصی یتیم کا اور باپ بیٹے کا مال قرض پر نہ دے

اور یعنی وصی کو نہ چاہئے کہ یتیم کا مال کسی کو قرض دے

بسبب عدم قدرت اس کی نہ سکے۔ اسی طرح باپ کو بھی سمجھ لو۔ اس طرح باپ کو بھی سمجھ لو۔ قول میں درست نہیں کہ بیٹے کا کمال قرض دیوے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ۔ اگر باپ یا دادا صغیر کا مسرف ہو یعنی فضول خرچ ہو تو قاضی کو پہنچتا ہے کہ باپ اور دادا سے مال لے کر کسی شخص عادل کے پاس رکھا دیوے اور مختار۔

فوائد ( ) جب مدعی علیہ چھپ رہے اور کسی طرح دار القضا میں حاضر نہ ہوے تو قاضی مدعی سے اجرت لے کر مدعی علیہ کی طرف سے ایک وکیل بنا کر حکم کر دیوے وہ مختار شناسائی نے اس کی صورت یوں لکھی ہے ایک شخص نے قاضی کے پاس آ کر دعویٰ کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر بیٹھا رہا ہے اپنے گھر میں تو قاضی لکھنے والی شہر کو اس نے احضار کے لئے تو اگر واقع ہوا اس کو نہ پاوے اور مدعی درخواست کرے جمع ہونے کی اس کے، کان پڑوا گر دوسے دو گواہوں کو اس بات پر کہ مدعی علیہ اپنے مکان میں ہے اور گواہ یہ کہیں کہ تین دن یا کم و بیش کہ ہم نے مدعی علیہ کو دیکھا تو صبر کرے اس کے مکان پر اور گر تین دن سے زیادہ بیان کریں تو نہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت مفوض ہے رائے حاکم کی طرف تو جس وقت جمع ہو گئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کی طرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور گواہ بھیجے مدعی علیہ کے مکان پر اور دو رسول پکارے تین مرتبہ ان گواہوں کے سامنے کہ اے فلاں والد فلاں قاضی نے یہ کہا ہے تجھ کو کہ اے ضرور تو جمع ہو اپنے مدعی کے دار القضاء میں ورنہ میں تیری طرف سے وکیل کھڑا کر کے حکم کر دوں گا اور مدعی کے گواہ بدوں تیرے قول کر دیں گا اسی طرح تین دن تک کرے جب تین دن گزر جاویں اور مدعی علیہ حاضر نہ ہوا ہو تو قاضی اس کی طرف سے وکیل کھڑا کر کے مدعی کے گواہ سنے اور اس کے وکیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کر دیوے۔ منتقی۔

(۲) اگر مدعی نے وقت استحقاق جمعے سے لے کر پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعویٰ نہ کیا تو دعویٰ نہ سنا جائے گا مگر وقف اور میراث کا دعویٰ کہ اس میں طول مدت مانع نہیں البتہ اگر تینتیس سال گزر جاویں تو دعویٰ وقف اور وارث بھی مسموع نہیں اور بعض نقہ نے کہا ہے کہ نزدیک دعویٰ ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہ ہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے تیس برس تک اپنے خاوند کی حیات میں دعویٰ مہر نہ کیا بعد اس کے خاوند مر گیا اس نے طلاق دیا تو عورت کا اب دعویٰ مہر مسموع ہوگا اس واسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہے اور وقت استحقاق سے تیس مدت منقضی نہیں ہوئی دعویٰ مسموع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مدعی کا حق بھی ساقط ہو گیا کہ ساقط ہو جاوے بلکہ اگر مدعا علیہ مقر ہووے تو دعویٰ مسموع ہووے گا اگرچہ مدت طویل گزر گئی ہو شامی۔

(۳) قاضی کو جب پائے جائے شرائط حکم کے حکم میں تاخیر کرنا درست نہیں مگر تین سبب سے یا شک و اشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعا علیہ کوئی ان دونوں میں سے مہلت مانگے اور ایک پختگی جہ ظلماتی میں ہے یہ ہے کہ قاضی کو اہل شہر کے فتویٰ پر اعتماد نہ ہو اور دوسرے شہر کے علماء سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے تعذر نہ ہوگا۔

(۴) قاضی کو اپنا حکم پلٹنا، یا بھی درست نہیں مگر تین صورتوں میں، اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر خلاف نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے خلاف حکم دیا مختار۔

(۵) مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع میں واجب ہے نہ مخالفت شرع میں تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گوہوں سے تم لی جاوے تو قاضیوں کو چاہئے کہ بادشاہ کو نہ بتلائیں کہ اس حکم سے باز رکھیں اگرچہ بعض فقہ نے لکھا ہے مگر مخیف شبہ نظر ناصواب ہے لیکن صحیح نہیں ہے۔

باب التحکیم

(۱) وصح تحکیم الخصمین من صلح قاضیا (۲) ولزمهما حکمه بالبینة او النکول والاقرار (۳) و اخباره بافرار احد الخصمین وبعدالة الشاهدین حال ولایته ای صح اخباره بافرار احد الخصمین وبعدالة الشاهدین فی زمان ولایته لان اخباره حال ولایته قائم مقام شهادة رجلین بخلاف ما اذا اخبر بعد الولایة لانه التحق بواحد من الرعایا فلا یعتبر الشاهد الآخر وبخلاف ما اذا اخبر بانه قد حکم لانه اذا حکم العزل فلا یقبل اخباره (۴) ولکل منهما ان یرجع قبل حکمه (۵) ولایصح حکم المحکم والمعزلی لابویه وولده وعرسه کالاتصح الشهادة لهؤلاء

باب پنچایت کے بیان میں

تحکیم کا مطلب، حکم کی حیثیت اور ثبوت جواز

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان میں عربی میں اس کو تحکیم کہتے ہیں تحکیم بھی قضائی فرع سے ہے اور تحکیم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکم اپنی جس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اسی پر خصوص ہے جس نے اس کو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہے اس واسطے کہ ابوشریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف پڑتا ہے کسی چیز میں تو آتے ہیں وہ میرے پاس سو میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہے جو ہدایت کیا اس کو ثنائی نے مذاقی فتح القدیر۔

(۱) حکم کا تقرر

صحیح ہے پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اس شخص کو جو صلاحیت قضائی رکھتا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی ضرور ہے کہ حکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کا مرد ہو فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہو جاوے گا مگر مردہ باید۔

(۲) حکم کا فیصلہ

جب دونوں متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اس نے حکم کیا ساتھ گواہوں کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوا وہ حکم متخاصمین پر۔

فائدہ:۔ اور اس کا حکم باطل نہ ہوگا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صدور ہونے حکم کے ولایت شرعی سے درمختار

(۳) حکم کی گواہی

صحیح ہے خبر دینا پنچ کو واسطے متخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانہ میں۔

فائدہ:۔ یعنی ضرور علیہ ثبوت کرے اور محکم حاکم کو اس کے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور حکام اس کی عدالت ظاہر کرتے صحیح ہے رہ حال باقی رہتے ہیں اس کی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت و پنچایت باقی ہے تو اس اکیلے کا خبر دینا معزول خبر دینے دو گواہوں کے ہے برخلاف اس کے جب خبر دی اس نے بعد ختم ہو جانے ولایت و پنچایت کے کیونکہ اب اس کا ساتھ مثل ایک شخص کے رعایا میں سے ہوا کیا فرق ہے ایک گواہ دو سرے برخلاف اس صورت کے جب خبر دی اس نے کہ میں حکم کر چکا کہ جب وہ حکم کر چکا معزول ہو گیا تو اب خبر اس کی

(۴) محکمین کا اختیار

اور ایک محکم کے اختیار سے دوسرے محکم کے فیصلہ

(۵) محکمین وغیرہ کے متعلق فیصلہ

(۶) کن متعلقات میں پنچایت جائز ہے

یہ حکم اس کو نافذ کرنے کا اس واسطے کہ مخالف نص حدیث ہے مرفوع حضرت سے تک کے کہنے والوں سے حضور سے متصل کی۔

فائدہ: بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔

(۷) حکم کے فیصلہ کا مرافعہ محکمہ قضاء میں

اگر پہلے کے حکم کا مرتفع ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اس کا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کردے اس کو ورنہ باطل کرے اس کو جس حکم تمام کا مثل حکم قاضی کے مخالف میں نہیں۔

فائدہ: حکم کا حکم اگر باتوں میں مثل قاضی کے ہے تو وقت تقلید اس کو یہ بھی نہ چاہیئے کہ مخالف میں سے جائز نہ ہو کام سوا دو فصل میں فرق ہے قبر اق میں اور سب مذکورہ میں

مسائل شتی منہ

(۱) وبس لصاحب سفل علیہ عفو لاخر ان یتخذ سفلہ اربعۃ اکواۃ بلا رضی الاخر (۲) ولا لا هی زائفۃ مستطیلۃ تسعۃ منها مستطیلۃ غیر مذہ فتح باب فی الفنوی و فی مستدیرۃ ازق طرفاها لهم ذلک فی القصری ای فی المستدعۃ من الاولی رقوله تزق طرفاها ای تتصل طرفاها بالمستطیلۃ والمراد بطرفیها نهایۃ سمتها وهما اذا کانت متصلۃ دائرۃ او قلیل حتی لو کانت اکثر من ذلک لا یمنع فیها الباب فلتصور صورتین فی الاولی یکون له فتح الباب دون الثانیۃ والفرق ان الاولی تصیر حانۃ کما مخلاف الثانیۃ فانه لا تکاں داخلها اوسع من مدخلها تصیر موضعا اخر غیر تابع للاولی (۳) رمن ادعی عینا فی وقت تملک البینۃ فقال فدحدها فیها فا شتریتها منه اولم یقل ذلک فاقام بینۃ علی الشراء بعد وقت البینۃ تقبل و قبله لا یرجع الی الصورتین ای ما اذا قال فد جحدها فیها وما اذالم یقل ذلک فان دعوی البینۃ الواردان الموجوب ذلک الوقت قبل البینۃ ولا یقبل دعوی الشراء قبل وقت البینۃ وان دعوی الشراء بعد وقت البینۃ فلانها قض فیه لا نیاقض ملکه بعد البینۃ

مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان میں

(۱) دو منزلہ مکان کے رہائشیوں کے حقوق

ایک مکان دو منزلہ آدمیوں کے پاس ہے ایک اوپر کے مکان کا مالک ہے اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ اپنے مکان میں سیڑھی لگوائے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے۔

فائدہ: اسی طرح اوپر والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ اوپر کوٹھہ اور بڑھا دے یا کنواں رکھے یا پاخانہ بنائے نیچے اور حق جس کے ذریعہ سے ایک حوالہ نقل درست ہے جس میں اور حق کا شرط نہیں ہے اور اس کا قول جس کے موافق ہے اکثر الراسخین۔

(۲) گلیوں اور راستوں سے متعلقہ حقوق

ایک نئی گلی ہے اور اس میں سے ایک اور نئی گلی پیدا ہوتی ہے تو نئی گلی والے کو پہلی گلی کے رہنے والوں کو اختیار نہیں ہے کہ اس کو چھ فیصلہ نافذہ تین چلنے کے لئے دروازہ کا بنوا دیں اور گلی والوں کو گلی سے کوئی دروازہ کھلا ہوا نہ ہو جو گلی سے نئی گلی میں جاتے ہیں آپس کی رضامندی سے تین دروازہ چلنے کے لئے

گھاس کٹنے میں سہولت ان دونوں مکانوں کی ہے۔

(۳) وص لذمی ان زید المشتری جاریۃ فانکر و ترک البینۃ علی حلفہ و طیھا لانہ اذا تعذر الدفع حصول الثمن ۔ استشری فات رخصہ تباع فیستہ نفسخہ لا میتہ لانہ حکمہ استشری فان مجوزی فسخ من جھتہ (۵) وصادق المشتری بنقص عشرۃ فی ذل فیصت من فلان عشرۃ دراھم ان ادعی انھا زیوف او نبھرجۃ لا ان ادعی الیہ ستوفۃ ولا ان ادعی نقص الجواد و حلہ او الثمن او مالا مشیاء ای فی ذل استوفیت منہ عشرۃ دراھم لان لا مشیاء یدل علی الکمال (۶) والزیف ما یردہ بیت المال کالنھرجۃ للنحاس و مستوفۃ ما غلب غشہ النزیف و نبھرجۃ من جنس الدراھم التی فضتہ غالبۃ علی غشہ لا انھا بالنسبۃ الی الجید یکون فضتھما فی الاول زیادۃ الزیف دون زیادۃ النبھرجۃ فالزیف لا یردہ التاجر ویجری بہ المعاملۃ الا ان یبت المال لا یقبلہ فان بت المال لا یقبل الا ناھر جید غایۃ الجودۃ والنبھرجۃ جاریۃ التجار والنبھرج لیخلل والردی من الشئی والدرھم النبھرج قلیل الفضۃ مکثرہ رقیل الذی فضتہ ردیۃ وقیل الغالب الفضۃ وھو معرب بنھرہ و فی الحدیث نھی احمد سلون والسوفۃ تعریب سہ توہ ای داخلہ بخالص مغشوش بالفضۃ

(۳) گھر کے ہبہ وغیرہ کے متعلق اختلاف کا فیصلہ

ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنا ہوا گھر ہبہ کر دیا قبضہ بھی دے دیا۔ پھر شوہر نے گھر فروخت کر دیا یا اپنے نام کرا لیا۔ بیوی نے اس سے انکار کیا۔ شوہر نے گواہ طلب کئے تو اس نے کہا کہ میرا خاوند گھر کے ہبہ سے انکار کرتا ہے۔ تم نے اس سے خرید یا خاوند نے تم کو ہبہ کیا اور قبضہ دیا اور تم نے پورا گھر لے لیا۔ میں نے خاوند کو ہبہ کا اقرار کرتے سنا ہے۔ اب میں نے خرید کی رقم بھی واپس کر دی ہے (اختلاف میں یا تو کوئی مقبول گواہ ہو اور جو شہادت بیوی خرید کی قبل وقت ہبہ کے (اختلاف شوہر) یا رجب میں ہو تو ثابت نہیں ہوتا۔

فائدہ: یہ ہے کہ قبل از اختلاف کے دو گواہ شہادت دیں کہ ہم نے گواہ کو کہتے سنا ہے یا خاوند سے یہ اقرار کرتے سنا ہے کہ فلاں مکان جو فلاں علیہ کے قبضہ میں ہے اس نے بیان سے خاوند کی ملک میں دیکھا ہے تو خاوند کی شہادت مقبول ہے۔

(۴) لونڈی کی فروخت میں جھگڑا

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زید نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ رہا تو اب مدعی کو پہنچتا ہے کہ اس لونڈی سے ملی کرے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اس کی برضا قوت ہو گئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو پھر لونڈی ملک بائع میں آ گئی تو ملی اس کو درست ہوئی۔

(۵) دراہم کے اقرار کے بعد قسم

دراہم میں اختلاف

ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے دس دراہم لئے ہیں پھر ملی ہوا کہ وہ دراہم زیف تھے یا ہجرجہ تھے تو اس کی تصدیق کی جاوے گی۔ (یعنی قسم سے اس کا قول مقبول ہوگا) اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ وہ دراہم ستوق تھے تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے کھرے دس دراہم لئے ہیں یا میں نے اس سے یا بائع نے کہا کہ میں نے تمن وصول یا یا پھر کہا میں نے بعد اس کے ہدی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوق یا ہجرجہ تھے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ یہ لفظ دلالت کرتے ہیں کمال قبض پر تو بعد اس کے دعویٰ نقصان کا نہ مسموع ہوگا۔

(۶) زیف اور ہجرجہ

جاننا چاہئے کہ زیف اور ہجرجہ قسم سے ان دراہم کے ہیں کہ جن میں چاندی غالب ہے ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اس میں کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹا پن ہجرجہ کا زیادہ ہے زیف سے تو زیف کو کاٹ کر خرید و فروخت کرتے اور ان میں معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو کبھی نہیں لیتا کیونکہ بیت المال میں نہیں داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہیں اور ہجرجہ کو تو زر اس کو پھیر دیتے ہیں ستوق کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضے یہ کہتے ہیں کہ وہ دراہم ہے جس کا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہیں کہ وہ لونڈی جس کی خرابی ظاہر ہو مستوق وہ دراہم ہے کہ اس کا ناقابل رواج ہونا اور اس پر پیٹے پرت چاندی کی ہو۔

---

(۲) وقوله ليس لي عليك شيء المقر بالالف يمثل الفراء وصل لي عليك لالف بعده بلا عجمة لفوقان قال المدعى عليه عقب دعوى مثل ماكان لك علي شيء قط فاقام المدعي البينة على الالف وهو على القضاء او الابراء فلست هذه خلافا للزفر رحمه الله لان القضاء يدعى سبق حق كما الابراء وقد قال ماكان لك علي شيء قط فلا يصدق في دعوى القضاء والابراء فلنا القضاء قد يكون بلا حق وكذا الابراء فان المدعي قد يبرء عن حق ثابت في زعمه و ان لم يكن ثابتا في الحقيقة وان زاد على انكاره ولا اعرفك ردت اي قال ماكان لك علي شيء فما ولا اعرفك ثم قام بينة على القضاء او الابراء لا تقبل لتعذر التوفيق لانه لا يكون بين انشين اتحاد اعطاء و معاملة و ابراء بدون المعرفة بذكر القدوري انه تقبل ايضا لان المحتجب او المتعذرة قد يعامر بعض و كلا يدار صانه ولا يعرفه ثم يعرفه بعد ذلك فامكن التوفيق وعلم ان امكان التوفيق هل يكفي في دفع التناقض او لابد من ان يصرح بالتوفيق اختلف فيه المشائخ وجه الاول ان مع امكان التوفيق لا يتحقق التناقض فيحمل عليه صيانة للدعوى عن البطلان وجه الثاني انه لا بد للدعوى

من الصحة فلا يمكن الصحة لا يبطل حق المدعى عليه اذ عرفت هذا فالقول في كل صورة مع الشك في صحة الدعوى لا يقبل ان امكان الصحة كاف كما اذا ادعى الهبة فسئل بينه فلم يقدر فادعى الشراء فاقام بينة على الشراء من غير ان يبين ان الشراء كان وقت الهبة او بعده لا تقبل البينة لانه يحتمل ان يكون الشراء قبل وقت الهبة وعلى هذا المقدار لا تصح دعوى الشراء على ما هو المعتاد ان يكون الشراء بعد وقت الهبة وعلى هذا التقدير يصح دعوى الشراء كما مر فاذا وقع الشك في صحة الدعوى لا تصح بينته بالشك لان غاية ما في الباب ان شراءه كان محتملا قبل وقت الهبة فيكون معنى دعوى الهبة ان كتب استرجعته منه فلكي ارتفع ذلك التعقد ثم تمام حقه له ثم وهب مني فلا يتم اقامة البينة على الهبة اذا لم يكن له بينة لا يصح دعواه و لا يبطل حق المدعى عليه بالشك وفي كل صورة لا يكون الشك في صحة دعواه حتى يلزم ابطال حق المدعى عليه بالشك مثل امكان التوفيق كاف كما اذا اقام البينة على القضاء او الابراء بعد انكاره المدعي به واقامة المدعي بينته عليه او اقام البينة على الشراء بعد وقت الهبة مثل ما لحفظ عدد الشهادة فانه كثير النفع فتعلم ان المناقض انما يمنع صحة الدعوى اذا كان الخلاف اولى فمتى لشخص معين حقا حتى اذا لم يكن كذلك لا تسمع صحة الدعوى كما اذا قال لا حق لي على احد من اهل سمرقند ثم ادعى شيأ على واحد من اهل سمرقند

(۷) قرضی ادائیگی کے بارے میں اختلاف

ایک شخص نے کہا کہ میرے مجھ پر ہزار روپے قرض تھے جو میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے تجھ پر کوئی قرض نہیں ہے پھر اس نے گواہ پیش کیے جو اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ اس نے قرض ادا کر دیا ہے (تو قرض ادا ہو جائے گا)۔

اگر اس نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے قرض تھے جو تو نے ادا کر دیے تو اس نے جواب میں کہا کہ میرے تجھ پر کوئی قرض نہیں ہے پھر اس نے گواہ پیش کیے جو اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ اس نے قرض ادا کر دیا ہے (تو قرض ادا نہیں ہوگا)۔

اگر اس نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے قرض تھے جو تو نے ادا کر دیے تو اس نے جواب میں کہا کہ میرے تجھ پر کوئی قرض نہیں ہے پھر اس نے گواہ پیش کیے جو اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ اس نے قرض ادا کر دیا ہے (تو قرض ادا نہیں ہوگا)۔

اگر اس نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے قرض تھے جو تو نے ادا کر دیے تو اس نے جواب میں کہا کہ میرے تجھ پر کوئی قرض نہیں ہے پھر اس نے گواہ پیش کیے جو اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ اس نے قرض ادا کر دیا ہے (تو قرض ادا نہیں ہوگا)۔

تو ضروری ہے کہ مدعی توثیق کی مدت کی تصریح کرے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توثیق معین نہ ہوئی تو جہالت محقق نہ ہوگی یوں عمل کیا جائے گا کہ اس پر توثیق کے تاریخ دعوی مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہے کہ مقصود دعوی میں صحت یعنی تو صرف امکان صحت سے حق مدعی علیہ کو متعلق نہیں کرتے ہے اثبات حق مدعی میں کہتا ہوں جہاں پر شک واقع ہو وہاں صحت دعوی میں تو وہاں امکان صحت کافی نہ ہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا بیع کا جب گواہ اس سے طلب ہوئے تو گواہ بیع کے بیان کا تو مدعی ہوا کیا ثمن کا اور گواہ قائم کئے شہر پر اور یہ بیان نہیں کیا کہ ثمن کی قبل وقت بیع کے ہے یا بعد وقت بیع کے تو یہ گواہ حق مقبول نہ ہوگی باوجود اس احتمال کے کہ ثمن قبل وقت بیع کے ہو اور اس صورت میں دعوی باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور احتمال ہے کہ ثمن بعد وقت بیع کے ہو دے اور اس صورت میں دعوی صحیح ہو جاتا ہے تو اب شک پڑ گیا صحت دعوی میں تو ہم صحیح نہ کریں گے دعوی کو شک سے اس واسطے کہ بنائے دعوی اس بات پر ہے کہ ثمن متحقق ہوئی تھی یہ ہے کہ تو دعوی نہیں ہے کہ ثمن ہوں گے کہ پہلے میں نے اس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہو گیا اور چونکہ اس کی طلب میں سکان آ گیا پھر اس نے بیع لیا تو ضرور ہے قائم کرنا گواہوں کا اس بات کے اور اب نہ ہوں اس دعوی میں گواہ بیع کے تو دعوی اس کا صحیح نہ ہوگا اور عدالت قائم شک سے باطل نہ ہوگا اور جس پر شک نہ ہو صحت دعوی میں تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھ شک کے تو ہاں امکان تو ثبت ہوتی ہے جیسا کہ قائم کئے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادا کے مدعی کے یا ابراء مدعی کے بعد انکار کرنے ان مدعی علیہ کے مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اوپر مدعی کے یا قائم کئے گواہ اوپر شراء کے بعد وقت بیع کے ان صورتوں میں شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھ اس بات کو کہ یہ بیشتر انفع ہے تو پھر جان تو کہ ناقض جب مانع جانب صحت دعوی کا کہ کلام اول مفید ہوا اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر یہ نہ ہوگا نہیں مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے کہ میں حق ہے میرا کسی شخص پر مثلاً زید پر پھر دعوی کیا ایک شخص ساکن سرخاب پر تو صحیح ہے دعوی اس کا اور اگر یہ کلام پہلا شخص معین کے لئے ہو اور جیسے کہ شراء متحقق ہوئی تھی یہ ہے کہ زید پر ہوا تو دعوی نہیں پر ثبوت حق نہیں پھر دعوی کرے تو اس کو چاہئے گا جب ناقض کے۔

(۹) یصح دعواہ وعلی اقام البینۃ علی الشراء و ان ذہب وقت بینۃ بایفاء علی براءتہ من کل عیب بعد انکارہ بیعہ ادعی رجل علی رجل اخر انی اشتریت منک ھذا العبد بالف و سلمت الیک الالف فظہر فیہ عیب فردہ بالعیب فعلیک ای ترد الثمن الی فاقام الخصم البیع فاقام المدعی بینۃ علی البیع وادعی الخصم براءۃ المدعی من کل عیب وقامت بینۃ علی ذلک لا تسمع للتناقض و عند ابی یوسف تسمع فیاخذ علی المسألۃ المذکورۃ و ھی ما کان لک علی شیء قط والفرق لا بی حنیفۃ و محمد ان فی مسألۃ الدین ان الدین قد یقضی و ان کان باطلا و ھھنا دعوی البراءۃ من العیب بمنزلۃ قیام البیع وقد ذکرہ (۹) وذکر انشاء اللہ تعالی فی اخر صک یبطل کلہ و عند ھما اخرہ و ھو استحسان ای اذا کتب صک اقرار ثم کتب لی اخرہ کل من اخرج ھذا الصک و طلب مالہ من الحق فدفع الیہ ان شاء اللہ تعالی فقولہ انشاء اللہ ینصرف الی الکل عند ابی حنیفۃ حتی یبطل جمیع الصک و ھو القیاس کما فی قولہ عبدہ حر وامرأتہ طالق انشاء اللہ و عندھما یتصرف الی الاخر و ھو الاستحسان لان الصک للاستیثاق فالاستثناء یتصرف الی ما یلیہ

(۸) حج کے ہوتے نہ ہونے میں اختلاف

ہے نے ہوئی کیا عرض کی میں نے تجھ سے یہ کلام شریف تھا تو نے اپنے کو اور پیچھے لے چلے اس نے جواب اس شرعی عیب کا تو کیوں بتاتا ہوں اس کو جب ہے جاتے ہیں اپنے کو اس کے اختیار کا اختیار ہے اصل حج کا ہے تو حج یہ کلام میں نے تجھ سے بیان کیا اب قاضی نے زید سے گواہ حج پر حضرت کے فرمنے جواب دیا کہ واقعہ حج کے میں نے شرعی قسم عیب سے برأت کی (شافعی یہ شرعی قسم زید اس میں اپنی عیب نکلے تو اس نے خواندے سے میں بیچی میں عیب نہ نکلے تو اس سے یہ بیچ کر رہتے ہے اور گواہ حج سے اس وقت یہ گواہی مسموع ہے (زید جب قاضی کے دوارد ہونے سے ایک تحویل ہے۔

(۹) دستاویز کے آخر میں ان شاء اللہ لکھنا

اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اس کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھ دیا تو اس سے مضمون تمسک کا باطل ہو جاوے گا اور ایک حدیث کے آخر تک تحریر ہے۔

(۱۰) بعیر تزوجت عجوزا فلما اسلمت عرضه اسلمت بعد موته و قال زوجته لانی قد عفوت کما فی مسلم مات فقالت عرضه اسلمت فمن مرتد وقالوا لابل علمه هذا عندنا و عند زفر فی المسئله الاولی القول قولها لان الاسلام حادث فتضاف الی اقرب الاوقات ولان سبب الحرمان ثابت فی الحال فیثبت فیما مضی تحکیما للحال و هی تصلح حجة للدفع (۱۱) ومن قال عند ابی موته فی البیت لاوارث له عبده فاعتقه ابنه ای دفع توجیهه الیه و لو قال ابنی احر سوداء عبده وجه هذا الاول فهی له لان المتصرفة الاول لان الاقرار الاول به یکفی به مکذب فصح و لا یصح الثانی لان الاول مکذب له

(۱۰) اونٹ نے بڑھیا سے نکاح کیا پھر اس نے اسلام قبول کیا اونٹ نے کہا کہ میں نے تجھ کو معاف کیا تو وہ عورت اونٹ کی ہو گئی۔ (۱۱) اور جس نے اپنے مرتے وقت گھر میں کہا کہ میرا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کے بیٹے نے اس کے غلام کو آزاد کر دیا تو اس کا یہ فعل صحیح ہے اور اگر کہا کہ میرا غلام سیاہ فام میرا غلام ہے تو یہ پہلے کہنے کا مقبول ہوگا۔

(۱۰) نصرانی کی بیوی کے مسلمان ہونے میں اختلاف

ایک نصرانی مر گیا اور اس کی بیوی نے کہا میں مسلمان ہوئی تھی عدت اس نے شوہر کی عدت کے وقت میں بھی نصرانی تھی تو اس میں ہے کہ حکم دیا جاوے گا اس سے اختلاف زفر کے کہ اور بیوی وارث نہ ہوگی اس نے کہا کہ مسلمان ہوئی تھی اس نے تو قول اس کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر ایک مسلمان مر گیا اس کی بیوی نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی تھی اس سے اور بیوی نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی تھی اس کے تو قول اس کا قسم سے مقبول ہوگا اور وارث نہ ہوگی۔

(۱۱) متوفی کے وارث کی تعیین امین کے ذریعہ

زید نے یہاں مرا اس کی بیوی ہند اور عمرو اس کا بیٹا ہے بعد اس کی موت کے عمرو نے ہند سے کہا کہ میرا باپ مرا تو اس نے اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو اس نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور اگر بعد اس کے کہ زید مرا کہے کہ زید بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اس کا بھائی کہے تو قاضی کل مال خالد کو دلوا دے گا۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ اقرار اول کا کوئی مکذب نہیں اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اول تسلیم نہ ہوگا۔

(۱۲) ولا تكفل غريم ولا وارث في تركة فسخت بين الغرماء او الورثة فشهد رجل بدين لا تعلم له غريما ولا وارثا آخر وهذا الاحتياط ظاهر في ان شهد الورثة للغرماء والورثة لم يقولوا لا نعلم له غريما ولا وارثا آخر قسمت التركة بينهم ولا يوخذ منهم كفيل وقد اختار بعض المشايخ اخذ الكفيل احتياطا لحق الغرماء لانه قد يظهر غريم او وارث آخر بعد القسمة فيحتاج الى الاسترداد منهم وهذا حسن ان كان الوارث واحدا او اثنين اما اذا كثروا فالحرج في اخذ الكفيل منهم ظاهر (۱۳) وعقارا قام رجل بينة انه له ولاحد ورثة الميت اشهد القاضي له بنصفه ويترك باقيه مع ذي اليد بلا تكفيل بخلاف ما لو اقام كل واحد بينة انه له كله حيث يقضي بينهما نصفين لان ذا اليد قد اخذ احدهما فلا يقضي له بما في يد الآخر لان ذا اليد خارج عن النصف الذي في يد كل واحد منهما فلا يقضي له بشيء منه وان لم يجحد الآخر ولو اقام كل واحد منهما بينة انه له كله وكان في يد احدهما كله او في يد كل واحد منهما نصفه قضي به للخارج منهما بينته ولو كان في يد كل واحد منهما نصفه وبينة كل واحد منهما تشهد بالكل قضي بالكل بينهما نصفين لان بينة كل واحد منهما اثبتت ما في يد صاحبه وزادت عليه فكانت اولى بالقبول ولو كان في يد احدهما ثلثاه وفي يد الآخر ثلثه وبينة كل واحد منهما تشهد بالكل قضي بالثلثين لصاحب الثلثين وبالثلث الباقي بينهما نصفين لان بينة صاحب الثلثين اثبتت ما في يد صاحبه وزادت عليه فكانت اولى بالقبول ولو كان في يد احدهما ثلثاه وفي يد الآخر ثلثه وبينة كل واحد منهما تشهد بالكل قضي بالثلثين لصاحب الثلثين وبالثلث الباقي بينهما نصفين لان بينة صاحب الثلثين اثبتت ما في يد صاحبه وزادت عليه فكانت اولى بالقبول ولو كان في يد احدهما ثلثاه وفي يد الآخر ثلثه وبينة كل واحد منهما تشهد بالكل قضي بالثلثين لصاحب الثلثين وبالثلث الباقي بينهما نصفين لان بينة صاحب الثلثين اثبتت ما في يد صاحبه وزادت عليه فكانت اولى بالقبول

(۱۲) گواہوں کے ذریعہ قرض خواہوں اور وراثا کی تعیین

اگر کسی ترکہ پر قرض ہے اور کوئی شخص یہ گواہی دے کہ فلاں شخص نے یہ ترکہ چھوڑا ہے اور گواہوں نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اس کا کوئی اور قرض خواہ ہے یا نہیں جانتے کہ اس کا کوئی اور وارث ہے تو ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا اور ان گواہوں سے کوئی ضمانت نہیں لی جائے گی اور بعض مشائخ نے احتیاطاً ضمانت لینے کا حکم دیا ہے تاکہ اگر کوئی اور قرض خواہ یا وارث ظاہر ہو تو اس کا حق ضائع نہ ہو۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وارث ایک یا دو ہوں اور اگر وارث زیادہ ہوں تو ضمانت لینے میں حرج ہے۔

(۱۳) وراثت کے مکان پر قبضہ کے خلاف وارث کا دعویٰ

زید نے اپنا مکان بکر کے قبضے میں دے دیا اس طرح کہ زید اور اس کے بھائی عمرو کو اس میں رہنے سے منع کر دیا۔ زید کے انتقال کے بعد عمرو نے دعویٰ کیا کہ بکر کو مکان پر قبضہ کا حق نہیں ہے اور مکان میرے بھائی زید کی وراثت ہے اس لئے میرا بھی حق ہے تو قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دیا اور بکر کو مکان سے بے دخل کر دیا اور عمرو کو اس میں رہنے کا حکم دیا۔

[illegible] کے ساتھ [illegible] سے [illegible] کا [illegible] کرنے کا [illegible] دینے کا [illegible] کا [illegible] کا [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

عدل او مستور لا يصح تصرفه بعد ذلك ولو اخبره فاسق او مستور الحال لا اعتبار لاخباره حتى يحور صرفه (ع ا) وكذا اذا جنى عبد خطاء فعم السيد بجنايته ناجر عدل او مستورين فباع العبد عبده يكون مختار الفداء وكذا لو عم المشتري بيع الدار فسكت ان اخبره عدل او مستوران يكون سكوته تسليما و كما لو علم البكر بالنكاح فاجابها اذا سكت وتسلم الذي لم يهاجر فاخبره عدل او مستوران يجب عمه الشرائع (ع ا) فاضحة التوكيل لايشترط لها ذلك حتى لو اخبره فاسق بان فلانا وكله ببيع فباع يجوز بيعه و ذلك لانه انما يشترط العدد و العدالة في الشهادة لانها الزام محض فلا بد من التوكيد واما التوكيل فليس فيه معنى الالزام اصلا فلا يشترط فيه شيء من وصفي الشهادة اي العدد و العدالة و اما قول التوكيل و نحوه فالزام من وجه دون وجه فمن حيث انه لا يبقى له ولاية التصرف يكون الزام صور و من حيث ان الموكل يتصرف في حق نفسه بالعزل ليس بالزام فيشترط له احد وصفي الشهادة

(۱۶) عدلی یا وکیل کا بے خبری میں تصرف کرنا

ایک شخص کو موت کی خبر ایک نے دی اور دوسرے نے زندگی کی خبر ان کے علاوہ سے کوئی بیوی تک نہیں پہنچا تو ان کو صحیح ہے کہ اس کی خلاف وکیل کے اس واکر علم اپنی بکارت کو بتا دیا اور اس نے ولی تصرف مثل کے مال میں کیا تو یہ تصرف جائز نہ ہوگا اور یوسف کے بارے ایک ہی کا بھی تصرف جائز نہ ہوگا جب موکل نے وکیل و معزول کیا تو اور عزل کی خبر نہیں آئی ایک شخص نے یا دو شخص نے جہول الحال (یعنی ان کا حال معلوم نہیں کہ فاسق ہیں یا عادل ہے) تو اب اس کا تصرف بعد اس کے صحیح نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ وکیل ایک خبر عام ہے تو اس میں شہرت کی حاجت نہیں اور تو ہیں کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو اس کو یقین نہ ہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہ ہوگا اور اسکے تصرف جائز ہیں تو پہنچنے کے مکمل کے اوپر واقع ہو گئے۔

(۱۷) ایک عادل یا دو مجہول الحال کی خبر کے معتبر ہونے کی نظیریں

اسی طرح اگر مولیٰ کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو

مجہول الحال شخص نے سنائی اور مولیٰ نے غلام کو بیچا تو ان جنایت مولیٰ پر لازم آجائے گا (یعنی مرد صورت جنایت عبد مولیٰ کو اختیار ہے خواہ تاوان دیدے جنایت کا یا عبد کو حوالے کرے تو جب اس نے یہ خبر سن کر عبد کی بیع کی تو جملہ سوا کے اس کو تاوان دینا منظور ہے اسی طرح شفیع کو شریک کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے شریک کو بیع کی خبر دی اور وہ چپ رہا گیا تو شفعہ اس کا باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر مکہ مکرمہ کو ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی کہ لشکر نے فتح کی اور وہ چپ رہا گیا تو رخصت ہو جائے گی جس طرح اس مسلمان کو جو دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے اور ابھی دار الاسلام میں اس نے ہجرت نہیں کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے فرضیت احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اس پر لازم ہو جاویں گے۔

فائدہ: ان سب صورتوں میں خبر دینے والے ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو اس کا حکم مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادا کے احکام ثابت نہ ہوں گے۔

(۱۸) ایک فاسق کی خبر پر وکیل کا تقرر

تین وکیل کرنے کی خبر میں دو مجہول الحال یا ایسے دو ایسی شرط

کہ ایک فاسق کی شہادت سے ثابت ہوجائے گی اور اس کے بعد پہنچنے والے خریدار کا کچھ حق نہ ہوگا۔

فائدہ: اسی طرح صغیر ممیز کی اجازت کا بھی اعتبار ہے اگر صغیر نے کسی شخص کو وکیل بنایا تو اس کی وکالت درست ہوجائے گی اور اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔

(۱۹) وقفی کیا امین کا قرض خواہوں کیلئے غلام کو بیچنا

قاضی یا قاضی کا امین اگر کسی نے غلام کو اس کے قرض خواہوں کے لئے بیچ کر مشتری سے ثمن لے لیا اور وہ ثمن تلف ہوجائے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے تاوان کا دونوں نے مشتری قرض خواہوں سے غلام واپس مانگا معمول کرے جن کے لئے غلام بیچا گیا تھا اور ثمن میت

مقرر کیا ہو تو وکالت درست ہوجائے گی اور اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔

(۱۹) ولایصح قاض او امینہ ان یبیع عبد المیت او ابق عبد المحجور لاجل الدائن او لخلاصہ بل یباع فی المحل الذی یرجع المشتری علی الغرماء لانہ تعذر الرجوع علی القاضی فیتضمن تعرمہ لان القاضی قد عمل لهم و من تقاضی کان تقاضیہ لهم فصار کانہ باع لهم فاستحق المبیع او مات قبل قبضہ فانہ یرجع المشتری علی الورثۃ و هو علیهم لان العاقد هو الوصی فعلیہ الرجوع والوصی یرجع علیهم لانہ عمل لاجلهم (۲۰) ولو ترک قاض عالم عادل فعلا فتحی بہ علی هذا من رجم او قطع او ضرب وسعک فعلہ و صدق عدلی حاهل سئل فاخبر بتعمدہ ولم یصدق قول غیرهما القاضی العالم العادل و الجاهل العدل او العالم غیر العدل و الجاهل غیر العدل فلا یسعک ان قبلت فتحی بقطع یدہ حتی لک قطع یدہ والقاضی الذی ان قال هذا فلا بد من ان تسئلہ عن سببہ فان اخبر بسبب تصدیقہ فیجوز لک قطع یدہ و اما الآخران فلا یقبل قولهما (۲۱) وصدق قاضی عزل و قال لم یبلغنی عزلک فقضیت بہ بحضرتہ دفعت الیہ او قال ما قضیت بقطع یدک فی حق و ادعی زید جحدہ و قطعہ طلبہ و اقام کل بینۃ فی قضائہ لان زید المثبت فیکون الاخذ والقضاء بقطع یمینہ فی زمن قضائہ فالظاهر ان القاضی لا یتظلم فتقبل بینۃ القاضی اما اذا لم یقر بکونہ فی زمن قضائہ بل قال لست فعلت هذا قبل التقلید او بعد العزل قال القاضی بینۃ علی هذا فالقاضی یکون مبطلا فی هذا الفعل و ان لم یکن لہ بینۃ فالقول للقاضی

ہے۔ قرض خواہوں کے لئے غلام کو بیچنا قاضی کے حکم سے یا اور طلاکسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مر گیا اور قیمت اس کی ضائع ہوگی تو مشتری ثمن نہیں پھیر سکے گا اور جس ان قرض خواہوں سے ثمن کے لئے غلام بیچا تھا۔

(۲۰) قاضی کی اقسام اور انکے حکم کی حیثیت

جاننا چاہئے کہ قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر کسی قسم کے قاضی کی شخص

ت کہے تو میں نے اس کے قطع ید کا فیصلہ کر دیا تو اس نے ہاتھ کاٹنے کا انکار کیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر اس نے کہا کہ میرا تو اس شخص کو صرف اپنے قاضی کے کہنے سے یہ فعل کرنا جائز ہیں اور اگر دوسرے قسم نے قاضی سے یہ کہا کہ ضرور ہے کہ میں شخص کو کہ جب اس سزا کی مدیافت کرے اگر وہ قاضی جس نے اس کا اچھی طرح بیان کر دیا ہے (مثلاً زنا میں کہے کہ میں نے زنا کا اس سے اقتضار کیا جس طرح معروف ہے اور اس نے اقرار کیا اور حکم کیا میں نے رجم کا یہ سرقے میں کہے کہ میرے نزدیک بینہ سے ثابت ہوا اس نے مال نصاب ایک چور سے محفوظ کھڑے لیا جس میں کوئی شبہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اس نے عمداً یا بلاشبہ کیا ہے۔ تو یہ فعل کرنا اس کو درست ہیں اور اگر اچھی طرح سبب نہ بیان نہ کر سکے تو درست نہیں اور تعزیر کی اور پر قتل قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نہ کرے۔

فائدہ: اگر اس صورت میں جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھ رہے ہوئے ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ فعل نہ کرے بے شک حجت ہوت کو معاف نہ کر لیوے اور علماء نے اس کو پسند کیا ہے ہمارے زمانہ میں اور مجون میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے وہ مختار یکن ہزار اتق میں ہے کہ میں نے بعد اس کے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں دیکھا کہ محمدؒ نے شعبی کے قول کی طرف رجوع کی چنانچہ ہشام نے محمدؒ سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی اس صورت میں معنی یہ قول شعبی کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہے۔

(۲۱) معزول قاضی کی وضاحت

اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ میں نے تجھ سے جو ہزار روپے لئے تھے وہ عمرو کے روپے تھے تو کہے کہ میں نے تجھ سے

كتاب الشهادة والرجوع عنها

(هي اخبار بحق للغير على آخر لالاخر عن كائنة) ما يحق للغير على غيره هو الشهادة او بحق للمحبر على آخر وهو الدعوى او بالعكس وهو الاقرار (۲) ويحلف خلف المدعى (۳) وسترها في المحدود للزنى الفضل ويقبل في السرقة المال فقط بقول اثنين بصفع حتى لو شك ولا يقبل في صرق ما يجب بالجحود (۴) وبضدها ليبرأ بهما رجل (۵) وللفقود او ماقره لحدود ورجال (۶) وللمكاتب وذي لا ولد وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال اصوة الاول هذا لان عيوب النساء اذا كانت مما يطلع عليه الرجال كالاصبع الزائدة مثلا لا يكفي فيها امرأة

کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

(۱) شہادت کی تعریف

شہادت کہتے ہیں غیر پر کسی کے لئے کسی حق کی خبر دینا۔

قاموس نے کہا: حق وہ ہے جو دوسرے کے لئے کسی چیز کا ثابت ہونا ہے یا دوسرے پر کسی کا حق ہونا ہے یا دوسرے کا حق کسی کے اپنے اوپر ہونا ہے یا اس کے برعکس ہے۔

(۲) شہادت کا فرض ہونا

گواہی دینا فرض ہو جاتا ہے جب مدعی طلب کرے

قولہ: (اخبار الخ) اخبار کا لفظ کہنے سے گواہ کا جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹی گواہی کا باب الشہادۃ سے نکل جانا معلوم ہو جاتا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اور فرمایا ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ یعنی جب گواہ سے گواہی طلب کی جائے تو اس پر واجب ہے کہ گواہی دے اور گواہی سے منہ نہ موڑے۔ اور فرمایا ولا یأب الشہداء اذا ما دعوا یعنی جب گواہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں۔ اور فرمایا واستشہدوا شہیدین من رجالکم یعنی اپنے مردوں میں سے دو گواہ طلب کرو۔ اور فرمایا واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی اپنے میں سے دو عادل گواہ طلب کرو۔ اور فرمایا ممن ترضون من الشہداء یعنی جن گواہوں کو تم پسند کرو ان سے گواہی طلب کرو۔ اور فرمایا ولیملل الذی علیہ الحق یعنی جس پر حق ہے وہ املا کرائے۔ اور فرمایا ولا یضار کاتب ولا شہید یعنی نہ لکھنے والے کو ضرر پہنچایا جائے نہ گواہ کو۔ اور فرمایا ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ یعنی تم اکتاؤ نہیں کہ اس حق کو لکھو خواہ وہ حق تھوڑا ہو یا بہت۔ اور فرمایا واشہدوا اذا تبایعتم یعنی جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو۔ اور فرمایا فرہن مقبوضۃ یعنی رہن قبضہ میں دینا چاہئے۔ اور فرمایا فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ یعنی اگر تم میں سے ایک دوسرے پر اعتماد کرے تو امانت دار کو چاہئے کہ امانت ادا کرے۔ اور فرمایا ولیتق اللہ ربہ یعنی اللہ سے ڈرے۔ اور فرمایا ولا تکتموا الشہادۃ یعنی گواہی نہ چھپاؤ۔ اور فرمایا ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ یعنی جو گواہی چھپائے اس کا دل گناہ گار ہے۔ اور فرمایا واللہ بما تعملون علیم یعنی اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ اور فرمایا ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یعنی اگر تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے حساب لے گا۔ اور فرمایا فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء یعنی جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اور فرمایا واللہ علی کل شیء قدیر یعنی اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور فرمایا ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا یعنی اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرو۔ اور فرمایا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل یعنی جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔ اور فرمایا ان اللہ نعما یعظکم بہ یعنی اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔ اور فرمایا ان اللہ کان سمیعا بصیرا یعنی اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ یعنی اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے۔ اور فرمایا ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا یعنی کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو۔ اور فرمایا اعدلوا ہو اقرب للتقوی یعنی انصاف کرو یہ تقوی کے قریب ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ یعنی اللہ سے ڈرو۔ اور فرمایا ان اللہ خبیر بما تعملون یعنی اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ بکل شیء علیم یعنی اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب یعنی اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ یعنی اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں علم سکھاتا ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ بکل شیء علیم یعنی اللہ سے ڈرو اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ سریع الحساب یعنی اللہ سے ڈرو اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب یعنی اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ غفور رحیم یعنی اللہ سے ڈرو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ لا یہدی القوم الفاسقین یعنی اللہ سے ڈرو اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین یعنی اللہ سے ڈرو اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین یعنی اللہ سے ڈرو اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ لا یہدی القوم الفاسقین یعنی اللہ سے ڈرو اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین یعنی اللہ سے ڈرو اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین یعنی اللہ سے ڈرو اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۳) شہادت کا ضابطہ

[illegible] (یعنی [illegible] حدیث [illegible] روایت کی [illegible] نے [illegible] پر [illegible] [illegible] [illegible]

(۷) مقدمات کے لئے عمومی نصاب

(۸) شہادت کے لئے عدالت کی شرط

(وشرط) ولغيره مالا كالنكاح او غير مال كالطلاق و وصية وحدود او لدفع ضرر كعتق ومال او غير مال كالوكالة و وصية وحدود او لدفع ضرر كعتق ومال او غير مال كالطلاق

اور مجتبیٰ میں جو مقبول ہے کہ فاسق اگر توبہ کرلے میں صاحب مروت ہو جائے تو شہادت اس کی قبول کی جائے گی سو یہ ابو یوسف کا قول ہے کذا فی الظہیریہ اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے بمقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے میں سے متقی یا اللہ تعالیٰ نے شہادت کو عدالت سے ترجمہ کیا ہے کہ ظہر اس زمانے کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق کی قبول کی جائے میں اس واسطے کہ کوئی خالی نہیں فسق سے اور نتائج ہو گیا ہے فسق لوگوں میں بدرجہ غایت حتیٰ کہ عامل لوگ بالکل تعلیل ہیں تو ان پر بنائے مشقت کیونکہ رد کی اور لازم آوے گا تضییع حقوق ناس اور یہ حذور ہے شرعاً اور عرفاً اور فقہائے متقدمین سے بھی یہ منقول ہے فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اس واسطے کہ فسق اس پر طاری ہے اور اصل میں وہ عدید ہے فرمایا حضرت نے کل مولود فہو علی الفطرۃ یعنی ہر مولود صاحب سعادت ہے اور اسی پر اعتماد ہے اکثر امر یہ ضرور ہے کہ وہ فاسق صاحب مروت اور جاہ ہو جاوے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تحریر مقررہ میں قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہیں ۔ بل انی رمقنا ھذا الفاسق اذا کان وجیہا ذامروۃ یعتب علی الظن انہ لایکذب فی الشہادۃ ودلت القرائن علی صدقہ یقبل شہادتہ یعنی ہمارے زمانے میں فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولے گا شہادت میں اور قرینہ دال ہووے اس کی راست گوئی پر تو قبول کی جاوے گی شہادت اس کی اور جامع الفتاویٰ میں ہے واما شہادۃ الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل والا فلا یعنی شہادت فاسق کی اگر تحری کرے قاضی کے گمان میں ہووے صدق اس کا تو قبول کی جاوے گی ورنہ نہیں قبول کی جاوے گی شامی نے نقل کیا درر سے و فی الفتاوی القاعدۃ ھذا اذاغلب علی ظنہ صدقہ و ھو مما یحفظ وظاھر قولہ و ھو مما یحفظ اعتمادہ یعنی قبول شہادت فاسق وہ ہے کہ قاضی کے گمان غالب میں اس کا صادق ہووے اور یہ ان باتوں میں سے ہے کہ یاد رکھی جاویں گی اور ظاہر قول اس کا یاد رکھا جاوے یہ ہے کہ اس پر اعتماد ہے اور شیخ ابن الہمام نے جو کہا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نص صرف حسن پر دلالت کرتی ہے کہ شہادت عادلوں کی قبول کی جاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کی جاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حجت نہیں ہے فافہم واستقم

(۹) شہادت کے الفاظ

اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہد لفظ شہادت کہے ۔

فائدہ ۔ یعنی اشہد صیغہ مضارع جس کے معنی یہ ہیں گواہی دیتا ہوں میں اور مقتضا وجہ اس شرط کی یہ ہے کہ جتنے خصوص شہادت کے آئے ہیں سب میں لفظ شہادت مذکور ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے واشہدوا ذوی عدل منکم ۔ فرمایا واشہدوا اذا تبایعتم واستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم اور فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذا رأیت مثل الشمس فاشہد او دع ۔ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے اور روایت کی ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے ایک شخص کو تو دیکھتا ہے آفتاب کو بولا کہ ہاں فرمایا اس کے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اس کا ابن عدی نے باعتبار اسناد ضعیف کے اور رجح کی اس کی حاکم نے لیکن خطا کی ہو فی المرام

ہو، تو امر شاہد نے غلط اشہد کہ تو بلکہ یا اشہد یا اتیقن یعنی میں یا یقین رکھتا ہوں تو ان کی شہادت مقبول ہوگی۔

(۱۰) شاہد کی عدالت کی تحقیق اور فریق مخالف کی جرح

امام اعظم نے فرمایا کہ قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اس کی کیفیت سرات وغیرہ میں دریافت نہ کرے یہاں تک کہ خصم جرح نہ کرے۔

وجہ یہ ہے کہ روایت کی ان ابی شیبہ نے مصنف میں باب الشہادۃ میں نافع بن جبیر بن شیبہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل میں بعض کے بعض پر جرم کو عدالت قبول ہونے کی حد تک حضرت عمر نے ایک کتاب عمال کی طرف لکھی اس میں تمام مسلمان عادل ہیں بعضے ان کے بعض پر مگر جو حد یا کسی حد میں ماخوذ ہوا ہو، شہادت رد ہیں یا قریب رد ہیں یا قرابت میں یا قرابت کی ان کے دادا قاضی نے ایک طریق سے کہ اس میں عبداللہ بن جریج ہے اور وہ ضعیف ہے اور نکالا اس کو دوسرے طریق سے اور حسن بن ابی الحسن اور نکالا اس کو ابن ابی شیبہ نے ایک اور طریق سے سلیمان بن موسیٰ اشدق سے۔

اور حد وقصاص میں عدم جرح کو خصم نے بھی ان کی عدالت کی تحقیق کرے اور حاصل ان کے دلائل یہ متقدمہ ہیں ان کی عدالت کو ثابت کرنے والے۔

تائید امر اول یہ ہے کہ شاہد شاہل اور احوط ہے۔

تائید امر ثانی یہ ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ ہمارے زمانے میں۔

تائید امر ثالث یہ ہے کہ یہ اتفاقی امر ہے کہ ہمارے زمانے کے برخلاف بہت تھا، وہاں کہ اس وقت کے لوگ اپنے زمانے میں صلاح اور عدالت غالب تھی فساد اور شقاوت پر

۱

[illegible] ولا یسئل فی الحکم عن اسم ولد ولا عن غیرہ فی زماننا و یکفی السر لانہ قلما تخلو العلانیۃ عن الفتنۃ فان السر کہی و العلنی یہیج بہیجہ عداوۃ و قضاء و زیادۃ [illegible] لیس کذلک فی زماننا [illegible] قد قیل لا یکفی بقول ہو عدل حاکم الشہادۃ لکن الاصح خلافہ لان التحریۃ [illegible] لا یکفی لانہ

(۱۳) ولا يعدل بكون المزكي عدلا فاقا نفس نوكيه للفسق و صدور الخلل (۱۴) ولم يسمع بينا او اقرار او حكم قاض او راى قاض او فلان يشهد به وان لم يشهد عليه فقوله ان يشهدني فلان وسمع حرم عليه ان يشهد عليه و سمع البيع له فسمع قول البائع فقط و قول المشتري اشتريت وقبول المبيع لا اشهد بي اي في صورة لم يشهد المشهود عليه ولا يشهد على الشهادة عالم يشهد عليها فلا يشهد عليها من سمع شهادة شاهد او الشهادة على الشهادة اي سمع وسمع اداء الشهادة عند القاضي لا يسع له ان يشهد على شهادته وكذا ان سمع اشهاد الشاهد رجلا اخر على شهادته لا يسع له ان يشهد على شهادته لانه ما حمله وانما حمل غيره

(۱۳) مزکی کی صفات

اور ضروری ہے کہ عادل ہو سے تزکیہ فاسق اور
خلل ظاہر ہونے کا۔

(۱۴) سنے ہوئے یا دیکھے ہوئے معاملہ کی گواہی

جس نے اپنے کانوں سے صاحب حق یا اس کے باپ کی زبان سے
بات سنی ہو اور اس کی قبر پر اس سے اشہاد کیا گیا ہو کہ

فلاں نے میرا حق فلاں کی زبان سے

یا قاضی کی زبان سے اس کا حکم سنا یا گواہ کو دیکھا کہ فلاں صاحب کو منسب کرتے ہوئے یا اس کو قبول کرتے ہوئے تو اس کو شہادت دینا درست ہے اگرچہ وہ گواہی اس وقت نہ دیتا ہو جب اس پر گواہی دینا واجب ہوئی ہو اور نہ کسی گواہ نے اس کو گواہی دینے کا حکم دیا ہو۔

فائدہ: حاصل مطلب یہ ہے کہ گواہ چار چیزوں سے متعلق ہیں جیسے بیع و شراء یا زبانی یا حکم قاضی گواہی کو اپنے کانوں سے سنے تو اجازت دیا اس کی اجازت ہے اور جو چیزیں دیکھنے سے متعلق ہیں جیسے خلع یا اقرار تحریری یا فعلی یا جب تو اس وجب اپنی آنکھوں سے دیکھے تو گواہی دینے لیکن معلوم کرنا چاہئے کہ گر نیک شخص نے اپنی قبر شاہدوں کے روبرو کھودا اور کہا کہ میرا حق اس میں ہے اور گواہی دی کہ فلاں نے طلاق دی اثر نہیں طلاق نہیں اگرچہ وہ کہا ہو صحیح اور عرصہ ہوا اس طرح تو فلاں غائب و بیمار کی رسالت مدعی کے یوں کہنے کے بعد کہ معلوم کرنا چاہئے کہ تمہارے میرے پاس آتے ہوئے آتے ہیں کیونکہ گواہ کا گواہی دینا یا ظن کرنے سے ہوتا ہے اور فیصلہ گواہوں کے سامنے پڑھے تو ان کو گواہی دینا اس کی درست ہے کہ جو وہ ان کو گواہ کرے اس طرح اگر پڑھا اس کے سامنے اور کہے اور تم نے سنا کہ میں گواہ ہو جاؤ تم اس پر اپنے میرے اوپر اقرار کا تم نے گواہوں کے سامنے لکھا ہے یہ کہ میں اس بات کا گواہ ہوتا ہوں اوپر تو ان کو جواز گواہی معلوم ہوا اور نہیں تو قبول اقرار کے لئے گواہ ہونا ضروری ہے گواہی نہیں ہوتا ہے۔

(۱۵) گواہ پر گواہ

اور جو گواہی کو اپنے اوپر گواہ کرتا ہے جب تک وہ گواہ اس کو گواہ نہ بنائے اور اس کی گواہی نہ سنے جب تک کہ شاہد گواہ قاضی کے روبرو نہ دیکھے کہ اس کی گواہی سنی ہے اب اس کو گواہی گواہی پر شہادت درست نہیں جب تک وہ شاہد اس کو گواہ نہ بنائے دوسرے یا ایک شاہد دوسرے شخص کو

اپنی شہادت سنا کر گواہ کر رہا تھا تو اس کو یہ نہیں پہنچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سن کر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اس شخص کو شاہد بنایا جس کو سنا رہا تھا نہ اس کو۔

فائدہ:۔ شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اس کو عربی میں شاہد علی الشاہد کہتے ہیں نہایہ میں ہے اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی میں اوائے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد فرع کو شہادت علی الشہادۃ دینا درست ہے البتہ اس صورت میں جائز نہیں جب غیر مجلس قاضی میں وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہو اور اصل کتاب میں اس کے مخالف ہے جیسا کہ معلوم ہوا تجھ کو تو صحیح اس صورت میں ہے جو نہایہ میں ہے اور یہی مستنبط ہے تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہیں کہ صدر الشریعہؒ نے اس کے خلاف کہاں سے کہا۔

(۱۶) ولا یشهد من رای خطه و لم یذکر شهادته هذا عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ لان الخط یشبه الخط و عندهما یحل العاتم ان هذا خطه لان التغیر فیه نادر و قیل فیما ذکر انه لاینبغی له الخلاف فیه وانما الخلاف فیما اذا جدد القاضی شهادته فی دیوانه لان ما یکون تحت ختمه یؤمن علیه التغییر بخلاف الصک فانه فی ید الخصم (۱۷) ولا بالتسامع بالاعیان الاالی النسب والموت والنکاح والدخول وولایة القاضی واصل الوقف (۱۸) اذا اخبر بها عدلان او رجل وامرأتان اذا کانو عدولا والمراد باصل الوقف ان هذه الضیعة وقف علی کذا فیبان المصرف داخل فی اصل الوقف اما الشروط فلا یحل فیها الشهادة بالتسامع

(۱۶) خالی تحریر پر گواہی دینا

اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جس نے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اس کو یاد نہیں یہ مذہب امام صاحب کا ہے۔

فائدہ:۔ خلاصہ میں ہے کہ امام اعظم نے جمیع امور میں احتیاط کی لہٰذا ان سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امامؒ نے بارہ سو مردوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع اور روایت کے وقت بھی تو امامؒ کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر ان میں سے کوئی چیز اس کو یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میرا صحیح ہے تو اس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی الجامع۔

☆ اس واسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے خط کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے جب اس نے پہچانا کہ یہ میرا خط ہے اس واسطے کہ تبدیل اس میں نادر ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہے بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر میں اور قاضی کو حادثہ یاد نہیں تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے مدعا علیہ پر حکم نہ دے سکتا ہے صاحبینؒ کے نزدیک کیونکہ وہ مختار جب اس کے قبضے میں ہے تو اس میں احتمال تغیر و تبدیل کا نہیں ہو سکتا اور امام صاحبؒ کے نزدیک نہیں دے سکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے جب تک کہ حادثہ یاد نہ ہو برخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہے۔

فائدہ:۔ تو اگر کسی نے اپنی شہادت تمسک میں لکھی پائی اور اپنا خط اس نے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہیں ہے تو اگر تمسک مدعی کے ہاتھ میں نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہو بوجہ قاضی یا شاہد کے پاس تو اس کو شہادت دینا درست ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک درست نہیں اور امام محمد کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی

کے پس نابینا سے جب بھی شہادت درست ہے جب کہ اس کو یقین ہو کہ یہ فلاں ہے اگرچہ عادۃً ایسے لوگوں پر گمان کرنے کے لئے کوئی امر قرینہ نہ ہو۔

(۱۷) غیر معائنہ کے اور سنی ہوئی خبر پر گواہی

اسی پر یہ گواہی ہے جس نے معائنہ کیا ہو (یعنی ذاتیں باتوں سے عام طور پر غیر سے حالی چیزوں میں اور آنکھوں سے دیکھ ہو دیکھنے کی چیزوں میں) کامل ہوش سے گویائی اور سمع اور قبول (یعنی قبول و رد سمجھنے) کی طاقت رکھتا ہو (یعنی ایسا شخص جو قاضی و علمائے شہر کا ان گواہوں کے قبائل شہادت درست ہے اگرچہ اس نے بذات خود

(۱۹) و یشهد و الی جانب مجلس القضاء یدخل علیه الخصوم انه قاضی و رجل و امرأة یسکنان بیتا و بینهما اختلاط لازواج انها عرسه و سنی سوی الرفیق فی ید متصرف کالمالک انه له فقوله و رجل و امرأة عطف علی قوله حالس و قوله انها عرسه عطف علی قوله انه قاضی فهذا من باب العطف علی معمولی عاملین مختلفین و المجرور مقدم فان حالس معمول راه و انه قاض معمول یشهد و انما قال سوی الرفیق لان الآدمی له ید علی نفسه فیدفع ید الغیر عن نفسه والمراد انسان یعرف نفسه حتی لو لم یعرف هو نفسه کالصغیر والصغیرة فانهما مدلیهما فیجتربد الغیر (۲۰) قال الو للفاضی ان شهادته بالسماع او بحکم الید بطلت اقول هذا یؤکد قول ابی یوسف رحمه الله ان بمجرد الید لاتحل الشهادة بل بشرط ان یقع فی قلبه انه ملکه فانه قد قیل ان قول ابی یوسف رحمه الله تعالی تفسیر لاطلاق قول محمد رحمه الله فی الروایة وذلک لان مجرد الید لو کان سببا للملک لما بطل عند الاظهار سبب الشهادة فاذا لیس انه بنفسه بمجرد الید بطلت شهادته ومن شهادته شهد فان ربد ادعی علیه فملت وهو عیان لان معاینة الموت لایکون الامن واحد اواثنین کحضور الدفن او الصلوة بمنزلة المعاینة ولا یجری فی مثل ذلک التلسن عادة

(۱۸) سنی ہوئی خبر کی گواہی کی شرط

مگر شرط اس کی یہ ہے کہ شاہد کو اتنا یا توں کی دو عادل مسلمان نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتوں نے خبر دی ہو۔

فائدہ: مگر ہدایہ میں ہے کہ موت میں شاہد کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سن لیوے۔

(۱۹) سنی ہوئی خبر کی شہادت کے الفاظ

(اور ضرور ہے) کہ جب ان صورتوں میں قاضی نے سنے ہوئے کہہ دیئے کہ میں شہادت دیتا ہوں یا جب

آپ ہی نابینا آدمی کو دیکھ ہو اور اس واقف نہ شرط واقف ہیں۔

فائدہ: اصل مقصد سے مراد یہ ہے کہ فلانا مکان واقف ہے فلانی عورت پر نہ شرط اس سے زیادہ جواور باتیں متعلق ہیں ان سے لیکن مختار میں ہے کہ بقول مختار شرط کہ واقف ہیں بھی شہادت سنی جائز ہے اسی طرح ہدایہ میں بھی۔

گے یا جب دیکھنے والے نے تو اثر یہ کہہ دے گا تو باطل ہو جائے گی شہادت اس کی۔

فائدہ: در مختار میں ہے کہ بطلان شہادت اسی صورت میں ہے کہ شاہدوں نے کہا ہم نے گواہی دی اس واسطے کہ ہم

ہم نے تو کہا ہے اگر یوں نہیں کہ سکتے اس کو معاملہ نہیں کیا، لیکن دوسرے طریق سے مشہور ہے تو جائز ہے۔ اور میں تو کہوں تو چاہئے کہ شہادت مطلق دیویں ان مقدمات میں تو اگر استفسار کی نوبت نہ پہنچے تو بہتر ہے اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ کس طریق سے جانتے ہو یا تم کو کہاں سے معلوم ہوا تو اس کا جواب یہی دیویں کہ ہمارے تئیں ایک یہ بات مشہور ہے اور سماع کا قسم زبان پر نہ لاویں۔ مقصود کا کچھ ضائع نہ ہوگا۔

(۲۰) مشاہدۂ حالات کی بناء پر گواہی

ایک شخص نے زید کو دیکھا جبکہ وہ قتل کیا گیا اس کے پاس متعین ہو کر رفت کیا کہتے ہیں تو اس کو گواہی دینا درست ہے یہ رائے قاضی ہونے کی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر میں جاتے ہیں اور آپس میں اس طرح اختلاط کھلا کھلا کرتے ہیں جیسے جورو خاوند تو اس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہے کہ یہ عورت زوجہ اس مرد کی ہے یا ایک شخص نے کوئی چیز سوائے غلام لونڈی کے زید کے قبضے میں اس طرح پر دیکھی جیسے مالکوں کے تصرف میں ہوتی ہے تو اس کو شہادت دینا اس بات کی درست ہے کہ یہ چیز زید کی مملوک ہے۔

فائدہ۔ اگرچہ اس نے سبب ملک کا مشاہدہ نہ کیا ہو بشرطیکہ شاہد کے دل میں علم و یقین ہو جاوے اس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہے تو اگر ایک چیز جیسی بیاسی منقل کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہ ہوگی غلامی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہیں جو عاقل ہوں یعنی اپنے دل کی بات بیان کر سکتے ہوں برابر ہے کہ بالغ ہوں یا نابالغ تو ان میں صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہیں اور اگر غلام و کنیز نہایت صغیر ہوں کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہوں تو ان میں قبضے سے شہادت بالملک دے سکتے ہیں مانند سائر اشیاء کے۔

تنبیہ جس شخص نے یہ گواہی دی کہ میں زید کے دفن کے وقت حاضر تھا یا میں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لئے مقبول ہوگی اس واسطے کہ مرتے وقت نہیں دیکھتے ہیں مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہوتے دفن میں یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معائنہ موت کے ہے اور عادۃً ان میں التباس نہیں ہوتا۔

باب قبول الشهادة و عدمه

( ) وتقبل الشهادة من اهل الاهواء الا الخطابية اهل الاهواء اهل الفئة التي لايكون معتقدهم معتقد اهل السنة وهم الحميرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة وكل منهم اثنا عشر فرقة فصار اثنين وسبعين فرقا (۲) والبعض فرقوا بين الهوى الذي هو كفر كالقول بانه تعالى جسم والهوى الذي ليس بكفر (۳) وعند الشافعي لاتقبل شهادتهم لفسقهم فلما لم يقع في الاعتقاد الباطل الادلة والكذب عندالجميع حرام و اما الخطابية فهم من غلاة الروافض يعتقدون الشهادة لكل من حلف عند هم و لايرون الشهادة لنيحتهم واجبة (۴) و لذمي على مثله و ان خالفامة وعلى المسلم والمسلمان على مثله ان كان من دار واحدة شهادة الذمي تقبل عندنا و عند مالك والشافعي رحمه الله لاتقبل ثم عندنا انما تقبل على لذمي

والمسلم وان خالفه كالنصاري والمجوسي فان الكفر كله ملة واحدة وتقبل على المسلم وشهادة المسلمين تقبل على المسلمين فان كانوا من دارواحد ومن كالملتين دارين كالترك والروم فلا تقبل ولا تقبل ايضا على المسلم ولا ايضاً على الذمي (۵) وعلوسب الدين

(۱) پردہ کے پیچھے سنی ہوئی بات کی گواہی دینا

جو شخص پردے میں بیٹھا ہو اور اس سے پردے کی آڑ میں شاہد نے ایک کلام سنا تو اس پر شاہد کو شہادت دینا درست نہیں مگر دو صورتوں میں پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اس کوٹھڑی میں سوا مقر کے اور کوئی نہیں ہے صورت اس کی یہ ہے کہ شاہد کوٹھڑی کے اندر گیا اور وہاں صرف مقر کو دیکھ بعد اس کے باہر آ کر دروازے پر کوٹھڑی کے بیٹھ گیا اور اس کوٹھڑی کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف سے نہیں ہے اب مقر نے کوٹھڑی کے اندر کی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اس کی شہادت دینا درست ہے لیکن اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کرے گا تو اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی دوسری صورت یہ ہے کہ مقرہ عورت ہے شاہد نے اس کا چہرہ دیکھا اور اس کی آواز سنی بعد اس کے دو مردوں نے شاہد سے کہا کہ یہ فلانی عورت بنتی فلاں بن فلاں کی ہے تو بھی اس کو شہادت اس کے بیان پر درست ہے اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اس عورت کا چہرہ نہ دیکھا تو اس کو گواہی دینا اس کے اقرار پر درست نہیں اگرچہ دو گواہ اس شاہد سے کہہ دیں کہ مقرہ فلاں بن فلاں کی بیٹی ہے اور چہرہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر یک عورت نے اپنا منہ کھول دیا گواہوں کے سامنے اور یہ کہا کہ میں فلاں بن فلاں کی بیٹی ہوں میں نے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہوں کو بغیر دو مردوں کے بیان کئے کہ یہ فلاں ابن فلاں کی بیٹی ہے اقرار پر شہادت دینا درست ہے جب تک وہ عورت زندہ ہے کیونکہ ممکن ہے شاہدوں کو کہ اس کی طرف اشارہ کر دیویں اور جب مر گئی تو اب ان گواہوں کو اختیار ہے وہ عادلوں کی گواہی کی بس بات یہ کہ مقرہ فلانی فلاں ابن فلاں کی بیٹی ہے شائی۔

(۲) قراری تحریر کی پہچان ہو جانے پر دعویٰ کا ثبوت

مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعویٰ میں خط اقراری مدعی علیہ کا پیش کیا مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا اور قاضی نے اس سے لکھوایا اور دونوں خط ماہرین کی نگاہ میں یکساں ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوئے تو قاری الہدایہ کے فتویٰ کے موافق مدعی علیہ پر حکم مال مدعی کا کر دیا جاوے گا اگرچہ قاضی خاں نے اس کے خلاف و صحیح کہا ہے اور بہت سے فقہا نے اس کو رد کیا ہے اور مختار میں قاضی خاں کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے لیکن اس صورت میں اتفاق ہے کہ اگر وہ خط معتمد مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعا علیہ کے انکار کی تصدیق نہ ہوگی اور اس پر لزم کیا جاوے گا اور اگر مدعا علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہے اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گزاری اس طرح پر کہ شاہدوں نے معائنہ کیا ہو اس کو لکھتے ہوئے مدعا علیہ کو یا مدعا علیہ نے لکھ کر شہود کو سنایا ہو اور وہ تحریر معتمد و مضمون ہو تو حکم اس مال کا مدعی علیہ پر کر دیا جاوے گا اور اس کے انکار کی طرف التفات نہ ہوگا یہ خلاصہ ہے تحقیق فقہائے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور صاحب اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم۔

باب بیان میں ان لوگوں کے جن کی گواہی مقبول ہے اور جن کی مقبول نہیں

فائدہ: اس باب میں اتنی بات کا ذکر ہے کہ اس بات کا کہ کن لوگوں کی گواہی صحیح ہے اور کن کی صحیح نہیں اس واسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نہیں ہوا کرتی اور قاضی اور حاکم کو اس کی شہادت سے تو صحیح ہو جانے کا اختلاف تمام ائمہ کے اور زید یہ اور امامیہ اور اصول نے کہا ان کی شہادت صحیح نہیں ہے لیکن خرائط المحدثین میں ہے کہ جس وقت قاضی نے حکم کر دیا ساتھ شہادت فاسق کے تو صحیح ہو جاوے گا حکم قاضی کا بدیا ساتھ شہادت اعدل الفریقین کے داسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت عدد کے واسطے والے کے یا اعلم تو ماند و جاوے گا اور قاضی عالم کو اس کا ابطال نہیں کر سکتا اگرچہ قاضی ثانی اس کے بطلان پر قائل ہووے۔ ثانی۔

(۱) اہل ہواء کی شہادت

شہادت قبول نہیں ہوا کرتی اہل ہوا کی سوا کھاہیے کے جانا چاہیے اہل ہواء وہ ہیں جو کہ جس کا اعتقاد دلیل سنت و جماعت کے اعتقاد کے موافق نہیں اور اصول ان کے چھ فرقے ہیں جبریہ قدریہ مرجیہ خارجی شیعہ معتزلہ اور ہر ایک میں بارہ بارہ فرقے ہیں تو سب ملا کر بہتر فرقے ہوئے۔

فائدہ: حدیث روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرمائے میری امت پر تہتر فرقے ہیں چار دین کے تم میں سے ایک فرقہ پر چھا جاوے گا اور وہ کون سا فرقہ ہے یا رسول اللہ فرمایا آپ نے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ اور روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حاکم اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم میں ہوویں گے اور ایک فرقہ جنت میں اور وہ فرقہ سنت و جماعت کا ہے۔ تحریر کہتے ہیں کہ بندہ کمزور محض ہے اس کو ان باتوں کا اختیار نہیں جیسے تحریر تقدیر کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں بالکل مختار اور اپنے افعال کا آپ خالق ہے اور کرتے ہیں قصد و قدرت کی وجہ سے اور محض کاسبی اور تحصیل کی تکلیف کرتے ہیں اور مرجیہ کہتے ہیں ہم نہ ہیں حضرت علی اور تین اور اہل بیت کی ان کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں حضرت عثمان اور علی کی اور دشمن ہیں اہل بیت کے اور کبھی تعظیم کرتے ہیں طلحہ اور زبیر اور معاویہ کی مثل تشبیہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ساتھ مخلوقات کے اور خارجی میں صفات کمال سے موصوف کرتے ہیں تحریر کہتے ہیں کہ خوارج حنبہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہے مرجیہ کو ذکر کیا ہے مرجیہ اور فرقے ہیں جو کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی طاعت نفع نہیں کرتا۔ مصطف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یکا محض ہے یعنی صفات سے اس موصوف سمجھتے ہیں معدا للہ۔

اہل ہواء میں اعتقاد کے لحاظ سے فرق

اور بعضے فرقہ فرق کرتے ہیں ہر اس ہوا میں جس کا اعتقاد کفر تک پہنچا کیا ہے اور جس کا اعتقاد کفر تک نہیں پہنچا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ تم فرقہ فرقہ ہو گئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

(۲) امام شافعی کا موقف اور اس کا جواب

اور امام شافعی کے نزدیک ان میں سے کسی کی شہادت مقبول نہیں ہے سب علماء نے اس کے جواب دیئے ہیں کہ اس کا اعتقاد باطل بیان کرنے میں اختیار کرتے بلکہ اس اعتقاد کو دیندار سمجھتے ہیں دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہے اور کذب باتفاق ان سب فرقوں کے حرام ہے اور خطاب فیصلہ کرنے کے والیوں میں ہے ان کا اعتقاد ہے کہ جو شخص اپنے دعویٰ پر قسم

کہا اور یہ تو اس سے بھی شہادت رد کر دیتے ہیں کہ یہ کہہ کر کہ ہم نے شہادت واپس لے لی۔

فائدہ:۔ یہ چھوٹی چھوٹی جو جھگی جو شیعہ شرح وقایہ میں ہے لفظ بیع لکھا ہے اور بعض نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے اور بعض نسخوں میں ہے لفظ بیع کے بعد لفظ ہے اور دونوں نسخے صحیح ہیں اس لئے کہ بیع کے بعد لفظ ہے کا ہونا ضروری ہے اور بیع کے بعد لفظ ہے کا نہ ہونا ضروری ہے اس لئے کہ بیع کے بعد لفظ ہے کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بیع کا لفظ ہے کے ساتھ ہو تو بیع کے معنی ہیں خرید و فروخت کرنا اور بیع کے بعد لفظ ہے کا نہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بیع کا لفظ ہے کے بغیر ہو تو بیع کے معنی ہیں بیچنا اور خرید و فروخت کرنا دونوں معنی صحیح ہیں اور دونوں معنی کے اعتبار سے عبارت صحیح ہے۔

(۴) ذمی پر ذمی کی شہادت

اسی طرح قبول کی جاوے گی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر اگر یہ دونوں ایک ملت مختلف ہوں ایک دوسرے کے اور مستامن کی شہادت پر ایک ہی ملت کے ہوں۔

فائدہ:۔ شہادت ذمی کی ذمی پر قبول ہے اور اسی طرح ایک ذمی کی شہادت دوسرے ذمی کے خلاف قبول ہے اس دلیل سے کہ وہ فاسق ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا الکافرون ھم الفاسقون اور اس لئے شہادت ذمی کی مسلمان پر قبول نہیں ہے بالاتفاق ائمہ اربعہ اور اس لئے کہ شہادت کی تین قسمیں ہیں ایک قسم شہادت کی قبول ہوتی ہے کہ شہادت ذمی کی ذمی پر قبول ہے مسلمان پر قبول نہیں ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز نہیں فرمایا شہادت کافر کی مسلمان پر اور نہ اس کے برعکس یعنی مسلمان کی شہادت کافر پر اور نہ مسلمان کی شہادت کافر پر اور نہ کافر کی شہادت کافر پر مگر بعض کافروں کی بعض کافروں پر اور وہ اس طرح ہے کہ یہود کی شہادت یہود پر اور نصاریٰ کی شہادت نصاریٰ پر اور مجوس کی شہادت مجوس پر اور صابی کی شہادت صابی پر اور ان کے سوا کسی کی شہادت کسی پر قبول نہیں ہے اور یہ حدیث اس لئے فرمائی ہے کہ یہود نصاریٰ مجوس صابی

الحصر فالكبيرة كل ما صدر فاحشة كالقتل والزنا وشكر حرمة الأب أو بنت أنها بنص قاطع عليه في الكتاب ولي الأخرة وقال الإمام الحلواني رحمه الله تعالى كل ما كان شنيعا بين المسلمين وفيه هتك حرمة الله تعالى والدين فهي كبيرة ثم بعد الإحتراز عن الكبائر كلها لا بد من عدم الاصرار على الصغيرة فإن الاصرار يجعل الصغيرة كبيرة وتوبة وخلف صواب اي حسابه اعلم من يباشر دين الانعام بالصغيرة لا يسقط العدالة فقوله ومن احتنب الى قوله وعدم صوابه تفسير العدل لا الفاسق قوله اخر وهو ان يجتنب الافعال الخمسة الدالة على دناءة من عدم المروءة كالاكل في الطريق والبول على الطريق

(۶) گناہ کبیرہ سے پرہیز کرنے والے کی شہادت

اور جس نے گناہ کبیرہ سے پرہیز کیا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اصرار کرنے والا نہ ہو اور اس کے اچھے کام برے کاموں سے زیادہ ہوں تو وہ عادل ہے اور اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(۷) کبیرہ گناہوں کی وضاحت

یہ بات جاننی چاہیے کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد میں اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی حرمت کے بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو جیسے قتل ناحق، زنا، والدین کی نافرمانی وغیرہ اور بعض کہتے ہیں کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وعید بیان کی ہو یا اس کے مرتکب کے لیے عذاب کی وعید آخرت میں دی گئی ہو یا اس کے مرتکب پر دنیا میں حد جاری کی گئی ہو۔ امام حلوانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جو مسلمانوں میں بہت برا سمجھا جاتا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے دین کی توہین ہو۔ پھر گناہ کبیرہ سے بچنے کے بعد بھی اصرار نہ کرنا ضروری ہے کیونکہ اصرار صغیرہ کو بھی کبیرہ بنا دیتا ہے اور توبہ کرنے والے کی طرح اصرار کرنے والے کی شہادت بھی قبول نہیں کی جاتی۔ "خلف صواب" کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اچھے کام برے کاموں سے زیادہ ہوں وہ عادل ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ "اعلم من يباشر دين الانعام" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صغیرہ گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ علم رکھتا ہے جو دین کے کاموں میں مشغول ہو۔ "فقوله ومن احتنب" سے "وعدم صوابه" تک عدالت کی تفسیر ہے فاسق کی نہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ عدالت یہ ہے کہ انسان ان پانچ افعال سے بچے جو مروت کے منافی ہیں جیسے راستے میں کھانا یا پیشاب کرنا۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کبیرہ گناہوں کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر آخرت میں سزا کا وعدہ کیا گیا ہو یا دنیا میں اس پر حد جاری کی گئی ہو۔ اور امام حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جو مسلمانوں میں بہت برا سمجھا جاتا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے دین کی توہین ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۹) و لا القلف الا اذا ترک لاختتان استحفافا بالدین والحصی (۱۰) وولد الزنا والعمال و عند مالک لاتقبل شہادۃ ولد الزنا علی الزنا لانہ یحب ان یکون غیرہ کمثلہ واما العمال فان نفس العمل لیس بفسق الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم وقبل العامل اذا کان وجیہا ثاقبا ولا یحارف فی کلامہ نفس شہادتہ وان کان فاسقا فقد روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی ان الفاسق اذا کان لو خافہ لا یقدم علی الکذب تقبل شہادۃ و (۱) ولاحمہ و محمد و من حرم رضا عا او مصاہرۃ لا من اعمی و فی روایۃ عن ابی حنیفۃ تقبل فیما یجری فیہ التسامع وھو قول زفر رحمہ اللہ تعالیٰ وعند ابی یوسف والشافعی رحمہما اللہ تعالی تقبل اذا کان بصیرا عند التحمل و ان عمی بعد الاداء قبل القضاء لا یقضی القاضی عند ابی حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ خلافا لابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ و قولہ اظہر

(۹) اقلف اور خصی کی شہادت

اور قبول ہے شہادت اقلف کی جبکہ اس کا ختنہ نہ ہونا اس وجہ سے ہو کہ اس کو دین کو ہلکا سمجھنا ثابت نہ ہو (اقلف جب جان بوجھ کر ختنہ نہ کرائے تو اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی بخلاف اور خصی کے)

فائدہ: یعنی خصی کے جیسے نکالنے کے ہوں اس واسطے اس میں اس کا کچھ قصور نہیں ہے بخلاف اس کے ایک عضو کاٹا یا ایسا ہو کہ جیسے کسی کا ہیجڑا بنا دیا ہو اور روایت کی ابن ابی لیلیٰ نے اعمی میں کہ حضرت امام نے قول کی شہادت علقمہ خصی کی ایسی ہی کہ کیا صاحب ہدایہ نے۔

(۱۰) ولد الزنا اور عمال کی گواہی

اور ولد الزنا کی اس واسطے کہ یہ اس کے ماں باپ کا عیب ہے اس کی کوئی غلطی نہیں) اور امام مالک کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا میں مقبول نہیں اس لئے کہ وہ چاہے گا کہ دوسرا بھی اس جیسا ہو اور حال عمال کا۔

فائدہ: عمال جمع عامل کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی طرف سے وصولی خراج اور غرمہ کو تحصیل کرتے ہیں جیسے تحصیلدار اور داروغہ کہ ظلم پر اس واسطے مدد کرتے ہیں جبکہ ممکن نہ ہو ظلم پر اس واسطے کہ نفس عمل فسق نہیں اور بعضوں کے نزدیک جب عامل ظالم (یعنی جب عدالت سے گر جائے) ہو تو اس کے اپنے کام میں شرعی شہادت اس کی مقبول ہے اگرچہ دوسروں کے حق میں وہ عادل کہا ہو کیونکہ اپنی چیز سے کوئی شخص دیدہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتا ہوگا پس یہ شہادت اس کی مقبول ہے۔ (اور اوپر کی تحقیق گزر چکی)

(۱۱) سوتیلی رضائی اور سسرالی رشتہ داروں کے لئے گواہی

اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لئے اور اپنے بچے کے لئے اور اپنے محرم رضاعی کے لئے جیسے رضائی ماں باپ بھائی اور سسرالی کے لئے (مثل شہادت داماد کی ساس سسر اور خوشدامن کے اور بیٹی یا بہن کے) اور نہیں مقبول ہے قول عدو کے کی۔ ایک روایت میں امام صاحب سے ہے کہ گواہی اندھے کی ان چیزوں میں جن میں شہادت سنی ہوئی جائز ہے مقبول ہے اور کی قول زفر کا ہے (لیکن اس

روایت پر فتویٰ نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اندھے کی گواہی مطلقاً
درست نہیں ورنہ اعمیٰ اور اعمش اور ثالثی کے نزدیک
قول کی جائے گی شہادت اداء علی فعل کی صورت میں جب
بیناوں نے شہادت کی۔

فائدہ۔ یعنی جس وقت یہ خبر ہوا تھا تو شہادت کے
کنارے میں ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جس وقت سے
آدمی واقف ہوتا ہے اس وقت تحمل شہادت کہتے ہیں اور ایک
خبر کا کنارہ یعنی جب شہادت دینا چاہتا ہے تو اس کے

سامنے اس کو وقت ادائے شہادت کہتے ہیں۔

ہدایہ۔ اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت کے اندھا ہوا تھا
اور اس طرح وقت ادا سے شہادت دیتا ہے لیکن قبل اس بات کے کہ
قاضی فیصلہ کرے اندھا ہو جاوے تو قاضی کو پھر اس کی شہادت سے
ساتھ قضا درست نہیں طرفین نے دو ایک اور ابو یوسف کے
نزدیک درست ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے۔

فائدہ۔ شافعی فرماتے ہیں کہ اندھے کی گواہی سے اس قول کی
بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے تو ان کے قول پر طرفین پر بھی ہوگا۔

(۱۲) ومملوک و محدود فی قذف و ان تاب اما قال هذا لانه اهل عند انشائي ذاتاً لامي حد في كفره فاسلم (۱۳) وعمي بسبب الدنيا (۱۴) ولاصله و فرعه وزوجه و عرسه في العدو لانفي شهادته على من يعاديه و تقبل له و في الاصل الى اخره على العكس و في الزيلعي والعرس خلاف انتفى رحمه الله تعالى (۱۵) و سيد لعبده و مكاتبه و شريكه فيما يشتركانه اما قال هذا لانه تقبل للشريك في غير مال الشركة (۱۶) و كذا لاتقبل شهادة الاجير و في براءة المنعهد الحاص الذي يعد ضرر استادة ضرر نفسه و نفعه نفع نفسه و قيل براءة الاجير مسانهة او مشاهرة (۱۷) ومحت يعمل لزيد فانه ان لم يفعل لزيد تقبل شهادته لان عدم الفعل لعدم داعي و بين الكلاء و تكسر الاحشاء غير مانع للفتوى

(۱۲) غلام اور محدود فی القذف کی شہادت

اور نہیں قبول ہے شہادت غلام کی اور اس شخص کی جس کو حد قذف لگی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے۔ (امام شافعی کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے رکیں ہماری قول اللہ تعالیٰ ہے ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً یعنی نہ قبول کرو گواہی ان لوگوں کی جنہوں نے تہمت زنا کی کبھی اور حد لگی تھی اگر اس شخص کی جس کو حد قذف حالت کفر میں لگی ہو پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اس کی گواہی قبول ہے۔

(۱۳) دنیا کی دشمنی والے کی شہادت

اور نہیں ہے مقبول شہادت اس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے۔

فائدہ۔ یعنی اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اس واسطے کہ عداوت دنیاوی اکثر فاسق ہے اور فاسق کی گواہی کی پر مقبول نہیں کیونکہ فاسق سمجھا جاتا ہے جھوٹا اور واقعات دنیا میں اور بہت سی باتوں میں ہے لیکن مختلف فیہا۔ زیلعی نے تصریح کر دی ہے کہ عداوت دنیاوی سے یہ نہیں کہ ان کی گواہی نہ سنی جاوے بلکہ عداوت دنیاوی ہو جس کی وجہ سے دونوں ایک چاہتے ہیں اس کی متعلق کی گواہی تو قبول ہے اور بکر کی جارح پر اور عکس قضیہ

کوان قذف پر ہر قاذف ان کی ان کا باب انا ربہان غارت کرنے کرنا ذاتی اخراج اور ابدی سے لفظ کے کہ روایت متعصب ہے کہ قسم کی ہونے کی شہادت مردود ہے کی گیا موصل ہوتی ہے اور اس پر حد ہے چلتی لیکن یہ شہادت زانی کی جب ہے یہ لفظ اعلیٰ ثابت ہو پڑا کہ عداوت رکھتا ہے جب دنیا کے قتل ہے اور جب وہ مذہب قتل ہوئی تو مرتکب اس کا عادل کیسے رہے کا اس لئے کا ہے کی گواہی ہے چھ مقرر ہوا ہے۔

(۱۴) اپنے اصول وفروع اور دشمن کے لئے گواہی

اور نہیں مقبول ہے شہادت مرتد کی اپنی اصل اور فرع اور دشمن کے لئے انسان کے اور پدر ہے اور شہادت عدو کی اپنے عدو کے لئے درست ہے۔

فائدہ: اصل جیسے باپ دادا اور نانی نانا اور فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لئے جائز ہے دینے ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لئے اور اصل اس وجہ سے وہ حدیث ہے جس کو بیان کیا ہے کہ نہیں پہنچا پہلے کہ قبول کی جاوے گی شہادت والد کی واسطے والد کے اور نہ اس کی واسطے والد کے اور نہ مملوک کی واسطے مالک اپنے کے اور نہ مالک کی واسطے مملوک اپنے کے اور نہ مولیٰ کی واسطے عتیق اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ وکیل کی واسطے موکل اپنے کے زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے نہیں ذکر کیا ان اصحاب نے تخریج تقدیر میں کہ روایت کیا اس کو دارقطنی نے مرفوع اور کہا دارقطنی نے اپنی حدیثوں سے حضرت عائشہ سے اور روایت کیا جہاد الزاق اور ابن ابی شیبہ نے قول شریح قاضی کا مثل اس کے اشبہ والظہر میں ہے کہ وجہ شہادت زوج کی زوجہ کی حضرت

پر درست نہیں ایک یہ کہ زوج نے غیب زنا کا کا یا زوجہ سے پھر تین شاہدوں کے ساتھ گواہی دی دوسری یہ کہ زوج نے لعان کیا شخص کے گواہی دی زوجہ کے اقرار پر کہ میں فلانے شخص کی اولاد ہوں دوسرا شخص اس کا مدعی ہے۔

(۱۵) مولیٰ اور شریک فی المال کی گواہی

اور نہیں مقبول ہے گواہی مولیٰ کی واسطے عتیق اپنے کے اور مکاتب اپنے کے اور شریک فی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت میں۔

فائدہ: یعنی جس چیز میں شریک ہیں دلیل ان مسئلوں کی دلیل حدیث حضرت عائشہ اور شرح کا ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ نہیں جائز ہے شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے وہ چیز میں جس میں شرکت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر اس شرکت میں شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہے۔

(۱۶) اجیر کی گواہی

اور نہیں اجیر کی واسطے آقا اپنے کے۔

فائدہ: اس کی دلیل بھی وہی گزری مراد اجیر سے یہاں وہ شخص ہے جو اپنے اشخاص ضرر اجارہ پر کرتا ہے اور اس کا نفع اپنا نفع کرتا ہے نہ وکر مایانہ یا بالا نہ کا کہ ذاتی الاصل اس باب میں دوسری بھی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے کی اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت فرع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے جائز کہی ہے بعضوں نے اس کو ابوداؤد نے عمرو بن شعیب عن باپ عن جدہ سے اور فرع سے اپنی قسم کا چلے اور غیر کہ ناس مراد ہے اور بعضوں کے نزدیک اخیر سے مراد اپنے خاص

ہے یعنی اور جس کی گواہی یا سلام مقبول ہوا اس سے اختلاف کیا جیسے شریک سے جو فی یا لوٹ گیا ہو یعنی کہ ان کی گواہی مستاجر کے لئے درست ہے اور شہادت دینا کی اور مستاجر کی اسے اجیر خاص اور شاگرد کے لئے درست ہے درمختار۔

(۱۷) مخنث کی گواہی

اور نہیں مقبول ہے شہادت اس مخنث کی جو زنا کی افعال کرتا ہے

فائدہ۔ یعنی عورتوں کا سا لباس اور بناؤ کرتا ہے اور لوط کرتا ہے جیسے زنا سے اس ملک کے علی الجود زنا میں ہے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر اور عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں۔

لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی تو ہو نہیں بناؤ پر اور نرمی اور لجلجاپن ہو اس کے اصطناع سے تو اس کی گواہی مقبول ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہے درمختار میں ہے کہ مخنث کہتے ہیں جس کو دونوں پنے ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ مخنث کہتے ہیں جس کو نہ مرد کہہ سکیں نہ عورت۔

(۱۶) وتالحة و معنية (۱۶) وشارب الخمر علی المشہور کی شرب الاشربۃ المحرمۃ فان الاشربۃ لغیر التحریم ادمانہا لا تسقط الشہادۃ مالم یسکر علی الاصح السکر یسقط وقیل ہو کان المراد من الادمان الادمان علی الہیئۃ وقولان یشرب و یکون فی حرمۃ ان یشرب کلما وجد وقال الامام السرخسی شرط مع ذلک ان یظہر ذلک للناس او یخرج السکران فیسخر منہ الصبیان حتی ان من شرب الخمر فی المسجد لا تسقط عدالتہ و قد ذکر فی الخواشی ان ہذا فی غیر الخمر اما فی الخمر فلا یحتاج الی قید المجون لانہ فی الا الخمر من قید الشرب بطریق اللہو یطلق شربہا للتداوی بان قال لہ الاطباء لا علاج لمرضک الا الخمر فحرمتہا محکمۃ فیہا ولا تسقط الشہادۃ و کذلک من یجلس مجالس الفجور والشرب لانقیل شہادتہ عہدۃ و لم یشرب

(۱۸) گانے والی اور ماتم کرنیوالی کی شہادت

اور نہیں مقبول ہے شہادت گانے والی عورت کی اور ماتم کرنے والی کی۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہے تو ان کا طریق دشت کے لئے ہونا بھی حرام ہے اور مختار مع تنویر سے حدیث علیہ السلام نے دو فاسق ملعون ہیں یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اس کو شمائی سے نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو اجرت کے کر جہاں سے ہوتی ہے جا کر نوحہ کرتی ہے اور نوحہ اپنے کسی عزیز کے مرنے پر ہوتا ہے درمختار۔

(۱۹) شرابی دنشی کی گواہی

اور جس نے خمر (مصنف نے خمر میں بھی قید مداومت کی لگائی لیکن درمختار میں خلاف اس کے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاوے گا اس میں مداومت شرط نہیں کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہے درمختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ آوے گا) یا اور شیائے مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ اشربہ مسکرہ میں بین ان کی مداومت

عدالت کو ثابت نہیں کرتی بلکہ امان سے مراد وہ امان ہے جو ظاہر حالت کا تقاضا ہو اور یہ ایسا امر ہے جو ظاہر حال سے معلوم ہو جاتا ہے اور اس کے لئے کسی تفتیش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور یہ بات اس کے برخلاف ہے جو ظاہر حال سے معلوم نہ ہو جیسے کہ کسی شخص کا اجنبی ہونا کہ اس کی عدالت کا علم نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تفتیش نہ کی جائے۔ اور یہ بات اس کے برخلاف ہے جو ظاہر حال سے معلوم ہو جیسے کہ کسی شخص کا اجنبی ہونا کہ اس کی عدالت کا علم نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تفتیش نہ کی جائے۔

(۲۰) رمی بلعب بالطیور او بغیر للباس انما قال للنفس لان من یعنی لدفع الوحشۃ عن نفسہ لایسقط العدالۃ او یرتکب مایحدیہ او یدخل الحمام بلازار او یاکل الربوا شرط فی البسوط ان یکون مشہور اکل الربوا۔ الانسان فلما یجوز الیوع الفاسدۃ و کل ذلک ربوا او یقامر بالنرد او الشطرنج او یقوہ الصلوۃ بہما قال فی الہدایۃ او یقامر بالنرد او بالشطرنج ثم قال فاما مجرد اللعب بالشطرنج فلیس بفسق مانع لقبول الشہادۃ لان للاجتہاد فیہ مساغا فلہم من ہذا ان فی النرد لایشترط المقامرۃ او فوت الصلوۃ افید لمقامرۃ او فوت الصلوۃ فی النرد وقع اتفاقا و فی الذخیرۃ من یلعب بالنرد فہو مردود الشہادۃ علی کل حال (۱۲) او یسیر علی الطریق او یاکل فیہ (۱۳) او یظہر سب السلف ای الصحابۃ و العلماء المجتہدین الماضیین رضوان اللہ علیہم اجمعین

(۲۰) کبوتر بازی گانے والے چوسر و غیرہ کھیلنے والے ننگے نہانے والے سود خور اور بے نماز کی گواہی

اور جو شخص لہو لعب سے یعنی (جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ ہو اور اگر کبوتروں کو یوں ہی اڑائے۔ رفع وحشت کے لئے تو درست ہے مترجم) غیر کے کبوتر چھین لینا یا پکڑ رکھنا ہو تو جہاں تمیز سب حرام و ناجائز کے (داخل ہیں اس میں اور) کام ہے لہو جیسے اعمال سرکسی یا بہادری (غیرہ) یا گانا ہے لوگوں کو جس کے ان کے لئے اور جوا ہے لئے آپ

کام سے اسقاط دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہیں کرتا عدالت کو۔

فائدہ:۔ جو حال اس صورت میں جب وہ حرام ہو حلال ہو نجیت ہونے سے تو وہ اتفاقی طور پر ہے بغیر قمار کے یا اس طرح ہے کہ کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہے (جیسے: چوری قطع طریق) مرتکب ہو جاتا ہے جاہ میں غیر تہمد کے (اس واسطے کہ کشف عورت حرام ہے) یا سود کھاتا ہے۔

فائدہ:۔ لیکن شرط کی ہے بعضوں نے کہ مشہور ہو سود خواری میں اس واسطے کہ آدمی بہت کم خالص پاتے ہیں روپیہ سود سے جان آنکہ وہ سب سود میں داخل ہیں کذا فی الاصل۔

بناء پاجامہ اور خلیج ٹخنہ پر کھیلتا ہوا درختہ میں ہے۔

چور بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن مطرح میں چونکہ انتصاف ہے اس کے چھ چیزوں میں سے ایک چیز کمی آ گئی اس کے ساتھ پائی جائے گی مستقل عدالت ہوگی فوت صلاحیت کثرت صفت صلاحیت ہوا وہ سب ہتھم ہدایت شرط ایمان سے نماز فوت ہو جاوے۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں ہے کہ بشرطیکہ کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن بغیر شرط خاص کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہیں کرتا اس واسطے کہ اجتناب کو اس میں گنجائش ہے اور اس سے سمجھا گیا کہ چوسر میں بدنا شرط کا نماز بھی تضاد ہو جانا شروط عدالت میں ضرور نہیں تو قید شرط کی اور نہ نماز کے فوت کی چوسر میں جو مصنف سے واقع ہوئی اتفاقی ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہے شہادت کو اوپر ہر حال کے خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت ہو یا نہ ہو کذا فی الاصل۔

(۲۱) بے مروت و بے تہذیب کی گواہی

یا پیشاب کرتا ہے راستے میں یا کھاتا ہے راہ میں۔

فائدہ:۔ داخل ہیں اس میں وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہیں جیسے راہ میں قضا پائخانہ پھینکے یا بے پھٹایا لوگوں کے راہ پر پاؤں پھیلانا اور راہ میں سر کھولنا جہاں پر بے ادبی میں داخل ہے اور ایک لقمے کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب اختلاف ہو اور کمینوں اور رذیلوں کی صحبت میں بیٹھنا اور بزار میں دل لگی اور شور و غل کرنا نفع و تماشا کی۔

(۲۲) صحابہؓ و تبع تابعین وغیرہ کو برا کہنے والے کی گواہی

یا علانیہ برا کہتا ہے اگلے دینداروں یعنی صحابہ کرام یا علمائے مجتہدین رحمہم اللہ کو۔

فائدہ:۔ مراد نا لائقین ہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ اور قبیلہ سلف کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا موجب فسق ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہے اور قتل کرنا اس کا کفر ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے۔

فوائد:۔ (۱) شہادت ایسے دوست کی دوسرے دوست کے لئے جن میں اتحاد اور دوستی ہو دوسرے ایسا ہی طرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں بلا تامل تصرف کرے جائز نہیں۔

(۲) گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ سے نہایت جھگڑتے پھریں اور خصومت کریں تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اس لئے کہ وہ مدعی علیہ کے خصم ہو گئے۔

(۳) اسی طرح مقبول نہیں شہادت جلاد و کیلوں کی اور قمار بازوں کی اور کاتبین استہزا یا رات کی۔

(۴) اور داموں کی اور کسان کے واسطے زمیندار کے اور رعایا اور تابع کی واسطے امیر کے۔

(۵) اور گوئے کی اور لڑکوں کی آپس کے کھیل کود میں۔

(۶) اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانے والے کی۔

(۷) اور تارک زکوٰۃ اور ہمارک حج یا ترک جمعہ یا جماعت بے عذر کا وہ کھا جانے والے کی۔

(۸) اور تماشا بنوں کی اور ناچنے والوں کی اور گانے بجانے والے کی دلائل بمقتضیٰ بس تحقیق کے جرم نے شہادت فاسق میں ذکر کی جو لوگ ان میں سے ہیں کہ ان کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہے درصورت وجود شرائط مذکورہ سابق کے شہادت قبول کی جاوے گی ایسے مواقع اور حال میں قاضی کو اختیار ہے کہ بحالت عرف اور موقع اور محل اور قرائن شاہد کے عمل کرے۔

(۲۳) ولو شهدا ان ان الاب اوصى الى زيد وهى بدعيه صحت ولو انكر الاب ان شهدا ان الاب جعل زيدا وصيا في التركة وهو يدعي انه وصي صحت شهادتهما واما قال وهو يدعيه لانه لو انكر لانقل الشهادة كشهادة داخل البيت وخارجه والموصى لهما ووصيه على الابصاء اى صح شهادة هؤلاء اذا ادعى الميت انه وصى (۲۴) ولو شهد ان ابا هما الغائب وكله بقبض دينه وادعى توكيل او صحت لان الحاضر لايملك نصب الوكيل عن الغائب فلو نصب الوكالة ثبت بشهادتهما فلا يمكن ثبوتها بهما لمكان التهمة بخلاف الابصاء لان الوصي اذا ادعى يكون قبول الشهادة كتعيين الموصي والقاضي يملك ذلك (۲۵) كالشهادة على جرح مجرد وهو ما يسبق الشهادة ولم يوجب حقا للشرع او العبد مثل هو فاسق او اكل الربوا او انه استاجر هذه صورة المسئلة اذا اقام البينة على العدالة فاقام الخصم البينة على الجرح ان كان تجرح جرحا مجربا لايعتبر بينة الجرح وانما قلت ان صورة المسئلة هذه لانه لو لم يقم البينة على العدالة فالحاضر محبوس الشهود فساق او اكلة الربوا فان الحكم لايجوز قبل ثبوت العدالة لاسيما اذا اخبره محبوس الشهود فساق

(۲۳) باپ کے وصی کیلئے بیٹوں کی گواہی

دو بیٹوں نے گواہی دی ان بات کی کہ ان سے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا تو زید مدعی ہے وصیت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول نہ ہوگی جیسے میت کے دو داخلوں یعنی گھر کی عورتوں نے یا میت کے دو وارثوں نے یا ان دو شخصوں نے جن کے لئے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہے یا میت کے دو وصیوں نے زید کی وصایت کی گواہی تو اگر زید اپنے وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت جائز ہے ورنہ جائز نہیں

(۲۴) غائب باپ کے وکیل کیلئے بیٹوں کی گواہی

اور اگر بیٹوں نے گواہی دی اس بات کی کہ ان سے باپ نے جو غائب ہے زید کو وکیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول کرنے کا تو یہ گواہی بھی مقبول ہوگی اور اگر منکر ہے تو اس صورت میں یہ گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (جواز کی اصل کتاب ہدایہ میں مذکور ہے)

(۲۵) جرح مجرد پر شہادت

اور مقبول نہ ہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہے جس میں اعتبار ہو سے فسق تباہ کا جیسے فلاں شاہد کا فاسق ہونا ثابت ہو اتفاق اہل العلم سے (یعنی ایسے فسق سے جرح ہو سے جو موجب نہ ہو کسی حق کا استلزاق العباد کا جیسے سود لینا اور فیر واجب حق اللہ جیسے روزہ کا چھوڑنا) جیسے طعن کرنا شہود پر اس طرح سے کہ وہ فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا عادل نے ان کو اجرت دے کر شہادت کے لئے مقرر کیا ہے صورت اس مسئلے کی یوں ہے کہ بعد تعدیل شہود عادل کے قاضی کے ان کی جرح پر تو اگر وہ جرح فرد ہوئی مقبول نہ ہوگی اور اس طرح سے صورت ہم نے اس واسطے فرد کہی کہ اگر بعد تعدیل شہود عادل نہ ہوئی ہو اور قبل اس کے کوئی شخص یہ عرض کرے کہ شہود فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا عادل نے اجرت دیکر ان کو لایا ہے تو نہیں ہوتا اور حکم جائز ہوگا قبل ثبوت عدالت کے خاصم کے کہ ان صورت میں جب وہ شخص قاضی کو خبر دیوے کہ شہود عادل فاسق ہیں۔

13

از عدد یعنی مدعی نہ ہو تو جرح مجرد کا اس صورت میں ہے کہ عدالت شہود مدعی گواہوں سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت ان شہود کی ثابت نہ ہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی ان شہود پر مقبول ہے۔ علی الخصوص وہ شخص کہ ارتکاب میں ہے کسی پر اتہام کے مصنف نے اور ثابت کرنا ان کو دشوار

نے لیکن ابن الفضل نے اگر مدعی نہ ہو تو جرح مجرد کا عامل رکھا ہے خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہو ہے یا بعد ثبوت ان کے کہ ان سے عادل ہیں طرف کامل ہوئے ہیں اور نقع کیا ہے اس قائل الخطابی نے اپنے حاشیے میں اور یہاں ہم نے بہ خوف تطویل ترک کیا۔

(۴۶) و تقبل علی الاقرار المدعی بفسقهم لان الاقرار مما یدخل تحت الحکم او علی انهم عبید او محدودون فی القذف و غاروا حضروا قذفه او شرکاء المدعی او انه اصاحرهم مکذبها و اعطاهم ذلک مدة کان لم عدة او انی صاحبتهم عصی کذا و قذفه انهم علی ان لاتشهدوا علی و شهدوا ای علی ان لاتشهد و اعلی شهادة الزور و مع ذلک شهدوا شهادة الزور فیجب علیهم اداء ما اعطیهم فانی فی هذه الصور یرجب الجرح حقا للشرع او للعبد علی الشهود فیدخل تحت حکم القاضی فیقبل ولو شهود عدل و لم یرجح مکانه حتی قال ان همت بعض شهادتی قبل ای اخطأت بنسیان مایجب ذکره کما اذا ادعی المدعی عشرة دراهم فشهد علی الخمسة ثم قال سهوت بل الواجب عشرة او قال اخطأت بزیادة باطلة کما اذا ادعی المدعی خمسة دراهم فشهد علی عشرة ثم قال اخطأت و قلت العشرة مقام الخمسة فان کان فی المجلس قبلت الشهادة و قوله اخطأت فی المجلس یقبل من العدل وان کان الموضع موضع شبهة لان المدعی اذا ادعی الخمسة لا تقبل الشهادة علی العشرة لان المدعی یشرکه للشاهد و فی غیر هذا المجلس ان کان الموضع موضع شبهة لاتقبل لانه یرجح التهمة من المدعی و ان لم یکن الموضع موضع شبهة کما اذا لم یذکر لقطة الشهادة ثم یزید فی مجلس اخر لقطة الشهادة تقبل من العدل مع ان المجلس مختلف

(۴۶) مدعی علیہ کی جرح کے گواہ

ہاں قبول ہوں گے گواہ جرح مدعی علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دیں اس بات کی کہ مدعی سماعت اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہے یا گواہ ہی انہوں نے یا محدود فی القذف ہیں یا اگر شراب پی کر آئے ہیں یا ثابت ہوگئے ہیں واسطے زنا کی ایک شخص کو یا مدعی کے شریک ہیں یا اس اقرار پر مدعی نے کہ میں ان گواہوں کو اجرت دے کر لایا ہوں

ذمے والی کے یا مدعی ان گواہوں کو اجرت دے کر لایا ہے کہ ہمارے مال میں سے جو تو ایک ہے مدعی کے پس میں نے مدعی کے گواہوں سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی اور تم گواہی نہ دیتا میرے اوپر اور وہ پہنچ گئے ان گواہوں کو اے چکا ہوں اور باوجود اس کے انہوں نے شہادت دروغ دی۔ (یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا باپ ہے یا ان گواہوں نے کسی کو گواہ نہ لا ہے) تو ان سب صورتوں میں شہادت شہود مدعی علیہ کی بابت

جرح کے قبول ہوگی اس واسطے کہ مذکورہ موجب ہیں جرح شرع کے یا قلم عبد کو داخل ہوگی یہ شرح تحت قلم حاشیہ کے تو قبول کی جاوے گی اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اس نے مجلس شہادت میں بعد ادائے شہادت کے کہا کہ بعض حجج میں بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اس کی قبول کی جاوے گی۔ جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا زید روپے کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ سو روپیہ کی پھر اسی مجلس میں کہا کہ پانچ میں بھول گیا تھا بلکہ دس روپے مدعی کے چاہئیں یا مدعی خطا کار ہو زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی دس روپے پر پھر کہا اسی مجلس میں کہ خطا کی میں نے اور کہا میں نے اس مجلس میں پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اس کی اور یہ قول قبول کیا جاوے گا شخص عادل سے بشرطیکہ اسی مجلس میں ہووے اگر چہ مقام شبہ کا ہووے اس واسطے کہ مدعی نے جس وقت دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا تو نہیں قبول کی جاتی ہے شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہے گواہ کو اور بعد مجلس بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت میں تو نہیں قبول کی جاوے گی شہادت شاہد کی اس واسطے کہ احتمال ہے مدعی کے بھلاوے کا اور اگر مقام مقام شبہ کا نہ ہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہیں کیا تو وہ دوسری مجلس میں اس کو بیان کر سکتا ہے۔

فوائد

(۱) گواہی اس کی کہ زخمی زخم سے مر گیا قولی بالقبول ہے اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا ہو کر مرا۔

(۲) مقتول کے وارث نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اس نے مقتول کو زخمی کیا اور مارڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجھ کو زید نے نہیں مارا تو گواہ زید کے مقبول ہوں گے۔

(۳) گواہ اگر اہل کے معتبر ہیں گواہوں سے رضامندی کے اگر دونوں کی تاریخیں متحد ہوں۔

(۴) اور اگر تاریخیں مختلف ہوں یا تاریخیں بیان نہ کریں تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاویں گے تاوقتیکہ فساد عقد کی ادائی ہے گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا دلی ہے قول سے مدعی فساد کے۔

(۵) قول بیع مقدم ہے قول راہن پر قول بیع وفا مقدم ہے قول بیع بات پر۔

(۶) شہادت ناقصہ دوسرے شہود اکمال کر سکتے ہیں جیسے دو شاہدوں نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہے اور دو اور شاہدوں نے یہ بیان کیا کہ وہ قبضے میں مدعا علیہ کے ہے یہ دو شاہدوں نے ملک کی گواہی دی شے محدود میں اور دو اور نے حدود اس کے بیان کر دیے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسبت پر اور دو نے اس کی تعیین کر دی اگر ایک شاہد نے انکار دیا اور شاہدوں نے کہا کہ ہمارا انکار اس کے موافق ہے تو نہیں قبول کیا جاوے گا یہاں تک کہ ہر ہر شاہد اپنی جدا جدا علیحدہ علیحدہ گواہی دے۔

(۷) شہادت جب باطل ہو جاتی ہے بعض میں باطل ہو جاتی ہے کل میں مثال اس کی یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوئی اور یہ قول معتمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ شہادت بعض میں باقی رہے اور بعض میں باطل ہووے آزاد جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتیں اس کی مذکور ہیں اشباہ میں در مختار طحطاوی۔

(۲۷) وشرط عدم قبولہ الشہادۃ للدعوی کا تفاق الشاہدین لفظا و معنی عند ابی حنیفۃ کان عند هما لایشترط اتفاقهما لفظا و معنی بل یکفی اتفاقهما معنی (۲۸) فرد ان شهد احدهما بالف والاخر بالفین او مائة و مائتین او طلقة و طلقتین و ثلث ای شهد احدهما بمائة والاخر بمائتین او شهد احدهما بطلقة والاخر بطلقتین او ثلاث فانه ترد عند ابی حنیفة و عندهما تقبل علی الاقل اذا ادعی المدعی الاکثر حتی لو ادعی الاقل یکون المدعی مکذبا بالشهادة الاکثر و شهدت علی الف فی مائتی الف و مائة او فی شهادة احدهما بالف والاخر بالف ومائة ان ادعی المدعی الاکثر حتی اذا ادعی الاقل بان قال لم یکن لی الا الف او سکت عن دعوی الزائد لم تقبل شهادة مثبت الزیادة واما ان قال کان اصل حقی الفا ومائة ولکنی استوفیت المائة او ابرانه عنها قبلت شهادة المثبتین (۲۹) کطلقة و طلقة و نصف و مائة و مائة و عشرة ای کشهادة احدهما بطلقة والاخر بطلقة و نصف و شهادة احدهما بمائة والاخر بمائة و عشرة فان کشهادة مقبولة اتفاقا للاتفاق علی الالف و علی الطلقة و علی المائة ولاشک ان فوقهما اظهر و فرق ابی حنیفة ضعیف وهو انهما متفقان علی الالف فی شهادة احدهما بالالف والاخر بالالف و مائة غیر متفقین فی شهادة احدهما بالالف والاخر بالفین

باب گواہی میں اختلاف ہونے کے بیان میں

(۲۷) شہادت دعوی اور شاہدین میں موافقت

شرط ہے موافقت شہادت اور دعوی میں اس طرح پر میان دو شاہدوں شاہدوں کے لفظا و معنی نزدیک امام صاحب کے (لفظا معنی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے الفاظ معنی میں برابر ہوں تو وہ ہی لفظ ہو یا تعبیر یا اس لفظ کا مرادف ہو) اگر ایک شاہد ہزار کی گواہی دے اور دوسرا مجلس کے ہزار ایک صد اسی کی گواہی دے تو مقبول ہے اور صاحبین کے نزدیک صرف اتفاق معنوی کافی ہے (اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو تمام صورتیں کے نزدیک یہ شہادت باطل مردود ہے (اور اقل واکثر کسی کا تعین نہ ہو) اور صاحبین کے نزدیک اقل پر قبول کی جوئے گی (یعنی صورت اولی میں ہزار کی اور صورت ثانی میں سو اور صورت ثالث میں ایک طلاق کے ثبوت کا حکم ہوجائے گا)

(۲۸) مدعی اور شہادت میں اختلاف

جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت قبول نہ ہوگی۔ جس وقت کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہے دوسرے شاہدوں جو زیادہ بیان کرتا ہے دعوی سے اگر ایک دو نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو اس طرح پر کہ کہے کہ میرے مدعی علیہ پر تین سو تھے ہزار روپیہ یا طلبت کرتے ان سو روپیہ زائد سے تو یہ قول نہ کی جاوے گی شہادت ان گواہوں کی جو زائد بیان کرتا ہے البتہ اس صورت میں اگر مدعی یوں کہدے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ کا تھا لیکن

[illegible] اس وجہ سے کہ یہ اصل پر گواہ بنا ہے اور اصل پر گواہ بننا فرع پر گواہ بننے سے اقوی ہوتا ہے کیونکہ اصل کی شہادت فرع کی شہادت کے قبول ہو جانے کی سبب ہے اور سبب مسبب سے اقوی ہوتا ہے۔

قائدہ: اس مسئلہ میں یہ حکم ان تمام صورتوں کا ہے جن میں اصل کی شہادت فرع کی شہادت کے قبول ہونے کا سبب ہو خواہ یہ سبب اصل کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ہو خواہ اصل کے غائب ہونے کی وجہ سے ہو یا اصل کے بیمار ہونے کی وجہ سے ہو۔

(۲۹) کثرت واقل کی وہ مقدار جس میں تطبیق ہو جاتی ہے

اس طرح اگر ایک شہید نے کسی شخص پر ایک طلاق پر اور دوسرے نے تین طلاق اور آدھی طلاق کی گواہی دی پھر دونوں نے تین طلاق پر گواہی دی تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

(۳۰) ولو شهد ناقص بقرض الف وزاد احدهما قضى كذا لطلب خالف و بقرض الف وزوقد قضى كذا لان شهادة الفرد غير مقبولة الا اذا شهد معه آخر لا بشهد من علمه حتى يقر المدعي عند القاضي بما قضى اي يجب على الذي علمه قضاء المعنى ان لا يشهد حتى يقر المدعي عند الناس بما قضى لئلا يتصور المدعي عليه رد كو الطحاوي في اصحاب ان شهدوه لا يقبل و هو قول زفر لان المدعي يكذب شاهد فلا يقبل قلنا الاكذاب في غير السبب لا يسبع القبول و (۳۱) ولو شهد بقتل زيد يوم كذا بكوفة و احر بقتله يوم كذا بكوفة ردت اي شهادتهما بقتل زيد في ذلك اليوم بكوفة لتوارد الشاهدين لان احدهما كاذبة يقين وليست احداهما اولى من الاخرى فلم تقبل واحدة منهما ثم قالت الاخرى ردت هي لان الاولى قد رجحت باتصال القضاء بها فلا يستقيم حال لما (۳۲) ولو شهدا بسرقة ثوب واحد فقطع ثم شهدا بسرقة ثوب آخر لم يقطع لجواز ان يكون الثوب الاول ملكا للسارق و الثاني للمسروق منه فلا يقطع بالشك و قيل هذا قول ابي حنيفة و ابي يوسف و قال محمد يقطع لان الظاهر ان السارق سرق الثاني كما سرق الاول

(۳۰) اور اگر دو شاہدوں میں سے ایک نے کہا کہ اس نے زید پر ایک ہزار کا قرض کا دعوی کیا اور دوسرے نے کہا کہ ایک ہزار کا قرض کا دعوی کیا اور اس نے ادا کر دیا تو ایک ہزار کا قرض کا فیصلہ کیا جائے گا اور ادا کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ ایک شاہد کی شہادت قبول نہیں ہوتی مگر جب دوسرا شاہد اس کے ساتھ گواہی دے یا مدعی قاضی کے سامنے اقرار کرے کہ اس نے اتنا قرض ادا کر دیا ہے اور اس کا یہ اقرار لوگوں کے سامنے ہو تاکہ مدعی علیہ کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ یہ کہہ دے کہ میں نے ادا کر دیا ہے اور دوسرا شاہد نہیں ہے اور امام طحاوی نے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ اگر وہ گواہی دے دیں تو قبول نہیں کی جائے گی اور یہ زفر کا قول ہے کیونکہ مدعی شاہد کو جھوٹا کر دیتا ہے اور جھوٹے کی گواہی قبول نہیں کی جاتی ہے ہم کہتے ہیں کہ جھوٹا ہونا غیر سبب میں ہو تو قبول نہیں کیا جاتا ہے اور (۳۱) اگر دو شاہدوں نے ایک شخص کے بارے میں ایک نے کہا کہ اس نے زید کو فلاں دن کوفہ میں قتل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس نے اس کو فلاں دن کوفہ میں قتل کیا ہے تو دونوں کی گواہی رد کر دی جائے گی کیونکہ دونوں گواہوں کا ایک ہی وقت میں کوفہ میں ہونا یقینی طور پر جھوٹا ہے اور دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے اولی نہیں ہے پس دونوں کی گواہی رد کر دی جائے گی پھر اگر ایک نے کہا کہ میری گواہی رد کر دی جائے کیونکہ میری گواہی پر قاضی کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اس کا یہ کہنا درست نہیں ہے اور (۳۲) اگر دو شاہدوں نے ایک کپڑا چرانے کی گواہی دی پھر دونوں نے دوسرا کپڑا چرانے کی گواہی دی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ پہلا کپڑا چور کا ہو اور دوسرا کپڑا چرایا گیا ہو اور یہ شک کی بنا پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ چور نے دوسرا کپڑا چرایا ہے جیسا کہ پہلا کپڑا چرایا تھا

(۳۱) دو شہادتوں میں اختلاف

اگر دو شاہدوں نے کسی شخص پر کسی چیز کا دعوی کیا اور

ان ہاتھ کرنے میں قبول کیا ہے اور دونوں شہادتوں کا حاصل
ہے ہاں اگر قبول کرنے والے نے دونوں مرد چاہے ان
ان سے کوئی ایک ان میں سے ہوئی ہے یا قبول کرنے والی
دو سے دو ان میں کوئی ایک ہو یا دونوں ہوں اور گواہوں
نے دونوں کو ایک ہی وقت میں قبول کیا ہو تو دونوں
ان کی شہادت قبول ہوگی اور اگر دونوں نے ایک

نے دوسری طرف کا بیان) اور ظہور ترجیح حاصل کرتا ہے۔

فائدہ۔ جاننا چاہئے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ مدعی مدعا کی سرتہ ایک محل کا کرے اور اس کا رنگ بیان کرے اور جو اس نے رنگ بیان کردیا اور ایک گواہ نے خلاف اس رنگ بیان کیا تو شہادت باطل ہوجاتی ہے اور اگر اس نے رنگ بیان نہیں کیا تو شہادت معتبر ہوتی ہے اور ایک تہائی ثمن لیتا ہے۔

ثمن پر شہادتوں میں اختلاف

اگر ایک شاہد نے ادا کی اس بات کی کہ یہ غلام اس نے ہزار درہم کے بدلے خریدا ہے ہزار دو سو درہم کے بدلے اور دوسرے نے ہزار درہم پر بیان کیا تو شہادتیں باطل ہیں اس لئے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتی ہے بہ اختلاف ثمن کے جس وہ ہر ثمن پر ایک واقعہ مستقل ہوتا ہے۔ (یعنی ہر ثمن کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے)

(۳۵) آزادی (صلح) رہن یا خلع کے عوض پر اختلاف

اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ مولیٰ نے اپنے

---

(۳۶) والاجرة كالثمن في كون المدة وكالذي بعدها الذي اول المدة المقصود هو العقد فلا يقبل شهادته و بعد المدة يكون المدعى من الاجير و هي بدعي الاجرة فيكون كمدعي الدين فيقبل كما تقبل في دعوى الدين وصح النكاح بالف استحسانا وقالا رد فيه ايضا هذا هو القياس لان المقصود هو العقد من الجانبين فصار كالثمن وجه الاستحسان (۳۷) ان المال في النكاح تبع ولاختلاف فيما هو الاصل وهو العقد فيثبت مع وقوع الاختلاف في التبع فيقضي بالاقل و يسقوى دعوى اقل المالين او كثرهما في الصحيح و قد قيل ان الاختلاف في دعوى الزوجة اما في دعوى الزوج فلا يقبل اتفاقا اذ المقصود هو العقد و لا المال و في جانب الزوجة يمكن ان يكون المقصود هو المال لكن الصحيح ان الاختلاف في القصلين (۳۸) ولزم الاجر كشاهدا بارث مفوله مات و تركه ميراثا له او مات وفي ملكه او في يده اذا قال الشهود كان هذا سورث و هذا يدعي لا يقضي للوارث حتى يجر السبب الى المدعي بقولهم مات و تركه ميراثا له الى اخره خلافا لابي يوسف فانه لا يشترط الجر عنده فان قال كان لابيه اعاره او اودعه او اجاره من فلان جر بالاجر لان

کیا اس غلام کو اپنا مملوک کی شناس سے یا کہ وہ کلاس چیز کو بیع کیا تو شہادتیں باطل ہیں ہزار دو سو کے اور دوسرے نے ہزار درہم پر بیان کیا اس لئے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتا ہے باختلاف ثمن کے جس وہ ہر ثمن پر ایک واقعہ مستقل ہوتا ہے۔ (یعنی ہر ثمن کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے)

(۳۵) آزادی (صلح) رہن یا خلع کے عوض پر اختلاف

اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ مولیٰ نے اپنے

بید المستعیر والمودع والمستاجر قائمة مقام یده فلا حاجة الی تحریر شهادة مدعی عند کذا ردت الی شهادة انه کان فی ید المدعی منذ شهر والحمل انه لیس فی ید المدعی عند المدعی علیه لاتقبل لان الید منوعة الی ید ملک و ید امانة و ید ضمان فتعذر لقضاء باعادة الی المجهول و عند ابی یوسف تقبل وان اقر المدعی علیه بملک او شهد بانه اقر بید المدعی صح لان جهالة المقر به لا تمنع صحة الاقرار

(۳۶) اثبت میں اختلاف

اور اجارہ میں اگر قبل گزرنے مدت کے اس شے کا شاہدین میں اختلاف ہوا (یعنی ایک شاہد نے مثلاً بارہ کہا، دوسرے کی شہادت پر بیان کیے کہ دوسرے سے سو روپیہ سال روپیہ) تو حکم اس کا مثل بیع کے ہوگا (یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہو گی خواہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یا اقل کا) اور اگر مجلد گزرنے کے یا اختلاف ہو تو حکم اس کا مثل دعویٰ دین کے ہوگا (جس طرح اوپر گزرا اور دلیل دونوں کی اس میں مذکور ہے)

(۳۷) مہر کی مقدار میں اختلاف

اور زوجین میں اس قسم کا اختلاف ہوا کہ ایک کہتا ہے نکاح پانچ ہزار پر ہوا کیا اور دوسرا کہتا ہے دس ہزار اور پانچ سو پر تو قول اس کا کہ مثل صحیح ہو جاوے گا (یعنی ایک ہزار جو امام صاحبؒ کے نزدیک مہر مثل ہے) خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعویٰ ہو یا اکثر کا اور مختار (اور صاحبینؒ کے نزدیک شہادت زوجہ کی چاہیے) اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہو دے تو شہادت اس کی قبول ہوگی لیکن یہ بھی اسی قول پر ہے کہ ہر صورت میں اختلاف ہے۔

(۳۸) وراثت کے دعویٰ کی گواہی

اور اگر ہم جیرات کی گواہی میں شاہد کو جرح میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ صورت مرگیا اور مدعی کو اس نے مدعی کے دیکھے میراث چھوڑا یا یوں کہنا کہ صورت مدعی کا مر گیا اور تمام صورت یہ چیز اس کے قبضے میں تھی یا ملک میں تھی اور یہ جرح کیا کہ یہ حال مدعی کے صورت کا ہے تو اس پر قضا نہ کی جاوے گی اور ما ابو یوسفؒ کے نزدیک جرح میراث ضرور نہیں۔

فائدہ:۔ اور قولی قوی طریقہ پر ہے اور جرح میراث کے ساتھ دو باتیں اور ضرور ہیں ایک یہ کہ سبب وارث مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہونا ہے یا سوتیلا یا چچا ہے دوسرے یہ کہ گواہوں نے اور کسی کو میں وارث میت کا نہیں جانتا اور میت کا وارث کرنا شرعہ نہیں درختار۔

پھر تو اگر شاہد نے یہ گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی یا کہا کہ عاریت یا امانت یا اجارہ میں دی تھی اس شخص کو جو قابض ہے تو بہتر ہو جاوے گا بالاتفاق اور اگر جرح میراث نے اگر وہ شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی حیات سے اور وقت دعویٰ کے وہ چیز اس کے قبضے میں نہیں ہے تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہ ہوگی بس واسطے اس شہادت کے بھول ہے کیونکہ گواہوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی اور بقبضہ چند قسم کا ہوتا ہے بطریق ملک اور ودیعت اور عاریت اور ضمان تو محتمل رہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسفؒ کے شہادت قبول ہوگی ہاں اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی یا گواہوں نے مدعی سبب کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہو جاوے گی اور ملک قابل کی ثابت ہو جاوے گی اس لئے کہ جہالت مقر بہ مانع صحت اقرار نہیں (اسی طرح اگر گواہوں نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہو جاوے گی درختار۔

(۳۹) وتقبل الشهادة على الشهادة لانها حجة قاصرة وشرط اهلية تحمل الاصل حضور الاصل مجلس الحكم او مرضه او عجزه الحسي او بعد مسافة بينه وبين محل عدالة الاصل الى محله (۴۰) والشهادة عدد على كل اصل كالشاهد فرعي عدلان وذلك (۴۱) لان الفرع لما قام مقام الاصل في حق الشهادة على الشهادة صار كل واحد منهما بمنزلة شاهد على حدة والحق لا يثبت بشاهد واحد فكذلك ما قام مقامه بمنزلة شاهد على حدة و تسمية كل واحد منهما شاهدا على شاهد مجاز (۴۲) ويقول الاصل اشهد على شهادتي بكذا او اشهد على ما اشهد به على نفسي بكذا او اشهدني على شهادتي بكذا ولا يقول اشهد على انه اشهدني على شهادته بكذا او اشهدني على شهادته بكذا لان الشهادة على الشهادة على الشهادة لا تسمع (۴۳) ولا يقول الفرع اشهد بكذا او اشهدني على شهادتي بكذا او اشهدني على شهادته بكذا او اشهدني على شهادته على شهادتي بكذا لان شهادة الفرع على شهادة الاصل لا تقبل الا على شهادة عدلين وهذا لم يشهد الا على شهادة واحد وهو الاصل فلا تقبل شهادته على شهادة الاصل ولا على شهادة الفرع لانه لا يشهد على شهادة الفرع الا بعد ما شهد الاصل على شهادة الفرع فلا تقبل شهادته على شهادة الفرع لانه لا يشهد على شهادة الفرع الا بعد ما شهد الاصل على شهادة الفرع فلا تقبل شهادته على شهادة الاصل لانه لا يشهد على شهادة الاصل الا بعد ما شهد الفرع على شهادة الاصل

ہوں اور وہ بری صورت یہ ہے کہ زید کی گواہی کے خلاف بکر گواہ بن اور بکر کی گواہی کے خلاف زید گواہ بن۔

(۴۱) امام شافعیؒ کا موقف

امام شافعیؒ کے نزدیک چار گواہ ہونا ضروری ہے یعنی ہر گواہ کی شہادت پر علیحدہ دو گواہ ہوں اور یہ صورت درست نہیں ہے کہ اصل شاہدوں میں سے ایک اپنے کی شہادت پر اپنے میں سے ایک گواہ ہو۔

(۴۲) فرع گواہ بنانے کا طریقہ

فرع گواہ بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ اصل گواہ فرع گواہوں سے کہتے ہیں کہ گواہ ہو میری گواہی پر کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ میرے گواہ اپنی شہادت کے بیان کے لیے میں گواہی دینے کا فرع سے

گواہ بنایا مجھ کو اپنی شہادت پر اس بات کی۔

فائدہ: یہ قول ابو یوسفؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا ہے امام ثانیؒ نے اور اصل میں دو عبارتیں ہیں ان دونوں میں۔

(۴۳) اصل گواہوں کی عدالت کا ثبوت

کہ فرع گواہ اصل گواہوں کے عدالت بیان کریں یہ تو صحیح ہے جو دو حالتوں میں ایک تو یہ ہے کہ اصل گواہوں میں سے ہر ایک دوسرے کی تعدیل کرے دوسری حالت یہ ہے کہ فریق مدعا اصل گواہوں کی عدالت بیان نہ کریں تو قاضی ان کی عدالت تحقیق کرے۔

فائدہ: یعنی قاضی اصل گواہوں کا حال دریافت کرے تو فرع ان کی عدالت بیان کرے سوائے تب قابل گواہوں کی شہادت قبول کرے ورنہ نہیں یہ قول ہے امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کا اس میں قول ہے کہ اصل میں تین دفعہ دو دفعہ تک گواہ بنائے اور ابو یوسف کا مذہب صحیح ہے۔

---

(۴۱) وان انكر الاصل الشهادة بطلت شهادة فرعه ولو شهد ان اقبى عمى عزة بنت عز لمضرى وقد لا اخبرانا بمعرفتها و جاء المدعى باخرة نم بنوريانها هي اه لا قبل له هات شاهدى انها عزة اعلم ان العرض من هذه المسألة انه لابشترط ان يعرف الفرع المشهود عليه بل يكفى للمدعى هات شاهدين يشهدان ان الذى حضرته هو المشهود عليه ونحو العرض انه اذا شهد على فلانة بنت فلان لم يشترط ان يكون المسمة ناما و يكون المشهود مقبولا لانه اذا لم يذكر الجد والاسم ينسب الى السكة الصغيرة او الى الدعة نسب الى القبيلة الخاصة ليتم النسبة وبقى الشهادة عند ابى حنيفة و محمد خلافا لابى يوسف رحمه الله معنى قان ذكر الجد لايشترط عنده فالاشترط مايقوم مقامه من ذكر السكة و الدعة وكذا الكتاب الحكمى اى اذا جاء كتاب القاضى الى القاضى ولايعرف الشهود المشهود عليه قيل للمدعى هات شاهدين ان هذا هو المشهود عليه فان قالا فيها نصرية لم يجز حتى يسمها الى محلتها اى فاذا شهدا على الشهادة على الشهادة والكتاب الحكمى النصرية ثم يحولان هذه النسبة غاية ما في الباب ان هذا في الغرب اذا في العجم فلايشترط ذكر الجد لانهم صاروا نسابين بل ذكر الصناعة يقوم مقام ذكر الجد ومن اقر انه شهد وزور انه يعزر ولم يعزر قان شريحا كان يشهره ولايعزره فبعثه الى سوقه ان كان سوقيا والى قومه ان كان يحتر

سوقي عند اجتماعهم فيقول انا احدهما شاهد زور فانا حذروه و حذروه الناس وقالا يوجعه ضربا ويحسسه وهو قول الشافعي فان عمر ضرب شهاد الزور اربعين سوطا و سخم وجهه و قد قيل انما وضع المسالة في الاقرار لان شهادة الزور لاتعلم الا بالاقرار ولاتعلم بالبينة الوتي قديعلم بدون الاقرار كما اذاشهد بموت زيد او بان فلانا قتله ثم ظهر زيد حيا و كذا اذا شهد برؤية الهلال فمضى ثلثون يوما و لم يروا الهلال ، مثل هذا كثير

(۴۴) فرعی شہادت باطل ہونیکی صورتیں

باطل ہو جاتی ہے شہادت فرعی گواہوں کی اگر اصل گواہوں نے شہادت سے انکار کیا۔

فائدہ۔ چنانچہ اصلوں نے یوں کہا کہ ہم گواہ نہیں اس مقدمے کے یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے گواہ کیا لیکن ہم نے یا اصلی گواہ جھوٹ یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا انہوں نے منع کر دیا فرعی گواہوں کو گونگے سے اور اگر اصلی گواہ وقت حکم کے چپ ہو رہے یعنی انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول کی جاوے گی در مختار زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہم کو خبر اور خلد نے گواہ کیا تھا اس بات پر کہ مسمات عزیزت عز قبیلہ معمر کی نے اقرار کیا تھا نیز زید و عمرو یہ کہا اصل فدان کے ہر دو اور خالد نے کہا تھا کہ ہم اس عورت کو پہچانتے ہیں بعد اس کے مدعی ایک عورت کو لایا اور اس نے کہا کہ یہ وہی عورت ہے جس پر گواہی دی زید اور عمرو نے اس پر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہے یا اور کوئی تو حکم ہوگا کہ تو اس بات سے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے جس کا ہم نے شہادت زید و عمرو نے بیان کیا ہے۔

فائدہ۔ اور اصل کتاب میں اس مسئلہ میں تفصیل کی ہے۔ اسی طرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لے جانے والے کو اور مدعی علیہ کو پہچانتے نہ ہوں تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جس کو تو لایا ہے وہی مدعی علیہ ہے جس کو قاضی کاتب نے لکھا ہے اگر ان دونوں صورتوں میں گواہوں نے مدعی صحت کی نسبت طرف مصر کے کر دی تو یہ جرح نہ ہوگا جب تک کہ اس کی نسبت خلاف تریب وہ کی طرف بیان نہ کریں یا مصر عرب میں ہے اور نہیں عجم میں تو ان لوگوں نے اپنے اسباب ضائع کر دیئے تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہے ان کے دادا نے ذکر کرنے کے۔

فائدہ۔ عجم کہتے ہیں ماسوائے عرب اور لوگوں کو

☆ جس شاہد نے اقرار کیا کہ میں نے شہادت زور دی تو اس کی تشہیر کر دی جاوے گی اور نہیں تعزیر دیا جاوے گا سوائے ضرب اور حبس کے اس واسطے کہ شرع نے

فائدہ۔ قاضی کوفہ کے تھے مقرر کیا ان کو امیر خطاب نے۔

☆ جھوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تھے شعبہ اور تعزیر نہیں دیتے تھے۔

فائدہ۔ روایت کیا اس کو محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں۔

☆ تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اس کو اس کے بازار میں روانہ کرتے تھے ورنہ اس کی قوم کی طرف جس وقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے کہ شرع نے تم کو حکم کیا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہم نے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اس سے اور آگاہ کر دو لوگوں کو اس کے حال سے کہ پرہیز کریں اور صالحین کے نزدیک اس کو سزائے ضرب اور حبس ہوگی۔

فائدہ۔ اور قاضی کی رائے قاضی کی طرف ملحوظ ہے بدلیل

فائدہ۔ اور یہ قول شافعی کا ہے بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمر نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اس کا۔

فائدہ۔ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں

ان صاحبین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

(۲) بعضوں نے کہا ہے کہ مصنف نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اس واسطے کہ شہادت دو گواہوں سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ سوائے اقرار کے۔

فائدہ: کیونکہ گواہوں سے اگر ثابت ہوتا لازم آئے قبول شہادت فی پر دو معتبر نہیں۔

(۳) میں کہتا ہوں کہ بھی ہوتا گواہ کا معلوم ہونا بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی پاس امیر کے کہ قاتل نے قتل کیا اس کو چور زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی کہ میں ان پر سے گزرے اور آسمان میں کوئی آفت ابر وغیرہ کی نہ تھی اور چاند نظر آیا اور مثل اس کے بہت سی صورتیں ہیں۔

فصل (۱) گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

(۱) دونوں گواہ کا پھر جانا

دونوں گواہ اگر پھر جاویں اپنی گواہی سے قاضی کے برابر تو واجب اس کا اتباع رہے گا۔

فائدہ: اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہ ہو جس کے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کرے گا غیر قاضی کے سامنے تو

فصل (۱) لا رجوع عنها الا عند قاض (۲) فان رجعا عنها قبل الحكم بها سقطت ولم يقضا (۳) وبعده لم يضح اى ان رجعا عن الشهادة بعد حكم القاضي لم يفسخ الحكم و ضمنا ما اتلفاه بها اقبض مدعاه دينا كان او عينا حتى ان القاضي القاضي ولم يقض المدعى مدعاه لا يجب الضمان بل يتوقف الضمان على القبض فلما قبض يضمن الشهود و عند الشافعي لا ضمان على الشهود اذا رجعوا لان الاعتبار للتسبب عند وجود المباشرة و هو حكم القاضي قلنا اذا تعذر تضمين المباشر وهو القاضي لانه ملجأ في القضاء يعتبر التسبب (۴) فان رجع احدهما ضمن نصفا والغيرة لباقي لان الراجع فان رجع احد ثلثة شهود انه يضمن ثلثا نصاب الشهادة وان رجع آخر ضمنا نصفا لان نصف نصاب الشهادة باق وان رجعت امرأة من رجل وامرأتين ضمنت ربعا و ان رجعت ضمنت نصفا و ان رجعت ثمان من رجل وعشر نسوة فلا غرم و ان رجعت اخرى ضمنت التسع ربعا بقاء ثمنا ارباع النصاب وان رجع الكل فعلى الرجل سدس هذا مي حقيقة و نصف عندهما و ما بقي عليهن على القولين فهما ان للرجل الواحد نصف النصاب فالنساء ان كن يقمن مقام رجل واحد ولا بي حنيفة ان كل امرأتين مع الرجل تقوم مقام رجل واحد وان رجعن فقط فنصف احتياطا لبقاء نصف النصاب وهو الرجل وغرم رجلان شهد مع امرأة ثم رجعوا لانهى لانه لم يثبت بشهادة المرأة الواحدة شيء

ان کا اعتبار نہیں اس واسطے اگر مشہور علیہ نے دوسری بار رجوع شاہدوں کا غیر مجلس قضا میں تو یہ رجوع مسموع نہ ہوگا بعد سماعت ہونے پہلی کے بلکہ اگر مشہور علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدوں نے اقرار رجوع کا کیا تھا تو یہ غیر قاضی نے تو قبول نہ کیا جاوے گا۔

(۲) حکم سے پہلے گواہوں کا پھر جانا

تو اگر قبل حکم کے پھر۔

فائدہ: یعنی ابھی تک قاضی نے ان کی شہادت سے حکم

کیا یہ گواہ کے دوبارہ گواہی دینے سے پہلے ہے

(۲) گواہی دینے کے بعد گواہوں کا فوت ہو جانا یا ان میں سے کسی کا قابل گواہی نہ رہنا جیسے گواہوں کی گواہی سے کسی کے خلاف فیصلہ ہو جانے کے بعد ان گواہوں کا فاسق ہو جانا

(۳) قاضی کے علم کے بعد پھر جانا

اور اگر قاضی کو گواہوں کے عادل ہونے کا علم ہو جائے تو فیصلہ سے پہلے ان کا رجوع کر جانا بھی گواہی کے باطل ہونے کا سبب ہے اور اگر قاضی کو گواہوں کے عادل ہونے کا علم نہ ہو تو فیصلہ کے بعد ان کا رجوع کر جانا فیصلہ کے باطل ہونے کا سبب نہیں ہے اور اگر گواہوں کے رجوع کر جانے کے بعد قاضی کو ان کے عادل ہونے کا علم ہو جائے تو فیصلہ باطل نہیں ہوگا

اور اگر گواہوں کے رجوع کر جانے کے بعد قاضی کو ان کے عادل ہونے کا علم ہو جائے تو فیصلہ باطل نہیں ہوگا

اور اگر گواہوں کے رجوع کر جانے کے بعد قاضی کو ان کے عادل ہونے کا علم ہو جائے تو فیصلہ باطل نہیں ہوگا

(۴) کچھ گواہوں کا منحرف ہو جانا

اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور ایک باقی ہے تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرا گواہ نہیں ہے تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرا گواہ نہیں ہے تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا

اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرا گواہ نہیں ہے تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا

اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرا گواہ نہیں ہے تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا

اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرا گواہ نہیں ہے تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا

(۵) ولا يضمن الراجع في نكاح بمهر مسمى شهدا عليها او عليه لا ما ادعى مهر مثلها اى ان شهدا بالنكاح بمهر مسمى مسلولمهر المثل لم يرجع الا ضمان سواء شهدا على المرأة او على الرجل لانهما لم يتلفا شيئا وكذا ان كان المسمى اقل من مهر المثل لان منافع البضع غير متقومة عند الاتلاف اما اذا كان المسمى اكثر من مهر المثل ضمنا ما ادعى مهر المثل (۶) وفي بيع الامانة لم يضمن الراجع في بيع الامانة عن قيمة المبيع صورة المسألة اذا ادعى المشترى انه اشترى العبد بالف وهو يساوى الفين فشهد شاهدان بهذا ورجعا ضمنا الالف وبما قلنا ادعى المشترى حتى ان ادعى البائع الثمن لم يضمنا لان البائع وصى بالقبض وان كان الثمن مساويا للقيمة فلا ضمان لعدم الاتلاف وان كان الثمن اكثر فان كان الادعاء من المشترى فلا ضمان لان المشترى وصى بالزيادة على القيمة وان كان ادعاء من البائع ضمنا المشترى ما ادعاه على القيمة و هذه المسألة غير مذكورة في المتن لان وضع المسألة في المتن فيما اذا كان الادعاء من المشترى هذه عبارة الهداية هكذا وان شهدا بيع فان هذا الكلام انما يتأتى اذا ادعى المشترى ان البائع باع فانكر البائع بيع فشهد الشهود على البيع و ان كان الادعاء من البائع فالبائع يدعى او المشترى منكر فى هذا العبد بكذا و عليه الثمن فانكر المشترى شراء ، فشهد الشهود انه اشترى العبد بكذا و عليه الثمن فالعبارة الصحيحة ان يقال شهدا على اشراء فعلم ان صورة مسألة الهداية فى دعوى المشترى و هما وفق نفرده خاطر

(۵) مقدار مہر کی گواہی سے انحراف

اگر دو شاہدوں نے نکاح زن و شو ہر میں اتنے مہر کے گواہ ہونے کی گواہی دی جو مہر مثل سے کم ہے یا زیادہ ہے تو گواہ ضامن نہ ہوں گے زیادہ ہے کی صورت میں یا شوہر اپنا انکار گواہی دینے کی اس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اس عورت سے زیادہ ہے بعد میں رجوع کر لیا تو اگر مدعی علیہ شوہر ہو گا تو گواہوں نے زیادتی مہر کی جو کچھ زن کی تو اس قدر مہر کی زیادہ مہر مثل ۔ یا مہر شہادت ۔ یا رجوع کرنے والا اگر مدعی زن شوہر ہو تو اس کی طرف سے کوئی زیادتی نہیں تو شوہر پر کچھ ضمان نہیں۔

خلاصہ ۔ حاصل یہ ہے کہ یہاں چھ صورتیں ہیں اس طرح پر کہ مہر کمی یا مہر مثل سے کم ہونے کا یا زیادہ ہونے کا اور ہر صورت میں یا شہادت زوج کی طرف سے ہوئی یا زوجہ کی طرف سے تو تین صورتوں میں گواہوں پر ضمان لازم آتا ہے یعنی مہر کمی کی صورت میں جس کو شوہر نے بیان کیا ہے مہر مثل سے زیادہ ہونے کی صورت میں یا شوہر نے شہادت سے انکار کیا ہے اور باقی پانچ صورتوں میں گواہوں پر کچھ ضمان نہیں۔

(۶) شہادت بیع سے رجوع

اور اگر دو شخصوں نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہے بعد میں کہنے لگا کہ بیع تو کی تھی لیکن ثمن کی مقدار سے زیادہ ہے یا برابر ہے یا کم ہے تو اس دونوں صورتوں میں تاوان نہیں اور تیسری صورت میں جس قدر بائع کا نقصان ہوا ثمن سے اتنا گواہوں سے تاوان دلایا جاوے گا۔ اور جس صورت میں گواہی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہے اس کا تاوان گواہوں سے لیا جاوے گا اور دوسری اور تیسری صورت میں کچھ ضمان لازم نہ آویگا

(۷) رجوع قبل القضاء بقتل أو قطع

وإن رجع قبل القضاء بقتل أو قطع لم يقض، وإن رجع بعد القضاء لم ينقض، وضمن الشاهدان الدية في مال القاتل في ثلاث سنين، وإن رجع أحدهما ضمن نصف الدية، وإن رجع أحد الشاهدين بعد القضاء بالمال ضمن ربعه، وإن رجع قبل القضاء لم يضمن شيئا، وإن رجع أحدهما ضمن ثلث المال، وإن رجع أحد الثلاثة ضمن خمس المال، وإن رجع أحد الأربعة ضمن سدس المال، وإن رجع أحد الخمسة ضمن سبع المال، وإن رجع أحد الستة ضمن ثمن المال، وإن رجع أحد السبعة ضمن تسع المال، وإن رجع أحد الثمانية ضمن عشر المال، وإن رجع أحد التسعة ضمن جزء من أحد عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد العشرة ضمن جزء من اثني عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الأحد عشر ضمن جزء من ثلاثة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثني عشر ضمن جزء من أربعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة عشر ضمن جزء من خمسة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة عشر ضمن جزء من ستة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة عشر ضمن جزء من سبعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة عشر ضمن جزء من ثمانية عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة عشر ضمن جزء من تسعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية عشر ضمن جزء من عشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة عشر ضمن جزء من واحد وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد العشرين ضمن جزء من اثنين وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والعشرين ضمن جزء من ثلاثة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والعشرين ضمن جزء من أربعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والعشرين ضمن جزء من خمسة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والعشرين ضمن جزء من ستة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والعشرين ضمن جزء من سبعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والعشرين ضمن جزء من ثمانية وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والعشرين ضمن جزء من تسعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والعشرين ضمن جزء من ثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والعشرين ضمن جزء من واحد وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثين ضمن جزء من اثنين وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والثلاثين ضمن جزء من ثلاثة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والثلاثين ضمن جزء من أربعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والثلاثين ضمن جزء من خمسة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والثلاثين ضمن جزء من ستة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والثلاثين ضمن جزء من سبعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والثلاثين ضمن جزء من ثمانية وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والثلاثين ضمن جزء من تسعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والثلاثين ضمن جزء من أربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والثلاثين ضمن جزء من واحد وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعين ضمن جزء من اثنين وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والأربعين ضمن جزء من ثلاثة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والأربعين ضمن جزء من أربعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والأربعين ضمن جزء من خمسة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والأربعين ضمن جزء من ستة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والأربعين ضمن جزء من سبعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والأربعين ضمن جزء من ثمانية وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والأربعين ضمن جزء من تسعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والأربعين ضمن جزء من خمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والأربعين ضمن جزء من واحد وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسين ضمن جزء من اثنين وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والخمسين ضمن جزء من ثلاثة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والخمسين ضمن جزء من أربعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والخمسين ضمن جزء من خمسة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والخمسين ضمن جزء من ستة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والخمسين ضمن جزء من سبعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والخمسين ضمن جزء من ثمانية وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والخمسين ضمن جزء من تسعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والخمسين ضمن جزء من ستين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والخمسين ضمن جزء من واحد وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستين ضمن جزء من اثنين وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والستين ضمن جزء من ثلاثة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والستين ضمن جزء من أربعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والستين ضمن جزء من خمسة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والستين ضمن جزء من ستة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والستين ضمن جزء من سبعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والستين ضمن جزء من ثمانية وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والستين ضمن جزء من تسعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والستين ضمن جزء من سبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والستين ضمن جزء من واحد وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعين ضمن جزء من اثنين وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والسبعين ضمن جزء من ثلاثة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والسبعين ضمن جزء من أربعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والسبعين ضمن جزء من خمسة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والسبعين ضمن جزء من ستة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والسبعين ضمن جزء من سبعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والسبعين ضمن جزء من ثمانية وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والسبعين ضمن جزء من تسعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والسبعين ضمن جزء من ثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والسبعين ضمن جزء من واحد وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانين ضمن جزء من اثنين وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والثمانين ضمن جزء من ثلاثة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والثمانين ضمن جزء من أربعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والثمانين ضمن جزء من خمسة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والثمانين ضمن جزء من ستة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والثمانين ضمن جزء من سبعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والثمانين ضمن جزء من ثمانية وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والثمانين ضمن جزء من تسعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والثمانين ضمن جزء من تسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والثمانين ضمن جزء من واحد وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعين ضمن جزء من اثنين وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والتسعين ضمن جزء من ثلاثة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والتسعين ضمن جزء من أربعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والتسعين ضمن جزء من خمسة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والتسعين ضمن جزء من ستة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والتسعين ضمن جزء من سبعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والتسعين ضمن جزء من ثمانية وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والتسعين ضمن جزء من تسعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والتسعين ضمن جزء من مائة جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والتسعين ضمن جزء من واحد ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة ضمن جزء من اثنين ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد الواحد والمائة ضمن جزء من ثلاثة ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد الاثنين والمائة ضمن جزء من أربعة ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثة والمائة ضمن جزء من خمسة ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد الأربعة والمائة ضمن جزء من ستة ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد الخمسة والمائة ضمن جزء من سبعة ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد الستة والمائة ضمن جزء من ثمانية ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد السبعة والمائة ضمن جزء من تسعة ومائة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثمانية والمائة ضمن جزء من مائة وعشرة جزءا من المال، وإن رجع أحد التسعة والمائة ضمن جزء من مائة وأحد عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والعشرة ضمن جزء من مائة واثني عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأحد عشر ضمن جزء من مائة وثلاثة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثني عشر ضمن جزء من مائة وأربعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة عشر ضمن جزء من مائة وخمسة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة عشر ضمن جزء من مائة وستة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة عشر ضمن جزء من مائة وسبعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة عشر ضمن جزء من مائة وثمانية عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة عشر ضمن جزء من مائة وتسعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية عشر ضمن جزء من مائة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة عشر ضمن جزء من مائة وواحد وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والعشرين ضمن جزء من مائة واثنين وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والعشرين ضمن جزء من مائة وثلاثة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والعشرين ضمن جزء من مائة وأربعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والعشرين ضمن جزء من مائة وخمسة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والعشرين ضمن جزء من مائة وستة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والعشرين ضمن جزء من مائة وسبعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والعشرين ضمن جزء من مائة وثمانية وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والعشرين ضمن جزء من مائة وتسعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والعشرين ضمن جزء من مائة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والعشرين ضمن جزء من مائة وواحد وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثين ضمن جزء من مائة واثنين وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والثلاثين ضمن جزء من مائة وثلاثة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والثلاثين ضمن جزء من مائة وأربعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والثلاثين ضمن جزء من مائة وخمسة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والثلاثين ضمن جزء من مائة وستة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والثلاثين ضمن جزء من مائة وسبعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والثلاثين ضمن جزء من مائة وثمانية وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والثلاثين ضمن جزء من مائة وتسعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والثلاثين ضمن جزء من مائة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والثلاثين ضمن جزء من مائة وواحد وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعين ضمن جزء من مائة واثنين وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والأربعين ضمن جزء من مائة وثلاثة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والأربعين ضمن جزء من مائة وأربعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والأربعين ضمن جزء من مائة وخمسة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والأربعين ضمن جزء من مائة وستة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والأربعين ضمن جزء من مائة وسبعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والأربعين ضمن جزء من مائة وثمانية وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والأربعين ضمن جزء من مائة وتسعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والأربعين ضمن جزء من مائة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والأربعين ضمن جزء من مائة وواحد وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسين ضمن جزء من مائة واثنين وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والخمسين ضمن جزء من مائة وثلاثة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والخمسين ضمن جزء من مائة وأربعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والخمسين ضمن جزء من مائة وخمسة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والخمسين ضمن جزء من مائة وستة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والخمسين ضمن جزء من مائة وسبعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والخمسين ضمن جزء من مائة وثمانية وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والخمسين ضمن جزء من مائة وتسعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والخمسين ضمن جزء من مائة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والخمسين ضمن جزء من مائة وواحد وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستين ضمن جزء من مائة واثنين وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والستين ضمن جزء من مائة وثلاثة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والستين ضمن جزء من مائة وأربعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والستين ضمن جزء من مائة وخمسة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والستين ضمن جزء من مائة وستة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والستين ضمن جزء من مائة وسبعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والستين ضمن جزء من مائة وثمانية وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والستين ضمن جزء من مائة وتسعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والستين ضمن جزء من مائة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والستين ضمن جزء من مائة وواحد وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعين ضمن جزء من مائة واثنين وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والسبعين ضمن جزء من مائة وثلاثة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والسبعين ضمن جزء من مائة وأربعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والسبعين ضمن جزء من مائة وخمسة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والسبعين ضمن جزء من مائة وستة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والسبعين ضمن جزء من مائة وسبعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والسبعين ضمن جزء من مائة وثمانية وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والسبعين ضمن جزء من مائة وتسعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والسبعين ضمن جزء من مائة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والسبعين ضمن جزء من مائة وواحد وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانين ضمن جزء من مائة واثنين وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والثمانين ضمن جزء من مائة وثلاثة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والثمانين ضمن جزء من مائة وأربعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والثمانين ضمن جزء من مائة وخمسة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والثمانين ضمن جزء من مائة وستة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والثمانين ضمن جزء من مائة وسبعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والثمانين ضمن جزء من مائة وثمانية وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والثمانين ضمن جزء من مائة وتسعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والثمانين ضمن جزء من مائة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والثمانين ضمن جزء من مائة وواحد وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعين ضمن جزء من مائة واثنين وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والواحد والتسعين ضمن جزء من مائة وثلاثة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والاثنين والتسعين ضمن جزء من مائة وأربعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثلاثة والتسعين ضمن جزء من مائة وخمسة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والأربعة والتسعين ضمن جزء من مائة وستة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والخمسة والتسعين ضمن جزء من مائة وسبعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والستة والتسعين ضمن جزء من مائة وثمانية وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والسبعة والتسعين ضمن جزء من مائة وتسعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والثمانية والتسعين ضمن جزء من مائتين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائة والتسعة والتسعين ضمن جزء من مائتين وواحد جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين ضمن جزء من مائتين واثنين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد ضمن جزء من مائتين وثلاثة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين ضمن جزء من مائتين وأربعة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة ضمن جزء من مائتين وخمسة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة ضمن جزء من مائتين وستة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة ضمن جزء من مائتين وسبعة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة ضمن جزء من مائتين وثمانية جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة ضمن جزء من مائتين وتسعة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية ضمن جزء من مائتين وعشرة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة ضمن جزء من مائتين وأحد عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والعشرة ضمن جزء من مائتين واثني عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأحد عشر ضمن جزء من مائتين وثلاثة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثني عشر ضمن جزء من مائتين وأربعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة عشر ضمن جزء من مائتين وخمسة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة عشر ضمن جزء من مائتين وستة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة عشر ضمن جزء من مائتين وسبعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة عشر ضمن جزء من مائتين وثمانية عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة عشر ضمن جزء من مائتين وتسعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية عشر ضمن جزء من مائتين وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة عشر ضمن جزء من مائتين وواحد وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والعشرين ضمن جزء من مائتين واثنين وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والعشرين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والعشرين ضمن جزء من مائتين وأربعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والعشرين ضمن جزء من مائتين وخمسة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والعشرين ضمن جزء من مائتين وستة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والعشرين ضمن جزء من مائتين وسبعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والعشرين ضمن جزء من مائتين وثمانية وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والعشرين ضمن جزء من مائتين وتسعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والعشرين ضمن جزء من مائتين وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والعشرين ضمن جزء من مائتين وواحد وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثين ضمن جزء من مائتين واثنين وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والثلاثين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والثلاثين ضمن جزء من مائتين وأربعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والثلاثين ضمن جزء من مائتين وخمسة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والثلاثين ضمن جزء من مائتين وستة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والثلاثين ضمن جزء من مائتين وسبعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والثلاثين ضمن جزء من مائتين وثمانية وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والثلاثين ضمن جزء من مائتين وتسعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والثلاثين ضمن جزء من مائتين وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والثلاثين ضمن جزء من مائتين وواحد وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعين ضمن جزء من مائتين واثنين وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والأربعين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والأربعين ضمن جزء من مائتين وأربعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والأربعين ضمن جزء من مائتين وخمسة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والأربعين ضمن جزء من مائتين وستة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والأربعين ضمن جزء من مائتين وسبعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والأربعين ضمن جزء من مائتين وثمانية وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والأربعين ضمن جزء من مائتين وتسعة وأربعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والأربعين ضمن جزء من مائتين وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والأربعين ضمن جزء من مائتين وواحد وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسين ضمن جزء من مائتين واثنين وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والخمسين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والخمسين ضمن جزء من مائتين وأربعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والخمسين ضمن جزء من مائتين وخمسة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والخمسين ضمن جزء من مائتين وستة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والخمسين ضمن جزء من مائتين وسبعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والخمسين ضمن جزء من مائتين وثمانية وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والخمسين ضمن جزء من مائتين وتسعة وخمسين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والخمسين ضمن جزء من مائتين وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والخمسين ضمن جزء من مائتين وواحد وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستين ضمن جزء من مائتين واثنين وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والستين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والستين ضمن جزء من مائتين وأربعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والستين ضمن جزء من مائتين وخمسة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والستين ضمن جزء من مائتين وستة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والستين ضمن جزء من مائتين وسبعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والستين ضمن جزء من مائتين وثمانية وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والستين ضمن جزء من مائتين وتسعة وستين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والستين ضمن جزء من مائتين وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والستين ضمن جزء من مائتين وواحد وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعين ضمن جزء من مائتين واثنين وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والسبعين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والسبعين ضمن جزء من مائتين وأربعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والسبعين ضمن جزء من مائتين وخمسة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والسبعين ضمن جزء من مائتين وستة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والسبعين ضمن جزء من مائتين وسبعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والسبعين ضمن جزء من مائتين وثمانية وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والسبعين ضمن جزء من مائتين وتسعة وسبعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والسبعين ضمن جزء من مائتين وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والسبعين ضمن جزء من مائتين وواحد وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانين ضمن جزء من مائتين واثنين وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والثمانين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والثمانين ضمن جزء من مائتين وأربعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والثمانين ضمن جزء من مائتين وخمسة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والثمانين ضمن جزء من مائتين وستة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والثمانين ضمن جزء من مائتين وسبعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والثمانين ضمن جزء من مائتين وثمانية وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والثمانين ضمن جزء من مائتين وتسعة وثمانين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والثمانين ضمن جزء من مائتين وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والثمانين ضمن جزء من مائتين وواحد وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعين ضمن جزء من مائتين واثنين وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والواحد والتسعين ضمن جزء من مائتين وثلاثة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والاثنين والتسعين ضمن جزء من مائتين وأربعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثلاثة والتسعين ضمن جزء من مائتين وخمسة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والأربعة والتسعين ضمن جزء من مائتين وستة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والخمسة والتسعين ضمن جزء من مائتين وسبعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والستة والتسعين ضمن جزء من مائتين وثمانية وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والسبعة والتسعين ضمن جزء من مائتين وتسعة وتسعين جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والثمانية والتسعين ضمن جزء من ثلاثمائة جزءا من المال، وإن رجع أحد المائتين والتسعة والتسعين ضمن جزء من ثلاثمائة وواحد جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة ضمن جزء من ثلاثمائة واثنين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والواحد ضمن جزء من ثلاثمائة وثلاثة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والاثنين ضمن جزء من ثلاثمائة وأربعة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثلاثة ضمن جزء من ثلاثمائة وخمسة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والأربعة ضمن جزء من ثلاثمائة وستة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والخمسة ضمن جزء من ثلاثمائة وسبعة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والستة ضمن جزء من ثلاثمائة وثمانية جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والسبعة ضمن جزء من ثلاثمائة وتسعة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثمانية ضمن جزء من ثلاثمائة وعشرة جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والتسعة ضمن جزء من ثلاثمائة وأحد عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والعشرة ضمن جزء من ثلاثمائة واثني عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والأحد عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وثلاثة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والاثني عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وأربعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثلاثة عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وخمسة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والأربعة عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وستة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والخمسة عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وسبعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والستة عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وثمانية عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والسبعة عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وتسعة عشر جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثمانية عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والتسعة عشر ضمن جزء من ثلاثمائة وواحد وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة واثنين وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والواحد والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وثلاثة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والاثنين والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وأربعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثلاثة والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وخمسة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والأربعة والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وستة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والخمسة والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وسبعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والستة والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وثمانية وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والسبعة والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وتسعة وعشرين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثمانية والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والتسعة والعشرين ضمن جزء من ثلاثمائة وواحد وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثلاثين ضمن جزء من ثلاثمائة واثنين وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والواحد والثلاثين ضمن جزء من ثلاثمائة وثلاثة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والاثنين والثلاثين ضمن جزء من ثلاثمائة وأربعة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والثلاثة والثلاثين ضمن جزء من ثلاثمائة وخمسة وثلاثين جزءا من المال، وإن رجع أحد الثلاثمائة والأربعة والثلاثين ضمن جزء من ثلاث

شافعی کی ہدایہ میں مسطور ہے) اگر بعد حکم کے فرعی گواہوں نے رجوع کیا تو ان پر ضمان لازم آوے گا اور اگر اصلی گواہوں نے رجوع کیا دو کہا کہ ہم نے فرعی گواہوں کو گواہ نہیں بنایا تھا تو گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہے تو ان پر ضمان نہ ہوگا نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور امام محمد کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہوں نے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہوں پر ہوگا اور امام محمد کے نزدیک مشہور علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے تحصن کا اصلی گواہوں سے لیوے یا فرعی گواہوں سے اور اگر فرعی گواہوں نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انہوں نے غلطی کی تھی اس شہادت میں تو اس قول کی طرف التفات نہ ہوگا مگر کی یعنی جو وہ کہتے ہیں کہ عدالت گواہوں کی بنا ہے اگر اس نے بعد حکم کے رجوع کیا تو ضمان ہوگا نزدیک امام صاحب کے اس لئے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت شہادت ٹھہری اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہ ہوگا۔ (لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے تزکیہ غلط سے کیا تو امام صاحب کے نزدیک بھی ضامن نہ ہوگا)

(۱۰) احصان کے گواہوں کا رجوع کرنا

اگر چار گواہوں نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیوں نے اسکے محصن ہونے پر یا برعکس اور حکم کیا گیا اسکا حد احصان کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضمان دیت نہ دیویں گے۔ (البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کریں تو حد ضامن ہوں گے دیت کے)

(۱۱) غلام کی مشروط آزادی کے گواہوں کا رجوع

اگر دو گواہوں نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا اور وہ امر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ فلاں امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کر دیا اس غلام کی آزادی کا بعد اس کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو تاوان ان دونوں گواہوں پر لازم آوے گا جنہوں نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا (اور جو پچھلے گواہوں نے رجوع کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

کتاب التوکیل

(۱) جاز التوکیل (۲) و هو تفویض التصرف الی غیره و شرطه ان یملکه الموکل الصغیر المنصوب یرجع الی التصرف و الظاهر ان المراد مطلق التصرف فان عبارة الهدایة هکذا و من شرط الوکالة ان یکون الموکل ممن یملک التصرف بان یکون حرا عاقلا بالغا او مأذونا و ان اراد بالتصرف التصرف الذی وکل به لامطلق التصرف یکون قولهما لافرق ابی حنیفة رحمه الله تعالی فان المسلم اذا وکل الذمی بیع الخمر یجوز عنده و یعتله الوکیل و یقصده ای یعقل ان البیع مالک للملک و الشراء جالب له و یعرف العین البیر من الفاحش و یقصد العقد حتی لو تصرف هذا لایقع عن الامر فصح توکیل الحر البالغ و المأذون مثلهما و لو قال کلا منهما لکان اشمل لتناوله توکیل الحر البالغ مثله و المأذون و توکیل المأذون مثله و الحر البالغ و المراد بالمأذون الصبی العاقل الذی اذنه الولی و العبد الذی اذنه المولی و صبیا یعقل و عبد المحجورین و یرجع حقوق العقد الی موکلهما دونهما ای اذا وکل الحر البالغ او المأذون صبیا محجورا او عبدا محجورا یرجع حقوق العقد الی موکلهما و لا یرجع الیهما

کتاب الوکالۃ

وکالت کا جواز

(۱) وکالت کے لغوی معنی

قولہ الوکالۃ وکالت کا لغت سے ماخوذ ہونا ظاہر ہے اور یہ لفظ کفایت کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکفی بہ وکیلا اور اللہ کفایت کرنے والا ہے۔ اور وکالت کو وکالت اس لئے کہتے ہیں کہ وکیل اپنے موکل کے امور کی طرف سے کفایت کرتا ہے اور موکل وکیل کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ اور وکالت کا لفظ حفاظت کے معنی میں بھی آتا ہے اور وکیل کو اسی معنی کے اعتبار سے وکیل کہا جاتا ہے۔ اور وکالت کا لفظ امر کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے وکیل کو وکیل کہا جاتا ہے۔ اور وکالت کا لفظ تفویض کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے وکیل کو وکیل کہا جاتا ہے۔ اور وکالت کا لفظ تسلیط کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے وکیل کو وکیل کہا جاتا ہے۔ اور وکالت کا لفظ تصدیق کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے وکیل کو وکیل کہا جاتا ہے۔ اور وکالت کا لفظ تسلیم

ہے اسی طرح صحیح نہیں ہے توکیل عبد غیر مأذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہے اگر اسلام لایا نافذ ہوگی اور قتل کیا گیا یا دار الحرب میں چلا گیا تو باطل ہوگی اور وکیل شہر سے کہ یا حاقل بالغ عبد مأذون یا صبی مأذون یا عبد گونگا یا صبی گونگا اگر سمجھتا ہو لیکن عبد گونگا اور صبی گونگے نے اگر تصرف کیا وکیل کی طرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن ردبالعیب وغیرہ رجوع کریں گے اصل موکل کی طرف یعنی وکیل سے ان حقوق کی بابت مواخذہ نہ ہوگا بخلاف اور قسم کے عیوب کے کہ ان میں حقوق عقد متعلق ہوتے ہیں اصل عاقد سے جو خود کیں ہے اور حق رجع زیادہ بین شرح وقایہ۔

(۳) بكل مايعقده بنفسه يتعلق بقوله فصح توكيل الحر القن احره وبالخصومة في كل حق ولايلزم ملازعي خصمه (۴) قال بعض المشائخ ان التوكيل بالخصومة بلارضى الخصم باطل عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى صحيح عندهما وقال البعض الاختلاف في اللزوم لا في الصحة و في الهداية اختارهما (۵) الاعمى كي مريض لامكنه حضور مجلس الحاكم او غائب مسيرة سفر و هو الذهاب للسفر وهو ان يكون مشتغلا باعداد عدة السفر و مخترقة لا تعداد الخروج (۶) و باطنه واستيفائه الافي استيفاء حد قذف فانه يصح التوكيل باعطاء كل حق و كذا بقبض كل حق الاانه لا يصح في استيفاء حد قذف و هو قول زفر بخلاف التوكل لشبهة العفو في القصاص و شبهة ان يصدق القاذف في حد القذف و شبهة ان يدعي الملك و لايدعي السرقة

(۳) وہ معاملات جن میں توکیل ہو سکتی ہے

جتنے معاملات موکل خود کر سکتا ہے ان میں دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہے اور بھی پڑھے وکیل کرنا سوال و جواب کے لئے مقدمات میں یعنی مدعی کو درست ہے کہ خصومت اور استیفاء کے لئے توکیل عام کرے جس کو چاہے وکیل کر دے اسی طرح مدعی علیہ کو بھی درست ہے کہ جواب دہی کے لئے جس کو چاہے وکیل کرے۔

(۴) خصومت کیلئے توکیل میں خصم کی رضامندی

ثمن بعض مشائخ کہتے ہیں کہ توکیل مع خصومت کے لئے بغیر رضامندی کی طرف باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صحیح ہے صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہے بلکہ لزوم میں ہے (یعنی صاحبین کے نزدیک بغیر رضائے خصم کے وکالت یک طرفی لازم ہے یہ معنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت زائل نہیں ہو سکتی اور امام صاحب کے نزدیک خصم کی ناخوشی سے وکالت زائل ہو جاتی ہے) اور یہی اختیار فرمایا ہے۔

فائدہ۔ میں چاہتا ہوں کہ اب قول مفتی بہ یہ ہے کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضامندی دوسرے فریق کے درست ہے اور لازم ہے یعنی ہر ایک کو مدعی علیہ اور مدعی میں سے پہنچتا ہے کہ جس کو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہ ہووے اور یہی مذہب ہے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کا اور اختیار کیا ہے اس کو متاخرین نے اور صحیح کہا اس کو نہایہ میں اور اسی پر فتویٰ دیا خلاصہ اور ذخیرہ وغیرہ نے اور بعض فقہاء نے اس کو معروض لیا ہے عرف رائے حاکم کے مختار وکالت بالخصومۃ با جواز اثر

[illegible] کے لئے وکیل بنانے کی ممانعت ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ممانعت ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ ممانعت نہیں ہے۔ ہم نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔

(۵) وہ صورتیں جن میں قسم کی رضامندی ضروری نہیں

اس کو مثال سے سمجھئے کہ زید نے عمرو کو اس بات کی قسم دلائی کہ وہ بکر کو ضرور مارے گا۔ عمرو نے زید سے کہا کہ تم اپنی قسم کو توڑ دو اور میں بکر کو نہ ماروں گا۔ زید نے اس کی بات نہیں مانی اور عمرو کو اپنی قسم پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ عمرو نے بکر کو مار دیا۔ اس صورت میں عمرو کی قسم ٹوٹ گئی اور اس پر کفارہ لازم ہوا۔

قاعدہ: [illegible] جس پر قسم کھائی گئی ہے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔

(۶) تعداد وقسم میں توکیل

[illegible] وکیل بنانا صحیح ہے۔ اور اگر موکل نے وکیل کو ایک سے زیادہ وکیل بنایا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ تصرف کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر موکل نے وکیل کو کسی خاص قسم کے تصرف کا اختیار دیا ہو تو وکیل اس قسم کے تصرف کے علاوہ دوسری قسم کے تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔ مثلاً موکل نے وکیل کو صرف خرید کا اختیار دیا ہو تو وکیل کو بیچنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(۷) وکیل سے متعلق امور کے حقوق

[illegible] وکیل اپنے موکل کے لئے ثابت کرتا ہے [illegible]

[illegible] وکیل کے لئے ثابت ہوتے ہیں [illegible] کے لئے ثابت ہوتے ہیں [illegible] وکیل ہوتا ہے [illegible] وکیل

کے تو وکیل کی تسلیم بیع کا صحیح ہونا طرف مشتری کے قبض ثمن کا ہے ثمن سے یا ابراء کرنا صحیح پر اگر مشتری کا وکیل ہے یا قبضہ کرنے کا ثمن پر اول صورت میں اور ثمن اس سے مانگنے جاوے گی دوسری صورت میں اور اس سے خصومت ہوگی پہلی صورت میں مبیع ملنے کے بیع میں اول صورت میں اور دونوں خصومت کرے گا بائع سے پہلی صورت مبیع ملنے کے دوسری صورت میں اور خصومت کیا جاوے گا شفیع کی بابت اس چیز کے جو اس نے لی ہے جب تک دونوں اس کے قبضہ میں ہے اور جب موکل تسلیم کرلیوے تو جب رد نہ کرے عیب کے سبب سے ہے اس کے ذمہ اور ثمن وکیل کی طرف ہوگی چونکہ وکیل بائع کے اور ثمن نہ ملے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر لیتا ہے۔

قولہ یہ اور مذہب ہے اور زفر ایک امام حنفی رحمۃ اللہ کے سب حقوق راجع ہوتے ہیں طرف موکل کے لیکن جاننا چاہئے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل کے سبب سے ثابت ہوتے ہیں دوسروں پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو وکیل قسم کے حقوق جیسے قبض ثمن مبیع پر وطلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب میں اور پھیر لینا ثمن کا اور صورت استحقاق مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت میں تو اس قسم کے حقوق میں وکیل کو اختیار ہوتا ہے لیکن اس پر تسلیم ان کی واجب نہیں یہاں تک کہ اگر وہ بیزار رہے تو موکل ان افعال پر اس کو مجبور نہیں کرسکتا اس واسطے کہ وہ متبرع ہے ان کاموں میں تو پھر اگر کرسکتا ہے موکل ان کاموں کے لئے اور قریب ہے کہ نہ کرے گا کچھ یہاں اس کا ثواب اختیار ہے میں اور اگر وکیل مرجوع ہے تو اختیار ان حقوق کا اس کے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کئے تو وکیل کریں گے اپنے موکل کے اور امام شافعی کے نزدیک موکل یہ کام کرسکتا ہے بغیر وکیل کے رہنے کے ہوئے یا اس کے وارثوں کے وکیل نے یا یہ بھی تو کہ دیکھیں یا اس کے درست پھر موکل کو وکیل نہ بنادیں اپنی طرف سے واسطے تکمیل ان حقوق کے جب بھی موکل کرسکتا ہے اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان میں وکیل مدعی علیہ رہ جاتا ہے صرف نائی کا تو مدعی کو پہنچتا ہے کہ ان کاموں کے لئے اس پر جبر کرے کذا فی الاصل

(۸) و بنت الملک للموکل انعقاد فلا یعمل قریب و کیل شراء ای فاشتری للوکیل فالاصح ان بنت الملک للموکل ابتداء و عند بعض البشفع بنت الملک اولا للوکیل ثم ینتقل منه الی موکله بسبب عقد یجری بینهما و ان لم یکن ملفوظا مقتضی للوکیل السابق فعلم التصریح الاول انفاذ کل احمدان یشتری قریب من مالک فاشتراه لایعتق عمی الوکیل لانه لم یملکه و علی التصریح الثانی لا یعتق ایضا لانه بنت الوکیل ملک غیر مقرر فلا یعتق

(۸) وکیل کی خرید پر موکل کی ملک کا ثبوت

اور بیسبب وکیل خریدتا ہے اسی وقت سے اسی شے میں ملک موکل کی ثابت ہوتی ہے تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہ ہوگا (اس واسطے کہ) وکیل اس کا مالک نہیں ہوا اور بعض مشائخ کے نزدیک ثابت ہوتی ہے ملک اور وکیل کے لئے پھر اس سے طرف موکل کے منتقل ہوتی ہے اس لئے کہ عقد ان ہی دونوں میں جاری ہوا ہے لیکن اس طریقے پر بھی آزاد نہ ہوگا اس لئے کہ وکیل کے لئے ملک غیر مقرر ثابت ہوتی ہے پس آزاد نہ ہوگا۔

(۹) وحقوق عقد يضيفه الى موكله كتسليم و خلع و صلح عن انكار او دم عمد و عتق على مال و كتابة و هبة و تصدق و اعارة و ايداع و رهن و اقراض تتعلق بالموكل لانه فلا يطالب وكيل الزوج بالمهر ولا وكيل عرس بتسليمها ولا بدل الخلع وللمشتري منع الثمن من موكل بايعه فاذا دفع اليه صح و لم يطالبه بايعه تاما اعلم ان في بعض هذه الامثلة نظر الى انها يضاف الى الوكيل او الموكل اما البيع والاجارة فلاشك انهما مستحبان عن ذكر الموكل فهما من القسم الاول والنكاح والخلع لايستغنيان عنه فيهما من القسم الثاني و اما الصلح فلا فرق فيه بين ان يكون عن اقرار او انكار في الاضافة فان ربها ادعى دارا على عمرو فوكل عمرو وكيلا على ان يصالح بالعمارة فيقول زيد صالحت عن دعوى الدار على عمرو بالعمارة و يقبل الوكيل هذا الصلح ثم الصلح سواء كان عن اقرار او انكار لانه اذا كان عن اقرار يكون كالبيع فيرجع الحقوق الى الوكيل كما في البيع فتسليم بدل الصلح على الوكيل واذا كان عن انكار فهو فداء يمين في حق المدعى عليه فالوكيل سفير محض فلا يرجع اليه الحقوق

(۹) مؤکل کی طرف منسوب امور کے حقوق

اور جو حقوق عقد کے ایسے ہیں کہ وکیل ان کو اپنے مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہے جیسے تسلیم و خلع اور صلح و انکار سے۔

فائدہ: یعنی جب مدعی غائب شہر ہو اور پہلے سے اس کی طرف سے مدعا علیہ میں قرضہ یا دوسرا حق ثابت ہو تو اس سبب سے وکیل اس پر اپنی طرف نسبت نہیں کر سکتا جیسے خلع میں کہ

(۱) اور وکیل مرد سے اور حق بضع مال اور اضافہ ہے اور

بیع اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گروی اور قرض دینا تو ان کے حقوق جن متعلق ہوں گے مؤکل سے نہ وکیل سے تو وکیل تو سپرد نہ طلب کیا جاوے گا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا پڑے گا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زوجہ نے مرد کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زوجہ کو اختیار ہے کہ یا وصف طلب کرے۔ زوجہ کے قیمت خرید کو دیوے اور جو چیز دیدی ہے واپس لے پھر وکیل اس سے طلب نہ کرے۔ (اس واسطے کہ حق حقوق کا وکیل ہے)

باب الوكالة بالبيع والشراء

(۱) الامر بشراء الطعام عنى البر في دراهم كثيرة و على الخبز لي قليلة و على الدقيق في متوسطة و في متخذ الوليمة عمي الخبز بكل حال هذه الوكالة ينبغي ان تكون باطلة لان الطعام يقع على كل ما يطعم فيكون جهالة جسه فاحشة لكن المتعارف في قوله اشتري لي طعاما ان يراد به الحنطة او الدقيق او الخبز (۲) ولا يصح بشراء شيء فحش جهل جنسه كالرقيق والثوب والدابة وان بين قيمته اعلم ان كل شيئين يتحد حقيقتهما و مقاصدهما فيهما من جنس واحد وان اختلفت الحقيقة والمقاصد فيهما من جنسين فان فحش جهالة الجنس بان لم يدر جنسا لحقه احباس كالرقيق فانه ينقسم الى ذكر وانثى و هما في بني آدم جنسان لاختلاف المقاصد ثم كل

مبهما قد قصد به الجمال كما في التركي و قد يقصد به الحدة كما في الهندي وكذا الثوب والدابة فلا يصح الوكالة بشراء هذه الاشياء و ان بين الثمن (۳) الا اذا ذكر نوع الدابة كالحمار والمراد بالنوع ههنا الجنس الاسفل في اصطلاح الفقهاء اطلق عليه النوع لانه نوع بالنسبة الى الاعلى و يسمى في المنطق نوعا اضافيا او تمم الدار والمحلة اللهم مما فحش جهالة جنسه فلا يبدان يبين لسمها و محلتها و صح شراء شيء علم جنسه لاصفة كالشاة والبقر فانهما جنس واحد لا تحاد المقصود والمنفعة فلا احتياج الى بيان الصفة كالسمن والهزال

فائدہ (۱) وکیل یا موکل کی طرف نسبت والے امور کی پہچان

جاننا چاہئے کہ بعض مقامات میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ منسوب ہوتی ہیں طرف وکیل کے یا موکل کے لیکن نفع اور نقصان تو ملتا نہیں اس میں کسی کو اور مستغنی ہیں وکیل کے ذکر سے تو دو پہلے قسم اول میں سے ہیں اسی طرح ثمن اور ثمن مؤجل کے ذکر سے مستغنی نہیں تو وہ قسم ثانی میں سے ہیں لیکن صحیح اور مذہب علیہ کے اقرار کی صورت میں ہو اسے یا انکار کی حالت میں بخلاف ثمن کے دونوں صورتوں اطلاقت میں یعنی دونوں قسموں میں اس کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں مثلاً کپڑے یا جانور یا ایسے کہ کا مرچنٹ مراد نے وکیل کیا ایک شخص واسی وقت کا کہ خرید کرلے تیرے لئے بھتیجا ایک سو روپیہ کے اور زید نے ان روپیوں پر صلح کی عمر نے قبول کر لیا تو صلح تمام ہو جائے گی برابر ہے کہ عمر نے اتفاق زید کا مقرر کیا ہو یا منکر اس بات کا اگر منکر ہو مقر ہے تو صلح مثل بیع کے ہے تو حقوق اس کے تابع ہوں گے طرف مکتفی کے جیسے بیع میں تو جو مال صلح کا تسلیم لینا وکیل پر لازم آوے گا اور اگر مدعا علیہ منکر ہے تو وہ عوض ہے عمر کا حق میں مدعا علیہ کے یعنی مدعا علیہ نے سو روپیہ دے کر طلاق سے اپنے تئیں چھڑایا تو وکیل خود مختص ہے تو دہ واجب ہوں گے حقوق اس کی طرف واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ (۲): قرض کے لئے وکیل کرنا

وکیل کرنا قرض لینے چیز ہرست نہیں ہے تا کہ کسی سے قرض مانگ کر ایک شخص کو وکیل کیا اس کے قبضے کے لئے درست ہے۔

باب خرید و فروخت کیسے وکیل کرنے کے بیان میں

(۱) طعام کے لئے توکیل

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کہ کچھ روایم لے کر خرید لا تو دو روایم خریدے (مثلاً دس روایم یا زیادہ) تو مراد معاملہ سے یہ ہوں دس کی (یا جتنی سے مرکب کے عرف پر تھا جب میں طعام کا عرف کیلوں پر ہے تو جو مراد ہو کے اوپر اثر دار قبیلی ہے (جیسے تین روایم) یہ تو مراد اس سے روپئی ہوگی تین روایم جو متعارف ہے بیچنے والوں میں یعنی قلیل نہ کثیر (جیسے تین اور دس کے بیچ میں پانچ چار یا پانچ دفعہ) تو تمام روایم ہوں گے۔

فائدہ: اوپر ان مسائل کی یہ ہے کہ جب موکل نے دراہم کثیرہ دیئے تو معلوم ہوا کہ غرض اس کی نہیں طعام سے بلکہ غرض کا کچھ ہونا ایک مدت طویلہ تک ہو سکے اور آنا مدت طویلہ کا نہیں روز تک دو روز کی مدت متوسط تک روپئیں سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اس کی ثمنوں میں اور جب قلیل دراہم دیئے تو معلوم ہوا کہ اپنی چیز مراد ہے جو کہ فضل کھائی جاوے وہ روئی ہے اور جب ظاہر ہوا دراہم دینے سے مراد آنا ہوگا کیونکہ وہ

متوسط ہے درمیان میں روئی اور پشمیوں کے باقی رہتے ہیں۔
۲: جیسے جو سکل نے بکوت دیہ کی تو مراد روئی ہوئی ہوجاں میں۔

فائدہ:۔ کیونکہ لوگ اس کے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں منتظر کھڑے ہے اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد اس کی خلاصہ سے الگی چیز ہے جس سے سردست کاروائی ہو سکے۔

(۲) مجہول جنس کی خرید کیلئے وکالت

اور توکیل نہیں صحیح ہے اس چیز کی خرید کے لئے جس کی جنس میں جہالت فاحشہ ہو جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگر چہ قیمت اس کی بیان کر دیوے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت اور اس سے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس میں داخل ہیں جیسے گیہوں قربانی کے جن میں اور اگر ان کی حقیقت اور غرض مختلف ہو جیسے انسان اور جانور یا حقیقت غرض مختلف ہو جیسے مرد اور عورت تو وہ چیزیں علیحدہ علیحدہ جنس سے ہیں اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اس کے نیچے اور اجناس ہوویں جیسے بردہ اس میں غلام اور لونڈی دونوں داخل ہیں اور یہ دونوں الگ الگ جنس ہیں۔ باقی آگے میں کیونکہ ہر ایک کے منافع اور اغراض مختلف ہیں مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کا کام مقصود ہیں اور لونڈی سے ولی اور اندرونی کام مقصود ہیں بلکہ ہر ایک میں بھی اغراض پھر مختلف ہیں جیسے غلام ترکی میں حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی میں خدمت اسی طرح ثوب یعنی کپڑا اور جانوروں میں مجہول ہیں حیوانات فاحشہ تو ان چیزوں کی خرید کرنے کے لئے وکیل کرنا درست نہیں ہے اگر یہ قیمت بیان کر دیوے جاوے جب تک اس کی نوع بیان نہ کرے ندائی الاصل مع زیادہ۔

(۳) نوع کی تعیین سے توکیل کا صحیح ہو جانا

البتہ اگر جانور کی نوع بیان کر دیوے جیسے گھوڑا یا گھر کی قیمت اور محل بیان کر دیوے تو درست ہے۔

فائدہ:۔ اسی طرح اگر گھوڑا کہہ دیا یا خچر تو توکیل درست ہو جاوے گی تو اگر موکل نے تعین بھی بیان کر دی تو بہتر ہے ورنہ وکیل جس طرح کا گھوڑا یا گھر خرید لاوے گا موکل کو پسند پڑے گا۔

---

(۳) ويصح بشراء شيء جهل جنسه من وجه كالعبد و ذكر نوعه كالتركي الا تعين عين نوعا العبد مطلوب الجنس من وجه لكن من حيث المنفعة والجمال كانه اجناس مختلفة فان بين نوعه كالتركي يصح الوكالة وكذا الدابين شما و يكون الشخص بحيث يعلم عنه النوع (۵)
وبشراء شيء بدين له على وكيله المراد بالعين الشيء العيني وفي غير عين ان هلك في يد الوكيل هلك عليه فان لقضه امره فهو له اى امره ان يشتري بالالف الذى له على المامور عبدا ولم يعين العبد فاشتراه تمت في بدالمامور فهلك عليه ولايصير للامر الا ان يقبضه وهذا عندابي حنيفة بناء على ان الوكالة لم يصح لان الدراهم والدنانير تتعين في الوكالات فيكون الشراء مقيدا بذلك الدين فيصير تمليك الدين من غير من عليه الدين بالتوكيل ذلك الغير و هذا لايصح بخلاف مااذاكان العبد معينا فان البائع يصير حينئذ وكيلا بقبض الدين فيصح تمليك الدين و عندهما اذا قبض المامور يصير ملكا للامر لان الدراهم و

الدابر لم تعين فلم يقبله التوكيل بالدين فصحت الوكالة فيكون تلامر وجوابه ملحق بها تعين في الوكالات فانه اذا قبله الوكالة بها عينا كانت اردبها فهلكت او سقط الدين تبطل الوكالة

(۴) مجہول الوصف کی خرید کیلئے توکیل

اسی طرح اگر خریدنی جنس خاص معلوم ہو وے اور اس کی صفت معلوم نہ ہو تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے کاغذ یا کپڑے کے اگرچہ اس کی صفت بیان نہ کی ہو دلی ہووے یا عمولی ہو جس ایک وجہ سے معلوم ہووے ہو دوسری وجہ سے کیونکہ جیسے غلام جب اس کی نوع یعنی ترکی ہندی یا تھن اس کا اس طرح پر کہ اس سے نوع معلوم ہو جاوے بیان کرے تو درست ہے۔

(۵) قرضہ کے عوض چیز کی خرید کیلئے توکیل

زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلاں غلام تھن تو مجھے خرید دے

(۶) وشراء نفس المامور من سيده: اى قال بعني نفسي لفلان فباع قال له قتل لفلان عتق على المولى اى اذا قال رجل لعبد اشتري نفسك من مولاك فالعبد ان قال لمولاه بعني نفسي لفلان فباع يقع عن الامر وان لم يقل لفلان عتق على المولى فان فيه الوكيل بشراء شيء معين اذا اشتراه من عمران يضيف الى الامر يقع عن الامر فلنا الوكيل اذا امر بتصرف من حيث امر وهو العتق على مال و في عتق هذا يقع عن الوكيل (ح) و هي شراء نفس الامر من سيده حالف دفع ان قال لسيده اشتريه لنفسه فباعه عتق عليه و ان لم يقل لنفسه كان للوكيل و عليه ثمنه والالف لسيده اى اذا قال عبدلرجل اشتري لي نفسي من مولاني حالف و دفعها اليه فقال الوكيل اشتريه لنفسه فباعه يكون اعتاقاعلى مال وان لم يقل لنفسه كان الشراء واقعا من الوكيل فيكون الثمن على المشتري و هذا الالف للمولى لانه كسب عبده

(۶) غلام کو خود اپنی خرید کیلئے وکیل بنانا

اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئیں خرید لے میرے لئے اپنے مولیٰ سے اور غلام نے فلاں سے کہا کہ

اس ہزار روپیہ کے بدلے میں جو میرے تجھ سے آتے ہیں تو صحیح ہو جاوے گی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس کچھ مال لے کر آوے تو وکیل کے ذمہ کچھ نہ آوے گا اور اگر زید نے یہ کہا ہو کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خرید دے۔ (یعنی غلام کو معین نہ کیا) اس ہزار کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر آتے ہیں اور عمرو نے ایک غلام ترکی خریدا اور قبل اس بات کے کہ زید کو وہ غلام تو لے کر دے عمرو کے پاس ہلاک ہو گیا تو وہ عمرو کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام زید نے قبضہ کر لیا عمرو سے تو زید کا ہو جاوے گا۔

فائدہ۔ یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ کتب دونوں کی مذکور ہے اصل میں اور ہدایہ میں۔

تو مجھ کو میرے ہاتھ فلانے کے لئے۔ تو مولیٰ نے کہا تو وہ غلام اس شخص کا وکیل ہو جاوے گا جس نے حکم کیا تھا (اس واسطے کہ غلام غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لئے ہو سکتا

ہے) اور جو غلام نے مالک سے التجا کی کہ بیع تو مجھ کو میرے ہاتھ اور قیمت کے لئے دے کہ آزاد ہو جاوے گا۔ (اور شمن اس غلام پر لازم آوے گا)

(۷) غلام کا اپنی خرید کے لئے وکیل بنانا

اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے میرے مولیٰ سے بدلے میں ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اس شخص کو دیئے تو آزاد شخص مولیٰ سے پھر لے گا کہ

(۹) فان قال اشتریت عبدا للآمر فعلت و قال الآمر بل لنفسک صدق الوکیل ان کان دفع الآمر الثمن و الافلاامر ای امر رجلا بشراء عبد بالف فقال الوکیل قد فعلت ومات العبد عندی و قال الامر اشتریت لنفسک فان کان دفع الآمر الثمن فالقول للوکیل و ان لم یدفع فالقول للآمر و علل فی النهایة فیما اذا لم یدفع الآمر الثمن بان الوکیل اخبر بامر لایملک استیفاءه و فیما اذا دفع الثمن بان الوکیل امین یرید الخروج عن عهدة الامانة فقول کل واحد من المعللین شامل للصورتین فلا یتم به الفرق بل الاظهر التعمیم لهما اخبر هو ان فیما اذا لم یدفع الثمن علی الآمر و هو ینکر و القول للمنکر وفیما اذا دفع الثمن یدعی الآمر الثمن علی المامور و هو ینکره فالقول للمنکر (۹) وله الرجوع بالثمن علی الآمر دفعه الی بایعه او لا ای للوکیل بالشراء الرجوع بالثمن علی الآمر سواء دفع الوکیل الثمن الی بایعه او لم یدفعه جعلوا هذه المسألة مبنیة علی انه یجری بین الوکیل والموکل مبادلة حکمیة فیصیر الوکیل بالخاص موکله فله مطالبة الثمن و ان لم یدفع الی بایعه

میں اس غلام کو تجھ کے لئے خرید کرتا ہوں اور مولیٰ نے بیچ کی تو آزاد ہو جاوے گا۔ غلام اور بائع کہے کہ میں اس کو اپنی کے لئے خریدتا ہوں تو وہ مشتری کا غلام ہو جاوے گا اور ثمن کے روپے اس شخص پر لازم آویں گے۔ اور جو ہزار غلام نے اس کو دیئے تھے وہ مولیٰ کے ہوں گے اس واسطے کہ وہ کمائی اس کے غلام کی ہے (تو اسی کی ملک ہوگی اور مشتری مولیٰ سے اس کے ہزار روپے اپنے پاس سے بدلت ثمن لے گا)

(۸) موکل و وکیل میں اختلاف

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرے لئے ایک غلام خرید دے بعد اس کے عمرو نے کہا کہ میں نے غلام تیرے لئے خرید لیا تھا اور تیرے پاس آ کر مر گیا اور زید یہ کہتا ہے کہ وہ غلام تو نے اپنے لئے خریدا تھا تو اس صورت میں اگر زید عمرو کو دام دے چکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا اور نہ قول زید کا۔

(۹) موکل سے ثمن کی وصولی کا حق

وکیل نے جب موکل کیلئے ایک شے خریدی تو وہ اپنے موکل سے دام اس کے لے لینا ہے تاوقتیکہ وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہو اور وکیل کو پہنچتا ہے کہ وہ اپنے موکل کو نہ دیوے جب تک اس سے دام وصول نہ کر لے اگر بیچا اس نے دام بائع کو ابھی نہ دیئے ہوں تو اگر وہ شے ہلاک ہو گئی وکیل کے پاس قبل اس کے روے رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال میں سے ہلاک ہوگی (یعنی موکل پر اس کا ثمن لازم آوے گا) اور ثمن اس کا ساقط ہوگا۔

(۱۱) وله حبس المبيع على سبيل التقاص ان لم يؤد الثمن حالا ما لم يؤجل البائع الثمن او يسلم المبيع او يبرئه من الثمن او يشتريه بنقد او يهبه ويسلمه او يرهنه ويسلمه او يؤجره او يستأجره او يوصي به او يزوجه او يكاتبه او يستوهبه او يستأجره او يستعيره او يستقرضه او يستأجره ليعمل فيه عملا او يستأجره ليحمل له شيئا الى مكان معين او يستأجره ليركب دابة او يستأجره ليذهب به الى مكان معين او يستأجره ليذهب به ويرده او يستأجره ليذهب به ويرده من مكان معين الى مكان معين او يستأجره ليذهب به ويرده من مكان معين الى مكان معين ويرده

والاالف ملك الموكل او على اى قال اشتريت مالك مطلق من غير ان يضيفه بالف خر ملك الموكل لكن يوى الشراء فلامر يكون للامر (۱۳) وبطل الصرف والسلم بمفارقة الوكيل دون امره صورة السلم ان يوكل رجلان بشرى له كر بر بعقد السلم و لس السيد الوكيل بسع الكر بعقد السلم لان هذا لايجوز اذا الوكيل بسع طعامافى ذمة على ان يكون التسليم بعهرة و لا يضرته فى السرع و انما يعتبر مفارقة الوكيل لان العاقد هو الوكيل

(۱۲) غیر معین چیز کی خرید کے وکیل کی خرید کردہ چیز کی ملکیت

اور اگر کسی نے وکیل کیا دوسرے کو اس لئے کہ خرید لے کسی چیز کو معین سے تو اگر وکیل نے مخالفت کی موکل کے حکم کے خلاف کسی چیز کی تو وہ چیز موکل ہی کی ہوگی اور اگر خلاف کیا وکیل نے کسی بات کا جو خلاف نہ تھی مگر دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ موکل نے کسی کو حکم کیا ہو کہ آپ قسم سے مثلاً کہا تھا کہ دو بیلوں کے یا گھوڑوں کے جوڑے میں خرید لا اور وکیل نے دو ہی کی قسم کے جوڑے میں خرید لیا موکل نے کسی طرح کا نام نہ لیا ہو اور وکیل نے دو بیل خریدے ہوں کسی کے بدلے میں زیادہ قیمتی یا کم قیمت کے تو اس میں جو بیل کم قیمت ہیں یا زیادہ قیمتی ہیں وہ موکل ہی کے لئے ہوں گے اور اگر دو بیل خریدے ہوں ایک ہی قیمت کے اور ایک بیل کم قیمت کا ہو اور ایک زیادہ قیمتی ہو تو اس میں اختیار ہے موکل کو چاہے اس کو لے لے چاہے اس کو چھوڑ دے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے اپنے لئے خریدا ہے تو وکیل ہی کی ہوگی اور اگر موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو حکم نہیں کیا تھا تو بھی وکیل ہی کی ہوگی اور اگر موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو حکم کیا تھا تو موکل کی ہوگی اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے موکل کے لئے خریدا ہے

بدرهم فاشترى منين بدرهم صباغ من بدرهم لزم موكله من بنصف درهم هذا عند ابي حنيفة وعندهما بلزمه ثلثا درهم لان الموكل امره بصرف الدرهم إلى الخبز فصرف وزاده خيرانه وله انه امره بشراء الثوب وانما قال سنباع من بدرهم حتى لو اشترى الصباغ من بدرهم من نفسه يكون لنفسه وفقا للوكيل لان الامر امره بشراء الخبز ساوى من منه بدرهم لا اقل منه

(۱۴) وکیل کا خریدنے کے بعد وکالت سے انکار

اگر مشتری نے خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ تیرا مال فلاں کے لیے خریدتا ہوں اور اس نے بیچ بعد اس کے مشتری نے انکار کیا اس بات کا کہ خریدے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم یا اجازت دی اس کا معتبر نہ ہوگا اور لازم ہے اس پر کہ خریدے کیونکہ خریدتے وقت اقرار کر چکا ہے زید کے لیے خریدنے کا پس ایک امر میں دو کی تصدیق نہ ہوگی تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی تو ہوگیا ہے اس کا حکم ورنہ نہیں ہوا ہے یہ فتوی امام کے قول پر ہے۔

(۱۵) موکل کے بتاتے ہوئے وزن اور قیمت میں تخلف ہوجانا

زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لیے گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدے عمرو نے فی روپیہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحب کے نزدیک زید پر گوشت کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک زید پر کل گوشت لینا لازم ہے۔ (اور فتوی امام کے قول پر ہے)

(۱۶) فان امره بشراء عبدين عينين بالف فشرى احدهما او شراهما بالف وقيمتهما سواء فشرى احدهما بنصفه او باقل صح وبالاكثر لا الا اذا اشترى الآخر بباقي الثمن قيد بالخصوصة اى اذا امر بشراء عبدين معينين فان لم يذكر الثمن فشرى احدهما بقع على الامر لان التوكيل مطلق رفقا لا يتفق الجمع بينهما وان سمى ثمنهما بان قال اشتر هذين العبدين بالف و قيمتهما سواء فشرى احدهما بالنصف او باقل صح عن الامر وان اشترى باكثر من النصف لا يقع عن الآمر بل يقع على الوكيل الا اذا اشترى الآخر بباقي الثمن قيل الخصوصة لان المقصود حصول العبدين بالف وعبدهما اى اشترى احدهما باكثر من النصف ممايتغابن الناس فيه و لم يبق من الثمن مايشترى به الآخر يقع عن الامر

(۱۶) دو معین غلاموں کی خرید کیلئے وکیل بنانا

اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید لا قیمت ان کی برابر ہے پس وکیل ایک غلام ان دونوں میں سے اس کے لیے خریدے تو صحیح ہے اور اگر ان دونوں کو خریدے تو صحیح ہے بشرطیکہ ہر ایک کو ہزار روپیہ میں خریدے کہ کہے دونوں کی قیمت ہزار ۱۰۰۰ ہے پھر ایک کو وکیل پانچ سو یا کم خرید کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانچ سو سے زیادہ کو خریدے تو نہیں صحیح ہے جائب وکیل سے بلکہ یہ مول لینا رہے گا اس کے ہوا ہاں اگر موکل نے

(۱۶) قال فان اشتریته بالف وقال هو لی بعشرة فالقول قول الآمر مع یمینه لانکار الآمر صدق ما وجد عن ما وجد والاقل الآمر ان اعطاه الآمر بالف وقال اشتریته لی بخمسة فی بخمسة وقال اشتریته بالف وقال الآمر اشتریتها بخمسمائة صدق الوکیل ان ساوی المبیع الاقل وان لم یساوه صدق الآمر لانه اقر بشراء جاریة بالف والوکیل لا یملک الشراء بالعین فانتفی فلا یقع عن الآمر بل یقع عن الوکیل وان کم یکن الله ویساوی خمسمائة صدق الآمر وان ساوی الفا حلفا ان قال اشتریتها جاریة بالف ولم یعط الالف وقال الجاهور اشتریتها بالالف وقال الآمر بل بخمسمائة فان کان قیمتها خمسمائة صدق الآمر وکذا ان کانت اکثر من خمسمائة واقل من الف لتهور المخالفة لان الآمر قطع بشراء جاریة تساوی الفا بالف وان کانت قیمتها الف تحالفا لان الوکیل والوکیل مسئولة البیع والمشتری قال مخالفة یفسخ البیع بینهما وبقی المبیع للوکیل وعلیه ان اشتراه بقوله صدق فی جمیع ما ذکر للمدعی بغیر الحلف (۱۷) وکذا فی بعض لو یسمه لا تحالفا وان اختلفا فی قبضه وان صدق البائع المامور فی الاظهر تحالفا لان الثمن یجب فی ذمة العبد ولم یسمه فیتحالفان فقال اشتریته بالف وقال الآمر بل بخمسمائة تحالفا وان صدق البائع المامور وقد قال عبد الآمر فی صورة تصادق البائع المامور فقد قیل لا تحالف بل القول للمامور مع الیمین لان التحالف یرتفع بتصدیق البائع فلا یجری التحالف بتکذیب الاظهر ان یحالف وهذا قول الامام ابو منصور الماتریدی لان البائع بعد ما سلم المبیع للآمر یدعی علیهما وایهما حلف سقط حق البائع فلا یصدق علیه

(۱۶) اگر (وکیل نے) کہا میں نے اسے دس میں خریدا ہے اور (آمر نے) کہا تو نے اسے پانچ میں خریدا ہے تو آمر کا قول معتبر ہوگا اگر اس نے وہ چیز پانچ سو میں بیچی ہو یا اس سے کم میں اور اگر اس نے اسے ہزار میں بیچا ہو تو وکیل کا قول معتبر ہوگا اگر آمر نے اسے ہزار میں دیا ہو اور وکیل نے کہا میں نے اسے پانچ سو میں خریدا ہے اور آمر نے کہا تو نے اسے ہزار میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا میں نے اسے پانچ سو میں خریدا ہے تو اگر اس کی قیمت پانچ سو ہو تو وکیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار ہو تو آمر کا قول معتبر ہوگا اور اگر قیمت ان کے درمیان ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اگر وکیل نے کہا میں نے اسے ہزار میں خریدا ہے اور اس کی قیمت ہزار ہو اور آمر نے کہا تو نے اسے پانچ سو میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا میں نے اسے ہزار میں خریدا ہے تو اگر اس کی قیمت پانچ سو ہو تو آمر کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار ہو تو وکیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر قیمت ان کے درمیان ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اگر وکیل نے کہا میں نے اسے ہزار میں خریدا ہے اور آمر نے کہا تو نے اسے پانچ سو میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا میں نے اسے ہزار میں خریدا ہے تو اگر اس کی قیمت پانچ سو ہو تو آمر کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار ہو تو وکیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر قیمت ان کے درمیان ہو تو دونوں قسم کھائیں گے

(۱۷) قیمت میں موکل و وکیل کا اختلاف

اگر وکیل نے کہا میں نے اسے دس میں خریدا ہے اور آمر نے کہا تو نے اسے پانچ میں خریدا ہے اور اس کی ایک لونڈی فروخت کر دی ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اسے دس میں خریدا ہے اور اس کی قیمت پانچ سو ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اسے ہزار میں خریدا ہے اور اس کی قیمت ہزار ہے تو اگر اس کی قیمت پانچ سو ہو تو آمر کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار ہو تو وکیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر قیمت ان کے درمیان ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اگر وکیل نے کہا میں نے اسے ہزار میں خریدا ہے اور آمر نے کہا تو نے اسے پانچ سو میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا میں نے اسے ہزار میں خریدا ہے تو اگر اس کی قیمت پانچ سو ہو تو آمر کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار ہو تو وکیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر قیمت ان کے درمیان ہو تو دونوں قسم کھائیں گے

فائدہ: یعنی اور جہاں جہاں لکھا ہے کہ قول اس کا معتبر ہوگا مراد اس سے یہ ہے کہ بلا حلف معتبر ہوگا ورنہ حلف میں ہے کہ ایسے ہی کہا ابن الکمال اور ملا خسرو نے درر میں صفۃ لصدر والشریعۃ یعنی مصنف شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا والی نے کہ یہ تحریف ہے اور مخالف ہے عقل و نقل کے اور صواب یہی ہے کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی۔

(۱۸) غلام کی قیمت میں وکیل و موکل کا اختلاف

اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنے کا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کو اور ثمن اس کا بیان نہ کیا جب عمرو نے اس کو خریدا اور کہا کہ میں نے اس کو ہزار درہم میں خریدا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں تو نے پانچ سو کو خریدا ہے تو دونوں سے حلف لیا جاوے گا اگر یہ بائع وکیل ہوں کی تصدیق کرے پھر اگر دونوں حلف کر لیں گے تو غلام بکر ہی پر پڑے گا اور بعضے فقہا یہ کہتے ہیں کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اس صورت میں دونوں سے حلف نہ لیا جاوے گا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاوے گا لیکن ظاہر تو یہ ہے کہ دونوں سے حلف لیا جاوے گا اور یہی قول ہے امام ثانی کا صورما تریثی کا۔

فائدہ: طحطاوی میں ہے کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہے قاضی خاں نے فیما للفقیہ ابی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو صحیح میں اختلاف ہے اگلی اس صورت میں قاضی کو مناسب ہے کہ متون کی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کرے بقسم پر وکیل کی تو بھی درست ہے واللہ اعلم۔

فصل (۱۲) لا يصح بيع الوكيل وشراؤه ممن ترد شهادته له هذا عند ابي حنيفة و عندهما يجوز ان كان بمثل القيمة الا من عبده او مكاتبه (۲۰) وصح بيع الوكيل بما قل او كثر والعرض والنسيئة هذا عند ابي حنيفة و عندهما لا يصح الا بما يتغابن الناس فيه ولا يصح الا بالدراهم والدنانير لان المطلق ينصرف الى المتعارف والمراد بالنسيئة البيع بالثمن المؤجل وعندهما يفيد باجل متعارف و بيع نصف ما وكل ببيعه هذا عند ابي حنيفة و عندهما لا يجوز الا ان يبيع الباقي قبل ان يختصما لئلا يلزم ضرر الشركة (۲۱) واخذه رهنا و كفيلا بالثمن فلا يضمن ان ضاع في يده او نوى ما عليه الكفيل الضمير ضاع يرجع الى الرهن و صورة النوى ان يرفع الحادثة الى قاض يرى براءة الاصيل بنفس الكفالة كما هو مذهب مالك رحمه الله تعالى فحكم ببراءة الاصيل ثم مات الكفيل مفلساً

فصل: وہ لوگ جن سے وکیل خرید و فروخت نہیں کر سکتا (۱۹) وہ آدمی جس سے وکیل کا بیع و شراء ممنوع ہے

صحیح نہیں ہے وکیل کو بیع و شراء کرنا ایسے شخص سے کہ جس کے واسطے گواہی اس کی مقبول نہیں ہوتی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اگر قیمت بازاری سے بیع و شراء کرے گرانے غلام اور مکاتب سے درست نہیں۔

(۲۰) وکیل کیلئے بیع کی صورتیں

اور صحیح ہے وکیل کی بیع تھوڑی اور بیش قیمت سے اور بدلے میں اسباب کے اور اوھار اور کل اسباب میں سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

(۴۱) وکیل بالبیع کا مشتری سے ثمن یا ضمانت لینا

(۴۲) وليس للوكيل بالبيع أن يقبض الثمن فإن قبض فتلف في يده فلا ضمان عليه ولا عهدة على الموكل في حق المشتري حتى لو استحق المبيع أو وجد به عيب فرده بقضاء أو بغير قضاء على الوكيل رجع المشتري بالثمن عليه ولا يرجع الوكيل على الموكل بشيء من ذلك (۴۳) وإن خاصم المشتري الوكيل فأقام البينة أن المبيع كان لفلان وأن الموكل باعه بأمره وقضى القاضي بذلك على الوكيل فإنه لا يرجع بما ضمن على الموكل

(۴۲) اور وکیل بالبیع کو ثمن قبض کرنے کا اختیار نہیں ہے پس اگر قبض کرلیا اور وہ ثمن وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوگیا تو وکیل پر کچھ ضمان نہیں ہے اور نہ موکل پر مشتری کے حق میں کچھ عہدہ ہے حتی کہ اگر مبیع مستحق نکل آئی یا اس میں کوئی عیب نکلا اور مشتری نے قاضی کے فیصلہ سے یا بغیر فیصلہ کے اس کو واپس کردیا تو مشتری وکیل سے ثمن واپس لے لے گا اور وکیل موکل سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے

(۴۳) اور اگر مشتری نے وکیل پر دعوی کیا اور اس نے گواہ پیش کردیئے کہ مبیع فلاں شخص کی تھی اور موکل نے اس کو بیچنے کا حکم دیا تھا اور قاضی نے وکیل پر ڈگری کردی تو وکیل موکل سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے

(۴۲) وقضية مسألة الوكيل حمل الفيئة وبريادة بعض الثمن فيه وفي ما يقوم مقامه (۴۳) وإن خاصم المشتري الوكيل فأقام البينة على شراء الغلام منه وقضى القاضي بذلك على الوكيل ولا يرجع الوكيل على الموكل بشيء من ذلك لأن الوكيل بالبيع والشراء يتقيد بالثمن المسمى فيما يرجع إليه وهو أن له المطالبة بالثمن ليسلم له المبيع وقبله على ما مر وكل ولاية تقيد فيما يرجع إلى الأمر بشيء لا تتقيد بمثله فيما لا يرجع إلى الأمر بشيء كالوكيل بالبيع بالنقد (۴۴) والوكيل بالبيع يملك قبض الثمن فإن هلك في يده هلك بما فيه من الثمن ولا يهلك على الموكل حتى لا يطالب به الوكيل ولا يرجع الوكيل على الموكل بشيء من ذلك لأن الوكيل بالبيع أمين في حق الثمن فيما يرجع إلى الموكل حتى لا يضمن إلا بالتعدي أو بالمنع بعد المطالبة وهو أمين في حق المشتري فيما يرجع إليه حتى لا يضمن إلا بالتعدي أو بالمنع بعد المطالبة وهو أمين في حق المشتري فيما يرجع إليه حتى لا يضمن إلا بالتعدي أو بالمنع بعد المطالبة

(۲۲) وکیل بالشراء کے لئے ثمن کی حد

وکیل بالشراء مطلق کو لازم ہے کہ برابر قیمت و برابر چیز میں سودا کرے اور زیادہ قیمت دینے والوں کی قیمت میں آپ جائے۔

فوائد: یعنی کسی چیز کو خریدنے والے سے زیادہ کی قیمت دینی ہو تو وکیل کا کہنا ان میں سے کسی کے قول کے برابر ہوگا یہ ہے کہ سب کے قول سے زیادہ ہو۔

(۲۳) وکیل کا آدھی چیز خریدنا

اگر اپنے بیچنے کو وکیل کیا اور اس نے دو چیز آدھی آدھی خریدی تو خریدار شریک ہوگیا اور اگر دو چیز خریدنے کو وکیل کیا تھا تو ایک چیز خریدی تو مول لینے والے پر لازم ہوگی۔

(۲۴) وکیل کا عیب کے سبب چیز لوٹانا

اگر وکیل نے ایک شے کو بیچا پھر مشتری نے عیب کے سبب سے وہ شے وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہے کہ تاریخ بیع سے اخیر پیشی تک ظاہر ہوا تو بیع موقوف ہے پھیر دینے پر ایک اگلی مانند فسخ ہوگا تو وکیل اس کو اپنے موکل پر رد نہ کرے بلکہ مشتری موکل پر دعوی سے دلا دے یا اقرار کرا لے اور اگر عیب ایسا ہے کہ وکیل اس کے اس وقت میں پیدا ہونا جانتا ہے تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہوں سے یا اقرار سے ثابت کر دیا ہے تو وہ وکیل پر پھیر دے اور اگر ایسا نہ کیا ہے تو وکیل موکل پر نہ پھیر سکے۔

(۲۵) مقدار و اوصاف میں وکیل و موکل کا اختلاف

اگر وکیل نے ادعا کیا اور موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو حکم بیچنے کا نہیں کیا تھا تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور اگر مضارب اور رب المال میں یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا دو قسم سے اگر مضاربت کا آگے آنے کا نشان نہ ہو (فافہم)

(۲۶) ایک موکل کا دو شخصوں کو وکیل بنانا

اگر کوئی دو شخصوں کو وکیل کرے تو شرط ہے کہ دونوں تصرف مجلس میں اکٹھے ہوئے ہیں دونوں کی رائے ایک ساتھ کریں تب تو وکیل بالشرکۃ (یعنی جائز) ہے ورنہ یہ مقدمہ کرنے کے وکیل ہوں یا بائع کے پھیر دیجے ہیں یا دونوں ہونے میں یا دونوں طرف طلاق دینے میں امر کرا دو کرنے میں وکیل ہوں تو ایسے خصوصے کے کفایت کرتے ہیں۔

(۲۷) غلام کو اپنے لڑکے کی اور کافر کو مسلمان بیٹے کی ولایت کا حق نہیں ہے

اگر غلام یا کافر اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر اپنی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کی حفاظت کرے یا اس کے مال سے خرچ کرے تو صحیح نہیں تو حاصل یہ ہے کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہیں اپنے صغیر لڑکے مال میں اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال میں چاہے ماں ہو ولایت نہیں (واللہ اعلم)

فائدہ: وکیل کسی کو وکیل نہیں کر سکتا اس امر میں جس میں وکیل ہو بے اس صورت میں کہ موکل نے اس کو اختیار دیا ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے کے موافق عمل کرنا دیا ہو۔

باب الوكالة بالخصومة وبالقبض

(۱) التوكيل بالخصومة والقبض عند الحاجة ابن عندنا حنيفة وأبي يوسف ومحمد خلافا لما ذكر الحاكم في ظاهر الحداب وقصر بعده فصيلا ان قال الوكيل بالخصومة يملك القبض في ظاهر الحداب لكن اختلفوا في هذا الزمان على ان التوكيل بالخصومة والتوكيل بالتقاضي لا يملكان القبض لظهور الخيانة في الوكالة (۲) والوكيل بقبض الدين بالخصومة عند ابي حنيفة وعندهما لا يملك الخصومة إلا في مجلس القبض فيقوم مجلسا في الدعوى وكيل بقبض عند ان موكله غائب عنه يقبض ولا يملك البيع فيقام نائبا على البيع اذا حضر الغائب اخذ ذلك المقبض في قوله فلو قام لان هذه المسألة من فروع ان التوكيل بشيء الشيء هل هو توكيل بالخصومة أو لا تقع هذه المسألة فيها واستحسان فالقياس ان العقد يقع لابي الوكيل ولا يقبل بينة ان الموكل باع من فلان الغائب لان البينة قامت على غير خصم وفي الاستحسان يقبل بينة الوكيل على غيبان بيعت البيع في حق الوكيل لان حق الخصم في قبول البينة وان لم يكن خصما في اثبات البيع حتى الموكل كما يقضي بالدين على الميت بالبينة بلا خلاف وعلى لو قامت خصما عليه حتى يحضر الغائب ان ادعاه وحق وقال الوكيل فان الغائب باعه من عبده أو موضع كذا فاقام المدعي البينة على الوكالة طلقها والعقد على ان الخصم يقضي على الوكيل من غير ان يبعث الطلاق والعتق على الغائب الغائب تجب اعادة اقامة البينة لقوله حتى يحضر الغائب بخلاف قوله بالطلاق والعتق لا يقع الطلاق والعتق حتى يحضر الغائب فانه اذا حضر يقع ولا تجب اعادة البينة فقد سقط في المسألة الاولى ولقد جعل حكم هذه المسألة كالحكم الاول فتعيد اعادة البينة

وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض

(۱) وکیل بالخصومۃ کا مال پر قبضہ کرنا

وکیل بالخصومۃ [illegible] وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض [illegible] وکیل بالخصومۃ کا مال پر قبضہ کرنا [illegible]

(۲) وکیل بالقبض کیلئے خصومت کا اختیار

[illegible] وکیل بالقبض [illegible] اختیار [illegible] وکیل بالقبض [illegible]

15

متعہ ساقط رہے گا جب تک کہ وہ مکان حاضر نہ ہو جائے۔ (اور جب تک وہ عورت شوہر کے پاس نہ پہنچ گا) اور ان گواہوں کی گواہی سے بھی نکاح طلاق یا رجعت ثابت نہ ہوگی تو جب اصل حاضر ہو جائے گا اس کے سامنے پھر جب وہ دوبارہ گواہی لے جائیں گے تو ان کی گواہی ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ اور ایک شخص یا اور اس نے کہا میں زید کا وکیل ہوں اور اٹھ کے لے جانے اس کی بیوی کے پاس کے غلام نے قرار دیئے کہ وہ قاضی کے سامنے طلاق پر اور غلام نے اس کے آزاد کرنے پر تو ان دونوں کی گواہی سے بھی نکاح طلاق یا آزادی کا ثابت نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر وکیل کہے کہ زید حاضر ہو جب زید آئے گا تو گواہی دوبارہ دی جائے گی۔

(۳) وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ عند القاضی وعند غیرہ لا هذا عند ابی حنیفۃ و محمد وعند ابی یوسف یجوز ان کان عند غیر القاضی و عند زفر و تقدم عند القاضی لا یجوز الصلاۃ امر بالخصومۃ لا الاقرار ولہ ان الخصومۃ یرتجیها الجواب فتنتہی الاقرار (۴) تحمل وکیل رب المال کفیلہ بنفس مالہ عن المکفول عنہ ای تحملا یصح توکیل رب المال کفیلہ بنفس المکفول عن المکفول عنہ لان الوکیل من یعمل لغیرہ و هنا یعمل لنفسہ و (۵) ومصدق الوکیل بقبض دینہ ان کان غریما امر بدفع دینہ الی الوکیل ای ادعی رجل انہ وکیل الغائب بقبض دینہ من الغریم فصادقہ الغریم امر بتسلیم الدین الی الوکیل ہو ان کذبہ الغائب دفع الغریم الیہ ثانیا و یرجع بہ علی الوکیل لما مر و فیما ضاع لا لانہ غرمہ من ذمتہ براءۃ ذمتہ فاذا لم یحصل غرضہ بقبض الدفع او ان اضاع لیتضمنہ لانہ اعترف انہ محق فی القبض والاسترداد ذمتہ اسهل من التضمین قبلہ ولا ولایۃ هذا الا اذا کان ضمنہ عند دفعہ او دفع الیہ علی ادعاء غیر مصدق وکذبہ بان قال الوکیل ان حضر الغائب وانکر الوکیل فانی ضامن هذا المال او اغرمہ دفعہ الیہ بنا علی دعوی الوکیل من غیر ان یصدق وکذبہ ففی هاتین الصورتین ان انکر الغائب فللغریم یتسلم الوکیل ان اضاع المال

(۳) وکیل بالخصومۃ کے اقرار کا موکل پر نفاذ

اگر وکیل بالخصومۃ اپنے وکیل کی طرف سے کسی بات کا قرار کرے جو قاضی کے سامنے ہو یا اقرار موکل پر نافذ ہوگا اور قاضی کے علاوہ اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح ہوگا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک ایک جگہ سے آگے اقرار جائز ہوگا جہاں خصومت ہو۔ اقرار اس کا کسی طرح جائز نہیں۔

(۴) مکفول لہٗ کا کفیل کو وکیل بنانا

اگر مکفول لہٗ وکیل کرے کفیل کو اپنے لیے مکفول پر کے مکفول عنہ سے تو یہ وکالت جائز ہوگی۔

(۵) قرضہ کی وصولی کی وکالت کا مدعی

اگر کوئی شخص کسی سے آکر کہے کہ میں وکیل ہوں زید کا جو غائب ہے اس کا قرض وصول کرنے کے لیے اور زید کے قرضدار نے اس کی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اس نے اس شخص کی جس نے اپنے تئیں وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لے گا اور اگر باقی نہ ہو تو تاوان نہ پاوے گا الا اس صورت

میں جب اکمل خاں لیتے وقت ضامن ہو گیا اس بات کا کہ اگر زید آکر میری وکالت کا انکار کرے گا تو میں ضامن ہوں اس مال کا یا آپ نے اکمل خاں سے مال اس کے سپرد کرنے سے پہلے وہ مال ضائع ہو جائے تو اس کی وکالت کی ضمانت نہ ہوگی۔

(۶) وان کان مودع عالم یومر بدفعها الیه ای ان کان مصدق الوکیل مودع عالم یومر بدفع الودیعة الی مدعی الوکالة لان تصدیقه اقرار علی الغیر بخلاف المدیون فان المدیون تقضی باقالتها والمثل ملک المدیون (ش) والوکیل ترکها المودع میراثاً لی و صدقه المودع امر بالدفع الیه ای ادعی ان المودع مات و ترک تو دیعتہ میراثاً لی و صدقه المودع امر بالدفع الیه (م) والمدعی للشراء منه لم یومر بدفع الودیعة الی المدعی لانه اشتری من المودع و صدقه المودع لم یومر بدفع الودیعة الی المدعی لان المدعی اقر بعتق الغیر و اقرار اهل للملک لانه حی فلا تصدق فی دعوی البیع علی ذلک الحی بخلاف مسئلة الارث لانهما اتفاقا علی موت المودع فکان هذا اتفاقا علی انه ملک الوارث

(۶) امانت پر قبضہ کی وکالت کا مدعی

اور اگر ایک شخص نے آکر کہا کہ میں زید کی طرف سے اس کی امانت پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوں اور مودع یعنی جس کے پاس ودیعت ہے اس نے اس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مودع کو امانت دوسرے کو دینے کا حکم نہ ہوگا۔

(۷) امانت کے وارث ہونے کا مدعی

اور اگر کوئی یوں کہے کہ مالک امانت مر گیا اور اس کا وارث میں ہوں اور مالک نے میرے لئے میراث چھوڑ کر مرا گیا اور تصدیق کرے اس کی وہ شخص جس کے پاس امانت ہے تو اس کو حکم ہوگا کہ وہ امانت اس شخص کے سپرد کرے

(۹) ومن وکل بقبض مال وادعی الغریم قبض دائنه دفع الیه واستحلف دائنه علی قبضه لانه الوکیل عنی العلم بقبض الموکل الدین اے جاء الوکیل بقبض الدین من المدیون فادعی المدیون ان الدائن قد قبض دینه ولا بینة له یومر بالدفع الی الوکیل فاذا حضر الدائن وانکر القبض یستحلف ولا یستحلف الوکیل بانک ماتعلم ان الموکل قد قبض الدین لان الوکیل نائب له اقول ان ادعی المدیون انک تعلم ان الموکل قبض الدین وانکر الوکیل العلم ینبغی ان یستحلف لانه ادعی امرا لو اقربه الوکیل یلزمه ولم یبق له خطب الدین فاذا انکره یستحلف

(۸) امانت کو خرید لینے کا دعویدار

اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ میں نے امانت کو خرید لیا ہے مالک سے اور مودع نے اس کی تصدیق کی تو اس کو حکم دینے کا نہ ہوگا۔

(۹) مدیون کا وکیل

زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین کو وصول کرنے کے لئے پھر جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ زید یہ دین وصول پا چکا ہے اور گواہ نہیں ہیں عمرو کے پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین عمرو کو ادا کرے تو جب زید حاضر ہو جاوے اور انکار کرے دین وصول پا چکنے کا تو اس سے بکر حلف لے لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلانی چاہئے گی اس بات پر کہ میں نہیں جانتا کہ موکل نے دین وصول پا چکا ہے۔

(۱۰) ولا يرد الوكيل بعيب فى حلف المشترى فوقال البائع بحضرة موكله وكل المشترى برد المبيع بالعيب وغاب المشترى فارد الوكيل الثانى رضى المشترى بالعيب فالوكيل لا يرد بالعيب حتى يحلف المشترى انه لم يرض بالعيب والفرق بين هذه المسألة ومسألة الدين ان الفارق ممكن فى مسألة الدين باسترداد القضه الوكيل اذا ظهر الخطأ عند بكون رب الدين و هنا غير ممكن لان القضا ينقض بظهور الخطأ عند ابى حنيفة لان القضاء بعقد ظاهرا وباطنا عنده فلا يستحلف المشترى بعد ذلك و اما عندهما فلذا لا يجب ان يرد بعيب كما فى مسألة الدين لان الفارق ممكن عندهما بطلان القضاء وقد قيل الاصح عند ابى يوسف ان مؤخر الردفى الفصلين الى ان يستحلف (۱۱) و من دفع الى اجير عشرة يشتري بها طعاما فاشترى فصيم عشرة له فهو جائز قيل هذا استحسان والقياس بخلافه هو ذكر ذلك فى الاقطع والوكيل بالشراء والحكم فيه ما ذكرنا

(۱۰) مبیع کے عیب پر بائع سے خصومت کا وکیل

کوفہ کے ایک شخص نے ایک شخص کو اپنا وکیل بنا کر دوسرے بائع سے خصومت کرنے اس عیب کی بابت جو مبیع میں تھا بھیجا اور مبیع وصول کرنے سے پہلے اس نے مشتری غائب کو دیا اب مشتری نے چاہا کہ مبیع واپس کر دے بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر راضی ہو گیا تھا تو وکیل بیع کو نہیں بھیجا تھا یہاں تک کہ مشتری قسم کھائے کہ میں راضی نہیں ہوا تھا اس عیب پر اور صاحب [illegible] وکیل بیع کو بھیجا تھا اس نے کہا کہ بیع واپس کر دے یہ کہنے کے بعد وکیل کا مشتری سے ملنا نہیں ہوا یہاں تک کہ مشتری نے بائع سے بیع واپس کر دی تو وکیل مشتری سے کچھ نہیں لے سکتا۔

(۱۱) وکیل کا موکل کیلئے اپنا ثمن صرف کرنا

کوفہ کے ایک شخص نے روپیہ دے کر اپنے ایک دوست کو بھیجا کہ اس روپیہ سے فلاں چیز خرید لائے اس دوست نے اپنا روپیہ اپنے پاس سے خرچ کر کے اس چیز کو خرید لیا تو وہ اس روپیہ کو اپنے لئے خرچ کر سکتا ہے یا نہیں اس نے کہا کہ ہاں خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اس نے اپنا روپیہ اس کو دیا ہے اس نے کہا کہ اگر اس نے اپنے پاس سے خرچ کئے ہیں تو وہ عاقد ہو گیا اور اس کا ضمان اس پر ہے کہ مشتری خرچ کرنے کے لئے وکیل یا خریدنے کے لئے وکیل بنا تھا اور جو کچھ اس نے اپنے پاس سے دیا ہے موکل سے لے سکتا ہے اسی طرح ہر وہ چیز جس کا حکم ہو کہ اس نے اپنے پاس سے دیا ہے

باب عزل الوكيل

(۱) لعزل الوكيل عزل موكله ووقف على علمه (۲) وتبطل الوكالة بموت احدهما وجنونه مطبقا الجنون المطبق سهر عند ابى يوسف رحمه الله تعالى وعند الاكثر من يوم وليلة وعند محمد رحمه الله حول فقدر بما يجب لحافة بذل الحرب من ذلك وكذا بلحوق موكله مرتدا والحجر عليه لسفه والشركة بين الشريكين فى احد نقدين بكيل وكل ثالثا فى الشراء فى مال الشركة فاشترى فانتقد الوكالة وان لم يعلم به وكيلهما ومن وكيل المكاتب والمأذون واحد الشريكين و

یتصرف الموکل فیما وکل بہ سواء لم یبق محلا للتصرف کما اذا کلہ ملا عتاق فاعتق او بقی محلا کما لو وکلہ بنکاح امرأۃ فنکحہا الموکل ثم ابانہا لم یکن للوکیل ان یزوجہا للموکل

باب: وکیل کے معزول کرنے کے بیان میں وکیل کو معزول کرنے کی شرط

(۱) موکل کو پہنچتا ہے کہ جب چاہے وکیل کو معزول کر دیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہے کہ وکیل کو اس کا علم ہو جاوے۔

فائدہ۔ تو جب تک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل نہ ہووے یعنی اس کو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی نہ سناویں تو جتنے تصرفات کرے اس کے گھر کا موکل پر لازم ہوں گے بدائع۔

(۲) وہ صورتیں جن میں وکالت خود بخود باطل ہو جاتی ہے

اور باطل ہو جاتی ہے وکالت وکیل یا موکل کے مر جانے سے یا جنون مطبق اور وہ سال بھر تک جنون رہنا ہے۔

فائدہ۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اس کی باطل ہو جاوے گی اور ایک روایت میں ایک دن رات ان سے منقول ہے اور وہ جو متن میں ذکر کیا قول محمد کا ہے اور اسی میں احتیاط ہے کذا فی التاتارخانیہ اور بخارا میں ہے کہ فتویٰ ایک مہینے کی مقدار پر ہے اور اسی کو صحیح کیا قنیہ اور بزازی نے۔

(۳) یہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ ادائے زر کتابت سے عاجز ہو گیا یا دو شریکوں نے مل کر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونوں شریک جدا ہو گئے یا عہدہ دون نے وکیل کیا تھا پھر ایک نے اس کو منع کر دیا قصر فات سے تو ان سب صورتوں میں بھی وکالت وکیل کی باطل ہو جاوے گی اگرچہ وکیل کو ان حالوں کی خبر نہ ہو اگر موکل نے جس کام کے لئے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کر لیا تب بھی وکالت باطل ہو گی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنے کے لئے پھر موکل نے اس کو آزاد کر دیا یا وکیل کیا اس کو ایک عورت سے نکاح کر دینے کا پھر موکل نے خود اس سے نکاح کر لیا اور جو بھی کر دیا اس کو تو بھی وکیل کو یہ نہیں پہنچتا کہ پھر اس کا نکاح موکل سے کر دیوے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ عادت موکل کی پوری ہو چکی البتہ اگر وکیل نے اس سے نکاح کر لیا اور نکاح کر کے اسے جدا بھی کر دیا تو اب اس کو پہنچتا ہے کہ موکل سے نکاح کا کر دیوے ہدایہ۔

کتاب الدعویٰ

(۱) ھی اخبار بحق لہ علی غیرہ (۲) والمدعی من لا یجبر علی الخصومۃ (۳) والمدعی علیہ من یجبر لما فسر الدعوی کان المدعی علی ھذا التفسیر ھو المخبر بحق لہ علی غیرہ فقولہ المدعی من لا یجبر علی الخصومۃ تفسیر لآخر کذا بعض الشارح وقد قیل المدعی من یلتمس خلاف الظاھر وھو الامر المحدث والمدعی علیہ من یتمسک بالظاھر کالعدم الاصلی لکن الاعتبار فی ھذا للمعنی دون اللفظ حتی ان المودع اذا ادعی ردالودیعۃ فھو مدع فی الظاھر لکنہ فی المعنی منکر للضمان

(۱) دعوی کی تعریف

دعوی کہتے ہیں خبر دینے کسی امر کا ایک حق کے اپنے نے غیر پر۔

فائدہ۔ اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہیں بلکہ تعریف جامع مانع وہ ہے جو صاحب درمختار نے بیان کی کہ دعوی ایک قول ہے جس سے ہے نزد یک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہے اس سے طلب ایک حق کا غیر سے بدفع لزم قسم کا پس ذات سے تو اس میں دعوی رفع تعرض داخل ہو گیا صورت اس کی یوں ہے کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ ذالک تعرض ہے یہ کرتا ہے مجھ سے ناحق اور میں چاہتا ہوں کہ وہ دفع کرے تعرض کو تو قاضی اس دعوی کو سن سکتا ہے اور سمع کرے گا قاضی مدعی علیہ کو اس تعرض مدعی سے، حق تو جب تک مدعی علیہ کے پاس کوئی حجت نہ ہو گی بازر ہے گا تعرض سے پھر جب پائے گا کوئی حجت تعرض کرنے کا بخلاف دعوی فسخ نزاع کے کہ وہ مسموع نہیں صورت اس کی یوں ہے کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ فلانے نے فلاں بات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہے میرے اوپر تو کرے اس کو میرے روبرو گواہوں کے یہ دعوی کرنے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نہ کرے گا واسطے دعوی کرنے کے کیونکہ دعوی نہیں اس کا ہے بلکہ ادعا۔

(۲) مدعی کی تعریف

مدعی وہ ہے کہ اگر خصومت نہ ترک کرے تو اس پر نہ چھوڑی جائے۔ مدعی علیہ وہ ہے کہ جو نہ کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعوی کے مدعی کی تفسیریوں چاہئے کہ مدعی وہ ہے جو خبر دیتا ہے اپنے حق کی غیر پر تو یہ تفسیر دوسری تفسیر سے ذکر کیا ہے اس کو اکثر مشائخ نے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعی وہ ہے جو کہ سکتا ہے ساتھ اس امر کے جو غیر ظاہر ہے کہ وہ ایک امر خارج ہے۔

فائدہ۔ یعنی دعوی کرتا ہے خلاف کی ایک شے کا خلاف کہ وہ شے اس کے قبضے میں نہیں بلکہ قبضے میں مدعی علیہ کے ہے اور یہ امر خلاف ظاہر ہے کہ شے مالک کے قبضے میں نہ ہووے۔

(۳) مدعی علیہ کی تعریف

اور مدعی علیہ وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ ظاہر ہے یعنی عدم اصلی کا۔

فائدہ۔ یعنی ظاہر یہی ہے کہ شے اسی کی ہے جس کے قبضے میں ہے اور مدعی علیہ بھی کہتے ہے

(۱) لیکن اعتبار مشائخ مدعی اور مدعی علیہ میں معنی کا ہے نہ ظاہر کا یہاں تک کہ اگر صورت نے دعوی کیا پر وہ ذی ید کی طرف سے ظاہر ہو تو وہ ظاہر میں مدعی ہے لیکن حقیقت میں مدعی علیہ ہے کیونکہ انکار کرتا ہے ظاہر کا۔

فائدہ۔ یعنی غرض مدعی کی جس نے پاس البینت تھی رد و بدلت نے دعوی سے ہو جاے کہ اس پر نادان ماں البینت کا لازم نہ آوے تو ظاہر میں اگرچہ یہی معصوم ہوتا ہے کہ وہ ذی ید کا مدعی مدعی ہے اور صورت مدعی علیہ ہے لیکن یہاں چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہے اور حقیقت میں منکر خلاف کا مدعی ہے تو اسی کو مدعی علیہ قرار دیا گیا اس واسطے کہ منکر کو مدعی علیہ کہتے ہیں تو قول اسی کا قسم سے معتبر ہو گا بدایہ۔

دعوی کی صحت کی شرائط

اور دعوی کی صحت کے لئے شرط ہیں۔

فائدہ۔ مگر ان دعوی یہ ہے کہ نسبت کرتا حق کی طرف اپنے اگر اضافۃ دعوی ہووے یا اپنے موکل کی طرف اگر

رکاوٹ ہو اور اگر دعویٰ وہ شخص ہو جو عاقل نہیں ہوا اگرچہ بعض
اذون ہوئے ہوں تو جائز نہ ہوگا اور شرط دعویٰ یہ ہیں کہ
مجلس قضا اور مدعی علیہ حاضر ہو اس واسطے کہ قضاعلی
الغائب نہیں ہو سکتی اور اگر مدعی علیہ کو حاضر کرنا اسی وقت
چاہئے جب مدعی دعویٰ کرے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر
مدعی علیہ شہر میں ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس
قضا میں آکر پھر رات کو اپنے مکان میں رہ سکتا ہے تو بجرد
دعویٰ طلب کرنے مدعی علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور
ہووے تو جب تک مدعی سے بینہ ثبوت نہ لے لووے مدعی

علیہ کو طلب نہ کرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلف لیا
جاوے مدعی سے اپنے دعویٰ کے حق ہونے پر تو وہ حلف
کرے تو طلب کرے مدعی علیہ کو ورنہ اس کو اپنی مجلس سے
نکال دے قطعاً دی کہا شیخ نے اور ہمارے زمانے میں
قاضیوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کے پاس کوئی شخص آکر
دعویٰ کرتا ہے تو وہ طلب کر لیتے ہیں مدعی علیہ کو بغیر اس بات
کے کہ استفسار کریں مدعی سے کیفیت اس کے دعویٰ کی اور
تمیز کریں صحیح دعویٰ کو اس کے فساد سے اور یہ غلطت ہے
ان قاضیوں کی یا جہل ہے ان مسائل سے انتہی۔

(۴) وهي تصح بذكر شيء علم جنسه و قدره هذا في دعوى الدين (۵) لافي دعوى العين
فان العين ان كانت حاضرة تكفي الاشارة فان هذا ملك لي وان كانت غائبة يجب ان يصفها
ويذكر قيمتها وانه في يد المدعى عليه هذا يخصص بدعوى الاعيان وفي المنقول يزيد بغير حق
فان الشيء قد يكون في يد غير المدعى عليه بحق كالرهن في يد المرتهن والمبيع في مدة البائع لا
جل الثمن اقول هذه العلة يشتمل العقار ايضاً فلا دري ما وجه تخصيص المنقول بهذا الحكم

(۴) دعویٰ دین کی شرط

ایک یہ کہ جس چیز کا دعویٰ ہو اس کی جنس اور قدر بیان
کرے ہو یہ شرط دعویٰ دین میں ہے۔

ف۱ دعویٰ بعض یعنی جس شے کا دعویٰ کرے مدعی دراہم ہیں یا
دنانیر یا کیلیں ہیں یا جانور اور قدر مقدار اس کی کہ سو درہم
ہیں یا سو دینار یا سو من گیہوں یا چاول ہیں اور اس کا بیان صفت
بھی ضرور ہے کہ دراہم کیسے ہیں جید یا ردی کہا بعضوں نے
جس وقت مثل شہر میں کئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے ہوں تو
بیان وصف یعنی خاص قسم کے دراہم کا میں دعویٰ کرتا ہوں
ضرور ہے اور اگر شہر میں ایک ہی طرح کے دراہم چلتے ہوں تو
بیان جنس وقدر کافی ہے بیان وصف کی کچھ حاجت نہیں۔

(۵) شئی معین کے دعویٰ کی شرط

اور جو دعویٰ کسی شے معین کا ہووے تو اگر وہ شے حاضر
ہو اس کی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہے اور
اگر غائب ہووے تو اس کا وصف بیان کرتا اور اس کی قیمت
ذکر کرنا ضرور ہے دوسرے یہ کہ اگر دعویٰ شے معین کا ہووے تو
مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہے کہ وہ شے مدعی علیہ کے قبضے میں
ہے اور جو وہ شے منقول ہے تو لفظ ناحق بھی کہے۔

ف۲ کہا ہمارے نزدیک اس مسئلے کی کوئی شے ہوتی
ہے غیر ملک کے پاس بسبب حق کے جیسے شے مرہون مرتہن
پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ ثمن کے کذا فی الاصل۔

(٦) وفي العقار لايثبت اليد لايحدة او علم القاضي كذا في الهداية انه لايثبت اليد في العقار الابالبينة او علم القاضي هو الصحيح هذا لبينة اسواضعة اذاالعقار عنده في يدغيرهما بخلاف المنقول فان اليد فيه مشاهدة فبينة الواضعة ان المدعي والمدعي عليه تواضعه على ان يقول المدعى عليه ان الدار التي في يدي والحال انها في يد ك فيقيم المدعي بذلك ويحكم القاضي بانها ملك المدعي و اما قال في الهداية هو الصحيح لان عند بعض المشايخ يكتفي تصديق المدعي عليه انها في يده ولا يحتاج الى اقامة البينة قلت ان كان في يده و اقر بذلك للمدعي باخذ عامته ان تب ملكيته طلبه او دعواه اليد ولو يكن في يده و قر بذلك لايكون للمدعي ولاية الاخذ من ذي اليد وان اقام المدعي البينة لان البينة قامت على غير خصم فعلم انه اذا اقر ذو اليد باليد فان لصور لا يلحق الاذى اليد و لايلحق الى غيره فبينة الواضعة مدفوعة على ان بينة الواضعة ان كانت تامة فهي تقدم على صورة اقامة البينة ثانية ايضا فان الدار اذا كانت في يد رجل مثلا فوضع المدعي و ذو اليد على ان الدار لانقول انها امانة في يده حتى يقيم المدعي البينة على انها في يد ذي اليد ثم يقيم بينة على انها ملك المدعي فيقضي القاضي بها للمدعي الدار فالحاصل انه اذا تظهر انه في يد ذلك و في اليد اقراره في يده لايتغير الثابت محكوما عليه وكذا ان طير ان يد ذي اليد عامة لايثبت خصومه

(٦) دعوی عقار کی شرط

اور دعوی عقار میں (عقار باغ کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ عقار ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو اختیار میں لیتے ہیں بازمین مکان وغیرہ) قابض ہونے کا علم یا ثابت ہونا گواہوں سے یا قاضی کے علم سے۔

فوائد: یعنی اگر مدعی اور مدعی علیہ یا مدعی دونوں اس بات پر گواہ پیش کریں کہ مکان یا زمین کا قابض مدعی علیہ ہے تو قبضہ کی گواہی کا ثابت ہونا کیونکہ اصل تو مدعی کا ہے اور مدعی علیہ نے قبضہ کا دعوی کیا ہے اس لئے مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا یا مدعی علیہ کا اس طرح پر کہ وہ تصدیق کرلیں

رفع والسطلبه بد عطف على قوله و انه في يد المدعى عليه واستثناء ان تحكم لبينة المدعي والشاهد والحالف وذكر فيمنه ان تعذر (٨) والحدود الاربعة او النائبة في العقار واسماء اصحابها و مبلغها الى لحد ذكر الحدود بشرط في دعوى ذا ادعى ابي حنيفة وان كانت مشهورة و عندهما لايشرط اذا كانت مشهورة ثم ذكر الحدود البتة كخلاف عندما حلافا

ہو فرد اسے ادا ذکر بعد صورت کتب فی عدد الصورۃ فالحد الرابع حد مستغیر الحر والسد الی الجدول بی حیفۃ فان کان رحمۃ مضیوہ دیکتبی مذکورہ و عندابی دعوی الاحسان لما فی دعوی الذین فلا یلزم ذکر الجنس والقدر کمامر ودکر فی الدحر وانہ اذا کی و ربا کالذھب والفضۃ لا بد من ذکر الصفۃ وقد حد دردی وان مذکورہ فی محوطحاوی الضرب الربیعا قوی الضرب

(۷) شئی مدعی کی طلب

جب مدعی گواہ پیش کر دے تو قاضی اس کو طلب کرے مدعی سے کہے کہ تم نے جو گواہ پیش کئے ہیں ان کو کیا تم جانتے ہو؟ اگر مدعی کہے کہ ہم ان کو جانتے ہیں تو قاضی ان کی تعدیل کرے اور اگر مدعی کہے کہ ہم ان کو نہیں جانتے تو قاضی ان کی تعدیل کرے۔ اور اگر مدعی کہے کہ ہم ان کو جانتے ہیں تو قاضی ان کی تعدیل نہ کرے۔ اور اگر مدعی کہے کہ ہم ان کو جانتے ہیں تو قاضی ان کی تعدیل کرے۔ اور اگر مدعی کہے کہ ہم ان کو نہیں جانتے تو قاضی ان کی تعدیل نہ کرے۔

مختلف الجنس اشیاء کا دعویٰ

اگر مدعی نے ایک چیز کا دعویٰ کیا اور دوسری چیز کا دعویٰ کیا تو قاضی نے ہر ایک کی قیمت لگائی اور ہر ایک کی قیمت کے برابر مدعی کو دلوایا۔

(۸) عقار کے دعوی میں حدود کا بیان

عقار کے دعوی میں حدود کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اگر مدعی نے حدود کا بیان نہ کیا تو قاضی نے اس کا دعویٰ خارج کر دیا۔

(۹) وعند صاحبیہ سأل القاضی الخصم عنہا (۱۰) فان قرحکم لو انکر وسأل المدعی بینۃ قال قاو قضی علیہ (۱۱) وان لم یقم یحلفہ ان طلبہ خصمہ (۱۲) فان نکل مرۃ ای قال لا احلف او سکت ملا عذرا و قضی بالنکول ضح و عوض الجمع فلفظہ القضاء احوط ولا یلزم الیمین علی المدعی و ان نکل خصمہ (۱۳) فہ خلاف ادعی فی عندہ اذا نکل الخصم یرد الیمین علی المدعی و عندنا ہذا بدعۃ و قول من قضی بہ معصیۃ و ہو مخالف للحدیث المشہور

(۹) مدعی علیہ سے قاضی کا سوال کرنا

اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قاضی خصم سے دعوی میں جو اس نے کیا ہے سوال کرے گا اگر مدعی علیہ نے دعوی کا انکار کیا اور مدعی سے گواہ طلب کیے تو قاضی مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔

اور اگر مدعی علیہ نے دعوی کا انکار نہیں کیا نہ اقرار کیا تو قاضی مدعی علیہ سے قسم طلب کرے گا اگر مدعی علیہ نے قسم کھانے سے انکار کیا یا خاموش رہا تو قاضی اس کے نکول پر فیصلہ کر دے گا اور یہ فیصلہ کرنا قاضی کا قسم کھانے کے لفظ سے احوط ہے اور مدعی علیہ پر قسم لازم نہیں ہے اگر مدعی علیہ نے قسم کھانے سے انکار کیا تو مدعی کے خلاف فیصلہ کر دے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مدعی علیہ کے انکار کرنے کے بعد قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے گا اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم طلب کرے گا اگر مدعی علیہ قسم کھا لے تو مدعی کا دعوی خارج کر دے گا اور اگر مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو مدعی کے حق میں فیصلہ کر دے گا اور مدعی علیہ کو قسم کھانے پر مجبور نہیں کرے گا اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مدعی علیہ کو قسم کھانے پر مجبور کیا جائے گا اگر مدعی علیہ نے قسم کھانے سے انکار کیا تو مدعی کے حق میں فیصلہ کر دے گا اور یہ فیصلہ کرنا قاضی کا قسم کھانے کے لفظ سے احوط ہے اور مدعی علیہ پر قسم لازم نہیں ہے اگر مدعی علیہ نے قسم کھانے سے انکار کیا تو مدعی کے خلاف فیصلہ کر دے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مدعی علیہ کے انکار کرنے کے بعد قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے گا اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم طلب کرے گا اگر مدعی علیہ قسم کھا لے تو مدعی کا دعوی خارج کر دے گا اور اگر مدعی علیہ نے

کی قسم کھائی تو فرمایا نظر نے اللہ کی قسم کھائی ہے یا نہیں؟ وہ چپ ہو گیا اس نے کہا نہیں فرمایا آپ نے اس کو تحریف کے لئے قسم اس لئے لیا کہ اس نے پہلے اللہ کی قسم کھائی تھی اور یہ بھی ممکن تھا کہ قسم کی آپ کے کہنے سے پہلے ہی تحریف کر لیتا اور قسم کے وقت اللہ کی قسم کھاتا تب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اس کو حلف کرنے کا مدعی کے مال پر غالب ہو جانے اس کی ظلمت اور تباہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ اس سے بہت بچیدہ ہے کا ارادہ اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثوں میں روایتی ہیں جن کو محدثوں نے اس پر شواہد قرار دیا ہے روایت کی مسلم نے ابی مالک سے کہا فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے کاٹا حق مسلمان کا اپنی قسم سے تحقیق واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جہنم اور حرام کیا اس پر بہشت کو تب کہا آپ سے کچھ شخص نے یا رسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو یا آپ نے اگرچہ پیلو کی لکڑی ہو۔

فائدہ: اگر مدعی علیہ نے قسم نہیں کھائی تو قرار کا ہو جائے گا اس سے قسم دلائی جائے گی بعد قبول کرنے کے قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دیگا۔ اور اگر مدعی علیہ نے قسم سے انکار کر دیا تو قاضی اس کے قول پر حکم کر دیگا یعنی مدعی کا دعوی خارج ہو جائیگا۔ اور مال مدعی مدعا علیہ پر لازم نہ ہوگا۔

(۱۲) مدعی علیہ کے قسم سے انکار پر مدعی سے قسم لینا

اگر شخص نے کہا ایک صاف کھول سے مدعی علیہ کے اوپر مال لازم کیا جائے گا بعد پھر مدعی سے قسم لی جائے گی کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے جب مدعی حلف کرنے کا تو حکم کیا جائے گا اس کا مدعی علیہ پر لازم کرنے کا جب کہ وہ حاضر ہو اس سبب سے پہلے کی طرح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعی علیہ سے قسم لینے کا حکم فرمایا۔

فائدہ: اور کہی قول ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اور بھی کہتے ہیں اگر مدعی کے گواہ نہیں ہیں ایک گواہ ہو تو مدعی سے قسم لے کر فیصلہ دیں گے مدعی کے حق میں اور اگر دو گواہ ہوں تو قسم نہیں لی جائے گی مدعی علیہ پر اور یہ حکم ہے دوسرے گواہوں کا اور ہمارے آنحضرت نے دونوں مضمون کے خلاف کیا ہے یعنی ایک گواہ کا یعنی ان کے نزدیک مدعی سے کسی حال میں قسم نہ لی جائے گی بلا صف خاص سے مدعی سیہ کے ساتھ بجائے دو گواہ کے مشہور ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ فرمایا آنحضرت نے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر یعنی گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے۔

منکر پر ہے اور الف لام الیمین میں بالعہد استغراق جنس کے لیے تو تمام مشہور مدعی علیہ پر ہیں تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تم کھا کر مدعی علیہ انکار کھلتا نکل آتے ہیں اس حدیث سے اس کو دیوبند کیا احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی اور دارقطنی نے عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے انہوں نے امام جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ محمد باقر سے انہوں نے جابر سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے اور ترمذی نے اور روایت کیا اس کو ابوداؤد اور مالک وغیرہ نے اور مسلم باقر سے مرسلاً اور بیہقی نے روایت کیا اس کو اور ثقفی نے محمد باقر سے انہوں نے حضرت علی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ قسم کے ایک شاہد کے اور قسم کو مدعی سے اور یہ حدیث ہے کیا ابوداؤد ثقفی نے طلل میں کہ جعفر صادق نے بھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعی نے اور بیہقی نے کہ عبدالوہاب نے اس کو ضعیف کیا اور کہا مخالف ہوا یحییٰ قطان اور مالک اور ثوری اس روایت مرسل اثم پر چھوڑ دیتے ہیں لیکن حدیث مرسل شافعی کے نزدیک قابل احتجاج کے ہے اور روایت کیا ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن بن علی کوتہ علی نے اور منکر کہا اس کو ابوداؤد نے اس واسطے کہ روایت کیا اس کو فقیر بن عدی نے عمرو بن دینار سے اور اس کی حدیث کو محدثین نہیں پہچانتے اور روایت کی شافعی اور اصحاب سنن اور ابن حبان نے ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے لیکن کہا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح سے نہیں روایت کیا اس حدیث کو اسمٰعیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے اور سوائے ان سہیل بن ابی صالح کے اور کسی نے نہیں روایت کیا اس حدیث کو اور کہا ابن ابی حاتم نے سنا میں اپنے باپ اور ابوزرعہ کو کہتے تھے وہ یہ حدیث سہیل نے اپنے حافظہ سے بیان کی ہے اور ہم اس کو نہیں پہچانتے اور ابن عدی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اور سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہو جس کی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اس کے راوی کے اور باقی رہا یہ بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں۔

جواب۔ امام صاحب کا اس حدیث سے چند وجوہ ہے اول اس وجہ سے کہ یہ حدیث طرق اس کے سب ضعیف ہیں رد کیا ہے اس کو نقاد فن حدیث یحییٰ بن معین نے تا نیا یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہے نص صریح غلام اللہ کے واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان الآیۃ یعنی گواہ کرو تم دو مردوں کو اپنے میں سے تو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں تا الخ مخالف ہے یہ حدیث اس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہے اس میں جس شہود مدعی پر اور فرض یمین کہ مدعی علیہ پر بدان حدیث میں ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں احتمال ہے کہ خاص بہ علم خصوص ہو اس واقعہ سے یا اس مدعی سے جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا شہادت خزیمہ کو تا قائم مقام دو شاہدوں کے در خاص ہے یا امر تخییر سے یا بقاق علماء اور احادیث اور آثار ہمارے قولی ہیں عامہ واجب ہوگی ترجیح ان کی اس حدیث پر خاصہ بصورت تسلیم صحت اس حدیث کے ہو سکتے ہیں یہ حضرت نے حکم کیا شاہد اور یمین سے بھی باوجود اس کے کہ مدعی سے ایک شاہد پیش کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت کی خوشنودی نہ فرمائی اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعی علیہ سے یمین مدعی علیہ ہے کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو یا یہ کہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت نے اس کی شہادت کو تنہا بغیر شہادت کے دیکھا اور یہ حکم اس کی

خصوصیات مثل سے ہے یہ بتانا کہ الف لام عہد خارجی یا یمین مع شاہد میں عہد کا ہو ورنہ مراد فقط یمین ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے ثابت معہود یعنی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مروت اس خرج سے الیمین سے یمین معہود یعنی یمین مدعی علیہ مراد ہے کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہو سے یمین مدعی علیہ مراد ہو کہ الف لام عہد کا ہے کیونکہ شہادۃ کے بعد شہادۃ غائر یمین سے بے تامل یہ عمل اس حدیث پر متوقف نہ ہوا جب سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا دلیل ہونے پر۔ شریعہ کہ استدلال امام شافعی اور ائمہ ثلثہ کا بایں اثبات مستحقین مدعا کے لئے تمام نہیں ہوتا کیونکہ مذہب ائمہ ثلثہ شہادت ہے مدعی پر بعد گواہی مدعی میں اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش نہ کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر اس کی یہ کہ وہ مسلک کے ثبات کی پر دلیل نہیں جملہ روایت کی اور قطنی نے ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد الیمین فمن نکول پر جانب مدعی یعنی مدعی کے تو جواب اس کا یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہے دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ بیان ان واقعہ یعنی مع الشاہد کا ہو سے اس کی ثبوت ضعیف ہے تضعیف کی اس کی سب محدثین نے فذلک عشرۃ کاملۃ ھذا یبغی تحقیق المقام وقیدا ذکرنا کفایۃ لاولی الافھام استدلال مجیب امام مالک نے حوالہ میں لفظ کہ بعض

لوگ کہتے ہیں کہ یمین مع الشاہد اور اصح ثابت نہیں بسبب قول اللہ تعالیٰ کے فان لم یکونا رجلین الآیۃ تو ثابت ہوں گوں پر یہ ہے کہ تو یا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک شخص سے پوچھا جائے کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہیں حلف دیا جاتا ہے تو اگر حلف کرتا ہے ثابت ہو جاتا ہے اس سے یقین اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہیں صاحب حق کو تو یہ دلیل ہے کہ نہیں ہے اختلاف اس میں کسی کا لوگوں میں سے اور یہ کسی شہر میں تو ہوں میں سے تو اس دلیل سے نکالا ہے اس کو اور کس کتاب اللہ میں پایا اس کے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد ظاہر ہے نہیں ہے یہ کتاب اللہ میں اتفاق دلیل سے نکالا ہے اور کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالک سے کیونکہ ثبوت حلف مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ مشہورہ سے ہوا ہے بلکہ اس پر اجماع ہے مجتہدین کا تو یہ کہنا کہ اس دلیل سے نکالا ہے ہمارے کو بعید ہے صواب سے اور اگر مراد ان کی اس امر اتفاقی سے حلف مدعی مع شاہد کے صورت نکول مدعی علیہ سے تو اس کو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلا اصحاب کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہے یا ہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہیں جانتے ہیں وہ کب کہتے ہیں کہ قسم دی جاوے مدعی پر بلکہ ان کے نزدیک ان دونوں امروں میں غیر ہیت ہے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالک نے اس عبارت کا مخاطب بنایا ہو سے کہ وہ بعد تامل تعمیم میں شاید وہ سمجھ جاوے

(۱۴) ولا یحلف فی نکاح و رجعۃ و فی ایلاء و استیلاد فروق و نسب وولاء اعلم ان فی ھذہ الصور لا یستحلف عندہ ابی حنیفۃ وعندھما یستحلف وصورتھا ادعی الرجل النکاح وانکرت المرأۃ او بالعکس او ادعی الرجل بعد الطلاق وانقضاء العدۃ الرجعۃ فی العدۃ وانکرت المرأۃ او بالعکس او ادعی الرجل بعد انقضاء مدۃ الایلاء الفیء فی المدۃ و انکرت المرأۃ او بالعکس او ادعی الرجل علی رجل مجھول النسب انہ ابنہ او عبدہ و انکر المجھول او بالعکس او اختصما فی ولاء العتاقۃ او ولاء الموالاۃ علی ھذہ الوجہ او ادعی

لانہ حلف علی امر لا یعلمہ ... ولکنہ ادعی ذلک علمہ او ظنہ ... ولا یحلف فی ھذہ المسئلۃ لانکم لا تحلفونہ ان ادعی ذلک علمہ او ظنہ ... ولا یحلف لانکم لا تحلفونہ ... وجب علیہ علی تقدیر صدقہ فی انکارہ ... ولا یحلف علیہ لانہ غیر صادق فی الانکار لانہ کان صادقا لانہ علی ظن ... فواجب وھو الحلف وذلک لیکون اقرارا ... فیحلف ... ولا یحلف ... فیحلف حتی لا یکون بقضی ... ولا یحلف ... ولا یحلف ... فیحلف ... فیحلف ... ولا یحلف ... فیحلف ... ولا یحلف ... فیحلف ... ولا ی

يحلف فلا يكفل بلزوم احضال ولا ينبت المحل عنه ابي حنيفة لان احضال بنت فالكفيل لا يحل وفي النفس اذا ادعى حقا كالارث او عليه اي يحلف في دعوى النفس اذا ادعى النفقة هذا ثبت فالكفيل احضال لا النفس عند ابي حنيفة وعندهما كالمحجر في اللقيط واصباغ الرجوع في الهبة

(۱۵) حد اور لعان میں کبھی قسم نہیں لی جائیگی

اور جس شخص پر حد یا لعان ہو

فائدہ: جیسے حد زنا اور حد قذف میں صورت حد زنا یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے مجھ سے زنا کیا اور قذف کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کہا تو نے مجھ سے زنا کیا اور صورت لعان کی یہ ہے کہ عورت نے شوہر کی نسبت زنا کا دعوی کیا اور شوہر نے عورت کی نسبت زنا کی تو تین شخص ان تینوں سے حد اور لعان کو قسم نہیں لائی جائیگی کیونکہ حدود خالص حق اللہ ہیں۔

(۱۶) چوری سے منکر سے قسم

اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی اگر اس نے نکول یا خود سے مال کا اقرار کر لیا تو مال واپس کرے گا نکول اپنی جگہ پر ہے اس سے تاوان لازم نہیں آتا۔

(۱۷) خلاق ومہر وغیرہ کے دعوی میں شوہر کا انکار

اسی طرح خاوند کو قسم دلائی جائے گی اگر عورت نے دعوی کیا اس کے طلاق دینے کا قبل اس کے اس نے طلاق میں یا ادائے قسم کی پھر نکول کرے یا خاوند سے عورت مذکور نے نصف مہر کا دعوی کیا قبل اس کے صحبت کرے یا عورت اس کے ہمراہ خلوت کرے اور انکار کرے شوہر پر قسم لی جائے گی اس سے اور انکول کرے گا تو مال اس پر لازم ہوگا اور عورت اس پر حلال نہ ہوگی نکول سے نزد یک امام ابوحنیفہ کے اور صاحبین کے نزدیک نکول سے کسی شئی کا ثبوت نہیں ہوتا جیسے میراث یا خلعت کا اور سوال رجوع کا مثل مجرد بیع کا اور رجوع کو بیع میں یا اجناسات کا یا اعتاق کا سبب ملک سے ہے یہ نہیں رجوع نہ ہو سکے گا (۱۷) اور جس شئی پر حلف یا حد ہے کفیل کرنے کا تو وہ حق ثابت ہو جائے گا نزدیک امام صاحب کے

(۱۵) وكذا منكر اللوط اي يحلف اجماعا لانه حق العباد فان نكل في النفس حتى يقر او يحلف وفيما دونها يقضى فان الاطراف تسرية الاموال فيجري فيها المال بخلاف النفس هذا عند ابي حنيفة وعندهما يلزم الارش في النفس وما دونها فان النكول اقرار فيه شبهة فلا يثبت به القصاص بل يلزم المال (۱۶) فان قال لي بينه حاضرة اني في المصر حتى اوفاك لا بينة لي او شهودي غيب يحلف ولا يكفل وطلب خلف الخصم لا يحلف و يكفل وقدره ثلثة ايام فان لم تلزمه ثلثة ايام عن ان الخصم على الخلاف الكفيل لازمه المدعي ثلثة ايام فلم تحضر على التفسير المنصوب في لازمه قوله والغريب فلو معلس الحكم اي لازم المدعي الغرب

فقد یکون الخصم حاضرا فی المحکمۃ ولایکفی الا الی اخر المجلس ای ان احضرہ الکفیل لایوخذ الا الی اخر مجلس الحکم فان لم یات کفیلہا والا یحلفہ ان شاء او یدعہ

(۱۸) قصاص کے منکر سے حلف

اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اس سے حلف لیا جاوے گا اور ما قبل اگر قبول کرے کا قصاص بالنفس میں (قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے میں اس کا قاتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعی علیہ نے کسی کے ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالے اور مدعی اس کا عوض چاہتا ہے کہ مدعی علیہ کے بھی ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں) تو قیہ کیا جاوے گا مدعی علیہ پر یہاں تک کہ اقرار کرے یا حلف سے انکار کرے یا قبول کرے کا تو قصاص بالاطراف میں تو صرف اس کے قبول کرنے سے اس سے قصاص لیا جاوے گا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبینؒ کے نزدیک قصاص بالنفس میں مجرد قبول بات سے نہ ہوگی قاتل پر اور اسی طرح قصاص بالاطراف میں آرش لی گا (زر فتوی امام کے قول پر ہے)

(۱۹) مدعی کے گواہوں کی حاضری تک مدعی علیہ سے ضمانت لینا

مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہیں (اسی شہر میں یہاں تک کہ اگر مدعی کہے گا کہ میرے پاس گواہ نیشن ہیں یا میرے شہر غائب ہیں تو مدعی علیہ سے قسم لی جاوے گی اور ضمانت نہ لی جاوے گی) اور جو قسم طلب کی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے قسم نہ لی جاوے گی بلکہ اس سے حاضر ضامن لیا جاوے گی تین روز کی۔

فائدہ: لیکن شرط ہے کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہووے اور اس پر خوف بھاگ جانے کا نہ ہووے اگرچہ مدعی علیہ حسب اعتبار بڑا ہو اور مالدار ہے حقیقت۔

ہو تو اگر مدعی علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدعی یا امین اس کا مدعی علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تاکہ مدعی علیہ غائب نہ ہو جاوے بصورت جب ہے کہ مدعا علیہ مقیم ہو اس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اس سے حاضر ضمانت دلتے برخاست کچہری تک لے جاوے گی اور اگر ضمانت نہ دے گا تو اتنی مدت تک مدعی کو حکم اس کے ساتھ رہنے کا ہوگا بشرطیکہ اگر مدعی مدت مقررہ میں گواہ لایا تو بہتر ہے ورنہ قاضی اس سے حلف لے کر اسے اس کو چھوڑ دیوے۔

فوائد

فائدہ (۱) غیر قاضی کے ہاں قسم

اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کر لیا اس امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کسی قسم کھاوے اور وہی اقدم ہو جاوے تو باطل ہے اس واسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب مدعی تو اعتبار نہیں قسم کا اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اس پر کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے یا گواہ اس کے سچے ہیں تو قاضی اس کی درخواست پر لحاظ نہ کرے۔

فائدہ (۲) قضاء کے طریقے

طریق قضائے تین ہیں ایک اقرار مدعی علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہئے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ طلب کرے قسم کو مدعی علیہ سے کہے واسطے قسم کرنے کے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اس پر مال کا حکم نہ دے نہ یہ کہ نکل مدعی

علیہ کے حلف یا نکول کرنے کے اس طرح لیسہ کرے کہ مدعی علیہ سے حلف لیا جائے اگر کرے تو بہتر ورنہ اس سے مال دلایا جائے کا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہیں اور یہ امر یا جہل ہے ان سے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہئے قاضی کے سامنے مدعی علیہ نے انکار یا قسم سے اور قاضی نے اس پر نکول سے حکم کر دیا مال کا بعد اس کے مدعی علیہ مستعد ہوا حلف پر تو اب کچھ باعث اس کی نہ ہوئی اور قضا اپنے حال پر باقی رہے گی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے تو کہے پہلے کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا بعد نکول کے قبول کیے جاویں گے۔

فائدہ (۳) وکیل وصی اور صغیر کے باپ کا حلف لینا

وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے حلف لے سکتے ہیں نہ دیئے اور حلف نہیں کر سکتے بنا پر اپنے فعل پر آدمی سے قسم لے جاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جس طرح مدعی کہتا ہے اس طرح نہیں ہے اور غیر سے فعل پر بطور علم کے کہ ہمیں جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اس کی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اس کی میراث ہونے کا اقرار کیا یا مدعی وارث سے علم پر قسم کی جاوے نہ کہ میں نہیں جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرے دین کو اتنا مورث پر۔

فائدہ (۴) مدعی علیہ مدعیان کے موقف کا ثبوت

اگر مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور ثابت کیا اس کو برہان سے بعد اس کے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ دین مدعی کو پہنچا چکا ہوں تو مدعی علیہ سے گواہ لوائے دین کے لئے جاویں گے اسی طرح اگر دعوی کرے مدعی کے متوفی کو دینے کا اگر مدعی علیہ کے پاس گواہ نہ ہوں ایصال دین یا ابرائے دین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لی جاوے گی اگر مدعی قسم کر لے تو مال دلایا جاوے گا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر مال لازم نہ ہوگا۔ اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپے کی مدعی علیہ پر اور دوسرے نے اس کے اقرار پر تو وہ بھی مقبول ہوگی اگر مدعیان نے ایصال دین کا دعوی کیا ایک بار کل دین کا اور گواہوں نے دو نے متفرق کی گواہی دی یا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی۔

فائدہ (۵) زوجیت کے منکر ورثہ کے موقف کی حیثیت

اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ تھی بعد اس کے زوجہ نے گواہ قائم کئے لاکھ اور مہر پر اب ورثہ کہتے ہیں کہ ہمارے مورث نے اس کو طلاق دیدی تھا اس نے ابرا کیا تھا مہر سے تو یہ قول وارثوں کا مسموع نہ ہوگا کس واسطے کہ صریح کا منافی ہے قول اول کے قضیہ دوم شاہد

(۲۰) والحلف بالله (۲۱) لا بالطلاق و الاعتاق فان الخ الخصم قيل صح بهما في زماننا اي جاز للقاضي ان يحلفه بالطلاق والعتاق (۲۲) ويغلظ صفته نحو بالله الطالب الغالب المدرك المهلك الحي الذي لا يموت ابدا وبحو ذلك (۲۳) لا بالزمان والمكان هذا عندنا وعند الشافعي رحمه الله تعالى يغلظ بالزمان كبعد صلوة العصر يوم الجمعة وبالمكان كالمسجد الجامع عند

الخمر (۴۳) ویحلف الیهودی بالله الذی انزل التوراة علی موسیٰ علیه السلام والنصرانی بالله الذی انزل الانجیل علی عیسیٰ علیه السلام والمجوسی بالله الذی خلق النار والوثنی بالله

(۲۰) قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی لی جائیگی

قسم لی جاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے۔

فائدہ:۔ اگر قسم کھانے کا قرآن یا ماں باپ یا پیغمبر یا ولی اللہ یا شہید کے نام سے یا کہیے کی تو اس پر احکام قسم کے مرتب نہ ہوں گے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھ کر قسم کھاوے گا تو مشرک ہو جاوے گا پایہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا کسی اور اس کے اسم سے اسمائے متبرکہ کے جیسے رحمٰن و رحیم و رؤف و الجلال یا اس کی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی: ولایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلہ وسلم نے بیشک اللہ تم کو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپوں کی ساتھ کسی شخص تم میں سے قسم کھانے والا ہو چاہیے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کی بخاری و مسلم نے ابوہریرہؓ سے کہ جس نے اپنے حلف میں کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی تو چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھے یعنی لا الٰہ الا اللہ کہا شیخ عبدالحق نے شرح مشکوٰۃ میں کہ اگر قسم غیر خدا کی بنی وجہ التعظیم نہیں ہے تو اس سے کافر نہیں ہوتا یعنی استغفار چاہیے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ توبہ کرے اس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کی ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنے ماں کی اور نہ بتوں کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچ ہو اور روایت کی ترمذیؒ نے بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے درستی کی تو اس نے شرک کیا۔

(۲۱) طلاق اور عتاق پر قسم نہیں ہوتی

اور قسم نہ ہوئی طلاق اور عتاق سے (یعنی منکر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یوں قسم لی جاوے کہ اگر مدعی کا بھونی سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے بکذا فی النہایہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے میں مدعی الخراج اور زراری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعی علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے۔

فائدہ:۔ یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگر چہ مدعی الخراج اور زراری کرے قاضی کو اس کی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی واسطے صاحب اختیار یا ہے صاحب درمختار اور فقہائے متاخرین نے دوسرے یہ کہ بقید تحلیف اس میں ظاہر نہیں ہوتا اس واسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اس کے قبول سے اس پر مال لازم نہ کیا جاوے گا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری تیسرے بعض فقہا نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ مال اس پر لازم کیا جاوے گا۔ درمختار: اور شامی نے نقل کیا اور انکار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول اس قسم سے معتبر نہیں تو وہ وقت طلب حلف قسم

(۲۲) قسم کو سخت کرنا

(۲۳) یہودی نصرانی مجوسی اور بت پرست سے قسم لینے کا طریقہ

(۲۴) زمان ومکان سے قسم کی تاکید

(۲۵) ولا یحلفون فی معابدھم و یحلف علی الخاصر فی البیع والنکاح بحر باللہ مایکھا بیع قنم او نکاح فلم فی الحال و فی الطلاق ما ھی طالق ملک لان و فی الغصب مایجب علیک ردہ تحلف علی السبب باللہ مایجب علیک ردہ و نحوہ مثل باللہ ما نکحتھا و باللہ ما طلقتھا و باللہ ما غصبتہ لان ھذہ الاسباب ترتفع بان باع مبیعہ تخالفا لان حلف علی السبب یتصور المدعی علیہ ھذا عند ابی حنیفہ و محمد و عندابی یوسف یحلف علی السبب فی جمیع ذلک الا عند معرض المدعی علیہ بان یقول ایھا القاضی لا تحلفنی علی السبب فان الانسان قد یبیع ثم یقیل ویطلق ثم یتزوج و قیل یطرائی انکار المدعی علیہ کان انکر السبب یحلف علیہ وان انکر الحکم یحلف علی تحاصل ھذا ما قالوا والقائل ان یقول یمکن ان یحلف علی السبب فقط و لا عرض المدعی علیہ فلا اعتبار لذلک التعریض لان غایۃ ما فی الباب انہ قد وقع البیع ثم وقع الاقالۃ فعی دعوی الاقالۃ یکون المدعی علیہ مدعیا فعلیہ البینۃ علی الاقالۃ فان عجز فعلی المدعی الیمین

(۲۵) غیر مسلم سے اپنے عبادت خانوں میں قسم نہ لی جائے

اور نہ حلف لیا جائے ان سے یہودی (یعنی یہود اور نصاریٰ اور بت پرست) اپنے عبادت خانوں میں۔

فائدہ: اس اصل کا قاضی کو ان سے عبادت خانوں میں جانا ضروری ہے بلکہ وہ کنیسے شیاطین ہیں اور عبادت گاہ بت پرستی ہے اس واسطے کہ اللہ الاطلاق کہ عبادت کی عبادت ہوتی ہے اور میں نے لفظی دیا ہے تاکہ مسلمان کی تکریم کا خیال نہ ہو جیسے بیوہ کے رحم کو لفظی اور اجرائی کہتے ہیں اور لفظی

خواص کو اشارے سے قسم دینے اور اگر کوئی کافر ہو اور تعظیم والی جگہ ہو تو اس کا باپ قسم کھانے یا اس کا بیٹا یا اگر باپ اور بیٹا نہ ہو تو اس کا بھائی یا اگر بھائی نہ ہو تو اس کا وہ شخص جو اس کے تمام مال کا وارث ہو اور اگر کوئی ان کے علاوہ ہو تو قاضی نے اس شخص کو اور ان کے علاوہ مقام کیا ہے وہ حلف کرانے کے لئے طلاق کے بیچنے کے لئے تحریم ہوتی اس واسطے متعلق ماضی ہے یا یقین کے ساتھ پس اس کو قرار دیا جو ہے تم معلوم کر کے پہلے قول کی مخالف ہے بالتسلم کے کہ بیع ہوئی (اختلاف میں جاری ہوتی ہے یہ جملہ میں آتی

دیو نے تم سب پر جیسے تم خدا کی میں نے بچایا میں نے طلاق نہیں دی یا میں نے غصب نہیں کیا یا میں نے نکاح نہیں کیا۔

فائدہ: اس واسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہو جاتے ہیں اس طرح پر کہ ایک چیز کو بچا پھرا قال کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم دلا دیں گے سب پر تو اس کو ضرر ہوگا باوجود جھوٹ ہونے کے یہ مذہب طرفین کا ہے اور بو یوسف کے نزدیک سب صورتوں میں قسم سب پر دلائی جاوے گی مگر جب مدعی علیہ قاضی سے کنایۃ کہے کہ اے قاضی یہ حلف دار تو مجھ کو سب پر اس واسطے کہ آدمی کتنی بیع کرتا ہے پھر اقالہ کر لیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر رجوع کر لیتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعی علیہ نے انکار کر دیا میں نے اگر وہ منکر ہوگا سب کا تو اس پر حلف دیا جاوے گا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاوے گا اور یہاں پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ حلف ہو سب پر اگر یہ مدعی علیہ کنایۃ قاضی سے کہے اس واسطے کہ تجارت کی یہ بات ہے کہ رجوع ہوگی ہوگی پھر قال ہوا ہوگا تو دعوی اقالہ میں مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہئے تو مدعی علیہ پر تو واجب ہیں قال کے دو اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل۔

(۲۶) الا اذا ترک القاضی للمدعی یحلف علی السبب کدعوی الشفعة بالجوار و فقة المتولی والخصاف لا یراعیانه ای یحلف علی الحاصل الآن یلزم من الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فح یحلف علی السبب کدعوی الشفعة بالجوار فانه یمکن ان یحلف علی الحاصل انه لا یجب الشفعة بناءً علی مذهب الشافعیؒ فان الشفعة لا تثبت بالجوار عنده فیحلف المشتری علی السبب بالله ما اشتریت هذه الدار و کذا اذا ادعت النفقة بالطلاق البائن کالخلع مثلا فانه لا یجب النفقة عند الشافعیؒ و تجب عندنا فان حلف بالله ما تجب علیک النفقة قریبا یحلف علی مذهب الشافعیؒ فیحلف علی السبب بالله ما علیها طلاق بائن (۲۷) و کذا فی سب لا یرتفع کعهد مسلم یدعی عتقه فان المولی یحلف بالله ما اعتقته فانه لا ضرورة الی الحلف علی الحاصل لان السبب لا یمکن ارتفاعه فان العبد المسلم اذا ارتد لا یسترق (۲۸) وفی الامة والعبد الکافر علی الحاصل لان السبب قد یرتفع فیهما اما فی الامة فبالردة واللحاق الی دارالحرب ثم السبی واما فی العبد الکافر فبقضاء العهد واللحاق الی دارالحرب ثم السبی (۲۹) ویحلف علی العلم من ورث شیئا فادعاه اخر علی المیت ان وهب له او اشتراه البتات القطع فالموهوب له والمشتری یحلفان بالله لیس هذا ملکالک فعدم الملک مقطوع به بخلاف الوارث فانه یحلف بالله لا اعلم انه ملکک لک فانه ینفی العلم بالملک و عدم الملک لیس مقطوعا به فی کلامه (۳۰) وصح فداء الحلف والصلح

مدولا یحلف بعد ای اذا توجه الحلف فحلف امتنعت هذه العشر دعواه من الحلف و قبل الآخر وقال المدعی صالحت علدعوی الحلف علی کذاوقبل الآخر صح و سقط حق الحلف.

(۲۶) مدعیٰ علیہ سے سبب پر قسم لینا

اگر اس صورت میں جہاں پر مدعی کا مقر ہونا ہے تو وہاں صرف سبب پر ہوگا جیسے کفالہ کا دعویٰ بسبب بیع یا کفالہ کے اور اگر لفظ طلاق یا کفالہ کا سبب مدعی علیہ ان چیزوں کا قول نہ ہو۔

فائدہ: مثلاً مدعی علیہ شافعی ہو اور ان کے نزدیک نہ ہو یا کفالہ ہے نہ سبب طلاق ہو تو لفظ تو وہاں اگر مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی تو صرف لفظ پر ہوگی سبب پر نہیں اور لفظ واجب نہیں یا لفظ واجب نہیں تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آوے گا اس واسطے مدعی علیہ کو یہ قسم دیں گے کہ خدا کی قسم میں نے یہ گھر نہیں خریدا و میں نے اس کو طلاق بائن نہیں دیا فقط واللہ اعلم۔

(۲۷) سبب غیر مرتفع پر قسم

کوئی ایسی قسم لی جاوے گی جس سبب پر جو مرتفع نہیں ہو سکتا جیسے غلام مسلمان حق کا دعویٰ کرے سو یوں۔

فائدہ: تو سو یوں تو قسم لیویں گے کہ قسم خدا کی میں نے اس کو بیچنا آزاد کیا اس واسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سبب کا ارتفاع یہاں نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہو گیا تو پھر غلام ہو نہیں سکتا کذا فی الاصل۔

(۲۸) کافر غلام ولونڈی کے مدعی علیہ کی قسم

اور لونڈی اور غلام کافر میں اگر مدعی ہوں یہ دونوں حق کے سوائی پر قسم نہ دیے جاویں گے یہ۔

فائدہ: اس واسطے کہ سبب کا ارتفاع یہاں ہو سکتا ہے لیکن لونڈی میں تو اس طرح کہ مسلمہ ہو جاوے اور دار الحرب میں چلی جاوے پھر قید ہو کر آوے اور لیکن غلام کا تو اس طرح پر کہ غلب کو آزاد کیا اور دار الحرب سے چلی جاوے پھر قید ہو کر آوے کذا فی الاصل۔

(۲۹) وارث سے قسم

اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہو وے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لی جاوے گی یعنی اس طرح کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ شے تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز بہ یا خریدت آئی تو وہ اس طرح قطع حق کرے۔ (اسی طرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر ہو)۔

(۳۰) قسم کے عوض کچھ دینا

اور قسم کے بدلے میں مدعی کو کچھ دینا اور صلح کر لینا کہ یہ مال یا عوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجھ کو یہ قسم کا یا مدعی صلح قسم سے رجوع کیا تو اب مدعی سے یہ قسم نہ دی جاوے گی بلکہ حق ساقط ہو جاوے گا۔

فائدہ: مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے اس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے پھر اگر میں ایک برس تک حلیف قاضی یا پنچ کے نہ بنوں ہوں اور مدعی اس پر گواہ لایا ہو تو مدعی علیہ کا قول متعین ہوگا اور مدعی اس سے حلف لے سکتا ہے۔

باب التحالف

وإذا وقع الاختلاف في قدر الثمن أو الثمن جنسه أو صفته أو الأجل حكم بفساد البيع سواء كان الاختلاف في قدر الثمن أو الثمن أو الأجل لأن الاختلاف في قدر المبيع (٢) يوجب اختلافا فيهما كما إذا وقع البيع بعبد واحد بألف وقال البائع بعتك هذا العبد بألف وقال المشتري اشتريت هذا العبد بألف وجنسه كما إذا وقع البيع بألف وقال البائع بعتك بألف نقد وقال المشتري اشتريت بألف نسيئة والاختلاف في الأجل كما إذا وقع البيع بألف نقدا وقال البائع بعتك بألف إلى شهر وقال المشتري اشتريت بألف إلى شهرين فيفسد البيع لأن الاختلاف في الثمن أو المبيع يوجب اختلافا في الأجل فكان الاختلاف في الثمن أو المبيع اختلافا في الأجل دلالة وإن كان الاختلاف في الثمن فقال البائع بعتك بألف وقال المشتري اشتريت بألف وخمسمائة فالبيع فاسد لما بينا وإن كان الاختلاف في الأجل فقال البائع بعتك بألف إلى شهر وقال المشتري اشتريت بألف إلى شهرين فالبيع فاسد لما بينا وإن كان الاختلاف في الجودة والصفة فقال البائع بعتك هذا الحنطة الجيدة بكر وقال المشتري اشتريت هذا الحنطة الرديئة بكر فالبيع فاسد لما بينا وإن كان الاختلاف في الكل فقال البائع بعتك هذا الحنطة الجيدة بكر وقال المشتري اشتريت هذا الشعير الرديئة بكر فالبيع فاسد لما بينا وإن كان الاختلاف في الكل فقال البائع بعتك هذا الحنطة الجيدة بكر وقال المشتري اشتريت هذا الشعير الرديئة بكر فالبيع فاسد لما بينا وإن كان الاختلاف في الكل فقال البائع بعتك هذا الحنطة الجيدة بكر وقال المشتري اشتريت هذا الشعير الرديئة بكر فالبيع فاسد لما بينا

دو شخصوں کے باہم قسم کھانے کے بیان میں

(۱) ثمن کے اختلاف پر تحالف

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں (یعنی بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ کو ہزار درہم کے عوض بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ سے پانچ سو درہم کے عوض خریدا) یا مبیع میں (یعنی بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجھ سے خریدی) یا ثمن کی جنس میں (یعنی بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ کو ہزار درہم کے عوض بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ سے ہزار دینار کے عوض خریدا) یا ثمن کی صفت میں (یعنی بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ کو ہزار درہم نقد کے عوض بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ سے ہزار درہم ادھار کے عوض خریدا) یا اجل میں (یعنی بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ کو ہزار درہم ایک مہینہ کے عوض بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ سے ہزار درہم دو مہینہ کے عوض خریدا) تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

(۲) ثمن اور مبیع میں اختلاف پر تحالف

اور اگر اختلاف ہوا ثمن اور مبیع میں (یعنی بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تجھ کو ہزار درہم کے عوض بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے یہ

حلف مشتری سے لیا جائے گا۔

فائدہ: ان تینوں صورتوں میں اس واسطے کہ پہلے اس سے قسم کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اس کا سبق ہے اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہے تو نکول کا اور وہ وجہ ہے ثمن سے برخلاف اس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا ہوتا ہے کہ استحقاق تک ثمن اور اگر مبیع ہاتھ سے بدلے میں اسوب کے ہووے بائع صرف ہووے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جس کی قسم سے چاہے شروع کرائے اور قسم صرف اسی طور پر سے لی جاوے گی کہ بائع یوں قسم کھاوے کہ واللہ میں نے غلام کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھاوے کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور لانا اثبات کا دونوں کے ساتھ ضرور نہیں یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے ایک ہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصل من تشریح صاحب البدایہ۔

(۳) و صح القاضي البيع اي بعد التحالف ومن نكل لزمه دعوى الاخر اي اذا عرض اليمين اولا على المشتري فان نكل لزمه دعوى البائع فان حلف يعرض اليمين على البائع فان حلف يفسخ البيع و ان نكل لزمه دعوى المشتري (۴) ثم اعلم ان الاختلاف اذا كان في الثمن فالتحالف قبل قبض المبيع موافق للقياس لان البائع يدعي زيادة الثمن والمشتري ينكرها والمشتري يدعي وجوب تسليم المبيع بدائل الثمن والبائع ينكره فكل منهما مدع و منكر فيتحالفان فاذا فسخ القاضي البيع فيتحالف للقياس فان المشتري لايدعي شيئا الان المبيع قد سلم له والبائع يدعي زيادة الثمن والمشتري ينكرها لكن التحالف هذا ثبت بقوله عليه السلام اذا اختلف المتبايعان والسلعة قائمة تحالفا وترادا (۵) ولا تحالف في الاجل وشرط الخيار وقضى بعض الثمن و حلف المكر سواء اختلفا في اصل الاجل او في قدره فقال المشتري الثمن مؤجل وانكر البائع او قال المشتري الثمن مؤجل الى سنة وقال البائع بل الى نصف سنة حلف منكر الزيادة او قال احدهما البيع بشرط الخيار وانكر الاخر او قال احدهما الى الخيار الى ثلثة ايام وقال الاخر لابل الى يومين او قال المشتري اديت بعض الثمن و انكر البائع

(۳) قسم کے بعد کا فیصلہ

اور صحیح قرار دیوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کرے دونوں میں سے اس پر لازم کیا جاوے گا دعویٰ دوسرے کا۔

فائدہ: یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اس نے نکول کیا تو بائع کا دعویٰ اس پر لازم ہو گیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کی جاوے گی بائع پر تو اگر اس نے حلف کیا تو فسخ کر دیوے گا قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کرے دونوں میں سے اس پر لازم کیا جاوے گا دعویٰ دوسرے کا۔

(۴) تحالف کا ضابطہ

جاننا چاہئے کہ یہ اختلاف جب مقدار ثمن میں ہو اور دونوں نے حلف اپنا قبل قبض مبیع کے موافق ہے تیار کے اس واسطے کہ بائع دعویٰ کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اس کا انکار کرتا ہے اور مشتری دعویٰ کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر اور

ہے قبل نے دوسرے کو کہا کہ تو نے مجھ سے خریدا ہے تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے کہے کہ میں نے بیچا ہے یا تو نے مجھ سے خریدا ہے تو میں نے بیچا ہے اور اگر ایک نے کہا کہ میں نے بیچا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدا ہے تو ہر ایک دوسرے سے کہے کہ میں نے بیچا ہے یا میں نے خریدا ہے۔

(۵) مبیع اور ثمن میں اختلاف پر تحالف

اگر اختلاف ہو تو مبیع میں یا ثمن کی جنس میں یا قدر میں یا ثمن کی صفت میں یا اجل میں تو تحالف ہوگا۔

قولہ وہو ہے یا اختلاف کرے اصل میں دونوں یعنی مشتری نے کہا میں نے ادھار خریدا ہے اور بائع نے کہا نقد بیچا ہے یا مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا ہے اور بائع نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے میرا غلام خریدا ہے یا مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا ہے اور بائع نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے میرا مکان خریدا ہے یا مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا ہے اور بائع نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے میرا کپڑا خریدا ہے یا ایک نے کہا کہ میں نے خریدا ہے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے میرا گھوڑا خریدا ہے۔

(ولا بعد هلاك المبيع وحلف للمشترى اى ان هلك المبيع في يد المشترى بعد القبض ثم حلفا في قدر الثمن فلا تحالف عند ابى حنيفة رحمه الله وقالا يتحالفان والقول للمشترى مع بيعه وعند محمد يتحالفان ويفسخ. لنبي على قيمة الهالك لان كلامهما بدعى عقد امكره الاخر فيحالفان ويسقط التحالف بعد فسخ البيع على خلاف القياس فلانعدى الى حال هلاك السلعة ولا بعد هلاك بعضه لان يوصى البائع بترك حصة الهالك اى لايحلف نفى الهالك شيئا صلا ويجعل كالهالك كان لم يكن فكان العقد لم يكن الاعلى القائم فيتحالفان هذا تخريج بعض المشائخ و بصرف الاستثناء عندهم الى التحالف فقالوا ان المراد بقوله في الجامع الصغير باحدالحق ولاشئ له اى لاأحلف نفى الهالك شيئا صلا وقال بعض المشائخ لأحلف نفى الهالك بقدر ما قرره المشترى ولا يأخذ الزيادة فالاستثناء يصرف الى نفى المشترى لالى التحالف بعض

ہلاک کے بعد اور قسم دی جائے مشتری کو اس بات کی کہ ہلاک ہوا مبیع مشتری کے ہاتھ میں قبضہ کے بعد پھر قسم کھائیں دونوں ثمن کی مقدار میں تو تحالف نہیں ہوگا عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین نے کہا تحالف ہوگا اور قول مشتری کا معتبر ہوگا مع اپنی قسم کے اور عند محمد رحمہ اللہ تحالف ہوگا اور فسخ کیا جائے گا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک مدعی ہے اس بات کا کہ دوسرے نے اس کو مجبور کیا ہے عقد پر اور ہر ایک منکر ہے اس بات کا کہ دوسرے کا دعویٰ صحیح ہے پس دونوں قسم کھائیں گے اور فسخ کیا جائے گا عقد کو باوجود خلاف قیاس ہونے کے اور ہم متعدی نہیں کریں گے اس حکم کو ہلاک کے حال کی طرف اور نہ ہلاک بعض کی طرف کیونکہ ایسی صورت میں بائع کو وصیت کرنا پڑے گی ہلاک شدہ حصہ کے ترک کرنے کی یعنی قسم نہیں کھائے گا مشتری اس سے کہ ہلاک شدہ چیز کچھ بھی نہیں ہے اور ہلاک شدہ کی طرح ہوگا جیسے کہ وہ تھا ہی نہیں پس عقد قائم پر ہی رہا تو دونوں تحالف کریں گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ استثناء کا لوٹنا تحالف کی طرف ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ مشتری کہے گا کہ میں قسم نہیں کھاؤں گا ہلاک شدہ کی اس سے جو مشتری نے اقرار کیا ہے اور نہیں لے گا زیادہ سے اور بعض نے کہا کہ استثناء کا لوٹنا مشتری

انهما لايتحالفان ويكون القول قول المشتري مع يمينه الان يرضى البائع ان ياخذ المبيع ولايحاسبه في الهالك فح لايحلف المشتري لانه انما يحلف اذا كان منكرا مايدعيه البائع فاذا اخذ البائع المبيع صلحا عن جميع مالادعاه على المشتري فلاحاجة الى تحليف المشتري

(۶) مبیع تلف ہونے کے بعد اختلاف پر حلف

اسی طرح تحالف نہ ہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہو دے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن میں پس حلف نہ کیا جائے گا مشتری کی تالیف امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف امام محمد کے اور یہی قول ان کی عمل میں مختار ہے اور جو شخص مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہ ہوگا مگر اس صورت میں تحالف ہوگا کہ مبیع بعضی

حلف ہوتی ہے اس کے چھوڑ دینے پر راضی ہو جاوے۔ (اور بعض مشائخ یہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء تعیین مشتری سے ہے تو اس صورت میں مشتری پر تعین نہ ہوگا اور تفصیل اس کی اصل کتاب میں ہے)

(۷) بدل کتابت میں اختلاف

اور مولیٰ اور مکاتب نے بدل کتابت میں اختلاف کیا تو تحالف نہ ہوگا۔ (بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا)

(۸) ولا في بدل الكتابة (۸) ولا في رأس المال بعد اقالته وصدق المسلم اليه ان حلف والا يعود المسلم اي اذا عقد المسلم فوقع الاختلاف في رأس المال فالقول قول المسلم اليه ولا تحالف لانه ان تحالفا تفسخ الاقالة ويعود المسلم وذا لايجوز لان اقالة المسلم اسقاط الدين والساقط لايعود ولو اختلفا في قدر الثمن بعد اقالة المبيع بحلفا وعاد المبيع فانهما اذا تحالفا يفسخ الاقالة ويعود البيع وذا غير ممتنع (۹) ولو اختلفا في بدل الاجارة او المنفعة قبل قبضهما تحالفا وترادا (۱۰) وحلف المستاجر اولا ان اختلفا في الاجرة والموجر ان اختلفا في المنفعة لان بكل يبتدء قول صاحبه و اي برهن قبل و ان برهنا فحجة الموجر اولى ان اختلفا في الاجرة وحجة المستاجر ان اختلفا في المنفعة لان حجة الموجر تثبت زيادة الاجر وحجة المستاجر تثبت زيادة المنفعة والصحيح للاثبات وحجة كل في فضل يدعيه اولى ان اختلفا فيهما كما اذا قال الموجر اجرت الى سنة ثمانين وقال المستاجر لابل احجر الى سنتين بمائة وانا ما البيت بيت في سنتين ثمانين

(۸) بعد فسخ سلم راس المال میں اختلاف

اسی طرح اگر مبیع سلم نے فسخ نے بعد راس المال میں اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہ ہوگا (اور عقد سلم عود نہ کرے گا اور اگر فسخ کا اقالہ ہوا تو بیع فسخ کے بعد اقالہ ہوا بائع اور مشتری میں مقدار ثمن میں تو دونوں حلف کریں جب دونوں حلف کریں گے تو بیع لوٹ آوے گی۔

فائدہ: اس واسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہو گیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آوے گی۔

(۹) بدل اجارہ یا منفعت میں اختلاف

اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت میں موجر اور مستاجر نے قبل پورا لینے منفعت اور قبضہ کرنے اجرت کے تو دونوں حلف کریں اور جو ایک دوسرے کی شے کو بھیج دیوے

اور پہلے متاجر کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بھی قسم کھائے اگر اختلاف اجرت میں ہو اور اگر دونوں نے قسم کھانے سے انکار کیا یا دونوں قسم کھا چکے تو اجر مثل واجب ہوگا اگر وہ اجر مثل دوسرے کے دعوے سے کم ہو یا زیادہ ہو اور اگر اختلاف مدت میں ہو اور دونوں نے قسم کھانے سے انکار کیا یا دونوں قسم کھا چکے تو عقد فسخ ہو جائے گا اور اگر اختلاف عمل میں ہو اور دونوں نے قسم کھانے سے انکار کیا یا دونوں قسم کھا چکے تو عقد فسخ ہو جائے گا اور اگر اختلاف مدت اور عمل دونوں میں ہو اور دونوں نے قسم کھانے سے انکار کیا یا دونوں قسم کھا چکے تو عقد فسخ ہو جائے گا۔

زیادت میں جیسے موجر نے کہا کہ میں نے تجھ سے مکان کرایہ پر دیا ایک برس تک دو سو روپیہ میں اور متاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ دو برس تک دو سو روپیہ میں اور قائم کیا دونوں نے گواہوں کو تو گواہوں کو حکم دیا جائے گا دو برس تک دو سو روپیہ کے۔

فائدہ: موجر کے گواہوں کو ترجیح ہوگی زیادتی اجارت میں اور متاجر کے گواہوں کو زیادتی منافع میں اعتبار ہوگا اس لئے کہ حجت واسطے اثبات کے ہوتی ہے پس جس میں زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی اور راجح ہوگی۔

(۱۰) ولا تحالف ان اختلفا بعد قبض المنفعة والقول للمستاجر ای احلفا فی قدر الاجرة بعد قبض المنفعة فلا تحالف علیهما فالقول للمستاجر لانه منکر الزیادة وهذا ظاهر عند ابی حنیفة و ابی یوسفؒ لان التحالف بعد قبض المبیع عندهما علی خلاف القیاس فلا یقاس الاجارة علی البیع فان التحالف فی الاجارة ثبت قیاسا علی البیع واما عند محمد فان البیع یفسخ بغیبة الهالک و ههنا لیس للمنافع قیمة وبعد قبض بعضها تحالف و فسخت فیما بقی والقول للمستاجر فیما مضی وان الاجارة تنعقد ساعة فساعة فکانها تنعقد بعقود مختلفة فیما یفی بخلاف قیاسا علی البیع وفیما مضی لابل القول فیه للمکری وهو المستاجر (۱۱) وان اختلف الزوجان فی متاع اثبت فیما یصلح لهما وانه ما صلح له او لهما ای احلفا ولا بینة لاحدهما فما صلح للنساء یکون للمرأة مع یمینها وما صلح للرجال او للرجال والنساء یکون للرجل مع یمینه وان مات احدهما فالمشکل لنحی المراد بالمشکل ما یصلح لهما والنساء فهو للحی مع یمینه هذا عندابی حنیفة وقال ابو یوسفؒ یدفع الی المرأة مایجهز به مثلها والباقی للروح مع یمینه والحیوة والموت سواء فیقام الورثة مقام المورث وعند محمد ان کانا حیین فکماقال ابو حنیفة و بعد الموت ما یصلح لهما فورثة الروح وان کان احدهما عبدا فالکل للحر فی الحیوة و للحی بعد الموت وعندهما العبد المأذون والمکاتب کالحر

ہوگا اور اگر بعض منفعت فنا ہو چکی ہے اور باقی ہے تو دونوں سے حلف لے کر جدا کیے جائیں گے باقی کی نسبت اور جتنی مدت گزری ہے اس میں قول متاجر کا مقبول ہوگا۔

(۱۰) منفعت لینے کے بعد مقدار اجرت میں اختلاف

اور اگر موجر اور متاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت میں تو قول متاجر کا حلف سے مقبول

کرنے کے لئے گواہوں کو بلوانا ہو تو جو اس پر دس درہم کے دائق ہے اسے اجیر مشترک پر زیادہ دینا پڑے گا اور جو دو درہم پر دائق ہے اسے اجیر مشترک پر کم دینا پڑے گا (پس اجیر مشترک کی اجرت میں تفاوت ہوا) اور عورتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے (یعنی) اگر عورتوں کو گواہ بنانے کے لئے بلوانا ہو تو جو عورت دس درہم کی دائق ہے اسے اجیر مشترک پر کم دینا پڑے گا اور جو دو درہم پر دائق ہے اسے اجیر مشترک پر زیادہ دینا پڑے گا۔

فائدہ: یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی ایک گواہ کو بلوائیں اور دونوں زندہ ہوں تو اگر دونوں گواہ پیش کریں تو زیادہ دینے والا مقبول ہوں گے۔

(۱) اگر کوئی مرد کہے کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اس لئے میں اس کے لئے دوسروں سے اجرت لینے کا مستحق ہوں تو اس کا قول مقبول نہیں ہوگا (اور نہ اس کو اجرت ملے گی) کیونکہ یہ قول اس کے اپنے نفع کے لئے ہے (اور اپنے نفع کے لئے کوئی قول مقبول نہیں ہوتا) ہاں اگر کوئی عورت کہے کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اس لئے میرا شوہر مجھ سے خدمت نہیں لے سکتا تو اس کا قول مقبول ہوگا (اور شوہر کو اس کی خدمت کے بدلے اجرت دینی پڑے گی) کیونکہ یہ قول اس کے اپنے نفع کے لئے نہیں ہے (بلکہ شوہر کے نفع کے لئے ہے) اور اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اس لئے میرا باپ مجھ سے خدمت نہیں لے سکتا تو اس کا قول مقبول نہیں ہوگا (اور باپ کو اس کی خدمت کے بدلے اجرت دینی پڑے گی) کیونکہ یہ قول اس کے اپنے نفع کے لئے ہے (اور اپنے نفع کے لئے کوئی قول مقبول نہیں ہوتا) ہاں اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اس لئے میرا باپ مجھ سے خدمت نہیں لے سکتا تو اس کا قول مقبول ہوگا (اور باپ کو اس کی خدمت کے بدلے اجرت نہیں دینی پڑے گی) کیونکہ یہ قول اس کے باپ کے نفع کے لئے ہے (اپنے نفع کے لئے نہیں ہے) اور اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اس لئے میرا بیٹا مجھ سے خدمت نہیں لے سکتا تو اس کا قول مقبول ہوگا (اور بیٹے کو اس کی خدمت کے بدلے اجرت نہیں دینی پڑے گی) کیونکہ یہ قول اس کے بیٹے کے نفع کے لئے ہے (اپنے نفع کے لئے نہیں ہے)

فوائد

(۱) دین کا اختلاف اگر عقد اجارہ میں مانع ہوتا ہے تو اس کی مثالیں کتاب الاجارہ کے آخر حصہ تک میں بکثرت ملیں گی

(۲) اگر مدرس قرآن پڑھانے کے بدلے تنخواہ لیتا ہے تو فقہاء متاخرین نے اس کی تنخواہ میں اختلاف کیا ہے بعض نے تو اس کو جائز کہا ہے اور بعض نے ناجائز کہا ہے اور یہی صحیح ہے (اور ہمارے زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے)

(۳) اگر کسی شخص نے پیشہ ور ایک جماعت کو اپنی اور آفات میں آنے کی دعوت دی اور آفات والوں نے قبول کی اور ان میں ایک گروہ ایسا تھا جس کے پہنچنے کے آفات والے منتظر تھے تو ان کے بغیر آفات والوں میں مشترک اجارہ کا حکم ہوگا (یعنی سب کو برابر اجرت ملے گی)

(۴) اگر کچھ لوگ مکان میں رہتے ہیں اور ایک نے پانی کے ایک شگاف کی مرمت کرائی تو اس کے لئے کچھ نہیں ہے جیسے جانور کی مرمت کرانے والے کے لئے کچھ نہیں ہے ہاں اگر کسی نے اجازت کے ساتھ مرمت کرائی ہو تو شریکوں پر اس کا حصہ لازم ہوگا اور اگر کسی نے بغیر اجازت کے مرمت کرائی ہو تو اس کے لئے کچھ نہیں ہے ہاں اگر اس کی مرمت کی وجہ سے پانی کو روکنے میں زیادہ شدت ہوئی ہو تو اس کے لئے ہے۔

(۵) اگر کسی شخص نے کپڑا سینے والے کو کپڑا دیا اور اس نے کپڑا لے جانے سے انکار کر دیا اور وہ ضائع ہو گیا تو ہر ایک کو اختیار ہے کہ درزی سے تاوان لے لے اور اگر درزی کپڑا دینے سے انکار کرے تو اس کو بھی تاوان دینا پڑے گا۔

فصل (۱) ولو قال ذو الید ھذا کتبی او دعیعہ او اعاریہ او اجرتہ او رھنہ بہ او غصبتہ منہ و برھن علیہ سقطت الخصومۃ المدعی لانہ ھو الذی لیست بہ الخصومۃ (۲) ولو قال المشتری من الغاصب او قال المدعی غصبتہ او سرقتہ او سرق منی لا یلزمہ شیء و ید علی ذلک لان ذا الید اذا قال اشتریتہ من الغائب لقد اقر ان بدہ بید حق فلا تسقط عنہ الخصومۃ و کذا اذا قال المدعی اتلفہ علی ذی الید کما اذا قال غصبتہ منی او سرقہ منی لا تسقط عنہ الخصومۃ و کذا اذا قال سرق منی بعد ما زال ذا الید او دفعہ فلان و قد ھلک لا تسقط عنہ الخصومۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ و عند محمد تسقط (۳) کذا فی الوقایۃ المشھود بردہ علی لا تعرفہ فانہ لا تندفع الخصومۃ لاحتمال ان یکون المدعی ھو الذی ردعہ علیہ

فصل دفع دعوی میں ملکیت کے دعوی کا امانت یا عاریت وغیرہ کے ثبوت سے دفع ہونا

گزشتہ مسئلہ میں مدعی نے مدعا علیہ پر جس چیز کا دعوی کیا تھا اس مسئلہ میں مدعا علیہ نے اس کا جواب بیان کیا ہے کہ یہ چیز میری امانت یا عاریت وغیرہ ہے اور اس کا مالک یہ مدعی ہے اور اس نے یہ چیز مجھ سے غصب نہیں کی ہے نہ چرائی ہے نہ اس پر ڈاکہ ڈالا ہے نہ مدعی کی ملکیت ہی سے یہ چیز نکلی ہے۔

تو مدعا علیہ کے اس جواب سے مدعی کا دعوی ملکیت ساقط ہو جائے گا اور مدعا علیہ پر اس چیز کی ملکیت کا دعوی نہیں رہے گا اور مدعا علیہ سے مدعی کا دعوی ختم ہو جائے گا اور مدعا علیہ اس چیز کی ملکیت کے دعوی سے بری ہو جائے گا اور مدعی کا دعوی صرف اس چیز کی امانت یا عاریت وغیرہ کا رہ جائے گا اور مدعا علیہ پر اس کا ثبوت لازم ہوگا۔

(۲) امانت کے ثبوت پر دعوی کا دفع نہ ہونا

اور اگر مدعی مدعا علیہ کے اس جواب میں کہ یہ چیز میری امانت ہے یا عاریت ہے یا مدعی نے اس چیز کو مجھ سے غصب نہیں کیا ہے یا چرایا نہیں ہے یا مجھ پر ڈاکہ نہیں ڈالا ہے یا مدعی کی ملکیت سے یہ چیز نہیں نکلی ہے ان صورتوں سے کسی صورت کا اگر مدعی علیہ اس شے کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے۔

تو گواہوں کے ذریعہ مدعی پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ چیز میری امانت ہے اس نے غلط کہا ہے اور یہ چیز اس کی امانت نہیں ہے بلکہ یہ چیز مدعی کی ملکیت ہے اور مدعا علیہ نے اس چیز کو مدعی سے غصب کیا ہے یا چرایا ہے یا اس پر ڈاکہ ڈالا ہے یا مدعی کی ملکیت سے یہ چیز نکلی ہے اور مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ چیز میری امانت ہے اس نے غلط کہا

۴۔ بخلاف قولهم يعرفه بوجهه لانه سمه وسعه تسقط الخصومة عند ابي حنيفة في الشهود دون الوجوه من السوق كما في الدعوى وعند محمد لايسقط الخصومة حيث لم يذكر وا شعره اوعينه عند (د) وان قال القطه من يده اي قال المدعي اشتريته من يد وقال ذو اليد اودعنيه او سلمت الخصومة بالاجماع (الاشباه) فلو المدعي ان يده و كله بقبضه قال المدعي اذا قال انه اشتراه من يده فقد اقر انه وصل الي ذي اليد من جهته فلا يكون يده بحجة وان اقام الوكالة عنه ۴ وعنه النصاري تسمع محمد كتاب الدعوى لانه حق صدرهي الايداع والاعارة والرهن والغصب والاجارة وبضاعتها حتى اقال صاحبي شركة لايدفع الخصومة وعند ابي ليلى يدفع الخصومة بالاجماع وعند ابي يوسف رحمه الله تعالى ان كان ذو اليد رجلا صالحا يدفع الخصومة الاشكال معروفا بالحيل ـ امكن ان يدفع ما في يده الي من غيب عن المجلس يقول له ردوه عندي خصومة الشهود كلا يمكن لاحد الدعوى علي وعند محمد رحمه الله تعالى لايدفع الخصومة اذا قال انه يعرفه بوجهه لانه سمه وسعه وعند ابي حنيفة رحمه الله تعالى يدفع الخصومة بالبينة كما ذكر ـ

(۴) وہ گواہی جس سے خصومت ساقط ہو جاتی ہے

اب اگر گواہ صرف تین ہوں یا ان کے پاس رکھے ہوئے سونے کو پہچانتے ہیں لیکن ان کے نام اور نسب نہیں جانتے تو خصومت ساقط نہ ہوگی (ایک صاحب کہتے ہیں)

ناظم: یہ بھی اب کہا جاتا ہے کہ ان کے نام اور نسب کا علم نہ ہونا ان کی عدالت کو ساقط کر دیتا ہے اس لئے ان کی گواہی سے خصومت ساقط نہ ہوگی کیونکہ ان کی عدالت ثابت نہیں ہوئی (ایک صاحب کہتے ہیں) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خصومت ساقط ہو جاتی ہے اگر ان کے نام اور نسب معلوم ہوں اگرچہ ان کی عدالت ثابت نہ ہو۔ (ایک صاحب کہتے ہیں) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خصومت ساقط نہ ہوگی اگرچہ ان کے نام اور نسب معلوم ہوں جب تک ان کی عدالت ثابت نہ ہو۔ (ایک صاحب کہتے ہیں) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خصومت ساقط نہ ہوگی اگرچہ ان کے نام اور نسب معلوم ہوں اور ان کی عدالت ثابت ہو جب تک ان کی گواہی سے ان چیز کے لینے کا حکم نہ دیا جائے۔

ناظم: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مدعی نے یہ کہا کہ میں نے یہ چیز اس سے خریدی ہے تو اس نے اقرار کیا کہ وہ چیز اس کی ملک سے نکل چکی ہے اور اب اس کی ملک نہیں ہے اگرچہ وہ اس کے قبضہ میں ہو اگر مدعی عدالت پیش نہ کرے تو اس سے قسم لینے کے لئے کہے۔

مسائل متفرقہ

باقی رہا یہ کہ ان مسائل متفرقہ کے بیان کرنے سے کتاب الدعوی کا اس وقت کہ مدعی نے جواب کی بنا پر صورت کی ایسے اثبات دعوی کی صورت تک ابتدا پوری ہوگئی ہے

غصب اور بھی اس جہت سے کہ اس میں پانچ قول ہیں تو نزدیک ابان شہر نہ کے خصومت دفع نہ ہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلیٰ کے خصومت دفع ہو جاوے گی اگرچہ مدعیٰ علیہ گواہ قائم نہ کرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسف کے اگر مدعیٰ علیہ سرد صالح ہوگا تو اس سے خصومت دفع ہو جاوے گی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی میں تو دفع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ جتنا مال اس کے قبضے میں ہے ایک شخص غائب ہونے والے کو دیوے اور اس سے کہے کہ تو ہمارا گواہوں کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھا دے تاکہ کوئی اس مال کا دعویٰ نہ کر سکے اور نزدیک محمدؒ کے خصومت دفع نہ ہوگی جب گواہوں نے یہ کہا کہ ہم اس شخص کو نہیں پہچانتے مگر صورت سے اور نام ونسب اس کا نہیں جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہو جاوے گی جب مدعیٰ علیہ گواہ قائم کر دیوے اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل۔

باب دعوے الرجلین

(۱) حجة الخارج في الملك المطلق اولى من حجة ذي اليدين وقت احدهما فقط اعلم ان حجة الخارج عندنا اولى من حجة ذي اليد و عند الشافعي رحمه الله تعالى حجة ذي اليد اولى ثم ان وقت احدهما فقط فعند ابي حنيفة رحمه الله و محمد الخارج اولى و عند ابي يوسف صاحب الوقت اولى (۲) ولو برهن كل واحد منهما على شيء قضي به لهما هذا عندنا و عند الشافعي رحمه الله تعالى تهاترت البينان (۳) فان برهنا في النكاح سقطا لامتناع الجمع بينهما بخلاف الملك فان الشركة فيه ممكنة وهي لمن صدقه فان ارخا التاريخ اولى فان اقرت لاحدهما لا حجة له فهي له وان برهن الآخر قضي له وان برهن احدهما و قضي له ثم برهن الآخر لم يقض له الا اذا كانت صدقه كعالم يقض لعجمة الخارج على ذي يد ظهر نكاحه الا اذا ثبت سبقه اي اذا كانت امرأة لذي يد رجل ونكاحه ظاهر واذعى الخارج انها زوجته واقام البينة لم يقض له الا اذا ثبت ان نكاحه سابق

باب... ایک چیز پر دو شخصوں کے دعوے کے بیان میں

(۱) قاعدہ کلیہ: قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولیٰ ہیں قابض کے گواہوں سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کریں اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کریں۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ جب دعویٰ ایسے دو شخصوں کا ہووے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہووے دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے اولیٰ ہوں گے۔ ہمارے نزدیک اور شافعی کے نزدیک گواہ قابض کے اولیٰ ہیں پھر اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہوں گے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے گواہ معتبر ہوں گے جس نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل۔

(۲) دونوں مدعیوں کا خارج ہونا

اور اگر دونوں شخص خارج ہیں اور دونوں نے ایک شے کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کئے تو وہ شے دونوں آدھی دونوں کو دی جاوے گی یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعی کے

[illegible] کی طرف سے گواہ دے دیا جائے تو اس نے اس پر قرار کا حکم دیتے اس نے گواہ لانے کی مہلت مانگی تو یہ مہلت نہ دی جائے گی اور قاضی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اس کے وقت میں یہ کہہ کر اضافہ کرے کہ اسے اختیار ہے کہ اس نے جو گواہ پیش کئے ہیں ان کو چھوڑ دے اور دوسرے گواہ لائے اور اس کے بعد اس نے گواہ پیش کئے اور ان کی تعدیل ہو گئی اور ان کے حق میں فیصلہ دے دیا گیا تو اس کے بعد اس کو یہ حق نہیں کہ وہ ان گواہوں کو واپس لے کر دوسرے گواہ پیش کرے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے گواہ پیش کئے اور ان کی تعدیل ہو گئی اور اس کے بعد اس نے کہا کہ میرے پاس اور گواہ ہیں تو اس کے لئے کوئی اور گواہ نہیں ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا ہے اور دوسروں نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا اور دوسروں نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو اس کے لئے کوئی اور گواہ نہیں ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس

(۲) فان برهن غير شراء على من في اليد فللكل نصفه بنصف النتاج او تركته ان لكل واحد منهما لحدان ساء احد نصفي ذلك لسي بنصف النتاج و ان ساء ترك وترك احدهما بعد ما قضي بهما به جاز الآخر كله و هو الباقي من ذكر الفلسوء من ذي اليد تاريخ والذي يليان لم يؤرخا تاريخ احدهما والذي وقت ان وقت احدهما فقط ولا يدلهما اي ان لم يحلفا سقط حق ان لم يبرهن او برهن تاريخ احدهما فان كان في يد احدهما فلو لذي لم يكن في يد احدهما فان وقت احدهما فهو احق و ان لم يوقت احدهما فقد مرت ان لكل نصف نصف النتاج او تركته (۱) و لتتاريخ احق من يده و عند فقد مع قضي لذي قبل احدهما استريه من يده وقال لآخر رهب لي يده و قضه او تصدق علي يده و قضه فجرها فينبغي لشراء احق (۲) و التشريه و التهبر سواء يده و رهن مع قبض احق من هبة فقط فان برهن خارجين على ملك مؤرخ او تتاريخ مؤرخ من واحد او خارج غير ملك مؤرخ و ذوي يد على ملك فقد قالوا سان احق و ان برهنا على شراء شيء متفق او مختلفا من آخر ذي قبل احدهما غير بينة من يده وقال الآخر اشتريته من عمرو و كذبه ذو يد واحد او وقت احدهما فقط استوى فالحاصل انه اذا وقت احدهما فقط وتقابض واحد فصاحب الوقت احق وان تقابض تبين فهب سواء

(۴) ایک چیز خریدنے پر دو شخصوں کا گواہ قائم کرنا

اور اگر دو شخصوں نے گواہ پیش کئے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص سے تو ہر شخص نے لے اختیار ہوگا آدھا نصف حصہ لیوے جو شخص نصف حصہ کے برابر دیوے اور جب قاضی نے دونوں کے لئے نصف نصف حصہ کا فیصلہ دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا دوسرے کا پورا کل مال ہوگیا اور اگر دونوں نے ایک ہی تاریخ گواہوں کی پیش کی ہو یا دونوں کی تاریخ معلوم نہ ہو تو دونوں کے گواہ برابر ہیں اور اگر ایک نے تاریخ پیش کی اور دوسرے نے نہ کی تو جس نے تاریخ پیش کی اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے تاریخ پیش کی تو جس کی تاریخ پہلی ہے اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں کی تاریخ برابر ہے تو دونوں کے گواہ ساقط ہو جائیں گے اور اگر دونوں کے گواہ ساقط ہو گئے تو جس کے قبضہ میں وہ چیز ہے اس کی ہوگی اور اگر دونوں کے قبضہ میں آدھا آدھا ہے تو دونوں کا آدھا آدھا ہوگا اور اگر دونوں کے قبضہ میں نہیں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اس کی ہوگی اور اگر دونوں کے قبضہ میں نہیں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اس کی ہوگی اور اگر دونوں کے قبضہ میں نہیں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اس کی ہوگی

(۵) ایک چیز کے متعلق دعوی شراء اور دعوی ہبہ یا صدقہ

اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز میں نے اپنے لئے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجھ کو دی ہے یا مجھ کو صدقہ کی ہے اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا تو ایک شخص کے گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے خریدی ہے اور دوسرے کے گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے ہبہ کی ہے اور قبضہ کر لیا تھا تو خریدنے کے گواہ مقبول ہوں گے اور ہبہ کے گواہ ساقط ہو جائیں گے اور اگر ایک نے گواہ پیش کئے کہ اس نے خریدی ہے اور دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ اس نے ہبہ کی ہے اور قبضہ کر لیا تھا تو ہبہ کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر ایک نے گواہ پیش کئے کہ اس نے خریدی ہے اور دوسرے نے گواہ پیش کئے کہ اس نے صدقہ کی ہے اور قبضہ کر لیا تھا تو صدقہ کے گواہ مقبول ہوں گے

(۶) دعوی شراء اور دعوی مہر

اور دعوی شراء دعوی مہر پر مقدم ہے۔

قولہ وہ صورت اس کی یوں ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ میں نے عمرو خالد سے ایک غلام خریدا ہے اور خالد نے دعوی کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرے پاس رہن رکھنے کے لئے رکھا ہے تو دونوں نے دعوی کئے تو دونوں دعووں میں سے دعوی زید کا دعوی مقدم ہوگا۔

(۷) دعوی رہن مع القبض اور دعوی ہبہ مع القبض

اور دعوی رہن مع القبض اولی ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونوں نے علیحدہ علیحدہ تاریخ میں ہر ایک نے گواہ قائم کئے ایک نے

ملک پر گواہ قائم کئے تاریخ ایک شخص سے یا ایک خارج قائم کئے گواہ قائم کئے ملک پر تاریخ اور ایک ذوالید

ایک نے ان میں سے کوئی شے یا دوکان میں سے ... یں اور قائم کی اور ایک نے گواہ پیش کئے کہ یہ چیز ... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... ن اونٹنی کا اس شخص کے لئے جس نے قبضے میں کی ... روایت کیا اس کو الدقطنی نے

(۹) ہر ایک کا دوسرے سے خرید نے پر گواہ قائم کرنا

اور اگر دونوں یا ہر ایک نے دونوں خارج ہیں یا کسی ایک یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی ید تھا ... ہر ایک نے اس سے خریدا ہے (یعنی دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک نے اس سے خریدا ہے جس کے ہاتھ میں وہ چیز ہے) اور ہر ایک نے اس سے خریدا ہے جس کے ہاتھ سے خریدا ہے اور وہ ہر ایک کے ہاتھ سے خریدا ہے اور بیچنے والے کی ملکیت کے دعوے کو قائم کریں اپنے اپنے بیان پر گواہوں کے گواہ دینے جانے سے اور ان میں سے کسی کا بائع سے ... کے پاس قبل اس سے خارج نے اس کو فروخت کیا ہو ... اور گواہوں نے گواہی دی ان کی تاریخوں کی تعیین نہ کر سکے ... ہے جو ایسی صورت میں کہا جاتا ہے تو اس کا فیصلہ کرے۔

فائدہ ... ہے میں کہا ہے کہ اگر دونوں نے گواہوں سے وقت بیان کیا ہو ... ن کی تاریخ نے قبضہ پانا ثابت کیا ... ہر وقت تاریخ کا مقدم ہونے تو قائل ... ہر ایک شخص کے قول کیا جائے گا ... ن سے پہلے خریدا ہے ... ہاتھ سے خریدا ہے ... ہر ایک شخص کے ہاتھ سے ... کا اس لئے کہ ہر ایک شخص کے ... ہے تاریخ کی قبل کے قبل ... ہے ... ہاتھ سے خارج سے اور ... ہے ... ہے ... ہے

فالجار ... حتى شاملا للمقيم المتبدل ... وان ذكر ... مسير كالمسافر ... وليلة وعم ذلك بنظر الى قوله كسب كل في الجنس ... ولا يرجح بكثرة المعيود في الترجيح عندنا بخلاف الشافعي رحمه

(۱۰) مذکورہ مسائل کا خلاصہ

... ان آیات سے ثابت ہوا کہ جب ہوا سے ... وخوشی ... کے بعد اس کی ... سے ... ظاہر ہوا کہ ... ہوا ... ہوا ... ہوا

(۱۲) والو ادعی احدالمحرجین نصف الدار والآخر کلها فالربع للاول والباقی للثانی اعلم ان ماحصلة اعتبر فی هذه المسائل طریق المنازعة وهو ان النصف مع المدعی الکل للمنازعة بقی والنصف الآخر فیه منازعتهما علی السواء فیضرب فلصاحب الکل ثلثة ارباع ولصاحب النصف الربع وهذا اعتبر طریق الاصل والمضاربة انما سمی بهما لان فی المسئلة کلاً ونصفاً اذا سألت من ایهما تحول الی ثلثة فلصاحب الکل سهمان ولصاحب النصف سهم هذا هو تحول واحد المضاربة فان کل واحد یضرب غیر حقه فصاحب الکل له اثنتان من الثلاثة فیضرب الثلثة فی الدار فیحتمل له ثلثة ارباع الدار وصاحب النصف له ثلث من الثلاثة فیضرب الثلث فی الدار فیحصل له ثلث الدار فان ضرب الکسر بطریق الاضافة فانه اذا ضرب الثلث فی ثلثة صحت الستة وهو ثمانی وان کانت سهمها فهی ثلثة اثلاث نصف فنصف ثلث لانه حال نصر فاذا کانت فی یدهما یکون النصف فی یدکل منهما فالنصف الذی فی ید مدعی الکل لایدعیه آخر فیترک فی یده والنصف الذی فی ید مدعی النصف یدعیه کل واحد منهما فمدعی الکل حائز وید الحائز اولی

(۱۲) ایک گھر پر نصف وکل کے دو دعوے

اگر دو شخصوں نے جن میں سے ایک نے گھر کا کل اور دوسرے نے نصف گھر کا دعوی کیا ہو تو کل کے مدعی کو تین حصے ملیں گے اور نصف کے مدعی کو ایک حصہ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ گھر کے چار حصے کئے جائیں گے اور ان میں سے تین حصے کل کے مدعی کو دیئے جائیں گے اور ایک حصہ نصف کے مدعی کو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دیکھو کہ ان دونوں میں سے کس کے تین حصے ہوتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ کل کے مدعی کے تین حصے ہوتے ہیں اور نصف کے مدعی کے ایک حصہ

ای صاحب الید فی هذه الصور هو الاول (۱۳) و جالس البساط و المتعلق به سواء کمن معه ثوب و طرفه مع اخر (۱۵) و القول للصبی بصورقی انا حموله قال انا عبدفلان فقضی نمن معه کمن لایعبر انموا د بالتعبیر ان یتکلم و یعقل ما یقول فان کان معبرا و یقول انا حرفالقول قوله لانه فی ید نفسه ولو قال انا عبدمد وهو فی یدعمر و کان عبدا لعمر و لانه لما اقر انه عبدغیره لیس فی یدنفسه فیکون عبدا لصاحب الید وان لم یکن معبرا لا یکون فی ید نفسه فیکون عبداً لصاحب الید اقول انه علی الاسان لیس دلیلا ظاهرا علی الملک فان من رای انسانا فی بیداخر یتصرف فیه تصرف الملاک لا یجوز ان یشهد له ملکه فان الاصل فی الانسان الحریة فکون الصبی الذی لایعبر عبداً لصاحب الید مشکل

(۱۳) ایک جانور کی پیدائش پر دو خارجوں کا دعویٰ

اگر دو خارجوں نے دعویٰ کیا ایک جانور کی پیدائش کا اور دونوں کے گواہوں نے تاریخ اس کی پیدائش کی بیان کی تو اس جانور کا کون ہوگا جو گواہ کہ اس کی تاریخ کے موافق ہوگا اس کو دیا جاوے گا اور اگر موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہو سکے تو وہ جانور دونوں کا ہوگا اور جو ان اس کا دونوں کے گواہوں کے خلاف نکلے تو دونوں کے گواہ مردود جاویں گے اور وہ جانور جس کے پاس تھا اسی کے قبضے میں رہا جاوے گا

تو اگر دونوں خارجوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا زید پر کہ یہ چیز میری تو نے غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ شے تیرے پاس امانت رکھوا لی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کئے تو دونوں کے لئے حکم کیا جاویگا اس چیز کے نصف نصف کا ان واسطے کہ دونوں برابر ہو گئے کیونکہ جس کے واسطے غصب ہوا ہے وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہے سو گویا دونوں شخص عادل غصب کے ہوئے۔ (اور اس میں برابر ہو گئے) تو کپڑے پہنے ہوئے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اس سے جو اس کو کپڑے ہوئے ہے۔

فائدہ: یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے ہیں جن میں دو شخص مدعی ہیں بسبب قبضے کے اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں جامع میں ہے کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا علم ہو تو اس وجہ سے کہ وہ شے اس کے قبضے میں ہے تو اس پر قسم واجب ہوتی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو ہار جائے گا اور دوسرا شخص جیتے گا۔ اسی طرح تو گھوڑے پر سوار ہے وہ مقدم ہے اس شخص پر جو اس کی لگام کو پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اولیٰ ہے اس سے جو اس کی پچھاڑی پر بیٹھا ہے۔ اور اس کا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہے وہ اولیٰ ہے اس سے جو اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہے اور جو اس کے اوپر لدا ہوا ہے وہ اولیٰ ہے اس سے جو اس کی مہار پکڑے ہوئے ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو اس کو پکڑے ہوئے ہے دونوں برابر ہیں (جیسے دونوں بیٹھے ہیں ایک فرش پر یا دار پر ایک زین پر وغیرہ)

(۱۴) ایک کپڑے کو دو پکڑنے والوں کا دعویٰ

اور جو ایک نے ہاتھ میں کپڑا پہنا ہوا ہے اور دوسرے نے ہاتھ میں اس کا کنارہ ہے تو دونوں برابر ہوں گے۔

فائدہ: کنارے سے مراد وہ کپڑے کا کنارہ ہے جو بنا ہوا ہے نہ سرا فقط جو بنا ہوا نہیں ہوتا وہ تار ہوتا ہے۔

(۱۵) لڑکے کے آزاد یا غلام ہونے کا دعویٰ

کوئی شخص کہتا ہے میرا بیٹا ہے اور دوسرا کہتا ہے ایک شخص نے اسے میرے پاس بیچا ہے تو اس صورت میں بیٹے کا قول معتبر ہوگا اور وہ آزاد ہوگا۔

(۱۶) والحائط لمن جذوعه عليه ومتصل بناءه متصل بربع متصل الربع متصل جماز مجمار يحبب بذلك ثبات هذا الحكم في ثبات ذلك وانما سمي متصل الربع لانهما انما يبنيان ليجتمع جذوع الجربع عليهما (۱۷) ولا لمن له عليه جذوع الجوار بالجوار اي لاحدهما عليه جذوع الجربع على الجدوع على هو سبر الجار في ان كان لاحدهما عليه جذوع ولا شيء للاخر عليه فهو بينهما (۱۸) ودربيت من دار كذى بيوت صيافي حق ساحتها بناء على ان لاتربيح مكفوفة الجلد (۱۹) وان ادعى رجل لبناء بيده واخر كذلك وبرهنا قضى بينهما فان برهن احدهما او كان لبي فيها او بني او حفر قضى بيده فان الاستعمال دليل ملكه

(۱۶) دیوار کا حقدار

دیوار اس شخص کی ہوتی ہے جس کی لکڑیاں اس پر رکھی ہوئی ہوں یا اس کی دیوار سے دیوار متصل ہو یا وہ شخص جو اس سے طریق اتصال رکھتا ہو۔

فائدہ:۔ اتصال کی یہ ہے کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اس طرح ملی ہوئی ہو کہ ایک دیوار کی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں۔ اتصال کے تین طریقے ہیں اور ہر دیوار میں ان تینوں میں سے کوئی نہ کوئی طریقہ پایا جاتا ہے۔ ان تینوں طریقوں کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اتصال صرف اس صورت میں ہوتا ہے کہ ایک دیوار کا کچھ حصہ دوسری دیوار سے ملا ہوا ہو۔ اس لئے ان کے نزدیک جن دیواروں کا کچھ حصہ ملا ہوا ہو صرف انہی دیواروں میں اتصال ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں نہیں ہو سکتیں۔

(۱۷) ایک دیوار پر دو شخصوں کا دعویٰ

اور اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا دیوار اور ایک نے اس دیوار پر لکڑیاں رکھی ہوئی ہیں (یا دیوار سے دیوار متصل ہے) اور دوسرے نے کہا دیوار میرے ہاتھ میں ہے (یا دیوار سے دیوار متصل ہے) تو دیوار اس شخص کی ہوگی جس کی دیوار سے دیوار متصل ہے اور جس کی لکڑیاں دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور دوسرا شخص اس سے محروم ہوگا۔

فائدہ:۔ اور اگر ایک شخص کی لکڑیاں دیوار پر رکھی ہوں اور دوسرے کی دیوار سے دیوار متصل ہو تو صاحب اتصال کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ صاحب اتصال کی لکڑیاں کسی نہ کسی طرح دیوار میں داخل ہوں گی لیکن صاحب لکڑیاں کی لکڑیاں دیوار میں داخل نہیں ہوں گی۔ پس صاحب اتصال کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اور اگر دونوں کی دیوار سے دیوار متصل ہو تو دونوں برابر ہوں گے۔ اور اگر دونوں کی لکڑیاں دیوار پر رکھی ہوئی ہوں تو دونوں برابر ہوں گے۔ اور اگر ایک کی دیوار سے دیوار متصل ہو اور دوسرے کی لکڑیاں دیوار پر رکھی ہوئی ہوں تو صاحب اتصال کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اور اگر ایک کی دیوار سے دیوار متصل ہو اور دوسرے کی دیوار سے دیوار متصل ہو تو دونوں برابر ہوں گے۔ اور اگر ایک کی لکڑیاں دیوار پر رکھی ہوئی ہوں اور دوسرے کی دیوار سے دیوار متصل ہو تو دونوں برابر ہوں گے۔ اور اگر ایک کی دیوار سے دیوار متصل ہو اور دوسرے کی لکڑیاں دیوار پر رکھی ہوئی ہوں تو صاحب اتصال کو ترجیح حاصل ہوگی۔

اب جب دیوار نے دونوں کو برابر گرایا یا دونوں نے دیوار کو برابر گرایا تو دونوں کا حق ساقط ہو گیا اور اب کسی کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔

(۱۸) ایک گھر کے صحن کے دو مدعی

اگر ایک گھر کے صحن میں ایک شخص کے لئے بیت ہیں اور دوسرے کے لئے ایک بیت ہے تو وہ دونوں اس صحن کے منافع میں برابر کے شریک ہوں گے۔

فائدہ: یہاں صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن سے استعمال میں زیادہ ہیں یعنی کچھ نے میں اور کپڑے رکھنے میں اور آمد و رفت میں اور غیر ذلک عایہ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے میں آمد و رفت ہوگی تو پتہ نہیں ہر فریق نے کتنے حکم ہونگا اس واسطے کہ پانی کی حاجت تھوڑے کو بھی ہے اس کی زمین زیادہ ہے اس کو زیادہ حاجت ہے واللہ اعلم۔

(۱۹) ایک زمین پر دو مدعی دار

دو آدمیوں نے اکٹھا ایک مکان کا دعویٰ کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ مکان میرے قبضے میں ہے تو جس کے قبضے میں ہے اس کے قبضے کا پہلے تک کہ دونوں کو قائم کریں اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونوں گواہ قائم کریں تو دونوں مدعیوں کی نصف نصف دلائی جائے گی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کئے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اس شخص نے زمین قبضہ لیا ہے اس کو دلائی جائے گی یا شرعاً بلکہ یا گواہ خود اقرار کرے کہ قبضے کا حکم ہوگا۔ (اس واسطے کہ استعمال یا تصرف دونوں لیکن قبضے کی جیسا ہوا

باب دعوی النسب

(۱) مبیعہ ولدت لاقل من نصف حول منذ بیعت فادعی البائع الولد یثبت نسبہ منہ وصیرتہ بیعہ ویرد الثمن و ان ادعاہ المشتری مع دعوتہ او بعدھا عندا وعند احدھما لم یثبت نسبہ منہ ولا تصیر بہ ولا یرد الثمن و ان ادعاہ المشتری مع دعوتہ او بعدھا عندا وعند احدھما ثبت نسبہ منہ وصارت بہ ولا یرد الثمن و ان ادعاہ المشتری قبل دعوۃ البائع لم یثبت النسب من المشتری و یحمل علی ان المشتری یکفلہ واستولدھا تو اشتراھا (۲) ترکوا الادعاء بعد موت الام بخلاف موت الولد حیث ادعت الامۃ والولد حی لادعاء البائع و قد مات بہ الاقل من ستۃ اشھر یثبت النسب منہ وان مات الولد لاقل لا تدعی فی ثبوت النسب قال علیہ السلام اعتقیھا ولدھا و تاصحت الدعوۃ بعد موت الام فتدعی حقیقۃ یرد کل الثمن وعندھما یرد حصۃ الولد لانحصۃ الام

باب... دعوی نسب کے بیان میں

(۱) لونڈی کی بیع کے بعد اسکے بچے کا دعویٰ

زید نے ایک لونڈی بکر سے خریدی جب اس کے پاس چھ مہینے رہی تو زید نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا ہے تو اس لڑکے کا نسب ثابت ہو جائے گا اور لونڈی زید کی ام ولد ہو جائے گی اور بیع فسخ کی جاوے گی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاوے گا اگرچہ عمرو بھی اس لڑکے کا دعویٰ کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا جدا اس کے۔

فائدہ ۔ یہ اس مذہب پر ہے اور زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعوی زید کا کل دعوی ہے کیونکہ اس کا دعوی کرنا یہ ہے کہ یہ لونڈی میری ام ولد تھی ہے اور یہ لونڈی میرے اقرار سے اس بات کا کہ یہ میری ام ولد تھی ہے بکر لونڈی ہے تو اب دعوی ولد میں تناقض ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان یہ ہے کہ لفظ کون ایک امر نفی ہے تو اس میں تناقض نہیں ہوتا ہے گا اور لفظ ضمیر ناچیز کی ملک میں دخل ہے اس بات کی کہ وہ ولد زید کا ہے اس واسطے کہ وہ ولد چھ مہینے یا چھ مہینے سے کم کے زمانے میں اتنا تحمل ہے اس بات کا کہ وہ بچہ کے نصف حصہ کا ہے کیونکہ کل مدت حمل کی چھ مہینے ہیں اور یہ جو ہمارا عمر کا دعوی کرنے اس ولد کا ساتھ زید کے یا بعد دعوی زید کے ہمارے نزدیک اگر پیدا ہونے دعوی کے ولد کی پیدائش کے تو ثابت ہو جائے گا اور اس دعوی کی بحث اس طرح پر کی جائے گی کہ عمر کا دعوی اس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی حالت میں تھی تو اس کی مال کے حق کا اقرار ہے یا اس کے کنیز ہونے کا اقرار ہے یا

کا اقرار ہے یا اس کے کنیز ہونے کا اقرار ہے یا

(۲) لونڈی مرنے کے بعد بچے کا دعوی

اور اگر اس صورت مذکورہ میں لونڈی مر گئی اور اس کا ولد ہے اور زید نے اس کا دعوی کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہو جائے گا اس صورت میں جب کہ ام ولد کا مر گیا ہو۔

فائدہ ۔ اس واسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب میں لہٰذا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ولد کو بچہ کی ماں کے لئے آزاد کیا اس کو ان کے ہلاک ہونے سے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور جب صحیح ہوا دعوی زید کا جیسا کہ ہو جائے لونڈی کے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک زید پر ولد کی عمر کو بھی دے گا اور صاحبین نے نزدیک نصف حصہ ولد نے تہائی کی مال کے لئے کنائی الاصل ہو جاوے۔

(۳) ولو ادعاه بعد عتقها جعل نسبه و برد حصته من الثمن اى لو ادعى البائع الولد او ولده بعدما اعتق المشترى الام رفعه حاء ثبت به لاقل من نصف حول يثبت نسب الولد ويرد البائع حصة الولد من الثمن ان قسم على قيمة الام و قيمة الولد فما اصاب الولد يرده البائع الى المشترى وما اصاب الام لا يرده (۴) و بعد عتقه ردت دعوته اى ان ادعى البائع الولد بعد ما اعتقه المشترى ردت دعوة البائع كما و لدت لاكثر من نصف حول واقل من سنتين او لدت لاكثر من سنتين اى ردت دعوة البائع اذا كانت المدة من وقت البيع الى وقت الولادة اكثر من نصف حول اما اذا صدقه المشترى و اقر صدقه فحكم القسم الثانى كالاول وفى الثالث لم يبطل بيعه القسم الاول ما اذا ولدت لاقل من نصف حول من زمان البيع والثانى ما اذا ولدت لاكثر من نصف حول واقل من سنتين و الثالث ما اذا ولدت لاكثر من سنتين ففى القسم الثانى يثبت نسبه و امها و يفسخ البيع ويرد النقص كما فى القسم الاول يعنى ام ولده نكاحا اى ام الولد بنكاح بان ولدت من زوجها فصلتها الزوج او امة ملكها زوجها فولدت فادعى الولد وهذا يحمل على هذا

(۳) لونڈی آزاد ہو جانے کے بعد بچے کا دعوی

اور اگر اس صورت مذکورہ میں عمر نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا تو بھی نسب زید کا ثابت ہو جاوے گا اور زید

صاف کرے نصف حصہ ولد عمر کو پھیر دیگا۔

فائدہ ۔ صورت اس کی یوں ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کریں گے قیمت پر لونڈی اور اس کے بچے کے تو جو بچے کے حصہ پر

اس کو زیر بھیجے گا اور جو اس کی ماں کے پیٹ کا اس کو زیر بھیجے گا کذا فی الاصل۔

(۴) بچے کے آزاد ہونے کے بعد دعویٰ

اور اگر عورت نے ولد کو آزاد کیا تھا (یا دونوں کو آزاد کر دیا تھا) تو اب دعویٰ زید کا مسموع نہ ہوگا جیسے اس صورت میں کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم میں جنی یا دو برس سے زیادہ میں جنی (یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی دعویٰ زید کا غیر مسموع ہوگا) اگر اس وقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول و ثانی میں (یعنی جب چھ مہینے سے کم میں جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا ہے یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں جنی) وہی حکم اول کا حکم ہوگا (یعنی زید کا نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جائے گی اور قیمت پھیر دی جائے گی کذا فی الاصل)۔ اور تیسری صورت (یعنی جب دو لونڈی دو برس سے زیادہ میں جنی اور مشتری نے بیع کے دعویٰ کے تصدیق کی) بیع باطل ہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے۔

فائدہ:۔ ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کی اولاد اپنے خاوند سے ہو پھر خاوند اس کا مالک ہو جاوے یا جس لونڈی کا نابالغ مالک ہو پھر وہ بنے اور وہ دعویٰ کرے ولد کا اور اس جگہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اس پر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد نہیں ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ زیادہ۔

(۵) ولو باع من ولد عنده ثم ادعاه بعد بيع مشتريه صح نسبه وورثه وثبت الولد والام ورهن لو احبلها ثم ادعاه صحت الدعوة في حق الام والولد جميعا وينقض هذه التصرفات وعقر الجارية عيب البائع اعلم ان عبارة الهداية كذلك و من باع عبدا ولد عنده و باعه المشتري من آخر ثم ادعاه البائع الاول فهو ابنه و بطل البيع لان البيع يحتمل النقض وماله من حق الدعوة لايحتمله فينقض البيع لاجله وكذلك اذا كاتب الولد او رهنه او اجره او كاتب الام او رهنها او زوجها ثم كانت الدعوة لان هذه العوارض لاتحتمل النقض فينقض ذلك كله و تصح الدعوة بخلاف الاعتاق والتدبير على ماهو القول ضمير الفاعل في كاتب ان كان راجعا الى المشتري و كذا في قوله او كاتب الام بضمير تقدير الكلام و من باع عبدا ولد عنده او كاتب المشتري الام و هذا غير صحيح لان المعطوف عليه بيع الولد لابيع الام فكيف يصح قوله كاتب المشتري الام و ان كان راجعا الى من في قوله و من باع عبدا فالمسألة ان رجلا كاتب من ولد عنده او رهنه او اجره ثم كانت الدعوة ولا يخفى قوله بخلاف الاعتاق لان مسألة الاعتاق التي مرت ماذا اعتق المشتري الولد لان الفرق الصحيح ان يكون بين اعتاق المشتري وكتابته لابين اعتاق المشتري وكتابة البائع اذا عرفت هذا فمرجع الضمير في كاتب الولد هو المشتري و في كاتب الامة في من باع (۱۲) ولو باع احد توأمين ولد احدهما من امته واعتقه مشتريه ثم ادعى البائع الآخر يثبت نسبهما منه و يبطل

عامر الشعبی کی رائے میں ضروری ہوگا ۔۔۔ حدثنا ابن مسلم بن الاحمر و عبدالرحمن بن
یونس الاعیب قالا حدثنا مغیرۃ قال قضی ۔۔۔ بعد خبر من زید ثم قال ھو ابنی لم یکن ذلک
لھما ھذا یدل علی ھذا حدثنی حمید عن ھشام ان رجلا زعم ان ابنہ یشب لبنی فلان فی بدہ الشبہ لان
الکلام فی الشب ۔۔۔ لا ان الشب ۔۔۔ یحسن التخطی والاظفار ۔۔۔ لا یزید ۔۔۔

(۵) ونڈی کے لڑکے کو بیچنے کے بعد اس کے نسب کا دعویٰ

جس شخص نے اپنی ونڈی سے لڑکا پیدا ہونے کا دعویٰ کیا پھر اس کو بیچ دیا اور خریدار نے اس سے وطی کی اور اس کے بعد اس لڑکے کا نسب ثابت کیا تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اس کی ماں ام ولد ہو جائے گی اور اس کی قیمت واجب نہ ہوگی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی ماں ام ولد نہ ہوگی اور اس کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی ماں ام ولد ہو جائے گی اور اس کی قیمت واجب نہ ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی ونڈی کے نسب کا دعویٰ کیا پھر اس کو بیچ دیا اور خریدار نے اس سے وطی کی اور اس کے بعد اس لڑکے کا نسب ثابت کیا تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اس کی ماں ام ولد نہ ہوگی اور اس کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی ونڈی کے نسب کا دعویٰ کیا پھر اس کو بیچ دیا اور خریدار نے اس سے وطی کی اور اس کے بعد اس لڑکے کا نسب ثابت کیا تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اس کی ماں ام ولد ہو جائے گی اور اس کی قیمت واجب نہ ہوگی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی ونڈی کے نسب کا دعویٰ کیا پھر اس کو بیچ دیا اور خریدار نے اس سے وطی کی اور اس کے بعد اس لڑکے کا نسب ثابت کیا تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور

(۸) ولو كان مع مسلم و كافر عبد فقال المسلم هو عبدي وقال الكافر هو عبدي فهو حران للكافر لانه يبال الحرية في الحال والاسلام في المال فدلالة الواحد ظاهرة و في عكسه يثبت الاسلام بتبعية و يحرر عن الحرية وليس في زعمه اكتسابه بها (۹) ولو قال زوج امرأة لصبي تعهد هو ابني من غيرها وقالت هو ابني من غيره فهو ابنهما (۹) ولو ولدت امة مشتركة و ادعى المشتري الولد لم استحقت غرة الاب قيمة الولد يوم يخاصم وهو حر اي ولدت امة مشتركة وادعى المشتري اولد لم استحقت الام فالولد حر يضمن الاب وهو المشتري قيمة الولد للمستحق لان ولد المغرور حر بالقيمة والمراد بالمغرور رجل وطي امرأة معتدة اظن ملكه بعقد او نكاح فولدت ثم استحقت و انما يسمى مغرورا لان البائع غره وبه يشعر عبارته لم تكن ملكاله و بعتبر قيمة الولد يوم الخصومة (۱۰) فان مات الولد فلا شيء عليه لعدم المنع منه وتركيبه له لانه حر الاصل فان قتله ابوه و عبده غره الاب قيمته و يرجع بها كنصفها على باقعه لانالقطع اي ان قتله الاب يضمن قيمته للمستحق و كذا ان قتله عبده فاخذ الاب دينه فان النية بدل اله فسلامة البدل للاب كسلامة الولد ثم مع البدل من المستحق كمنع الولد و قيمة القيمة ويرجع بالقيمة على البائع كما يرجع بنصفها ولا يرجع بالعقر الذي اخذه المستحق لانه بدل استيفاء منفعة البضع

(۷) ایک بچے کے متعلق مسلمان کا غلام ہونے یا کافر کا بیٹا ہونے کا دعویٰ

اور اگر ایک بچہ مسلمان اور کافر کیا تھ ہو مسلمان کہے کہ یہ میرا غلام ہے اور کافر کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بننے کی وجہ سے اور مسلمان کے غلام نہ بننے کی وجہ سے کیونکہ کافر کے بیٹے ہونے میں بالفعل بچے کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور اسلام انجام کا لحاظ سے کہ بڑا ہو کر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بالفعل مسلمان کا غلام تھا تو اسلام کی بنا پر حاصل ہوا یعنی آزادی سے محروم ہوا اور آزاد ہو جانا اس کی طاقت سے باہر ہے کذا فی الاصل۔

(۸) میاں بیوی کے درمیان بچے کے نسب پر اختلاف

اگر ایک لڑکا زندہ اور عورت کے پاس ہے (اس قسم کا کہ

(واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے (مترجم) اور زوجہ اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

قائد (اور جو واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

قائد (اور جو واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

قائد (اور جو واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

قائد (اور جو واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

قائد (اور جو واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

قائد (اور جو واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

قائد (اور جو واضح حال بیان نہیں کر سکتا ہے اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ مختار کا اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سے اور زوجہ دوسرے زوجہ سے اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سے اور نہ ہو سکے دونوں کا بیٹا قرار پا جائے گا۔

(۹) لونڈی کے ولد کے دعویٰ کے بعد لونڈی کا کسی اور کی ملک نکلنا

اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اس کا وطی کیا اس کا بیٹا ہوا اور زید نے اس کا دعویٰ بھی کیا (یعنی یہ کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس لئے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے جب اس میں دعوے کے عورت تبدیل ہوتا) پھر اس نے وہ لونڈی بیچ دی اور کسی کو تو لڑکا آزاد ہو

باپ کو قتل کیا تو قصاص میں اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کے مال میں سے باپ کی دیت کا کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اور خصومت اس کی قیمت ہوگی۔

فائدہ: اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جب کسی آدمی کا بیٹا اور باپ کسی مقتول کا آزاد ہونا ثابت ہو جائے تو بیٹے سے اور مرد مقتول سے وہ شخص ہے جو ایک عورت سے محبت کرتا ہے اس کی طلب میں یہ حلف کھا کر پیام کرتا ہے کچھ مدت اس کے ساتھ رہنے کے بعد اس کے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اس کا مقدمہ حاکم کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور اس کی بات کی تصدیق کی جائے گی جو حلف اس کی طرف سے کھائی ہے۔

(۱۰) لڑکے کے مرجانے یا قتل ہوجانے کے بعد

تو اگر وہ لڑکا مر گیا یا اس کے باپ نے اس کو قتل کر ڈالا تو اس کے لئے (یعنی مدعی کے لئے) کچھ نہیں ہوگا اور نہ تو اس کے باپ کے لئے کچھ ہوگا اگر اس لڑکے کو باپ نے قتل کر ڈالا ہو کسی اور نے قتل کیا ہو اور باپ نے دیت اس کی بقدر اس کی قیمت کے وصول کر لی ہو اور جو قیمت نے کم ہو جائے۔ اگر تو اس پر وہ زمان جس کے موافق آئے گا (یعنی مقرر) تو وہ ان دونوں کے باپ کو قیمت کی کمی اور زیادتی کا پھیر لینے والے سے پھیر لیوے جیسے کسی لونڈی کے پھیرنے کا اور مواس لونڈی کا بائع سے پھیرنے۔ اگر تو پھیرنے کی اس نے مقرر کیا ہو اس وقت کے بدلہ ہے بقدر اس کے مختلف ہونے کا۔

قواعد (۱) موضع خفا میں اور نسب میں تناقض

(۱) تناقض موضع خفا میں اور نسب میں ظاہر ہے مثلاً ایک شخص نے دعوا کیا کہ میں اس کا وارث ہوں پھر اس نے دعوی کیا کہ میں اس کا وارث ہوں اور دونوں دعوؤں کی بیان کی تو پہلی صحیح ہو جائے گی اس مدعی کے لئے اگر ایک شخص نے ایک عورت کو کہا کہ یہ میری لڑکی ہے پھر اپنے خود کا معترف ہوا اس لڑکی کا دوسرے شخص نے اگر ثابت ہو تا مقر کا اپنے اقرار میں کہنے کے آگے سے یا

گواہوں سے یا بینہ سے اس کی خبر اگر ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور پہلے اقرار کے پیچھے پلٹنے کا کوئی اثر نہ ہوگا اس بنا پر کہ عورت نے اس کو طلاق دیا ہو یا خود ہی مسموع ہوا اس طرح ایک شخص نے اگر کہا کہ یہ میرے بھائی ہے پھر اس نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مجھ کو میرے باپ نے خبر دی ہے تو اس کا دعوی مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے بخلع کیا اپنے خاوند سے اور وہ اس خلع کے بعد اس کے لئے دعوی کرے اس بات کی کہ وہ اس کو چھوڑ چکا ہے طلاق بائن سے یا کچھ تو یہ دعوی نہ جائے گا اور بدل خلع پھیرا دیا جائے گا اس طرح اگر ایک کپڑا دوسرے مال میں لپٹا ہوا کر لیا ہو اس سے عیب کا دعوی نہ جائے گا۔ کذا فی المحمودی ماحصلا۔ اگر مدعی یا مدعی علیہ نے دعوی کرنے میں غلطی کی تو یہ غلطی پکڑ لی جائے گی اس کا مدارک کر دیا جائے گا اس واسطے کہ ایک شخص نے دعوا کیا ہے کذا فی الحامدیہ

(۲) کسی شخص پر اپنے باپ کے حق کا دعوی

جو شخص دعوی کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعی علیہ کو اس حق کا انکار کرنا ہوا اور اس دعوی کو اپنے کو اپنا نسب ثابت کرنے سے مدعی علیہ کے سامنے اور اگر دعوی کرے میراث کا تو اگر مدعی علیہ معترف ہو اس کے نسب کا اور اس کا تو قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اس نے باپ پر نافذ نہ کیا یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ ہو تو وہ مال مدعی علیہ سے مدعی علیہ نے پھیر لیا ہے اور اگر مدعی علیہ منکر ہو اس کے نسب کا تو مدعی سے کہا جائے گا تو طلب ثبوت نسب کے اس کے موافق کی دعوت پر اور اگر گواہوں سے ثابت نہ ہو سکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی اس طرح کہ میں جو کچھ یہ کہتا ہے تجھ پر اس کا کچھ حق نہیں ہے پھر اگر اس نے قسم کھائی تو دعوی مدعی ساقط ہو گیا اور اگر

قول باندی نے اپنے آقا سے آزادی کا دعویٰ کیا اور آقا نے اس کی تصدیق کی تو وہ آزاد ہو جائے گی اور اس کے بعد آقا کو اس سے کوئی مطالبہ نہیں کرنا چاہیے اور اس پر کوئی گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا نے اس کی آزادی کا اقرار کر کے اس کی ملکیت کو ختم کر دیا ہے اور اس کی آزادی کا اقرار کر کے اس کی ملکیت کو ختم کر دیا ہے اور اس کی آزادی کا اقرار کر کے اس کی ملکیت کو ختم کر دیا ہے۔

(۳) سگے بھائی ہونے یا چچا زاد ہونے کا دعویٰ

اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کے بارے میں کہا کہ یہ میرا سگا بھائی ہے یا میرا چچا زاد بھائی ہے اور اس کے والد کا نام بھی وہی بتایا جو اس کے والد کا نام ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نسب کا ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ دو مرد گواہی دیں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نسب کا ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ دو مرد گواہی دیں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔

(۴) میت پر قرض کا اثبات اور اقرار

اگر ایک شخص نے یہ کہا کہ میت پر فلاں شخص کے ۱۰۰ درہم قرض ہیں اور اس نے اس کے ورثاء میں سے ایک وارث کے سامنے اس کا اقرار کیا اور اس وارث نے اس کی تصدیق کی تو اس پر قرض کا ثبوت ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی اس وارث پر لازم ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق کا اقرار کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق کا اقرار کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔

(۵) نفی پر شہادت

نفی کے ثبوت کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میرا فلاں شخص پر کوئی حق نہیں ہے اور اس کے پاس اس کے ثبوت میں گواہ بھی ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق کا اقرار کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔

وارث کے اقرار کے بعد اس کے دین کا دعویٰ

ایک شخص نے یہ کہا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے پیچھے ۱۰۰ درہم قرض چھوڑے ہیں اور اس نے اپنے بیٹے کے سامنے اس کا اقرار کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق کا اقرار کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔

کتاب الاقرار

(۱) هو اخبار بحق لاخر عليه (۲) و حكمه ظهور المقر به لا انشاؤه فصح الاقرار بالخمر للمسلم لا بطلاق و عتق مكرها لما كان حكم الاقرار الظهور لا الابتداء صح الاقرار بالخمر للمسلم ولا يصح تمليك الخمر ابتداء ولا يصح الاقرار بالطلاق والعتاق مكرها ولو كان انشاء يصح لان طلاق المكره و عتاقه واقعات عندنا (۳) ولو اقر حر مكلف بحق معلوم او مجهول صح والزم بيان ما جهل مماله فسمه صحة الاقرار بالمجهول مبنية على انه اخبار لا انشاء تمليك وصدق المقر مع حلفه ان ادعى المقر له اكثر منه (۴) ولا يصدق في اقل من درهم في علي مال (۵) و من النصاب في علي مال عظيم من الذهب او من الفضة و من خمس او عشرين من الابل و من قدر النصاب قيمة في غير مثل الزكوة (۶) و من قلة نصب في اموال عظام

فائدہ:۔ اقرار کے حجت ہونے کا ثبوت

اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولیملل الذی علیہ الحق یعنی چاہئے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ہے تو اگر اقرار حجت نہ ہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہ ہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قال نعم ولو کان مرۃ یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ صحیح سورہ ایک بار ہو تو ان حیان نے اسے صحیح بخاری سے اور حکم یہ حضرت نے ماعز پر رقم کا بسبب اقرار مرزا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع یہ ہوا ہے کہ اقرار حجت ہے مقر کے حق میں یہاں تک کہ ثابت کیا انہوں نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولیٰ ثابت ہوگا اور عقل سے اس واسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نہ کرے گا جس چیز میں اس کی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو صحیح ہوئی جانب صدق اس کی ذات کے حق میں بسبب نہ ہونے تہمت کے اور کامل ولایت کے بخلاف دعوی مع زیادہ۔

(۱) اقرار کی تعریف

اقرار کہتے ہیں خبر دینے کو کسی بات کی کہ حق ثابت پر لازم ہے۔

فائدہ:۔ جو شخص اقرار کرے اس کو مقر کہتے ہیں اور جس کے حق کا اقرار کرے اس کو مقر لہ کہتے ہیں اور جس چیز کا اقرار کرے اس کو مقر بہ کہتے ہیں۔

(۲) اقرار کا حکم

حکم اقرار کا یہ ہے کہ مقر پر اس سے بیان سے ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ اقرار انشاء ہے مقر بہ کے ثبوت کا (یعنی اقرار سے ثبوت اور ثابت ہونا مقر بہ کے ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اس کو ایجاد کرے جیسے انشائی حکم ہوتا ہے آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہے) تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا شراب میرے پاس ہے تو صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہ ہوتا کیونکہ لازم آتا جو انشائی تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہیں اور اگر کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح ہو جاتا اس واسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق دے یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاویں گے جیسا کہ بیان اس کا کتاب الاکراہ میں آوے گا ورنہ

وغیرہ ہیں اور مسائل بھی اس پر متفرع کئے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کے لئے اقرار کیا تو وہ مال جب متقر کے پاس آئے گا متقر لہ کو دلایا جائے گا اور اہلیت کا اقرار دینے کی طرف سے یا شہود صحیح ہے اور اگر متقر نے متقر کا اقرار نہیں پھر قبول کیا تو صحیح نہ ہوگا مگر جو حقوق لازم ہیں جیسے نکاح وغیرہ ان میں اقرار درست ہوگا اور جب متقر لہ نے اقرار متقرہ قبول کر لیا پھر مکذب کر دیا تو درست نہ ہوگا اگر متقر نے ایک واقعہ اقرار کیا اور متقر نے اس کو رد کر دیا بعد اس کے دوسری بار پھر متقر نے اقرار کیا اور متقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر جو کچھ دعویٰ کیا بعض دینے کے اقرار مدعی علیہ کے اپنے ذمے بعض کا تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا مگر جب مدعی یوں کہے کہ یہ شے میری ملک ہے اور مدعی علیہ نے اس کا اقرار کیا ہے میرے حق بایوں کہے کہ میرا اس پر اتنا ہے اور اسی طرح اس نے اقرار بھی کیا ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا باتفاق اس واسطے کہ مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہیں ٹھہرایا پھر اگر مدعی یہ دعویٰ کرے تو بعض منقی یہ حلف اصل مال پر لیا جاوے گا نہ اقرار پر لیکن اگر مدعی نے دعویٰ کیا مدعی علیہ پر ایک شے کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کئے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا خلاف اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعی علیہ کی طرف نہیں ہے تو یہ دعویٰ مدعی علیہ کا مسموع ہوگا۔

(۳) عاقل بالغ آزاد کا اقرار

جس شخص آزاد عاقل بالغ نے (حالت بیداری میں خوشی سے یا کلام ماذون یا بسبی ماذون یا مستغرق ماذون نے در حالیکہ) اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہے لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اس شے مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر کرے مقر لہ اس سے زیادہ کا دعویٰ نہ کرے اور گواہ نہ رکھتا ہو دے قول مقر کی قسم سے مقبول ہوگی۔

فائدہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حالت مقر پر کئی مانع صحت اقرار نہیں ہے لہٰذا حالات مقر یا مقر لہ کی مانع ہے تو جس صورت میں مقر لہ مکذب ہوگا تو مقر جبر کیا جاوے گا اس کے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مکذب ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہ ہوگا۔

(۴) مطلق مال کے اقرار میں کم از کم مقدار

اگر مقر نے یہ کہا کہ فلاں کا میرے ذمہ پر مال ہے تو ایک درم سے کم میں اس کی تصدیق نہ ہوگی۔

(۵) بڑے مال کے اقرار پر مال کی مقدار

اور اگر یہ کہا کہ فلاں کا میرے ذمہ پر بڑا مال ہے تو سونے اور چاندی میں مقدار نصاب زکوٰۃ سے (جتنی ہیں یا بنا اور دوسرے) کم میں اور اونٹوں میں پچیس اونٹوں سے کم میں اور سالانہ کے اور مالوں میں قیمت نصاب زکوٰۃ سے کم میں تصدیق نہ کی جاوے گی۔ (درمختار میں ہے اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب مرتد سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور مقدار نصاب مرتد میں تصدیق ہو جاوے گی اور اس قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے)

(۶) اموال عظیمہ کے اقرار پر مال کی مقدار

اور تین نصاب زکوٰۃ سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اگر مقر نے یوں کہا کہ علی اموال عظام یعنی مجھ پر بڑے مال ہیں۔

فائدہ۔ اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی کپڑوں وغیرہ سے کرے تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی در مختار۔

(ب) واذا اجتمعوا وقد اقر عشرة عشرة كل واحد منهم بعشرة لكل واحد منهم فالعشرة الذين عشروه عبيده لانه يصدق في اقل من العشرات وكذا لو قال هذا لهذا درهم وكذا كذا لهذا درهم وكذا كذا لهذا درهم وعشرون لان كذا وكذا تتناول على الانفراد والاقل عشرون يدا كل عشرة واحد عشر والاقل عشرون لكل واحد واحد وعشرون ولو قالت جارية لكل واحد عشر لانه لا نظير لثلثة بلا واو فالاقرب ان كل واحد يعتق عشر ثلثة وثلث واحد عشر وثلث واحد وعشرون وان رجع الكل يعني ان رجع لكل كما مر اقر واحد بواحد واحد وعشرون (ب) وغلبه في كل اقرار بدين وصدق ان وصل به هو وديعة وان فصل لا الا ان ظاهره الاقرار بالدين فهو هو وديعة لكون بيان تغيير بان ان عليه حفظ الوديعة وهو يصح موصولا لا مفصولا كالاستثناء والتخصيص (ب) فلو ادعى ان بعض ما كسى او عين قبل اقامة

(ب) اور اگر سب نے الگ الگ دس دس کا اقرار کیا

دس دس کا دعویٰ کیا تو

(۸) اقرار کے مختلف الفاظ کے مختلف مصداق

(ب) یہ ان کے اس قول کی طرف نظر کرتے ہوئے کہ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کے لئے دس کا اقرار کیا ہے وہ دس ان کے غلام ہیں کیونکہ وہ دس سے کم میں سچا نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر ایک نے دوسرے کے لئے ایک درہم اور اس نے دوسرے کے لئے دو درہم اور اس نے دوسرے کے لئے تین درہم اور اس نے دوسرے کے لئے چار درہم اور اس نے دوسرے کے لئے بیس درہم کا اقرار کیا ہے تو ان پر بیس درہم لازم ہیں کیونکہ ان کا قول کم سے کم میں سچا ہوتا ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کے لئے ایک

واحلف لک مالا علی زید فصادقک علیہ (۱۰) وان اقربدین مؤجل صدق بقولہ انی قال ھو حال و حلف ان صادق المقر لہ علیہ لیس مؤجلا (۱۱) وجب بہ الدین حالا (۱۲) ومائۃ وثوبھم کلھا دراھم و فی مائۃ و ثوب و مائۃ و ثوبین تفسیر المائۃ ومائۃ و ثلثۃ اثواب کلھا ثیاب اعلم ان فی قولہ لفلان علی مائۃ و درھم عند الشافعی تفسر المائۃ کما فی علی مائۃ و ثوب وھو القیاس وعندنا اذا ذکر بعد لفظ العدد ماھو من المقدورات کما اذا قال مائۃ و درھم ومائۃ و قفیز حنطۃ یکون المائۃ من جنس ذلک المقدر قیاسا علی ما اذا ذکر بعد لفظ العدد عددا اخر نحو مائۃ و ثلثۃ اثواب و ان لم یکن من المقدورات کالثوب مثلا لم یفسر المائۃ

(۹) قرض خواہ کی ادائیگی پر مقروض کے اقرار الفاظ

زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپے ہیں عمرو نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ ان کو دان کر دے دیا تو زید نے کہا تجھ ان کی مہلت ہے یا میں تجھ کو دوں دینا ہوں یا تو نے مجھ کو دے دیے یا معاف کر دیے ہیں یا خیرات کر دیے ہیں یا ہبہ کر دیے ہیں یا میں نے ان روپوں کا حوالہ کر دیا ہے تجھ کو زید پر ان سے خصومت سے نہ ہوگا اور عبارت مرجوعہ سے کافر ہو جائے گا اور اقرار نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ یعنی ان روپوں کی طرف ضمیر نہیں پھیری بلکہ اشارہ کیا کہ وہ روپے یا ادا نہ کرنے والی آخر تو قرار نہ ہوگا ہے اس لئے کہ وہ روپے مذکور ہے اور جو روپے عمرو نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہیں عمرو نے اس کے جواب میں عبارت مذکورہ کہا تو یہ اشارہ اقرار نہ ہوگا اور زید پر ان سے دعویٰ نہ کر سکے گا۔

(۱۰) میعادی قرضہ کا اقرار

اگر کوئی قرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقرلہ کہے کہ مجھ پر نقد ہے تو مقر لہ کا قول قسم سے معتبر ہوگا۔ (اگر مقر کے پاس گواہ ہوں میعاد کے) یعنی مقر نے تو قسم کھائی کہ اس پر یہ قرض میعادی نہیں ہے تو جب وہ قسم کھالے گا تو قرض فوراً ادا کرنا پڑے گا۔

فائدہ:۔ (برخلاف اس صورت کے کہ مقر نے کہا روپوں کا اقرار کیا تو دینے ہی پڑیں گے اس پر اور آدمی کے بیٹھ جانے کا اثر ہے اور نہ ہونے کا اثر ہے اس میں قول خدا کا اس حق واجب ہونے کا کہ زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی روپوں پیسوں کا بدلہ دینا ہے اور عبارت یہ ہے کہ اس کے بعد اور آدمی کے بیٹھ جانے کی درخواست کی یا عمرو کے کہنے سے یا عمرو کے تو کوئی بات کہی اور قرار کیا اس بات کا کہ روپیہ معاف ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لئے خواہ دوسرے کی طرف سے وکالتاً یا وصیتاً اس سے شہادت طلب ہو تو یہ قول کہ ناچار ہے کہ بسبب تقاضے کے اپنا حق اقرار کرنے سے دوسرا سے عمرو کو بدنام کرے پھر عمرو پر دعویٰ کرے کسی عدالت میں کہ مجھ کو دلوا دیں کہ اپنے حق کی تعمیل کے لئے ضرورت ہے رقم کی

(۱۱) مبہم اعداد کے معدود کی تعیین

ایک شخص نے کہا کہ مجھ پر فلاں کا اور دو ہے تو سے بھی اور دو ہے ہیں گے تو اس ایک سو ایک روپے کا اقرار ہوا اور کہے کہ ایک سو اور ایک کپڑا ہے تو جو چاہا ہے کہا کہ وہ سے کپڑے مراد ہیں ہر طرح سو اور دو کپڑوں کے اقرار میں اور کپڑوں کے کہنے سے اوپر ہا جامہ ملبوسہ اڑھنے کے سو اور تین کپڑے ہیں تو وہ سے بھی مراد لیے جاویں گے۔

(۱۲) بالاقرار بدنانیر فی اصطبل یلوعها (۱۳) قفط و حنطہ حلفۃ و قصہ ای بالاقرار بحانم یلوم حلفۃ و قصہ هذا من باب العطف علی معمولی عاملین مختلفین و تمجرور مقدم نحو فی الدار زید و الحجرۃ عمرو کذا فی قولہ وسیعہ جفنہ و عذاقلہ و شحمہ و حجلۃ العیدان والکسوۃ الحجلۃ البیت المزین بالثیاب والسریر وتمر فی قرصرۃ ایهما کتوب فی مسدیل از توب (۱۴) وتوب فی عشرۃ اثواب واحد هذا عند ابی یوسف (عندا بی حنیفۃ وابی یوسف بلزمہ عشرۃ اثوب لاتکون تسعۃ لثوب واحد و عند محمد یلزمہ احد عشرلولا ان الثوب الخمیس یلف فی ثیاب کثیرۃ و خمسۃ فی خمسۃ بیۃ الضرب خمسۃ و بنیۃ مع عشرہ و عند حسن بن زیاد یلزمہ خمسۃ و عشرون وقد ذکر فی کتاب الطلاق و فی من غرهم الی عشرۃ و ماتین درهم الی عشرۃ غلہ تسعۃ هذا عند ابی حنیفۃ لان الغایۃ الاولی تدخل ضرورۃ والاخیرۃ لاتدخل و عندهما تدخل لغایتین فیجب عشرۃ و عند زفر لاتدخل شی منهما فیجب ثمانیۃ وفی ثه من قاری ما یبر هذا الخائط الی هذا الخائط ثه ما بینهما والطرف لابی حنیفۃ ان فی قوله ماس الواحد الی العشرۃ لاوجود لما بینهما الاباعتسام الاثنین کما یقال منی مابین خمسین الی سبین ای مع احتمالہ الاحاد الکی دون الخمسین بخلاف ما بین الحائطین

(۱۲) طویلے کے اندر گھوڑے کے غصب کا اقرار

اور جو کہ شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے نے غصب کا طویلے کے اور جو کہ صرف گھوڑا اس پر لازم ہوگا۔

اور یہ جو طویلے اس واسطے کہ یہ مختلف ہیں شیخین کے نزدیک غصب نہیں ثابت ہوتا قاعدہ کا یہ ان مسائل کا ہے کہ جو دو ظرف ہوں ایک سے الگ ہے اگر مختلف ہیں دو ظرف اور مظروف دونوں مقر بہ لازم آویں گے اور اگر غیر مختلف ہے تو صرف مظروف لازم آوے گا اور جو ظرف ہونے کے لائق نہیں ہے جیسے یوں کہے کہ کھانے کا مجھ پر ایک درہم ہے اور دوسرے اندرونہ صرف اس لازم آوے گا نہ ثانی درحقیقت۔

(۱۳) انگوٹھی نگینہ اور حجلہ وغیرہ کا اقرار

اور جو کہ اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اس کا حلقہ اور نگینہ

دونوں لازم آویں گے اور تلوار کے قرار میں اس کا میان اور پرتلہ اور پیٹی لازم آوے گا اور حجلے کے اقرار میں اس کی لکڑیاں اور بستر بھی لازم آویں گے اور جو اقرار ایک گھوڑے کا تھا تو بیڑے میں یا بیڑے کا دوسال میں یا بیڑے میں یا بیڑے کا کشتی میں یا گھوڑوں میں جو ایک ظرف اور مظروف دونوں اس پر لازم آویں گے۔

(۱۴) یک میں سے دس یا پانچ کپڑوں یا درہموں کا اقرار

اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا ان کپڑوں میں تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اس واسطے کہ دس کپڑے سے ایک کپڑے کے جامع نہیں ہو سکتے اور امام محمد کے نزدیک کیا دس کپڑے لازم آویں گے اس واسطے کہ نہیں کپڑا کئی کپڑوں کی بنا میں ہوتا ہے اور جو اقرار کیا کہ مجھ پر پانچ کپڑے یا پانچ کپڑوں میں اور نیت کی ضرب کی تو صرف

۱۵ وقوله بالحس صحيح وحمل على الوصية من غير ان يحتمل حمل الاقرار على ان وجد
ما يحمل الحس كوجوب الحق وسبق الموجب فالاقرار لم يوجد فلا تسمع له دعوى الوصية
لتضمنها صلة الكلام والوصية هي يصح الاقرار لتحمل ان يكون سببا صالحا
كالارث والوصية قال الوصية للحمل يصح والحس يرده ان له يكن سببا صالحا كما نبين
الجهة ولو قال لفلان علي الف لا يصح ولا يحتاج الى ذكر السبب الصالح في الاقرار بخلاف
الوصية فانه يحتاج الى ذكر السبب الصالح في الاقرار بالحمل لان
الوصية صلة كالارث بخلاف الاقرار بالحمل فان الاقرار ليست صلة كالارث والوصية قال
ولكنه حمالة من ثمن خمر اي من وقت الاقرار لانه اذا اقر وقت حيض فالحمل وان
ولدت حمالة للموجب وتعذرت لانه تعذر السبب وقال ابو يوسف ومحمد يجعل هذا الحمل
بالاقرار وتركة ميراثه فيكون هذا اقرارا بملك الموجب والموجب لبيعه بين ورثتهما
وان قسم بين الورثة او بعضهم الاقرار الذي هو عند ابي يوسف ومحمد محمد ؛ يصح الاقرار
ويحمل على اسبب الصالح (١) وان قال غصبته هذا الجارية فان علان على الف فولدت عند
ان يدعيها بثمنه يلزمه ثمنه ولكن شرط لان الجارية للصحة والاقرار لا يحتمله (٢) ومن
الناس ذكر في الوقاية انه لو اقر انه دفع ما كان في الاقرار فعند ابي حنيفة ومحمد
لا يلتفت الى قوله لكن يقبل على قول ابي يوسف ان المقر له يعجز ان المقر لم يكن كذا
وكذا لو ادعى وارث المقر غصبا لا يلتفت الى قوله لان حق الورثة لم يكن ثابتا في
زمان الاقرار والاصح انه يصدق لان الوارث يدعي ما لمورثه فالمقر له يطلبه وهذا بكر
استحلف وان كان المدعي على وارث المقر فاليمين عليهم بالعلم ان لا يعلمون ان كان كذا

---

۱۵ وقولہ بالحس صحیح وحمل علی الوصیۃ من غیر ان یحتمل حمل الاقرار علی ان وجد ما یحمل الحس کوجوب الحق وسبق الموجب فالاقرار لم یوجد فلا تسمع لہ دعوی الوصیۃ لتضمنہا صلۃ الکلام والوصیۃ ہی یصح الاقرار لتحمل ان یکون سببا صالحا کالارث والوصیۃ قال الوصیۃ للحمل تصح والحس یردہ ان لم یکن سببا صالحا کما نبین الجہۃ ولو قال لفلان علی الف لا یصح ولا یحتاج الی ذکر السبب الصالح فی الاقرار بخلاف الوصیۃ فانہ یحتاج الی ذکر السبب الصالح فی الاقرار بالحمل لان الوصیۃ صلۃ کالارث بخلاف الاقرار بالحمل فان الاقرار لیست صلۃ کالارث والوصیۃ قال ولکنہ حمالۃ من ثمن خمر ای من وقت الاقرار لانہ اذا اقر وقت حیض فالحمل وان ولدت حمالۃ للموجب وتعذرت لانہ تعذر السبب وقال ابو یوسف ومحمد یجعل ہذا الحمل بالاقرار وترکتہ میراثہ فیکون ہذا اقرارا بملک الموجب والموجب لبیعہ بین ورثتہما وان قسم بین الورثۃ او بعضہم الاقرار الذی ہو عند ابی یوسف ومحمد محمد ؛ یصح الاقرار ویحمل علی السبب الصالح (۱) وان قال غصبتہ ہذا الجاریۃ فان علان علی الف فولدت عند ان یدعیہا بثمنہ یلزمہ ثمنہ ولکن شرط لان الجاریۃ للصحۃ والاقرار لا یحتملہ (۲) ومن الناس ذکر فی الوقایۃ انہ لو اقر انہ دفع ما کان فی الاقرار فعند ابی حنیفۃ ومحمد لا یلتفت الی قولہ لکن یقبل علی قول ابی یوسف ان المقر لہ یعجز ان المقر لم یکن کذا وکذا لو ادعی وارث المقر غصبا لا یلتفت الی قولہ لان حق الورثۃ لم یکن ثابتا فی زمان الاقرار والاصح انہ یصدق لان الوارث یدعی ما لمورثہ فالمقر لہ یطلبہ وہذا بکر استحلف وان کان المدعی علی وارث المقر فالیمین علیہم بالعلم ان لا یعلمون ان کان کذا کذا

---

(۱۵) دوسرے کے لئے حمل کا اقرار

صحیح ہے اقرار اس (حمل) کے لئے جس (کا ہونا) پیٹ
کو پھولنے اس (حمل) کی وجہ سے (کا مشاہدہ) کرنے سے (ثابت ہو چکا)
اور وصیت (کے طور پر) اقرار کو حمل پر محمول کیا جائے بشرطیکہ اقرار میں کوئی ایسی چیز نہ ہو
جو (اس) محسوس (حمل) کے (وجود کے) منافی ہو جیسے واجب ہونا یا
سبب (اس) سے پہلے (حمل) کا ہونا (جو اس کے لئے وصیت یا
میراث کا) سبب بن سکے (اور اس) سبب کا (اس حمل کے لئے) صحیح ہونا (ثابت ہو)

[illegible] اس کی وارث بھی ہوتا ہے تو اقرار درست ہے اور اگر وارث نہ ہو تو اقرار درست نہیں ہے کیونکہ اس کا مال بیت المال کا حق ہو جاتا ہے اور اقرار کرنے والا بیت المال کا وارث نہیں ہوتا ہے اور اگر وارث ہو تو اقرار درست ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا اقرار کر رہا ہے اور اگر وارث کے علاوہ کسی اور کے لئے اقرار کیا تو اس کا اقرار درست نہیں

باب الاستثناء

(۱) ومن استثنى بعض ما اقر به متصلا لزمه ما بقي (۲) وان استثنى الكل فكله اي لزمه كله لان استثناء الكل لا يصح (۳) فان استثنى كيلا موزونا من دراهم صح قيمة و ان استثنى عبدا منها لم يصح ان قال له علي مائة دراهم الا دينارا او الا قفيز حنطة صح الاستثناء وان قال الا ثوبا لم يصح خلافا لابي حنيفة و ابي يوسف لو جود المجانسة من وجه اذ الكيل مكيلا او موزونا عند محمد لا يصح في الكل لعدم المجانسة من وجه وعند الشافعي يصح في الكل للمجانسة من حيث المالية (۴) ومن اقر وصل به ان شاء الله تعالى بطل اقراره

باب.... استثناء کے بیان میں

(جتنی اقراروں سے کچھ نکال لینے کے بیان میں

(۱) اقرار کی شرط اور حکم

جس چیز کا اقرار کیا ہو اس میں سے کسی قدر کو استثناء کرنا جبکہ اتصالاً ذکر کیا ہو صحیح ہے۔ شرط یہ ہے کہ استثناء متصل ہو ورنہ اقرار سے۔ (مثلاً کسی کے کہنے پر کہ تجھ پر اس روپے میں سے کچھ دو یا دو کم تو دو کہنے کو ساتھ ہی اگر کہے کہ تو یہ استثناء صحیح ہوگا) اور بعد استثناء کے جو باقی رہے اس کا مقر پر لازم آوے یا (مثلاً مثال مذکور میں) ٹھہرا روپے رہ جاویں گے۔

(۲) سب کا استثناء

اور جو سب کا استثناء کرے سب سے (جو باطل ہے (مثلاً کسی کے کہنے سے اپنے ہزار روپے ذکر آتے میں) اور اس پر سب لازم آویں گے (مثال مذکور میں ہزار روپے دینے ہوں گے)

(۳) روپوں میں سے دیگر اشیاء کا استثناء

جو چیز میں تولی جاتی ہیں یا ناپی جاتی ہیں ان کے روپوں میں سے استثناء کرنا درست ہے تو اس قدر کی قیمت کم کر کے باقی روپے دیا دلوں گے اور ان کے سوا اور چیزوں میں وہ کرنا درست نہیں ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم میں سے ایک دینار یا ایک قفیز گیہوں کا تو استثناء صحیح ہوگا (مثل مذکور میں) اور کپڑے کے سوا درہم میں سے قیمت ایک دینار اور قفیز گیہوں کی نکرا کر کے باقی روپے دیا دلوں گے اور جو کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہیں ایک کپڑا کم کر تو یہ استثناء صحیح نہ ہوگا نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک کسی صورت میں صحیح نہ ہوگا اور شافعی کے نزدیک سب صورتوں میں صحیح ہوگا۔

(۴) اقرار کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا

جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ (یا تو اقرار باطل ہو جاوے گا۔

(۵) ولو استثنى ما دار فيها كالثوب للمفرقه لان الاستثناء لا يصح لان الماء انما يدخل بالصنعة وما هو كذلك لا يصح استثناؤه وان قال بناؤه لي و عرصته لك فكما قال و لصر العلو و نخلة بستان كبستانها ان قال هذا الحائط لفلان الأسفله او هذا البستان له الا نخلته لا يصح الاستثناء ولو قال ان الحائط له والقصر لي او الارض له والنخل لي يصح (۶) فان قال له علي الف من ثمن عبد ما قبضته و عيبه فان سلمه لمفرقه لزمه الالف والا لا فرقه ما قبضته

صفة العبد وقوله عبده اى عين العبد وهو فى بعض النسخ العقود فان صح هذه النسخة فذلك العبد الذى اشتراه بالالف وانما لا يكون له حق فسخ البيع بعد قبضه لعدم تغير صفة سواء وصل او فصل لان انكار النقص فى عين المبيع يبقى الوجوب لان جهالة المبيع كجهالة الثمن فيكون خيار جوعا وعيبا ان وصل صدق وان بيان تغيير عينها (ز) كقوله من ثمن هذا ان يكون لغوا تنافى حينئذ وصل بعضها او وصل صح وان فصل لا

(۵) دارمیں سے عمارت کا استثناء

ترکہ کی زمین کے اندر کنواں سے عمارت کا استثناء یا تو کنواں ہو یا کنواں کی زمین اور عمارت اس واسطے کہ کنواں مقصود ہے یا اس کی زمین کہ اس کے بغیر کنواں نہیں رہتی ہے اور اس چیز کا استثناء صحیح ہوتا ہے اور اس کے بغیر صحیح نہیں ہوتا اگر یہ کہے عمارت کے سوا گھر بیچا اور کنواں نہیں بیچا تو بیچ فاسد ہوگی اور کنواں کی زمین کا استثناء صحیح نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ عمارت مقصود نہیں ہے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ مختصر فلانے کی ہے تو مختصر میرا ہے اور یہ مختصر فلانے کا ہے تو یہ کلام صحیح ہے اور اس کلام سے مختصر کا بیچنا صحیح ہوگا اور اس کلام سے مختصر کا بیچنا صحیح نہیں

(۸) کھوٹے ہزار روپے کا اقرار

اور اگر کہے کہ میرے اوپر ہزار روپے تھے بانچ تیست اسباب یا آٹھ کے وہ روپے زیوف یا ہم جنس کے ساتھ ملے ہوئے تھے تو ہزار روپے کی ادائیگی لازم ہوگی۔

قاضی امام صاحب کے نزدیک ہزار روپے کا قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہو دونوں کے نزدیک وصل کی صورت میں تصدیق کی جائے گی اس لئے کہ قول موصول نے اقرار سے امام صاحب کے نزدیک اور بیان تغیر پر حسن کے نزدیک کذا فی الاصل۔

(۹) غصب یا امانت کے کھوٹے ہزار روپے کا اقرار

اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلاں کے ہزار روپے تھے جو میں نے اس سے غصب کئے تھے یا اس نے امانت رکھا تھے اور وہ روپے زیوف یا ہم جنس کے ساتھ ملے ہوئے تھے تو اس کی تصدیق کی جائے گی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے یا اقرار کرنے والے کے روپے ستوقہ یا رصاص تھے اور صورت وصل میں اس کی تصدیق ہوگی اور صورت فصل میں اس کی تصدیق نہ ہوگی۔

قاضی امام صاحب کے نزدیک یہی مذکور ہے۔

(۱۰) عیب دار کپڑے ہزار سے کم دراہموں کا اور امانت کے تلف ہونے کا اقرار

جو شخص اقرار کرے کہ ایک کپڑا عمرو کے عیب کا پھر عیب دار کپڑا عمرو نے اسے واپس کر دیا تھا تو اس کا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلاں کے مجھ پر ہزار درہم ہیں کہ اس نے مجھ کو امانت رکھا تھا پھر میں نے اس کو ضائع کر دیا تو اس کا معتبر ہوگا اور ہر صورت میں اس پر ضمان لازم نہ آوے گا۔

فائدہ اور قول امام کے موافق ان دونوں صورتوں میں اس پر ضمان لازم آوے گا۔

فائدہ اور وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول میں مقر نے اقرار کیا ہے وجوب ضمان کا بتلانے کے لیئے کا اور ثانی میں اقرار نہیں کیا ہے اس کا بلکہ مقر نے اس پر دعویٰ کرنا ہے غصب کا اور مقر علیہ نے تو اس دعوے کا معتبر ہونا اصل سے۔

(۱۱) امانت یا کرائے پر کوئی چیز دے کر واپس لینے کا اقرار

اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز جو میرے پاس امانت تھی سو میں نے دی اور عمرو نے کہا کہ امانت نہیں تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اس شے کو زید سے لے لے گا کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اس شے پر ثابت ہے تو عمرو نے گویا زید سے اس شے کو تملیک کر دیا ہے عمرو کو پھر اگر زید دعویٰ کرے کہ میں نے اپنا حق اس چیز سے عمرو کو نہیں دیا تھا تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔

اور اگر زید نے کہا کہ میں نے اس کپڑے کو اس کے عیب یا غائب ہونے سے پہلے اس کپڑے کو لوٹا دیا تھا تو اس کا قول معتبر ہوگا اور عمرو کے ذمہ سے ضمان ساقط ہو جاوے گا اور اس کپڑے کو پہنچنے بعد اس کے مجھے پھیر کر یا عمرو نے بھیج

باب اقرار المریض

(۱) فی نسخۃ مثلثا ای مرض عجز صاحبہ و عجز بالاقرار وفی مرضہ المراد مرض الموت لیس معلوفا و کلم دلا فرق کمل ماملک او مثلہ او مهر عوضہ سوی وارثہ علی ماعرفہ فی مرض موته هذا صدقا عند نا خلافا لهما سواء کان لاجنبی لاستوا السبب و هو الاقرار وولد ان اقرار المریض وقع بما یعفی به من الغبن (۲) والتکل علیہ علی الاصح و فی مسلم ماہ ی لبنین ذکرا و هی فی النسخۃ و فی المریض بسبب مجدود و فی المرض لعنی عجز مجرد الاقرار مبدو من الاقرار و ای شامل جمیع فعال (۳) والاصح ان یختص المریض فی مرض الموت عوضہ عند صاحبہ دیہ (۴) ولا اقرار لوارثہ الا ان یصدقہ الباقون ای بعد موته اعرضا علی الدین و بقیہ ورثۃ فی الاقرار لوارث رد (۵) وفی اقرار المریض لمریض مثلہ تزاحم سببہ سوته ست سنہ ویطل ما فرقہ و صح ما قرلاحسب ان یکون فی الاول اقرار المریض لاہ و فی الثانی لاجنبۃ

باب ... مریض کے اقرار کے بیان میں

(۱) مریض کے تین قسم کے قرضے اور ان کی ادائیگی کی ترتیب

مرض جو [illegible] اس کی [illegible] اور [illegible] اس کے [illegible] اور [illegible] اس [illegible] اس [illegible] اس

قرض ادا کرے اور وصیتوں کا بعد ادا کرنے تنفیذ والی دینے

(۴) اپنے وارث کے لئے اقرار

اور جائز نہیں مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے (دین کا یا عین کا در امام شافعی کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نہیں جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اس کے لئے روایت کیا اس کو دار قطنی نے متن میں) مگر اس صورت میں جب باقی ترکہ خواہ دین میں اور باقی ورثہ اقرار تو ارث میں اس کی تصدیق کریں۔

فائدہ: کہتے ہیں ہونا اقرار کا صحیح اور ورثہ کے حق کے لئے تھا تو جب انہوں نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاوے گا اسی طرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اس کے وصول ہو جانے کا اقرار کیا تب بھی صحیح نہ ہوگا مگر تصدیق سے اور وجہ کی اور شاید یہ ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور اور ورثوں کے تو گویا

طرف ایک اقرار وصول پانے اور ابراء کا دوسرے کی طرف ہے جیسے مریض کا یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ کے ذمہ یا میری ماں کی طرف اور یہی حیلہ ہے مریض کے ابراء کرنے کا اپنے وارث کو۔

(۵) مقرلہ کو اپنا بیٹا بتلانا

اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک کے لئے کسی چیز کا پھر مر گیا ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے (اور اس شخص نے اس کی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا دعوا قبل ان کے ہو سکتا ہو تو ثابت ہو جاوے گا اور قرار باطل ہو جاوے گا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لئے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو یہ اقرار صحیح رہے گا اس واسطے کہ اول صورت میں اقرار مریض کا ہے اپنے بیٹے کے لئے اور دوسری میں اقرار اجنبیہ کے واسطے۔

فائدہ: اگر اس کے لئے وصیت کی پھر اس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاوے گی در مختار

(۶) ولو اقر بصبوۃ غلام جھل نسبہ وبولد مثلہ لمثلہ ای هما فی السن یحبث یولد مثلہ لمثلہ وصدقہ الغلام ثبت نسبہ ولو فی مرض وشارک الورثۃ تصدیق الغلام انما بشترط اذا کان معن یعبر و ان لم معروفات المقرلہ نسبہ وشارک الورثۃ بالتصدیق (۷) وصح الاقرار الرجل وامرأۃ بالوالدین بالولد والزوج والمولی و شرط تصدیق هؤلاء کما شرط تصدیق الزوج او شهادۃ القابلۃ فی اقرارها بالولد تکفی شهادۃ امرأۃ واحدۃ وذکر القابلۃ خرج مخرج العادۃ وصحت التصدیق بعد موت المقر لامی الزوج بعد مولیها مغرۃ هذا عند ابی حنیفۃ لان حکم النکاح بنقطع بالموت فلا یصح تصدیق الزوجیۃ بعد انقضائها بخلاف تصدیق الزوجۃ لان حکم النکاح باق بعد الموت لوجوب العدۃ و عندهما صح باعتبار ان حکم النکاح وهو الارث باق بعد الموت وله ان التصدیق یستدعی الاقرار والارث ح معدوم (۸) ولو اقر بنسب من غیر ولاد کاخ و عم لا یصح لانہ تحمل النسب علی الغیر وبرث لا یرث الا بعد (۹) ومن اقر بابن وابوہ میت شارکہ فی الارث بلا نسب لان المیراث حقہ

وبقبل ابنه اقراره واما نصف فيه تحميل على الغير (۲۰) ولو اقر احدهما ابنا ميت له على اخر دين بقدر ابنه نصفه فلا شيء له وللنصف للاخر اذا كان لزيد على عمرو مائة درهم فاقر احد ابني زيد ان زيدا قبض خمسين فللاخر ان يستحلف المقر والباقي لاخيه لان اقرار المقر مصروف الى نصيبه

(۶) کسی لڑکے کی فرزندی کا اقرار

اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اس سن کا لڑکا مقر سے ہو سکتا ہے اور تصدیق کی اس لڑکے نے تو ثابت ہو اس لڑکے کا نسب مقر سے اور جائداد مقر کی اگر چہ وفات مقر کے مرجائے وہ لڑکا اور ورثاء کا شریک ہو جاوے گا اور وارثوں کا میراث میں اور تصدیق کرنے کی اس وقت ضرور ہے کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو اور جو گفتگو نہ کر سکتا ہو اور مر جاوے مقر کا ثابت ہوگا نسب اس کا اور شریک ہو گا وارثوں میں اور تصدیق کی کچھ حاجت نہیں ہے۔

فائدہ۔ اشباہ میں ہے کہ بعض بن احمد سوال کئے گئے ایک شخص سے کہ مر گیا اور چھوڑ گیا تو اس کو وارثوں نے تقسیم کر لیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اس نے نسب کو اور وہ ایک شخص کے گواہوں سے اس طرح پر کہ میت نے اقرار کیا تھا اس کی فرزندی کا اور اس شخص نے حکم کر دیا اس کے ثبوت نسب کا اب وارث اس سے یہ کہتے ہیں کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت سے تیری ماں نے نکاح کیا تھا تو یہ قول رشتہ کا قطع ہو سکتا ہے یا نہیں اور کہا طحاوی بن حمونے اور اگر قاضی اس کے ثبوت نسب کا حکم کر دیا ہے تو نسب اور فرزندی کی اس کی ثابت ہو گئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی قول ہے کہ اقرار باولد عورت سے اقرار علی الزوج ہے فافہم۔

(۷) کسی کو بیٹا باپ ماں وغیرہ بتانا

مرد یا عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیٹی یا اپنا مولیٰ یعنی آزاد کرنے والا بتاوے اور وارث مقر کی تصدیق کریں تو اقرار صحیح ہو جاوے گا اور اسی طرح شرط ہے تصدیق زوج کی اور عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ ایک عورت کو اس نے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات میں اور مقر نے اس کی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہے اگر جب زوج تصدیق کرے زوجیت کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے اس کے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہ ہوگی (دم صاحب کے) ایک امر میں کہ ایک صحیح ہو جاوے۔

(۸) پشتہ ولادت کے علاوہ کسی اور رشتہ کا اقرار

اگر اقرار کرے جوائے رشتہ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے (اور بنگار میں ہے کہ اسی میں داخل ہے یہ اقرار جس کو میراث ہے باپ دادا وغیرہ) تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہے شخص غیر پر۔

فائدہ کیونکہ جب اس نے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو ثابت کیا اس کا نسب اپنے باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت تو صرف ہے یعنی صرف دلیل ہے مقر پر نہ ہو غیر پر تو اس کے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا۔

تنبیہ اور وارث ہوگا یہ مقر اگر نسب کوئی اور وارث مقر اور کا نہ ہووے بترتیب وارث بعید۔

زیادہ۔ یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض میں سے نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی ہو مساوات قریب یا بعید مقر کا سو یہ ہو گا تو ایسا مقر غریم ہو گا میراث کا۔

(۹) کسی کے لئے بھائی ہونے کا اقرار

اگر باپ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اور دوسرا شخص کہے کہ یہ میرا بھائی ہے تو اس کا اقرار اس کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔

(۱۰) باپ کے مقروض کیلئے اولاد کا اقرار

اگر کسی کے مرض الموت میں باپ نے کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر اتنا قرض ہے اور اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میرا قرض باپ کے ذمہ نہیں بلکہ میرا قرض بیٹوں پر ہے تو بیٹوں پر قرض ثابت ہوگا۔ (ہدایہ وغیرہ)

كتاب الصلح

(۱) هو عقد يرفع النزاع صح مع اقرار و سكوت و نكار اى مع اقرار المدعى عليه اوسكوته او انكاره و عند الشافعي لا يشرع الا في صورة الاقرار (۲) فالاول كبع ان وقع عن مال بمال فيجري فيه الشفعة والرد بعيب خيار رؤية و شرط سواء صالح عن دار او على دار فالشفعة واثبت الرد بالخيارات الثلث لكل واحد من المدعى و المدعى عليه في بدل الصلح (المصالح عنه ۳) وينفسخ بهلاك البدل (۴) وما استحق من المدعى به فالمدعى عليه حصته من العوض وما استحق من البدل وجبه يحصته من المدعى

صلح کا جواز

صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے والصلح خیر یعنی صلح اچھی ہے اور احادیث کی تائید سے عمرو بن عوف مزنی سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان ان مسلمانوں کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہیں شرطوں پر اپنی مگر وہ شرط جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور فرمایا کہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور علماء کا اس حدیث پر عمل ہے اور جائز ہے صلح درمی

(۲) مدعی علیہ کے اقرار پر مدعی سے مال کے عوض صلح

[illegible] ہے [illegible] اس کے حکم میں ہے [illegible] اس کے [illegible] اور [illegible] یا [illegible] اس کے [illegible] اور [illegible] اس کے [illegible] اور [illegible] اس کے [illegible] اور

(۵) مال سے منفعت کے عوض صلح

اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جس میں مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان نہ کرنا جیسے خدمت کرنے کا یا مکان رہنے کا یعنی تب ایک برس کا اور دوسری جگہ پر پہنچا دینا تو اذا فی الحال (تو وہ صلح باطل) اور حکم ہے کہ اس صورت میں اگر انہ مدت کے دنوں میں کوئی مر جاوے تو صلح باطل ہو جاوے گی جو صلح کرنے والے کے انکار یا چپ رہنے کی صورت میں واقع ہوتا ہے مدعی کے حق میں اور مدعی علیہ کے حق میں یہ تین قسم کا (یعنی جب مدعی علیہ انکار ہے تو اس کی تین قسمیں ہیں) ہے تو گویا مدعی علیہ پر بدل صلح عوض میں شکر کے دیتا ہے اور قطع نزاع کا تو مدعی علیہ شکر ہے اور ایک کہ مصالح عنہ دے تو اس صورت میں شفعہ واجب نہ ہوگا اور یہ کہ مصالح علیہ ہو تو شفعہ واجب ہوگا۔

فائدہ: اس واسطے کہ اپ کچھ مصالح عنہ دے تو اور کچھ دستور سابق مدعی علیہ کے قبضے میں رہا اور مدعی علیہ کے گمان میں یہ نہیں ہے کہ یہ کچھ مدعی کی ملک تھا اور اب اس کی ملک ہوئی ہے بلکہ اپنی ملک ہی ہے بخلاف اس صورت کے کہ وہ کچھ مصالح علیہ دے دیا تو مدعی جانتا ہے کہ میں نے اپنا مال کہ جو میرے قبضے میں تھا دے دیا جاوے گا اس لئے حکم پر واجب ہوگی شفعہ کا واصل۔

(۶) صلح سکوت اور صلح انکار میں مصالح علیہ کی اور کا حصہ نکالنا

صلح سکوت وہ صلح ہے کہ مصالح عنہ کی قدر ادا کرنا مدعی اس قدر پر صلح کرنے میں مدعی علیہ کو بھروسہ ہوتا ہے اور صلح کر لیوے اور مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکالا تو کسی کی صورت میں کل مصالح عنہ کا رجوع اور بعض کی صورت میں بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر نہیں کرتے ہیں۔

فائدہ: اور بدل صلح کا تلف ہو جانا کل تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کے صلحوں میں مثل استحقاق کے ہے بخلاف

---

(۷) ولو صالح علی بعض دارہ عینها و حینه ان یرید فی البدل شیئا او یری المدعی عن دعوی الدار فی حصه لم یصح لان بعض الدار لا یصلح عوضا عن الکل فاذا زاد فی البدل شیئا کالدرهم او ترک یکون ذلک الشیء عوضا عما بقی فی ید المدعی علیه وان ابرأ المدعی عن دعوی الباقی یصح ایضا لان هذه براءة عن دعوی الاعیان وهی صحیحة وان لم یکن البراءة عن الاعیان صحیحة والفرق بینهما یظهر فیما اذا کان الدار فی ید المدعی علیه فبری المدعی عن دعوی البعض یصح وان لم یکن فی ید المدعی علیه فلا کما اذا مات واحد وترک ابنین فابری واحد عن نصیبه لا یصح لان هذه براءة عن الاعیان (۸) وصح الصلح عن دعوی المال والصفة فی صوره الصلح عن دعوی السفه ان یدعی علی الورثة ان المیت کان وصی بخدمة هذا العبد وسکر الورثة واحد یحتاج الی ذلک لان الروایة محفوظة له لو ادعی ینجاز عین والمذکور بکره تم عالما لا یجوز (۹) والجنایة فی النفس وما دونها عمدا او

خطأ (۱۰) والفرق (۱۱) ودعوى الزوج النكاح وكان عتقابمال وخلعا اى كان الصلح على مال عن دعوى الرق كان عتقا بمال فان كان الصلح مع الاقرار كان عتقا بمال فى حقهما حتى يثبت الولاء وان لم يكن مع الاقرار فهو على بمال فى زعم المدعى لافى زعم المدعى عليه بل قطع نزاع فى زعمه فلايثبت الولاء الان يقيم المدعى البينة وكان الصلح خلعافى دعوى الزوج النكاح ففى الاقرار يكون خلعا مطلقا وفى الآخرين فى زعم الزوج لافى زعمها حتى لاتجب عليها العدة وان تزوجت زوجا آخر جاز فى القضاء اما فيما بينها وبين الله تعالى ان علمت انها كانت زوجة للاول لايحل لها التزوج فى عدة وان علمت انها لم تكن حل وكم يعذر عن دعوها النكاح ذكر فى الهداية ان فى بعض نسخ مختصر القدورى جواز الصلح بان يجعل بدل الخلع زيادة فى المهر وفى بعض النسخ عدم الجواز ففى الوقاية اختار هذا الان الصلح ان جعل منه تركة فالعوض لم يتسرع الامن حانبها وان لم يجعل ثالبدل لايقع فى مقابلة شئ

(۷) ایک گھر پر دعوے کے بعد اس کے ایک حصہ پر صلح

زید نے ایک گھر کا دعویٰ کیا عمرو پر بعد اس کے اسی گھر کے ایک حصے پر صلح کی تو یہ صلح صحیح نہ ہوگی اور حیلہ اس کی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح میں کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے ایک درہم یا ایک کپڑا کہ یہ شے باقی گھر کا عوض ہو جاوے یا باقی گھر کے بعوض سے زیادہ عمرو کو بری کر دیوے۔

فائدہ۔ یہ صلح اس واسطے صحیح نہیں ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہیں ہو سکتا تو جب مدعی علیہ نے بدل صلح میں ایک درہم یا ایک کپڑا وغیرہ بڑھا دیا تو یہ شے زائد عوض اس قدر حصے کی ہو جاوے گی جو مدعی علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوی سے تب بھی صحیح ہو جاوے گی اس واسطے کہ یہ برابر ہے دعوی عیان سے اور ابرا صحیح ہے بلا سبب ابراء عیان سے درست نہیں ہے اس واسطے کہ اگر کسی نے ابراء کیا عین سے اور پھر اسی عین کو پایا تو اس کو لے لینا درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور فرق ان دونوں میں ظاہر ہوگا اس صورت میں کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہووے اور مدعی بری کر دے اس کو دعوی سے اس گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابراء اور جو مدعی علیہ کے قبضے میں نہ ہووے مثلاً ایک شخص مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثوں میں سے اپنے حصے سے ابرا کیا تو ابرا صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ ابراء عن الاعیان ہے کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعی علیہ بری الذمہ ہو جاوے گا باقی دین سے خصانہ دیا تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اس کو لے لے گا اور مختار۔

(۸) مال اور منفعت کے دعوے سے صلح

صحیح ہے صلح مال کے دعوے اور منفعت کے دعوے سے۔

فائدہ۔ دعوی منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا ورثہ پر اس امر کا کہ ان کے مورث نے وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اس بات کا انکار کیا اور اس صورت کے لئے گئی اس واسطے

[illegible] ہوئی یا کم ہوگئی [illegible] اس کے لئے اور جو قرار دیا ہے وہ اس کے لئے جس کی طرف سے [illegible] ہوئی ہے اور اگر دونوں طرف سے [illegible] ہوئی ہے تو ہر ایک کے لئے جس کی طرف سے [illegible] ہوئی ہے اس کا نصف ہوگا [illegible] ہوگا۔

(۹) جنایت نفس سے صلح

[illegible] جنایت نفس [illegible] ہوئی [illegible] اور اس کے [illegible] ہوئی [illegible] اور اس نے [illegible] اور [illegible] اور [illegible] اور

(۱۲) وفی عبد اعلی نصفاله و صالح عن مائة مائة من نصف قیمته بطل العفو عند الاتفاق امامنده ما فظاهر و امعبده فلان القیمة مضمونة حالیها فلم یجز الزیادة علیها و عند غیر مضمونة علیها فلو صالح بعرض صح وان کان قیمته اکثر من قیمة نصف العبد

(۱۲) دعوئ عبد سے صلح

دو شخص کسی مشترک چیز کے بارے میں اپنے اپنے حق اللہ ہونے اور غلام ہونے کا دعوی کریں اور ایک دوسرے کو قصداً یا خطاً مارے اپنے نفس کی طرف سے صلح نہیں کرسکتا (اور واضح کہ غلام مأذون کو اپنی نے اپنے ان تجارت کا یا اپنے اور اپنے مولی کے مال تمام میں واقع نہیں ہوتا ہے اور یہی دونوں کل میں ذکر ہیں۔

(۱۳) غلام میں شریک سے صلح کرنا

اور ایک غلام میں دو شخص شریک تھے اس میں سے شریک نے اپنے حصہ آزاد کردیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو زیادتی باطل ہوجائے گی اتفاق ہے اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے عوض پر صلح کرے تو جائز ہوگا اور یہ بھی اتفاق ہے صاحبین کے نزدیک قیاس ہے اور امام صاحب کے نزدیک اس واسطے کہ یہاں قیمت مضمون ہے پس زیادتی قیمت جائز نہیں اور غصب میں غیر مضمون ہے۔

(۱۴) غصب شدہ چیز کی قیمت پر مالک سے صلح

اسی طرح شئے مغصوب کو غاصب کے بائع کے ہاتھ بیچ دی

(۱۳) وبدل صلح عن دار عمد او عبد بعض فمن بدعیه یعزم الموکل لانه کالوکیله لان الصلح فی هذه الصور تین لیس بمنزلة البیع اما فی الاول فظاهر واما فی الثانی فلانه اسقط بعض حقه الباقی فیرجع لتحقق الی الموکل الا ان یضمنه ای الوکیل فح یکون الندی علیه لاحتمال الکفالة وفیما هو کبیع لزم وکیله ای فیما یکون الصلح عن مال علی مال من غیر جنس المصالح عنه و یکون مع الاقرار (۱۴) وان صالح فضولی او مضمن البدل او ضاف الی ماله او اشار الی بغداد وعوض بالنسبة الی نفسه او اطلق و نفذ صح و ان لم ینفذ توقف المدعی علیه لزمه البدل والارد ای صالح الفضولی عن جانب المدعی علیه مع المدعی و ضمن بدل الصلح او قال صالحتک علی الف درهم من مالی او علی الفی هذا او علی عبدی هذا او قال صالحتک علی هذا الالف او علی هذا العبد من غیران ینسبهما الی نفسه او اطلق وقال صالحتک علی الف درهم ونفذ فی هذه الصور صح الصلح و ان لم ینفذ الالف ان اجازه المدعی علیه لزمه والافلا

(۱۵) قتل عمد سے یا دین کے حصہ سے صلح کے لئے وکیل کرنا

اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لئے یا جس قدر دین کا اس پر دعویٰ ہے اس میں سے ایک حصے پر صلح کرنے کے لئے تو مدعی صلح موکل پر لازم ہو گا نہ وکیل پر اس واسطے کہ ان دونوں صورتوں میں صلح مثل بیع کے نہیں ہے لیکن قتل کی صورت میں تو ظاہر ہے اور لیکن دوسری صورت میں تو اس واسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہوں گے طرف موکل کے مذاق اصل۔ بلکہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہو گیا جو مدعی صلح کا تو اس پر لازم آوے گا اور جو صلح مثل بیع کے ہے تو اس میں مال صلح کا بھی پر لازم ہوتا ہے۔

فائدہ: مراد اس سے وہ صلح ہے جو مال سے ہو خواہ مال کے اور وہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہ ہو دے اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہو بے کذا فی الاصل۔

(۱۶) فضولی کا مدعی علیہ کی طرف سے صلح کرنا

اگر ایک شخص فضولی نے تین کی مدعی علیہ کی طرف سے مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال میں سے یا اپنے اس ہزار روپے پر یا اپنے اس غلام پر یا اتنے ہزار روپے پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یوں کہا کہ صلح کی میں نے تجھ سے ہزار روپے پر (یعنی مطلق) کہا نہ اشارہ کیا اپنی طرف نسبت کیا) اور دو ہزار روپے دینے کا ان سب صورتوں میں صلح صحیح ہو جاوے گی اور فضولی پر ان روپوں کا تسلیم کرنا لازم آوے گا اور فضولی کا احسان نہ کا مدعی علیہ پر اور رجوع نہ کرے گا مدعی علیہ پر کیونکہ جب اس نے حکم کے صلح واقع ہوئی اور اگر فضولی نے یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھ سے ہزار روپے پر اور ہزار روپے نہ دے تو موقوف رہے گی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو آ جائے کے کا مدعی علیہ تو صلح جائز ہو گی اور مدعی علیہ کو ہزار روپے دینا پڑیں گے اور اجازت نہ دے گا تو صلح باطل ہو جاوے گی۔

(۱۸) وصحته على بعض جنس ماله عليه اخذ ببعض حقه و حط لباقيه لا معاوضة لان بعض الشئ لا يصح عوضا للكل فصح عن الف حال على مائة حالة او على الف مؤجل ففي الاول يكون اسقاطا لما فوق المائة و في الثاني يكون اسقاطا لوصف الحلول او عن الف حياد على مائة زيوف لانه يكون اسقاطا لما فوق المائة واسقاطا لوصف الجودة في المائة فهي هذه الصور يصح الصلح والابشرط قبض بدل الصلح (۱۸) ولم يصح عن دراهم على دنانير مؤجلة لان هذا الصلح معاوضة فيكون صرفا فيشترط قبض الدنانير قبل الافتراق او عن الف مؤجل على نصفه حالا لان وصف الحلول يكون في مقابلة خمسمائة و ذلك الوصف ليس بمال او عن الالف سودا على نصفه بيضا لانه يكون معاوضة الف سود بخمسمائة وزيادة وصف (۱۹) ومن ادعى على آخر نصف دين عليه فقال ما لك علي انك بريء مما ادعيت من قليل و في بريء وان لم يف دعاديه اي ان قال ادعي خمسمائة عليك فقال لا بل بريء من الباقي فقد

والذی یدل علی ان لو مات عند ہ بطلت فیہ وعندہما عندی حنیفۃ و محمد رحمۃ اللہ یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لایعود فیہ لان اسراء ۃ مطلقا لان کلمۃ علی للعوض و اداء الخمس لایصح عوضا للفراء ۃ فبقی الفراء ۃ مطلقہ ولہذا ان کلمۃ علی للشرط فیکون الفراء ۃ معلقۃ بالشرط فیعود بفوتہ و فیہ نظر لان کلمۃ علی دخلت علی الفراء ۃ فیہ ان الاصل انما یصح فوات ان یمکن من خمسمائۃ علی ان تودہ الخمسمائۃ الاخری و یمکن ان یجاب عنہ بانہ و ان کان فی اللفظ ھکذا لکن فی المعنی کل واحد منہما بالاخر لانہ معارضۃ بالفراء ۃ مطلقا بل بالفراء ۃ علی تقدیر ان لم تودہ خمسمائۃ فتصیر الفراء ۃ مشروطۃ بالاداء فلا یرد علیہ ما ذکرہ ھہنا من املاک المنصف وان لم یوفت لم یعد الی ان یوفت الاداء بل قال الی خمسمائۃ ولم یقل عد ففی ھذہ الصورۃ ان لم یودالخمس لم یعد ہ لانہ اسراء مطلق

(۱۸) بدل کا قرضہ کے بعض وغیرہ پر صلح کرنا

جب مدعی نے مدعا علیہ سے کوئی مال لیا پھر اس سے اس نے نصف وغیرہ پر صلح کر لی تو مدعی کو اختیار ہے کہ اصل کو چھوڑ دے یا لے لے اور جو کچھ معاوضہ میں اس نے دیا ہے وہ واپس کر دے اگر اصل مال کا مستحق نکل آیا (تو مدعی نے صلح میں جو کچھ دیا ہے وہ واپس لے لے) اور اگر وہ مال ہلاک ہو گیا تو اس کی قیمت واپس کرے اور اگر اس نے اس مال کو بیچ ڈالا ہے تو اس کی مثل واپس کرے اور اگر اس نے اس مال کو ہبہ کر دیا ہے یا اس کو رہن رکھ دیا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس کو واپس لے لے یا اس کی قیمت یا مثل واپس لے لے۔

(۱۹) عبد اداء کتابت پر قرض کے کچھ حصہ سے بری کرنا

کسی نے اپنے غلام کو یا اپنے اوپر لئے ہوئے قرض سے یہ کہہ کر کہ تو مجھ کو پانچ سو دے دے تو آزاد ہے یا بری الذمہ ہے اور غلام نے اس قبول کر لیا تو غلام کے ذمہ پانچ سو واجب ہیں تو غلام سے بری ہو جائے گا اور پانچ سو دے کر آزاد ہو جائے گا اور (اگر یہ کہا کہ) اس (واسطے) کہ تو مجھ کو پانچ سو دے دے تو آزاد ہے یا بری الذمہ ہے اور غلام نے

کیونکہ ہمارا دین پر مدیون پر واجب ہے وہ (یعنی قادر پر) پورے اس پر واجب ہونے کی وجہ سے اس میں خلاف و اختلاف کا ہے (اگر) تم نے کہا کہ (یہ) اصل کتاب (ہدایہ) میں (اس) کے برعکس ہے (یعنی) یہاں کہا (یعنی زیر بحث صورت میں) کہ (اگر) قادت نہیں ہیں کہ (یعنی زیر بحث صورت میں) کہ (اگر) قادت نہیں ہیں

انتظار کرے گا یہاں تک کہ وہ (مدیون) تنگدست ہو جائے (یعنی) اس کے پاس کچھ نہ رہے (پھر) وہ (دائن) اس کو مہلت دے گا (یعنی) اس کو مہلت دینا واجب ہے (یعنی) اس کو مہلت دینا واجب ہے

(۲۰) وكذا لو صالحه من دينه على نصف يدفعه اليه غدا وهو مرى منها فصالح على انه ان لم يدفعه غدا فالكل عليه فمضى هذه الصورة ان قبل برئ عن الباقي فان لم يؤد في الغد فالكل عليه كما في المسألة الاولى وهذا بالاجماع فان ابراءه عن بعضه على ان يعطيه ما بقي غدا فهو بري اذي الباقي ولا وقد علل في هذه الصورة بما علل به ابو يوسف رحمه الله في المسألة الاولى وهذا عجب من التعليل الذي ذكر من جانب ابي حنيفة ومحمد اسا يصح في هذه المسألة لان الابراء مقيد بالشرط فصار كالمعلق بالخطر ويمكن ان يجاب عنه بان هذا انما جاء من لفظ عمالان الابراء في الحال لايمكن ان يكون مقيدا بالخطر وحينئذ فالحكم بعدم الصحة لو علق صريحا كان ادب الى كذا ونحوه مما لايصح اذ قال ان اديت الى كذا فانت بري من الباقي لايصح لان الابراء المعلق بعقبا غير حال لايصح فان الابراء فيه معنى التمليك ومعنى الاسقاط فالاسقاط لايقبل تعليقه بالشرط والتمليك يقبله فوجب التحقيق وقلنا ان كان التعليق صريحا لايصح وان لم يكن صريحا كما في الصورة المذكورة يصح

(۲۰) نصف قرضہ پر مشروط صلح

اور اسی طرح اگر صلح کرے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر وہ (مدیون) نصف (قرضہ) غد (کل) تک ادا کر دے تو (دائن) نے اس سے (پورا) قرضہ معاف کر دیا ہے اور اگر کل نصف قرضہ ادا نہ کرے تو کل (قرضہ) اس کے ذمہ ہے (تو) اس صورت میں کہ شرط پوری کر دے (یعنی) نصف قرضہ کل (تک) ادا کر دے (تو) باقی سے (دائن) بری ہو جائے گا (یعنی) اس کے ذمہ باقی نہ رہے گا اور اگر وہ (مدیون) کل (تک) ادا نہ کرے (تو) کل (قرضہ) اس کے ذمہ ہے جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہے اور یہ (حکم) بالاجماع (ہے) کیونکہ اس کا (دائن کا) بعض (قرضہ) سے اس شرط پر کہ وہ باقی غد (کل) دے دے گا بری کرنا (ایسا ہے) جیسا کہ (دائن) کا (مدیون) سے کہا کہ اگر تو باقی غد (کل) دے دے گا تو میں نے باقی سے تجھ کو بری کر دیا (تو) یہ (ابراء) معلق بالخطر ہے اور ابراء جو ہے (وہ) فی الحال (ہی) ہوتا ہے (اور) معلق بالخطر ہونا ابراء کے منافی ہے (اور) ابراء میں تملیک کے معنی بھی ہیں اور اسقاط کے معنی بھی ہیں (اور) اسقاط تعلیق بالشرط کو قبول نہیں کرتا (اور) تملیک تعلیق بالشرط کو قبول کرتا ہے (پس) تحقیق کی وجہ واجب ہوئی (یعنی) ہم کو تحقیق کرنا چاہیے (کہ) ہم نے کہا کہ (اگر) تعلیق صریح ہو (یعنی) اس لفظ سے ہو جو تعلیق کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے اگر تو نے مجھ کو اتنا روپیہ دیا تو تو بری ہے (تو) یہ (ابراء) صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ ابراء کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے

(۲۰) وان قال للاجير لا فرلك عملك على ان تاخره عني او تحفظه لنفسي صح عليه ولو علق احد الحال (۲۱) ولو صالح احد ربين دين عن نصفه على ثوب صح ان كان نصفه او اكثر شركة لان بعض الثوب بعض شركة لان بعض ربع الدين بعض ربع الدين فالحق به في الثوب هذا اذا كان الدينان مشتركين بان يكونا واجبين منحد

كقفيز لصبع صفقة واحدة و نمن المثلي المشترك و المورث بينهما او قيمة المستهلك المشترك فمن كل ماانحذه احد الشريكين فللاخر اتباعه ولو قبض احد شياهي الدين شارك شريكه فيه و رجع على الغريم بقدر حصته لايكون للغريم ان يقول للذي اعطاه نصف الدين اني قداعطيتك حقك فليس لك على شئ فان ما اعطاه اياه مشترك بينه وبين شريكه

(۲۱) مقروض کے اقرار کے عوض مہلت یا معافی

اور اگر مدیون نے دائن سے کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار تب کروں گا جب تک تو مجھے مہلت نہ دیا یا کچھ نہ چھوڑے گا سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کر دیا تو یہ صحیح ہے پھر دائن اس کو مہلت دیوے یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول پکارا دائن سے کہا اور دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہو گیا تو بدل دین کی اکمال لے لیوے۔

دین مشترک میں صلح کے بیان میں

(۲۲) ایک شریک کی مقروض سے کپڑے پر صلح

دو شخصوں کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو ان دونوں میں سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے میں مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لے لیوے مگر یہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کر دیوے تو اب شریک مصالح کا حق اس کپڑے سے ہیں رہا یعنی (مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درہم یزید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درہموں کے بدلے میں ایک کپڑا لے کر زید سے صلح کر لی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درہم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے اور اگر بکر خالد کے لئے ایک درہم کا ضامن ہو جاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہیں لے سکتا بلکہ درہم اپنا لے گا) یہ جب ہے کہ دین مشترک کا سبب وجوب متحد ہو جیسے ثمن اس چیز کا جو ایک اس غصب میں بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیوں میں مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا مورث کی یا قیمت شے مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین میں جتنا مال کسی کو وصول کرے دوسرا اس کا شریک یا تو بقدر اپنے حصے کے اس سے لے سکتا ہے مثلاً ان دونوں میں سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اس میں دوسرا بھی شریک ہو جاوے گا اب دونوں قرضدار سے باقی کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

فائدہ۔ یعنی قرضدار اس شریک سے جس کا حصہ قرض ادا کر چکا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھ پر کچھ نہیں ہے کیونکہ جتنا اس نے دیا تھا وہ دونوں شریکوں میں بہت گیا کذا فی الاصل۔

(۲۳) ولو شرى عن غريمه نصفه شيا ضمنه شريكه ربع الدين او ضع غريمه اى اشترى احد الشريكين نصفه من الغريم شيأفللشريك الآخران يضمنه ربع الدين لانه صار قابضاً نصف الدين بالمقاصة فيضمنه شريكه الربع بخلاف مسألة الصلح فانه اذا اخذ الثوب بطريق الصلح عن النصف و مبنى الصلح على الحط والظاهران قيمة الثوب اقل من نصف

الدين فلو عفا رب الدين نصيب احدالشريكين فلاحد الشريك ان يقول اني ما حدت الا الثلثين فان ثبت حد نصيبه بخلاف مسألة البراءة لانه ادعى دينا على السماكسة فلا يتصور المشتري شيئا من رقم الدين وفي الابراء عن حظ والمقاصة من سقط له يرجع الشريك اي ان ادى احد الشريكين العربيم عن نصيبه لايرجع الشريك الاخر على ذلك الشريك لان الابراء اسقاط لا قضاء وكذا لو وقعت المقاصة بدينه الساقط ضمن له لزيد على عمرو خمسون درهما فباع عمرو و بكر عبدا مشتركا بينهما من زيد بمائة درهم حتى وجب لكل منهما على زيد خمسون درهما وقعت المقاصة بين الخمسين التي وجبت لعمرو على زيد و بين الخمسين التي كانت لزيد على عمرو فليس لبكر ان يقول لعمرو انك قبضت الخمسين التي وجبت لك على زيد حيث وقع المقاصة بينهما و بين الخمسين التي كانت لزيد عليك فادائي نصيبها وانما لايكون له ذلك لان عمرو اقام ذينه بالمقاصة لاقابض شيء

(۲۳) ایک شریک کا نصف قرض کے عوض کوئی چیز خریدنا وغیرہ

اور جو دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے میں کوئی چیز مدیون سے خریدی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ وہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے اپنے دین کا ان لے لے اور دونوں شریک باقی کا مدیون سے مثلاً ان دونوں نے اس مدیون سے اپنے قرض میں سے مدیون پر جو قرض تھا اس کے عوض میں ایک گھوڑا خریدا تو دوسرا شریک یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اپنا حق وصول پانے کا نصف اس کو دے کر اس کو اپنے ساجھی سے بری کر دیا ہے اور اس کا نصف حصہ بھی اس کو دے دیا ہے اور اس کے ساجھی کو اس میں شریک ہونا ہے

(۲۳) ولو ابرأ احدهما عن النصف قسم الباقي على سهامهما اي اذا كان الدين بين الشريكين نصفين فابرأ احدهما عن نصف نصيبه يرجع الربع بسهم الباقي اتفاقا لانه بقي له ربع المال والاخر نصف (۲۴) و بطل صلح احد رب سلم من نصفه على مادفع الى اذا سلم رجلان في كرر فاس مالهما مائة وسلم كل واحد خمسين درهما ثم صالح احدهما عن نصف كره بالخمسين التي دفعها الى المسلم اليه واخذ الخمسين فهذا الصلح لايجوز عند ابي حنيفة و محمد رحمهما الله وعند ابي يوسف يجوز كما اذا اشترى عبدا فاخذ احدهما في نصيبه لهما انه لو صح في نصيبه صار نوع قسمة الدين في المدة ولو حاز في نصيبهما لايدمن اجارة الاخر ولم

توحد (۲۶) فان اخرج احد الورثة عن عرض او عقار سمائ او ذهب بفضة او عكسه و تقابضا بمجلس صح قل بدلا او لا اما بصح عن القديم اذ الدراهم والدنانير بهما سواء قال المصنف رحمه الله بشرف الجنس اي خلاف الجنس على ماعرف في كتاب التعرف

(۲۴) ایک شریک کا بعض دین سے مقروض کو بری کرنا

مسئلہ: احداثہ میں نے اپنے اوپر دین سے مدیون کو اور اپنے قرابتی دین اس کے ساتھ مقسوم ہوگا مثلاً جب مرا ایک کہ اپنا نصف نصف دیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصہ کا نصف مدیون کو معاف کر دیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین اثلث کے جاوین گے دو حصے اس شریک کے ہوں گے جس نے معاف نہیں کیا اور ایک حصہ اس کا جس نے معاف کر دیا۔

(۲۵) عقد سلم کے ایک شریک کا مسلم الیہ سے صلح کرنا

مسئلہ: دو شخصوں نے عقد سلم کیا اس کر ایک کر میں گیہوں کے لادو دونوں کا اس المال سو روپے تھا اور ایک نے پچاس روپے اس اپنے اپنے حصے کے لیے بھرائے اب المسلم نے اپنے نصف کر کے بدلے میں پچاس روپے پر مسلم الیہ سے صلح کر لی اور دو اپنے لیے تو یہ صلح جائز نہ ہوگی اور امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے ذرا ایک چوتھائی بھیجے دو آدمی و نے عمل کر لیا ہو اور اجرا ایک نے ان میں سے قبالہ کر لیا۔

فائدہ: اور طرفین کی دلیل اصل میں مذکور ہے۔

تخارج کے بیان میں

فائدہ: تخارج کا معنی

تخارج کہتے ہیں اس کو کہ مستحق وارث اتفاق کر کے ایک وارث کا حصہ سے خارج کر دیں کچھ مال معین دینے کر کفالہ اس کی۔

(۲۶) اسباب، سونا، چاندی کے ترکہ سے مال وغیرہ کے عوض تخارج

مسئلہ: وارثوں نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دے کر یا ترکہ سونا ہے اور انہوں نے چاندی دی ترکہ چاندی ہے اور انہوں نے سونا یا یا ترکہ چاندی سونا دونوں ہیں اور انہوں نے دونوں دیئے تو یہ خارج صحیح ہے سب صورتوں میں برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جس کو مخالف جنس کی طرف پھیرے گا۔

فائدہ: یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہرا دیں گے اور چاندی کو سونے کا یا پانچ کے شبہے سے تفاضل ہونے کے باوجود اصل نکلیں اس تخارج میں، جہاں برابر اور عقد صرف کے ہے تو اب تبضہ کرنا طرفین کا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے درختار۔

(۲۷) و في نقدين وعروضا احدالنقدين لا الآن يكون المعطى اكثر من قسطه من ذلك الجنس اى اذا كان المعطى مائة دراهم بحت ان يكون المائة اكثر من حصته من الدراهم ليكون مايساوى حصة في مقابلتها و ما فضل في مقابلة غير الدراهم و ذلك لان التصلح لايجوز بطريق الابراء لان الشركة اعيان و ابراء عن الاعيان لايجوز (۲۸) وبطل الصلح

ان شرط فیہ لھم الثلثین من الترکۃ بعد ان اخرج احد الورثۃ او غیرہ فی الترکۃ دیون و شرط ان یکون الدین لھذہ الورثۃ بطل الصلح لانہ تملیک الدین من غیر من ھو علیہ الدین فلا تصح المصالحۃ حینئذ فان شرطوا ان ما ظھر من الدین فھو بینھم علی ھذہ الشرائط فظھر دین فالصلح علی حالہ و ان ظھر اکثر منہ فسد الصلح فی الکل و ان ظھر اقل منہ صح الصلح الا فی حق الورثۃ الذین لم یشترطوا ان ما ظھر من الدین فھو بینھم علی الفرائض صح الصلح فی حق الورثۃ الذین شرطوا ذلک لھم و فسد فی حق الورثۃ الذین لم یشترطوا ذلک لھم و ان صالح الورثۃ غیر احد الورثۃ علی ان جمیع الدین لھم و ابرأ الورثۃ الذین صالحوھم عن الدین و صالح غیر الورثۃ احد الورثۃ علی ان جمیع الدین لہ و ابرأ الورثۃ الذین صالحھم عن الدین فالصلح باطل فی حق الورثۃ و جائز فی حق الذی صالح غیر الورثۃ لان الدین کان مشترکا بینھم و قد اخذ احدھم جمیع الدین لنفسہ و ابرأ الورثۃ الذین صالحھم عن الدین فلا یرجع الورثۃ علیہ بشیء و یرجع الذی صالح غیر الورثۃ علی الورثۃ الذین صالحھم بثلث ما اخذ لان الدین کان بینھم اثلاثا و ان صالح احد الورثۃ غیر

اصلاح کرے اپنے مال میں سے تو اس کو اختیار ہے اور اس کو جائز ہے اور اس کو جائز ہے کہ اس کی جانب سے اور اس کے اپنے حصہ میں کا دخل کرے کہ لوگوں پر کچھ واجب ہوگا یا اس مصالحہ لازم ہوگا ہے اور اس کے لئے میں ضرر ہے باقی ہوگا کہ لوگ وارثوں کو تقدیر پر اور ان کا حق ان کو واپس دیں گے اور جب کہ ان میں سے کوئی ایسا ہے کہ باقی ورثہ مصالح کو واپس دیں گے اور اس کے لئے ان کے اور مصالح کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوگا

(۲۹) مجہول الاجزاء ترکہ میں صلح

اس کے بعد کہا کہ اجزاء معلومہ میں جو صلح صحیح ہوتی ہے اس میں مدعا علیہ کا مدعی کے خلاف سے انکار کرنا اور مدعی کا اس صحیح صلح سے رجوع کرنا نہیں ہوتا اور اصل یہ ہے کہ ہر وہ صلح جو مجہول الاجزاء میں واقع ہو سکے پس ہر وہ صلح صحیح ہے قول صحیح میں۔

(۳۰) ادائیگی دین سے قبل صلح اور تقسیم

اور باطل ہے صلح اس ترکہ میں جو دین ادا کرنے سے پہلے کی جائے اور دین میں ورثہ کے اور وصیت جائز ہے جس صلح کی جائے قبل ادائے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو نہیں ہے کہ صحیح ہو جائے گی (لیکن اگر صحیح ہو جائے تو) لیکن بعد دین کے تو روک لیا

کتاب المضاربۃ

وھی عقد شرکۃ فی الربح بمال من رجل و عمل من آخر و) وھی ایداع او توکیل عند عمله و شرکته فی ربح و غصب ان خالف وبضاعة ان شرط کل الربح للمالک و قرض ان شرط للمضارب اعلم ان فی هذه العبارة سبعة الزام و ان المضاربة اذا کانت عقد شرکة فی الربح کیف تکون بضاعة او قرضا و انی قال ذلک بطریق التعلیل و نحن ان یقول ان المضاربة ایداع او توکیل و شرکة و غصب و دفع المال الی آخر لیعمل فیه بشرط ان یکون الربح للمالک بضاعة و بشرط ان یکون للعامل قرض فقط الدفع المذکور فی سبک المضاربة بعلیا و اجارة فاسدة ان فسدت فالربح له عنده ای الربح للمضارب عند العمل بال آخر عنده ربح او لا و لا یجوز علی ما شرط خلافا لمحمد و لا یضمن العامل فیها ای فی المضاربة الفاسدة کما فی الصحیحة

(۱) مضاربت کی تعریف

عقد مضاربت شرع میں عبارت ہے اس عقد شرکت سے نفع میں سے مال ایک کا اور محنت دوسرے کی۔

فائدہ: مؤلف مضاربت کرتا ہے اس کو مضارب کہتے ہیں اور جس کا مال ہے اس کو رب المال کہتے ہیں جائز ہے مضاربت شروع سے کرنی عمل امدیہ اور محکم ہوتی ہے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے ہر عصر میں اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ اس سے اور سب لوگ عمل کرتے رہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا بدایہ

(۲) مختلف صورتوں میں مختلف احکام

اور مضاربت میں کئی احکام ہیں جو طرح پر ہیں تو مضاربت قبل عمل کے مانت رہتی ہے تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں آتا) اور وفات عمل سے تو نہیں ہے (پھر اب

جانے کا باقی نفع تقسیم ہوتا ہے تو ان کو دینے کا اختیار ہے اگر چاہے تو نہ دے اور چاہے تو دے اور اگر نفع نہیں ہوا تو کچھ نہیں دینا پڑتا کیونکہ ان کے لئے اختیار رکھنا ان کے کام کا نہیں ہے۔

(۳۱) دعویٰ کی شرط

آپ صحت صلح کے لئے صحت دعویٰ شرط ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحت دعویٰ شرط ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں اس واسطے کہ صلح نے اگر دعویٰ پر اپنے حق کو حاصل کیا تو کیا ہوا صلح ہو گئی اور دعویٰ نہ ہونے سے صلح نہ ٹوٹی تو اب صلح جائز ہے بغیر دعویٰ کے اب تحقیق ہوا تحقیق میں اور شک نہیں دعویٰ مجہول کے غیر صحیح ہونے میں اور اس کے مثل مسائل میں ہدایہ کہتے ہیں ہمارے قول کی واللہ اعلم۔

(۳) ولا یصح الاشتراک یصح فیہ الشرکۃ و تسلیمہ الی المضارب و ضیوع الربح بینہما (۴) فتفسد ان شرط لاحدہما دراہم عشرۃ اعلم ان کل شرط یقطع اشتراکہما فی الربح او یوجب جہالۃ الربح یفسدہا و امّا عدادہا من الشروط الفاسدۃ التی تفسد البیع لاتفسد المضاربۃ بل یبطل ذلک الشروط و کذا شروط الوضیعۃ عمی المختار (۵) والمضاربۃ فی عطلقہا ان بیع بنقد و بنسیۃ الا ان لہ یفہد المراد بالمطلق مالم یقید بزمان او مکان او نوع من التجارۃ و ان یشتری و یوکل بیعہا ای بالبیع والشراء و یسافر و عندابی یوسف رحمہ اللہ تعالی لیس لہ ان یسافر و ہو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ان ان دفع فی بلدۃ لیس لہ ان یسافر بالمال دفع فی غیر بلدۃ بان یجاوز الی بلدۃ و یضع مال المضاربۃ و لا تفسد ہی بہ ای لاتفسد المضاربۃ بان یضع رب المال حلا فارقر و بودع و یرہن و یرتہن و یوکل و یستاجر بحمال بالخص علی الایسر والاشہر ای یقبل الحوالۃ ولیس لہ ان یضارب الا باذن المالک او باعمال برأیک الضابطۃ ان الشیٔ لاینتصر مالہ بل یختص ذوب کالبیع و نحوہ ولا ان یخرجہ او یستدین و ان فعل لہ ذلک ای اعمل برأیک مالم یعہر ضیہما ای علی الاستدانۃ والاقراض وانما یصح المضاربۃ باعمل برأیک دون الاقراض لان المضاربۃ من صنیع التجار وہی محلۃ للربح بخلاف الاقراض اذ لا فائدۃ لہ

(۳) مضاربت کی شرائط

جو شخص نے مضاربت کرنا ہو اس میں تین شرائط کا ہونا ضروری ہے (۱) راس المال (مضاربت کا سرمایہ) نقد ہو (۲) راس المال (سرمایہ) کی مقدار معلوم ہو (۳) راس المال (سرمایہ) مضارب کے سپرد کر دیا جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر مضارب کی باپ ہے یا اور کوئی تجارت کا مال نے کر مضاربت کرے تو درست نہیں اس مال میں اپنا قبضہ کرنے تک مضاربت فاسد ہو گی (طحطاوی)

(۴) اور نفع شائع ہونا ان میں۔

فائدہ: شائع مثلاً نصف یا تہائی چوتھائی وغیرہ

(۴) نفع کے حصہ سے زیادہ لینا

تو مضاربت فاسد ہوں اگر ایک نے نفع سے حصے سے زیادہ لینا مشروط کر دیے مقرر ہوتے۔

فائدہ: جانا چاہیے کہ جو شرائط نفع کی شرکت کو قطع کر دیتے یا نفع کو مجہول کر دیتے تو مضاربت فاسد ہو جاتی اور جو شرائط نفع کی شرکت کو قطع نہ کرتے مضاربت فاسد نہ ہوتی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاتے گی تو شرط رہنا مضاربت پر کوئی اثر نہیں۔

(۵) عقد مضاربت کا مطلق ہونا

جب عقد مضاربت مطلق واقع ہوا ہے (یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہ کیا گیا ہو) تو مضارب کو اختیار ہے کہ خود بیچے یا خرید کرے یا فروخت کرے اور سفر کرے یا نہ کرے اور کسی کو مضاربت پر دے یا نہ دے اور شریک کرے یا نہ کرے اور جو چاہے کرے اور جہاں چاہے لے جائے اور سفر کرے۔

فائدہ: اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا سفر کرنا

(۲) فلو اشترى بالمال جارية وقبل له ذلك اى اعمل برأيك فقد تطوع لانه لا يملك الاستدانة زال صيغه احمر فهو شريك بمقداره دخل تحت اعمل برأيك كالخلطة اى اذا قال اعمل برايك فصيغه احمر يكون شريكا بمقداره ويدخل النصح تحت اعمل برأيك وكذا الخلط ساله بخلاف القصارة لانه لايخلط به شيئ من ماله واما قال صيغه احمر حتى لو صيغه السود فانه لايدخل تحت اعمل برأيك عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى لان السواد يفضان عنده واما سائر الالوان غير السواد فكالحمرة ولا يتضمن المضاربة اى بصيغه احمر والخلط سماله اذاقال اعمل برأيك وله حصة صيغه اى بيع و حصة الثوب فى المضاربة اى فى مال المضاربة (ع) ولا ان يجاوز بلدا او سلعة او وقتا او شخصا عينه رب المال فان جاوزه ضمن وله ربحه (لان يروح عبدا لوثة من مالها اى من مال المضاربة ولا ان يشترى من يعتق على رب المال سواء كان قريبه او قال رب المال ان اشتريت فلانا فهو حر فلو شرى كان له لانها اى كان للمضارب لا للمضاربة

درست نہیں اور امام ابو حنیفہ سے نزدیک سفر کرنا رب المال سے اپنے تصرف پانے تو اس کو ضرورت نہیں اور اگر دے شہر میں دیا تو جائز ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ مضارب کو سفر کرنے کا اختیار ہے سوائے اس صورت میں مضارب کو سفر کرنے کا اختیار نہیں۔

فائدہ: اور مال کو ضائع دینے کا اگر رب المال ہی کو دیوے اور قرض کے طریق سے رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہو جاتی ہے اور امانت رکھا دے اور ودیعت کرے یا گروی رکھ دے یا کرایہ کو دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ کرنے کرے تو نفع اور تعدی پر دلالت مضارب کو یہ نہیں پہنچتا تو اس مال کو بھی مضاربت کی اور خرید کرے گھر مالک کے نام سے یا اس صورت میں مالک نے نہیں ہوتا تو اپنی دینے کے موافق عمل کرا دینا کہ قرض لیوے یا قرض لیوے (یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا کچھ اختیار نہیں ہے) اگر رب المال نے وقت مضاربت کے کہا دیا کہ تو اپنی رائے سے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان باتوں کی اجازت دیدی ہو تو درست ہے۔

(۶) مضارب کا کپڑے کو دھلوانا یا رنگوانا وغیرہ

[illegible] ہے کہ [illegible] ان [illegible] ہے [illegible] ان [illegible] ہے [illegible] ان [illegible] ہے

مساويا لرأس المال فإن كان أقل فله ذلك وإن كان أكثر فالزيادة لرب المال وقال أبو يوسف رحمه الله له أجر مثل عمله ما لم يجاوز نصف الربح الذي شرط لرب المال وقال محمد رحمه الله له أجر مثله ما لم يجاوز الربح الذي شرط لرب المال وقال الشافعي رحمه الله الربح على ما شرطا والوضيعة على قدر المالين لأن الوضيعة اسم لجزء شائع من المال فيكون على قدر المالين كالربح ولنا أن الربح كما يستحق بالشرط يستحق بالمال قال عليه السلام الربح على ما شرطا والوضيعة على قدر المالين وهذا نص في الباب ولأن الربح نماء المال فيكون على قدر المالين كالنتاج والولد ولأن الربح كما يستحق بالشرط يستحق بالمال ألا ترى أن العامل يستحق الربح بالمال إذا شرط له النصف وإن لم يشرط له شيء

باب المضارب الذي يضارب

(و) لا يضمن المضارب مدفوعه مضاربة بلا اذن رب المال الى ان يعمل الثاني في ظاهر الرواية وهو قولهما والى ان يربح في رواية الحسن عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى وهو الاول ان اندفع بذاع وهو يمكنه فاذا عمل تعين انه مضاربة فيضمن وجه الثاني ان الدفع قبل العمل تبذاع وبعده تضاع وهو يملكها فاذا ربح بين الشركة فح يضمن كمالو خلط بغيره وعند (و) يضمن المحرد الدفع (۲) فلو اقر بالدفع فدفع بالثلث وقبل له مارزق الله بيننا نصفان فنصف ربحه للمالك وحصته للاول وللثاني لا شئ له فلو قال الله فلكم ثلث لان المالك قد اذن بالدفع مضاربة فالمضارب الثاني مامور له المضارب الاول فما رزق الله المضارب الاول وهو الثلثان فكون بعضهي بينه وبين رب المال ولو قبل له مارزقك الله فلكم ثلث فهو بينا نصفان ودفع بالنصف فللثاني نصف وليس نصف لان ربح المضارب الاول النصف وهو مشترك بينه وبين رب المال ولو قيل مارزق الله فهي بنصف او ما تفضل فنصفان وقد دفع بالنصف فحصته للمالك وحصته للثاني ولاشئ للاول ولو شرط للثاني ثلثه فللمالك والثاني سرطهما وعلى الاول السدس اي للمالك النصف وللمضارب الثاني الثلثين فحصل المضارب الاول السدس وصح ان شرط لمالك فقط ولعبده ثلث يعمل معه اي مع المضارب ولعبده ثلثا وبطل ببوت احدهما ولحق للمالك بقدر الحرب مرتدا بخلاف لحاق المضارب بدارالحرب مرتدا حيث لايبطل المضاربة لان له عبارة صحيحة

مضارب کے مضاربت کرنے کے بیان میں مالک کی اجازت کے بغیر مضارب کا کسی کو مضارب بنانا

(۱) مضارب اپنی طرف سے کسی کو مضارب نہ بنائے بغیر اذن مالک کے کہ مال اسے دیدے یہاں تک کہ دوسرا عمل شروع کردے (۲) مضارب کو دینے والا اگر مضاربت کا اقرار کرے پھر کہے کہ میں نے مضاربت کو ثلث پر دیا تھا اور باقی دو ثلث اس کے اپنے ہیں تو مضارب ثانی کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ مضارب اول کو مالک نے اجازت دی تھی کہ جو اللہ دے گا وہ آپس میں نصف نصف ہوگا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو دیا تو مضارب اول کا حصہ مالک کو ملے گا اور مضارب ثانی کا حصہ مضارب اول کا ہوگا اور مضارب ثانی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر مالک نے یہ کہا ہو کہ جو اللہ دے گا اس میں سے ثلث تمہارا ہے تو مضارب ثانی کو ثلث ملے گا کیونکہ مالک نے مضارب اول کو ثلث دیا تھا اور مضارب اول نے اس میں سے ثلث مضارب ثانی کو دیا ہے

(۲) دفع کی تقسیم

اگر رب المال نے مضارب کو دو ہزار دیئے اور کہا کہ مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دے دیا تھا پھر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ جو اللہ دے گا وہ آپس میں نصف نصف ہوگا تمہارا تو ثلث ہے اب مضارب ثانی کو ثلث ہی حاصل ہوگا کا نصف مالک کو ملے گا اور نصف حصہ مضارب اول کا ہوگا اور مضارب ثانی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر مالک نے یہ کہا ہو کہ جو اللہ دے گا اس میں سے ثلث تمہارا ہے تو مضارب اول کے لئے ثلث ہوگا اور مضارب ثانی کو ثلث ملے گا کیونکہ مالک نے مضارب اول کو ثلث دیا تھا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو دیا ہے

تہائی مضارب ثانی کو ملے گی اور جو مالک نے یوں کہا تھا کہ جو نفع تمہارے دو ہم قم دونوں کے بیچ میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو حاصل ہوگا اس کا نصف مضارب ثانی کو ملے گا اور نصف میں مضارب اول اور مالک شریک ہوں گے اور اگر مالک نے یوں کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے گا تو اس کا نصف میں لوں گا یا جو کچھ بڑھے گا وہ ہم قم دونوں میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول اور مالک شریک ہوں گے اور اگر مالک نے یوں کہا کہ جو کچھ اللہ دے گا تو اس کا نصف میں لوں گا یا جو کچھ بڑھے گا وہ ہم قم دونوں میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت میں مضارب ثانی کو نصف نفع ملے گا اور مالک کو نصف نفع ملے گا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملے گا اور جو مضارب اول نے اس صورت میں دوسرے نفع کے مضارب ثانی کے لئے ٹھیرائے اور ایک دوسرا اپنے لئے تو مالک کو نصف نفع ملے گا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اس میں ٹھہرا ہے وہ مضارب اول سے بھر لیا جاوے گا اور اگر مضارب نفع میں تہائی رب المال کی اور تہائی ان کے خلاصی کی اس شرط پر کہ جو مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کی یا مضارب نے اپنے لئے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جانے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے (اور اگر مضارب مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جاوے تو مضاربت باطل نہ ہوگی کذا فی الاصل)

(۴) ولا ینعزل حتی یعلم بعزله ای ان عزل رب المال المضارب لاینعزل حتی یعلم بعزله فهو علم فله بیع عروضها ثم لا یتصرف فی ثمنه ولا فی نقد نقد من جنس رأس ماله نص بالضاد المعجمة ای صار نقد او بدل علاقد به استحسانا ای بدل نقد انقض لکنه خلاف جنس رأس ماله بان کان رأس المال دراهم والنقد دنانیر او بالعکس وفی القیاس لایبدل له لوجود العزل ولاضرورة بخلاف العروض وجه الاستحسان ان الربح لایظهر الاعند اتحاد الجنس فتحققت الضرورة (۳) ولو اقتر فلاوفی المال دین لزمه اقتضاء ذینه ان کان ربح والالا لانه انکان ربح فهو یعمل بالاجرة وان لم یکن ربح فهو متبرع فی العمل وبرکل المالک به ای ان لم یکن ربح فالمضارب بعد الافتراق یوکل المالک بالاقتضاء فان المشتری لا یدفع الثمن الی رب المال لان الحقوق ترجع الی الوکیل فلایلزمه توکیل المضارب المالک وکذاسائر الوکلاء ای ان امتنع سائر الوکلاء عن الاقتضاء یوکلون الملاک والباع والسماسرة یجبران علیه (۵) المراد بالباع الدلال فانه یعمل بالاجرة والسمسار هو الذی یجلب الیه الحطة ونحوها لیبیعها فهو یعمل بالاجرة ایضا فیجبران علی تقاضی الثمن (۶) وماهلک صرف الی الربح اولا فان زاد علی الربح لم یضمنه المضارب لانه امین فان قسم الربح وفسخ عقدها ثم عقدت عقدا فهلک المال کله لوحصته لم یتراد الربح ای فسخ العقد والمال فی ید المضارب ثم عقدا فهلک المال وان لم یفسخ ثم هلک تراد واخذ المالک ماله

وماحصل قسم وما نقص لم یضمنه المضارب (۷) ونفقة مضارب عمل فی مضروبه فی ماله کدوابه نفقة المضارب مبتداء وفی ماله خبره وان مرض المضارب سواء کان فی الحضر او فی السفر فالدواء فی ماله وعن ابی حنیفة الدواء بمنزلة النفقة وفی سفره طعامه وشرابه لا کسوته واجرة خادمه وغسل ثیابه والدهن فی موضع یحتاج الیه کالعراق

(۳) مضارب کی برطرفی

مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہیں ہوتا جب تک اس کو خبر نہ پہنچ یا برطرفی کی خبر نہ ہو اسے پھر اگر اس کو برطرف کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اس کو بیچ کر نقد کرے اور پھر ثمن میں تصرف نہ کرے اور نہ اس نقد میں جو راس المال کی جنس سے ہو اور اگر راس المال کی جنس سے نہ ہو تو اس کو مضارب بدل سکتا ہے اور وہ بے اختیار کے نہ ہوگا۔

فائدہ: مختلف راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہیں۔ تو مضارب اس میں تصرف نہیں کر سکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر یا فلوس تو مضارب مال کو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے اختیار ظاہر ہوگا۔

(۴) قرض میں گئے مال مضاربت کی وصولی

اگر رب المال اور مضارب دونوں بعد فسخ عقد کے جدا ہو گئے اور مال مضاربت قرض لوگوں پر تو اگر مضارب کو اس تجارت میں نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرطعہ کا فرض ہوں۔ اسے لازم آوے گا وہ نہیں۔ (کیونکہ جس صورت میں مال میں نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام جو بغیر اجرت کے ہوا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں بطور تبرع کے) (بلکہ مضارب مالک کو اس کے وصول کرنے کے لئے وکیل کر دیوے اسی طرح سب دکانوں کا حال ہے کہ اگر تقاضا نہ کریں تو مہینوں کو بکیں کر دیویں اور دلال اور سمسار جہر کے جاویں گے قیمت کے وصول کرنے پر۔

فائدہ: دلال اجرت لے کر بکواتا ہے اور سمسار وہ شخص ہے جس کے پاس غلہ وغیرہ لوگوں کا جمع کیا ہوا ہے تو وہ اجرت لے کر بیچ دے تو اس پر بھی ثمن وصول کرنے کے لئے جبر کیا جاوے گا۔

(۵) نقصان کی ادائیگی

مال مضاربت میں جس قدر نقصان ہووے اندازہ نفع سے جبر لیا جاوے گا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہو جاوے تو مضاربت اس کو حاصل نہ ہوگا۔ (یعنی نہ ہوا) اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت فسخ کر دیا اور مال مضاربت قبضہ مضارب میں ہے بعد اس کے از سر نو عقد مضاربت کیا اب کل یا بعض مال تلف ہو گیا تو پہلا نفع اس میں نہیں لگایا جاوے گا کیونکہ وہ تو نیا عقد ہے البتہ اگر نفع تقسیم ہو گیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونوں نے بانٹ لیا ہے پھر سے جمع کریں اور رب المال اپنا راس المال اس نفع سے پورا کر لے جو بچے سے دونوں بانٹ لیں اور اگر اس نفع سے اصل مال پورا نہ ہووے نئی اصل مال کمر رہے تو مضارب پر تاوان اس کا لازم نہ آوے گا۔ (اس واسطے کہ مضارب امین ہے جیسا کہ گزرا)

(۷) مضارب کے اخراجات

جو مضارب اپنے ہی شہر میں رہ کر مال مضاربت کا کاروبار کرے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ اور اپنی دوا اور علاج میں اپنے مال میں سے لے سکتا ہے یعنی مال مضاربت میں سے نہ لے سکے اور جو سفر میں جاوے تو کھانا پینا اس کو شہد کی مضاربت میں سے لینا درست ہے اور اگر کپڑوں کی خلوانی تیل جہاں تیل کی ضرورت ہے جیسے ملک تجارت میں

فائدہ۔ تجارت کے لئے جو مضارب سفر کرتا ہے اور ان شہروں کو کہتے ہیں جو درمیان فیداد خرچ کے واقع ہیں ملک تجارت میں تیل کی اس لئے حاجت ہے کہ بادجود واقع ہیں انگلستان روم میں اور زمین انگلستان روم کی خارے اور پانی تو وہاں بدوں تیل ڈالے اور گھی کھانے سے خراب نہیں ہوتا اور دوا کا خرچ مثل نفقہ کے ہے امام اعظم نے فرمایا ہے۔

(۸) ولو کوبه کرباسا وغلمه فی مالها بالمعروف وضمن الفضل ان انفق زائدا علی المعروف ضمن الفضل ورد مابقی علی یده بعد قدوم مضاربه الی مالها ای ما بقی من الطعام ونحوه ومادون سفر یعدونه ولایبیت بمثله کالسفر وان بات کسوق مضاربه فان ربح اعاد رب المال ما انفق من رأس ماله ای احذمن الربح ما انفق للمضارب من راس المال حتی یتم رأس المال فان فضل شیئ قسم (۹) فان رابح مقامها بحسب نفقته لانفقة نفسه ای ان رابح وقال فلم علی ذلک یحسب فیه مالانفق علی المتاع من کراء حمله ونحو ذلک ولا یحسب نفقة المضارب

(۸) سواری کے اخراجات

اور سواری خود کرایہ کی ہو یا اپنی ہو تو اپنے چوپاؤں کے ان سب کے مصارف مال مضاربت میں سے لیوے موافق دستور کے اور خود مضارب سے زیادہ صرف کرا لے گا اس قدر زیادہ کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹے کرایہ سے اور نقری چیزوں میں سے جو مال مضاربت سے لی تھیں کچھ باقی ہو تو مال مضاربت میں سے شریک کر دیوے اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہے کہ جب صبح کو واپس جاتا ہے تو رات کو اپنے گھر میں نہیں رہ سکتا تو اس کو مثل توشہ کے سفر کا سا ہے اور اگر شب کو اپنے گھر میں رہ سکتا ہے تو وہ مثل ایک بازار کے ہے شہر

(۹) مضارب بالنصف شری بالنصف ثم باعه بالنصف وسمی بهما عبدا فاضا فالی بده عروض المضاربة رمعهما والهالک الباقی وربح العبد للمضاربة وباقیة لهما وراس المال الثلثان وخمسمائة وربح علی الالفین فقط ای اشتری مالف نم باعه بالفین وشرع بالفین عبدا ولم یدفعهما الی البائع حتی ضاع الالف فی ید المضارب عاد المضاربة وربح الالفین لانه ملک

المضارب والمالك ثلاثة الأرباع فإذا دفعهما بضرر رأس المال الذي حصته ثلاثة لأن رب المال دفع إلى المضارب ربح الذي حصته ثلاثة وهو ما بينا بقوله فله على المضارب رأس ماله فقط أي لا يكون له على المضارب حصته لأن الضرر وقع بالألف الأخير والوضيعة على قدر رؤوس الأموال لا على قدر الربح وقعت الوضيعة على المضارب فذهب ربع نصيبه فنصيبه ثلاثة آلاف وربح ثلاثة آلاف فصار نصيبه ستة آلاف ثم ربح ثلاثة آلاف صار نصيبه تسعة آلاف وربح المضارب ثلاثة آلاف فصار نصيبه اثني عشر ألفا ثم ذهب ثلث المال وهو ثمانية آلاف يذهب منها رأس المال وهو الثلثان وحصته ثلثي الربح حصته ثمانية فصار نصيب رب المال وحصتها للمضارب وللمضارب من رب المال ثلثا حصته فذلك ثمانية فصار نصيبه ستة آلاف وحصته للمضارب ثلثا حصته فذلك أربعة فصار نصيب المضارب ستة آلاف وحصته أربعة فصار نصيبه عشرة آلاف فله على رب المال ستة آلاف رأس ماله ولرب المال على المضارب أربعة آلاف ربح نصيبه وهي أمانة في يده على الإشاعة فيجب الكل النصيب (۱) وللمضارب بالثلثين عشرة بحصته ثلثي ربح عشرة وربح العشرة عليه وبقيه على نصائب ثم إذا اقتسما يدفع رب المال إليه ستة آلاف ويأخذ لنفسه ستة آلاف وهذا على قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله وعلى قول محمد رحمه الله يأخذ رب المال ثمانية آلاف ويأخذ المضارب أربعة آلاف لأن عند محمد رحمه الله المضاربة فاسدة والربح على قدر المال والوضيعة على المضارب بقدر ذهاب المال وعندهما المضاربة جائزة والربح على ما شرطا والوضيعة على قدر رؤوس الأموال وهذا لأن الوضيعة اسم لجزء هالك من المال فيعتبر بقدره والهالك بالاتفاق يكون على قدر رؤوس الأموال لا على قدر الربح فكذا الوضيعة.

(۱۰) اس غلام کے بارے میں جو مضاربت کی ہو

اگر مضارب نے ایک غلام خریدا جس کی قیمت دس ہزار ہے تھی اس غلام نے ایک ہزار کا مال تجارت خریدا اور اس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار ہو گئی اس کے بعد اس غلام نے ایک شخص کو قتل کی

۱۲) ولو شرى عبد المضارب بمال المضاربة بغير اذن رب المال فدفعه رب المال بالثمن فهلك في يد البائع ثم يدفع رب المال الى المضارب عبدا آخر وهلك الاول في يد المضارب قبل ان يؤديه الى البائع ثم يدفع رب المال الى المضارب عبده الاخر وهلك الاول في يده وجميع ما دفع راس ماله ۳) وصدق مضارب ان معي الف دفعها الي والف ربحت لا مالك قال الكل دفعه وعنه رجوعه انه تعدي وهو القول الاول لابي حنيفة رحمه الله تعالى لقول رب المال لانه يكذبه دعوى المضارب الربح وذا ان لاحتمال ان مضاربه المشتري فاسدا فيكون المقبوض بالقبض المفاسد مع اليمين ولو قال من معه الف هو مضاربة زيد وقد ربح صدق وبطل قال هو بضاعة اي صدق زيد مع اليمين لانه يكذب دعوى الربح ودعوى تقويم عمل المضارب كما لو قال قرض وقال زيد بضاعة او وديعة يصدق زيد مع اليمين لانه يكذب دعوى التمليك والتملك ۴) ولو قال المالك عينت نوعا صدق المضارب ان معه اي مع اليمين لان الاصل في المضاربة العموم بخلاف الوكالة لان الاصل فيه الخصوص ولو دعى كل نوعا صدق المالك اي مع اليمين لان الاذن يستفاد من جهته

(۱۲) غلام کی قیمت بائع کے حوالے سے پہلے ہلاک ہو جانا

مضارب نے مال مضاربت سے غلام خریدا بغیر رب المال کی اجازت کے، پھر رب المال نے وہ غلام بائع کو دے دیا، پھر وہ غلام مضارب کے پاس ہی ہلاک ہو گیا، پھر رب المال نے دوسرا غلام مضارب کو دیا، پھر وہ بھی مضارب کے پاس ہی ہلاک ہو گیا، تو رب المال کو راس المال اور جو کچھ دیا ہے سب کا ضمان مضارب پر واجب ہوگا۔

(۱۳) راس کی مقدار میں مالک و مضارب کا اختلاف

اگر مضارب نے کہا دس ہزار تھے رب المال نے کہا بیس ہزار تھے تو مضارب کا قول معتبر ہوگا، اور اگر مضارب نے کہا بیس ہزار تھے رب المال نے کہا دس ہزار تھے تو رب المال کا قول معتبر ہوگا، اور اگر مضارب نے کہا دس ہزار میرے تھے اور دس ہزار مضاربت کے تھے اور نفع ہوا ہے تو مضارب کا قول معتبر ہوگا، اور اگر مضارب نے کہا دس ہزار مضاربت کے تھے اور نفع ہوا ہے تو رب المال کا قول معتبر ہوگا، اور اگر مضارب نے کہا دس ہزار میرے تھے اور

كتاب الوديعة

(۱) هي امانة تركت للحفظ فلا يضمنها المودع ان هلكت اي بلا تعديه (۲) وله حفظها بنفسه وعياله والمسافر بها عند عدم النهي والخوف السفر اخروج للسفر والسفر مصدر والسفر الحاصل بالمصدر فاختار المصدر وان نهى عن السفر او كان الطريق مخوفا فسافر فهلك المال ضمن ولو حفظ بغيرهم ضمن الا اذا خاف الحرق والغرق فوضعها عند جاره او الى فسطه اخر (۳) فان حبسها بعد طلب ربها قادرا على التسليم او جحدها بعد ثم اقربها والا ان جحدها مع رب الوديعة يضمن سواء اقربها بعد الجحود ولا وانما قال مع رب الوديعة لانه لو جحد ها مع غير المالك لا يضمن لان هذا من باب الحفظ

یہ کتاب ہے امانت کے بیان میں۔

فائدہ: امانت میں خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ایمان اس کا جو امانت دار نہیں ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نس سے اور یہ بڑی وعید ہے خائن کے لئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا یعنی اللہ حکم کرتا ہے تم کو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانتوں کو اس کے مالکوں کی طرف۔

امانت کی تعریف

ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تو ضامن نہ ہوگا مودع اگر خود بخود بغیر اس کی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہو جاوے۔

فائدہ: جو چیز امانت رکھوائی جاوے اس کو ودیعت کہتے ہیں اور جو رکھ دے یعنی صاحب مال اس کو مودع بکسر دال اور جس کے پاس رکھی جاوے اس کو مودع بفتح دال اور امین کہتے ہیں تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودع کے تلف ہو گئی تو اس پر ضمان اس کا لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے ودیعت لینے والے پر جو خائن نہ ہو تاوان اور نہ مودع پر جو خائن نہ ہو تاوان روایت کیا اس کو دار قطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور روایت کی ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہیں اس پر تاوان اور اسناد اس کی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ہے اتنا ابعد گا کذا فی الجوہرۃ۔

مودع علیہ کی ذمہ داری

مودع کو یہ چاہئے ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والوں کے پاس رکھے یہ امانت کو ساتھ لے کر حضر کرے اگر مودع نے اس کو سفر میں لے جانے سے منع نہ کیا ہو اور راستے میں خوف غارتگری کا نہ ہو اور جو مودع نے اس کو سفر میں ساتھ لے جانے سے منع کر دیا ہو اور یا راستہ خوفناک ہو اور راہ میں امانت تلف ہو جاوے تو اس کو تاوان دینا پڑے گا اسی طرح اگر مودع نے اس کی حفاظت سوا اپنے گھر والوں کے اور لوگوں سے کرائی تو بھی اور صورت پاک ضمان دے گا البتہ اگر آگ لگے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہو جائے تو ضمان نہ دے گا۔

فائدہ: تکرار ثبوت ان عذرات کا مالک کو ان کے نہ ہونا چاہیے

(۳) امانت واپس دینے سے انکار

[illegible]

(۱) وإن جحد الوديعة فأقام المودع بينة أو حلفه فنكل لزمه الضمان لأنه بالجحود صار غاصبا والغاصب يضمن بالهلاك وبالنكول تبين أنه كان غاصبا لأنه لا يحلف إلا الغاصب (۲) وإن جحد بعض الوديعة فهلك ما بقي لم يضمن لأنه أمين فيه (۳) وإن جحد الكل وهلك البعض لم يضمن لأن الهلاك حصل في يد الأمين (۴) وإن جحد الوديعة عند القاضي ولم يكن له بينة فطلب يمينه فنكل عن اليمين قضى عليه بالنكول ولم يقض بالنكول على الغائب ولا على الميت ولا على الصبي حتى يبلغ الصبي ويحلف على علمه لأن اليمين لا تدخلها النيابة (۵) وإن قال لا أحلف ثم حلف بعد ذلك لم يكن له أن يحلف لأن اليمين الفاجرة تمنع اليمين البارة (۶) وإن قال لا أحلف اليوم وأحلف غدا فنكل اليوم فله أن يحلف غدا لأن النكول ليس بيمين حقيقة ألا ترى أنه لا يقضى به وإنما يقضى بالنكول بعد اليمين المعروضة عليه فكان له أن يحلف غدا لأن اليمين لم تتقرر عليه اليوم

(۱) اور اگر ودیعت کا انکار کیا اور مودع نے گواہ پیش کر دیئے یا اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو ضمان لازم ہوگی کیونکہ انکار کرنے سے وہ غاصب بن گیا اور غاصب ہلاکت کی صورت میں ضمان ادا کرتا ہے اور قسم سے انکار کرنے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ غاصب تھا کیونکہ صرف غاصب ہی قسم سے انکار کرتا ہے (۲) اور اگر ودیعت کا بعض حصہ انکار کیا اور باقی حصہ ہلاک ہو گیا تو ضمان نہیں کیونکہ وہ اس میں امین ہے (۳) اور اگر سارا انکار کیا اور بعض ہلاک ہو گیا تو ضمان نہیں کیونکہ ہلاکت امین کے ہاتھ میں ہوئی (۴) اور اگر ودیعت کا قاضی کے پاس انکار کیا اور مودع کے پاس گواہ نہیں تھے تو اس سے قسم طلب کی گئی اور اس نے قسم سے انکار کر دیا تو قاضی نے نکول کی بنا پر فیصلہ کر دیا لیکن غائب یا میت یا نابالغ کے خلاف نکول کی بنا پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ نابالغ بالغ ہو جائے اور اپنے علم پر قسم کھا لے کیونکہ قسم میں نیابت نہیں چلتی (۵) اور اگر اس نے کہا میں قسم نہیں کھاتا پھر بعد میں قسم کھا لی تو اب اس کو قسم کھانے کا حق نہیں کیونکہ فاجر قسم نیکوکار قسم کو روک دیتی ہے (۶) اور اگر اس نے کہا آج قسم نہیں کھاتا کل کھاؤں گا تو اس کو آج انکار کرنے کا حق ہے کل قسم کھانے کا حق ہے کیونکہ نکول قسم نہیں ہے حقیقت میں دیکھ لو کہ اس کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاتا بلکہ فیصلہ قسم کے بعد کیا جاتا ہے تو اس کو کل قسم کھانے کا حق ہے کیونکہ آج قسم اس پر لازم نہیں ہوئی

(۴) مودع کا امانت کو اپنے مال میں ملا دینا یا ضائع کر دینا

[illegible]

(۵) امانت میں مودع کی زیادتی

[illegible]

[illegible] کے پاس امانت رکھی ہو اور اس نے اس امانت کو دوسرے کے پاس رکھ دیا حالانکہ اس کے پاس سے کوئی خوف نہیں تھا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر اس کے پاس سے کوئی خوف تھا مثلاً آگ لگ گئی تھی یا ظالم حکمران نے اس کے مال پر قبضہ کر لیا تھا یا اس کے گھر میں خیانت ہوئی تھی تو اس صورت میں وہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر دو امانت رکھنے والوں میں سے کسی ایک نے امانت رکھی تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر دونوں نے امانت رکھی تو پھر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر امانت کو واپس نہیں لے سکتا۔

فائدہ: یعنی امانت تو امین کے پاس ہی رہے گی لیکن اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی اور اگر خود ہی ہلاک ہو جائے تو امین پر تاوان نہیں ہوگا۔

فائدہ: اگر امانت دو امینوں کے پاس رکھی ہو تو ایک امین کو دوسرے کی اجازت کے بغیر امانت واپس لینے کا حق نہیں ہے۔ اگر ایک نے واپس لے لی تو وہ ضامن ہوگا۔

(۷) ایک چیز کو دو کے پاس امانت رکھنا

جب ایک چیز امانت رکھی دو آدمیوں نے یا دو چیزیں ایک شخص نے امانت رکھیں ہے تو ہر ایک ان کا امانت رکھنے والے سے علیحدہ علیحدہ مطالبہ کر سکتا ہے اور اس کو اختیار ہے کہ ان دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو دے دے۔ اگر امانت رکھنے والے نے ایک کو دوسرے کی غیر موجودگی میں واپس کر دیا تو امین ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر ایک نے ایک چیز کو ضائع کر دیا تو امین ضامن ہوگا۔ اور اگر ایک نے ایک چیز کو ضائع کر دیا تو امین ضامن ہوگا۔

(۸) امین کا کسی دوسرے کو امانت دینا

اگر امین نے صحیح عذر کی وجہ سے کسی دوسرے کو امانت دے دی

(۶) دو شریکوں کی امانت

اگر دو شریکوں نے یا دو اجنبیوں نے ایک شخص کے پاس امانت رکھائی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ ان دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو امانت واپس کر دے۔

فائدہ: جب دو شخصوں نے امانت رکھی اور امین نے اور کوئی چیز نہیں ملائی تو امین کو اختیار ہے کہ ان دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو امانت واپس کر دے۔ اگر ایک نے امین کے خلاف صلحین کے اس کے ضائع کرنے کا دعویٰ کیا تو امین ضامن نہیں ہوگا۔

ب ولا ضامن لو دفعها الى الاخر فيما لا يقسم ودفع نصيبه فقط فيما يقسم ان كانت الوديعة عند رجلين او عند اثنين فطالب احدهما الآخر وان كانت مما تقسم لا يجبر لاحدهما ان يدفعها الى الآخر للحفظ من يقسمان فيحفظ كل واحد نصفها وهذا عند ابي حنيفة رحمه الله وعندهما يجبر للدفع الى الآخر فما يقسم يقسم دفع الكل لاقتضائه اي الدافع الكل الى الآخر فيما يقسم يقسم الدافع النصف والا فلا نصف للآخر لان مودع المودع لا يضمن عنده (۱۲) الى هنا في بعض النسخ وفي بعضها الى هنا بدل قوله الى هنا ما لم يكن المودع قد دفع الوديعة عند الدفع الى عبده فحينئذ يضمن لان يده كيد المودع فكان الدفع الى عبده دفعا بحفظه لاستعماله اياه عرفا لا لتفويض الحفظ في بيت معين من الدار لحفظ في اي بيت كان لان البيوت دار واحدة لا يتفاوت فائدة في التعيين بخلاف الدار لان الدارين يتفاوتان فلا يكون له حق ظاهر فصار الى ما كانت للبيت الذي حفظها فيه حق ظاهر وقد عين بالاخر من هذه الدار فيضمن

كتاب الودیعۃ) یا دو امینوں کے پاس امانت رکھی ہو تو ان میں سے کسی ایک کو امانت واپس کر دینے سے امین ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر امین نے امانت کا کچھ حصہ واپس کر دیا اور کچھ ضائع کر دیا تو امین ضامن ہوگا۔ اور اگر امین نے امانت کا کچھ حصہ واپس کر دیا اور کچھ ضائع کر دیا تو امین ضامن ہوگا۔

(۸) امین کا کسی دوسرے کو دینا اور دوری جگہ رکھنا

اگر امین نے صحیح عذر کی وجہ سے کسی دوسرے کو امانت دے دی

ولو اودع اثنين فهلكت ضمن الاول فقط هذا عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى وقالا رحمهما الله يضمن ايهما شاء ان ضمن الآخر رجع على الاول (۲) ولو اودع الغاصب فضمن ايهما شاء عند هلاكها فيهما فاضمونع المودع على مودع الغاصب فان المودع اذا دفع الى الآخير صار غاصبا وفرق ابو حنيفة رحمه الله بان المودع اذا دفع الى الغير لايضمن مالم يفرقه فاذا فرق ترك الحفظ فيضمن ولا يضمن الآخر لانه صار مودعا غاصبا غاب لآخر ولاصنع له في ذلك كذوب القابه الوديع في حجر انسان (۱) ولو ادعى كل من رجلين لقيط ثالث انه ابنه او عبده ولا بينة لكل فهما فهما واقف اخر عليه لهذا ادعى زيد على عمرو ان الالف الذي في يدك لي اودعنيه اياك وادعى بكر على عمرو كذلك ولا بينة لاحدهم وعمرو منكر فالقاضي يحلفه لكل واحد على الانفراد ويقضي بنصفها لكل واحد منهما فان نكل حالف فيهما فان نكل لاحدهما يحلفه للآخر فان نكل له ايضا فهذا الالف مع الالف الآخر عليه يكون لهما لانه اوجب الحق لكل واحد منهما سواء بالنكول او بالاقرار وذلك حجة في حقه ويصرف الالف اليهما فصار لكل منهما نصف حق كل منهما نصف حق الآخر فيعرضه واعلم ان النكول فيما يتوقف الاقرار فانه اذا اقر لاحدهما يقضي له ولا يحلف للآخر لان الاقرار حجة في نفسه والنكول بما يصير حجة بقضاء القاضي فصار باخير القضاء فيحلف الثاني حتى اذا نكل لاحدهما وقضى القاضي به فعلى رواية كتاب الاستحسان الذي ذكره الكرخي يحلف الثاني لان نكل يقضي بنصفها لان القضاء للاول لايبطل حق الثاني وعلى رواية الخصاف لايحلف الثاني لان القضاء وقع في مجتهد فيه لان بعض العلماء قال اذا نكل لاحدهما فقضى له والآخر لتحليف الثاني لان النكول كالاقرار وفي الاقرار لايؤخر.

(۹) مغصوب چیز کی امانت

مغصوب سے شے غصب کرنے والے کے پاس امانت رکھوانا صحیح ہے مالک نے غاصب کے پاس امانت رکھوائی تو ضامن نہ ہوگا اور اس کا غاصب سے مطالبہ کرنا صحیح ہے اور غاصب سے امانت واپس لے لینا بھی صحیح ہے۔

غاصب سے شے امانت لینے والے شخص نے غاصب سے امانت رکھوائی تو ضامن ہوگا اور اس کو مالک کو واپس کرنے کے بعد غاصب پر رجوع کر سکے گا۔

(۱۰) ایک امانت کے دو (مختلف) مدعی

جو چیز کسی کے پاس امانت ہے اس کے بارے میں دو شخص دعویٰ کریں کہ یہ ہمارا مال ہے اور ہم نے اس کو امانت رکھوایا تھا اور امانت رکھوانے کے بارے میں دونوں کے گواہ قائم ہو جائیں تو امانت رکھنے والا اس چیز کو ان دونوں میں سے کسی کے حوالہ نہ کرے بلکہ دونوں کے دعویٰ کو ختم کر دے اور اس چیز کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی ایک اس کے لینے پر صلح کر لے یا دونوں کے خلاف فیصلہ صادر ہو جائے۔

کتاب العاریۃ

(۱) ھی تملیک منفعۃ بلاعوض قال الفقیہ ابو اللیث فی التملیک فی العاریۃ العطب والضائع فائدۃ لتملیک کالم ضیہ بخدمۃ العبد وعند البعض ھی اباحۃ الانتفاع بملک الغیر واعلم ان التملیکات اربعۃ انواع تملیک العین بالعوض بیع وبلاعوض ھبۃ وتملیک المنفعۃ بعوض اجارۃ وبلا عوض عاریۃ (۲) وتصح بانحرتک ومسکتک اصل المنح ان یعطی ناقۃ او شاۃ لیشرب لبنھا ثم توذفرونی فیہ اصل الرضع فحمل علی العاریۃ واخدمتک ارضی وجعلتک علی دابتی واحملتک عبدی وداری، لک سکنی ای داری لک طریق لتکرر فداری فداء ولک حمرہ وسکنی تنبیر عن النسبۃ الی المخاطب وعمری سکنی ای داری لک عمری سکنی فعمری مفعول مطلق لفعل محذوف وتقدیرہ اعمرتیدلک عمری والعمری حمل الدار لاحلدہ عمری وسکنی تفسیر ویرجع الضمیر فیھا الی شاۃ (۳) ولا یخص بلا تعداد ھلاک ھذا عندنا وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ العاریۃ مضمونۃ

عاریت کی فضیلت

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام بیان میں یعنی مانگی ہوئی چیز استعمال کرنے کے بیان میں۔ عاریت کی فضیلت قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ویمنعون الماعون یعنی منع کرتے ہیں، لوگ کہ احسان ان

یہ ہے عبارت ہے جس نے عاریت دینے کی زمین میں عاریت جاری ہو پھر جب عاریت نہ رہا تو مکین تو عاریت دینا خوب ادا ہو گیا ہے میں ہے کہ عاریت جائز ہے اس واسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور عاریت ضمان العقد ہے۔ وکلے کی نذر میں عاریت کی قسمیں بطلان سے زیادہ تفصیل میں

روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی اس کی روایت کی ہے کہ حضرت صفوان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ زرہیں عاریۃً مانگیں تو آپ نے فرمایا کیا تم ان کا ضمان لو گے؟ صفوان نے عرض کیا ہاں۔

(۱) عاریت کی تعریف

عاریت کہتے ہیں کسی کو اپنی چیز کا فائدہ بغیر عوض کے دینا چاہے وہ چیز کیسی ہی ہو خواہ کپڑا ہو یا کوئی اور چیز ہو یا کوئی جانور ہو۔ عاریت کی تملیک میں یا تو یہ ہے کہ صرف منفعت کی تملیک ہو یا منفعت اور عین دونوں کی تملیک ہو۔ پہلی تملیک منفعت کی تملیک کو عاریت کہتے ہیں۔

فائدہ: عاریت کا لفظ عاریۃ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں آنا جانا۔ عاریت لینے والا مستعیر اور عاریت دینے والا معیر کہلاتا ہے اور جو شے عاریت دی جاتی ہے اس کو معار کہتے ہیں۔

(۲) عاریت کے الفاظ

صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ میں نے تجھ کو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین میں نے تجھے دے دی۔ (یعنی زمین کا غلہ تیرے لئے کر دیا) یا میں نے تجھے اس جانور پر سوار ہونے کی اجازت دی یا اس نے کہا کہ تو میرے کپڑے پہن یا میرا گھر

(۴) ولانه جوز للاسنی لاسبع ماقرنه فان اجرها فقط صح المعیر ولایرجع علی احد والمستاجر بالنصف عطف علی الضمیر المنصوب غیر صحیح و یرجع علی موجره ان لم یعلم انه عاریة صح ان لم یعلم المستاجر انه عاریة مع موجره وانما یرجع علیه المستاجر للغرور بخلاف ما اذا علم لانه لاغرور من الموجر (۵) ویغار د احتف استعماله و ان لم یعن منفعته وما لایختلف ان عین ای ان اعارعینا و سو یعین من ینفع به فللمعیر ان یعیره سواء اختلف استعماله کرکوب الدابة او لم یختلف کالسکنی علی الدابة وان عین من ینفع به فان لم یختلف استعماله جاز و ان اختلف لاو کذا المعیر ای اذا اطلق شیئا فان لم یعین من ینفع به فللمستاجر ان یعیره سواء اختلف استعماله او لا وان عین بغیر ما یختلف استعماله لا ما یختلف وعند الشافعی رحمه الله تعالی لیس للمستعیر الاعارة لان العاریة ضده اباحة الانتفاع والمباح له لا یملک الاباحة و عندنا تملیک المنافع والمستعیر لما ملک المنافع کان له ان یملکها غیره

تجھ سے خلوت کی روایت کیا ہے اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

فائدہ: اگر چہ صفوان نے اس کے کون سی زرہیں مقرر کر دیا ہو۔ اور علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مطالبہ نہ کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کی جانے کی صرف ملک نے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اپنی سنن اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حزم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حزم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حزم

(۴) مستعار کو کرایہ پر چلانا

مستعیر کو یہ اختیار نہیں کہ جانور کو کرایہ پر چلائے اگر اس نے کرایہ پر چلایا اور ہلاک ہوگیا تو ضمان کا اختیار ہے مالک کو ان میں سے جس سے چاہے لے لے اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے اور اگر کرایہ لینے والے سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کرلے اگر اس کو کرایہ لینے وقت علم اس بات کا تھا کہ یہ کسی کی عاریت ہے ورنہ نہیں۔

(۵) مستعار کے استعمال کے مجازین

اگر ایک شے عاریت دی اور نفع اٹھانے کے وقت معین نہیں کیا تو مستعیر کو اجازت ہے کہ دوسرے کو بھی عاریت دیدے یا خود بے استعمال اس کا مختلف ہو جیسے سواری یا ہتھیار کی عاریت مختلف ہوتی ہے لادنا جانور پر اور کرنا معین کر دیا اس نفع کو جو اس شے سے نفع لیتے (جیسے مثلاً نے کہہ دیا کہ تو اس سے نفع اٹھا) تو اگر مستعار اس کا مختلف نہ ہو جب مستعیر نے اس کو عاریت دیا دوسرے کو عاریت ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت نہیں اسی طرح مودع کا حکم ہے۔

فائدہ۔ یعنی جس وقت وقت کی شے کو عاریت لی تو اگر مؤجر نے نفع اٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دے سکتا ہے برابر ہے کہ وہ شے مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو اور اگر معین کر دیا تو نہیں دے سکتا مگر اس شے کو جو مختلف الاستعمال نہ ہو۔ امام شافعی کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت میں جائز نہیں کذا فی الاصل۔

(۲) وفی استعارة ارض لحفر مقابر لمعینة او لمطلق لحمل وبر کوبه بعین وضمن بعینه وان طلب الانتفاع فی الوقت والنوع نفع به مثله فی وقت ساواه وان قید ضمن بالخلاف الی غیر فقط (قید بالتقیید) اقال یکون فی الوقت دون النوع او الی النوع دون الوقت او فیهما فان عمل علی موافقة القید فظاهر وان خالف فان کان الخلاف الی مثل اوالی خیر لا یضمن والی شر یضمن وکذا تقییدالاجارة بنوع او قدر فی ان وافق او خالف الی مثله اوالی خیر لا یضمن والی شر یضمن (۳) وردها الی مستعیر مالکها او مع عبده او اجیره مسانهه او مشاهرة او مع اجیر بها او عبده یقوم علیه دابته او لاتسلیم ای ردالدابة الی اصطبل مالکها فهلکت قبل توصل الی مالکها لایضمن لان هذا تسلیم وکذا ان ارسلها المستعیر مع عبده الی المالک فهلکت قبل الوصول الیه وکذا ان ارسلها مع اجیره مسانهة او مشاهرة بخلاف اجیره مباومة لیس فی عیاله فیضمن بالتسلیم الیه وکذا ان سلمها الی اجیر المالک او عبده سواء یقوم علی الدواب اولا فهلکت قبل الوصول الی المالک وهوالاصح وقیل یضمن بالتسلیم الی عبده الذی لایقوم علی الدواب فذلک المسئلة علی ان المستعیر لایملک الایداع کرد مستعار غیر مقصی الی دارمالکه فان هذا تسلیم بخلاف المستعار للعبس کالجواهر حیث الارد الا الی المعیر بخلاف رد الودیعة والمغصوب الی دارمالکها فان هذا لایکون تسلیما بل لابد من الرد الی المالک

(۶) - تجارتی نوٹ کا استعمال

(۷) مستعار سے نفع اندوزی کی ممانعت

(۸) مستعار کی واپسی

بیش قیمت اور کم قیمت کا فرق

(۹) وعارية النقدين والمكيل والموزون والمعدودة قرض لانه لا ينتفع بعينه الا باستهلاكه الا لعارض كاستعارة الدراهم لتعيير الميزان او ليرى الدكان وعارية كزيف قرضا لتهاتر هلكت في يد المستعير قبل الانتفاع فتكون مضمونة (۱۰) وصح عاره لا على لبناء والغرس وله ان يرجع عنها ويكلف قلعها ولا يتملك ان تخلق في الاتملك بغير ما نقص من البناء والغرس بالقلع ان كانت الاعارة مطلقة اى غير موقته وتملك ما نقص بالقلع في وقت اذ وقت الاعارة ورجع عنه قبل ذلك لوقت وان يضمن للغرور

وفی صورۃ الاطلاق ماعرف بل اخیر المستعیر واعتمد علی الاطلاق وکرہ الرجوع قبلہ ای قبل الوقت لان فیہ خلف الوعد (۱۱) ولو اعار لغرس لایرجع حتی یحصد وقت ولا لان للزرع نہایۃ معلومۃ کغیرہ للشرک من رعایۃ الحقین بخلاف الغرس اذلیس لہ نہایۃ معلومۃ (۱۲) واجرۃ رد المستعار والمستاجر والمغصوب علی المستعیر والمؤجر والغاصب لان الواجب علی المستعیر والغاصب عند طلب المالک واما علی المستاجر المتمکن والمحتسبۃ دون الوالدان مؤنۃ القبض للمؤجر فیکون مؤنۃ الرد علیہ لاعلی المستاجر (۱۳) ویکتب المعاوضۃ قد اطعمتنی ارضک لاعرنیہا اذا اعربت للزراعۃ اذا اعربت الارض للزراعۃ فاذا اطلق المستعیران یکتب کتابا فعندابی حنیفہ یکتب لغۃ الاطعام لانہ ادل علی الزراعۃ فان عنزۃ الارض قدتکون للبناء والغرس وعندھما یکتب نقط الاعرۃ

(۹) وہ چیزیں جن کی عاریت قرض ہے

وہ عاریت لینا وہ ہے اشرفی اور فلوس اور موزوں اور معدوداً قرض میں داخل ہیں ہے۔

ذکر کردہ اس شے کا بیان شیٔ سے قبل حاصل نہیں ہوسکتا ہے اس اصطلاح تعین کے ساتھ اس صورت میں جب انتفاع کو معین کردیا ہے جیسے زمین کو تعمیر کرنے وغیرہ کے لئے یا مکان کی آرائش کے لئے تو عاریت ہوگا اور نہ کہ قرض ہونے کا یہ ہے کہ اس چیز میں بلاک ہوجانے کی صورت میں مستعیر پر اس کی قیمت لینے کے اعتبار سے لازم آنے کا کوئی تاصل۔

(۱۰) امکان باز گشت کی صورت میں زمین عاریت دینا

صحیح ہے عاریت دینا زمین کا کھیتی بونے کے لئے اور درخت لگانے کے اور معین کرے وقت کو جس وقت چاہے عاریت سے رجوع کرلے اور مستعیر کو ظہور سے پہلے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو مستعیر اس بات کا ضامن نہ ہوگا کہ عاریت کے وقت معین کرنے کی کوئی وقت بیان نہ کیا ہو اور نہ وقت معین کرے یا اور قبل وقت کے اس کے کھودنے کا حکم کرے جس قدر قیمت اس درخت

(۱۱) یعنی عاریت دینے والے کو مستعیر سے کھیت بونے سے قبل واپس لینا درست نہیں ہے اس صورت میں کہ کھیت بونے کے بعد عاریت دی ہو اور مکروہ ہے یہ اس وقت سے قبل عاریت واپس لینا جس وقت کہ کھیت کاٹا جاتا ہے (کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہے اور یہ ناجائز ہے)

(۱۱) کاشتکاری کیلئے زمین عاریت دینا

اور کاشتکاری کیلئے زمین دینے کے بعد عاریت ان کو دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ جس وقت چاہے اپنی زمین واپس لے لے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو۔

ذکر کردہ اس وجہ کے کہ کھیتی کی بوائی ایک مدت معلوم تک ہے تو اس علم میں عاریت جو فصل کی بوائی کے بعد درست ہے مکان کے اس کی بوائی کے سبب سے مدت کی ہوگی۔

(۱۲) مستعار چیز کی واپسی کی اجرت

شے مستعار اور مستاجر اور مغصوب کے واپسی کی اجرت مستعیر اور مؤجر اور غاصب پر واجب ہے۔

ذکر کردہ مستاجر پر اجرت واپسی واجب نہیں بلکہ اس پر صرف خالی کرنا واجب ہے اور مؤجر پر واجب ہے اور وہ اس شے کا قبض کرنا ہے مالک کے لئے پس یہ اس کی اجرت واپس کرنے کی مؤجر پر ہوگی مستاجر پر نہ ہوگی اصل۔

(۱۳) کاشتکاری کیلئے لی گئی زمین کی دستاویز

جب ایک شخص زمین والے کیلئے لینے کے عاریت لیوے تو مالک کی دستاویز میں یوں لکھے کہ تو نے مجھ کو زمین

کمانے کے لئے دی ہے نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اس لئے کہ عاریت زمین کی کھیتی واسطے مکان بنانے اور درخت لگانے کے ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک یوں ہی لکھے تو نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم۔

کتاب الھبۃ

(۱) ھی تملیک عین ملاعوض (۲) ویصح رھبت ونحلت واعطیت واطعمتک ھذا الطعام فان الاطعام اذا نسب الی الطعام کان ھبۃ واذا نسب الی الارض کان عاریۃ وحملت ھذالک واحملتک وجعلتہ لک عمری قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اعمر عمری فھی للمعمر حال حیاتہ ولورثتہ من بعدہ بخلاف ماذا قال داری لک عمری سکنیٰ فان قولہ سکنیٰ یجعلہ عاریۃ وحملتک عمی ھذہ الدابۃ بنیتھا وکسیتک ھذا الثوب وداری لک ھبۃ تسکنھا فان قولہ تسکنھا لیس تمیزا بل ھو مشہورۃ وفی ھبۃ سکنیٰ ای داری لک ھبۃ سکنیٰ فقولہ سکنیٰ تمیز فیکون تفسیر المفعول فیکون عاریۃ او سکنیٰ ھبۃ ای داری لک بطریق السکنیٰ حال کون السکنیٰ ھبۃ ای موھوبۃ او نحلنی سکنیٰ النحلۃ اسم من النحلۃ ای الاعطاء تصیبوا نحلتھا نحلۃ ثم قولہ سکنیٰ تمیز او سکنیٰ صدقۃ ای داری لک بطریق السکنیٰ حال کون السکنیٰ صدقۃ او صدقۃ عاریۃ ای داری لک حال کونھا صدقۃ بطریق العاریۃ فعاریۃ تمیز فیھم منہ المنفعۃ او ھبۃ عاریۃ ای داری لک بطریق العاریۃ حال کونھا ھبۃ فلما قال عاریۃ فھم منھا المنفعۃ معناہ حال کون المنافع موھوبۃ لک

فائدہ:۔ ہبہ کا جواز و استحباب

ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپس میں تا محبت زیادہ ہو آپس میں روایت کیا اس کو بخاری نے ادب المفرد میں ابو ہریرہؓ سے اور ابو یعلی نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اس کو مالک نے موطا میں عطاء سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنیٰ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور روایت کی بزار نے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپس میں ہدیہ بھیجو اس لئے کہ ہدیہ دور کرتا ہے کینہ کو اور اس کے جواز پر اجماع منعقد ہوا۔

(۱) ہبہ کی تعریف

ہبہ کہتے ہیں ذات ایک شخص کا مالک کو بلا عوض کے فائدہ اور واہب کہتے ہیں ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جس کو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شے جس کو ہبہ کرے۔

(۲) ہبہ کے الفاظ

صحیح ہے ہبہ ان الفاظ سے وھبت ہبہ کیا میں نے نحلت عطا کیا میں نے (میں نے کہ وھبت صریح ہے مثل ہبہ میں اور مثل بھی مستعمل ہے ہبہ میں فرمایا حضرت صلی اللہ

مال دوں تو ہم نے اس شخص کے لئے جس نے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا (قال ولذلک نحمۃ مثل کذا کیا ہے کہ اس لئے ہم نے تجھ کو اتنا مال دیا) تاکہ تو نے جو کچھ اعطیات حاصل کیا ہیں ان اعطیتک وھذا الطعام کھانے کو یا میں نے تجھے جو کھانا (اس واسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہے حرف طعام کے تو بیہ ہوتا ہے اور جب منسوب ہو حرف لام کے جیسے کہ اطعمتک ھذہ الارض تو عاریت ہے جیسا کہ گذرا (قال الاصل) جعلت ھذا لک اس کو میں نے تیرے لئے کر دیا اور اعمرتکہ اور جعلت لک عمری تو میں نے اپنی چیز تجھے بطور عمریٰ کے یعنی عمر بھر کو دی اور عمریٰ یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز کسی کو اس کی مدۃ العمر کے لئے دیدے اور کہے کہ جب تو مر جاوے تو تیری چیز میری طرف لوٹ آوے گی یہ باطل ہے اس واسطے کہ یہ بالکل بیع بشرط فاسد ہے بلکہ وہ شرط باطل ہو جاتی ہے اور ہبہ صحیح ہو جاتا ہے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کو عمریٰ دیا ہو تو وہ چیز اس کی ہو جاتی ہے اور اس کے ورثاء کی نہیں رہتی اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عمریٰ عاریت ہے اور اس کو واپس کرنا پڑے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عمریٰ ہبہ ہے اور اس کی ملکیت ہو جاتی ہے اور اس کے ورثاء کی نہیں رہتی اور امام احمد

محل للنشر كما في البيع والمحبوب بعض بدل الكثير مع عليها فالمعدوم كالمعدوم
فلم يكن عليه أن لا يحرز الهبة إلا محوزا مقبوضا حيازة لا توجد عند من لم يهب له كالمشاع
لو وهب له الكل والقسمة هو البيع المذكور (الشروع لظاهر كما لو وهب مع الجميع في الكل
فالشروع لو سمعه في البعض أحد الشائع بحلاف الذهن فإن الشروع لظاهر مما له فإن قسم وسلم
صح كما لو وهب المشاع من شريكه فقسم وسلم صح لأن قسمها بالقسمة وقد كان قبل القسمة

(۳) ہبہ کی تکمیل

ہبہ مکمل ہونے کے لیے قبض کامل ہے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ ہبہ مکمل اس وقت ہوتا ہے جب موہوب لہ کو قبضہ کامل حاصل ہو جائے۔ اگر واہب نے ہبہ کی چیز موہوب لہ کے حوالے نہیں کی تو ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔ اگر واہب نے ہبہ کی چیز موہوب لہ کے حوالے کر دی تو ہبہ مکمل ہو جائے گا۔ اگر واہب نے ہبہ کی چیز موہوب لہ کے حوالے کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔ اگر واہب نے ہبہ کی چیز موہوب لہ کے حوالے کر دی تو ہبہ مکمل ہو جائے گا۔

(۴) قبض کامل

قبض کامل کی تعریف میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قبض کامل وہ ہے جس سے موہوب لہ کو چیز پر مکمل تصرف حاصل ہو جائے۔ بعض فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قبض کامل وہ ہے جس سے موہوب لہ کو چیز پر مکمل تصرف حاصل ہو جائے اور واہب کا چیز پر کوئی تصرف باقی نہ رہے۔ بعض فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قبض کامل وہ ہے جس سے موہوب لہ کو چیز پر مکمل تصرف حاصل ہو جائے اور واہب کا چیز پر کوئی تصرف باقی نہ رہے اور چیز موہوب لہ کے حوالے کر دی جائے۔

(۵) مشاع چیز کا ہبہ

صحیح ہے کہ اگر مشاع کا جو قابل قسمت نہیں ہے [illegible]

[illegible] کیا ہے تو [illegible] ہبہ [illegible] ہبہ [illegible] ہبہ

21

(۷) گیہوں میں موجود آٹے وغیرہ کا حکم

(۸) تھنوں کے دودھ وغیرہ کا حکم

(۹) وہ چیز جو مرد و عورت کے پاس ہے

(۱۰) نابالغ کو ہبہ کرنا

(۱۱) صغیر کو بیچ دینا

(۱۲) دو آدمیوں کا اپنے غلام ایک کو ایک کا دوسرے کو بیچ دینا

باب الرجوع عنها

وهي مثل الولد وموت احد الزوجين وعوض خلع اليها ولو من اجنبي بنحو حنطة عوض هبتك فقبض الواهب فلو رهب ولم يصف رجع كل بهبته وخروجها عن ملك الموهوب له والزوجية وقت انها فلو وهب لها فكحمها رجع ولو وهب ثالثا لا وقرابة المحرمية وهلاك الموهوب وصامطها حروف دمع عرقة قد قبل بت (۲) ومانع (ومانع عن الرجوع في الهبة) حق الرجوع الى الهبة يا صاحبي حروف دمع خرقة فالمال الزيادة والعيب المنوت والعين القوض والخاء الخروج والزاء الزوجية والقاف القرابة والهاء الهلاك

باب.... ہبہ کر کے پھیر لینا

(۱) رجوع فی الہبہ کا حکم

ہبہ کر کے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اس سے کہ قبضہ کرنے سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کر کے پھیرنے سے زیادہ اقتدار رکھنے والے شے کو ہبہ کا حق ہے کہ ہبہ پاوے اس کا (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور روایت کیا اس کو ترمذی نے وصحیح کہا ابن عمر سے) اور امام شافعی کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ میں درست نہیں مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ دے اس لئے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رجوع نہ کرے ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ میں مگر باپ اس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو (روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کہا اس کو ترمذی نے اور ابن حبان اور حاکم نے) ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ مستحب ہے اور نہیں کہ رجوع کرے الا باپ کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہو جاتا ہے۔

فائدہ: یعنی یہ کہ ثابت ہو حدیث شافعی میں مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اس میں کہ کچھ ناپسند ہے ہمارے نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے ہر قول صحیح یا مکروہ تنزیہی ہے ہر قول ضعیف اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھرنے والا اپنی ہبہ میں جیسے کہ قے کرنے والا پھر آتا ہے اپنی قے کی طرف روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے رضی اللہ عنہما۔

(۲) ہبہ سے رجوع کے موانع

جن سے رجوع کے ساتھ موانع ہیں جو دمع خرقہ میں جمع ہیں (صات امور مانع ہیں رجوع میں الہبہ کے نام یعنی نے تسہیل خویہ کے واسطے ان موانع کی طرف اشارہ ان صات حرفوں میں کر دیا ہے یعنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ آنحوں نے زخمی ہوا اس کو خرق یعنی طعن ہے آنکھ کو ہر چیز کے ساتھ مشابہت دی گندانی الطلاوی) منع کرتی ہے رجوع کرنے ہبہ سے زیادتی تو دال ہے زیادت پر (جو ظہر شے موہوبہ میں ہووے اور اس کے سبب سے قیمت شے موہوبہ کی بڑھ جاوے اور) جو متصل ہووے شے موہوبہ سے (یعنی جدا نہ ہو سکے اس زیادت کا شے موہوبہ سے مگر ہووے زیادت کی قیمت اس واسطے لکانی کہ نقصان موہوب چنانچہ سلائی ہووے کپڑا لونڈی کا اور رنگنا ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور متصل شے موہوبہ کی قیمت سے وہ زیادت نکل گئی جو صرف خرچ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شے موہوب کا خرچ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں کیونکہ زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسے

حمل کا نشان غلام کو لونڈی کے قائم کرنے کی بنا پر کسی مانع رجوع کا نہ ہونا (جیسے عمارت بنانا اور درخت کاشتا) (مثلاً ایک شخص نے کسی کو زمین ہبہ کی بعد اس کے صاحب ہبہ نے اس میں عمارت بنائی یا درخت لگائے) اس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہ ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر شخص نے کسی کو فتاویٰ زمین ہبہ کی ہو واہب نے اس پر کھجور کے درخت لگائے یا عمارت بنائی پھر یہ عمارت بنانا اور کھجور کے درخت زمین کی زیادت شمار ہوں گے واہب کو ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے اگر واہب نے زمین میں اور اس پر زیادت میں حصہ نہ ہونے کی صورت میں نقصان میں رجوع کیا تو رجوع جائز ہوگا اور اگر زمین تنہا ہبہ کی ہو اور اس نے زمین پر کر زیادت نہ ہونے کی صورت میں اس کا کچھ اظہار نہیں کیا اور زمین بدستور قدیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت وغیرہ اور تمام چیزوں میں زیادت نہ ہونے کی بنا پر اس نے ایک قسم کی زیادت قسم کی تو واہب کو اس کا تعلق نہیں پہنچے گا اور اس میں کچھ دخل نہیں ہوگا (یعنی جو چیز ہوگا اسی پر اور اسی طرح قرار دیا جائے گا) اور اگر زمین ہبہ کی ہو اور واہب نے اس پر کپڑے یا کوئی اور ایسی چیز رکھ دی جس سے قیمت بڑھ جائے اور جو اس طرح رکھا ہو اسے نکال دینا مشکل ہو تو واہب کو رجوع کرنا جائز نہیں ہے (ہدایہ) اور اگر واہب نے کوئی ایسی چیز رکھی جو آسانی سے نکالی جا سکتی ہو تو اس کو رجوع کرنا جائز ہے (ہدایہ) اور اگر واہب نے کوئی ایسی چیز رکھی جو آسانی سے نکالی جا سکتی ہو تو اس کو رجوع کرنا جائز ہے (ہدایہ) اور اگر واہب نے کوئی ایسی چیز رکھی جو آسانی سے نکالی جا سکتی ہو تو اس کو رجوع کرنا جائز ہے (ہدایہ)

ربنا اور رجوع تسلیم سے کوئی مراد یا تو عقد ہبہ یا محل ہبہ سے کا (رنگار) اور عین سے مراد عوض ہے جو ہبہ کے بدلے میں واہب لے (مثلاً واہب کو یا ہو سے بشرطیکہ اس عوض کی اضافت صرف ہبہ کے کی ہو (مثلاً واہب نے واہب سے کہا کہ مجھے اپنی ہبہ کا عوض یا اس کا بدلہ دیا اپنے ہبہ کا مقابل ہے یا خدا اس کا عوض کے) اگر کوئی لفظ ایسا اس سے واہب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ اس کے ہبہ کا عوض ہے اور واہب نے اس پر قبضہ کیا تو اب تک رجوع نہیں ہو سکتا۔ اگر اس نے کہا ہبہ کا عوض دیا ہے یا ہبہ کا عوض لے لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے (یعنی رجوع نہیں ہو سکتا) اور اگر کوئی شخص واہب کی طرف سے واہب کو عوض اس کے ہبہ کا دیوے یا لیوے اور اس نے اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اس کے لے لیوے تو بھی یہی حکم ہے کہ رجوع نہیں ہو سکتا اور اگر عوض ہبہ کی اضافت صرف ہبہ کی نہ ہو (یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ اسی ہبہ کا عوض ہے) تو ہر ایک واہب اور موہوب لہ اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہے اور رجوع کر سکتا ہے اور اس سے موہوب لہ کی ملک سے موہوب لہ کی خارج ہو جاوے (مثلاً موہوب نے اس شے کو فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو دیدیوے) تو اس صورت میں واہب موہوب سے بعد ہبہ کے اس شے کو پھیر نہیں سکتا (واہب اول اپنی چیز کو کس طرح پھیر سکتا ہے اس لئے کہ موہوب نے اس شے کو فروخت کر ڈالا ہے) اور اگر موہوب نے اس شے میں کچھ زیادتی کر دی ہے (مثلاً کپڑے کو رنگ دیا ہے) تو بھی واہب رجوع کر سکتا ہے (رنگار) اور اگر کسی شخص نے اور اجنبی نے اس شے میں کچھ زیادتی کر دی ہے (مثلاً موہوب لہ کی اجازت سے اس نے اس میں کچھ بنا دیا ہے) تو اس صورت میں واہب کا رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر موہوب لہ نے اس شے کو کسی اور کو دیدیا ہے (مثلاً خاص کر دیا ہے) اور اس نے اس شے میں کچھ زیادتی کر دی ہے (مثلاً کپڑے کو رنگ دیا ہے) تو اس صورت میں بھی واہب کا رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر موہوب لہ نے اس شے میں کچھ زیادتی کر دی ہے (مثلاً کپڑے کو رنگ دیا ہے) اور اس نے اس شے کو فروخت کر ڈالا ہے اور اس نے اس میں کچھ زیادتی کر دی ہے (مثلاً کپڑے کو رنگ دیا ہے) تو بھی واہب کا رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر موہوب لہ نے اس شے کو کسی اور کو دیدیا ہے (مثلاً خاص کر دیا ہے) اور اس نے اس شے میں کچھ زیادتی کر دی ہے (مثلاً کپڑے کو رنگ دیا ہے) تو بھی واہب کا رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر موہوب لہ نے اس شے کو کسی اور کو دیدیا ہے (مثلاً خاص کر دیا ہے) اور اس نے اس شے میں کچھ زیادتی کر دی ہے (مثلاً کپڑے کو رنگ دیا ہے) تو بھی واہب کا رجوع کرنا جائز نہیں ہے

(۱) ورجوع في استحقاق نصف الهبة نصف عوضها لانه استحقاق نصف العوض حتى يرتفع عند فسخها وعند زفر رحمه الله تعالى يرجع بالنصف اعتبارا بالعوض لانه لو رجع بالاستحقاق ان العوض هو الذي قضى به القاضي برده لا يرجع الهبة بل يكون له حق الرد لانه لم يسلم حق الرجوع الا ان يسلم له كل العوض ولم يسلم له كل العوض في نصفها رجع بنصف العوض فلو رجع بنصفها انه لم يرجع فيرجع في النصف يعني ان باع الموهوب له نصف الهبة فللواهب ان يرجع في النصف الباقي وكذا لو سلم بيع شيا فللواهب حق الرجوع في النصف لان له الرجوع في الكل فلان في اصف اولى (۲) ولا يصح الاعتراض او حكم دين فلو اعتق الموهوب بعد الرجوع قبل القبض صح اعتاق الموهوب له الموهوب له وضمنه قيمته يوم يضمن ان منع الموهوب له الموهوب على الواهب بعد ما رجع لكن لم يقبض الواهب فهلاك الموهوب في يد الموهوب له لا يضمن وكذا ان هلك في يده بعد فسخ القاضي لان يده غير مضمونة لانه فاسد فصعه مع القدرة على التسليم

قرارت نہ دیجیے گا صرف فی آ رجوع ہے یا لازم ہے کہ واپس ہو جائے اور رجوع ہے یا نہیں ہوتا ہے (اس کے بعد) ہے اور

(۱) وفي الخانية ان الرجوع مع الخواص لا قضاء لقاضي فسخ في الاصل لانه مذهب كل مجتهد فتنبه (۲) رجح في الفتاح خلافه فراجعه (۳) في بد المرهون له فالمتبادر فيضمن المودع له لم يرجع على راهنه لان الدين عقد فسخ فلا يستحق فيها السلامة (۴) وفي شرط العوض هبة الثمن، فيشترط قبضهما وتفاضلهما بالشيوع بجوز ان تكون قبضتها من باب اضافة المصدر الى الفاعل والمفعول محذوف للدلالة ويجوز ان يكون على الحذف ويجيء تمامه وجيز الرد وفيه تفاصيل فليحفظ هذا عنده وعند قول الماتن في بيع الثمار، وانتهاء لان الاختار للشافعي فلذا يسهل عن الشيخين فيجتمع بينهما ما افاده قول الهداية تمليك العين بالعوض والبيع تمليك عوض فكيف يجتمع بينهما واضافة تمليك لايجري فيه الاسترداد فقوله وجب تملك هذا عني ان ثبت في ذلك حتما بمعنى ملكك هذا ذلك فلم يحمل على المعنيين في الحاشية كالاشباه والنظائر والتمليك لايجري فيه خيار بصيرة فسر الماتن الشرط الذي يصير به في المال عوضا صحيحا بالتمليك لايبالي فيكون له طالت مدة اختيار الصفة حتى لايضر كالبيع لاجل قبل القبض لكنه شرط بمعنى العوض اختار تحويل الكلام حتى يترتب عليه احكامه لبيع حالة البقاء لاغير ۱۲

(۵) رجوع فی الہبہ کے

اور ہبہ میں رجوع قاضی نہیں کرسکتا یہ اصل میں قاضی کا رجوع ہی ہے اور اصل یہ ہے کہ ہر مجتہد کا مذہب دوسرے مجتہد کے لئے فسخ نہیں ہوتا

(۶) ہبہ مشاع میں رجوع

اور مشاع سے ہبہ کا رجوع ثابت ہے

قضاء رجوع نہیں ہوسکتا کیونکہ اصل میں قاضی کا رجوع ہی ہے اور اصل یہ ہے کہ ہر مجتہد کا مذہب دوسرے مجتہد کے لئے فسخ نہیں ہوتا

فائدہ: ہبہ مشاع اگرچہ صحیح نہیں لیکن رجوع فی ہبہ مشاع میں درست ہے اس لئے کہ رجوع صحیح ہے اصل ہبہ کا نہ ہبہ فاسدہ کی صورت میں کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصوں کو ہبہ کیا اب ایک کے حصے میں رجوع کرے۔

(۷) موہوب لہ تاوان کی رقم وہب سے نہیں لے سکتا

اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہوگیا بعد اس کے معلوم ہوا کہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا اور موہوب لہ نے اس کا تاوان مالک کو دیا تو موہوب لہ وہب سے تاوان واپس نہیں لے سکتا اس واسطے کہ ہبہ کا عقد ہے بدلہ دینے کا اس میں سلامت موہوب کا مستحق نہیں۔

(۸) ہبہ بشرط العوض

ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط پر (اس کو ہبہ بالعوض بھی بشرط العوض کہتے ہیں مثلاً یوں کہا کہ میں ہبہ کرتا ہوں تجھ کو اپنے غلام اس شرط پر کہ تو اس کے بدلے مجھ کو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط ہے اس میں کہ عوض معین ہو اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہوگا ابتداء (اور انتہاءً بھی) بتداءً اس ہبہ سے پہلے شرط ہوگا کہ وہ ہبہ اور موہوب لہ دونوں قابض ہو جاویں یعنی مجلس عقد میں اور باطل ہوگا شیوع سے (جب موہوب قابل قسمت نہ ہووے) اور انتہاءً میں یہ ہبہ بیع ہے پس چونکہ ہبہ بسبب عیب کے اور خیار رویت کے واپس ہو سکتا ہے پس اس میں بھی شفعہ ثابت ہوگا ہمارے نزدیک اور امام زفر اور شافعی کے نزدیک یہ بیع ہے بتداءً اور انتہاءً دونوں میں (در مختار، عالمگیری اور ان کی شرحیں ہدایہ اور اس کتاب میں)

فصل (۱) ومن وهب امة لاحملها او عبدا لا يردها عليه او يعتقها او يستولد هاوهب دارا وتصدق بها على ان يرد عليه شيئا منها او يعوضه شيئا منها صحت وبطل استثناؤه وشرطه رأيت في بعض الحواشي ان قوله او يعوضه ضمانها يرجع الى التصدق بشرط العوض فانه اذا تصدق بطل الشرط واذاوهب بشرط العوض فالشرط صحيح قول اذا وهب بشرط ان يعوض شيئا فالشرط باطل وشرط العوض انما يصح اذاكان معلوما فعلم ان قوله او يعوضه يرجع الى الهبة والصدقة ولواعتق الحمل ثم وهبها صحت اى الهبة لان الحمل لم يدخل ملكه فاذا وهب الام صار كانه وهبها واستثنى الحمل فالهبة جائزة وليس له ان يرد ثم وهبها لا لان الحمل دخل ملكه فلم يكن كالاستثناء ولاتنفذ الهبة في الحمل فبقي هبة شيء مشغول بملك الواهب او هبة المشاع ومن قال لغريمه اذا جاء غدا فهو لك ابرأت منه برئ فهو باطل لما مران التعليق الصريح في الابراء لا يصح (۲) وجاز العمرى للمعمر له حال حياته وليورثته بعده وهي جعل داره له مدة عمره فاذامات ترد عليه اى العمرى جعل الدار له مدة عمره مع شرط ان المعمر له اذامات ترد على الواهب وهذا الشرط باطل كما جاء به الحديث (۳) وبطل الرقبى وهي ان مت قبلك فهو لك الرقبى سمى الرقوب هو الانتظر فكانه ينتظر الى ان يموت احدهما وهي باطلة عند ابي حنيفة رحمه الله ومحمد لانه تعليق التمليك بخطر وعند ابي يوسف يصح لان قوله دارى لك رقبى

ای فارجعتک وانا اسقط حرفک لعدم ما یصحح ویبطل الشرط کالعکس بالاحلاف
مبنی علی تصحیحها (۲) وصدقته کتبه لا تصح الا بقصد ولا فی نائم یقصد ای اذا
تصدق بمثلث الدار لا تصح بخلاف ما اذا تصدق مبنی علی تخریج کتب مر لا لعود فیها
والفرق بینهما ان الرجوع لا یصح فی الصدقة لانه وصل الله تعالی وهو تواب

فصل ..... مسائل متفرقہ

(۱) حاملہ لونڈی اور گھر کا بیع شرط کیساتھ

جس نے حاملہ لونڈی اور اپنا گھر اس شرط پر بیچا کہ اگر بیچنے والے نے تین دن کے اندر اندر ان کی قیمت ادا کر دی تو بیع ختم ہو جائے گی اور اگر قیمت ادا نہ کی تو بیع مکمل ہو جائے گی اور لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی اور اس صورت میں کل قیمت اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اور بیع مکمل ہو جائے گی اور اس نے آزاد مرد یا لونڈی کو جنم دیا تو اس کا حکم بھی یہی ہے اور اگر لونڈی کا بچہ مر گیا تو اس کی قیمت میں سے کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر بچہ زندہ پیدا ہوا اور پھر مر گیا تو اس کی قیمت میں سے دسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس کی ماں کی قیمت میں سے بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر بچہ زندہ پیدا ہوا اور پھر مر گیا تو اس کی ماں کی قیمت میں سے بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس کی ماں کی قیمت میں سے کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر بچہ زندہ پیدا ہوا اور پھر مر گیا تو اس کی ماں کی قیمت میں سے دسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس کی ماں کی قیمت میں سے بیسواں حصہ واجب

طرف جس صحیح ہو وہ یہ قول اور باطل ہونگی شرکا مثل عرفی کے تو اشتراف کی بنا تغیر عرفی پر ہوئی کذا فی الاصل۔

(۴) صدقہ کا حکم

صدقہ کا حکم ہبہ کا سا ہے کہ قبض بتا بغیر قبضے کے اور نہ اس مثال میں جو قابل قسمت ہے مثلاً تصدق کیا ایک شے مشترک الشیوع کے نصف کو تو صحیح نہیں البتہ اگر کسی شے دو غیروں کو تصدق کرے تو درست ہے اور صدقے میں رجوع درست نہیں ہے۔ (کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہے اور وہ صدقہ کو حاصل ہو گیا بخلاف ہبہ کے کذا فی الاصل۔

فوائد (۱) قرض خواہ کا دوسرے کیلئے اقرار

اگر قرض خواہ نے خود کہا کہ نام میرا اسمک میں بطور عاریت ہے اور یہ قرضہ اس میں دوسرے شخص کا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اور مقرلہ اس دین کو لے سکتا ہے ایسا ہی حکم ہے ان صورتوں کا کہ میرا قرضہ جو فلاں شخص پر ہے وہ فلانے کا ہے۔

(۲) عطائے شاہی کے لئے دو کی صلح

دو شخصوں نے باہم صلح کر لی اس امر پر کہ عطائے سلطانی میں دفتر سرکار میں ایک شخص کا نام لکھا جاوے تو عطائے سلطانی اسی کی ہوگی جس کا نام دفتر سرکار میں مرقوم ہے۔

(۳) مدعوین کے لئے دعوت کا کھانا

ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیوں کی اور ہر ایک کو ایک ایک علیحدہ خوان پر بھیجا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہیں کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اس میں سے کچھ دیوے، یا خادم کو یا صاحب خانہ کے کہار کے حوالہ کرے کہ ان کی بی کو دیوے یا کتے کو اگر یہ صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جبلی ہوتی رہتی، یا درست ہے اس سے کہ اس کا ذبح ہونا پایا جاتا ہے۔

(۴) خط کی حیثیت

جو یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ اس کی پشت پر جواب لکھ دیا تو مکتوب الیہ کو اس خط کو پھیر دینا ضرور ہے اور اگر جواب پشت پر لکھا نہیں گیا تو مکتوب الیہ اس خط کا مالک ہو جاوے گا۔

(۵) غیر سوائم) نذر اور کفارے پر حاکم کا جبر

حاکم کو جبر نہیں پہنچتا ہوئے زکوٰۃ کا غیر سوائم اور نذر اور کفارے پر

(۶) دین کی مدیون کو ہبہ

دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اس کو تو درست ہے پھر دائن کو رجوع اس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو درست نہیں ہے، اگر چہ وہ جانے اور مدیون نے قبول نہ کیا ہو برا کرے کیا خواہ مجلس میں ہوا بعد مجلس کے اس لئے کہ اس میں معنی استقاط کے ہیں۔

(۷) مہر کی مشروط معافی

عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اس پر ظلم کرنا چھوڑ دیوے یا اس کو چھوڑ دے اور خاوند نے ایفائے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہے گا اور عفو نہ ہوگا۔ کذا فی الدر المختار و شروحہ من الطحطاوی و الشامی۔

کتاب الاجارات

قال بعض اهل اللغة هو بيع الاجارة فعالة من المفاعلة وهو على وزن كاعل لان الاجارة لم تجئ فالمشارك من الجانبين هو المؤجر وفي عين الجانبين المؤجر ويقال اجر وآجره ايجارا وهو لازم من اجر يأجر وهو مؤجر وله يقل هو مأجور فانه غلط ومستقبح في موضع قبيح وهو اسم للاجرة كالعمالة اسم لما يجعل للعامل وآجر بالمد باب خلف اي عطاء للاجرة ويقال مؤجر موضع الخوف من الضم والجر للاجرة والاجرة فعالة من اجر يأجر بمعنى الاجرة لكن في التسمية بقال الى العقد فقال (۱) وهي بيع منفعة معلومة تعرض كذا للكل ذهب ابو علي وابنه الشيخ الى ان العقد فقال (۲) وهي بيع منفعة معلومة تعرض كذا للكل ذهب ابو علي وابنه الشيخ الى ان العقد فقال (۳) وهي بيع منفعة معلومة تعرض كذا للكل ذهب ابو علي وابنه الشيخ الى ان العقد فقال

[illegible] وإن [illegible] وإن [illegible] وإن [

(۳) منفعت کی تحدید کام کی تعیین سے

اور کبھی منفعت معلوم ہوتی ہے کام کے بیان کرنے سے جیسے کپڑا سینے یا خیاطی یا اسباب کی لادائی یا کپڑا رنگنے میں اس کی مقدار معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ تعیین ہے۔

خادم یا سواری ایک دن یا دو دن ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اس مسافت و وقت کا بیان نہ ہونے کو اجارہ فاسد ہے اور جھگڑے اور نزاع کو دور کرنے والی چیز کی وجہ سے یہ اجارہ لازم ہے دیگر اخیر وقت تک نہ ہونے سے مثلاً کپڑا سینے میں پڑنے والے دھاگے کی قسم کے کپڑے پر جو علاوہ ہونے کی طرح سلائی میں منفعت کی قسم سے ہے کا بیان اور اسی طرح سلائی میں پڑنے والے دھاگے کی قسم کا بیان۔

(۴) منفعت کی تحدید شہر سے

اور کبھی منفعت معلوم ہو جاتی ہے اشارہ سے جیسے ایک چیز کی طرف اشارہ کرنا کہ اس کو فلاں جگہ تک پہنچا دے۔

(۵) مستاجر پر اجرت کا وجوب

اور اجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ چند امور اجارہ سے واجب ہو جاتے ہیں (۱) تسلیم (۲) استیفاء (۳) تمکین (۴) مضی شہر اجارہ میں مدت کا اجرت متشکل کی جاوے گی بلکہ اجرت مستاجر پر تب اجرت واجب ہوگی جب وہ تسلیم سے اس معنی کرے کہ مؤجر مستاجر کے درمیان سے ہٹ جائے اور اجرت کی شرط متشکل لینے کی ہوگی جیسی بازار جب مستاجر پورا نفع اٹھا چکے یا قدر مدت پورے نفع اٹھانے کی پوری ہو جاوے۔

فائدہ: جب مستاجر کو اجارہ کی چیز سے اسباب سے خالی کرنے سے اور اس کی طرف سے پورا ہو جانے

طرف سے دی جائے یا جب مدت اجارہ کا وقت ختم ہو جائے اگر چہ مستاجر اس سے نفع نہ اٹھائے لیکن یہ کہ مؤجر نے مدت کے اندر اس پر لازم ہونے والی تعمیرات میں ایک بار وہ فاسد میں قدرت اتفاق سے اندر کر لیکن آتی بار جب اس سے کسی انتظام سے اور سبب پر قدرت نہ ہونے سے اجارہ کے نکلے گا یا چھوڑ دیا کہ اپنے پاس باندھ جائے اور اس پر ہو۔ جیسے کہ تیسرے ایک کپڑا اور دوسرا ایک دوسرے کپڑا پر پھیلا دیا پھر اس کو چند دن تک نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ کپڑا صرف اتنے دنوں تک کی اجرت دینا ہوگی جہاں تک وہ کپڑا پھیلے سے بچت ہوتا اس کے بعد کی اجرت دینے کی نہ ہوگی۔

(۶) گھر سے کر سکونت مثلی یا جبراً چھین لیا گیا

جیسے ایک گھر کرایا پر لیا اور اپنے قبضے میں کر لیا اور اس میں سکونت بھی اختیار کر لی اب ہوگی جھگڑنے مدت کے اور خود بہ اجارہ میں اس کو کرایہ دار نے کہا کہ میں نے جبر چھین لیا یا اس طرح کہ اس کی قدرت نفع لینے کی نہ رہی تو جس مدت تک وہ گھر اس کے پاس سے نکل کے نہ جب پاس رہا ہے اس قدر کا کرایہ دینا پڑے گا۔

فوائد: اس صورت میں کہ اس نے سبب کا اتلاف نہ کیا کرایہ دار و مقدرش سے یا دکانداری کی حالت اور ورثہ اس نے خود ان کا اتلاف ہوں کی بھی اجرت دینا پڑے گی کرائی لازم ہوگا۔

(۷) روز کا روز کرایہ وصول کرنا

اور مؤجر کو اختیار ہے کہ ہر روز زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روز کا وصول کرے اور ہر روز باہر نکال دے۔

فائدہ: یہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہو جب جانبین میں یا ایک میں خیار شرط کا ہو یا دونوں میں خیار شرط ہو تو ہر ایک کو فسخ کرنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ وہ فسخ کرنے کی شرائط کے موافق ہو۔

(۸) دھوبی و درزی کی مزدوری

اور دھوبی اور درزی مزدوری جب نے تا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے۔ (اگر وہ شے قبل اس کے تلف ہوگئی تو مزدوری اس کی ساقط ہو جاوے گی در مختار) اگرچہ سلائی تا کام درزی نے مستاجر کے گھر میں کیا ہو ہے۔ (یہ اس واسطے کہا خیط نے اگر کام مستاجر کے گھر میں کیا اور کچھ کپڑا ایسا تھا کہ چوری ہو گیا تو اس کو بقدر سلائی کے مزدوری سے کچھ لزوانی فاصل اسی طرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانے کے گر گئی تو اجرت اس کی واجب ہوئی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اس بات کے کہ درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اس کی سیون اور بخیہ ادھیڑ دی تو درزی کو مزدوری نہ ملے گی بلکہ درزی کو سیون اور بخیہ ادھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے اور پھر دوبارہ سینے پر اس پر مجبور نہ ہوگا کذا فی الدر المختار۔

(۹) نان بائی کی مزدوری

اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی خور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جل جاوے بعد نکال لینے کے تو اس کو اجرت ملے گی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اس کو نہ ملے گی اور دونوں صورتوں میں نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آوے گا۔

فائدہ۔ نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک نان پز مالک کا جس قدر آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے بقدر روٹی کا تاوان لے کر پکانے کی مزدوری اس کو واپس دیوے یہ اختلاف صرف صورت اول میں ہے اور بیکن صورت ثانی میں یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جائے تو بالاتفاق اس کو مزدوری نہ ملے گی اور تاوان لازم آوے گا بسبب اس کی تضمیع کے کذا فی الدر والمختار۔ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر میں پکائی جاتی ہو ہے اور جو اس کے گھر میں نہ پکتی ہو ہے تو جل جانے یا چوری جانے کی صورت میں بالکل مزدوری نہ ملے گی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے بھی دوسرے یا بعد نکالنے کے اور تاوان اس پر نہ ہو گا اس لئے کہ اس کے ہاتھ میں امانت تھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان ہوگا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے جو پر دہ رہتا ہے۔

(۱۰) پکوئیے کی اجرت

اور دیگ اور ہنڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باہر پتی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا۔

فائدہ۔ پس اگر باورچی نے کھانا پکا کر دیا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اس پر لازم ہوگا در مختار۔

(۱۱) کنجی ایسٹ بنانے کی اجرت

اور کنجی امانت پاخانے مانجنے کی مزدوری واجب ہوگی جب امانتیں گھر میں کر دیوے۔

فائدہ۔ یعنی الگ الگ بنا کر دل دیوے یہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تشریح کے بعد یعنی بعض بعض پر رکھنے اور ڈھیرا کر دینے کے بعد واجب ہوتی اس لئے کہ تشریح تمام عمل سے ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک وہ فعل زائد ہے مثل نقل کے کذا فی الاصل اور قول صاحبینؒ کا قول پر ہے در مختار۔

(۱۲) ومن باع عینا ثم اشتری العین او شیئا من ماله فانه ینفسخ البیع الاول وان لم یتقایلا وان

(۱۵) ولو استاجر الحمى بحاله ان مات تحتهم وحاء من بقي اجره بحسابه وحامل حفة لورثة الباقي ولو ده لموته لانه له هذا عند ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما وعند محمد له اجر المثل في الخط اي الكتاب وفي الزيادة لا بي له انفاقا حبت نقص عمله بالزيادة (۱۶) وصح استيجار دار ودكان بلا ذكر ما يعمل فيها فان العمل المتعارف فيهما سكني بشرب اليه وله كل عمل سوى مرهن الحداد والقصارة والحدادة

(۱۵) اجیر کے لئے کام کا موقع

ندر ہنا یا پورا نہ ہونا

ایک شخص نے جنگل میں جانے کے لئے اونٹ کرایہ پر لیا اور اونٹ کے مالک سے یہ طے ہوا کہ اونٹ پر سامان لاد کر جنگل میں لے جائے گا اور واپس لے آئے گا، اونٹ والے نے اونٹ پر سامان لاد کر جنگل میں پہنچا دیا، اونٹ والے کا انتقال ہو گیا، اب اونٹ کے ورثاء نے اونٹ واپس لے جانا چاہا تو اس کو اختیار ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں حضرات حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اونٹ والے کے ورثاء کو اختیار ہے کہ اونٹ واپس لے جائیں، حضرات شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ اونٹ والے کے ورثاء کو اختیار نہیں ہے، اونٹ والے کے ورثاء کو اونٹ واپس لے جانے کا اختیار اس لئے ہے کہ اونٹ والے کا انتقال ہو گیا، اب

والا کما ذکر وان لم ینقص لقلع الارض رقوله او برضی عطف علی قوله ان یغرمه فالحاصل انه یجب علی المستاجر ان یسلمها فارغة لکن یوجد هذا الامرین اذا لم یعط المؤجر قیمة البناء او العرس مقلوعا ویسلمکه وهذا الاعطاء والتملک یکون جبرا علی قدیرین ینقص القلع للارض ویکون للمستاجر ابقاء المستاجر علی قدیرین لاینقص والامر الذی ان یرضی المؤجر بترک البناء والغرس فی ارضه هذا الذی ذکره فی وجوب القلع وعدمه وجوبه ونهیهم منه وثانیة القلع للمستاجر وعدمها فقد ذکر انه ان نقص القلع الارض یتمکنه بالارضی المستاجر فح لایکون للمستاجر القلع وفی غیر هذه الصورة یکون (۱۸) والرطبة کالشجرة فان لها بقاء فی الارض بخلاف الزرع فانه اذا انقضت المدة لایجبر علی القطع قبل ادوان الحصاد

(۱۷) تعمیر یا شجر کاری کیلئے زمین کرایہ پر لینا

اگر زمین کرایہ پر لی اس لئے عمارت بنانے کے یا درخت لگانے کے تو اجارت سے پہلے جب مدت اجارہ ختم ہو جائے تو مستاجر کو لازم ہے کہ عمارت اور درخت اکھاڑ کر زمین خالی مالک کو تسلیم کرے بشرطیکہ مالک زمین ان عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کٹ جانے کے ہوتی ہے راضی نہ ہو جائے تو بازار کی قیمت مستاجر کو دے کر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہے اگر کھود نے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہو اور جو اس کا نقصان زیادہ ہوتا ہو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہے یا مالک زمین کا راضی ہو جائے اس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہی رہنے دے تو زمین مالک کی رہے گی اور عمارت اور درخت مستاجر کے۔

فائدہ: لیکن عمارت اور درخت کے رہنے دینا اگر اعوض ہونے کے ہو تو جب وہ کٹا ہوا درخت یا عمارت ہو تو اب مالک زمین اور مالک مکان دونوں کو پہنچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص کو کرایہ پر دیں اور زمین کرایہ قیمت زمین پر ہو مگر عمارت ہو اور قیمت عمارت پر ہو تو اجیر زمین ہوئے تعمیر کے بعد اپنے اپنے حصے کے بانٹ لیویں اور رکھ لیں۔

(۱۸) رطبہ کا حکم

اور رطبہ کا حکم (رطبہ وہ ہے) درخت اور گھاس کے ہے جو زمین پر ہو یعنی ہے وہ چیز جس کو ایک مرتبہ لوں تو پھر اس کی جڑ زمین میں باقی رہے اور اس کے پتے و پھول توڑے اور پھیلے یا اس کو درخت کے ہے۔

فائدہ: یعنی جو چیز رطبہ اجیر نے کھیتی زمین میں تسلیم کرنا واجب ہے اس نے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہیں ہوتی تو مثل درخت کے ہوگئی کہ اس کا اکھیڑنا ضرور اور خلاف کھیتی کے کہ آخر ہے اپنا وقت ختم ہوگئی اور ابھی تک کھیتی کا قلع نہیں آیا تو مستاجر پر جبر نہ کیا جاوے گا کھیت والے نے پر مالک کھیت کے وقت تک مہلت دی جاوے گی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاوے گی اور جس کھیتی کے علم میں ہیں اجرت کا بیان کرنا ایک انتہا بتانے کے ہوں گا جو جنس و قیم وغیرہ ہو بیان کرے۔

(۱۹) وضمن بارد الف رجل معه وقد ذكر كوبه اى ركوب العساكر من غير ذكر الردیف نصف قیمتها بلا اعتبار الثقل فان الخفیف الجاهل بالفروسیة قد یكون اضر من الثقیل العالم بها (۱۵) وبالزیادة على حمل مازاد اسفل ان طاقت حملها والاكل قیمتها اى ضمن بالزیادة على حمل مراده ان كان الحمل بحیث تطیقه هذه الدابة وان لم یكن الحمل كذلك یضمن كل قیمتها (۲۰) كعطبها بضربه وكبحه العطب الهلاك وكبح اللجام جذبه الى نفسه عنفاً یعنی ضمن بهلاك الدابة بسبب الضرب وكبح اللجام كل قیمتها عند ابی حنیفة وعندهما لا الا ان یكون ضرباً او كبحاً غیر متعارف

(۱۹) کرایہ کے جانور پر زیادہ لادنا

اگر ایک جانور سواری کو کرایہ پر یا اور کرایہ پر لیتے وقت (اس پر سوار ہونے کا ذکر کیا بعد اس کے اپنے چھوٹے یا اور کسی کو بٹھایا اور جانور ہلاک ہوگیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑے گی (اور گرانی وزن کا اعتبار نہ ہوگا اس واسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو ناواقف سواری سے زیادہ خوف کھاتا ہے اس بھاری آدمی سے جو خوش سواری کو جانتا ہو کم ڈرتا ہے) اور اگر مقرر کرایہ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے اتنا زیادہ بوجھ ہونے کے (مثلاً تین من لادنا مقرر تھا اور اس نے چار من لادا اور اس سے جانور مر گیا تو پوری قیمت کا تاوان دینا ہوگا یہ حکم جب ہے کہ وہ جانور اس قدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اس قدر بوجھ کی طاقت ہی نہ رکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آوے گا۔

فائدہ۔ اس طرح اگر روئی کی سواری کی بالکل طاقت ہی نہ رکھتا ہو اور صنعتی چیز کے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دے گا جیسے روئی کو اپنے کندھے پر بٹھایا یا ہو کوئی

ثلہ پر سوار ہو گیا یا بہت سے کپڑے اپنے اوپر لاد لے ان سب صورتوں میں کل قیمت کا تاوان دینا پڑے گا مختار۔

(۲۰) مارنے یا لگام کھینچنے سے جانور کی ہلاکت

اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو یا مارنے یا اس کی لگام کھینچنے کہ جانور ہلاک ہوگیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آوے گا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان نہ ہوگا مگر تین باتیں مارنے یا اس طرح کام کھینچنے جو معروف مستعمل نہ ہوں۔

فائدہ۔ اسی پر فتویٰ ہے اور امام نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر قول کی بات پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اور عرفی کا مخالف ہے اور ۱۲ منہ جانور کی کل قیمت میں ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اس کو ہر کڑا مارے اور اس سے ہلاک ہو گا اس ضرب میں جو سزا سے زیادہ ہے یعنی ہر شخص کو منع کرنا درست ہے علی الخصوص جب مالک جانور کے منہ پر مارے درمختار۔

(۲) وجوز اجارها بما غلب استعماله وبوقت ان جنسا ووصفا ومدة ... وجوزها بالجزء المعلوم
على ما جاز به بيعه ... بعض محل الاجارة ... موضع استوجبت له ثم ردها الى مالك المرتع
وان كان لاستحصاد زرعه وجاء وقت ذلك ... ما سابق الله ... ما يتضمن اذا سلم مرة فاذا
فسخ لان الاجارة قد انتهت بانتهاء ... ذلك المرتع فيتضمن بالجواز عند ... وان
اذا سلم مرة فاذا وجبا فيجوز عن ذلك المرتع ثم رده اليه لانتهاء ... كما بيد ...
فاختلف ... عاد الى ... وفاق الكل الصحيح ... ان هلكت الدابة في ذلك
المرتع ... ينفي ... لاحد حق الحبس ... في ذلك المرتع فلم يحفظ ذلك ... بقي
بعقد ... وان هلكت ... لا ينفي ... ان يكون له حق الحبس ...

(۲) جانور ... کرایہ پر دینے کے احکام

... اپنی ... کرایہ پر دینے ... جانور ... کرایہ پر دینے ... مقرر کیے ہوئے ... یا ... کرایہ پر دینے ... کرایہ پر دینے ... کرایہ پر دینے

(۲۲) گدھے کا زین اتار کر پالان کسنا

اور اگر اجیر نے گدھے پر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے کہا کہ زین اتار کر پالان کس لو اور اتارنے اور کسنے میں کچھ وقت ضائع ہو گیا تو ضمان لازم آنے کا اندیشہ ہے کہ اس طرح اتارنا اپنے نفع کے لیے ہے اور یہ بات صحیح ہے اور اگر مستاجر نے اس زین کو اتارنے کا حکم دیا جس کو وہ نہیں جانتا ہے یا اس زین کو جس کو وہ جانتا ہے کہ اس قسم کا زین پیٹھ کو تکلیف نہیں دیتا ہے تو ضمان لازم ہوگا اور اگر کہا ہو کہ اس کو اتار کر دیکھ لو کہ جیسے کا ویسا ہے یا نہیں تو ضمان لازم نہیں ہوگا یہ مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ضمان لازم ہوگا یہ مذہب ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ تفصیل کے ساتھ ہے اور یہی حکم ہے۔

فائدہ: جانور کی پشت پر جس اس قسم کا بوجھ لادنے سے وہ پیار یا زخمی ہو جائے پر لادا جائے تو ضمان نہیں ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۳) حمال کا راستہ اختیار کرنے میں مستاجر کی مخالفت کرنا

اور اگر کسی شخص کو بوجھ لے چلنے کے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے صاحب بوجھ سے دو راستے اختیار کرنے کو کہا اور مالک نے ضرر زیادہ والے راستے سے کہا اور دونوں راستوں میں فرق ہو (مثلاً ایک کا راستہ مقرر کیا ہوا ہو اور اس کا کنکھڑ ہونا معلوم ہو اور دوسرا راستہ پر خوف یا دشوار گزار تھا) اور حمال نے اس راستے کہا جس میں نفع تھا اور وہ جانتا تھا کہ مالک نے کنکھڑ کے راستے بتانے کو کہا تھا اور حمال دوسرے راستے گیا اور مال ضائع ہو گیا تو حمال ضامن ہوگا (اور دونوں راستوں میں کچھ فرق نہ ہو اور

ضامن نہ ہوگا جیسا کہ اور اگر کپڑا لانے والے نے صاحب مال سے کہا کہ میں تم کو موضع بتاتا ہوں یا تم مجھ کو بتا دو تو اس کو دونوں صورتوں میں اس کے حصول کا اختیار ہے۔

(۲۴) کھیتوں کیلئے زمین لے کر ربط بنا دینا

جس شخص نے زمین کو کھیتوں کے بونے کے لیے دیا اس میں ربط بنا دینا اور پانی کو زمین میں کاٹ دینا اس کے ذمہ ہے اور مالک پر کچھ لازم نہیں ہے اور اجرت نہیں ہے اس لئے کہ یہ خلاف کرنے سے غاصب ہو گیا اور اجرت کا مستحق نہیں ہے۔

(۲۵) درزی کا کرتہ کی جگہ قبا سینا

اگر کسی نے درزی کو ایک کپڑا دیا کہ کرتہ سینے کے لئے اور اس نے کرتہ کی جگہ قبا بنا دی تو مالک کو اختیار ہے خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لے یا قبا لے لے اور درزی کو اجرت مثل دیدے لیکن اجرت مثل اس سے زیادہ نہ دے گا جو کرتہ کی سلائی ہوتی۔

فائدہ: یعنی جس قدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اس سے زیادہ اجرت مثل قبا کی سلائی نہ دے گا اجرت مثل دے اور جو اجرت مثل قبا کی اجرت کرتہ کی سلائی سے زیادہ ہو تو زیادہ نہ دے گا یہ مذہب ہے ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کا اور جو زیادہ فاسد نہیں ہوئے تو ان کے نزدیک اجرت کرتہ کی سلائی سے زیادہ نہیں ہوگی۔

فوائد (۱) رنگریز کا غلطی کرنا

رنگریز کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اس کو کالا اور اس نے سرخ رنگ دیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے زر تاوان لے لے اور رنگریز کو دیدے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زیادہ ہے موتی اور رنگریز کے سفید کپڑے نہیں اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لے لے اسی طرح اگر رنگریز نے بہت سا قیمتی رنگا ہوا کپڑا سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان لے لیا۔

(۲) درزی کا ناپ میں غلطی کرنا

درزی سے کپڑا سینے کے لئے کپڑا دیا اس کا طول وعرض وغیرہ بتا دیا اس نے کپڑا سی دیا تو اختیار ہے اگر چاہے اس سے اجرت لے اور چاہے تاوان لے۔

(۳) درزی کی دھوکہ دہی

ایک نے درزی سے کہا کہ کپڑا پڑا ہے اس سے کرتہ سی دے درزی نے کہا بہت اچھا اس نے کپڑا دیا درزی نے اس کا پاجامہ سی دیا اس کو کہا کہ میں نے تو کرتہ کہا تھا اس نے کہا کہ میں نے سمجھا کہ تجھے پاجامہ کی حاجت ہے اس لئے میں نے پاجامہ سی دیا۔

(۴) دوسرے تاجر کا مال بغیر اجازت بیچنا

اگر ایک شخص نے اس بازار میں سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا جبکہ تاجر اس کے بعد اس کی اجازت طلب کرنے کا عرف واقع ہوا ہو تو اس کو مال کی اجازت لینے کا اختیار ہوگا اجازت دینا اس پر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

(۵) کرایہ کے مکان کا کچھ حصہ گرنا

عام دار اجارہ میں اگر کچھ حصہ گر جائے تو کرایہ ساقط ہوتا ہے بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط ہوتا ہے۔

(۶) تعمیر کے اخراجات میں مالک و کرایہ دار کا اختلاف

اگر مالک مکان نے کرایہ دار کو حکم دیا تھا کہ عمارت بنانے کا کام کرے میں نے تعمیر کر لیا ہے تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا مقدار خرچ میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول قبول ہوگا بلا گواہ کرایہ دار سے حلف دینے کے کہلا بھیجا جائے۔

باب الاجارة الفاسدة

(۱) الشرط بعقدها واقراره شرط يفسده البيع (۲) وفيها اجر المثل لا يزاد على المسمى هذا عندنا وعند زفر والشافعي يجب بالغا ما بلغ كما في البيع الفاسد تجب قيمة العين بالغة ما بلغت ولنا ان المنافع غير متقومة حقيقة بل بالعقد وقد اسقط الزيادة فيه (۳) وصح اجارة دار كل شهر بكذا في واحد فقط وفي كل شهر بكذا في كل شهر ساعة في اوله هذه عند بعض المشائخ فامه حين يهل الهلال يكون لكل واحد حق الفسخ فامتضى الذي زمن لزوم العقد في هذا الشهر في ظاهر الرواية لكل واحد منهما حق الفسخ في الليلة الاولى مع النهار الاول من الشهر الذي اعتبار اول رؤية الهلال خرج (۴) وفي كل شهر علم مدته بان قيل اجرتك كل شهر بكذا واجازها سنة بكذا ان لم يسم فسخ كل شهر

باب ... اجارۂ فاسدہ کے بیان میں

(۱) اجارہ کو فاسد کرنے والی شرط

اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اس شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہے

فائدہ: یعنی ایسی شرط سے کہ مخالف دو عقد کے مقتضا یہ شرط کہ اگر مکان یا کل خراب اور منہدم بھی ہو جاوے جب بھی کرایہ ساقط نہ ہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہو جاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارے کو وہی شروط فاسد کرتے ہیں جو بیع کو جیسے مانعِ ربا اجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے۔ اجارے کو شیوعِ اصل یعنی جو وقت اجارہ موجود ہو وے بایں طور کہ اپنے گھر میں سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوعِ طارئ یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہو گیا وے جیسے اجارہ دینا کل گھر کا پھر بعض میں ضبط کر لیا یا دوشریکوں نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مر گیا اگر اجارہ دیئے مشاع کو اور محل بانٹ کر نے حاکم کے اس کو تقسیم کیا۔ تسلیم کیا مستاجر تو جائز ہو گا ورنہ بطلان۔ حکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور زیادہ ہوگی اجرت مسمّٰی سے اگر اجرت طے نہ ہوئی ہو وہ اور جو اجرت طے بھی ہوئی ہو وے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہو وے یا اجرت غیر مالی نہ ہو وے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہاں تک پہنچے اجارۂ فاسدہ جدا ہے اجارۂ باطلہ سے اجارۂ فاسدہ وہ ہے جو اوپر گزرا شیوعِ اصل اس کی مشروع ہو وے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہو گیا ہو وے اجارۂ باطلہ وہ جو اصل سے مشروع نہ ہو وے جیسے اجارہ بیوہ بعوض سردار اور خون کے بابت تراشی یا تصویر سازی کے لئے تو اجارۂ باطلہ میں مطلق اجرت واجب نہیں اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے ملّا وی دور مختار ملخصاً۔

(۲) اجارۂ فاسدہ میں اجرت

اور اس اجارۂ فاسدہ میں اجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمّٰی سے۔

فائدہ: ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی کے نزدیک جہاں تک پہنچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں قبضِ مبیع کی جہاں تک واجب ہوتی ہے۔ وجہ ہماری یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہیں فی نفسہا بلکہ متقوم ہو جاتے ہیں بسبب عقد کے اور عقد میں خود متعاقدین نے زیادتی کی جو تسمیہ کی ہے ساقط کر دیا ہے کذا فی الاصل۔

(۳) ماہوار کرایہ پر کیے گئے اجارہ کی مدت

ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا اس سے زیادہ اور جس مہینے کے اول میں ایک ساعت بھی سکنہ کرے گا اس میں بھی اجارہ صحیح ہوگا۔

فائدہ: یہ مذہب بعض مشائخ کا ہے کہ جب چاند دیکھا جاوے گا تو ظاہر ایک تو حق صحیح ہے کہ جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گزرے تو اس مہینے میں بھی عقد اجارہ لازم ہو جاوے گا اور ظاہر الروایہ میں ہے ایک کو حق فسخ پہنچتا ہے چاند رات اور پہلی تاریخ کی شام تک اس واسطے کہ نظارویت چاند کی ان کے امور کرنے میں حرج ہے کذا فی الاصل۔

(۴) ماہوار کرایہ کی صورت میں کئی ماہ کا اجارہ

تحریر کہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کر دیوے تو سب میں صحیح ہو جاوے گا مثلاً یوں کہہ دیوے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایا اسی طرح اگر سال بھر تک اجارہ دیوے اسی طرح (یعنی یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ) اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا ذکر نہ کرے۔

فائدہ: یعنی سال بھر کا کرایہ اکٹھا کر دیوے اور ہر مہینے کا کرایہ ذکر نہ کرے تو صحیح ہوگا اور اس سال کے کرایہ کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیویں گے روزانہ۔

(۵) مدت اجارہ کی ابتداء

اور اجارہ مدت پائے جانے سے پہلے ہی مضاف ہو جاتا ہے جیسا کہ تم نے کہا کہ میں نے اپنا مکان تم کو ماہ رمضان سے ایک سال کے لئے اجارہ پر دیا اور اس کی مدت ماہ رمضان آنے سے پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے اور اجارہ مضاف ہو جاتا ہے اور اجارہ مضاف ہونا اس طرح ہوتا ہے کہ اجارہ کا عقد ایسے وقت کی طرف مضاف کیا جائے جو آئندہ آنے والا ہو اور اس وقت کے آنے سے پہلے ہی اجارہ کا عقد منعقد ہو جائے جیسا کہ تم نے کہا کہ میں نے اپنا مکان تم کو ماہ رجب سے ایک سال کے لئے اجارہ پر دیا اور اس کی مدت ماہ رجب

(ف) والعشر باحر معين ونظامها وكسوتها هذا عندهما خلافا لابي يوسف للجهالة وهو القياس وله ان الجهالة لاتفضي الى المنازعة لان العادة التوسعة على الاظهار شفقة على الاولاد وهو الاستحسان (٩) وللزوج وطيها الاقبي بيت المستاجر فان البيت ملكه فيمنعه منه وله في نكاح ظاهر فسخها ان لم ياذن بها فان ضرت بنكاحه لا اى ان كان النكاح ظاهرا بين الناس او يكون عليه شهود فللزوج شيخ الاجارة صيانة لحقه اما ان علم النكاح بقرارها لا (٩) وللاهل النصي فسخها ان مرضت او حملت لان فيها ضررا بالولد (١٠) وعليها غسل النصي وتهانه واصلاح طعامه ودهنه لانص فيه وهو واجره واجب على امه فان ارضعته على شاة اوغذله بطعام ومضت المدة فلا اجر (١١) ولم يصح للاذان

(۷) انا کا اجارہ

اور درست ہے اجارہ دینا انا کا اپنے اجر معین پر (بسبب رواج لوگوں کے) خلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کے واسطے کسی کے یا نہ دینا کو اجارہ دینا یا اجارہ دینا چائز نہیں جہالت کے سبب سے) اسی طرح انا کو نوکر رکھنا اس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہے اور امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جہالت موجب منازعت نہیں ہوتی کیونکہ انا پر خوراک اور پوشاک کی کشادگی کی عادت ہے بچے کی محبت اور شفقت سے۔

فائدہ۔ فتاوی کبری میں ہے کہ انا کے نوکر رکھنے میں دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے دلیل میں اس کے جواز کی صاحب ہدایہ نے یہ قول اللہ تعالیٰ کا پیش کیا ہے فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن یعنی اگر دودھ پلاویں تمہارے لئے تو دو تم اجرت ان کی دوسرے یہ کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ اور جماری تھا عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور حضرت نے اس کو قبول فرمایا اور بشارت دی۔

(۸) انا کے خاوند کے حقوق

اور انا کے خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے ولی کرے

نہ مستاجر کے گھر میں (اس واسطے کہ گھر ملک ہے مستاجر کی تو وہ منع کر سکتا ہے) انا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہنچتا ہے اگر اس کا نکاح ظاہر ہو لوگوں میں یا ان پر گواہ ہوویں اپنے حق کی صیانت کے لئے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف انا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہیں کر سکتا (کیونکہ صرف ان دونوں کا قول مستاجر کے خلاف حق میں قبول نہ ہوگا درمختار)

(۹) بچہ والوں کا حق فسخ

اور بچے والے فسخ کر سکتے ہیں عقد اجارہ کو اگر انا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا ضرر کا موجب ہوتا ہے کذا فی الاصل۔ اسی طرح جائز ہے فسخ اگر اس کی زنا کاری اور فسق و فجور ظاہر ہو جاوے یا انا کا اس کے دودھ کو لئے کر اٹھا ہووے یا دودھ چور ہووے یا انا کا اس کی پہچانی منہ میں نہ لیتا ہووے یا دودھ اس کا مفید پتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اس کا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمانہ دراز تک انا کا غائب رہنا اور جو مضر نہ ہو اس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارے سے مستثنیٰ ہوگا نماز کے وقات کے مانند کذا فی الظہیریہ اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہیں اس واسطے کہ کفر اس کا صغیر کو ضرر نہیں کرتا اور اگر بچے کا

[illegible] ان کی اجرت [illegible]

(۱۰) انا کی ذمہ داریاں

انا کی اپنی ذمہ داریاں ہیں جن کی وجہ سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔ ان ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے کام کی جگہ پر موجود رہے۔ اگر وہ اپنے کام کی جگہ پر موجود نہ رہے تو وہ اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اسی طرح انا کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے کام کی جگہ پر موجود رہے۔ اگر وہ اپنے کام کی جگہ پر موجود نہ رہے تو وہ اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

(۱۱) اذان کی اجرت لینا

اذان کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے مجھے امام بنایا ہے تو میں اذان کی اجرت لے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، اذان کی اجرت نہ لینا۔

(۱۲) امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت

(۱۳) یجبر المستاجر علی دفع ما قابل ویحبس به وعلی الحلوة المرسومة الحلوة بضم الحاء الجراسمجمة هدیة تهدی الی المعلمین علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بذالک لانها تهدا الحلاوی هی لغة یستعملها اهل علوراء (۱۴) والاجارة المشاع لانها التشریک هذا عندابی حنیفه وقالا یصح اجارة المشاع من الشریک وغیره (۱۵) ویلزم الاجر عرفا فیسمحه مسقطه او استاجر حمارا لیحمل علیه (۱۶) بعضه

(۱۲) یعنی امامت کے اعتبار سے قرآن و فقہ کی تعلیم کے وقت اور عرف کے اعتبار سے جو چیز اس کے لئے مقابل ہو اس کو دفع کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو روکا جائے گا۔ حلوہ مرسومہ کو حلوہ بضم الحاء الجراسمجمۃ ہدیۃ تہدی الی المعلمین علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بذالک لانہا تہدا الحلاوی کہتے ہیں۔ یہ لغت علوراء کے اہل استعمال کرتے ہیں۔ (۱۳) اور اجارۃ المشاع لانہا التشریک ہذا عند ابی حنیفہ وقالا یصح اجارۃ المشاع من الشریک وغیرہ۔ (۱۴) اور اجر عرفا لازم ہوتا ہے تو اس کو معاف کرنے والا یا کرایہ پر لینے والا جو گدھا کرایہ پر لیتا ہے اس پر بوجھ لادنے کے لئے۔

ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے مجھے امام بنایا ہے تو میں اذان کی اجرت لے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، اذان کی اجرت نہ لینا۔

(۱۲) امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت

امامت کے اعتبار سے قرآن و فقہ کی تعلیم کے وقت اور عرف کے اعتبار سے جو چیز اس کے لئے مقابل ہو اس کو دفع کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو روکا جائے گا۔ حلوہ مرسومہ کو حلوہ بضم الحاء الجراسمجمۃ ہدیۃ تہدی الی المعلمین علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بذالک لانہا تہدا الحلاوی کہتے ہیں۔ یہ لغت علوراء کے اہل استعمال کرتے ہیں۔ (۱۳) اور اجارۃ المشاع لانہا التشریک ہذا عند ابی حنیفہ وقالا یصح اجارۃ المشاع من الشریک وغیرہ۔ (۱۴) اور اجر عرفا لازم ہوتا ہے تو اس کو معاف کرنے والا یا کرایہ پر لینے والا جو گدھا کرایہ پر لیتا ہے اس پر بوجھ لادنے کے لئے۔

طحاوی نے اس طرح کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ ان چیزوں میں کیا تھا جو ہمارے ہاتھ کے کتاب اللہ کی طرف سے ہیں۔

(۱۳) مستاجر پر اجرت کے لئے جبر

قولہ یجبر لانہ عمل ان ہذا میں ان حضرات پر رد ہے جو مستاجر پر اجرت کے لئے جبر نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اس نے تو اس کی منفعت کو روک رکھا ہے اور وہ منفعت روک دینے کے بعد اس کے ذمہ میں نہیں رہتا وہ اس چیز کی طرح ہوگیا جو غصب کرنے والے کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی ہو۔

فائدہ: جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا سیا ہے اور اس کو اس کی اجرت نہیں دیتا تو اس کپڑے کو بیچ کر اجرت وصول کی جائے گی اور اگر کپڑا ہلاک ہوگیا تو اجیر کو اس کی قیمت دینی پڑے گی۔

(۱۴) اجارۂ مشاع

قولہ جاز لانہ یصح بیعہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے شریک کو اجارہ دینا جائز ہے۔

قولہ لانہ لیس بشریک الخ اس سے معلوم ہوا کہ اجارہ میں شریک کو اجارہ دینا جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور صاحبین نے کہا ہے کہ اجارہ مشاع میں جائز ہے اور یہ شریک اور غیر شریک سے کرانے میں مساوی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحب کنز نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی کو شارحین نے لکھا ہے۔

(۱۵) مادہ پر زچھوڑنے کی اجرت

قولہ لیس لہ ان یاخذ اجرۃ الخ زچھوڑنے کی اجرت نہیں لے سکتا۔

قولہ لان ہذا الخ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں جو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زچھوڑنے کی اجرت سے منع فرمایا ہے یہ حدیث بایں معنی ہے کہ زچھوڑنے کی اجرت نہیں ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ زچھوڑنے کا کام ناجائز ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل سے منع فرمایا ہے یا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کی اجرت کو منع فرمایا ہے۔

(۱۶) گانے بجانے کی اجرت

قولہ لیس لہ ان یاخذ اجرۃ الخ گانے بجانے کی اجرت نہیں ہے اور اس پر ہر قسم کے آلات لہو و لعب کے بجانے کے لئے۔

قولہ لان ہذا الخ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب معاصی میں داخل ہیں اور معاصی پر اجارہ لینا جائز نہیں ہے اور اس پر اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے اور اجرت لینے والا گنہگار ہوگا۔

(۱۷) اجیر کے عمل سے پیدا شدہ چیز سے اجرت دینا

قولہ ایک شخص نے دوسرے سے مدت معینہ تک کے لئے اس کی بکری کا دودھ دوہنے کی مزدوری پر لے لیا ہے الخ اس سے معلوم ہوا کہ دودھ کی مزدوری میں لے لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے لئے دودھ یا بھوسہ بھی لے لیا جائے بلکہ اس کے لئے الگ اجارہ کرنا چاہئے اور اپنے سے کوئی کم حیثیت والے سے اجارہ کرنا چاہئے۔

قولہ لانہ عقد علی العمل الخ اس سے معلوم ہوا کہ اجرت دینے والی چیز عمل سے پیدا ہوئی ہے تو وہ اجارہ فاسدہ کا ہوگا اور جس کی مدت کا نام لیا گیا ہو اس کے لئے لینا درست نہیں ہے اور اس کے لئے اس سے بیع کرنا بھی درست نہیں ہے اور اس کو ہبہ کرنا بھی اس سے درست نہیں ہے اور اس کو اجارہ لینا بھی اس سے درست نہیں ہے اور اس کو صدقہ کرنا بھی اس سے درست نہیں ہے اور اس کو اجارہ دینا بھی اس سے درست نہیں ہے۔

(۱۸) (او نور) ليطحن برالله ببعض دقيقه هذا يسمى قفيز الطحان وقديمى الذى صلى الله عليه وسلم عنه لانه جعل الاجر بعض مايخرج من عمله والصورتان الاوليان فى معنى قفيز الطحان اور جلا ليحصد له كذا اليوم بكذا اى اذا استاجر رجلا ليحصد له عشرة اصناء اليوم بلدهم فان عقد فاسدعندابى حنيفة وعندهما يصح اذاالمعقود عليه العمل وذكر الوقت للتعجيل له انه جمع بين العمل والوقت والاول يوجب كون العمل معقودا عليه وفيه نفع للاجير والثانى يوجب كون تسليم النفس فى هذاليوم معقودا عليه رفيه نفع للاجير فيفضى الى المنازعة ولو كان معقود عليه كليهما اى يعمل هذا العمل مستغرقاً لهذا اليوم فذلك مما لاقدرة عليه لاحد عادة حتى لوقال ليحيزله عشرة اصناء فى اليوم فعن ابى حنيفة انه يصح لان كلمة فى لاتقتضى الاستغراق (۱۹) اوا وضاشرط لايشبهها اى يكرهها مرتين فان كان المراد بردها مكروهة فلانسلم فى فساده فانه شرط لاتقتضيه العقد رفيه نفع لاحد العاقدين وهوالموجوران لم يكن المراد هذا فان كانت الارض لاتخرج الرابع الاالكراب مرتين لافسدالعقد لان الشرط مما يقتضيه العقد وان كانت تخرج سنويه فان كان اثره يبقى بعد انتهاء العقد يفسد اذفيه منفعة رب الارض وان كان اثره لايبقى لايفسد

(۱۸) نان بائی کی اجرت

یا آپ نان پز کو مقرر کیا تاکہ اس قدر گندم سے نانی روٹی پکا دیوے آج کے روز جو میں ایک درم کے۔

فائدہ۔ تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک امام اعظم کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہے صاحبین یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے معقود علیہ کل کو لیا ہے اور وقت کا ذکر کرنا تعجیل کے لئے ہے امام اعظم یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل کو اور وقت میں اور عمل کے معقود علیہ ہونے میں منازعت واقع ہے اور وقت کے بیان کرنے میں صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے اس وقت میں اور اس میں نفع ہے اجیر کو تو اس واسطے یہ اجارہ فاسد ہوگیا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ معقود علیہ دونوں ہوں مثلاً روٹی پکانا گندم کے اور ان کو ایک آن خالی نہ رہے اس لئے کہ یہ ممکن نہیں ہے مادہ یہاں تک کہ ما نریاب کہ نان روٹی پکا دیوے آج کے دن میں تو امام کے نزدیک تو یہ سے کہ یہ اجارہ فاسد ہوگا اس واسطے کہ اس میں نفع ہے اجیر مشترک کا اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی الاصل۔

(۱۹) زمین کو دو بار جوتنے کی شرط پر لینا

یا زمین اجارہ دی اس شرط پر کہ دست جراس کو دو بار جوتے۔

فائدہ۔ تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہیں اس اجارے کے فساد میں اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کو عقد اجارہ مقتضی نہیں ہے اور اس میں نفع ہے احد متعاقدین یعنی موجر کا اور اگر یہ مراد نہیں ہے کہ دو بار زمین ایسی ہے کہ بدوں دو بار ہ کے ہوتے کے کھیت نہیں ہوتا تو عقد فاسد ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں یہ شرط ایسی ہوئی جس کو عقد مقتضی ہے اور جو بدوں دو بار ہ کے جوتے کے کھیتی ہو جاتی ہے تو اگر اثر اس دو بارہ جوتنے کا بعد ختم ہو جانے عقد اجارہ کے باقی رہے گا تو اجارہ فاسد ہوگا اس واسطے کہ اس میں منفعت ہے ملک زمین کی اور جو باقی نہ رہے گا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل۔

(۲۰) او يكون انهارها ذكورا المراد لانهار المعلوم فان منفعة كريها يبقى بعد انقضاء العقد بخلاف الجد اول اوبسرقتها فان منفعته يبقى بعد انقضاء العقد (۲۱) او بزرعها مزارعة رض غيره فسدت اى اجارته (بخلاف) ما (اجرها ليزرعها ويكون الاجر فان يزرع البر اوشيأ اخر) هي اجارة صحيحة عندنا وعند الشافعي يجوز لان المنافع بمنزلة الاعيان عنده ولنا ان التعيين بالمزارعة يحرم التسمية عندما كما لو ثوب هروي بعشرة واحد هما نسية وقوله فسدت جواب الشرط وهو قوله ولو دفع الى اخره بخلاف اجارها على ان يكربها ويزرعها ويسقيها اويزرعها فانه يصح لان هذا شرط يقتضيه العقد (۲۲) فان لم يدكر زراعتها او يزرع فيها لم يصح ان لم يعلم بان قال ازرع فيها ماشئت وهذا بخلاف المدارفان استيجارها يقع على السكنى على ما مر فان زرعها مضى لاجر عادة صحيحا وهو الاستحسان ووجهه ان الجهالة ارتفعت قبل تمام العقد وعند محمد لايمضى لاجر صحيحا وهو القياس ومن استاجر جملا البر مصر ولم يسم حمله وحمل الحنطة فمضى لم يضمن لان الاجارة فاسدة فالعين امانة كما في الصحيحة وان بلغ قفله المسمى اى استحسانا كما ذكره في مسألة الزراعة فان خاصمه قبل الزرع او الحمل رفض عقد الاجارة اى ان يخاصم المتعاقدان قبل الزرع في مسألة اجارة الارض بلاد تزرع وقبل الحمل في هذه المسألة بقضي القاضي الفسخ

(۲۰) یا نہر کھودنے یا پانی ڈالنے کی شرط پر لینا

یا اس زمین کی نہریں کھود دے۔ (مراد نہروں سے یہاں بڑی نہریں ہیں نہ چھوٹی چھوٹی نالیاں اس واسطے کہ مدت بڑی نہروں کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہتی ہے تو ان کی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہتی ہے کذا فی الاصل) یا اس شرط پر کہ اس کے درختوں کو پانی دیوے (اس واسطے کہ اس کی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہتی ہے کذا فی الاصل)

(۲۱) مستاجر کی زمین میں زراعت پر زمین لینا

یا اپنی زمین اجارہ دے زراعت کے لئے اس شرط پر کہ مؤجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے۔ (امام شافعی کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہے اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ ہم جنس نوع سے یا اپنی اجارۂ سنی ذاتی سے اور مرکب کا مرکب سے فاسد ہے کذا فی الاختیار) تو یہ سب قسمیں اجارے کی فاسد ہیں ہاں اگر

زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ ستارہ اس کو جوتے اور بوئے یا اس کو پانی دیوے تو درست ہے۔ (کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہے)

(۲۲) عمل کی تعیین کے بغیر زمین یا اونٹ لینا

اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہیں کیا کہ اس میں زراعت کرے گا یا کس چیز کی زراعت کرے گا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر مؤجر نے تخم نہیں دیا اور جو تخم کر دیوے مثلاً یہ کہدیا ہے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کرے تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اس کا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہوگا اگرچہ نہ کہے اور زمین اجارہ دی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اس کے مستاجر نے اس میں زراعت کی اور مدت گزر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاوے گا اور محمد کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اگر ایک اونٹ معین کرا لے کر لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہے پھر اس پر بوجھ موافق عادت کے

باب من الاجارة

(۱) الاجیر المشترک یستحق الاجر بعمل عمله ان یعمل للعامۃ اما الاجیر الخاص فانہ لا یستحق الاجر الا بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل لانہ لا یمکنہ ان یعمل لغیرہ فی ہذہ المدۃ ولا یشترط العمل علیہ ولا یستحق الاجر المشترک کالقصار والصباغ (۲) ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان وہو یقتضی علی ان الصناع فی ید عامۃ عندہ وعندہما ہو امین حتی لا یضمن الا بالتعدی کما فی الودیعۃ وعندہما ضمن الا ما ہلک بہ لا یمکن الاحتراز عنہ کالہلاک بغلبۃ جیش او حریق غالب اما اذا سرق واللص معہ لم یعذر فی المحافظۃ یضمن عندہما کما فی الودیعۃ الذی یکون الاجر فی الحفظ مستحق غیبۃ والوجیبۃ علی الاجیر فی مقابلۃ العمل دون الحفظ فصار کالودیعۃ (۳) واما اذا شرط الضمان بعد عقد الصانع لا یضمن عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف رحمہ اللہ یضمن وفی المتن اختار ہذا لان شرط الضمان فی الودیعۃ باطل لکن یمکن ان یقال اذا شرط الضمان ہناک کان الاجر فی مقابلۃ العمل والحفظ جمیعا فاشبہ الودیعۃ الذی الاجر فیہا

باب... مزدور مشترک کے

(۱) اجیر مشترک کی تعریف

اجیر مشترک وہ ہے جو عمل کرنے کا اجر اس کا بعد عمل کے مستحق ہوتا ہے اور اجیر خاص وہ ہے جو اجر کا مستحق ہونے کے لئے اپنے کو مدت معینہ میں کام کرنے کے لئے سپرد کر دے اگرچہ کام نہ لیا جائے اور اجیر مشترک وہ ہے جو کام کرنے کے لئے اپنے کو سپرد نہ کرے بلکہ کام کرتا رہے اور اجیر خاص کے لئے کام کرنا شرط نہیں ہے اور اجیر مشترک کے لئے کام کرنا شرط ہے اور اجیر مشترک کی مثال دھوبی اور رنگریز ہیں۔

(۲) اجیر مشترک پر تاوان نہیں ہے

اور اجیر مشترک سے جو چیز ضائع ہو جائے اس کا تاوان اجیر مشترک کے ذمہ نہیں ہے اگرچہ اس نے اپنے اوپر تاوان لینے کی شرط کر لی ہو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اجیر مشترک تاوان دینے کا ذمہ دار ہوگا مگر جو چیز ایسی ضائع ہوئی ہو جس سے بچنا ممکن نہ ہو جیسے لوٹ مار یا آگ لگنا وغیرہ تو اس کا تاوان اجیر مشترک پر نہیں ہوگا اور اگر چور کے ساتھ مل گیا تو تاوان دینا ہوگا اور اگر شرط تاوان کی ہو تو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تاوان دینا ہوگا اور اس صورت میں اجیر مشترک کا حال ودیعت کے مانند ہوگا کیونکہ اجیر مشترک کی اجرت عمل اور حفاظت دونوں کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور ودیعت کی اجرت صرف حفاظت کے مقابلہ میں ہوتی ہے

(۳) اونٹ چوانے کے عمل سے ہلاک ہوئی

[illegible] اس وقت [illegible] اور [illegible] اس وقت [illegible] اور [illegible] اس وقت [illegible] اور [

(۷) اجیر خاص کے ہاتھوں تلف ہونا

(۸) اجرت کی تردید

(۹) عمل کے وقت میں اختلاف سے اجرت کا اختلاف

[illegible] اگر مستاجر نے خیاط سے کہا کہ اس کپڑا کو آج سے آدھا [illegible] آج تو اس نے کہا کہ اس کو کل سے آدھا [illegible] تو اختلاف ہوگا اور خیاط نے اگر کپڑا کو آج ہی سے آدھا کاٹا ہے تو اجرت مثل ہے اور اگر کل سے آدھا کاٹا ہے تو اجرت مسمیٰ ہے اور اگر خیاط نے کپڑا کو نہ کاٹا ہو تو اجرت مثل ہے اور اگر خیاط نے کپڑا کو کاٹا ہو تو اجرت مسمیٰ

تبرع نہیں ہوتا ہوں اسی طرح اپنی کمائی کا تو تہ ہوگا یہ اجر مال متقوم اور صاحبین کے نزدیک دینا ہوگا اس لئے کہ وہاں منفعت کا ہے اور صحیح ہے غلام کو اپنی ضروری لے لینا مناسب ہے پھر مولیٰ کا اس سے لے لینا اگر وہ ضروری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں اور یہ بالاتفاق ہے اس واسطے کہ بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہے ماذون ہونا اس کا جیسا کہ گزرا۔

(۱۳) غلام کی ماہوار اجرت میں تفاوت رکھنا

اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے میں چار اور دوسرے میں پانچ واجب ہوں گے۔

(۱۴) وحکم الحال ان قال مستاجر لعبده عرض هو لوابق فی اول المدة وقال المولی اخرها اصل هذه المسألة الطاحونة فان المالک اذاقال ماء الطاحونة کان جاریافی اول المدة وقال المستاجر لم یکن جاریا یحکم الحال (۱۵) وصدق رب الثوب فی امرتک ان تغسله قباء او تصبغه احمر فلاجر وقال امرتنی بما عملت لان الاذن مستفاد من رب الثوب والعرفان یصدق بالیمین وفی عملت لی مجانا لاصانع قال بل باجر لان العالک ینکر لزوم عمل الصانع وعندابی یوسف ان کان الصانع معاملا له یجب الاجرة وعندمحمد ان کان معروفا بهذه الصنعة للاجر یجب الاجرة وابو حنیفة یقول الظاهر لایصلح حجة لاستحقاق الاجرة.

(۱۴) غلام کے بھاگنے یا بیمار ہونے کے وقت میں اختلاف

اگر ایک غلام میں مؤجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اس طرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہے کہ یہ غلام اول مدت اجارہ میں بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا اور مؤجر یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ آخر مدت میں بلکہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا تو قول مؤجر کا معتبر ہوگا۔

فائدہ:۔ یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاوے گا کہ کس اوقات غلام بھاگا ہوا یا بیمار رہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہیں ہے تو قول مؤجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسئلہ نظیر ہے پن چکی کے پانی کے مسئلہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ میں اور مستاجر اس کا انکار کرے تو حال کو حکم بنادیں گے لیکن جس کا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا۔

(۱۵) مالک اور اجیر میں اختلاف

اگر مالک میں اور اجیر میں اختلاف ہوا عمل میں مثلاً مالک یہ کہتا ہے کہ میں نے تجھے تا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے کرتا سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تو نے کہا تھا ویسا ہی میں نے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک یہ کہتا ہے کہ تو نے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ میں نے اجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور مالک ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر کارگیر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہیں تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور محمدؒ کے نزدیک اگر وہ کارگیر اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو دے یعنی کام کرنے میں بعوض اجرت کے اور اس کا

کرنے کی اجرت پر دے دے تو کار گر کا قول معتبر ہوگا کا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول معتبر ہوگا اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ ظاہر حال لائق بہت نہیں واسطے استحقاق اجرت کے اللہ اعلم واللہ اعلم یہ مسئلہ اصل پر مبنی ہے۔

کھیتی ضائع ہو جائے تو مستاجر پر اجر لازم ہے

اگر زمین بیدل والے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہو گئی تو مستاجر پر اجر لازم آنے کا برخلاف خراج سلطانی کے کہ بصورت تلف ہو جانے زراعت کے قرض ساقط ہو جاوے گا کذا فی الہدایہ وافقہ۔

باب فسخ الاجارۃ

(۱) ھی تفسخ بعذر فوت النفع کخراب الدار وانقطاع ماء الارحی والرحی (۲) او بعذر لدفع الضرر عن العاقد ورد الدابۃ اما الاول فلان الفسخ لا یستحق لامکان الاستیفاء مع بقاء العذر لکن للمستاجر حق الفسخ (۳) فلو انتفع بالبعض او اوفی المؤجر بعض ما شرط خیار المستاجر وبخیار الشرط والرویۃ (۴) وبالعذر ھذا عندہ وعند الشافعی لا تفسخ بخیار الشرط ولا بالعذر وھو لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی کما فی سکون رحی عرض مستاجر بفلجہ ثانی بقی العقد یقلع الی التصحیح وھو غیر مستحق بالعقد (۵) وموت عاقد المستاجر من یطیح ولیستھا فانہ ان بقی العقد منفسخ والمستاجر یطیح غیر الولیمۃ (۶) والحق دین لا یقضی الا بمضی ما اجرہ فانہ ان بقی یلزمہ ضرر لم یحتمل

ترجمہ: اجارہ فسخ کیا جاتا ہے عذر سے فوت منفعت کے مانند خراب ہو جانے گھر کے اور منقطع ہو جانے پانی آسیا کے اور آسیا کے اور عذر سے دفع ضرر کے عاقد سے اور واپس کرنے جانور کے۔ پس رہا اول یعنی فوت منفعت کے عذر سے تو اس لئے کہ فسخ مستحق نہیں ہے باوجود باقی رہنے عذر کے لیکن مستاجر کو حق فسخ کا ہے۔ پس اگر منتفع ہوا مستاجر بعض منفعت کا یا وفا کیا مؤجر نے بعض شرط کا تو ثابت ہوا خیار مستاجر کو اور بخیار شرط اور رویت اور بعذر یہ مذکور ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور نزدیک امام شافعی کے فسخ نہ ہوگا بخیار شرط اور نہ بعذر اور وہ لزوم ضرر ہے جو مستحق نہ ہو بعقد کے اگر باقی رہے جیسے ساکن ہو جانا آسیا کا عذر سے اس طور پر کہ ایک پتھر اس کا ٹوٹ جائے تو باقی رہے عقد یہاں تک کہ اصلاح کیا جائے اور یہ مستحق نہیں ہے بعقد کے (۵) اور موت عاقد کی مستاجر سے ساقط کر دیتی ہے ولیمہ کو اور حق دین کا نہیں قضا کیا جاتا مگر ساتھ امضاء ما اجر کے پس اگر باقی رہے عقد تو لازم آوے ضرر کا جو تحمل نہ کیا جا سکے۔

(۱) منفعت فوت ہونے کی وجہ سے فسخ

مدت معینہ کے گزرنے سے اجارہ کا سبب ہے (خواہ وہ سبب وصول ہو یا وقت پر وصول ہونے والا ہو) جیسے مقدمہ کا مدت معینہ سے پہلے یا مقدمہ کا مدت معینہ کے پیچھے یا قبضہ کرنے والے سے منفعت فوت ہو جانے کے سبب سے جیسے گھر کا ویران ہو جانا یا زمین کی کاہلی کا زراعت کے پانی نہ ہونے کے سبب سے۔

فائدہ: اگر بالکل پانی نہ ہوا ہو تو کاشت کرنا ہی نہیں چاہئے اور اگر کچھ پانی ہو تو اتنا ہی کاشت کرے جتنا پانی ہے اس کے موافق۔ [illegible] اور اگر ایک تہائی پانی ہو تو ایک تہائی زمین میں کاشت کرے اور اگر تمام اجارہ کا ایک حصہ کسی چیز میں حق نہ ہو سب اجارہ وہاں سے کوئی ترک کرنے کا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی اور اگر

(۲) منفعت میں خلل کے سبب فسخ

یا اس منفعت میں خلل ہو جائے جیسے خلاء کا ہو جانا اور ہو جانا کسی چیز کا جو کھا جاتی ہے دیمک کی۔

فائدہ: یا گھر کی ایک دیوار کا گر جانا ہے۔

(۳) مستاجر کے حق فسخ کا ازالہ

قادر ہونا مستاجر کے باوصف خلل کے اس سے فسخ اختیار کرنے پر اس عیب والی چیز کو تو اب مستاجر کا حق فسخ نہ رہے گا کیونکہ فسخ اجارہ کا ہوتا ہے بیدا شدہ اور نئی چیز سے۔

فائدہ: اور شرط کرنے سے زائد کسی چیز کی شرط سے اور ضرر سے فسخ اجارہ کا ہو جاتا ہے۔

(۴) عذر کے سبب فسخ اجارہ

اور عذر سے عذر اس کو کہتے ہیں کہ آدمی مستاجر اجارہ کے باقی رکھنے کو ایسا نقصان اس کا دیکھتا ہے جو عقد اجارہ سے اس پر لازم نہیں ہوا تھا مثلاً اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے اپنے دانت اکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اکھیڑنے کے اس کا عذر ہوا (کیونکہ اس صورت میں اگر عقد اجارہ باقی رہے تو اس کو دانت کا اکھاڑنا پڑتا ہے اور یہ مستاجر پر لازم نہیں ہوا تھا کذا فی الاصل)

(۵) ولیمہ کیلئے باورچی مقرر کیا اور زوجہ مرگئی

یا رسول کی دعوت ولیمہ کے لئے باورچی کو مقرر کیا پھر

زوجہ مرگئی (یا اس نے خلع کرلیا کیونکہ اس صورت میں اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہے یعنی ولیمہ کے کھانے پکانے کا کذا فی الاصل۔

(۶) اجارہ میں دی ہوئی چیز قرض کے سبب بیچنے پر مجبور ہو

یا مستاجر اپنی اس طرح کا حق ہو اگر بدون اس شے کے بیچے جو اجارے میں دی ہے دوا قرض ادا نہیں ہو سکتا (برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگوں کو معلوم ہو یا لوگوں کے تین سے یا مؤجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہو یہ در مختار)

(۱۰) وسفر مستاجر عبد للخدمة مطلقا او في المصر فان الاستيجار للخدمة مطلقا يقيد بالخدمة في المصر فقط فان مالك العبد لا يسافر ومض على الاجارة فللمستاجر ان يفسخ فان اراد المستاجر ان يخرج العبد فليس له ذلك الفسخ اذا ان رضي المالك بخروج العبد فليس للمستاجر حق الفسخ (۹) والافلا مستاجر كان لمستخرجه (۱۰) وحياط الساجر عبد الحيط معه اترك عمله قبل تاريله حياط بعمل مراس ماله فذهب راس ماله والذي ليس له مال ويعمل فالاجرة لراس ماله اجرة ومقراض فلا يستحق الغدر (۱۱) وبيد المكتري الدابة من سفره خلافا لهما والفرق بينهما ان العقد من الطرف المكتري تابع لمصلحة السفر فرضا بسوله ان لا مصلحة في السفر فلا يمكن قرامه لاجل الاكتراه ومن طرف المكاري ليس كذلك فبدره بدون هذا فلهذا فسد الاعتبار (۱۲) وترك حياطة مستاجر عبد يخيط له لبعض في الصوف او بدكه او يعمد الحيط في تاجيه من انداكان ويعمل بالصرف في تاجية (۱۱) وسع تاجره (۱۲) وتفسخ سوت احد المتقابلين ان عقدها لنفسه فان عقدها لغيره فلا كالوكيل والوصي ومتولي الوقف.

(۷) شہر میں کام کیلئے نوکر رکھا اور سفر کرنا پڑ گیا

یا ایک غلام خدمت کے لئے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کاموں کے لئے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ مطلق خدمت کے لئے نوکر رکھا

جب بھی سفر میں خدمت ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور اس کا عقد اجارہ پورا کرنا چاہا تو مستاجر کو فسخ کرنا ہے اور اگر خود مستاجر نے چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاوے تو مالک کو فسخ پہنچتا ہے اور جو مالک غلام کے لے جانے پر

[illegible] کی طرف نسبت کرنا [illegible] اصل۔

(۸) تجارت کیلئے دکان لی اور چھ ماہ میں ختم ہو گیا

یا کوئی تجارت سے لئے کوئی چیز [illegible] ہو گیا یا ایک [illegible] نے ایک [illegible] سے [illegible] سے [illegible] ہو گیا۔

فتویٰ یہ ہے کہ [illegible] نے [illegible] نے [illegible] کے [illegible] ہو گیا کیونکہ [illegible] نے [illegible] کے [illegible] ہو گیا [illegible] نے [illegible] ہو گیا [illegible] نے [illegible] ہو گیا [illegible] ن

وهذا الفقه غير جائز قياسا لان احدهما يقبل العمل ويستاجر الاخر بنصف مايخرج من عمله وهو مجهول وجائز استحسانا ووجهه ان تخصيص قبول العمل باحدهما لايدل على منع من الاخر فاذا شددت شركة الصناع ويقبل احدهما العمل ويعمل الاخر فيجوز فكذا فيها والحاجة ماسة بمثل هذا العقد فجوزناه (۳) كاستيجار جمل يحمل عليه محملا وراكبين وحمل محملا معتادا هذا عندنا وعند الشافعي لايجوز للجهالة ولو اراه الجمال فاحود

باب... مسائل متفرقہ

(۱) اجارہ یا عاریت کی زمین میں ٹھونٹیاں چلانے سے دوسرے کی کوئی چیز جلنا

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھونٹیاں چلائیں اور اس نے سبب سے دوسرے کی زمین میں کوئی چیز جل گئی تو چلانے والے پر تاوان نہیں ہوگا اگر چلاتے وقت زور کی ہوا نہ ہو اور جو ہوا زور کی ہو تو تاوان دینا ہوگا۔

فائدہ: اسی طرح اگر کوئی شخص اس جانور پر جس پر رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہاں نہ رکھنے جہاں رکھنے کا استحقاق نہ ہو جیسے دوسرے کی ملک میں یا راہ میں تو ضامن ہوگا تو اگر راہ میں آگ ڈال دی اور اس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دے گا اور اس صورت میں کہ اس آگ کو ہوا کر اور تیز لے جاوے اور اس سے نقصان ہوا تو ضامن نہ ہوگا۔ ہدایہ: اور اختر۔

(۲) کام لے کر دینے کیلئے دکان پر آدمی بٹھانا

اگر مزدوری پر کریر ایک شخص دوا فی دکان پر بٹھاوے جو دکاندار سے یا رکھنے کا کام لوگوں سے لے کر دیوے خطاء نصف اجرت پر تو صحیح ہے۔

فائدہ: یہ اوپر کے مسئلہ کی پیشانیک ہوا مختلف ہوا۔

(۳) سوار رکھائے بغیر اوٹ لینا

جیسے ایک اونٹ کرایہ پر لے ایک مقام معین تک پہنچانے کے اس پر ایک محمل باندھا جاوے گا اور دو شخص سوار ہوں گے۔

فائدہ: یہاں اگرچہ اونٹ غیر معین ہے اور نیز اونٹ اور سوار دیکھے نہیں گئے پھر بھی جائز ہے چونکہ رواج کے موجب متعارف مجہول مراد ہوا پھر چونکہ تاج تک تاج کا مقدمہ ہے کہ کئی دن تک لے جانے کیلئے اونٹ اور سوار دیکھ بھال کر بھیجنا چاہئے کہ بعد کو بیمار نہ ہوں اور عالمگیری کے نزدیک یہ اجارہ درست نہیں چونکہ جہالت ہے۔

(۳) فان استاجره لحمل قدر راه فاكتال منه زاد عوضه (من قال لقاصب دارا فرغها والا فاحرقها كان ضمن كذا فلم يفرغها عليه لم يضمن لانه اذا عجز الاجرة والقاصب راضي بها فانعقد بينهما عقد اجارة الا اذا جحد القاصب ملكه وان اقام عليه بينة من بعد فانه اذا جحد ملكه لم يكن راضيا بالاجارة مع ان المغصوب منه اقام البينة بعد جحود القاصب انه ملكه ثم عطف على قوله الا اذا جحد قوله او الحر بالملك له لكن قال لا اريد بهذا الاجر فانه ح لايكون راضيا بالاجارة (۵) وصحت الاجارة وفسخها المزرعة والمعاملة اى

الصناع والوكالة والكفالة والمضاربة والخصم والامانة اى تم بشيئا والابطاء اى جعل الغير راضيا والوصية والطلاق والعتاق والوقف مضافة اى مضافة الى الزمان المستقبل كما يقال فى الحجر والاجر فى هذا الزمن غرة رمضان الى سنة كذا لان الاجير والاجارة وضعت لتمليك المنفعة وتملكها والمنفعة انما تتحقق فى الزمان المستقبل فالاضافة اليه ضرورية

(۴) اونٹ کیلئے معین بوجھ کی پوری کرنا

اگر اجیر نے کرایہ پر اونٹ لیا اور اس پر متعین بوجھ لادا پھر اس کو اتار دیا اور اس نے اس سے زیادہ بوجھ لادا تو اس پر اجرت مسمی کے ساتھ اجرت مثل بھی واجب ہوگی اور اگر اس نے اس کو اتار دیا اور اس سے کم

كتاب المكاتب

(۱) الكتابة اعتاق المملوك بدلا حالا او مؤجلا بكل ما يتراضيان عليه من قليل او كثير او حيوان او عروض او نقود او صحيح او معيب او موصوف او معين بشرط ان يؤدي كل شهر كذا وكل عشرة ايام كذا وعند انقضاء كل نجم حالا او بالتسليم بخمس اي شهر شاء ان لم يؤد عجز عن التسليم في وقت فسخت ان شاء المولى وفي النجم الاول فسخ مقام المحدود عبد او حال حملت عليك الفا وديته مجوسيا او ميتا او كذا او احرد كذا فادى ذلك ثبت حر وان عجزت فلي وفي العقد صح ان صح هذا العقد بلفظ الكتابة او بلفظ يؤدي معناها وهو قوله ان ادى فانت حر او قوله ان ادى فانت حر عند الكتابة او بلفظ يؤدي معناها وهو

(۳) وعتق مكاتب ان اعتق وغرمه السيد وفي مكاتبة أو حي عليها او عتى ولدها وعليها اي العقر (وارش الجناية او مثل المال او قيمته (ة) فان كاتب على قيمته (غير قيمة المثل) بتعيين فالمتعين هذا في ظاهر الرواية وعن ابي حنيفة انها تصح حتى اذا مات فكما وسمى خمرا ان عجز ردالى الرق وفيه احتراز عن ذواهم غير او دنانير فان الكتابة عليها جائزة لعدم تعيينها او مائة ليرة سيدة عبد غير عبد حتى لو شرط ان يردفا عبدا معينا صح الشرط في خمر او خنزير فسد تقويمه او المسمى عطف على الضمير المستتر في قوله فان كاتب والعطف حائز لوجود الفصل وعتق فيه وضع في قيمته ان اداى مامسمى وفي ظاهر الرواية اعتبرت القيمة في القيمة اذا اداى مسمى وهو الخمر والخنزير وعن ابي حنيفة انه اعتبر يعتق باداء عينهما ان قال ديتهما كانت مرولافرق في ظاهر الرواية وعند ابي يوسف ان اداى اعين عتق وان اداى القيمة عتق ايضا وعند في لايعتق الاداى القيمة لان المسلم فيه من غير الخمر فوجب القيمة مقامها ولانقض مما سمى ويرتفع عنه هذه مسألة متعلقة لايتعلق لها بمسألة الخمر والخنزير ومعناها ان القيمة في الكتابة الفاسدة اذا كانت من جنس المسمى فان كانت ناقصة عن المسمى لا تنقص عن المسمى وان كانت زائدة زيدت عليه وموضع المسألة في المضمون فيما اذا كاتب عبده بالف على ان يخدمه اليدا في الكتابة فاسدة فيجب القيمة فان كانت ناقصة عن الالف لا تنقص وان كانت زائدة زيدت عليه

(۴) کتابت کے بعد غلام لونڈی کی حیثیت

اور اگر بعد کتابت کے مولیٰ اس کو آزاد کر دے یا مکاتب سے تاوان وصول کرے یا مکاتب کا مولیٰ اس کی طرف سے کفالت کرے یا اولاد جنایت کرے اس کی باندی سے یا اس کے ساتھ زنا کرے یا اس کے ساتھ نکاح کرے۔

یا مکاتب نے کسی شے کی خرید و فروخت کی اجازت دے کر یا مکاتب نے کسی کی وصیت قبول کر لی یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو ہبہ کر دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو صدقہ کر دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو قرض دے دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو امانت دے دی یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو عاریت دے دی یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو رہن دے دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو اجارہ پر دے دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو مضاربت پر دے دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو شرکت پر دے دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو بضاعت پر دے دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو ودیعت دے دی یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو وکیل بنا دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو وصی بنا دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو متولی بنا دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو ناظر بنا دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو مشرف بنا دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو قیم بنا دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو مدیر بنا دیا یا مکاتب کے مال میں سے کسی کو مکاتب

(۱) (صحت على حيوان ذكر جنسه فقط ان لم يذكر نوعه وصفته ويوزن الوسط ان قيمته احدا بخير فان كل واحد اصل من وجه اذ الوسط فقط فالخير واما نسبة فوسط فلان وسط معرف بالنسبة فصارت اصلا فاتج تقييدا قصدا في معنى الاداء (بد) رفي كافر كتب عليا عبده بخمر وخنزير صح وان اسلم لسيده قيمتها وعتق بغض لحب لان عقه يعتق بعضها لكن مع ذلك يجب القيمة كعامر

(۶) جانور کے بدلے کتابت

ایک جانور سے بدلے میں مکاتب کرنے والا ان کی جنس کا ذکر کرے یا کوئی قسم بیان کرے یا نہ کرے اور صفت بیان کرے یا نہ کرے اور معاملہ اس پر ہوا کہ درمیانی درجہ کا جانور دیا جائے گا تو یہ درست ہے اور درمیانی درجہ کا جانور دینا واجب ہوگا کیونکہ جنس کا ذکر کرنا یا نہ کرنا اور صفت کا بیان کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جنس کے اعتبار سے تو ذکر کرنا یا نہ کرنا برابر ہے اور صفت کے اعتبار سے درمیانی درجہ کا جانور مقرر ہونے کی وجہ سے اصل بن گیا۔ اس لیے کہ درمیانی درجہ کا جانور ہر اعتبار سے اچھے اور برے کے درمیان ہوتا ہے۔

(۷) کافر کا کافر کو شراب پر مکاتب بنانا

اگر ذمی نے اپنے اور ذمی کافر کو شراب پر مکاتب یا اپنے مسلمان غلام کو شراب پر مکاتب بنایا اور مکاتب نے شراب سے قیمت ادا کر دی اور مکاتب ذمی ہو یا مسلمان ہو یا اس نے مسلمان ہونے کے بعد شراب سے قیمت ادا کی تو یہ سب صورتیں برابر ہیں۔ مکاتب آزاد ہو جائے گا اور مولیٰ پر شراب کی قیمت واجب ہوگی۔

باب تصرف المكاتب

(۱) صح اقله وشراؤه وسفره وان شرط عدمه فاسد ان شرط ان لا يسافر قله الا بمصر ونحوه لانه شرط يخالف المقتضى العقد وهو ملكية اليد ولا افساد الكتابة بهذا الشرط فان الكتابة تنتهي البيع وبيع ذلك هي اعتاق بالنظر الى العقد افسدا كل شرط مفسد يكون في احد البدلين كما لو شرط عدمة بجنيه لا يفسدها وكل شرط لا يكون كذلك لا يفسدها عملا بالشبهين وانكاح امته وكتابة عبده لانهما يملكان النكاح وعبده وفرو لشافعي رحمهما لا يجوز الكتابة وهو القياس لانها تؤدي الى العتق وهو ليس من افعاله وحه الاستحسان انها افادة المال وعقه يتأتى في الجملة ولنا ولاء في اذى بعد عتقه ولسيده ان يؤدي قبله اي ليكاتب الاول ولاء الثاني ان اذى الثاني بعد عتق الاول وليسيده ان اذى قبله (۲) لا يزوجه الا باذنه ولا هبة ولو بعوض ولا تصدقة لا يسير ولكفله ولا قراضة واعتاق عبده ولو بعض لانه يوفي الكتابة وبيع نفس عبده منه وكاتبه ان ذلك اعتاق وهذا اتلاف مال

باب ... مکاتب کے تصرفات

(۱) وہ تصرفات جو مکاتب کر سکتا ہے

مکاتب کو درست ہے کہ خرید اور فروخت اور سفر کرے اگرچہ مولیٰ نے شرط لگائی ہو کہ مکاتب سفر نہ کرے مگر شہر میں یا اس کے مانند۔ اس لیے کہ یہ شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہے اور وہ ہے ملکیت ید کا ثابت ہونا اور اس شرط سے کتابت فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ کتابت بیع کو ختم کر دیتی ہے اور یہ بیع عقد کے اعتبار سے آزاد کرنا ہے تو ہر وہ شرط جو عقد کو فاسد کرتی ہے کتابت کو بھی فاسد کر دیتی ہے اور ہر وہ شرط جو عقد کو فاسد نہیں کرتی کتابت کو بھی فاسد نہیں کرتی۔ مثلاً اگر مولیٰ نے مکاتب پر ایک ہزار دینار کے بدلے کتابت کی اور شرط لگائی کہ اس کو ایک دینار نہ دے گا تو کتابت فاسد نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ ایک دینار نہ دینا بدلین میں سے کسی ایک میں بھی نہیں ہوتا۔ اور ہر وہ شرط جو بدلین میں سے کسی ایک میں ہوتی ہے کتابت کو فاسد کر دیتی ہے اور ہر وہ شرط جو بدلین میں سے کسی ایک میں نہیں ہوتی کتابت کو فاسد نہیں کرتی۔ اور مکاتب کو درست ہے کہ اپنی لونڈی کا نکاح کر دے اور اپنے غلام کی کتابت کر دے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکاتب کو یہ دونوں کام درست نہیں۔ قیاس یہی ہے کہ کتابت درست نہ ہو اس لیے کہ کتابت کا نتیجہ عتق ہے اور عتق مکاتب کے افعال میں سے نہیں ہے۔ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ کتابت سے مکاتب کو مال حاصل ہوتا ہے اور عتق فی الجملہ متأتی ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد اس کی اداء میں ولاء ہے اور مولیٰ کو یہ حق ہے کہ مکاتب اول کی اداء سے پہلے مکاتب ثانی کی اداء کو قبول کر لے۔ (۲) مکاتب کو اجازت کے بغیر نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور نہ ہبہ کرنے کا اختیار ہے اگرچہ عوض کے بدلے ہو اور نہ صدقہ کرنے کا اختیار ہے اور نہ کسی کی کفالت کرنے کا اختیار ہے اور نہ مضاربت پر مال دینے کا اختیار ہے اور نہ اپنے غلام کو آزاد کرنے کا اختیار ہے اگرچہ غلام کا کچھ حصہ ہو۔ اس لیے کہ مکاتب کو اپنی کتابت پوری کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے غلام کو آزاد کرنا اس کے مال کو ضائع کرنا ہے

(۲) وہ تصرفات جو مکاتب کیلئے جائز نہیں

[illegible] اس کی خرید و فروخت اور اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ ولایت والوصی فی الرقیق الصغیر کالمکاتب لہ کل تصرف یملکہ المکاتب فی عبدہ بعقدکتابۃ فی رقیق الصغیر ومالاملکہ المکاتب لیس لہ ان یتصرف بہ بحصل بہ المال للصغیر کالمکاتب سلک بکسب المال لحکمہما حکمہ فیملکان کتابۃ عبدہ لاقتدارہ علی مال بیع عبدہ من نفسہ وعتقہ من ذالایصح من عاذون ومضاربۃ وشریک ای من قولہ لایزوج امتہ الی قولہ ولا یتسرا ومکاتبہ عبدہ بیعہ وان لم یعقلوا حجارین لعبدہ لخلوہ عن قولہ وعتق من دان ذکرہما فی کتاب العاذون نفذ لہ زواج رقیقہ ولا مکاتب لان قولہ ہنا ومکاتب عطف علی البیع والشراء وہما حتران للعبد فتخصیص الاستیلاد فی قولہ وعتق من دالی یعتق المعتوہ فاب دون الحصی لم یملک حتی یجعل الاستیلاد الی قولہ لایزوج امتہ الی اخرہ ۴۔ ومکاتب علۃ بالشراء ولدہ ومراد لاحی لا ولادیہما خلافا عند ابی حنیفۃ وصاحبہ عند ان اشتری ذارحم محرم منہ کولد یعتق بہ حتی لم یکن لہ بیعہ کما یعتق منہ لہ ان للمکاتب کسبا لاملکا فجعل المکسب کالولد للصفۃ فی قولہ لولادۃ الاقتدار علی المکسب فحاقب بالتقدیر فی الولاد لافی عبدہ اذ لاتقدیر فی المیسر ومنع بیع ولدہ شرعا بقدرہ قال سرخسی ہذہ قال ہذا عند ابی حنیفۃ وصاحبہ لایصح بیعہا وان غرہا سیدہا لانہا حر ولقد لا یجوز بیعہا ولہ ان للنبی ان یجوز بیعہا وان کان بیعا ولہ لان کسب المکاتب مرفق فلا یتعلق بہ علا یحتمل فسخ واما اذا کان بیعا وقد ثبت امتناع البیع بحقہ اہ لہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اعتقہا ولدہا ولا یتسع اصالۃ وانتفاض تبعا

(۳) صغیر کی مملوک میں سرپرست کا اختیار

اور باپ اور وصی کے اختیار کا تعلق صغیر کی ملکیت میں موجود [illegible] ان کو آزاد کرنے اور ان کے ساتھ نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

(۴) اپنے اصول و فروع کو خریدنا

اور کہا کہ مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خرید نہیں سکتا

ہے اس کی قیمت کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) کولد ولد له بن امته معلق عتقه لو ولد مکاتب علیه بالشرائ ای اولد لذلك ولد من امته قادخله فی کتابته و کسبه له ای کسب ولد المکاتب یکون للمکاتب لان الولد کسبه وکسب الولد کسب کسبه (۶) ولو کاتب قنه له وحبلت دخل الولد فی کتابتها و کسبه لها ای زوج امته عن عبده فکاتبها فحبلت ولدت ولدا دخل الولد فی کتابة الام و کسبه للام لان الولد یتبع الام فی الرق و تعتق و ولده بعتقها و ولدت حرة فزوجها من مکاتب او عبد فکتبها بامره فاستحقت فولدها عبد عند ابی حنیفة رحمه الله وعند محمد رحمه الله بقیمة ولده لانه ولد المغرور لهما ان الجاریة لم تکن عبدة لکنها مدبرة عند ابی یوسف رحمه الله بخلاف قول ابی حنیفة رحمه الله لانها ام

الحدود وان يسقط الحد لا يجب العقر فيكون من توابع التحرير فيكون ثابتا في حق المولى والكتابة ليس من باب الكسب لانه يسلمه الكتابة والقاتل ان يقول ان العقر يثبت بالوطء الاستيلاد والاذن بالشراء ليس بوطء اصلا والوطء ليس من التحرير في شيء فلا يكون ثابتا في حق المولى (۹) وصح تدبيره مكاتبه وجاز بيعه وكان مدبرا ومضى عليها وسعى في ثلثي قيمته او ثلثي الدين في بدل سيدة فقير اي له الخيار ان شاء يمضي بيعه وكان مدبرا او يمضي الكتابة فان مضى عليها فمات المولى ولا مال له سواه فهو بالخيار ان شاء يسعى في ثلثي قيمته او ثلثي بدل الكتابة وعندهما يسعى في الاقل فيما قالوا ان الاعتاق يتجزأ عند ابي حنيفة فلي الدين عنده فان ادى للتدبير تبين انه عتق في الحال وان ادى للكتابة تبين العدل عتق حالا على ما مر فيما تقدم فيتبين التحرير وقد تلقى جهتي التحرير بدلين مختلفين وتوجل بالكتابة فيتخير بينهما وعندهما لما لم يكن التحرير ثابتا صار موت المولى بمنزلة الكل وقد سقط عنه بدل الحال وبقي الثلثان ذكر مختصر الكرخي في ثلثي القيمة يسعى فيه وبالكتابة في الخير من الاقل والاكثر

(۸) غیر کی ونڈی سے اپنی بھگوا دینا

اذان مولیٰ مکتوبہ اور ونڈی ستدولی

اگر عبد و اذن اپنا مکاتب نے اپنی اذان مولیٰ کی اپنی ونڈی سے مولیٰ کی اس کی اذن سے کہ وہ تصرف کرے جس سے اس نے کہ مولیٰ یا اس کی اذن دیا ہو مولیٰ کی اس کی اور وہ اذن کی اس کی اذن دی گئی یا اپنے حق کی طلب کرنے والے کی اس سے اور مولیٰ

فقرع البحري وخلعه تمامرواه الحفاف وصححه رحمه الله تعالى بقول الدال لما كان عقابلا
بالمال فالمديون يسلم له ذلك ليدل وعن البحر ان يجب الدل في مقابله الثالث وهما يقولان
الدل وقع في مقابلة الثلثين لان الظاهر ان الابن لا يطيق الثلث في مقابلة مستحق مرتبه
(۱) وخلعه مع مكاتبه غير مصحح حال من يدل مؤجل ي صح خلعه والقياس ي لا يصح
لانه تعليق من الاصل بالبدل وهو الاستحسان ان الاصل في عن الكتابة هو الحلول
لانقدر على الاداء الا به ويدل الكتابة فيبين من وجه حتى لا يصح الكفالة به فخلعه لا

(۱۰) مکاتب لونڈی جس کا ولد ہوا

(۱) وخلعه مكاتب وامة ولدت منه ولدا ي ولدا ي
كاتب وهو ابن احد عشر سنة ي من اب او جد ي كاتب
ولو بغير اذنه ولا يباع ولا يوطأ ي ولا يخدم
ولا يستخدم ي ولا يؤاجر ي ولا يسافر بها ي
ولا يزوجها ي ولا يتسرى ي ولا يستولدها ي
ولا يبوئها ي ولا يكاتبها ي ولا يهبها ي
ولا يتصدق ي ولا يرهنها ي ولا يعتقها ي
ولا يطلقها ي ولا يقفها ي ولا يتصدق ي
ولا يتصدق ي ولا يتصدق ي ولا يتصدق ي

(۱۱) ام ولد اور مدبر کو مکاتب بنانے کے

(۱) وخلعه مكاتب وامة ولدت منه ولدا ي ولدا ي

(۱۲) اقساط پر مکاتب کرنے کا تقدیر صحیح کرنا

(۱) وخلعه مكاتب وامة ولدت منه ولدا ي ولدا ي

(۱) وخلعه مكاتب وامة ولدت منه ولدا ي ولدا ي كان عقد على نصف قيمته عاجلا ودرونه الاجل ادى خلص
البدل حالا وباقيه مؤجلا او اعرض (۱) عن بعضه بين ان يؤدي بقي البدل حالا والباقي
مؤجلا وبين ان يسعى فيسترق وهذا عند ابي حنيفة وابي يوسف وعند محمد خير العبد
بين ان يؤدي ثلثي القيمة حالا والباقي الى تمام البدل مؤجلا وبين ان يسعى فيسترق
لان الموت بين اداء خير في ثلثي القيمة اما فيما وراءه فيصح له تمسك فصح به
التاخير ليث ان صح التسمير بدون الوثيقة وحق الورثة متعلق بالبدل فكذا بالبدل فلا
يصح ك خير الا في ثلثه وفي نصف قيمته هنا اي فيما اذا كان ثمن نصف القيمة هناك
في المسئلة المذكورة وهي موت المريض الذي كانت قيمته غير بدل موجل الذي
ثلثيها حالا او اعرض اي خير العبدين ان يؤدي ثلثي قيمته حالا وبين ان يسعى
فيسترق لان الجهالة وقعت في المقدار وفي الخير قيمته ليست دون الثلثين فتقل

(۱۳) مالک کے مرض الموت میں مکاتب ہوا

کوئی شخص جس نے اپنے غلام کو دو ہزار روپے پر ایک معین مکاتب پر سال کتابت کی مدت پر آزاد کی قیمت سے پانچ سو کم قیمت پر فروخت کیا ہو اور اس کی قیمت سے ہزار روپے ادا کر چکا ہو اور مولیٰ نے مرض الموت میں اس کی قیمت سے پانچ سو روپے معاف کر دیئے ہوں اور اس کا کوئی مال نہ ہو تو مکاتب کی قیمت سے ہزار روپے مولیٰ کے ورثاء کو ادا کرے گا اور مکاتب کی قیمت سے پانچ سو روپے معاف ہو جائیں گے۔

اور جو ہزار روپے کتابت کے ادا کر چکا ہے وہ مکاتب کی قیمت سے ہزار روپے مولیٰ کے ورثاء کو ادا کرے گا اور مکاتب کی قیمت سے پانچ سو روپے معاف ہو جائیں گے۔

(۱۲) فان قال حر سید عبدک کاتب عبدک علی کذا وشرط الحق باداء الاول سواء قال علی الف ان ادیت فهو حر او لم یقل ففعل وادی الحر علی ولم یرجع ای لا یرجع المولیٰ علی العبد لانه متبرع فی الاداء وانما یعتق باداء الحر ما ان شرط العتق باداءه ظاهرا وان لم یشترط فالقیاس ان لا یعتق وفی الاستحسان انه یعتق لانه یتوقف علی قبول العبد لانه کاتب فیه بصیرة وهو جواب الناس علیه لانهما یتفقه وفی صحة اداء الفضل وان قبل العبد فهو مکاتب ان فی کتاب الحر العبد وبقی العبد وقبل فهو مکاتب لان الکتابة موقوف علی جانبه

(۱۳) فان کوتب حاضر وغائب وقبل الحاضر فان ادی قبل حضر الغائب صورة المسألة ان یقول کاتبتک مائة علی نفسی وعلی فلان فعجل وقبل الحاضر فالقیاس ان یصح فی حصة الحاضر وفی حصة الغائب یتوقف علی قبوله وجه الاستحسان ان الحاضر اضاف العقد الی نفسه فیحق نفسه اصلا وللغائب بما یصح کما یصح عمن الاولا بد لصحة ادائهما ادی قبل حضر الحاضر فلان کل الدل علیه وان الغائب فلانه بدل تمرف الحرید وان لم یکن المدل علیه فصار کمعیر الرهن صورته استعار رجل عبدا من عبید ترهنه مدین علی الآخر فرهنه ثم احتاج المعیر الی استخلاص عبده فان ادی الذی استعیر منه یحبر الراهن علی القبول وان لم یکن علی معیر الرهن فهو وانما هو علی المستعیر فکذا ادی المستعیر الذین یرجع علی المستعیر وان ادی غیر احره لانه مضطر فی تخلیص عبده ولا یتمکن الاداء الدین فیه یرجع علی الآخر لانه متبرع فی حق الآخر وانه یرجع معیر الرهن لانه مضطر فی الاداء لانه یحاف تلف ماله فی ید المرتهن وقبول العائب فهو لان العقد بعد علی الحاضر

(۱۴) فان کوتبت امة وطفلان لها فقبلت فان ادی لم یرجع وعتقوا کما فی المسألة الاولی

(۱۴) غیر کے کہنے پر مکاتب بنانا

[illegible] سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب بنا دے اور میں اس کا ضامن ہوں یا اس کا بدل کتابت ادا کرنے کا ضامن ہوں تو اس نے ایسا کر دیا [illegible] اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور اس کا غلام اپنے تمام سے کسب کرنے کا مستحق ہوگا اور اگر اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اپنے تمام سے کسب کرنے کا مستحق ہوگا اور اس کے اس حکم کو قبول کر لیا تو وہ مکاتب ہو جائے گا۔

(۱۵) غلام حاضر کے کہنے پر حاضر و غائب دونوں کو مکاتب بنانا

[illegible] مکاتب بنا دیا [illegible] اس نے ایسا کر دیا [illegible] مکاتب ہو جائے گا [illegible] اس نے قبول کر لیا [illegible] مکاتب ہو جائے گا [illegible] اس نے قبول کر لیا [illegible]

(۱۶) لونڈی کا اپنے اور صغیر بچوں کی طرف سے عقد کتابت کرنا

[illegible] اپنی اور اپنے [illegible] کی طرف سے عقد کتابت کر لیا [illegible] اس نے قبول کر لیا [illegible]

باب كتابة العبد المشترك

[illegible] احد شريكي عبد من الآخر بكتابة حصته مثلا فقبل فقبض بعض حصته فاداه ثم اعتق المشتري حصته ولي قوله فاداه بر جع الى الآخر هذا عندهما وحصته ام الكتابة باخره فيكون مقتصرا على نصيبه وقالا الاولى انه ان لم يأذن له حق القبض صار الاذن لاجنبي دليل ارادة مشتركة بالقبض دون العقد دلالة اليه فيكون مأذونا في نصيبه عنى القياض فيكون بدء عنه فصار الكتابة غير منجزا لان مكاتبة نصيبه دون نصيبه الكل فالقبض اصيل في البعض وكيل في البعض والصحيح مشترك بينهما فيقفي كذلك بعد العجز [illegible] مكاتبة لم يعتق حتى يؤدي [illegible] ادى حصة احدهما دون صاحبه عتق الاخر فعجزت فهي [illegible] الاول وصار نصف قيمتها ونصف عقرها وسعى بكل عقرها وقيمة الولد وهو اصله هذا

عند ابي حنيفة وبيانه ان استيلاد المكاتبة المشتركة منجز عندابي حنيفة فيقتصر على نصيبه لان المكاتبة لايتمثل من ملك الى ملك كمامر في التدبير واستيلاد القنية لايتجزى فاذا استولد احد الشريكين القنة المشتركة صارت كلها ام ولد له ويضمن نصف قيمتها للشريك اذاعرفت هذا فاستيلاده الثاني قبل العجز وقع في ملكه ظاهرا فثبت نسب ولده لكن اذاعجزت صارت كان الكتابة لم تكن فظهر انه في الحقيقة وطئ ام الولد الغير فاستيلاد الاول وقع غير منجز وكلها ام ولد له ويضمن نصف قيمتها لشريكه ولاتكون ام ولد للشريك لكن ولد الشريك ولد مغرور حيث وطئ معتمدا على الملك فيكون حرا بالقيمة ويضمن نماء عقرها واما عندهما فاستيلاد المكاتبة لايتجزى قبل العجز صارت ام ولد للاول وانتقل نصيب الثاني اليه بفسخ الكتابة قال الكتابة تنفسخ بالاستيلاد فيما لا يتصور به المكاتب فيكون وطئ الثاني في غير ملكه فيجب عليه تمام العقر لاالحد لشبهة ولايكون ولده حرا بالقيمة ويضمن الاول للشريك نصف قيمتها مكاتبة عندابي يوسف والاقل من نصف قيمتها ومن نصف ما بقي عليها من بدل الكتابة عند محمد واذا اصحت المكاتبة في حصة الشريك عندهما قبل العجز فكلها مكاتبة للاول بنصف البدل عند الشيخ ابي المنصور وبكل البدل عندعامة المشائخ وان دفع العقر اليها صح اي قبل العجز لاختصاصها بما فيها واكتسابها فان لم يظأها الثاني ولم يدبرها فعجزت بطل تدبيره وهي ام ولد للاول والولد له وضمن لشريكه نصف عقرها ونصف قيمتها لانه بين بالعجز انه تملك نصيب الشريك وقت الاستيلاد فالتدبير وقع في غير ملكه بخلاف النسب لانه يعتمد الغرور فان حررها اي المكاتبة المشتركة احدهما غير المجروت ضمن نصف قيمتها لشريكه ورجع به على هذا عندابي حنيفة وعندهما لايرجع وحد مبني على ان المباشر اذا ضمن المحق يرجع به على غيره عندابي حنيفة لاعندهما

باب ... غلام مشترک کا مکاتب کرنا

(۱) مشترک غلام کا ایک حصہ کے بدل کتابت کی تکمیل سے عاجز آنا

مشترک غلام کا ایک حصہ کسی نے آزاد کیا اور دوسرا ایک شریک مالدار تھا ان میں سے ایک نے مکاتب کیا تو دوسرے کو اجازت دینی کہ اسے آزاد کردے کو خواہ روپے کے عوض میں مکاتب کرلے بدل کتابت وصول کرلیا اور غلام نے مکاتب کیا وہ دوسرے شریک کو کچھ نہ دے گا جب تک بدل کتابت وصول نہ پھر وہ تمام ادا کرے عاجز ہو کر لوٹا دیا جائے اور غلام کے نہ رہے کا

(۲) دو بچوں والی مشترک لونڈی کا بدل کتابت سے عاجز آنا

ایک لونڈی مکاتب زید و عمرو میں مشترک تھی اس کا ایک دو مکاتب زید نے زنا کی پھر عمرو نے زنا کی پھر اس کے دو بچے ہوئے ایک زید سے دوسرا عمرو سے پھر مکاتب نے لونڈی کو عاجز کردیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اب

24

(۳) عبدلہ حین دبرہ احدھما ثم جرہ الاخر فلیا ان عکسا ان جرہ احدھما ثم دبرہ الاخر عتق المدبر او استسعی فیھما ان فی المسالتین او ضمن شریکہ فی الاولی فقط اعلم ان فی المسالۃ الاولی اذا دبرہ الاول فللثانی الاعتاق او التضمین او الاستسعاء فاذا عتق الثانی لم یبق لہ ولایۃ التضمین والاستسعاء ثم بالاعتاق قیمۃ المدبر لمدبر فانہ یعتق او یستسعی او یضمن قیمۃ مدبر وقدمرفی ذکر العتق فی کتاب الاعتاق ان قیمۃ المدبر لیست قیمۃ الرقبۃ واذا ضمنہ لایملکہ لانہ لایستقل من ملک الی ملک واما فی المسالۃ الثانیۃ اذاعتق الاول فللاخر الخیارات الثلث عبدہ فاذدبرہ لم یبق لہ ولایۃ التضمین ثم بقی لہ ولایۃ الاعتاق او الاستسعاء فولاء الاعتاق او الاستسعاء کانہ فی المسالتین و التضمین مختص بالاولی عندھما اذا دبرہ احدھما وعتاق الاخر باطل لان المدبر لایجری عندھما فیملک حسب صاحبہ المدبر والتضمین نصف قیمۃ قنوسر کان و معسرا لانہ ضمن نصیب فلا یختلف بایسار والعسار ومن اعتقہ احدھما فمدبر الاخر باطل لان الاعتاق لایجری عندھما فضمن نصف قیمتہ ان کان معسرا یسعی لعبدان کان معسرا لان ضمان الاعتاق یختلف بایسار والعسر

(۳) عبدلہ حین دبرہ احدھما ثم جرہ الاخر فلیا ان عکسا ان جرہ احدھما ثم دبرہ الاخر عتق المدبر او استسعی فیھما ان فی المسالتین او ضمن شریکہ فی الاولی فقط اعلم ان فی المسالۃ الاولی اذا دبرہ الاول فللثانی الاعتاق او التضمین او الاستسعاء فاذا عتق الثانی لم یبق لہ ولایۃ التضمین والاستسعاء ثم بالاعتاق قیمۃ المدبر لمدبر فانہ یعتق او یستسعی او یضمن قیمۃ مدبر وقدمرفی ذکر العتق فی کتاب الاعتاق ان قیمۃ المدبر لیست قیمۃ الرقبۃ واذا ضمنہ لایملکہ لانہ لایستقل من ملک الی ملک واما فی المسالۃ الثانیۃ اذاعتق الاول فللاخر الخیارات الثلث عبدہ فاذدبرہ لم یبق لہ ولایۃ التضمین ثم بقی لہ ولایۃ الاعتاق او الاستسعاء فولاء الاعتاق او الاستسعاء کانہ فی المسالتین و التضمین مختص بالاولی عندھما اذا دبرہ احدھما وعتاق الاخر باطل لان المدبر لایجری عندھما فیملک حسب صاحبہ المدبر والتضمین نصف قیمۃ قنوسر کان و معسرا لانہ ضمن نصیب فلا یختلف بایسار والعسار ومن اعتقہ احدھما فمدبر الاخر باطل لان الاعتاق لایجری عندھما فضمن نصف قیمتہ ان کان معسرا یسعی لعبدان کان معسرا لان ضمان الاعتاق یختلف بایسار والعسر

(۳) غلام کو ایک نے آزاد

اور دوسرے نے مدبر کیا

ایک غلام جس میں مختلف قسم کا ایک نے اسے مدبر کیا اور دوسرے نے اسے آزاد کیا اور ترتیب کا علم نہیں ہے

(۳) اور اگر ایک نے اپنا حصہ دوسرے کے ساتھ مدبر کیا پھر دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا اور ترتیب کا علم نہیں ہے تو پہلی صورت میں اس کو اختیار ہے کہ اپنے شریک سے تہائی حصے کا (۱) مدبر کرنے کی وجہ سے تاوان لے

باب الموت والعجز

باب....مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اس کے مالک کا مرنا

(۱) حاکم کا مکاتب کا عاجز قرار دینا

(۲) مولیٰ کا مکاتب پر مقدار کتابت کا قرض کرنا

(۳) مکاتب کا مال چھوڑ کر مرنا

حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہو اور ان کا والد اس سے ملا ہوا ہو تب بھی یہ ولاء موالات ہے۔

قولہ ... ترکہ میں سے وصیت کی تکمیل کرنے والے ہیں۔

ہمارے مذہب و قول اشہر کے مطابق ہے اس مالک نے ہدایت کی ہو یا نہ کی ہو شافعی کا قول ہے یہ ہدایت کا ہے ہدایت کی ان کو شافعی نے مذاق اڑتے ہوئے کہا ہے اور اصل میں ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

(۴) مکاتب کا بدل کتابت سے کمال مجبور ہے

اور جو اس قدر مال چھوڑ کر مرے جو بدل کتابت میں ادا ہو سکتا ہو اور اس نے کتابت میں اولاد پیدا کی ہو اپنے باپ کی وفات سے پہلے یا بعد میں تو یہ اولاد مکاتب کی طرح ہے ان کا والد ان کے باپ کی آزادی کا فیصلہ ہونے سے پہلے یا بعد میں مر جائے اور مکاتب نے حالت کتابت میں کچھ نہیں چھوڑا تو یہ اولاد مکاتب کی طرح ہے اور اگر مکاتب نے حالت کتابت میں کچھ مال چھوڑا تو یہ اولاد اس مال کی حقدار ہے اور اگر بدل کتابت سے زیادہ چھوڑا تو یہ اولاد اس زیادتی کی حقدار ہے۔

قولہ ... مکاتب کے ترکہ میں سے ان کے لئے کچھ نہیں ہے اس لئے کہ کتابت کی وجہ سے ان کی حیثیت مکاتب کی ہو گئی ہے اور مکاتب کا ترکہ اس کے مولیٰ کا ہوتا ہے۔

(۵) مکاتب کے مرنے کے بعد اسکے لڑکے کی جنایت کا تاوان

اور اگر مکاتب مر جائے اور ایک لڑکا اس کا ہو اور اس نے کتابت کے زمانہ میں جنایت کی ہو یا قیمت کے مال کی جنایت کی ہو اس کے مال کتابت کو پہنچی ہو اور اس نے کتابت کے زمانہ میں اولاد پیدا کی ہو تو یہ اولاد مکاتب کی طرح ہے اور اس کا حکم اس کے حکم کی طرح ہے اور اگر مکاتب نے کچھ مال چھوڑا ہو تو یہ مال مکاتب کا ہے اور اگر مکاتب نے کچھ نہیں چھوڑا تو اس کی اولاد کو اختیار ہے اگر چاہیں تو اپنے باپ کی طرف سے بدل کتابت ادا کر دیں اور اگر چاہیں تو اپنے باپ کی طرف سے بدل کتابت ادا نہ کریں اور اگر ادا کر دیں تو مکاتب کا ترکہ ان کا ہو جائے گا اور اگر ادا نہ کریں تو مکاتب کا ترکہ اس کے مولیٰ کا ہو جائے گا

(۲) فان حنى عبدمكاتبه سيده خطأ اى بالجناية لمحجر دفع او فدى اى جنى مكاتب قنه بقص بموجب عمدا بقصد فمحجر عبر بمن دفعه وفداه ارش الجناية لان هذا هو موجب جناية العبد لكن الكتابة صارت مانعة عن الدفع به لان المانع بالمحل فعند تحكم الاصعر وان قصر به عبد مكاتبا فمحجر بيع قنه اى وان قصر بموجب الجناية على المكاتب حتى كونه مكاتبا به محجر بيع قن ملك لانه دين يتعلق برقبه بالقضاء به فاشبه الى قيمته (۳) ولا تنفسخ اصوب السيد والمال الباقى او بزيادة على تجارة فى اعتقه بعضهم لا يصح وان اعتق حتى سعى لانه لا ينفك من ملك اى ملك فلا يصح اعتاق بعض الورثه واما اعتاق الكل فيجعله ابراء تصحيحا للعتق ولا كذلك اعتاق بعض الورثة لانه لا يمكن جعله ابراء لبعض تصحيحا للعتق فان ابراء البعض لا يصح العتق لانه لا يتبعض فى نفسه والبعض والله اعلم

(۶) جانی غلام کو مکاتب بنایا

(۲) اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ کے غلام کو زخمی کیا اس نے مکاتب کو قصاص کے موجب عمد کیا تو مکاتب نے اپنے مولیٰ کو دیا یا فدیہ دیا جنایت کے ارش کا جو مکاتب نے اپنے غلام کو زخمی کیا تھا کیونکہ یہ جنایت عبد کا موجب ہے لیکن کتابت مانع ہوگئی دینے سے اس لئے کہ مانع محل کے ساتھ ہوتا ہے پس جب مکاتب نے اپنے غلام کو زخمی کیا تو اس نے اپنے مولیٰ کو دیا یا فدیہ دیا جنایت کے ارش کا جو مکاتب نے اپنے غلام کو زخمی کیا تھا کیونکہ یہ جنایت عبد کا موجب ہے لیکن کتابت مانع ہوگئی دینے سے اس لئے کہ مانع محل کے ساتھ ہوتا ہے پس جب

(۷) مالک کی موت سے عقد کتابت فسخ نہ ہونا

(۳) مکاتب کا عقد کتابت فسخ نہ ہوگا اس مال کے ساتھ جو مکاتب نے اپنے مولیٰ کو دیا ہو یا اس زیادتی کے ساتھ جو اس نے تجارت میں کمائی ہو اگر بعض مالکوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا تو آزاد نہ ہوگا کیونکہ مکاتب کا کوئی حصہ کسی مالک کی ملکیت سے خالی نہیں ہوتا پس آزاد کرنا اس کا بعض میں ہوگا اور کل میں آزاد کرنا ابراء ہوگا تصحیح عتق کے لئے کیونکہ بعض میں آزاد کرنا ابراء نہیں ہوگا تصحیح عتق کے لئے کیونکہ عتق بعض نہیں ہوتا اور بعض کا عتق صحیح نہیں ہوتا واللہ اعلم

کتاب الولاء

(۱) هو ميراث بسبب العتق سمى عتق شخص لمن ثبت له او بسبب عقد الموالاة فالاول ولاء عتاقة وولاء الموالاة فالمعتق ولاء العتاقة فعال من اعتق باعتاق او

لقولہ ﷺ الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب ولانہ لا یسلک بہ مسلک قریبہ النسب لانہ لا یرث قریبہ ولا یعقل عنہ ولا یطالب بجنایتہ ولا یرث بالتعصیب بخلاف ابن العم لانہ یسلک بہ مسلک قریبہ النسب لانہ یرث قریبہ ویعقل عنہ ویطالب بجنایتہ ولا یرث بالفرض بخلاف الجد لانہ یرث بالفرض ولا یعقل عنہ ولا یطالب بجنایتہ ولا یرث بالتعصیب بخلاف ابن العم لانہ یرث بالتعصیب ولا

(۴) وكذا لو ولدت ولدين احدهما لاقل من ذلك وان كان الآخر اكثر منه اى ولدت الامة المعتقة ولدين توءمين بين الاعتاق وولادة احدهما اقل من نصف حول لاستقل ولاء ولدين ايضا لان احد التوءمين كان الموجودا وقت الاعتاق فكذا الآخر والتوءمان ولدان من بطن واحد ليس ولادتهما اقل من نصف حول فان ولدت لاكثر منه فولاء الولد السيدها فان اعتق الاب جر ولاء امته الى قومه اى ان ولدت الامة المعتقة ولدا بين الاعتاق وولادته اكثر من نصف حول فولاء الولد لسيدامه يعنى ان الولدان مات فولاء ه لسيده الام ان اعتق الاب قبل موت الولد صار الولد بحيث ان مات بعد موت الاب فولاء الولد يكون لمعتق الاب وانما قلنا قبل موت الولد لان الاب اذا اعتق بعد موت الام لاينتقل ولاء الابن الى مولى الاب لان مولى الام استحق ولاء الولد زمان موته وبعد تقرر ذلك لا ينتقل عنه وانما قلنا بعد موت الاب لان الاب اذا اعتق والولد حى قبل موت الاب فمات الاب فلا يكون ولاء ه لمولى الاب

(۳) لونڈی کے جڑواں بچوں کا ولاء

کسی غلام نے اگر اپنی کسی توءمین سے پہلی بار ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم لیکن دونوں میں اگر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو وہ بچے کی لونڈی کے مولی ہوئے لیکن اگر وہ چھ مہینے باپ آزاد ہونے سے تو وہ بچے کی ولی قوم کی طرف منتقل ہے۔

ف: یعنی اب اگر وہ بچہ باپ کے مرنے کے تو ولاء اس کی مولیٰ اب کو ملے گی اس واسطے کہ ولاء لحمزاد ب کے ہے اب وہ اس طرف ہوئی جو آزاد کی مولیٰ فرمایا حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے ولاء ایسا ہے جیسے نسب کہ جس طرح نسب کی ولی باپ ہے اور ولاء کی بھی باپ ہی ہے اور یہ ولاء اس لیے ثابت ہوئی کہ اس کا ثانی ہے اور صحیح کہا اس نے اور نکتہ ہے۔

(۴) ومن اعتق امة مولى الموالاة فكح معتقة العرب فولدت ولدا فولاء ولدها لمولاة امها عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله وعند ابى يوسف ولاء ه لمولى الاب موالاة ترجيحا لجانب الاب وهما رجحا بالولاء لقائلة وان كان من جانب الام وانما وضع المسئلة في العجمى لان ولاء الموالات لايكون في العرب لان لهم شعوبا وقبائل فلا ترث قبيلة عن القبيلة الاخرى عن الوارث النسبى وان كان من ذوى الارحام واما العجم فقد صح النسابهم فيتصور فيهم مولى الموالات (ش) والمعتق عصبة قدم النسبى عليه وهو على ذى الرحم اى المعتق شخص يجذ مابقى عن صاحب الفرض وكل الماس ه عند عدمه والنسبى اما عصبة بنفسه اى ذكر لافرض له ولا تدخل في نسبته الى الميت الغير واما عصبة بغيره اى ذكر لافرض له ولاتدخل في نسبه الى الميت الغير واما بغيره وهى التى يصيرها ذكر اوهو غيره كالاخت لاب مع الاخ لاب تصير عصبة مع الغير وكلهم يقدم على المعتق والمعتق يقدم على ذوى الرحم اى من لافرض له ولاتدخل في نسبته الى الميت الغير

(۴) عجمی کے موالی الموالات کی منکوحہ عرب کی آزاد کردہ کے بچے کا ولاء

یہ عجمی سے موالی الموالات اس عورت سے نکاح کرے جس کو عرب نے آزاد کیا ہو پھر اس کا بچہ پیدا ہو تو ولاء اس کے بچے میں سے اس کے ننھیال کی طرف منتقل ہو جائے گی اور ولاء اس کے باپ سے منتقل ہو جائے گی۔

(۵) وارثوں میں مولیٰ عتاقہ کی حیثیت

مولیٰ عتاقہ اس کے بیٹے کی اولاد میں سے کسی کو چھوڑ کر مر جائے تو اس کا مال اس کے بیٹے کی اولاد میں تقسیم ہوگا۔ اور اگر اس کے بیٹے کی اولاد میں سے کوئی نہ ہو تو اس کا مال اس کے بیٹے کی اولاد کو ملے گ

فصل (۱) ... المسلم رجل على يد رجل (ولاء) ... غيره على ان يرثه ويعقل عنه صح عقد ان اسلم رجل على يد رجل اليه فقد اخرج مخرج العقد وهو ليس بشرط الصحة هذا العقد وعقله عنه (وارثه) كما ان حكم الاسفل قد بنا على الاعلى (والاعلى) مات فورثه الاعلى عقد عندنا وعند الشافعي لا يصير عقد الموالات (۲) والمراد من ذي الرحم (۳) وله تعقل عنه صحح شرط ان شرط ان لا يعقل عنه فان عقل عنه او ورثه فلا (۴) والولاء الذي يعتق عبده او امته او المعاقة عقده على ولاء (موالات) فشرعه ان لا يكون معتوقا ولا معتوقا من موه فان يكون مجهول النسب وان لا يكون عربيا لان العرب قبائل فيكون لهم نوع نسبة

فصل ولاء الموالات

(۱) عقد موالات اور اس کا حکم

جس شخص نے کسی کو اپنا ولی بنایا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے کل مال کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے دیت ادا کرے گا اگر اس کی طرف سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو اس کا عقد درست ہے اور اس کو ولاء موالات کہتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے اور یہ کہے کہ میں تیرا ولی ہوا تو میرا وارث ہوگا اور میری طرف سے دیت ادا کرے گا اگر میں کوئی جرم کروں تو تو اس کا ذمہ دار ہوگا اور اس نے اس کو قبول کر لیا تو یہ صورت جائز ہے اور اس کا عقد درست ہے۔

اور یہ عقد ہمارے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ نسبی رشتہ کے اور شافعی کے نزدیک یہ عقد موالات کا فائدہ نہیں دیتا اور ذی رحم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن کا آپس میں ایک دوسرے سے نسبی رشتہ ہو اور اگر کسی شخص نے کسی سے یہ شرط کر لی کہ وہ اس کی طرف سے دیت ادا نہ کرے گا اور اس نے ادا کر دی یا اس کو وارث بنا لیا تو اس کا یہ حق نہ ہوگا اور ولاء موالات وہ ہے جو کسی شخص نے کسی سے کیا ہو یا کسی عورت نے کسی سے کیا ہو اور ولاء موالات کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور عرب نہ ہو کیونکہ عرب قبائل ہیں اس لئے ان کا نسب معلوم ہے۔

(۲) مولی الموالات کے وارث ہونے کی شرط

کسی مولی موالات نے کسی سے دیت کی ذمہ داری لی اور اس کو وارث بنایا اور اس نے اس کی طرف سے دیت ادا کر دی پھر اس نے اس کو آزاد کر دیا اور اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا ترکہ اس کو ملے گا جس نے اس کی طرف سے دیت ادا کی ہے۔

(۳) مولی الموالات تبدیل کرنا

جب کسی شخص نے کسی کو اپنا مولی موالات بنایا اور اس کی طرف سے دیت ادا کی اور اس کو وارث بنایا اور اس نے اس کو آزاد کر دیا اور اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا ترکہ اس کو ملے گا جس نے اس کی طرف سے دیت ادا کی ہے۔

(۴) غلام کا کسی کو مولی الموالات بنانا

جب کسی غلام نے کسی کو اپنا مولی موالات بنایا اور اس کی طرف سے دیت ادا کی اور اس کو وارث بنایا اور اس نے اس کو آزاد کر دیا اور اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا ترکہ اس کو ملے گا جس نے اس کی طرف سے دیت ادا کی ہے۔

کتاب الاکراہ

هو فعل يوجد [illegible] بالمكروه [illegible] يفوت الرضا [illegible] بقطع او بخوف [illegible] والاكراه نوعان [illegible] يكون ملجئا [illegible] ويكون بالحبس والضرب [illegible] يكون [illegible] والحبس [illegible] يكون [illegible] يقطع [illegible] الحبس [illegible] الضرب [illegible] والاكراه [illegible] الصحيح [illegible] الحبس [illegible] والاكراه [illegible] الحبس [illegible] الضرب [illegible] والاكراه [illegible] الحبس [illegible] الضرب [illegible] الاكراه [illegible] الحبس [illegible] الضرب [illegible] الاكراه [illegible] الحبس [illegible] الضرب [illegible] ال

(۲) وتبطل شرائطه (۱) المكره عليه عاجلا (۲) مما يعدم الرضا (۳) وبقاء من في الاكراه لا الحلف (۴) المحلوف عليه فلو قال فلانك طالق ان لم اطلقك فاكرهه فطلقها لم يحنث (۵) وكون المكره به متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما يعدم الرضا على ما ذكره في القدوري (۶) وكون المكره به متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما يعدم الرضا على ما عده ابو حنيفة رحمه الله يختلف باختلاف الناس في الاحوال والاماكن والمكره والمكره والمكره لا المكره لا يكون اكراها في حقهم بل المكره هو الشرع وكذا المكره لا يكون اكراها بل المكره هو الشرع بالاشراف بالقتل بالحبس بالكلام به (۷) وقدرة المكره على ما هدد به عاجلا غالبا ظنا (۸) والمكره عليه شيء اكرهه عليه فعله فحقه كبيع ماله وطلاقه واعتاق عبده والحق اخر كاتلاف مال الغير او بعض الشرع كشرب الخمر وقتل

(۲) اکراہ کی پہلی شرط

(۳) امام اعظمؒ سے ایک روایت

(۴) دوسری شرط

(۵) تیسری شرط

(۶) چوتھی شرط

(۷) حالت اکراہ میں کئے ہوئے کام کا حکم

[illegible]

(۹) فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر او شرب خمر لم یحل وسعہ ذلک لان الحرمۃ لم تسقط (۱۰) او قطع عضوا من اعضائہ لم یحل لہ ذلک لان ھذہ الاشیاء مستثناۃ عن الحرمۃ فی حال الضرورۃ والاستثناء عن الحرمۃ حل ولا ضرورۃ فی اکراہ غیر ملجیء (۱۱) فان صبر فقتل اثم کما فی المخمصۃ (۱۲) وعلی الکفر یخشی ان قطع یضیق صدرہ ان یظھر ما اجبر علیہ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان والصبر احب الیہ لان فیہ اظھار عزیمۃ الدین والقطع رجی ان حبیبا وعمارا اعطیا ذلک فصبر حبیب حتی صلب فسماہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام سید الشھداء واظھر عمار وکان قلبہ مطمئنا بالایمان فعذر رسول اللہ علیہ السلام فی

(۹) اگر کسی کو اکراہ کیا گیا مردار یا خون یا خنزیر کا گوشت یا شراب کھانے پینے پر تو اس کے لئے حلال نہ ہوگا (۱۰) یا کسی کا کوئی عضو کاٹنے کی دھمکی دی تو اس کے لئے یہ کام حلال نہ ہوگا کیونکہ یہ چیزیں حرمت سے مستثنیٰ ہیں اور حرمت سے استثناء حلت کا موجب ہوتا ہے اور ضرورت نہ ہو تو اکراہ ملجیء نہیں ہوتا (۱۱) اگر صبر کیا اور قتل کر دیا گیا تو گناہ گار ہوگا جیسا کہ بھوک کی حالت میں (۱۲) اور کفر پر مجبور کیا گیا تو اگر اس کا سینہ تنگ ہوتا ہو کہ زبان سے جو کہا گیا ہے وہ ظاہر کر دے گا جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو تو صبر کرنا افضل ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا حبیب اور عمار رضی اللہ عنہما کو یہی دونوں چیزیں پیش آئی تھیں حبیب نے صبر کیا یہاں تک کہ سولی پر چڑھا دیئے گئے تو نبی علیہ السلام نے ان کا نام سید الشہداء رکھا اور عمار نے اظہار کر دیا حالانکہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو رسول اللہ علیہ السلام نے ان کا عذر قبول فرما لیا۔

(۸) بکنے والی ہوئی چیز کا مشتری کے پاس تلف ہونا

جو شے تم نے بیچ دی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کے ہاتھ میں وہ شے تلف ہو گئی تو اس کی قیمت کا تاوان بائع کو دینا ہوگا مشتری کے ذمہ کچھ نہیں ہے کیونکہ تلف کا تاوان تو مشتری سے وصول کرے گا اور اس شخص سے کیسے وصول کرے گا جس نے اس چیز کو خریدا ہی نہیں ہے اور نہ مشتری نے وصول کرنے کے لیے اس کو حکم دیا ہے اب جو قبضہ بعد میں ہوگا وہ بائع کی طرف سے ہوگا نہ کہ مشتری کی طرف سے کیونکہ مشتری کی طرف سے قبضہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے اور یہ قبضہ امانت کے طور پر ہوا ہے اور امین ضمان کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔

خرید و فروخت کی تعریف

خرید و فروخت کے بیان سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بیع کا اطلاق ایجاب و قبول پر ہوتا ہے اور شراء کا اطلاق بھی ایجاب و قبول پر ہوتا ہے اور یہ لفظ بیع کے برعکس ہے اور بیع کا اطلاق مبیع پر بھی ہوتا ہے اور ثمن پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع فاسد پر بھی ہوتا ہے اور بیع جائز پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع باطل پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع موقوف پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع نافذ پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع لازم پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر لازم پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع صحیح پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر صحیح پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مکروہ پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مکروہ پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع حلال پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع حرام پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مباح پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مباح پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مستحب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مستحب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع واجب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر واجب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مندوب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مندوب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مکروہ تحریمی پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مکروہ تحریمی پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مکروہ تنزیہی پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مکروہ تنزیہی پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مباح پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مباح پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مستحب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مستحب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع واجب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر واجب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مندوب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مندوب پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مکروہ تحریمی پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مکروہ تحریمی پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع مکروہ تنزیہی پر بھی ہوتا ہے اور بیع کا اطلاق بیع غیر مکروہ تنزیہی پر بھی ہوتا ہے

عاد والعود والفرق بين هذا وبين شرب الخمر ان شرب الخمر يحل عند الضرورة والكفر لا يحل ابدا فهو خاص اظهار مع قيام دليل الحرمة لان حقه بقوت بالكلية وحق الله تعالى لا يفوت بالكلية لان التصديق باق (۱۳) ورخص له الافلاف مال المسلم مهما اى بالفتل والقطع وخص المكره بكسر الراى ادنى الاعوان يصير الفاعل الة للحامل

(۹) حبس، ضرب یا پیٹ کی خوف سے شراب وغیرہ کا تناول درست نہیں

اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر یا سور کے گوشت کھانے پر یعنی یا ضرب یا پھانسی کی تہدید سے تو ان چیزوں کا تناول درست نہیں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ یہ اکراہ غیر حقیقی ہے تو اس میں ضرورت نہیں اور یہ چیزیں مستثنیٰ ہیں حرمت سے وقت اضطرار علمی اور تحقیقی کے کما فی الاصل۔

(۱۰) قتل یا قطع عضو کی تخویف سے شراب وغیرہ کا تناول

البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع کسی عضو کے تو رخصت ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ یہ اکراہ حقیقی ہے اور یہاں ضرورت واقع ہے اور ان چیزوں کی حرمت سے بعض آیت حالت اضطرار مستثنیٰ ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه ترجمہ سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا اوپر تمہارے مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اس کے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہو رہ جاوے نہ نکل جانے والا اور نہ تجاوز کرنے والا پس نہیں ہے گناہ اوپر اس کے۔

(۱۱) قتل کی تہدید کے باوجود شراب نہ پینا

سو اگر اس نے صبر کیا اور قتل ہو گیا اور ان چیزوں کو نہ کھایا تو گنہگار ہوگا جیسے حالت مخمصہ میں بھوک میں۔

فائدہ۔ اگر ان چیزوں کو نہ کھاوے گا گنہگار مرے گا البتہ اگر گنہگار کے قتل کرانے کے لئے یا مسلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوگا درمختار۔

(۱۲) وہ آدمی جو کفر پر مجبور کیا گیا

اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے کراہ کفر پر یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو ان کو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہہ دیوے مگر دل میں پورا اعتقاد اور یقین مضبوط رکھے۔

فائدہ۔ اور اگر جس یا ضرب یا تہدید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہیں ہے اصل اس میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان یعنی مگر جو شخص کہ اکراہ کیا جاوے اور دل اس کا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے یعنی اور روایت کی حاکم نے مستدرک میں عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے ان کے باپ عمار بن یاسر کو اور ماں کو پھر ان کو بہت تک کہ برا کہلوایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتوں کی تو جب وے عمار حضرت پاس سے گذرے کیا انہوں نے یہ واقعہ پوچھا حضرت نے کہ کس طرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا نہ کہا نے کہ میرے دل میں ایمان

[illegible] اس کے ساتھ [illegible] اس کے [illegible] اس کے [illegible] اس کے

ہو کہ وہ زوجہ کے لئے طلاق کو واقع کرے یا وہ طلاق کے لئے ایک وکیل مقرر کرے یا وہ طلاق کو اپنے اختیار میں کر دے یا وہ طلاق کو معلق کرے اس شرط پر کہ اگر اس نے زوجہ سے جماع کیا یا اس کو بوسہ دیا یا اس کو چھوا یا اس کو دیکھا تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی اور اس نے ایسا کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اس پر کفارہ یمین لازم ہوگا اور اس کی زوجہ اس پر حرام ہو جائے گی اور اس کو رجعت کا حق نہ ہوگا اور اس کی زوجہ اس سے بائنہ ہو جائے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کے ساتھ رہے یا اس سے جدا ہو جائے اور اس کی زوجہ اس کے ساتھ رہنے سے انکار کر دے

قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور

(۱۷) مقروض کو قرضہ معاف کرنا

صحیح نہیں حالانکہ اگر وہ اس معاف کردہ مال کو اپنے دیون کے ادا میں لگا

فائدہ: یہ اس لئے ہے کہ اپنے قرض کو معاف کرنا قرض خواہ کی طرف سے مقروض کو ہبہ کرنا ہوتا ہے اور ہبہ صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ موہوب لہ اس کو قبول کرے اور یہاں مقروض قبول نہیں کرتا اس لئے ہبہ صحیح نہیں ہوگا اور قرض خواہ کا قرض اس کے ذمہ برقرار رہے گا۔

(۱۸) کفیل کو بری کرنا مرتد ہونا زنا کرنا

یا بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہونا یا زنا کرنا اس کا اس

فائدہ: کفیل کی کفالت کا باطل ہونا اس لئے ہے کہ کفالت کا مدار اصیل کے ذمہ پر ہوتا ہے اور کفیل کے بری ہونے سے اصیل کا ذمہ بری نہیں ہوتا اس لئے کفالت باطل ہوجاتی ہے اور اصیل کے مرتد ہونے سے اس کا خون مباح ہوجاتا ہے اور زنا کرنے سے اس کی عورت حرام ہوجاتی ہے اس لئے کفالت باطل ہوجاتی ہے۔

فائدہ: یہ فرق امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً عدم ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔

کتاب الحجر

(۱) ھو مع نفاذ تصرف قولی اما قال ھذا لان الحجر لا یتحقق فی افعال الجوارح فالقصر لا تخلف عن الغیر یجب الضمان وکذا المجنون (۲) وسبب الصغر والجنون والرق (۳) فلم یصح طلاق صبی ومجنون غلب ای المجنون المعتوب ھو الذی اختلط عقلہ بحیث یمنع جریان الافعال والاقوال علی نھج العقل الاقلا او غیر المعتوب ھو الذی یخلط کلامہ بشبہ کلامہ مرۃ کلام العقلاء ومرۃ لا وھو المعتوہ ویسمی حکمہ وعقلھما واقرارھما وصح طلاق العبد واقراره فی حق نفسہ لانی حق سیدہ الو اقرای العبد المحجور بمال اخرانی عتقہ وحد وقود محل فاندفی حق ذمہ متعلق علی اصل الاصلۃ حتی لا یصح اقرار مولاہ بذلک علیہ (۴) وصح عفو سیدہ وھو بفعلہ اجازۃ ولیہ اورد قولہ سیدہ یرجع الی الصبی والعبد والمجنون فان المجنون قد یعقل البیع والشراء ویقصد ضررا ان کان لا یرجع المصلحۃ علی المعتوہ وھو المحجور الذی یصلح وکلامن لغیر والمراد بالعقد فی قولہ ومن عقدمنھم العقود الدائرۃ بین المنفعۃ والمضرۃ بخلاف الاتھاب فانہ یصح بالاجازۃ الولی وبخلاف الطلاق والعتاق فانھما لا یصحان وان اجازھما الولی (۵) وان اطلقوا ثبت صحتھا لما بینا انہ لا حجر فی افعال الجوارح (۶) ولا محجور غیر مکلف بسفہ وفسق وذین ھذا عندابی حنیفہ رحمہ اللہ وعندھما وعندالشافعی یحجر علی السفیہ وایضا اذا طلب الغانمی غرماء المفلس الحجر علیہ حجرہ القاضی ومنعہ من البیع والاقرار وعندھما وعندالشافعی یحجر علی الغانمی واجرائہ

(۱) حجر کی تعریف

حجر کہتے ہیں تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا۔

فائدہ: تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہیں جیسے بیع اور شراء اور ہبہ وغیرہ اور تصرفات فعلی جو برخلاف ان کے جیسے قتل

(جاری) مال تو حجر نہیں ہوتا نہ تصرف قولی نافذ نہیں ہوتا نہ تصرف فعلی جو اتلاف ہو درج میں بیٹا نابالغ اگر کسی کے مال میں تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا اپنی مجنون میں کذا فی الاصل۔

(۲) حجر کے اسباب

حجر کے سبب تین ہیں ایک صغر جس وجہ سے مجنون حجر کے لئے کئی کمایت ہوتا ہے اور نابالغ اور لونڈی ہیں کے۔

(۳) صبی اور مجنون وغیرہ کا طلاق و اعتاق اور اقرار

ترجمہ نہیں ہے طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کی اگرچہ مغلوب ہونے جس کی تعقل جاتی رہی ہو اس حد تک کہ اس سے افعال یا اقوال بطریقہ عقلاء نہ ہوتے ہوں کبھی کبھی ہوتا ہو مغلوب ہونے جس کے کلمات مختلط ہوں یعنی کبھی کلام اس کا بطریقہ عقلاء کے ہوتا ہے اور کبھی بطور ہذیان کے اور اس کو معتوہ بھی کہتے ہیں اس کو ہمراہ آنے کے جو کچھ کہ ذکر کیا ہے اصل اور اطلاق ان مسئلوں کا ہمراہ آنا ان کا رجوع سے طلاق کا ہونا اور اقرار اس کا اپنی ذات پر اس نے کہا ہے کہ جس میں تو آزاد تھا اور مجنون نے قرض کا اقرار کیا اپنے اوپر تو اس پر مطالبہ بعد افاقہ اس سے نہ کیا جاوے گا اور اگر صدقہ و قصاص کا اقرار کیا تو صدقہ و قصاص میں اس پر مالی فی الحال تاخیر کیا جاوے گا۔

(۴) عبد صبی اور مجنون کا کیا ہوا عتق

جو کچھ ان تینوں نے ہے۔

فائدہ۔ یعنی عبد اور صبی اور مجنون۔

ہاں وہ عتق عتقاء ہے جس میں اصیل خلاص اور ثواب ہوتا ہے اور وہ اس عتق کا ہے جو کہ کفارہ کا ہے اور قصد کرنے والے کا اس سے ثواب کا ہونا اس عبد کی نیت پر ہے اور عتق کا ان سے ان کی اجازت پر اور ان کی اختیار سے اگر اجازت دی ہے تو نافذ ہو جاوے گا ورنہ باطل ہوگا۔

فائدہ۔ مجنون سے یہاں وہ مجنون مراد ہے جو ہوش و خرد کو نہ جانتا ہے اور نہ قصد کرتا ہے کہ جو مصلحت و اس کے مقصود ہے اس کو نہیں کرتا اور وہ مجنوب کہ غیر کی طرف سے وصل ہو جاتا ہے اور افاقہ کا ہوتا ہے جس کی مدت دنوں میں ہوتی ہے اور ایک گھنٹہ کی مقدار میں کسی مقدار کی نسبت ہے جیسے قول اس کا ہے کہ وہ بغیر اجرت والی درست ہے اور اس میں کچھ ضرر نہیں جب طلاق دینا مجنون کو دوسرے کی اجازت سے بھی درست ہوتا ہے کذا فی الاصل۔

(۵) صبی مجنون اور غلام کا کوئی چیز تلف کرنا

اور جو کوئی چیز تلف کر دیویں تو ضمان دیویں گے۔

فائدہ۔ اس کو کہ فعال ہیں تحریر نہیں ہیں جیسا کہ ذکر کیا ہے کہ ماقبل میں یا تحریر ہے قبل۔

(۶) آزاد مکلف پر حجر

اور حجر کیا جاوے گا جو کوئی آزاد مکلف پر سبب سفاہت کے۔

فائدہ۔ سفاہت سے مراد اسراف مال ہے اور ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی المحیط اور نص نے قرض کے۔

فائدہ۔ یہ تحریر سبب امر کا ہے اور سبب حسی اور شرعی کے ہوتا ہے ایک سبب پر حجر ہو جاتا ہے اور کبھی مشتق ہوتا ہے باوجود امر مقتضی کے اس کو نہ کرنے سے اور کبھی مشتق ہوتا ہے باوجود امر مقتضی کے اس کو کرنے سے اور اس کی نفع اور ضرر کو رد کر دیتا ہے اور سبب دیوان کہیں سزا فاعل نے پائی اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اس کو اس مال زائد سے جو پیدا ہو جاوے ان دیوان کے جس کے واسطے ہو گیا ہو ادا کرے گا اس شخص کے کمائی کا دیوان سے غلام ہو جاوے تو مقر لہ صاحب دیوان کے ساتھ دیوان میں شامل کرے گا اور صاحب دیوان اور صاحب مال کے نزدیک فاعل پر حجر ہو سکتا ہے اور اس کے کذا فی الاصل میں زیادہ حبس اختیار۔

(۷) مفتی ماجن پر حجر

وہ حجر جو مفتی ماجن پر کیا جائے۔

وجہ: مفتی ماجن دوکانوں سے بزازوں کو پاس جیلے کھولے بیٹھا رہتا تھا۔ لوگ اس کی سخاوت سے اپنے شوہروں کے مال سے کپڑا وغیرہ خرید کر لے جاتے تھے۔

(۸) جاہل طبیب پر حجر

اور طبیب جاہل پر۔

فائدہ: طبیب جاہل وہ ہے جو بیماری کے علاج کا طریقہ نہ جانتا ہو۔ یا کمزور مریض کو طاقت بڑھانے والی دوا دے جائے۔ اور جب کہ وہ مریض پرہیز نہ کرے تو اس پر حجر ضروری ہے کذا فی الاختیار۔

(۹) مزارع مفلس پر حجر

وہ حجر جو مفلس مزارع پر کیا جائے۔

(۷) مفتی ماجن پر حجر

وہ حجر جو مفتی ماجن پر کیا جائے۔

وجہ: مفتی ماجن دوکانوں سے بزازوں کو پاس جیلے کھولے بیٹھا رہتا تھا۔ لوگ اس کی سخاوت سے اپنے شوہروں کے مال سے کپڑا وغیرہ خرید کر لے جاتے تھے۔

(۸) جاہل طبیب پر حجر

اور طبیب جاہل پر۔

فائدہ: طبیب جاہل وہ ہے جو بیماری کے علاج کا طریقہ نہ جانتا ہو۔ یا کمزور مریض کو طاقت بڑھانے والی دوا دے جائے۔ اور جب کہ وہ مریض پرہیز نہ کرے تو اس پر حجر ضروری ہے کذا فی الاختیار۔

(۹) مزارع مفلس پر حجر

وہ حجر جو مفلس مزارع پر کیا جائے۔

(۱۱) زائد مقروض پر حجر

فصل ۱ (۱) باب الحجر ۲ (۲) والحجر بالاحتلام والحبل ۳ (۳) فان لم یوجد فالحبل بعد تمام خمس عشرۃ سنۃ وقیل سبع عشرۃ وقالا فیهما تمام

فصل عدم بلوغ کے بیان میں

(۱) لڑکے کے بلوغ کا ثبوت

(۲) لڑکی کے بلوغ کا ثبوت

(۳) بلوغ کی عمر

(۴) بلوغ کی ادنیٰ عمر

کتاب المأذون

الفقیہ فلا یختص بتصرف وفیہ خلاف الشافعی رحمہ اللہ ولہ ان فی نوع من التجارۃ عمہ اذنہ فی الانواع وکذا الدلیل لعمہ عبادہ رضی اللہ عنہ فی نوع دلالۃ فیعمل عند عمہ وکذا الدلیل الذی احالہ کان ظہر کذا بخلاف ما اذا قال بعض قال فعلی ما سیجیء ان الاذن

(۱) اذن کی تعریف

اذن کہتے ہیں کسی کو اس کے مملوک کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت دینا اور اس کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے مملوک کو تجارت کرنے کی اجازت دینا اور اس کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے مملوک کو تجارت کرنے کی اجازت دینا اور اس کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے مملوک کو تجارت کرنے کی اجازت دینا۔

(۲) غلام ماذون کی حیثیت

جب مولیٰ نے اپنے غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دے دی تو اس کے بعد غلام نے جو خرید و فروخت کی اس کا حکم مولیٰ کی طرف منتقل ہوگا اور اس کے ذمہ جو قرض ہوگا وہ مولیٰ سے وصول کیا جائے گا اور غلام نے جو چیز فروخت کی اس کی قیمت مولیٰ سے طلب کی جائے گی اور غلام نے اپنے لئے جو خریدا اس کا مالک مولیٰ ہوگا اور مولیٰ سے طلب کر

ملک ان سے لے لی جائے گی۔

(۳) اذن و تصرف کا مقید ہونا

جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اذن کی تعریف کر دی تو اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ اذن دو طرح کا ہوتا ہے ایک مطلق اذن اور دوسرا مقید اذن۔ مطلق اذن یہ ہے کہ مولیٰ نے اپنے مملوک سے کہا کہ میں نے تجھ کو تجارت کرنے کی اجازت دی اور اس کے بعد اس غلام نے ایک قسم کی تجارت کا اذن پایا اور مقید اذن یہ ہے کہ مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو فلاں تجارت کا اذن دیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اب اپنے غلام کو فلاں تجارت کا اذن دیا تو اس کے بعد اس غلام نے اس تجارت کے علاوہ دوسری تجارت کی تو اس کا حکم مولیٰ کی طرف منتقل نہ ہوگا اور اس کے ذمہ جو قرض ہوگا وہ مولیٰ سے وصول نہ کیا جائے گا اور غلام نے جو چیز فروخت کی اس کی قیمت مولیٰ سے طلب نہ کی جائے گی اور غلام نے اپنے لئے جو خریدا اس کا مالک مولیٰ نہ ہوگا بلکہ یہ تمام چیزیں خود غلام کے لئے ہوں گی۔

(۱) وبسبب دلالۃ فجعلوہ سیدہ بیع وبشری وسکت ماذون هذا عندنا خلافا لزفر والشافعی وسما یکون ماذونا دعا للغرور وصریحا (۲) فجواب مطلقا صح کل تجارۃ منہ احتیاجا بخصیص النبی بالذکر فی الروایات ان ذلک غلبی الحکم عنا عدا فتعمیم الصبرۃ احتیاجا یختص بہ اذا اضیق امامہ فیہ فعندنا یعم التجارات خلافا للشافعی فیع وشری رکوبین فاحش ولا یصح عندهما بالغبن الفاحش لانہ تبرع ولہ انہ من باب التجارۃ وہو کما یعلمہ ویرهن ویرهن ویقبل الارض ای ماخذہ فانا بالاستیجار والمساقاۃ وماخذہا وزارعہ وبشری بذرا یزرعہ ویشارک عنا بالمال عندا خلافا لهما بالمزارعۃ علی المناصفۃ وبدفع المال ماخذہ مضاربۃ ویستاجر ای یستاجر شیئا کالاجیر والبیت وقیدہ بہ یرهن عبدہ هذا عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ ویقرضہ ویغصب ویدین ویستاجر طعاما بسرا

والضعف من نظمه وبخط من اسمه محمد فقد عقد ولا يتزوج ولا يزوج رقيقه وعند ابي يوسف يزوج الامة لانه تحصيل المال لمولاها الا فيما ليس من التجارة ولا يكاتب ولا يعتق اصلا ولا يقرض ولا يبيع نسيئة وقالا الامام للمرأة ان يتصدق لشيء يسير كالرغيف عادة ما في بيت زوجها هذه السنة ليس من هذا الباب لكنه ذكرت القياسية فان المرأة مأذونة عادة بهذا

(۴) وراثت وصراحت سے اذن کا ثبوت

اور وراثت سے اذن کا ثبوت اس طرح ہے کہ جب غلام کے مولیٰ اس کو خرید و فروخت کرتے دیکھیں اور چپ رہیں تو اذن ہو جاتا ہے اور صراحت سے اذن اس طرح ہے کہ مولیٰ غلام سے کہے کہ میں نے تجھ کو اذن دیا یا تو تجارت کر یا اس کے مانند کوئی اور لفظ کہے۔

(۵) مطلق اذن کا تمام اقسام تجارت کو شامل ہونا

اور مطلق اذن (یعنی تمام اقسام تجارت کو عام ہونا) تو یہ ہے کہ غلام کو خرید و فروخت کرنے اور قرض لینے اور دینے اور رہن لینے اور دینے اور امانت رکھنے اور ودیعت قبول کرنے اور ہبہ کرنے اور صدقہ کرنے اور قرض دینے اور ادھار بیچنے اور کتابت کرنے اور آزاد کرنے اور عورت سے نکاح کرنے اور اپنی لونڈی کا نکاح کرنے اس کے لئے اذن دیا جائے۔ تحصیل مال ہے اور عورتیں کی مثل ہے کہ وہ تجارت کیلئے اذن دینے کا تقاضا کرے اور قرض لینے اور قرض دینے اور ہبہ کرنے اور صدقہ کرنے اور عاریت پر کپڑا دینے اور عاریت پر کپڑا لینے اور عاریت پر کپڑا دینے کے لئے اذن دینے کا تقاضا نہیں کرتی اور نہ ان کے لئے اذن ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرنے اس کے لئے اذن نہیں کیونکہ تحصیل مال نہیں اور عورتوں کی مثل ہے کہ وہ تجارت کیلئے اذن دینے کا تقاضا کرے اور قرض لینے اور قرض دینے اور ہبہ کرنے اور صدقہ کرنے اور عاریت پر کپڑا دینے اور عاریت پر کپڑا لینے اور عاریت پر کپڑا دینے کے لئے اذن دینے کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ اپنے خاوند کے گھر میں سے تھوڑی سی چیز کا صدقہ کرنا اور ہبہ کرنا عادۃً اس کے خاوند کی رضامندی پر ہوتا ہے (یہ مطلب اگر یہ ہے کہ اس باب سے نہیں ہے جس میں عورت کو بلا صریح اذن کے تجارت کا حق حاصل ہے اس لئے کہ عورت کو بھی اس قدر صدقہ کیلئے بلا اذن ہے عادۃً کذا فی الاصل)

(۲) وكل دين وجب بتجارة او بما هو في معناه كالبيع والشراء، وتجارة المستحاد وعوم وودية وغصب واعاد حمله، وعقر وجب برطي مستبرئة بعد الاستحقاق يتعلق برقبة يباع فيه ويقسم بينهم بالحصص وبكسبه حصل قبل الدين او بعده وبما اتهب اي بما رهب انه قبل البيع بعد عتقنا وقال زفر والشافعي لا يباع هو في الدين لكن يباع كسبه لان غرض المولى تحصيل ما لم يكن لا فوت ما قد كان ولنا ان الدين ظهر في حق المولى فيتعلق برقبته دفعا للضرر عن الناس (بما اخذه سيده بعد قبل الدين وطلب بعد بقي بعينه عبده اي ادا قضي دينه من كسب رقبته اذا بعت وفي كسبه فان بقي شيء من الدين طولب به اذا اعتق بن وقصد احدهما عتقه مع وجودين وما زاد للغرماء (۹) وينحجران اي هذا عندنا وعند الشافعي

(ویحجر علی الماذون لا بالقول لا بالفعل فانہ یصح ای لا یزول ولیا ان دلالۃ الحجر قاصرۃ لان المولی لا یرضی بانحطاط حقہ حال یسیرہ ما لا ذا لامہ صریحا فیزول بزوال الدلالۃ او مات سیدہ وھی مطلقۃ او نحو تدبیر الحرب مریض و حجر علیہ مشروط ان یعلم ھو واکثر اھل سوقہ دفعا لضرر عن الناس والامۃ ان استولدھا ای تحجر الامۃ ان استولدھا سیدھا وعلم بہ لانتحجر لانہ یجوز ان المستولدۃ قلنا فیہ دلالۃ الحجر اذ لظاھر انہ لا یرضی ان تخرج ویعامل مع الناس لکن اذا اذنھا فالصریح یبطل دلالۃ الحجر لان ضررھا وضمن قیمتھا للغریم ای فی صورۃ الاستیلاد والتدبیر ان کان علی المستولدۃ وعلی المدبرۃ دین محیط غرم السید قیمتھا ولا یغرم ما زاد علی القیمۃ لانہ لم یحبس الا لرقبۃ تعلقہ قیمتھا

(۶) غلام ماذون کے قرضے اور تاوان

جب غلام ماذون پر واجب دین تجارت کے سبب سے ہے یا اس نے وصیت اور پیدا ہوا۔ التجار کے سبب سے یا جنایت کے تاوان سے جیسے کہ ماذون نے غصب اور امانت کا مال کا ماذون نے انکار کیا اور وہ ہلاک ہو گیا واجب ہوا مولی سے اس کی قیمت کی تعلق ہونے کے اتفاق اور اختلاف سے متعلق ہوگا اس غلام کی ذات سے بیچ جائے گا اور اس دین میں اور جس کی ثمن تقسیم ہوگی تعلق خواہوں کو اور حصہ رسد ہوگا اور اس کی کمائی سے جو کچھ دین کے ہو یا بعد دین کے غلام اس نے جو چیز اس کو دیدی گئی تھی اور اس نے اس قبول کر لی تھی۔

فائدہ: یہ غلام غریب ہے اور ذکر اور تاخیر کے ساتھ ایک دوسرا دین بھی دینے پائے گا جو کہ اس کی کمائی دینی جائے گی اس واسطے کہ مولی کی طرف ان سے انتقال اس کی کمائی سے ہمارا مسلک ہے تو اس چیز کا جو اس کو حاصل تھا اور جو کہتے ہیں کہ اس غلام کو دینے کے حق میں تو متعلق ہوگا اس کے دینے سے لوگوں کو ضرر نہ ہو۔

تو لیکن دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو کہ ماذون کے موں نے اس کے لیے تو قبل لحوق دین کے اور دین

کہ کسب اور کمائی غلام سے بھی باقی رہے تو اس کو مولیٰ اس سے آزاد ہونے کے حد کیا جاوے گا۔

فائدہ: اور دوسری بات چاہا ہے وہ یہ ہے۔

(۷) مولیٰ کا ماذون سے مقررہ رقم لینا

جو کہ کوئی ماذون سے رقم مقرر لینا تو قبل لحوق دین کے اس سے پھر گیا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہے۔ (اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہ ہو بعد لحوق دین کے لیکن اس واسطے لیا جائز ہوا کہ آقا مولیٰ اس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کرے تو کمائی کا روپیہ ضائع ہو جاوے اور دین والوں کو نقصان ہوگا اور اس سے بچنے کے واسطے قرار دیا گیا۔

(۸) عہد ماذون کا مجبور ہو جانا

اور عہد ماذون اگر پھر جاوے تو مجبور ہو جاوے گا اور وہ تاخیر کے نزدیک مجبور نہ ہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آق کا صحیح ہے اس واسطے کہ بعد آقا مولیٰ اذن کے نہیں اور ہمارا یہ کہنا ہے کہ رجوع تجری کا ظاہر ہے اس لئے کہ مولیٰ ازالہ اپنے حق کا غلام پر کسی دین کے ہونے پر راضی نہ ہوگا اور جب اس کو اذن صریح دیدیا تو اس سے اجازت پھر فوت ہو

(۹) مجہول ہونے کے بعد اقرار

اگر غلام مجہول ہونے کے بعد اس نے اقرار کیا کہ
مال سے ہے یا مولیٰ سے ہے یا اپنے پاس سے ہے تو قرض کا
اقرار کرنے والا صحیح ہوگا

(۱۰) زوائد کا وہ مال جس پر قرض محیط ہے

اگر غلام پر اس قدر قرض ہو جو اس کی قیمت اور مال
کو محیط ہو تو اس کا مال نہیں ہوگا

ہاں واسطے تجارت غلام کی تو مولیٰ کی کمائی میں شریک ہوگا اور امام صاحب کہتے ہیں کہ سب کمائی مولیٰ کی ہے اور یہ مسئلہ اس طرح سے ہے کہ عورت نے اپنے غلام کو اپنے بچے کی دودھ پلانے کی اجرت پر دیا ہو اور غلام نے اس عورت سے اجرت مقرر کرنے سے پہلے کچھ کمایا ہو تو امام صاحب کے نزدیک وہ کمائی مولیٰ کی ہے اور صاحبین کے نزدیک غلام کی ہے۔

تیسری صورت میں اگر مولیٰ نے غلام کو تجارت کرنے کا وکیل کیا ہو تو امام صاحب کے نزدیک وہ صاحبین کے نزدیک وکیل ہوجائے گا اور جو کچھ اس نے کمایا ہے وہ اس کی قیمت کا ہوگا (کذا فی الاصل) اور جو چیز اس کے پاس امانت یا ودیعت ہو گی تو غلام کا نہ مولیٰ کے آزاد کرنے سے آزاد ہوجائے گا

(۱۱) ماذون کا مولیٰ کے ہاتھ چیز بیچنا

اور جب ماذون اپنے مولیٰ کے ہاتھ کچھ تجارت کی چیز فروخت کرے تو مولیٰ اور مولیٰ اس کے ہاتھ کوئی

---

(۱۲) وله حبس مبيعه قبضه ای لبائعه ولایة حبس المبيع بقبض الثمن فاذا سلم المبيع فلا قبض الثمن فلو حبسه فی الثمن ثم ہلک فی یده سقط الثمن وهذا لان الثمن والمثمن لا یستوجب علی صاحبه دیانة قبل الثمن وصح اعتاقه مدیونا ای صح اعتاق المولی العبد المأذون حال کونه مدیونا سواء کان الدین محیطا برقبته ولم یکن لان ملکه فیه باق وضمن السید الاقل من قیمته وقیمته ای اذا کان الدین اقل من القیمة یضمن الدین اذ الاحق للغرماء الا فی الدین وان کان القیمة اقل من الدین یضمن القیمة لانه تعلق حقهم بالرقبة وهو تالفها وهو لا یضمن قیمته نفسه ای ضمن لغرمائهم الذی عتق فضل قیمته علی الدین (۱۳) او فی بیع عبد ماذون محیط برقبته وعبد مشتری اجر المبیع بعیبه وله ثمنه او ضمن المشتری او البائع قیمته فان ضمنه ای البائع رد علیه بعیب مرجع البائع علی المبیع بقیمته وعاد حقه فی العبد ای رجع البائع علی المبیع وعاد حق المبیع فی العبد فان باعه سیده معتقه بدینه للمبیع رد بعیبه ان لم یقض قیمته الیه وان رضی ولا معاملة فی ابیع الا ترانها قائمة بعینها فان البائع اذا ضمن المشتری یرد علی العبد

لعین والمشتری یعلم بذلک فوجهان بعد البیع برضاء البائع والمشتری یعلمون ان مع هذا یکون للعلم مدة ولو بعد البیع اذا لم یعلم البائع وقت البیع ولا یعلم المشتری ذکر فیه ان للمشتری الخیار ولا امکان ان یقال ان وقوع المجادلة بعد البیع لا یخاصم المشتری ذکر فیه ان عاب بائعه اذ کان البائع غاب والمشتری حاضر للعلم فالظاهر ان لا یخاصمه عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله لیس خصما له وعند ابی یوسف هو خصمه ویقضی بغیبته لانه یدعی الفسخ لنفسه فیکون خصما لکن من یدعی ان المدعو یقضی فسخ العقد وفی الفسخ قضاء علی الغائب ولو المشتری غاب وباعه ما کان له ان یرده وجحود قبض ما دون عشرة دراهم او قال ما عبد فلان مأذون فی التجارة وبیشتری ویبیع ویؤاجر وکذا ان سکت عن الاذن والحجر فان نصرفه دلیل علی انه ولا یباع لغیبة الا اذا اقیمت بینة بانه لابی المولی وقال ولی لابن فالقول لابن المولی لانه یعترض حق والمغلوب لتناسر لانه متمسک علی الغیر فلا یزال المولی لم یعرفه

(۱۲) مولیٰ کا ثمن کے لئے مبیع روکنا

اور مولیٰ کا حق ہے کہ مبیع کو روکے رہے اپنے ثمن کے لئے اگر چہ مال مؤجل ہو اور مبیع اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے مولیٰ کی تقصیر کے بغیر تو ساقط ہو جائے گا اس کے لئے اس کی قیمت میں سے اس لئے کہ مبیع اس کے ہاتھ میں امانت ہے اور امین امانت میں سے اس کا حق ساقط ہو جاتا ہے اس لئے کہ مولیٰ کا حق ثمن میں مبیع کے ساتھ وابستہ ہے اور مبیع اس کی قیمت سے زیادہ ہو یا برابر ہو یا کم ہو اس کا یہی حکم ہے۔

فائدہ: یعنی اگر بیچ تلف ہو گئی بعد قبض کے دینے والے کے اور مبیع کی قیمت سے زیادہ ہو گئی تو مولیٰ صرف قیمت دینے سے آزاد ہو جائے گا اس لئے کہ ثمن خود مبیع کا قائم مقام ہے پس مبیع کی زیادتی سے ثمن کی زیادتی کا کیا تعلق ہے یا قیمت کا تاوان اس پر نہیں ہوگا کما فی الاصل۔

(۱۳) مقروض غلام کو مشتری کا تاجر بنا دینا

ایک شخص نے اپنا غلام بیچا تھا اور ابھی مولیٰ نے اس کو تاجر نہیں بنایا تھا قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ خواہ بیع کو رد کر دیں یا مشتری کو دیں کہ

سے اس کی قیمت لے لیں یا غلام کو اجازت دیں کہ وہ تجارت کرے اور اس کی کمائی سے اپنا حق وصول کر لیں اور اگر غلام نے کچھ مال بیچ کر اپنے پاس رکھ لیا ہو تو اس کو بھی اختیار ہے کہ چاہے تو بائع سے قیمت لے کر قرض خواہوں کو دیدیں تو اس سے اب لے لیں پھر یہ قرض خواہوں کا حق ہے غلام سے متعلق ہو جائے گا اور اگر غلام نے کچھ مال بیچا اور پیچھے وقت مشتری کو واپس دیا تو غلام کا قول معتبر ہے اب بھی قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ چاہے تو بیع کو رد کر دیں اور اس کی قیمت لے لیں اور اگر بیع تلف ہو گئی اور قیمت سے بڑھ گئی تو بائع کا حق ہے کہ زیادتی کو لے لے اور اگر مشتری نے غلام کو تجارت کی اجازت دیدی اور غلام نے کچھ مال بیچ کر اپنے پاس رکھ لیا ہو تو بائع کا حق ہے کہ اس کو لے لے اور اگر مشتری نے غلام کو اجازت دیدی اور غلام نے کچھ مال بیچ کر اپنے پاس رکھ لیا ہو تو بائع کا حق ہے کہ اس کو لے لے اور اگر مشتری نے غلام کو اجازت دیدی اور غلام نے کچھ مال بیچ کر اپنے پاس رکھ لیا ہو تو بائع کا حق ہے کہ اس کو لے لے

(۱۲) وتصرف الصبي النافع نفعا لا ضرر فيه كالاسلام والاتهاب صح للاذن (۱۳) وان ضر كطلاق واعتاق لا وان ذن له ومانع ضرر كالبيع والمأذون عاقل بالغ وله الحجر بالاقلة القاصرة في النافع وشرطا للكفالة في الضرر وفقد للضرر وانضماما (۱۴) الولي في المتردد بينهما وعند الشافعي رحمه الله لا تصح تصرفه بالتجارة الولي فيكفا لا تصح اصلا (۱۵) وسرحة ان يعقل البيع مال للمملك وتضرر حياته (۱۶) وولية ابوه ثم وصيه ثم جده ثم وصيه ثم القاضي او وصيه اذا قال ثم وصيه في الاولين وقال ابو يوسف في الاخيرة لان رضي الاب من استخلفه بعد موته في التصرف في مال ولده وهذا الذي ذكره في التصرف حال حياته فوكيل لا وصي وكذا في الجد واما وصي القاضي فهو الذي اقيم بالتصرف في مال اليتيم فهو يتصرف في حال حيوة القاضي وبعد موته وعميا مع ان الاصل هو الاستخلاف بعد الموت لان عدا يصير حينئذ ثلاث فان الاب جعله وصيا فان قتل القاضي يتسر كفعله فصغي الكلام ان ولية ابوه ثم وصيه بعد موته ثم الحكام لم يكن الاب ولا وصيه ولا وصيه بعد موته ثم القاضي او وصيه فيهما تصرف صبح (۱۷) ولو اقربه بعد موته من كسبه او ارثه صح دون الاول ولا دين الحجر بالتجارة صبح فزاره بكسبه لانه من تمام التجارة لا لو نهم يصح الزاره لانه يتهمه فيه مع ان اقراره الولي لا يتبع لانه اقرار على الغير واقرار المرء على نفسه وعلى الحجر ارتفع بالاذن فصار كالبالغ تصح الزاره بالارث ايضا في ظاهر الرواية وعن ابي حنيفة انه لا يصح في الارث لانه انما يصح في كسب لانه من توابع التجارة ولا كذلك في الارث

(۱۲) اور نابالغ کا تصرف جو نفع محض ہو اور ضرر نہ ہو جیسے اسلام لانا اور ہبہ کرنا صحیح ہے اس کی اجازت سے (۱۳) اور اگر ضرر محض ہو جیسے طلاق دینا اور آزاد کرنا یا ضرر اور نفع دونوں کا احتمال ہو جیسے خرید و فروخت تو صحیح نہ ہوگا اگرچہ اس کا ولی اجازت دے دے اور ماذون کے لئے عاقل بالغ ہونا شرط ہے اور تجارت کے ذریعہ اس کو محجور کرنا صرف اس صورت میں درست ہے جب کہ اس کے قلیل و کثیر ہر قسم کے تصرفات سے ضرر لاحق ہوتا ہو اور کفالت کے لئے ضرر کا ہونا شرط ہے اور ضرر کے نہ ہونے کی صورت میں اس کی کفالت صحیح ہے اور جس تصرف میں نفع و ضرر دونوں کا احتمال ہو اس میں ولی کا شامل ہونا شرط ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے تصرفات کی بالکل صحت نہیں ہے (۱۴) اور نابالغ کے لئے تصرف کی صحت کی شرط یہ ہے کہ وہ اتنا سمجھ رکھتا ہو کہ بیع کو جانتا ہو اور اس کا مال ملکیت کے لئے ہو اور اس کی حیات کو ضرر نہ ہو (۱۵) اور نابالغ کا ولی اس کا باپ ہے پھر اس کا وصی پھر دادا پھر دادا کا وصی پھر قاضی یا قاضی کا وصی ہے (۱۶) ابو یوسف رحمہ اللہ نے آخری صورت میں کہا ہے کہ قاضی کا وصی اس وقت ولی ہوگا جب کہ باپ نے اس کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال میں تصرف کرنے کا وصی بنایا ہو اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ باپ نے پہلے دو کے بعد تیسرا وصی مقرر کیا ہو اور اگر باپ نے پہلے دو کے بعد تیسرا وصی مقرر نہ کیا ہو تو حکام ولی ہوں گے اور اگر باپ نے قاضی کو وصی بنایا ہو اور قاضی نے اپنا وصی مقرر کر دیا ہو تو قاضی کا وصی ولی ہوگا (۱۷) اور اگر نابالغ نے بالغ ہونے کے بعد اپنے باپ کے ترکہ یا کسب سے کسی چیز کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے اور اگر اپنے کسب کے علاوہ کسی اور چیز کا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہے

(۱۴) نابالغ کا نافع تصرف

نابالغ کا تصرف اگر محض نافع ہو جیسے اسلام لانا اور ہبہ کرنا تو صحیح ہے اس میں ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور جس تصرف میں ضرر محض ہو جیسے طلاق دینا اور آزاد کرنا تو صحیح نہیں ہے اگرچہ ولی اجازت دے دے اور جس تصرف میں نفع و ضرر دونوں کا احتمال ہو جیسے خرید و فروخت تو اس میں بھی ولی کی اجازت ضروری ہے

فائدہ: اگر نابالغ عقل رکھتا ہو تو اس کے لئے اسلام قبول کرنا صحیح ہے اور اس کے قبول کرنے کی وجہ سے اس کے ماں باپ میں سے کسی ایک پر بھی اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا ہو اور نابالغ صبی عقل رکھتا ہو تو اس کا اسلام صحیح ہے اور اس کے بعد ماں باپ میں سے کسی پر بھی اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر نابالغ صبی عقل نہیں رکھتا ہو تو اس کا اسلام صحیح نہیں ہے اور اس کے بعد ماں باپ میں سے کسی پر بھی اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر نابالغ صبی عقل نہیں رکھتا ہو تو اس کا اسلام صحیح نہیں ہے اور اس کے بعد ماں باپ میں سے کسی پر بھی اسلام پیش کیا جائے گا

اشارت ہے ۔ یہ شعر سفدکو الی الاسلام ظفرا علاما ماملت ان حلیم اس مدائح ہو میں تم پر طرف سلام کے سب پر ہاں کہ میں اس کا تھا کہ ان ہمارا مہ کو میں پہنچ تھا ۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ضعیف کیا اس کو اور ابن حبان نے اور ابن عساکر نے تاریخ میں ۔

(۱۵) نابالغ کا مضر تصرف

اور جو شخص نابالغ ہو اس کا بیچنا اور اقرار دینا اور ہبہ دینا اور عتاق اور صدقہ اور ہبہ اور قرض دینا اور ان کے سوا اور تصرف جن میں نقصان ہو اس کا مال ہے جیسے بیع

کبیرۃ عینہ او زیادۃ المغصوب لا تکون مضمونۃ عندہ خلافا لہما لان اسباب الہبۃ منحلۃ عندہ الہبۃ وہبۃ لا اعتداد بہ کغصب الغصب لہما وہبۃ ناقلۃ فی الصحیح (۱) فاستہلاکہ الفعد وحبس الدابۃ غصب لاجلولۃ خلافا لہما فی الاول فلہما ان مکان ابی مکان وفی الاخر الساقط علی عادتہ وہو معنی قولہ لہما یکون ابراء للمستعیر فی غیر عبد الاجنبی بعد الہلاک عن المستاجر فی ہلاکہ واستہلاک العبد حتی قبع الاجر عنہ ولہما ان التقویم مستند الی اتلافہ ولہذا یجب بہ وحقوق ہذا الباب یرد الامان مراد علی عبد التعریف لانہ سبب الحقیقۃ فیجرح لہ (۲) وحکمہ ان لہ ان یطالبہ (۳) ویرد عین ما غصبہ والعود ہالکا

(۱) غصب کی تعریف

وہ لفظ جو غصب کرنے والے کی طرف سے ہو جس سے یہ بات سمجھ میں آئے کہ غصب کرنے والے نے اپنے مال کو غصب کی گئی چیز کے مالک کے مال سے بدل دیا ہے اور اس کی طرف سے اس کا قبضہ کر لیا ہے۔

اگر غصب کرنے والے نے غصب کی گئی چیز کو ہلاک کر دیا یا اس کی شکل بدل دی جس سے اس کی منفعت میں اضافہ ہو گیا جیسے گندم کو پیس کر آٹا بنا دیا یا اس کی قیمت بڑھ گئی جیسے کپڑے کو سی کر کپڑا بنا دیا تو غصب کرنے والے کا اس چیز سے اپنا حق ساقط ہو جائے گا اور اس کے مالک کا حق اس کی طرف لوٹ آئے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ غصب کرنے والے نے غصب کی گئی چیز کو اس کے مالک کے ہاتھ فروخت کر دیا یا اس کو ہبہ کر دیا یا اس کو رہن رکھ دیا یا اس کو کرایہ پر دے دیا یا اس کو امانت کے طور پر رکھ دیا یا اس کو مضاربت پر دے دیا یا اس کو شرکت میں دے دیا یا اس کو بطور بضاعت دے دیا یا اس کو مال مشترک کے طور پر دے دیا یا اس کو بطور ودیعت دے دیا یا اس کو بطور عاریت دے دیا یا اس کو بطور اجارہ دے دیا یا اس کو بطور وکالت دے دیا یا اس کو بطور وصیت دے دیا یا اس کو بطور ہبہ دے دیا یا اس کو بطور صدقہ دے دیا یا اس کو بطور ہدیہ دے دیا یا اس کو بطور قرض دے دیا یا اس کو بطور ضمان دے دیا یا اس کو بطور کفالت دے دیا یا اس کو بطور حوالہ دے دیا یا اس کو بطور ابراء دے دیا یا اس کو بطور صلح دے دیا یا اس کو بطور بیع دے دیا یا اس کو بطور اجارہ دے دیا یا اس کو بطور وکالت دے دیا یا اس کو بطور وصیت دے دیا یا اس کو بطور ہبہ دے دیا یا اس کو بطور صدقہ دے دیا یا اس کو بطور ہدیہ دے دیا یا اس کو بطور قرض دے دیا یا اس کو بطور ضمان دے دیا یا اس کو بطور کفالت دے دیا یا اس کو بطور حوالہ دے دیا یا اس کو بطور ابراء دے دیا یا اس کو بطور صلح دے دیا یا اس کو بطور بیع دے دیا

(۲) غیر کے لئے کام اور مزدوری لینا

اگر غصب کرنے والے نے غصب کی گئی چیز سے کام لیا جیسے غلام سے خدمت لینا یا جانور پر سواری کرنا یا اس کو کرایہ پر دینا تو اس پر ضمان واجب ہو گا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غصب کی گئی چیز سے کام لینے کی وجہ سے ضمان واجب نہیں ہو گا۔ صاحبین رحمہما اللہ کا اختلاف اس صورت میں ہے جب غصب کی گئی چیز کو اس کے مالک کے ہاتھ فروخت کر دیا یا اس کو ہبہ کر دیا یا اس کو رہن رکھ دیا یا اس کو کرایہ پر دے دیا یا اس کو امانت کے طور پر رکھ دیا یا اس کو مضاربت پر دے دیا یا اس کو شرکت میں دے دیا یا اس کو بطور بضاعت دے دیا یا اس کو مال مشترک کے طور پر دے دیا یا اس کو بطور ودیعت دے دیا یا اس کو بطور عاریت دے دیا یا اس کو بطور اجارہ دے دیا یا اس کو بطور وکالت دے دیا یا اس کو بطور وصیت دے دیا یا اس کو بطور ہبہ دے دیا یا اس کو بطور صدقہ دے دیا یا اس کو بطور ہدیہ دے دیا یا اس کو بطور قرض دے دیا یا اس کو بطور ضمان دے دیا یا اس کو بطور کفالت دے دیا یا اس کو بطور حوالہ دے دیا یا اس کو بطور ابراء دے دیا یا اس کو بطور صلح دے دیا یا اس کو بطور بیع دے دیا

(۳) غصب کا حکم

اور حکم غصب کا یہ ہے کہ غاصب کا مالک کو واپس کرنا

کا حکم دیا ہے۔

قولہ ومن غصب جاریۃ فاستولدھا الخ: جس شخص نے کسی کی لونڈی غصب کی اور اس لونڈی سے اس غاصب کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کی قیمت اس غاصب پر لازم ہوگی۔ اس لئے کہ اس نے اس بچہ کو ضائع کیا ہے اور اس لئے بھی کہ اس نے اس بچہ کو رقیق بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ اس نے اس بچہ کو اس کے مالک کی ملکیت سے نکالا ہے اور اس لئے بھی کہ اس نے اس بچہ کو اس کے مالک کے حق سے روک

(۵) تاوان کا معیار

تو ہم جس سے وہ لے گا وہ اس مثلی کے جیسے ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اس لئے کہ ہم اس کو ذکر کرتے ہیں جو قیمت کے ذریعہ ضمان میں داخل ہوتا ہے جیسے اتلاف وغیرہ اس میں جس کا بیان گزرا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ مثلی سے تاوان خصوصت کے دن اس کی قیمت ہوگی جو اس دن شہر کے بیچ قرار دی جائے گی۔

(۲) فإن انقطع المثل فقيمته يوم خصومتهما هذا عند أبي حنيفة لأن القيمة يجب يوم الخصومة وعند محمد يجب يوم الانقطاع لأنه حينئذ يقضى المثلي بالقيمة وعند أبي يوسف يوم تحقق السبب وهو الغصب ذكره الحاكم الشهيد وجه قول أبي حنيفة أن المثل هنا انقطع انقطاعا لا يرجى عوده فصار كما لو انقطع من يده في يوم الخصومة والقيمة يعتبر يكثرة الرغبات وقلتها وفي المعدوم هذا معنى لا يعتبر وقت الانقطاع لاستحالة أن يجعل له وجود ثم يقال لي القيمة في هذا اليوم أدنى يوم جرت فيه المعاملة بين الناس فيجب عند وجود المثلي يرد يقضي إلى القيمة وعند عدمه لا قيمة له وفي غير المثلي قيمة يوم غصبه كذا في المحيط وفي الينابيع الذي عند ويكون قوله معاونة لا إيراد فهنا ما يقابل بالثمن مبنياً على القدر كما يجيء إن شاء الله تعالى عند البيع من غير أن يقول باع العنز عشرة بكذا (۲) فإن ادعى الهلاك حبس حتى يعلم أنه لا يقي لا يظهر ثم قضي عليه بالمثل وشرطه كون الخصوص مقيماً

(۲) اگر مثلی چیز منقطع ہو جائے تو ہمارے اور ان کے درمیان خصومت کے دن اس کی قیمت واجب ہوگی یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی وہ واجب ہے اور امام محمد کا قول ہے کہ قول امام ابوحنیفہ کا صحیح ہے اور تحقیق میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور ہمارے زمانہ میں لوگوں کے قول کو اختیار کیا ہے اور زیادہ واضح وہی ہے جو محمد کے قول کو مختلف بنا کر کہا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ اور دلائل سب کے سب اسی میں مذکور ہیں۔

(۶) غیر مثلی چیز کا تاوان

اور وہ چیز غیر مثلی ہے جیسے وہ چیزیں جو ذکر کرنے سے بیان ہوئی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں تو مثلی جانور کی قیمت غصب کے دن ہوگی اور غیر مثلی کی قیمت اس دن ہوگی جس دن اس کو غصب کیا ہے۔

فائدہ: اس عربی چوتھی کلوط اور غیر محض سے ہے جیسے ہیرا اور موتی اور جواہر یاقوت وغیرہ اس کی مثل زمانوں کے مختلف ہونے اور مختلف ہونے کی وجہ سے نہیں پائی جاتی ہے اور مثلی جیسے گیہوں اور چاندی وغیرہ ہے۔ فاعلم۔

فائدہ: جانور وغیرہ مثلی ہوتا ہے اگر وہ غیر مثلی ہو جائے جیسے کہ غصب کیا ہوا جانور ایک آنکھ سے کانا ہو جائے یا قیمت اگر وہ غیر مثلی ہو جائے اور جو ایک نے لیا اور وہ شے مغصوب غاصب کے پاس تلف ہو گئی اور غاصب نے اس کی قیمت ادا کر دی مالک کو پھر وہی اس کے پاس تلف ہوئی اور دونوں نے کوئی حاکم کیا تو کوئی غاصب سے نہیں لے سکتا۔

(۷) غاصب کے لئے قید

اور قید کیا جائے غاصب میرے پاس تلف

(۸) فلو غصبا عقارا وهلك في يده لم يضمن هذا عندهما خلافا لابي يوسف وعند محمد والشافعي رحمهما يخير فيه الغاصب اما عند الشافعي فلان الغصب هو اثبات اليد المبطلة فيتحقق عليه واما عند محمد فلان الغصب وان كان ضمنه ما ذكره لكن لزالة الملك في العقار يكون بما يمكن فيه لا بالنقل وهما يقولان ان الغصب اثبات اليد بازالة يد المالك بفعل في العين وهو لا يتصور في العقار لان يد المالك لا تزول الا ما جوانبه عنها وهو فعل فيه لا في العقار فصار كما اذا قعد المالك عن الدور شيء رضمن ما نقص بفعله كنقاد وزرعه او باجارة عند غصب اي عند غصب العقار وغيره اما في العقار كالسكنى والزرع وفي غير العقار كما اذا غصب عبدا فاجره فعمل فعرض له مرض او بحالة تنقص (۹) وتصدق باجرة راجر مستعاره وربح حصل بالتصرف في مودعه او مضمونه منعنا بالاشارة وبالشراء مدرهو الوديعة والغصب ، وشملها قال اشتريته وبعته غيرها تواني غيرها وشملها او اطلق وشملها لانه بمعنى اني تصدق عندابي حنيفة ومحمد خلافا لابي يوسف باجر غصب فاجره واخلا الاجرة فكذا باجرة عند مستعار فاجره واحد اجره وكما تصدق بربح حصل بالتصرف في المودع او المغصوب اذا كان ضمانهما بالاشارة وكذا يتصدق بربح حصل بالشراء ودعة او مغصوب لا يتعين بالاشارة اذا اشار اليها وسلمها فتركه او بالشراء عطف على التصرف لان اشار اليها وعقد غيرها او الطاني غيرها وسلمها او اطلق وسلمه بان لم يشترالي شيء بل قال اشتريت مالك فراهم وسلمه من دراهم الغصب او الوديعة فقبر جميع هذه الصور يطيب له الربح ولا يجب له التصدق

(۸) زمین کا غصب

(اور غصب کی تشریح سے متعلق یہ اصول ذہن نشین رہے جو ہے) کہ غاصب کی طرف سے مغصوب منقولہ میں ہلاکت یا تلف مال غیر منقول (جیسے گھر، زمین وغیرہ) غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا۔

تاکہ وہ آفت ناگہانی سے بھی یا اس کی اطلاع سے (ضمان واپسی کی تکمیل کر دے)

مذکورہ غاصب ضامن نہ ہوگا شیخین نے اور زفر سے ایک روایت ان ہوگا (یہ بھی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کی دلیل سے دلائل اور اصل سب کچھ اصل میں مرقوم ہیں) اور اگر اس میں کوئی نقصان ہو گیا ان کے فعل سے جیسا ان کے

(۹) مغصوب چیز کے کرایہ و نفع کا مصرف

یا غصب نے اس شے مغصوب کو اجارہ دے کر اس کا کرایہ لیا تو اس کرایہ کی رقم کو خیرات کر دے اسی طرح نے مستعار کی اجرت کو بھی خیرات کر دے (یعنی فقراء کو تقسیم کر دے) اپنے صرف میں نہ لاوے) اسی طرح ودیعت کو اس نے کرایہ

(۱۰) غاصب کا مغصوب چیز میں تبدیلی کرنا

غاصب نے مغصوب چیز میں تبدیلی کی اور اس کی صفت بدل گئی جیسے گیہوں کا آٹا بنا لیا یا آٹے کا حلوہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر قمیص بنا لی یا کپڑا رنگ لیا یا سونے کا زیور بنا لیا یا چاندی کا برتن بنا لیا یا کپڑا سی لیا یا کپڑا دھو لیا یا کپڑا پھاڑ ڈالا یا بوری کا کپڑا بنا لیا یا کپڑا بچھا لیا یا کپڑا اوڑھ لیا یا کپڑا پہن لیا یا کپڑا کاٹ کر ٹوپی بنا لی یا کپڑا کاٹ کر تکیہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر بستر بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر پردہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جھنڈا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر رومال بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر دستر خوان بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جانماز بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر چادر بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر پگڑی بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر کرتہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر پاجامہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر موزے بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر دستانے بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جوراب بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر بنیان بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر کوٹ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر واسکٹ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جیکٹ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر شیروانی بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر اچکن بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر عبا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر قبا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جبہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر فرغل بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر لبادہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر دوشالہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر شال بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر رضائی بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر توشک بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر گدا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر بستر بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر تکیہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر غلاف بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر چادر بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر پردہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جھنڈا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر رومال بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر دستر خوان بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جانماز بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر چادر بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر پگڑی بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر کرتہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر پاجامہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر موزے بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر دستانے بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جوراب بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر بنیان بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر کوٹ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر واسکٹ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جیکٹ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر شیروانی بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر اچکن بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر عبا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر قبا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر جبہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر فرغل بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر لبادہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر دوشالہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر شال بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر رضائی بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر توشک بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر گدا بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر بستر بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر تکیہ بنا لیا یا کپڑا کاٹ کر غلاف بنا لیا

[illegible] اگر وہ چیز خود اس کے پاس [illegible] تو اس کا مالک نہ ہوگا
[illegible] چیز [illegible] اور اس کی [illegible] کا [illegible]
[illegible] کا [illegible] اس کی [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

(۱۲) دوسرے کی زمین میں شجرکاری یا تعمیر کرنا

اور جس شخص نے دوسرے کی زمین میں عمارت بنائی یا درخت لگائے (اخیر الذکر، مالک کے مطالبہ پر) اس کو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اکھیڑ دے اور زمین مالک کو سپرد کر دے۔ (اگر قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہے اور یہی حکم کا قانون ہے اور ظاہر الروایہ میں مرجح اکھیڑنے کا حکم ہے اس لئے کہ فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے درخت ظالم کو کچھ حق) (اگر مالک درخت یا عمارت کا اکھیڑنا نہ چاہے بلکہ زمین خود لے لے) (اگر اس درخت یا عمارت کا اکھیڑنا مالک زمین کے ضرر پہنچانے والے یعنی اس سے زمین ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو قیمت اس عمارت اور درخت کی دے کر دو بھی لے لے تو اس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت کے ساتھ بھی لگا دیں گے پھر جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت پر زیادہ ہوگی مالک غاصب کو دے گا۔

فائدہ: دوسری قیمت جو لگائی جاوے گی تو اس درخت یا عمارت کی دو قیمت لگائی جاوے گی جو اکھیڑنے والے درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اکھیڑنے کی اجرت میں سے اس درخت یا عمارت میں سے جو اکھیڑنے کی اجرت ہوگی وہ قیمت اس درخت یا عمارت کی قرار دیں گے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اس درخت کی دو سو اکھیڑا ہوا جو تو دس روپیہ تھی اور اکھیڑنے کی مزدوری ایک روپیہ ہے تو دو سو دس روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاوے گی تو اب زمین مع شجر ایک سو دو روپیہ کی ہوگی تو مالک کو روپیہ کا تاوان غاصب کو دینا پڑا اور درخت بھی لے لے گا کذا فی الاصل۔

(۱۳) کپڑے کو رنگ دیا ستو کو گھی میں ملا دیا

اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ نکلنے والا رنگ دیا ستو کو غاصب کر کے اس کو گھی میں دیا تو مالک کو اختیار ہے خواہ غاصب سے کپڑے کی قیمت اور ستو جیسی مثل ستو کے لے لے یا اس کپڑے اور ستو کو۔ اگر غاصب کو بھوائی دیکھی کہ کپڑا رنگنے سے اور ستو گھی میں ملانے سے اس کپڑے کی یا ستو کی قیمت زیادہ ہو گئی ہے تو بھی مالک کو اختیار ہے کہ کپڑے کی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ پکڑا لے لیوے اور غاصب کو بھوا دیوے اس واسطے کہ سیاہ رنگنے سے کپڑے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ گھس جاتا ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سیاہی کا قیمتی ہونا ہے۔

فوائد: (۱) اگر کوئی غاصب کر کے بدلہ غصب کا لے لے تو مالک کا حق اس کے عین میں زائل نہ ہوگا اگر چاندی سونا غصب کر کے اس سے کوئی چیز خریدی یا شرکت یا نکاح کیا تو مالک اس کو لے لے گا اور غاصب دیکھتا رہے گا۔

(۲) مالک کو اختیار ہے کہ تاوان مثلی کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا بھوا ول سے اور کچھ تاوان نہ۔

(۳) اگر ایک شخص نے اپنے جانے قبر کھودی اور اس میں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی ملکیت ہے یا اس کو مرہ واجارہ اور وزیتن کاریز کرنا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اس کو قبر کھودنے کی اجرت ملنے کی اور گرھنے کی ہو سکتی ہے اس طرح اس کی اجرت ثابت ہے۔

(۴) دوسرے کے مال میں تصرف جائز نہیں مگر چند مسائل میں ایک اکل کو اپنے والد کے مال میں۔ دوسرے والد کو اپنے والد کے مال میں بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ تیسرے مولیٰ یا مالک کو وہ ہے کہ صوم یا حج یا نکسر کے مال میں سے اس کے اہلیہ یا مملوک کو بقدر حاجت بلا اذن ہو صوم یا نکسر نے دیئے جب یہ شخص کا حکم حاصل کرنا دشوار نہیں نہ ہو سکے چوتھے حالت مسافرت میں اگر ایک شخص مر جاوے تو باقی رفقاء کو اس کا اسباب بیچنا اور اس کی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی رہے تو ورثاء کو دینا ہے اور اس پر گواہ نہیں ہے کذا فی الدر المختار والله اعلم

فصل (۱) ولو غیب ماغصب وضمن المالک قیمۃ ملکہ خلافا للشافعی لان الغصب لایکون سببا للملک فما انما ملکہ ضرورۃ ان المالک یملک بدلہ لانہ لاجمع بین البدل والمبدل فی ملک شخص واحد بخلاف مالا یقبر الملک کالمدبر (۲) وصدق الغاصب فی قیمۃ مع حلفہ ان لو یات بینۃ حجۃ الزیادۃ (۳) فان ظہر المغصوب وقیمتہ اکثر وقد ضمن الغاصب ویخیر المالک اخذہ المالک ورد ماضمن وان ضمن بقدر قیمتہ او بحجہ او بحول عاصبہ فھو لہ والاخیار للمالک لانہ لم یملکہ وان المالک رضی بذلک حیث ادعی علیہ ھذا المقدار وقد بیع غاصب غصب بعد بیعہ لانقطاع عدۃ حبس بعدہ لان تملک المشتری کان لفساد البیع لالانقطاع ید والعصب مصلہ کالحس والحس ومفصلہ کالولد والثمر لایضمن الابالتعدی او بالمنع بعد الطلب ھذا عندہ وعندالشافعی مضمونۃ وقد مران ھذا معنی عدم الاضمان فی حق الغصب

مسائل متعلقہ غصب کے بیان میں

(۱) غاصب کا مغصوب کو چھپا لینا

غاصب نے شے مغصوب کو چھپا دیا مالک کو اس کی قیمت کا تاوان دے دیا اب غاصب اس شے کا مالک ہو جائے گا۔

فائدہ: امام شافعی کے نزدیک غصب ہونے کی وجہ سے اصل اور بدل ان کی ملک میں جمع نہیں ہوتے غاصب کی ملک میں کیوں کا کیوں ہے مالک صرف قیمت کے تاوان کی ادائیگی سے مالک ہوتا ہے۔

(۲) مغصوب غائب کی قیمت

قیمت مغصوب غائب میں اختلاف ہو تو قول غاصب کا معتبر ہے ہوگا کہ مالک زیادتی قیمت کا ثبوت دے۔

فائدہ: اگر مالک کے گواہ نہ ہوں تو دونوں کے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے معتبر ہوں گے اور غاصب کے گواہ معتبر نہ ہوں گے اور اگر غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان کر دی تھی پھر مالک کے قول سے زیادہ قیمت ثابت ہو گئی تو غاصب پر جو کچھ قیمت زیادہ ہوئی تھی اس کے تاوان کی زیادت پر قسم کی پروا نہ کرے گا قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اس کو لازم ہوگی اور جو قسم کھا لے تو نہیں دینا پڑتا۔

(۳) قیمت دینے کے بعد غائب چیز ظاہر ہوگئی

اگر غاصب نے مالک کو شے مغصوب کی قیمت ادا کر دی بعد اس کے وہ شے بھی پیدا ہوئی اور قیمت ادا کرنے کے بعد اگلی اس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی بڑھ گئی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ اپنی قیمت لے لے اور غاصب سے اپنی شے لے لے اور قیمت غاصب واپس کر دے یا اس قیمت پر اکتفا کرے اور غاصب سے مالک نے جو قیمت وصول کی تھی اس میں سے کچھ واپس نہ لے۔

فائدہ: اگر غاصب نے مغصوب کو ضائع کر دیا تھا اس کی قیمت مالک سے وصول کر لی تھی پھر مغصوب مل گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب سے مغصوب لے لے اور قیمت واپس کر دے اور اگر مالک نے قیمت واپس نہ کی اور غاصب نے مالک کو ان دونوں کے درمیان اختیار دیا تو اختیار ساقط ہو گیا اور اگر شے مغصوب کے ساتھ کچھ زیادتی ہو جیسے غلام مغصوب ہوا وہ جوان ہو گیا یا کپڑا مغصوب ہوا وہ سلا ہوا ہو جیسے مغصوب کی اولاد یا پھل درخت کے پھل غاصب نے پیدا کیے تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب سے مغصوب لے لے اور اس کا تاوان دے دے جو غاصب نے مغصوب لینے کے لیے طلب کرنے مالک کے دیا ہے اختیار ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: امام شافعی کے نزدیک زوائد کا ضمان لازم ہوگا کذا فی الاصل

(۴) وعصر قصاب وخبازة بعد وجوده عند من لا خلاف له في ذلك كما في الولوالجية لكن لا يضمن حر لمالكه كما سيجيء في زيادة وهو الولاية وقال هذا بالاتفاق وفي قاضي خان به غصبها فردت حاملا فولدت فماتت ضمن قيمتها هذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وصاحبيه لا يضمن لان الولد ربح صحيحا ولد منه في ملك المالك بسبب حادث في ملكه وهو الولادة ولابي حنيفة رحمه الله ان الولد نماء متصل في بدالغاصب ومتولد منه فيتبعه لانه لا يتمحض نماء بل يقابله شيء بعد فساد الولد فيه عطف على قوله (٦) وبالغ مغصب سكنه أو علفه فيها في مصيرة بأجر عندما مر أو في المصر في الصحيح كما مر لكن في البحر المغصوبة أو علفها وعند الشافعي مضمونة بأجر المثل في الصور الثلاث وعند مالك مضمونة إن سقوني لا إن علفها وهبانيا على عدم تضمينها عندنا وإن نقوصها ضرورة في الاعداد (٧) وبالتلف تحت المسلم وخمره وإن التقيمة الذمي تحت خلاف المسلم فإن الذمي تحت المسلم كالمتفرد في حق رقبة الخمر كما مر في الغصب

(۴) مغصوبہ لونڈی میں تبدیلی

[illegible]

(۵) غاصب کے قبضہ کی وجہ سے لونڈی کا مر جانا

[illegible]

(۶) مغصوب کے منافع کا تاوان

[illegible]

(۷) شراب وسور تلف کرنا

[illegible]

(۴) ولو غصب حر مسلم فختانها فمات لا ضمان عليه كما في الظهيرية وعليه فلو قطع يده أي سلما قيمته له كما في البزازية وليس لاحدهما إمساكه بلا شيء ولو اقتلعها ضمن ولو ختنها الذي قيمة كالقطع والحر مالكه ولا شيء عليه هذا عندهما خلافا لابي حنيفة كما في الملتقى وغيره مراده بالضمان قوله بالتحتية أي دفع له قيمة كالقرط والخاتم الذي في الاذن والانف وقدمنا عن البزازية أن الختان مباح وعندهما يضمن الجلد مدبوغا ويخطيه المالك مراد الدافع عند الخاتم أن ما ذكر من الحلي وقع بلا قيمة له

احدهما المالك لان الاصل حقه وليس من الغاصب سوى العمل والقيمة ثمة تعادل العمل في دفع قيمة بخلاف مسألة الغاصب توجيحا لجانب المتقوم على غير المتقوم والفرق لابي حنيفة بين الحل والحلد ان المالك يأخذ الحلد لانه محل لان الجلد باق لكن ازال عنه الجلدات والحم غير باق بل صارت حقيقة اخرى ولهما لانضمن الجلد عند ابي حنيفة اذا خلطه لانه غصب جلدا غير مدبوغ وتلفه له والضمان يمنع الفوه لكن انما يمنع اذا كانت مالية لانضبط

(۸) شراب کو سرکہ بنالینے کا حکم

اگر کسی مسلمان نے شراب غصب کرلی پھر وہ شراب اس کے پاس سرکہ بن گئی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا جیسے جب میں کسی نے بلا اجازت کسی کی کھال سکھا لی پھر وہ کھال اس چیز سے نہیں نکلی جس میں وہ ڈالی گئی تھی تو اس کھال اور اس چمڑے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ اس سے اپنی کھال لے لے یا اس کی قیمت لے لے اور اگر کسی نے کسی کی شراب غصب کرلی پھر وہ شراب اس کے پاس سرکہ بن گئی تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ اس سے اپنی شراب

اس کی حرکت زائل ہوئی یا نہ زائل ہوئی یا نہ زائل ہوئی تو ضمان آئے گا۔

(۱۰) تاریوں کے طبیل توڑنا سکرا اور منصف بہا دینا

اور جو طبیل تاروں کا ہے جو ریشم سے بنا ہوا ہے جس پر چاندی کا کام ہوتا ہے اس کو توڑ دیا یا اس کا منصف بہا دیا یا اس کا منصف بہا دیا تو ضمان آئے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے سکرا یا منصف (جو اوزار ہے جس سے کپڑے پر بیل بوٹا کھینچتے ہیں) توڑ دیا یا اس کا منصف بہا دیا تو ضمان آئے گا۔ اور منصف وہ لوہا ہے جس کا منصف بہا دیا تو ضمان آئے گا۔ اور منصف وہ لوہا ہے جس کا منصف بہا دیا تو ضمان آئے گا۔ اور منصف وہ لوہا ہے جس کا منصف بہا دیا تو ضمان آئے گا۔

(۱۱) صولد اور مدبرہ کو غصب کرنا

اگر کسی شخص نے مدبر یا ام ولد کو غصب کیا پھر وہ مدبر یا ام ولد مر گئی تو اس پر قیمت واجب ہوگی اور اس کا یہ خلاف مدبر کے اور ام ولد کے ضمان کے نزدیک قیمت واجب ہوگی اور اس کا ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ وہ دونوں متقوم ہیں کیونکہ صاحب کے نزدیک صدر متقوم ہے اسی طرح

(۱۲) دوسرے کے غلام یا جانور کو بھگا دینا

جس شخص نے دوسرے کے غلام کو یا جانور کو یا دوسرے کے حیوان کی سواری کو یا اس کے غلام کو یا جانور کو یا سواری کو بھگا دیا یا اس کا غلام یا جانور یا سواری کھول دی یا اس کا پنجرہ کھول دیا یا اس کا پنجرہ کھول دیا اور پرندے فائل ہو گئے تو ضمان آئے گا۔

(۱۳) بادشاہ سے چغلی کھانا

بادشاہ سے اپنے ساتھی کی چغلی کھانی جو اس کو ستاتا ہے اور اصل یہ ہے کہ ہر وہ بات جو کسی کو ستانے کے لئے کہی جائے ضمان ہے۔ یہ ہے کہ اس کی چغلی کھانی یا اس کو مار پیٹ کرنے کی یا اس کے بارے میں کسی سے کچھ کہنے کی یا اس کے بارے میں کسی سے کچھ کہنے کی یا اس کے بارے میں کسی سے کچھ کہ

ضمیمہ از "آپ کے مسائل اور ان کا حل"

غصب کی ہوئی چیز کا لین دین
غصب شدہ چیز کی آمدنی
استعمال کرنا بھی حرام ہے

س ۔۔۔ بھوجی زید اور عمر ایک مکان کی قیمت میں رقم کاٹتے ہیں مکان ان کے باپ کے نام پر ہے۔ زید برادر بکر چھوٹا ہے زید پڑھا لکھا ہے اس میں ایک مکانی ادارے میں ملازمت کے لیے اخبار میں اشتہار دیکھ کر درخواست دیتا ہے مقررہ میں مکان کی قیمت پر کچھ رقم جمع کرتا ہے۔ بقیہ رقم ملازمت سے باہر نکلنے پر اس کی تنخواہ سے کٹوتی کا قاعدہ ادارہ رکھتا ہے مکان اپنے نام الاٹ کرتا ہے۔ اب کچھ ملک میں آتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ مکان زید نے غلط طریقہ سے الاٹ کرایا ہے۔ اس پر محمود کی نگاہ ہے کہ بھائی کو دھوکہ سے نکال دیا جائے۔ مگر قانون سے ہٹ کر نہیں یا بھی کچھ معلوم نہیں اور اب وہ قانونی کارروائی کرتا ہے تو اس وقت تک یہ معاملہ قرآن کے مطابق کیسے حل ہوگا؟ زید نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ اب مکان کے مقدمہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ۔۔۔ دین کی رو سے زید کا کیا حق بنتا ہے؟ کیا زید کو مکان کی قیمت واپس ملے گی؟ اگر زید کو مکان ملتا ہے تو کیا زید کی آمدنی حلال ہوگی؟ اگر زید کو مکان نہیں ملتا

[illegible] ہے [illegible] کرنے والے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

زاد الوقایہ

حضرۃ مولینا عبد الغفار الکھنوی

کی اردو شرح وقایہ اخیرین نئی ترتیب

عنوانات، تسہیل مکمل عربی متن

اور جدید مسائل پر تحقیقات کا اضافہ

الجزء الرابع

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(۱) هي تملك عقار على مشتريه جبرا بمثل ثمنه اى بمثل ثمن المشترى وهو الثمن الذى اشترى به (۲) وتجب بعد البيع العقد بالوجوب الثبوت وتستقر بالاشهاد اذ الحق الشفعة قبل الاشهاد مزلزل لانه يبحث لواخر الطلب تبطل فاذا اشهد استقرا اى لاتبطل بعد ذلك بالتاخير (۳) وتملك بالاخذ بالتراضي اوبقضاء القاضي بعد رؤس الشهداء لاالتملك اى انما تملك العقار اذا اخذه الشفيع برضاه او برضى المشترى وقوله بقضاء القاضي عطف على الاخذ لاعلى التراضي لان القضاء اذا حكم بثبت التملك للشفيع قبل (۴) اخذه للخليط فى نفس المبيع ام له فى حق المبيع اى ثم الشريك فى حق المبيع كالشرب و الطريق حاصلين كمشرب نهر لاتحر، فيه السفن وطريق لاينفذ ثم الجار ملاصق بابه فى سكة اخرى (۵) كواضع جذوع على الحائط اتعادكرواضع بحذوع بعلوه انه جار ولس بخليط ولاشريط للجار الملاصق وضع الجذع حتى لو لم يكن له شئ على الحائط بكون جارا ملاصقا وعند الشافعي لايثبت الشفعة للجار بل للاولين

(۱) شفعہ کی تعریف

شفعہ شفع سے ہے لغت میں جفت یعنی ملانے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار کا جبراً اپنے مشتری کے اوض مثل قیمت مشتری کے یعنی جس داموں کو مشتری نے لیا ہے اُنہیں داموں کو بزور اس سے عقار لے لینا۔

(۲) شفعہ کا وجوب واستحکام

اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہو جاتا ہے اور مضبوط ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اس لئے کہ اگر وہ طلب میں تاخیر کرے گا تو شفعہ باطل ہو گا تو جب اس نے گواہ کر لیے شفعہ مضبوط ہو گیا کذا فی الاصل۔

(۳) شفیع کے لئے حکم

اور شفیع اس عقار کا مالک ہو جاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعوں کی قدر کے بقدر ملک۔

فائدہ۔ یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہوں تو وہ مقدار جس سب میں تقسیم ہو گا بقدر ملک مثلاً ایک زمین میں تین آدمی شریک ہیں ایک نصف کا دوسرے ثلث کا تیسرے سدس کا جب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونوں کو دلایا جاوے گا اور ثانی کے نزدیک اس نصف عقار مبیعہ سے دو ثلث صاحب ثلث کی اور ایک ثلث صاحب سدس کو ملے گا کذا فی الدر المختار۔

(۴) شفعہ کے حق دار

شفعہ اول اس شریک کو پہنچتا ہے جو دست بیع میں شریک

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱) (یبطلها التسلیم فی المجلس علمه بالبیع بلفظ یفهم طلبها کطلب الشفعة وبحوه مثل ان طلب للشفعة او الاشهاد اعتاد مجلس العلم اختیار الکری وعند بعض المشایخ لیس له خیار المجلس حتی ان سکوت بطل شفعته وهو طلب المواثبة اما مبنی علی غایة البعض کان التسلیم یثبت ویطلب الشفعة بعد ذلک الا بطلب او علی ما ذکر من بیع او مساومة تنزل الاخیرة فلان حدد الدار فاشتریها وقد کنت طلبت الشفعة راضیا الآن فاشهدوا اشار وهو طلب الاشهاد اعلم ان هذا الطلب انما یجب عند التمکن من الاشهاد عند الدار وعند صاحب الید حتی لو تمکن ولم یشهد بطلت شفعته وفی الذخیرة اذا کان التسلیم فی غیبة مکه فطلب طلب الموکل وعجز عن طلب الاشهاد عند الدار او عند صاحب الید یکفیه وکذا لو وکل وکیلا ان وجد فلان له بخیر یسلم وسلم الوکیل او کتب الی فلان لم تحقیقه حتی سلمه لا یحتاج طلب وان وجد ولم یفعل بطلت شفعته (۲) ولو بطلب عند قاض فقیل استرح فلان دار کذا وانا شفیعها ثم ذکر ذلک فی قریة یسلم الی وکیل طلب تملیک او مضاربة او شرکة او اجارة لا یبطل الشفعة وقال محمد لا بد ان یقول طلبت وبه یفتی (۳) ولو اقام طلب سال القاضی لیحضر خصمه ان علم مکانه التسلیم الدار للمشتری او

(۶) شفعہ کی پہلی طلب

[illegible] شفیع [illegible] طلب [illegible] اس سے طلب شفعہ کی [illegible] شفیع نے طلب [illegible] اس خانہ والی [illegible] طلب [illegible] [illegible] [illegible]

گئے کے راستے میں ہو دے اور اس نے بیع کی خبر سن کر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جا کر یا بعض کے پاس جا کر تو وہ ایک شخص کو اکیلی کرے اگر پاوے اور جو کسی کو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیج دیوے مواثبت پر بھی قادر نہ ہووے تو شفعہ اس کا باقی رہے گا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور زید یا اور ممکن ہو دیر نہ کرے تو شفعہ اس کا باطل ہو جاوے گا کذا فی الاصل۔

(۸) تیسری طلب

پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کے قاضی پاس جا کر کہ فلاں شخص نے ایک گھر ایسا خریدے کیا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں جب اپنے ایک ایسے گھر کے تو نظر کر (خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دے دیوے اور اس طلب کو طلب تملک اور طلب خصومت کہتے ہیں اور اس طلب میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کیا ہم محمد نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

فائدہ: اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہ ہوگا اس طلب کی تاخیر سے جب تک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نہ کرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتویٰ ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الخلاصۃ۔

(۹) طلب شفیع کے وقت مخصم سے سوال

اور جس وقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ طلب کرے تو قاضی خصم (یعنی مدعا علیہ مشتری) سے سوال کرے کہ شفیع اس عقار کا مالک ہے جس کے سبب سے دعویٰ شفعہ اور اس عقار کا کرتا ہے۔

فائدہ: یعنی نے کہا مالک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعا علیہ سے سوال کرے قبل مدعا علیہ کی طلب کے کہ کون شخص کہتا ہے اور اس کے صدور کیا ہیں اس واسطے کہ اس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم ہونا چاہئے اس لئے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قائل ہے یا نہیں۔ اس واسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جب تک بالغ حاضر ہو۔ پھر جب اسکو وہ بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اس کے صدور سے سوال کرے اس واسطے کہ لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعویٰ کرتا ہووے یا وہ دلائل حق کے سبب سے مجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور مجوب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ تجھ کو عرض کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب نہ تھا اس لئے کہ شفعہ باطل نہ ہو تا ہے طول زماں اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیا تو نے طلب کی اور کس کے پاس اشہاد ہوا اور جس کے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر لیوے اور کسی شرط کا فوت نہ ہونے دیا ہووے تو دعویٰ اس کا پورا اور کامل ہوا تو اب مدعا علیہ کی طرف توجہ متوجہ ہووے اور اس گھر کی ملک کا سوال کرے جس کی ملک کے سبب سے شفیع نے استحقاق شفعہ حاصل ہے کذا فی الخلاصۃ۔

(۱۰) فان اقر بملك ما ادعى به وبكل يحلف على العلم بانه ملكه كذا لو برهن المشتري على الشراء فان قربه لم يكمل على المختار على الخاصم اذ الغائب اعلم ان قربت الشفعة ان كان مسلما عليه يحلف على الحاصل بالله ما يستحق هذا الشفيع الشفعة على زعمكم محتملة فيه كشفعة الجوار يحلف على السبب بالله ما اشتريت هذه الدار لانه ربما يحلف على الحاصل عند هما الشافعي وقد سبق في كتاب الدعوى (۱۱) او برهن الشفيع قضى له بها وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى (۱۲) والاشتري لزمه احضاره والمشتري حبس الدار بقبض ثمنه فلو في الشفيع دائما لم تبطل شفعته (۱۳) والمختار انه ان لم يسلم ان حضر لتسليم الشفيع البائع ان لم يسلم المبيع الى المشتري ولا سلم الدار عليه حتى يحضر المشتري فيسلم بحضوره اما بشرط حضور البائع والمشتري لان المملك لا يزايل البائع فلا يسلم الى المشتري لاشتراط حضور البائع لانه صاحب حق في التسليم بالشفعة

(۱۰) مدعی مبیع سے قاضی کا دو سرا سوال

تو جب مدعی علیہ (مشتری) اس مکان کا مالک ہونے کا دعوی کرے یا اقرار کرے کہ اس مکان کا مالک ہے تو پھر مدعی شفیع (جو دعوی کرتا ہے) سے قاضی پوچھے کہ تم نے جو شفعہ کا دعوی کیا ہے تو کیا تمہارے پاس اس دعوی پر کوئی گواہ ہیں؟ اگر وہ کہے کہ ہاں میرے گواہ موجود ہیں تو قاضی ان کی گواہی کا انتظار کرے یا تم سے حاصل کرے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ جب شفیع پر شفعہ ثابت ہو جائے تو اس کے لئے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ مشتری سے مکان لے لے اور دوسرا یہ کہ وہ مشتری سے مکان کی قیمت کا مطالبہ کرے اور جب تک مشتری قیمت ادا نہ کر دے اس وقت تک مکان اس کے قبضہ میں رہے گا۔ اور اگر شفیع کا شفعہ ثابت ہونے کے بعد مکان ہلاک ہو جائے تو اس کا نقصان شفیع پر ہوگا۔ اور اگر شفیع کا شفعہ ثابت ہونے کے بعد مکان میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو مکان لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

(۱۱) شفیع کے لئے حق شفعہ کا ثبوت

اگر شفیع گواہ قائم کرے تو میں کہتا ہوں کہ اگر شفیع نے شفعہ کا حق ثابت کر دیا ہے۔ اگرچہ شفیع وقت دعوی نے

قیمت ادا نہ کی ہو۔

فائدہ: یہ جاننا چاہئے کہ اگر شفیع نے طلب شفعہ کا مکمل طریقہ اور تاکید نہ کی ہو اور شفیع کے سامنے مشتری نے مکان بیچ دیا ہو اور طلب شفعہ کے گواہ موجود ہوں تو اس صورت میں شفیع کا دعوی قبول نہ ہوگا۔

(۱۲) رقم مشتری حاضر کرنا

اور جب شفیع کا شفعہ قاضی طلب کرا دے تو جواب شفیع کو حاضر کرنا ہوگا اور مشتری کی ذمہ داری ہوگی کہ مکان حاضر کرے۔

(۱۳) شفیع کی خصومت بائع سے

اور جب بائع نے مکان مشتری کے قبضہ میں نہ دیا ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ بائع سے خصومت کرے یا مشتری سے۔ اور جب بائع نے مکان مشتری کے قبضہ میں دیدیا ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ بائع سے خصومت کرے یا مشتری سے۔

فائدہ: یہ جاننا چاہئے کہ اگر شفیع نے بائع سے خصومت کی اور بائع نے مکان مشتری کے قبضہ میں دیدیا ہو تو اس صورت میں شفیع کا حق باقی رہے گا اور بائع مشتری سے مکان واپس لے سکتا ہے اور اگر شفیع نے مشتری سے خصومت کی اور مشتری نے مکان بائع کے قبضہ میں دیدیا ہو تو اس صورت میں بھی شفیع کا حق باقی رہے گا اور بائع مشتری سے مکان واپس لے سکتا ہے۔

(١٣) و لهما قوله الدين حتى يحبس المشتري الدار على البائع وعند الاستحقاق يكون عليه الثمن على البائع فيملك حبسه وللشفيع حق الأخذ والغلة وان شرط المشتري الخيار ثلاثة ايام (١٤) وان اختار الشفيع والمشتري في الثمن صدق المشتري اي مع اليمين لان الشفيع يدعي استحقاق الدار عند الاجل والمشتري ينكره والقول قول المنكر اجل هذا عند ابن حنيفة و محمد و رحمهما الله ذكرنا وليس بمحل الذي يحبس العقد مع ابي حنيفة الشفيع بالاقل و عند ابي يوسف رح المشتري اجل لان الكل ثمن و ان ادعى المشتري تعاوره فالقول قوله لانه ينكر الزيادة و القول قول المشتري ثمن الدار قول ابي حنيفة و محمد رح مع قيمة الشفيع ايهما شاء لان الشفيع يدعي الزيادة و المشتري ينكرها و القول قول المنكر (١٥) و احدهن حط الكل بالكل و بمائة حط البعض فحذفت في باب المرابحة بقول الشفيع بالاقل عند ابي حنيفة رح و قالا في الفصلين (١٦) وفي الشراء لغير مثلي بمثله و في غير مثلية و في عقار بقيمة الكل بقيمة الآخر وفي غير موجل بحال او طلب في الحال والحاصل الاجل هذا عند ابي حنيفة رح و الشافعي في قوله القديم قاله ان باعه في الحال بالثمن المؤجل ولو سكت عنه طلب اي ان سكت عن الطلب وصبر حتى يطلب عند الاجل يطلب منه و في شراء ذمي بخمير او خنزير و كشفير ذمي بمثل الخمير و قيمة الخنزير والشفيع المسلم بقيمة كل (١٧) و في بناء المشتري و غرسه بالثمن و قيمتهما مقلوعين كما في الغصب ان كلف المشتري قلعهما اي احد الشفيع فله ذلك المشتري او غرس بالثمن و قيمتها مقلوعين ان كلف المشتري قلع البناء والغرس والمراد قيمتهما مقلوعين ليمنعه مستحق القطع كما مر في الغصب و عن ابي يوسف انه لا يكلف بالقلع بل يخير بين ان يأخذهما بالثمن و قيمة البناء او الغرس و بين ان يترك وهو قول الشافعي لان التكليف بالقلع ... احكام العدوان والمشتري فيما يحق في البناء فله بنى في ارضه ثم باعه بشرط ماكان بغير حق بسلبط (١٨) و رجع الشفيع بالثمن فقط ان بنى و غرس له استحقت كل ... احد الشفيع بالشفعة او بين او غرس له استحقت الارض ... يرجع بالثمن فقط ولا يرجع بقيمة البناء والغرس على احد بخلاف المشتري فانه يرجع بقيمة البناء والغرس على البائع لانه سلط من جهته بخلاف السفيه فانه اخذ جبرا ... (٢٠) وبكل الثمن ان جرت وحط الشجر اشترى دارا فغرس فيها و سقاها فحط الشجر فالشفيع ان اراد ان يأخذ بالشفعة يأخذ بجميع الثمن واحد الغرسة لا لان يحصيها ان عدد المشتري انه انما يأخذ بالحصة لان المشتري قعد لاتلاف و في الاول ملك باقله سماوية فلا يأخذ الفضل لان ليس بمقابل و لم يسم بيعا (٢١) و في شراء ارض مع ثمر نخل فيها او لا ثمر فابيعها فاثمر بعد احدها ثمر هاو بحصتها من الثمن ان جدد المشتري في الاول وبالكل في الثاني اشترى رجلا وكر ثمر استحل في البيع الا بالاجل بدون الذكر او شرى وله بكر على البائع فسخر ثمر فالثمر في يد المشتري فالشفيع يأخذ الارض مع الثمر في الفصلين وان جدد المشتري فالشفيع يأخذ الارض بدون ثمر النخل لكن في الفصل الاول يأخذ بحصة الارض من الثمر و في الفصل الثاني يأخذ كل الثمن لان الثمر له بكل حق وارتفع العقد فلا يغادر شيء من الثمن.

(۱۴) عہدۂ ثمن اور شفیع کے لئے خیار

اور عہدۂ ثمن (جب وہ بیع کسی اور کی طرف سے بائع ہو) اور شفیع کو خیار (اور پہلا اور دوسرا عیب ثابت ہوگا اگر پہلا مشتری نے خریدا ہو) اور تیسرا عیب ہے۔

(۱۵) مشتری اور شفیع کا ثمن میں اختلاف

اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں اس عقار کے۔ (اور اگر مشتری نے قبضے میں لے لیا ثمن بائع کو بدل کئے بغیر) تو قول مشتری کا قسم سے معتبر ہوگا (جو دونوں میں سے) لائے گا قریب تر شفیع کے (اور عقیل ہوں گے۔ (اور قریب تر ایک درہم یا پوسف کے نزدیک مشتری کے اور فتویٰ عرفیین کے قول پر ہے اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اس سے کم کہی تو ثمن بائع لے لیگا ہے تو قول مشتری کا اور بائع کا فسخ کیا ہوا ہوگا۔

فائدہ: اور اس صورت میں اس کا ثمن ہونے قبضہ ثمن کے بعد مشتری کا قول قبول ہے اور قبل قبض ثمن کے دونوں کا مختلف ہونا اور بیع کا ٹوٹنا ہوگا عرف ثانی کا قول مقبول ہو جائے گا اور جو دونوں سے قسم کھائی تو بیع فسخ ہو جائے گی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دے کر عقار لے لے گا مختار۔

(۱۶) بائع کا مشتری کو ثمن چھوڑ دینا

اگر بیع کا مشتری کا ثمن چھوڑ دینا ہو تو شفیع کو پوری قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور دو بائع جو قیمت مشتری کو چھوڑ دی ہے تو اس قدر شفیع سے بھی چھوٹ جائے گی۔

فائدہ: اور جو بیع کو بائع نے معاف کیا ہے تو شفیع پر نہ ہوگا یہ مختار۔

(۱۷) بیع کے ثمن کے مطابق شفیع پر ثمن ہوگا

اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے میں عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اس کی قیمت مشتری کو دیوے۔ (یعنی جو قیمت روز خرید اس چیز کی ہووے وہ دیوے) اور عقار کی بیع میں ہر حوض مقدر کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے میں لیوے اور اگر بیع ہر حوض ثمن موجل سے ہو تو شفیع نقد دیوے کر لے لیوے یا خلف بھی طلب کرے اور عقار بعد قرار جانے مدت کے ثمن دے کر لیوے اور جو خلف طلب نہ کرے تو شفعہ باطل ہوگا اگر کسی نے عقار کو بعوض شراب یا سور کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کی صورت میں شراب دے کر اور سور کی صورت میں قیمت اس کی دے کر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونوں صورتوں میں قیمت دیوے۔

(۱۸) مشتری کا زمین میں درخت لگانا یا عمارت بنانا

اگر مشتری نے اس عقار میں عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے موافق دونوں کی قیمت جو عمارت اتفاق قلع میں ہے دے کر ان کو لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ ڈھا کر اور درخت اکھاڑ کر لے جاوے۔

(۱۹) زمین میں شفیع نے درخت وغیرہ لگائے پھر زمین کسی اور کی نکلی

اگر شفیع نے زمین لے کر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن بھی لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہیں لے سکتا

(۲۰) بیع کے بعد گھر پوری ویران ہوا
بائع کا مشتری نے مرادیا

(۲۱) مشتری نے زمین
اور درخت پھلوں سمیت خرید لئے

باب ماهي فيه اولا وما يبطلها

باب ماهی فیہ اولا وما یبطلھا

باب ..... جس میں شفعہ ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا اور جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(۱) شفعہ کا قصداً ہونا

شفعہ واجب ہوتا ہے قصداً۔

فائدہ: یعنی شفعہ واجب ہوتا ہے بالمواجہت نہ کہ بالتبع زمین کے فروخت ہونے کے اور بالتبع بھی شفعہ ہو جاتا ہے لیکن بالذات اس کی نہیں ہوتا خلط لفظ اشجار یا عمارت فروخت کئے جانے میں زمین کے تو اس میں شفعہ واجب نہ ہوا۔

(۲) شفعہ کا غیر منقول میں ہونا

اس شے غیر منقول میں جو ملک میں آوے عوض کے بدلے میں اور وہ عوض مال ہو اگرچہ اس کی تقسیم نہ ہو سکے جیسے بکلی اور حیوان کے قول۔

فائدہ: عوض کی قید سے ہر نکل گیا یہاں تک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا بعوض دو شفیع کو حق شفعہ نہ ہوگا البتہ اگر ہبہ بعوض کر دیا تو شفعہ ہو گا عوض کی قیمت سے اور صورت نکلی کہ مقدار عوض مال رہو جیسے ایک گھر عوض میں بیع کے یا بدلے اور غیر منقول سے پس سے فائدہ ہے کہ شافعی کے نزدیک قیمت میں شفعہ نہیں ہے اس لئے کہ شفعہ ثابت ہے نزدیک قیمت کے ہے اور ہمارے نزدیک شفعہ ہے کیونکہ شفعہ ملک مبیع کو غیر قرار دے کے ہے کذا فی الاصل میں زیادہ۔

(۳) اسباب منقولہ میں تبعاً شفعہ ہوتا ہے

اور اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار میں جب تنہا بیچے جائیں بدوں زمین کے شفعہ نہیں ہے اور جو چیز ثابت ہے زمین کے پیچے جائیں تو ان میں بھی شفعہ واجب ہے۔

(۴) وہ معاملات جن میں شفعہ نہیں ہو سکتا

اسی طرح شفعہ نہیں ہے میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور اس میں کہ قسم کیا جاوے شرکاء میں یا اجرت کے عوض میں دیا جائے یا مہر میں صلح کے یا آزادی کے یا مال میں صلح سے قتل عمد یا خطا میں اگر چہ بعض مشترک متاع مہر میں مال بھی ہو۔

فائدہ: جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کر کے اس پر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایک ہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام مہر میں شفعہ نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار کے حصے میں شفعہ واجب ہوگا اور امام شافعیؒ کا عوض اجرت وغیرہ میں خلاف ہے کذا فی الاصل۔

(۵) دو زمین جس میں بائع کو پھیرنے کا اختیار

اگر مقارن اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہے تو جب تک بائع کو اختیار رہے گا شفعہ واجب نہ ہوگا۔

فائدہ: جب اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہوگیا بشرطیکہ شفیع اس وقت طلب کرے قول بعض کا یہ ہے اور بعضوں کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہے اور اسی قول پر فتویٰ صحیح ہوئی ہے درمختار۔

(۶) او بیعا فاسدا وساسقط حق فسخه فله اذا بیع بیعا فاسدا وسقط حق الفسخ بان بنی المشتری فیها بنیت الشفعة اورد بخیار رویة او شرط او غیب بقضاء بعد ماسلمت له بیع وسلمت الشفعة ثم رد البیع بخیار الرؤیة و بقضاء القاضی للاشفعة لانه فسخ لا بیع وتجب بردالقضاء و بافالة ای سبب الشفعة فی الرد بالعیب بلا قضاء القاضی لانه لما لم یجب الرد بالخیار بل بالرضا صار کانه اشتراه وکذا تجب الشفعة بالاقالة لان الاقالة بیع فی حق الثالث

والشفعة ثابتة (ح) للعبد المأذون مدبرا في صح سيده والمسلم في صحة ك تجب الشفعة للعبد المأذون حال كونه مديونا بدين محيط برقبته و كسبه فله الشفعة فيما باع سيده وكذا للمسلم في الشفعة فيما باع العبد المأذون المذكور بناء على ان ما في يده ملك له (٨) ولمن شرى او اشترى له لا لمن باع او بيع له او ضمن للشريك ان يجب الشفعة للمشتري سواء اشترى اصالة او وكالة و كما تجب الشفعة لمن اشترى له اى لمن وكل اخر بالشراء فالشراء لاجل الموكل والموكل شفيع كان له الشفعة وقدمنه انه لو كان المشتري او الموكل والشراء شريكا ولغيرهما شريك اخر فلهما الشفعة ولو كان هو شريكا ولغيرهما اجنبيا فلا شفعة للجار ولا يكون لشفيع شفعة سواء كان اصلا او وكيلا كذا لا شفعة لمن بيع له اى ان وكل بالبيع والموكل شفيع فلا شفعة له وكذا اذا صمن الدرك لبيع وهو شفيع له لانه لا شفعة له لان الاستحقاق على

(۶) وہ زمین جو بیع فاسد سے لی

اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک قبض نہ ہو بائع بے شفیع کو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ۔ اور جب قبض ہو گیا تو چاہے خلاصۃً مشتری اس شفعہ کو ثابت بنا لے تو شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ کما فی الاصل۔

جو زمین خیار عیب وغیرہ کے سبب بائع کے پاس آ گئی

اگر بیع کے وقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اس کے مبیع بسبب خیار رویت یا خیار شرط یا خیار العیب کے حکم قاضی بائع کے پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہنچے گا اس لئے کہ یہ بیع جدید اور بحکم قاضی و بحکم خیار العیب ہوئی بخلاف قولہ بائع کے پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۷) غلام اور مالک کا ایک دوسرے کے مال میں شفعہ

اور غلام مأذون مدیون بدین محیط رقبہ اپنے مولیٰ نے

میں اور سید اپنے غلام مأذون مدیون محیط کے مال میں حق شفعہ پہنچتا ہے۔

(۸) مشتری اور موکل کے لئے حق شفعہ

اور شفعہ ثابت ہے اس شخص کے لئے جو خرید رہا ہے دوسرے کے لئے خریدے یا تو وہ خود شریک ہو یا اس کے لئے خریدے فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہوں اور ایک دوسرا شریک ہو تو مشتری اور موکل کو بھی شفعہ پہنچے گا۔ (مثلاً ایک حصہ میں خالد شریک ہیں سید ایک حصہ خرید رہے ہیں وکیل یا تعمیر کا مقصد خریدنے کے لئے تو موکل شفیع ہے اور وکیل مشتری ہے تو دونوں کو حق شفعہ پہنچے گا کذا فی الاصل اور اگر مشتری شریک ہو اور موکل کا ایک اجنبی ہو تو شریک تنہا کو حق شفعہ پہنچے گا اور نہ موکل کو اور نہ اس اجنبی کو خواہ شفیع مالک یا اس کی طرف سے وکیل پہنچے یا وہ مشتری ہو اگر وہ شفیع ہو تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔

فائدہ۔ اس لئے کہ بیع اور ضمان درک بیع کی وجہ سے شفعہ پر دلالت کرتی ہے پس یہ اشارہ باطل ہو گیا۔

(۹) ولا فيما بيع للاذرع من طول حد الشفيع عند حيلة لاسقاط شفعة الجوار وهي ان يبيع الدار الاصغار عرضه ذراع او شبر اواصبع وطوله تمام مايلاصق من الدار المبيعة دار الشفيع فاذا قام بيع مالايلاصق دار الشفيع لاتثبت الشفعة (۱۰) او شرى سهما منهما بثمن ثم باقيها الاالى السهم الاول هذه حيلة اخرى لاسقاط شفعة الجوار وهو ان الدار ان بشترى الشاري الف بشترى شيئا قليلامنها كسهم واحد من الف سهم مثلاً بالف الادرهمالف بشترى الباقي بدرهم فالشفيع لايأخذ الشفعة الافي السهم الاول بثمنه لاقي الباقي لان المشتري صار شريكا وهو احق من الجار (۱۱) اوشرى نصف ثم دفع عشرة ثوبا الابالنصف هذه حيلة اخرى نعم الجوار وغيره و هي مااذاراد بيع الدار بمائة فيشتري الدار بالف ثم يدفع ثوبا يساوي و مائة في مقابلة الالف فالشفيع لايأخذه الابالف

(۹) حق شفعہ کے سقوط کے لئے پہلا حیلہ

اگر کسی نے اپنی زمین اور جس پڑوسی سے جانب شفیع کی طرف ملی تھی بجز سے ایک ہاتھ کم کر کے فروخت کی۔ (یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط شفعہ کا جو سبب جوار کے ہو) بے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر بیچ کر نے کم ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک انگل کے موافق عرض میں اور طول میں جس قدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیچ کرے) تو شفیع کو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے ہے اور اتصال منتفی ہے یہاں نہ رہا۔

(۱۰) دوسرا حیلہ

یا ایک حصہ اس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی کو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پہنچے گا نہ باقی میں۔

فائدہ۔ یہ دوسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اس کی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خریدار کا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اس گھر میں سے کسی قدر حصہ گھر پر

قلیل ہو جیسے ہزارواں حصہ اس گھر کا تو سو یا نوے روپیہ کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزاروں ہی حصے میں گھر کے پہنچے گا اور اس کو بھی وہ نہ ملے سکے گا بوجہ کم قیمتی اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے اور نہیں لے سکتا اس لئے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک تھا اور شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الاصل مع زیادۃ۔

(۱۱) تیسرا حیلہ

یا ثمن کے عوض میں خرید کر کے ایک کپڑا یا ثوب کو دیدیوے تو شفیع نہیں لے سکے گا کل ثمن کے بدلے میں۔

فائدہ۔ یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اس کی یوں ہے کہ ایک گھر دو روپیہ کی مالیت کا ہے اس کو پڑوسی کے ہاتھ بیچنے کے بدلے میں خرید کر کے عوض ہزار روپے ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دے دیوے تو شفیع اب اس گھر کو نہیں لے سکتا مگر ہزار روپے کے عوض میں کذا فی الاصل۔

(۱۲) ولایکره حیلة اسقاط الشفعة والزکوة عند ابی یوسف رحمه الله و به یفتی فی الشفعة و نضاده فی الزکوة اعلم ان حیلة اسقاطهما لایکره عندابی یوسف رحمه الله و یکره عند محمد رحمه الله و یفتی فی الشفعة بقول ابی یوسف لانه منع عن وجوب الحق لااسقاط للحق الثابت وهکذا یقول فی الزکوة لکن هذا فی غایة الشناعة لانه ایثار للبخل وقطع رزق الفقراء الذین قدره الله تعالی فی مال الاغنیاء والافتخاط فی سلک الذین یکنزون الذهب والفضة ولاینفقونها فی سبیل الله والاستشاربما یشعرهم الله تعالی اقول الشفعة انما شرعت لدفع ضرر الجوار فالمشتری ان کان ممن یعتبر به الجیران لایحل اسقاطها وان کان رجلا صالحا ینفع به الجیران والشفیع متعنت لایجب جاز دفع بحتال فی اسقاطها (۱۳) ویبطلها ترک طلب المواثبة الی الاشهاد و تسلیمها بعدالبیع فقط ای التسلیم قبل البیع لایبطلها وتومن الاب اوالوصی اوالوکیل ای الوکیل بطلب الشفعة فان تسلیم هؤلاء یبطل الشفعة عندابی حنیفة و ابی یوسف خلافا لمحمد وزفر فان هذا ابطال حق ثابت للصغیر وانما شرعت لدفع الضرر ولهما انه فی معنی ترک الشراء وصلحه منها علی عوض ردعوضه ای المصلح علی العوض یبطل الشفعة لانه تسلیم لکن الصلح غیر حائز لانه مجردحق التملک فیجب ردالعوض وموت الشفیع

(۱۲) حیلہ کی حیثیت

حیلہ شرعی کثرت واسطے سے اسقاط کرنے زکوۃ اور شفعہ کے بارہ ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی شفعہ میں ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوۃ میں محمد کے قول پر۔

فائدہ اس واسطے کہ زکوۃ عبادت ہے اس میں حیلہ کرنا اپنی برائی ہے اس لئے کہ یہ احیاء کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقراء کے حقوق کا جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے غنیاء کے مال میں اور داخل ہو جاتا ہے زمرے میں ان لوگوں کے جن کی برائی اس آیت میں ہے والذین یکنزون الذهب والفضة ولاینفقونها فی سبیل الله الآیة اور عذاب موجز آیہ کریمہ کا مستحق ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع کرنے ضرر جوار کے مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایے کے اوگل اٹھاتے ہیں تو اسقاط شفعہ حلال نہیں ہے اور اگر مشتری مرائیک ہے ہمسایے اس سے نفع اٹھاتے ہیں لیکن باقی شفیع اس کا رہنا نہیں چاہتا تو اس وقت بیع حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کہ فی الاصل۔

(۱۳) شفعہ باطل ہونے کی صورتیں

اگر شفیع نے طلب مواثبت کی یا طلب اشہاد کی یا بعد بیع کے شفعہ اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کر لی اپنے حق شفعہ کے بدلے میں یا کسی عوض پر تو ان سب صورتوں میں شفعہ باطل ہو جاوے گا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسی طرح اگر شفیع مرجاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اس کے وارثوں کو پہنچے گا اور امام شافعی کے نزدیک وارثوں کو حق شفعہ پہنچے گا۔

فائدہ یہ جب ہے کہ شفیع قبل قضائے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو وارثوں کو شفعہ ملنے کا کوئی سوال نہیں۔

(۱۳) والمشتري فان الشفيع اذا مات تبطل الشفعة ولا تورث منه خلافا للشافعي رحمه الله لانها تسقط بموته وهذا اذا مات بعد البيع قبل القضاء اما اذا مات بعد قضاء القاضي فلي لصي او بعد تصير الورثة (۱۴) او بيع الشفيع منه قبل القضاء بينا لوران سبب الاستحقاق قبل الملك بخلاف ما اذا كان البيع بشرط الخيار (۱۵) فان سمع سواء كان فسلم لظهور شراء غيره او بعده بالف فسلم او كان دفع او بكسي او زرني او عدي متقارب قيمته الف او اكثر فهو له وعرض كذلك لا اي سمع البيع والف فسلم او كان باقل او كان بكيلي او وزني او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فاشفعة ثابتة له لان عنده الاشياء من هذه الاصناف فالشفيع باحدهما يرضا يكون له الاحد هذه الاشياء ايسر وان كانت قيمتها اكثر من الالف فيكون له حق الشفعة بخلاف ما اذا ظهر ان المبيع كان بعرض قيمته الف او اكثر لايثبت له الشفعة لان الشفيع باعنها بالقيمة فان كانت قيمته الفا فقد سلم البيع له وان كانت قيمته اكثر فتسليم الجميع بالف تسليم البعض بالاكثر بالطريق الاولى (۱۶) وشفيع حصة احد المشتريين لاحد الشاة من احد فللشفيع ان يأخذ نصيب احدهما وان باع جماعة من واحد لاباحد حصة احد الباقين ويترك حصة الباقية ان شاء اخذ كلها او ترك لان الصفقة تتفرق على المشتري زيادة لايتفرق ايضا يتحقق في الاول دفع ضرر الجار لانه الثاني والنصف مقرون بيع متاعه في دار فنصفاي اشتري نصيبا متاعا من دار فنصفه للبائع والمشتري فللشفيع ياخذ النصف مقرونا الى القسمة من تمام البعض

(۱۴) مشتری کا مر جانا

اگر مشتری مر جائے تو شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: ورثاء سے شفعہ طلب کیا جاوے گا۔

(۱۵) شفیع کا اپنی جائیداد بیچ ڈالنا

اگر شفیع قبل اس کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اپنی جائیداد کو اپنی بیع لانے والے کے ہاتھ بیچ ڈالے تو شفعہ کا حق ساقط ہو جاوے گا۔ (۱۲ منہ) اگر شفیع مشتری کے مرنے کے بعد اس کی وارث ہو جائے تو بھی شفعہ ساقط ہو جاوے گا۔ (۱۲ منہ) اگر شفیع مشتری کے مرنے کے بعد اس کی وارث ہو جائے تو بھی شفعہ ساقط ہو جاوے گا۔ (۱۲ منہ)

(۱۶) ایک دفعہ شفعہ چھوڑ کر دوبارہ لینا

اگر شفیع کو خبر پہنچی کہ مکان زید کا ہے اور اس نے شفعہ چھوڑ دیا بعد اس کے معلوم ہوا کہ مکان عمرو نے خرید کیا ہے تو شفیع کو پہنچے معلوم ہوا کہ مکان بارہ سو روپے کا خریدا ہے تو اس نے شفعہ چھوڑا دیا پھر یہ خبر کہ زید نے تم کو بارہ سو روپے میں بیچ دیا ہے وزنی یا عددی متقارب کے بیچنے میں کہ اگر قیمت کم کی ہزار بارہ سو ہے تو شفیع کا پھر وہی شفعہ پہنچے گا اور ہر چند اس اسباب سے بدلے میں کہ جس کی قیمت ہزار روپے ہے زیادہ ہے تو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ: اس واسطے کہ کیلی وزنی اشیاء دینا کھل شفیع کو آسان ہوتا ہے بہ نسبت ذخائر کے اور اسباب میں اگر اس کی قیمت ہزار روپے ہے تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا دشوار ہوگا اور ہر روپیہ ہزار روپے کا شفعہ چھوڑ چکا ہے اور اس سے بعد تعریف اس نے شفعہ نہ کیا تو اب کیا اختیار ہے۔

(۱۰) کئی آدمیوں نے ایک مکان لیا یا کامکان ایک آدمی نے لیا

اگر چند شخص نے ایک مکان ایک شخص سے یا شفیع نے ایک شخص کا حصہ خریدا اور بائع نے شفیع سے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچ دیا تو شفیع ایک بائع کا اسکا نکال لے جائے اگر ایک شخص نے کئی آدمیوں سے خریدا تو ان پر اس کو تقسیم کرنا شفیع پر لازم نہیں کیا اور شفیع کو اختیار دیا کہ جتنا چاہے شفیع کرے۔

ضمیمہ از "آپ کے مسائل اور ان کا حل"

اسلام میں حق شفعہ کی شرائط

اسلام میں حق شفعہ کی چار شرائط ہیں جن کے مکمل ہونے پر ہی کوئی شخص حق شفعہ کا دعویٰ کر سکتا ہے اور عدالت اس کے حق میں فیصلہ دے سکتی ہے۔ مختصر یہ کہ ہر وہ غیر منقولہ جائیداد جس میں حق شفعہ صرف تین قسم کے لوگوں کو حاصل ہے۔

۱۔ وہ متصل جائیداد جس کو خریدا گیا ہو (مکان زمین وغیرہ)

۲۔ وہ متصل جائیداد جس کو خریدا گیا ہو تقسیم کے مطالبے کا حق نہ دیتی ہو۔ مثلاً وہ مکانوں کا راستہ یا مشترکہ کنواں یا ایسا رستہ جو دو یا دو سے زیادہ مکانوں کا راستہ ہو۔

۳۔ وہ متصل جائیداد جس کو خریدا گیا ہو اور وہ مکان یا جائیداد خریدنے والے کے مکان یا جائیداد سے متصل ہو۔

یہ تین شرائط کو پورا کرنے پر حق شفعہ حاصل ہے۔ یعنی بیچے جانے والی جائیداد کے شریک کو پھر اس کے حقوق میں شریک

اس لطف کو نہ پاتا ہے۔

فوائد: پڑوسی سے مراد وہ ہے جو ملا ہوا ہو اس کے قریب ہو یا اگر درمیان میں نالہ یا راستہ ہو تو بھی پڑوسی ہے اور شفعہ کا بھی دعویٰ کر سکتا ہے میں نے کسی ملک کا دعویٰ کیا ہوں اگر یہ تم مجھے پہنچا تو بہتر ہے اور میں شفعہ کے دعویٰ پر ہوں جس کا کوئی دعویٰ نہیں ہے تو اس کو شفعہ حاصل ہو وہ اگر تاش اس پڑوسی سے دعویٰ کا ہو اور مقدمہ کرے تو شفعہ کا حکم کرے۔ بخلاف

فحص کرے اور پھر اسے حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اگر اس نے فحص نہ کیا ہو تب بھی کر سکتا ہے اور معاملہ کرنا چاہے تب بھی کر سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فروخت کنندہ کی اجازت اس کے خلاف ہونے میں فریقوں میں سے کسی کو بھی حق شفعہ حاصل نہیں ہے تو ان لوگوں کا دعویٰ کرنا یا دعویٰ کی بنا پر شفعہ کا حق نہیں۔

پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل ہے اس کے لیے لازم ہے کہ جب اسے مکان یا جائیداد کے فروخت کیے جانے کی خبر پہنچے فوراً طلب شفعہ کرے بغیر کسی تاخیر کے یہ اعلان کرے کہ فلاں مکان فروخت ہوا ہے اور مجھے اس پر حق شفعہ حاصل ہے۔ میں اس حق کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اس کا اعلان کے ساتھ ہی دعویٰ کرے۔

اس کے بعد وہ دعویٰ کرے کہ میں یہ مکان (اس کے قبضہ میں جائیداد) یا جو خرید فروخت ہوئی جائیداد کے پاس جا کر کہے کہ میں اعلان کر چکا ہوں اب میں شفعہ کا حق پورا کرتا رہے گا اور اگر اس نے بیع کی خبر سن کر سکوت اختیار کیا اور

كتاب القسمة

(۱) أي تعيين الحق الشائع (۲) وطلب فيها الإفراز في الحقار والمساقاة في غيره (۳) وفي الخانية كل شريك حصته بعينها صاحبه في الأول لأني الثاني (۴) وإن اختار عليها في منحة الحصن فقط حتى تقدم احداهما في العبادة فإنه في غير المنطق مع انه يجبر على القسمة في غير الحضن اذ كان منحة الحصر فيه في المساقاة لا يجبر، فيه الحبر فانه مما يجبر عليها لان فيها معنى الافراز مع ان الشريك يريد لانها يجبر بحصته فاوجب الحبر على ان المساقاة قد يجبر فيها الحبر اذ تعين حق الحبر به كما في قضاء الدين (۵) ويجب قاسم يرزق من بيت المال فيقسم بلا اجر وقوا حت ان نصب ماجر صح وهو قول عند الروس عند عند ابي حنيفة وقالا الاجر يجب على قدر الانصباء لانه هو منفعة التمسك له ان الاجر مقابل بالتسمير وهو لا يتفاوت بل قد يختلف في القليل وقد يتمكن بحضر اشارة فاعتبر اصل التسمير (۶) ويجب كونه عدلا عالما

(۱) قسمت کی تعریف

قسمت کہتے ہیں ایک حصہ شائع کو یعنی پھیلا ہوا کو جدا جدا کر دینا یعنی کر دینا۔

(۲) اور وہ قسمت واجب ہوتی ہے طلب کرنے والے کی اس کا قسمت کو اپنی طرف سے تو افراز دینا ان چیزوں میں طلب کرنے والے کی قسمت کرنی واجب ہوتی ہے مکان اور زمین اور درخت میں اور مساقات میں اور غیر میں بھی واجب ہوتی ہے قسمت کرنی طلب کرنے والے کی۔

(۳) افراز کہتے ہیں کسی چیز کو جدا کر دینا یعنی حق کا جدا

(۴) اور اگر اختیار کرے ایک شریک ان میں سے اپنے حصہ کو اپنے ساتھی کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا تو اس کو بھی اختیار ہے پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں اور اگر اختیار کرے ایک شریک ان میں سے اپنے حصہ کو اپنے ساتھی کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا تو اس کو بھی اختیار ہے پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں اور اگر اختیار کرے ایک شریک ان میں سے اپنے حصہ کو اپنے ساتھی کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا تو اس کو بھی اختیار ہے پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں

(۵) اور اگر ایک شریک نے اپنے حصہ کو اپنے ساتھی کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا اختیار کیا تو اس کو بھی اختیار ہے پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں اور اگر ایک شریک نے اپنے حصہ کو اپنے ساتھی کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا اختیار کیا تو اس کو بھی اختیار ہے پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں

(۶) اور اگر ایک شریک نے اپنے حصہ کو اپنے ساتھی کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا اختیار کیا تو اس کو بھی اختیار ہے پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں اور اگر ایک شریک نے اپنے حصہ کو اپنے ساتھی کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا اختیار کیا تو اس کو بھی اختیار ہے پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں

(٣) ایک شریک کا دوسرے کی شرکت میں حصہ لینا

اور ہر شریک اپنے دوسرے شریک کی شرکت میں مثلی میں سے کفایت ہے غیر مثلی میں۔

فائدہ۔ اس لئے کہ مثلی میں تفاوت نہیں ہے برخلاف غیر مثلی کے اور نقار۔

(۴) غیر مثلی متحد الجنس میں جبر

اگر یہ غیر مثلی کی قسمت پر مجبور کیا جائے گا جو اس کے جنس میں ہے۔

فائدہ۔ یہ کہا ہے ہر ایک سوال کا جو ہمارے مذہب سے غیر مثلی میں پھر لیا ہوا ہے اتحاد اس غیر مثلی میں جبر کیا جاتا ہے قسمت پر یہ اس بات سے کہ وہ سوا مال پر جبر نہیں کیا جاتا جس کا جنس وہ ہے کہ جو پیمانہ سے نکلتا ہے مگر اس میں مثلی افراد کے پائے جاتے ہیں اور قریب چاہتا ہے کہ بچے سے کل خواہ اس میں سے اس میں جبر ہو نہ ہو اور اس کے کل سے ہو اور میں کفایت ہے اس سے غیر کا تفاوت ہونے سے ایک اور دن میں کوفی الاصل۔

(۵) ولابعض واحدا لان الامر قد یضیق علی الناس (۶) ولاجبر بصیر غالبا (۸) ولایشترک القسام ای ان قسم واحد لایکون الاجر مشترکا بینهم فانه یفضی الی غلاء الاجر (۹) وصحت برضاء الشرکاء الاعداد صغر احدهم اذ لم یلتمس امر القاضی

(۵) قسمت کرنے والا

اور قسمت کرنے والا ہو جو بیت المال سے اجرت دیا جاتا ہو لوگوں کے مال بغیر اجرت تقسیم کردیا کرے اور یہ اس لئے ہے اور جو اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہے اور اجرت سب شریکوں پر برابر ہوگی۔

فائدہ۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک جس کا حصہ زیادہ ہو زیادہ اجرت دیوے اور جس کا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت عمل ہے ملک کی عوض میں ہے کہتے ہیں کہ اجرت بعوض مقرر کرنا ہے کہ ہے ایک حصے کو دوسرے حصے سے مراد میں تفاوت نہیں قلیل اور کثیر میں بلکہ کبھی قلیل میں مشقت ہوتا ہے اور کثیر میں آسان اور کبھی اس کا الٹا ہوتا ہے اور اس کا اعتبار مقدار زمین نہیں بلکہ سب شریکوں پر اجرت برابر ہوگی بمقدار اصل تیرے کے کہ ان اصل اور اجرت دینے اور لینے اور پر کھنے اور جانچنے اور لینے والے کی ورعایت کرنے والے کی باعتبار اختلاف اغراض اور صاحبین کے بقدر حصوں کے مقدار مختار

(۶) قاسم کی صفات

واجب ہے کہ قاسم عادل ہو اور عالم قسمت کا جانتا ہو (واجب ہے کہ قاسم عادل ہو اور عالم قسمت کا جانتا ہو)

(۷) ایک شخص کو متعین کرنا

اور عاجز نہ کرنے قسمت کے تاکہ ایک شخص معین کرے اس کو اس طرح پر کہ وہی اس اجرت لے تقسیم کرنے کی کو اور

اجرت کس لے گا اور لوگوں کو جبر مجبور کرے گا

(۸) سب قاسموں کی اجرت مشترک ہونا

اور یہ کہ اجرت قسمت کی سب قاسموں میں مشترک ہو

(٩) قسمت کے لئے شریکوں کی رضامندی

قسمت کے لئے شریکوں کی رضامندی ضروری ہے

اس لئے اگر شریک قسمت کے لئے راضی نہ ہو تو قسمت نہیں ہوسکتی

(٩) القسمة بالتراضي

القسمة بالتراضي

قوله (وتصح قسمة الخ) أي تجوز وتنفذ وتسمى قسمة تراض وقسمة اجبار كما سيأتي

قسمت تراضی سے بھی ہوتی ہے اور جبری بھی

قوله (وتصح قسمة الخ) أي تجوز وتنفذ وتسمى قسمة تراض وقسمة اجبار كما سيأتي

قسمت تراضی سے بھی ہوتی ہے اور جبری بھی

(قوله وقسم بقي الخ) وهو بيعهم وخقاريدهون سر ٥ و ملكه مطلقا فان اختاروا عن بعد الاجنبي يرهو تعلي دوم وعدد وريته نسقاي جيف حضر جماعة عدالة مي وعليوا قسمة ماقي الديهم قال كان بعضا فان دخر اسواء ذا و ملكه مطلقا قسم تكي هذا غير مذكور في المتن فان اختار الرابع عن زيد قسم اصلا وان كان بغير اقل اختر شراء او ملكه مطلقا قسم انتهى اذا اختاروا الرابع عن زيد لايقسم حتى يرهو اعلى الموت احد اورثة وعندهما يقسم كما في الصور الاخيرة ان ملك فصور ما بق جعلوه فالقسمة قضاء على الميت فلا تتم الينة بخلاف صورة الشراء لان الملك بعد الشراء غير باق للبائع وبخلاف غير الاختيار واختاروا ان لان القسمة تميز واحد الحظ والغير محض بنفسه فلا احتاج الى القسمة فاستغنى الى لم يذكر في المتن يفهم حكمها من قسمة ابداي البورت وكذا من قسمة الغير المشترى بالطريق الاولى لفهمه الم يذكر ولان يرهنا ان معهما حتى يرهن الذي فهمه الشيخ اسمعيل ح ١ يرجع الى اختيار اقبل هذا قول بي حنيفة و لاصح الذي لكل لانه اذا برهن احد معهما كان القسمة لتميز الحظ والغير غير محتاج الى ذلك فلابد من اقامة البينة على الملك ويرهنا على الموت وعدد ورثة وهو معهما وهو على الغائب قسم ونصب من ينتصب نيابة عن حضر ان حضر ان ويرهنا على موت وعدد الورثة لاختيار معهما وعلى ورثة طفل او غائب قسمة ونصب من ينتصب لطفل و الغائب وعمارة البينة والقاضي الديهم فعل هذا منهم والصواب في ايديهما حتى لو كان في ايديهم نكان المحتمل في بد الطفل و الغائب وسئل عند ان كان كذلك لايقسم في برهن واحد وشرط وغاب احدهم لو كان مع الورثة الطفل او الغائب اي ميت عنه لا اي ان حضر واحد واقام البينة لايقسم الاثنين لان الواحد لايصلح مقاسما ومقسما ومقاسما ولو كان عدم الاثبات شرط وغاب احدهم لايقسم لان في الارث ينتصب

(قوله وقسم بقي الخ) وهو بيعهم وخقاريدهون سر ٥ و ملكه مطلقا فان اختاروا عن بعد الاجنبي يرهو تعلي دوم وعدد وريته نسقاي جيف حضر جماعة عدالة مي وعليوا قسمة ماقي الديهم قال كان بعضا فان دخر اسواء ذا و ملكه مطلقا قسم تكي هذا غير مذكور في المتن فان اختار الرابع عن زيد قسم اصلا وان كان بغير اقل اختر شراء او ملكه مطلقا قسم انتهى اذا اختاروا الرابع عن زيد لايقسم حتى يرهو اعلى الموت احد اورثة وعندهما يقسم كما في الصور الاخيرة ان ملك فصور ما بق جعلوه فالقسمة قضاء على الميت فلا تتم الينة بخلاف صورة الشراء لان الملك بعد الشراء غير باق للبائع وبخلاف غير الاختيار واختاروا ان لان القسمة تميز واحد الحظ والغير محض بنفسه فلا احتاج الى القسمة فاستغنى الى لم يذكر في المتن يفهم حكمها من قسمة ابداي البورت وكذا من قسمة الغير المشترى بالطريق الاولى لفهمه الم يذكر ولان يرهنا ان معهما حتى يرهن الذي فهمه الشيخ اسمعيل ح ١ يرجع الى اختيار اقبل هذا قول بي حنيفة و لاصح الذي لكل لانه اذا برهن احد معهما كان القسمة لتميز الحظ والغير غير محتاج الى ذلك فلابد من اقامة البينة على الملك ويرهنا على الموت وعدد ورثة وهو معهما وهو على الغائب قسم ونصب من ينتصب نيابة عن حضر ان حضر ان ويرهنا على موت وعدد الورثة لاختيار معهما وعلى ورثة طفل او غائب قسمة ونصب من ينتصب لطفل و الغائب وعمارة البينة والقاضي الديهم فعل هذا منهم والصواب في ايديهما حتى لو كان في ايديهم نكان المحتمل في بد الطفل و الغائب وسئل عند ان كان كذلك لايقسم في برهن واحد وشرط وغاب احدهم لو كان مع الورثة الطفل او الغائب اي ميت عنه لا اي ان حضر واحد واقام البينة لايقسم الاثنين لان الواحد لايصلح مقاسما ومقسما ومقاسما ولو كان عدم الاثبات شرط وغاب احدهم لايقسم لان في الارث ينتصب

احدالورثة حصة شائعة الباقي إن كان في صورة الارث الغائب او ميت في يد الغائب او الطفل لايقسم بطلب الآخر لان القسمة تصير قضاء على الغائب او الطفل من غير حضور حاضر عنهما ولقسم بطلب احدهم ان احد الشركاء كان الشائع كل حصته بطلب ذي الكثير فقط ان لم يبق الآخر لفائدة حصته هي لايقسم بطلب ذي القليل لانه لافائدة فيه فهو متعنت في طلب القسمة وقيل على العكس لان صاحب الكثير يطلب ضرر صاحبه وصاحب القليل يرضى بضرره وقيل يقسم بطلب كل واحد (۱۱) ولايقسم الابطلبهم ان تضرر كل واحد

(۱۰) وہ اموال جن میں قسمت ہوگی

اور قسمت کیا جائے وہ مال مشترک جس کی میراث کا شرکاء دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی شرکا کا مطلق ملک کا اس طرح کہ منقول کو اس کی شرکا ملک کا دعویٰ کرتے ہوں اور تو اس کی میراث کا دعویٰ کرتے ہوں تو وہ تقسیم کیا جائے گا اور صاحب کے حق ایک یہاں تک کہ تو اول دین میت پر مورث کی اور دوسرا کی نصف اور صاحبین نے فرمایا ایک تقسیم کر دیا جائے گا مثل دو صورتوں کے اور قسمت نہ ہوگی اگر وہ شخص نے دعویٰ کیا کہ مقاروں کے قبضے میں ہے جب تک وہ اپنی ملک پر گواہ نہ لائیں یا قاضی امام اور صاحبین کے اگر وہ ورث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انہوں نے میت کی میت پر اور دین کے اس پر گواہ قائم کئے اور ایک مقاروں دونوں کے قبضے میں ہے اور ایک وارث ایک وارث آیا ہے یا نہ ہے تو حقدار کو حکم کر کے قاضی ایک شخص کو مقرر کرے گا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کرے اور وہ ایک وارث حاضر ہوا اور ان نے دعویٰ قائم کئے میت پر اور غلام دشہ پر کئی شخصوں نے ایک چیز کی کوئی اب ایک گواہ غائب ہے اور باقی شریک حاضر ہیں یا کل یا بعض مقام اس طفل بالغ یا غائب کے قبضے میں ہوئے تو قسمت نہ کی جائے گی بال مشترک قسمت کیا جائے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصے سے نفع لے سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہے اور دوسرے کا اس قدر قلیل ہے کہ فائدہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا قسمت طلب کرے گا تو قسمت ہوگی اور حصہ قلیل والے کی طرف سے قسمت نہیں ہوسکتی۔

فائدہ: اس لئے کہ صاحب حصہ قلیل قسمت میں کوئی نفع نہیں تو نقصان پہنچانے والا ہے طلب قسمت میں اور بعضوں نے برعکس کہا ہے کیونکہ صاحب کثیر کے ضرر سے قسمت نہ ہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان چاہتا ہے صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے قسمت کی جائے گی اس لئے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کی جاوے گی کذا فی الاصل اور مختار یہ ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا عن الائمہ

(۱۱) ضرر کی قسمت

اگر قسمت کرنے سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی جب تک سب شریک طلب نہ کریں تقسیم کو

(۲) ويقسم عروض تتحد جنسها كالاقمشة والجواهر والاسلحة والنحاس والحبوب والادهان والثياب والحيوان بقسم كل نوع على حدة كما يقسم الابل والبقر العروض له ان التفاوت لا حتى في الاعلى فصار كالاجناس المختلفة وفي الجواهر قد قيل اذا اختلف الجنس لا يقسم (۱۳) ودور مشتركة ادار وضيعة اودار وحانوت قسم كل وحدها اى ان كانت الدور قريبة بان كانت كلها في مصر واحد قسم كل وحدها عندابي حنيفة ولا يقسم بعضها في بعض وان كانت الدور بعيدة اى في مصرين تجمعهما كقول ابي حنيفة

(۱۴) ويصور القسم ما يقسم ويعدله ويدرجه ويقرع اسماء ويقرع كل قسم بطريقه وشرحه ويلقب اسهامه بالاول والثاني والثالث ويكتب اسماؤهم بترتيب والاول لمن خرج سهمه اولا والثاني لمن خرج ثانيا اى يصور الدار المقسومة على قرطاس ليرفع الى القاضي ويعدلها اى يسويها على سهام القسمة ويدرجها ويصور القرعان على ذلك القرطاس بقلم الحصول ليكون كل قراح في قراح بشكل لئلا يغلط الجاهل والصبغ وغيرهما بذلك القرعان ويقرع اسماء ويخلد القسمة من اى طرف شاء فان جعل الجانب الغربي اولا يجعل ما يليه ثانيا لهم مايليه ثالثا وهكذا ويكتب اسماء اصحاب اسهامهم اما على القرعة او غيرها ممن خرج اسمه اولا يعطى نصيبه من الجانب الغربي متصلا بالاول وهكذا الى ان يتم نصيبه ثم من خرج اسمه ثانيا يعطى نصيبه متصلا بالاول وهكذا الى ان يتم نصيبه كانت الانصباء متساوية او متفاوتة

(۱۲) قابل قسمت اسباب وعروض

عدم قسمت کی زیادہ تر ان اسباب اور عروض کی جن کی قیمتوں میں تفاوت کثیر ہو یہ ہیں کہ کپڑوں، جواہرات، غلہ، روغنیات، حیوانات اور ان اسباب میں جو ایک قسم کے ہوں یا کئی قسم کے جیسے کپڑوں اور ظروف یا اور اسباب مختلف قسم کے ہوں مثلاً جواہرات ہوں یا جواہرات ہوں یا سونا ہو یا کپڑوں یا غلہ یا تجارتی مواشی، تو قاضی قسمت نہیں کرسکتا مگر جب سب شریک راضی ہو جائیں تقسیم پر۔

قاضی اور امین تقسیم کے وقت ایک قیمت اور جواہرات بعض شریکوں کی طلب سے بھی تقسیم کر دیتے ہیں جیسے امانت والے اور ورثہ جب کہ یہ کہتے ہیں کہ آدمی آدمی میں جہالت تفاوت فاحش ہوتا ہے تقسیم اجناس مختلفہ کی [illegible] بعضوں کے نزدیک اگر بعض مختلف ہوتو قسمت نہ ہوگی کیونکہ اصل ہم کہتے ہیں کہ جواہرات اگرچہ متحد الجنس ہوں پر ہیں جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بہت بڑھ جاتی ہے اور تقسیم نہیں ہوتی ہے تو مساوات قیمت اس میں کیسے ممکن ہے اور جواہر اندوزی کی ہے کہ کتابیں تقسیم کی جاویں ان وارثوں میں لیکن یہ درست اس سے تب حاصل ہو کہ باری باری قسمت کتابوں کی اوراق کے شمار سے نہ ہو کیونکہ اس طرح بہت جلد سے اگر ایک کتاب کی جلد ٹوٹ جاوے یا اگر ایک شریک یا ہر شریک یہ چاہے کہ کتابوں کی قیمت معین کی جاوے اور ہر شریک کچھ کتابیں لیوے قیمت کے حساب سے تو یہ بھی درست ہونا چاہئے۔

(۱۳) کئی مشترک جائیدادوں کی تقسیم

کئی گھر محلہ میں یا ایک گھر کی کوٹھریاں مشترک ہیں ایک

[illegible] ایک آپس میں تقسیم کر لیں۔

ناظرہ۔ اگر ایک شریک نے اپنا حصہ بیچنا چاہا تو دوسرے شریک کو اس کا زیادہ حق ہے کہ وہ اسے خرید لے، چاہے بیچنے والا کسی اجنبی کو بیچ رہا ہو یا شریک کو۔ اگر ایک ہی مکان کے دو حصے ہوں اور ایک حصہ بیچا جا رہا ہو تو دوسرا شریک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر ایک ہی گھر کے دو حصے ہوں اور ایک حصہ بیچا جا رہا ہو تو دوسرا شریک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر ایک ہی گھر کے دو حصے ہوں اور ایک حصہ بیچا جا رہا ہو تو دوسرا شریک اس کا زیادہ حق دار ہے۔

(۱۴) تقسیم کا طریقہ

اور قسمت کرنے والے کو چاہئے کہ تختہ لکھے یا قلم لے کر حصوں کے لئے رقعے بنائے اور مقسوم کو قسمت کے قسموں پر تقسیم کرے۔ پھر ہر حصہ پر کاغذ کا ایک ٹکڑا رکھ دے، پھر ان کاغذوں پر قرعہ ڈالے کہ جس کا نام نکلے اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اس طرح قرعہ ڈالتا جائے یہاں تک کہ سب حصے ختم ہو جائیں۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔

ناظرہ۔ یعنی تو ان کاغذ پر نام لکھ کر چار قلم سے برابر برابر کی ڈبیاں کر لے۔ پھر سب ڈبیاں ایک جگہ رکھ دے۔ پھر ان میں سے ایک ڈبیا اٹھا کر اس پر لکھا ہوا نام پڑھ کر اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔

(۱۵) ۱۵ روپے

۱۵ روپے کم از زمین کی قسمت میں داخل نہ کئے جائیں گے کہ ان کا کوئی رقعہ نہ بنے۔

(۱۵) ولا یدخل الدراهم في القسمة الا برضاهم ای لا یدخل في قسمة العقار الدراهم الا برضا جمیع ذوی الحصص وبه قسم بطریق القیمة عندنا یوسف وعلی هذا جیاد بالسویة الا برضا المتاخة فانه یدفع الیه بدون علی الآخر دراهم حتی یساویه فیدخل الدراهم ضرورة وعن محمد انه یزاد علی نصیبه من الحرصة فی مقابلة البناء بفنائی فضل ولا یمکن السویة بیع بعض دراهم لان الضرورة في هذا القدر (۱۶) فان وقع میل في قسم وطلبه لی قسم آخر بالشرط فیها صرف ان امکن والا فسخت (۱۷) معال ذو علو وسفل وعلو محدود ان فوق کل واحد وقسم بینهما عند محمد وبه یفتی انه قسم بالقیمة عنده وعند ابی حنیفة یقسم بالذراع کل فوج من السفل في مقابلة فوقه من العلو وعند ابی یوسف یقسم بالذراع البصلکن العلو والسفل متساویان

ناظرہ۔ اگر زمین میں عمارت بھی ہو تو اس کی قسمت قیمت سے ہوگی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے مزدیک زمین اور عمارت دونوں کو ذرع سے تقسیم کرے جس کے معنے ہیں کہ زمین کی قیمت مقرر کرے اور جو حصے ان قیمتوں کے برابر ہوں ان کو ایک ایک کر کے ڈالتا جائے یہاں تک کہ سب حصے ختم ہو جائیں۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔ اگر کسی کا نام نکلے تو اس کو پہلا حصہ دے دے۔

[illegible] ہے [illegible] قسمت کرنے والے [illegible] اپنے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہ

والد پر کہ اس شریک نے قاسم کے عمل پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے حق پانے کا اقرار کر لیا پھر اس نے خواب دیکھا تو اس کے عمل کی تصدیق ظاہر ہوئی حالانکہ اقرار سے واضح ہو چکا تھا کہ اس نے حق ثابت ہونے سے پہلے ہی اقرار کیا تھا اصل میں تو اس کا اقرار ہی ہے جو اس نے حق ثابت ہونے سے پہلے کیا تھا اور خواب تو محض تصدیق ہے۔

(۱۹) دو حق سموں کی گواہی

اگر مدعی نے قسم کھا کر اپنے حق کی شہادت پیش کر دی تو شہادت کو قبول کیا جائے گا اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ شہادت تو اپنے عمل پر ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ کیا اپنے عمل پر شہادت نہیں ہے جیسا کہ والدین کے قرض پر جب بیٹے کی گواہی نے اپنے حصے پر

(۲۰) یہ دعویٰ کہ میرے حصے سے دوسرے نے لے لیا

اور اگر ایک شریک نے یہ کہا کہ میں نے اپنے حصے پر قبضہ تو کیا دوسرے شریک نے اس میں سے کچھ لے لیا تو اس شریک کو حلف (یمین) دیا جائے گا اور جو کچھ اقرار اس نے کیا ہے اس کے لئے کہا جائے گا کہ مجھ کو اس قدر حصہ پہنچا تھا اور دوسرے شریک نے اس کو ضائع کر دیا ہے اور قسمت نہیں کی جائے گی۔

فائدہ: اور اگر شریک والد کے قرض میں انتقال کر گیا تو والد کا قرض موافق دوسرے ترکہ کے قرض کے ادا کیا جائے گا اور جو مال اس کا بقدر حصہ والد کے اور زمین بقدر حصہ چلا گیا ہے اور جو شریکوں نے مل جل کر مال کیا تھا تو والد کی تحقیق ہے کہ تقسیم والد کی جائز ہے تو جائز ہے درختار۔

(۱۳) قال استحق بعض حصة احدهما ضاع اولالم تنصح ورجع بقسطه في حصة شريكه وتنسخ اي يعاد مشاعا في الكل اعلم ان الاستحقاق اما في بعض نصيب احدهما فان كان بعضا شائعا لا تنسخ عند ابي حنيفة وتنسخ عند ابي يوسف والاصح ان محمدا مع ابي حنيفة وصورته ايهما اقتسما او قوم النصف الغربي لاحدهما فاستحق النصف الشائع من هذا النصف الغربي فالدار تنسخ فالمستحق منه بالخيار ان شاء نقض القسمة وهذا لصور التنفيذ وان شاء رجع على الآخر بالربع وان كان بعضا معينا من نصيب احدهما فقد قيل انه على الاختلاف والصحيح انها لاتنسخ بالاجماع بل يرجع بقسطه في حصة شريكه كما اذا كانت الدار بينهما نصفين فاستحق في يد احدهما بيت هو خمسة اذرع يرجع بنصف ماستحق في نصيب صاحبه وان كانت الدار بينهما اثلاثا لاحدهما والثلثان للآخر فان استحق من نصيب صاحب الثلث رجع بثلثي ما استحق وان استحق من نصيب صاحب الثلثين رجع بثلث ماستحق وان استحق البعض من نصيب كل واحد فان كان شائعا فسخت القسمة وان كان معينا لم يذكر هذه المسئلة لكون لاتفسخ القسمة بل يجعل هذا المستحق كان لم يكن فان كان الباقي في يد كل واحد منهما بقدر نصيبه للرجوع لاحدهما على صاحبه وان بعض من نصيب احدهما يرجع بالحصة كما اذا كانت الدار بينهما نصفين والمستحق عشرة

ادرع خمسة من نصيب هذا وخمسة من نصيب ذلك فلا رجوع لاحدهما على صاحبه وان كانت ذرعة من هذا وستة من ذلك يرجع الثاني على الاول بسدع (۲۲) وصحت التهاياة المهاياة متفاعلة من النهية او من النهر فكان احدهما ينهى الدار لانتفاع صاحبه او بنهاء للانتفاع به كما لو ادرع من متاع صاحبه في بيتين هذا بعضامن داروهذا بعضا وهذا علوها وهذا اسفلها او خدمة عبداهذا يوما وهذا يوما اى خدمة عبدزيد ايوما وعمرو ايوما كمسكنى بيت صغيربان يسكن فيه زيد يوما وعمرو يوما وعكسه هذا هذا العبد والآخر كما مر ى يخدم زيد هذا العبد ويخدم عمرو الغير والآخر

(۲۱) ایک کے حصہ میں کچھ زمین کسی اور کی نکلی

اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے میں سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کالعدم نہ ہوگی نہ ضرور ہے کہ بلکہ دوشریک سوا تین اس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین میں سے کسی شخص جانب کا نکلا تو قسمت فسخ کی جاوے گی۔

فائدہ: اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے۔

(۲۲) شرکا میں مہایاۃ

صحیح ہے وہ زمین جو کئی شخصوں کے مشترک ہے جس کو مہایاۃ کہتے ہیں مثلاً ایک دار مشترک میں ایک طرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا یہ اوس کے مکان میں رہے اور دوسرا پیچھے کے مکان میں رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر میں ایک دن پہرے دوسرے دن دوسرا یا غلام مشترک ہوں ایک ایک کا کام بٹا لیا کرے وہ مراد ہے۔

فوائد

(۱) اگر ترکہ تقسیم ہوتا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالیں گے تمام سب وارث مل کر قرض کو ادا کر دیں یا قرض خواہ اپنا قرضہ سب وارثوں کے ذمہ سے معاف کر دیویں یا اور ترکہ اس قدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو۔

(۲) اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دوسرے کا دین لیا تو معتبر ہے یہ دعوی نہ ہوگا۔

(۳) اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے میں درخت کی مسند کا مل ہوا تو باطل ہے۔

(۴) اگر ایک شریک کے حصے کے درخت کی شاخیں دوسرے شریک کے حصے میں گھستی ہیں تو اس کو جو اس درخت کے کاٹنے پر نہیں پہنچتی۔

(۵) اگر زمین مشترک میں بعد الشرکین نے بغیر اذن دوسرے کی عمارت بنائی اور اس کے شریک نے عمارت کا دام چاہا تو زمین قسمت کرا دیں گے اگر اس نے عمارت بنائی کے حصے میں آئی تو بہتر ہے ورنہ دونوں کو اختیار کریں گے اور یہی حکم درخت کا ہے البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ کرا دیں گے۔

(۶) اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر پانچ حصہ مشترک کر لیں تو درست ہے۔

(۷) جو چیز قسمت فاسد سے مقبوض ہووے تو اس میں ملک قابض کی نہ جاوے گی اور جو اس میں تصرف کرے گا

وہ نفع جو کاشتکار کو حاصل ہوتا ہے۔

(۸) کاشتکار خشک کرنے اور ایک شریک سے دوسرے کی طرف لے جانے کا خرچہ برداشت کرے گا اگر چہ دونوں کی پیداوار برابر ہو اور اگر دونوں شریک ہوں تو ہر ایک اپنے اپنے حصول کے مطابق خرچہ برداشت کرے گا۔

(۹) انسان کو اپنی ملک میں تصرف کرنا اگر چہ اس سے دوسرے کو نقصان پہنچے درست ہے اس پر فتوی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس پر فتوی درست نہیں ہے۔

كتاب المزارعة

(۱) هي عقد الزرع ببعض الخارج (۲) ولا تصح عند ابي حنيفة لعامل وهي على الصاحبين عليه السلام هي المخابرة والمعاملة على ان يعمل في الارض ببعض ما يخرج من عمله فكان في معنى قفيز الطحان (۳) وصحت عندهما وبه يفتى لتعامل الناس ولاحتياج بعامة الناس على الشبابه (۴) لشرط صلاحية الارض للزرع والعلة العاقدين (۵) وذكر المدة (۶) وتعريف الشجر (۷) وحبه (۸) وقسط الاجر (۹) والتخلية بين الارض والعامل (۱۰) والشركة في الخارج فبطل ان شرط لاحدهما قفزان مسمى او ما يخرج من موضع معين او رفع رب البذر بذره او رفع الخراج ونصف الباقي فهذا اذا كان الخراج خراجا هو ظاهر اما اذا كان الخراج خراج مقاسمة كالربع والخمس لا يفسد العقد كما شرط رفع العشر لان هما لا يؤدي الى قطع الشركة

(۱) مزارعت کی تعریف

شرح میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو تھوڑے بعض خارج سے۔

فائدہ۔ یعنی تہائی یا چوتھائی ان جو پیداوار ہو گی اس میں زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اس میں زراعت کرے تو جو پیداوار ہو اس کی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کا کام مزارعت ہے۔ اور یہ اس مزارعت سے جو ہم نے ایک زمین دوسرے کو تخم تہائی یا چوتھائی پر دینا بیان کیا ہے۔

(۲) امام اعظم کا موقف

امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہیں ہے اس لئے کہ روایت اصحاب رضی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہے مخابرت سے اور مخابرت اہل عراق کے نزدیک یہ ہے کہ زمین پر کام کرے اس میں سے جو کچھ پیدا ہو اس کے بعض پر جو قفیز طحان کے مشابہ ہے۔

(۳) صاحبین کا موقف

اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

فائدہ۔ اس لئے کہ لوگ اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور حاجات ہے طرف کے ساتھ عمل عامہ کی وجہ سے اور اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوا ہے کہ آپ نے خیبر سے جو نصف خارج کے تھا پھل ہوں یا اناج دونوں لیا اس کو ابو داؤد و نسائی اور بخاری و مسلم نے اس حدیث سے جو ہم نے اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مخابرت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ تھا جو طریقہ اور دوام اور مصالحت کے ساتھ جائز

ت یا حملہ (یعنی امام اعظمؒ کی ظاہر حدیث سے قوی ہے اور عمل کرنا مذہب صاحبین پر بظاہر ضرورت ادا واقعی کے ہے۔

(۴) مزارعت کی صحت کی پہلی اور دوسری شرط

لیکن مزارعت کے صحیح ہونے کے لئے نو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہو دوسری شرط یہ ہے کہ عاقدین اہل ہوں۔

فائدہ: یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہیں ہے لیکن بھی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہے محل ہے۔

(۵) تیسری شرط

تیسری شرط یہ ہے کہ مدت غلہ اور ہو (موافق دستور کے اور وقت میں ہے کہ بارے زمانے میں ذکر مدت ضرور نہیں اور ای پانچ سال ہے)

(۶) چوتھی شرط

چوتھی شرط یہ ہے کہ حصہ جانے والے کو معین کر دیا (یعنی تہائی چوتھائی کے لئے دن ایوب کسی کی زمین ہے ہو دیا ہے یا جو کھیت کو تہائی ہے ہو دے اس کی تعیین ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک موافق عرف کے تحمل ضرور ہے درمختار)۔

(۷) پانچویں شرط

پانچویں شرط یہ ہے کہ جو پیدا ہوتی جائے اس کا حصہ (یعنی باخراج ہوا یا نہیں)

(۸) چھٹی شرط

چھٹی شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہو دے۔

ہو (یعنی حصہ کی تعیین نہیں ہے بلکہ اندازہ پر شرکت ہے)

(۹) ساتویں شرط

ساتویں شرط یہ ہے کہ زمین محنت کرنے والے کے مالک پر وکر دی جاوے۔

فائدہ: تو اگر صاحب زمین عامل بھی مقرر کر دیا تو عامل شریک ہو جاوے تو عقد صحیح نہیں تھیلے نہ ہونے کے سبب سے اور قید یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے میں نے تجھ کو تعلیم لوں کر دی یا اجارہ کی۔

(۱۰) آٹھویں شرط

آٹھویں شرط یہ ہے کہ حاصل پیدا ہو دے جس میں دونوں کی شرکت ہو دے مزارعت باطل ہو گی اگر احد عاقدین کے لئے ایک یا دس خصوص کر دیا گیا ہو دے (یعنی مثلاً یہ کہہ دیا ہو دے کہ دس من غلہ کھیت کو نے کا بعد اس کے نصف یا اشاعہ تقسیم ارض کے مزارعت اس صورت میں اس لئے باطل ہے کہ ممکن ہے وائے دس من کے نکلے کہ اور کچھ پیدا ہی نہ ہو دے تو مشارکت منتفی ہو جاوے گی جس ضرور ہے کہ کسی قدر کے دونوں میں مشترک رہے) یا ایک مقام خاص میں جو نکلے وہ اسی کیلئے معین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہو دے۔ (ان سب صورتوں میں مزارعت باطل ہے اس لئے کہ شاید اسی مقام خاص میں نکلے ہی نکلے یا بقدر تخم ہی نکلے یا جس قدر خراج معین ہے اسی قدر نکلے زیادہ پیدا نہ ہو دے پس مشارکت نہ رہے گی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنی جو بقدر ثلث یا ربع خارج کے ہوتا ہے ہو دے تو عقد مزارعت باطل نہ ہو گی جیسے مضاربت پیدا ہونے کی شرط ہو دے اس لئے کہ اس میں شرکت منقطع نہیں ہوتی بلکہ جس قدر پیدا ہو گا خود بخود اس میں شرکت ہو جاوے گی یا جس کا رکن یا خراج مقاسمہ میں ہو دے ادا کرنے باقی

(۱۱) وإن اختلف الحب والتبن كحنطة وشعير لم تجز الشركة فيما هو المقصود أو تضيف الحب والتبن لغير رب التبن لأنه خلاف مقتضى العقد أو تضيف التبن والحب لأحدهما لقصد الشركة في المقصود فإن شرط تضيف الحب والتبن لصاحب البذر ولم يتعرض للتبن صحت لأن في الأول الشرط مقتضى العقد فإنه ملكه وفي الثاني الشركة فيما هو المقصود حصة بزرع التبن لصاحب البذر وعند البعض مشترك بينهما للحب (۱۲) وكذا لو كان الأرض والبذر لزيد والبقر والعمل لآخر والأرض لواحد لهما والبقية لآخر وطلبت لو كانت الأرض والبقر لزيد والبذر والبقر له والأجران للآخر والبذر له والباقي لآخر لعدم انتهاء المقابلة على سمت واحد لأنه إما أن يكون لواحد من أحدهما والبقية من آخر وهذا على أربعة أوجه وهو إما أن يكون الأرض والعمل أو البذر أو البقر أو أحدهما والباقي من الآخر والآن جاز أن وقالت لا حتمال الربح أو نوابع غير مذكور في الهداية وهو أيضاً غير جائز لأنه استئجار البقر بحر معلوم وإما أن يكون البذر من أحدهما والبقر من الآخر وهو على ثلاثة أوجه وذلك إما أن يكون الأرض مع البذر أو مع العمل من أحدهما والباقي من الآخر والآن جاز دون الأولين لأن مناسبة بين الأرض والبقر وكذا غير الأرض والبقر وعن أبي يوسف جواز هذا أو إذا صحت فالخارج على الشرط والناسي للفاعل أن لو يخرج

(۱۱) اور اگر تبن اور گھوس رنج والے کا اور گیہوں کی بالیں ملی ہوئی ہوں اور جو اور گیہوں کے ملے ہوئے ہوں یا بکری کا دانہ اور گیہوں ملے ہوئے ہوں تو شرکت جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی اصل صورت میں شرط ہے اور اگر حقیقتاً ملے ہوئے نہ ہوں بلکہ ایک کی بالیں دوسرے کی بالیں سے الگ ہوں تو شرکت جائز ہے اور دوسری صورت میں مقصود یعنی اناج میں شرکت ہو حاصل ہے تو اس صورت میں کل جو ہوا صاحب تخم کو ملے اور بھوسہ میں سے ایک شریک دوسرے کو کچھ نہ دے۔

(۱۲) متعدد مزارعت کی متعدد صورتیں

اسی طرح اگر مزارعت درست ہے تو تخم اور زمین

(۱۱) وإن اختلف الحب والتبن كحنطة وشعير لم تجز الشركة فيما هو المقصود أو تضيف الحب والتبن لغير رب التبن لأنه خلاف مقتضى العقد أو تضيف التبن والحب لأحدهما لقصد الشركة في المقصود فإن شرط تضيف الحب والتبن لصاحب البذر ولم يتعرض للتبن صحت لأن في الأول الشرط مقتضى العقد فإنه ملكه وفي الثاني الشركة فيما هو المقصود حصة بزرع التبن لصاحب البذر وعند البعض مشترك بينهما للحب (۱۲) وكذا لو كان الأرض والبذر لزيد والبقر والعمل لآخر والأرض لواحد لهما والبقية لآخر وطلبت لو كانت الأرض والبقر لزيد والبذر والبقر له والأجران للآخر والبذر له والباقي لآخر لعدم انتهاء المقابلة على سمت واحد لأنه إما أن يكون لواحد من أحدهما والبقية من آخر وهذا على أربعة أوجه وهو إما أن يكون الأرض والعمل أو البذر أو البقر أو أحدهما والباقي من الآخر والآن جاز أن وقالت لا حتمال الربح أو نوابع غير مذكور في الهداية وهو أيضاً غير جائز لأنه استئجار البقر بحر معلوم وإما أن يكون البذر من أحدهما والبقر من الآخر وهو على ثلاثة أوجه وذلك إما أن يكون الأرض مع البذر أو مع العمل من أحدهما والباقي من الآخر والآن جاز دون الأولين لأن مناسبة بين الأرض والبقر وكذا غير الأرض والبقر وعن أبي يوسف جواز هذا أو إذا صحت فالخارج على الشرط والناسي للفاعل أن لو يخرج

(۳) ویجبر من ابی من العشر لانہ لیس للبذر لان العشر علیہ لا یحتوی صبر وھو اھلاک النصف (۴) وبقی نصف والخارج لرب البذر والآخر علی اربعۃ وعلیہ ما شرط وعند محمد بالغا ما بلغ (۵) وللزی رب البذر والارض وقد کرب العمل فدعی لہ حکما وبستر عمی دیانۃ (۶) وتبطل بموت احدھما وتفسخ بدین محوج الی بیعھا ھذا قبل ان یبلغ الزرع لکن بعذر دیانۃ لان بہ یتمکن الفاعل الخاص عادۃ من الزرع ولہ یستحقہ لانہ الزرع من تفاوت حق الزرع (۷) فان عجز احدھما بعد الزرع فعلی العامل اجر مثل نصیبہ من الارض حتی یدرک ای اجر مثل ما فیہ نصیبہ وبقیۃ الزرع علیھما بالحصص مثل اجرۃ السقی وغیرہ من العمل یکون علیھما بقدر الحصۃ کاجر الحصاد والدراس والتذوس والتذریۃ فانہ علیھما بقدر حصۃ کل واحد منھما فان شرط عدم العمل فسدت لانہ شرط مخالف لمقتضی العقد فان الزرع لا یدرک الا بعمل تعلق رضی ابی یوسف انہ یصح لان بصح الشرط ویلزمہ للتعامل قال الامام السرخسی ھو الاصح کی دیانۃ لیوفی العامل وتحاصل ان کل عمل قبل الادراک فھو علی العامل وبعدہ فعلیھما بالحصص واللہ اعلم

(۱۳) پیداوار کا ہونا یا ایک فریق کا عقد کے ایفاء سے منکر ہو جانا

جب عقد مزارعت صحیح ہو تو اب پیداوار حاصل ہونے تک شرط کے مطابق ہر فریق کا اپنے اپنے کام کو انجام دینا لازم ہے اگر کسی نے اپنے ذمہ کا کام نہیں کیا یا کام کرنے سے پہلے ہی انکار کر دیا یا کسی فریق کا انتقال ہو گیا تو عقد مزارعت ختم ہو جائے گا۔

فائدہ: یہ حکم بعد بیج ڈالنے کے ہے اس سے پہلے ہر فریق کو اختیار ہے۔

(۱۴) عقد مزارعت کا فاسد ہو جانا

اور اس صورت میں عقد مزارعت فاسد ہو جائے گا تو پیداوار کے تقسیم کرنے کی تین صورتیں ہیں اگر دونوں نے زمین اور بیج برابر دیا ہو تو پیداوار آدھی آدھی ہوگی اور اگر بیج کسی ایک نے دیا ہو تو جس نے بیج دیا ہو اس کو پیداوار کا نصف ملے گا اور اگر بیج دونوں نے دیا ہو تو جس نے زیادہ بیج دیا ہو اس کو اس کے بیج کے بقدر پیداوار ملے گی اور باقی پیداوار دوسرے کو ملے گی۔

فائدہ: یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بیج ڈالنے سے پہلے فساد پیدا ہو گیا ہو اور اگر بیج ڈالنے کے بعد فساد پیدا ہوا ہو تو پیداوار کا مالک زمین کا مالک ہوگا اور بیج والے کو اس کا بیج واپس کرنا ہوگا۔

(۱۵) زمین میں کاشت کے بعد مالک کا منکر ہونا

اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے پوری ہونے سے پہلے ہی کام کرنے والے کو نکال دے تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو کام کرنے والے کو اس کا حصہ دے دے اور اگر چاہے تو اس کو کام کرنے سے روک دے اور اس کو کچھ نہ دے لیکن اگر اس نے کچھ کام کیا ہو تو اس کی اجرت مثل دینی ہوگی۔

(۱۲) مزارعت کا باطل اور فسخ کیا جانا:

اور اگر مزارعت باطل ہو گئی یا فسخ کیا گیا تو کھیتی کا حاصل جو کچھ ہوا وہ زمین والے کا ہے اور بیج والے کو اس کے بیج کا مثل دینا ہوگا اور اس کے لئے کھیتی کا کچھ نہیں ہے۔

اور اگر بیج والے نے کھیتی پر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا کچھ دیا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے واپس لے لے اور اگر کھیتی پر عمل کرنے والے نے کھیتی کو کاٹ لیا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اس کو کھیت میں چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا حاصل پک جائے اور اس کا حصہ اس کو دیا جائ

کے درمیان پڑاؤ نہ کیا ہو اور اختلاف میں (یعنی اس امر میں کہ) کیا وہ اس کے لئے پڑاؤ تھا یا نہیں کہ یہ بات ہے اور اس کا قول ہے کہ نہیں ہے اور اس کا قول جو اس کے ساتھ ہے اور اس کا قول جو اس کے ساتھ ہے اور اس کا قول جو اس کے ساتھ

لبعرس ويكون الارض والشجر بينهما لايصح لاشتراط الشركة فيما هو حاصل قبل الشركة والثمر والغرس لرب الارض وللآخر قيمة غرسه واجر عمله لانه في معنى قفيز الطحان لانه استيجار بعض مايخرج من عمله وهو نصف انسان راسا لايكون الغرس لصاحبه لانه غرس مرضاه ورضي صاحب الارض فصار تعالى الارض وحملة الجوزان سع نصف الارض ويستاجر صاحب الارض العامل في ثلث سنين مثلا شيئ قليل للعمل في نصفه والله اعلم.

(۳) مدت کے تعین میں کمی بیشی

اگر مساقات میں اتنی مدت بیان کی جس میں پھل نہیں پکتا تو وہ فاسد ہوگی اور جو اس قدر مدت بیان کی کہ اس میں کبھی پک جاتا ہے اور کبھی نہیں پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اس میدان میں پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی۔

(۴) جن پھلوں میں مساقات صحیح ہے

اور صحیح ہے مساقات انگور اور درخت دار تکاریوں اور بیلوں کی جڑوں اور کھجور میں اگر چہ اس میں پھل موجود ہوں لیکن پکے نہ ہوں تو اگر پکے ہوئے ہیں ہوں تو پھر مساقات صحیح نہ ہوگی بسبب حاجت نہ ہونے کے جیسے جزارعت تیار کھیتی میں صحیح نہیں ہے۔

(۵) ایک متعاقد کا فوت ہو جانا

تو اگر مرا حد المتعاقدین مرجع نے یا مدت مساقات کی گزر جائے اور پھل پکے ہوں تو عامل یا ورثہ اس کے کام کئے جاویں اگر چہ زمین کا مالک یا اس کے ورثہ خوش نہ ہوں۔

(۶) فسخ مساقات کے اسباب

اور مساقات نہیں فسخ ہوتی مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہو جانے سے کہ اس کی طرف سے خوف ہو پھل اور شاخوں کا۔

(۷) خالی زمین مساقات پر دینا

اور خالی جنگل کو دے دینا کسی کو ایک مدت معین کر کے تاکہ وہ اس میں درخت لگاوے پھر زمین اور درخت میں نصفا نصف ہو جاوے درست نہیں ہے بلکہ درخت اور اس کے پھل زمین کے مالک کے ہوں گے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملے گی۔

فائدہ۔ یعنی جو درخت کی قیمت کاشنے کے ان قسم حیلہ اس کے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعض ڈوگی زمین کے مالک کے ہاتھ بیچ ڈالے اور زمین کا مالک عامل کو مقرر تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر تا کہ مالک کے حصے میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم۔

کتاب الذبائح

(۱) حرم ذبيحة لم تذكّ او اذا ذبيحة حيوانا من شانه الذبح حتى يخرج السمك والجراد اذليس من شانهما الذبح وانما حملناه على ذلك لاعلى المعنى الحقيقي اذلو حمل عليه لكان المعنى حرم مذبوح لم يذكه اى لم يذكر اسم الله تعالى عليه فلايتناول حرمة ماليس بمذبوح كالمتردية والنطيحة ونحوهما ولا ما اذا قطع من الحيوان الحي عضو واذا

حمل على المعنى المجازي وهو ما من شأنه ان يذبح يتناول الصور المذكورة ثم قسم التذكية بقوله (۲) وذكوة الضرورة جرح اين كان من البدن والاختيار ذبح بين الحلق واثلة اللبة المنحدر من الصدر وغروقه الحلقوم والمرئ والودجان الحلقوم مجرى النفس والمرئ مجرى الطعام والشراب وفي الهداية عكس هذا وهو سهو من الكاتب او غيره

ذبیحہ کا معنی اور مطلب

ذابح ذبح ہے ذبیحہ کو ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے درحقیقت۔

(۱) ذکوٰۃ کے بغیر ذبیحہ

حرام ہے وہ ذبیحہ جس کی ذکات نہ کی جاوے۔

فائدہ:۔ ذکات کا بیان آگے آتا ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے الا ما ذکیتم یعنی حرام ہیں اور اوپر تمہارے مردار اور دم یہاں تک کہ مگر جو تم نے ذکات کی اس کی اور ذبیحہ سے مراد وہ حیوان ہے جو قابل ذبح کے ہے تو اس سے نکل گئی وہ ندی جس کا ذبح اس واسطے کہ ان کی شان سے ذبح نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوگئی حرمت اس جانور کی جو اوپر سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو کہ ان دونوں جانوروں سے قطع کر لیا گیا کذا قال الاصل باختصار وزیادۃ۔

(۲) ذکات کی دو اقسام ہیں

ذکات دو قسم کی ہے ایک ذکات اضطراری وہ زخم پہنچانا کسی مقام پر بدن سے ہے اور ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہے مابین حلق اور لبہ کے۔

فائدہ:۔ لبہ بفتح۔ ہمزہ تشدید یا عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا جیسے ذبح سے کذا قال الاصل۔ یعنی سر سینہ جہاں سے شروع ہوا ہے وہاں سے لے کر جڑوں تک ذکات اختیاری کا مقام ہے دلیل اس کی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان کی لبہ اور جڑوں کے ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اس لفظ سے۔

☆ اور ذبح کی رگیں جن کا قطع ذبح میں ضرور ہے چار ہیں پہلا حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہے دوسری مری یعنی وہ نالی جس کا نام اس رگ کا ہے جس سے کھانا پانی جاتا ہے تیسری اور چوتھی دو شہ رگیں کہ ان میں خون پھرتا ہے اور ان کو عربی میں ودجین کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ یہ دونوں رگیں داہنے بائیں حلقوم اور مری کے واقع ہیں۔

(۳) فلم يجز فوق العقدة والمحض قطع الحوار لقوله عليه الصلوة والسلام الذكوة بين اللبة (۴) واللحيين وحل بقطع اى ثلث منها اقامة للاكثر مقام الكل (۵) ويكفى حالة فرى الاوداج والدم ولو بليطة وبروة اللبطة فشق القصب والمروة الحجر الذى فيه حدة (۶) الا انا وظفر قائمتين اما اذا كانا منزوعين تحل الذبيحة عندنا لكن يكره وعند الشافعي الذبيحة بهما ميتة لقوله عليه السلام فاخلا الظفر والسن فانهما مدى الحبشة ونحن نحمله على غير المنزوع فان الحبشة كانوا يفعلون ذلك (۷) وندب احداد شفرته قبل الاضجاع

(لا) يكره عقره ابتداء بالسيف والسهم والحربة إلا في المذبح فوله بالحربة رفع عظم نحو النصل على ما كره وهو حاتر أو حد الفصل وذبحها من لبتها واللبة بين المنحر الشديد حتى يبلغ المذبح وهو بالفارسية حرام مغز والمنحر طرف لبة يسكن عن الاضطراب

(۳) فوق العقدة ذبح کرنا

تیسرا شخص ہے ذبح فوق العقدۃ والی حدیث میں۔

فوق العقدۃ اس کے پاس جائز ہے ان اسلحہ کے ذریعہ جو خون بہا دیں اور ہڈی کے علاوہ اور دانت کے علاوہ حبشیوں میں اس قول کی تائید کی گئی ہے۔

(۴) تین رگوں کا کاٹنا

اور حلال ہے ذبح کرنا اس کا ان اسلحہ کے ذریعہ جو خون بہا دیں سوائے ہڈی اور دانت کے جائز ہے۔

اور ان دانتوں کے بارے میں جو کہ ہڈیوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ناخون کا یہی قول ہے امام ابو یوسف کا اور امام محمد کا اور یہی ہے قول امام ابو حنیفہ کا اور امام محمد کا اور یہی ہے قول امام شافعی کا اور امام احمد کا اور امام مالک کا۔

(۵) ذبح کا آلہ

حکم ہے ذبح کرنے کا ہر تیز چیز سے جو خون بہا دیں سوائے دانت اور ناخون کے اور نہ ذبح کیا جائے ساتھ چھری کے اور نہ ساتھ ہڈی کے۔

فائدہ: اس دلیل کی وجہ سے جو کہ ہم نے ذکر کی ہے ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی نے ذبح کیا کسی جانور کو ساتھ ہڈی کے یا دانت کے یا ناخون کے تو وہ جانور مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

(۶) دانت و ناخون سے ذبح کرنا

اور دانت سے اور ناخون سے جب وہ جدا ہوں۔

فائدہ: لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہوں ہڈی سے تو ذبح حلال ہے ساتھ ان کے کیونکہ یہ نجس نہیں ہوتے اور ساتھ ان کے ذبح کرنا جائز ہے اور یہ اس سے زیادہ بہتر ہے ذبح کرنا ساتھ چھری کے اور اس حدیث میں جو کہ ذکر کی گئی ہے اور اس حدیث میں جو کہ ذکر کی گئی ہے اور دانت اور ناخون کا اشارہ ہے اور یہ فرمایا آپ نے کہ وہ چیز جس میں جلدی ہو اور تیزی ہو تو ذبح کرو ساتھ اس کے اور ذبح کرنا ساتھ دانت اور ناخون کے اور یہ فرمانا آپ کا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں دانت اور ناخون کے بارے میں اور یہ فرمانا آپ کا کہ دانت ہڈی ہے اور ناخون چھری ہیں حبشیوں کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ذبح کرنا ساتھ دانت اور ناخون کے جبکہ وہ جدا ہوں ہڈی سے اور یہ ذبح کرنا ساتھ چھری کے بہتر ہے اور یہ حکم اس کا مشہور روایات سے ہے اور اسی کو ظاہر الروایۃ کہتے ہیں اور یہ روایت ہے امام ابو حنیفہ سے اور امام محمد سے اور ایک روایت میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ حکم ہے کہ ذبح کرنا ساتھ دانت کے اور ناخون کے اگرچہ وہ جدا ہوں ہڈی سے اور یہ قول ہے امام ابو یوسف کا اور امام شافعی کا اور امام احمد کا اور امام مالک کا۔

(۷) تیز چھری تیز رکھنا

اور مستحب ہے تیز کرنا چھری کا تاکہ جلد ذبح کرے جانور کو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا فرض نہیں بلکہ سنت ہے اگر وہ جان بوجھ کر نام نہ لے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر بھول کر نام نہ لے تو اس کا ذبیحہ حلال ہونا اولیٰ ہے۔

(۸) ذبح کے مکروہات

اور جانور کے بچہ کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے جانور کو ذبح کرتے وقت اس کے سامنے چھری تیز کرتا ہے یا ایک جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح کرتا ہے یا ذبح کرتے وقت اس کی گردن توڑتا ہے یا کھال کھینچتا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور ایسا برا کام کرتا ہے وہ سخت گناہگار ہے۔

(۹) ذبح کرنے والا

اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب جس سے عورت کا نکاح حلال ہو یا اہل کتاب ہونے کی وجہ سے ذبح کرنے کا حکم ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے جانور کو ذبح کرتے وقت اس کی گردن توڑتا ہے یا کھال کھینچتا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور ایسا برا کام کرتا ہے وہ سخت گناہگار ہے

کے کہ ذبائح اصل اور اُصل کتاب ذبح کے وقت ہو اللہ کے نام پر ذبح کرنا جس پر ذبح کیا جائے اس پر حرام ہو جائے گا جیسے مذبوح اُضحیہ کے ذبح کے وقت ہو اللہ کے کسی نبی یا ولی کا نام لے کے ذبح کرے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ مراد طعام سے اس آیت میں ذبیحہ ہے تمام ذبائح وغیرہ اس لئے کہ اگر ذبائح مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوتی جاتی ہے کہ تمام ذبائح وغیر و مشرکین سے بھی لینا درست ہے۔

(۱۰) بچۂ مجنون اور عورت کا ذبیحہ

تو درست ہے ذبیحہ اس بچے یا مجنون کا یا عورت کا جو ہو اللہ اور ذبح کر جانتے ہوں۔

فائدہ: اور جو بچہ یا مجنون ایسا ہو کہ نام اللہ کا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہو تو اس کا ذبیحہ درست نہیں ہے۔

(۱۱) بے خصتہ اور گونگے کا ذبیحہ

اور درست ہے ذبیحہ جس کا خصتہ نا ہوا ہو اور گونگے کا۔

فائدہ: اس لئے کہ گونگا اللہ تعالیٰ سے نام پر ذبح کرتا ہے معذور ہے تو وہ مثل نابینا کے ہو۔

(۱۲) وہ جس کا ذبیحہ حلال نہیں

نہیں حلال ہے ذبیحہ بت پرست اور کوکبی کا (اس واسطے کہ مسند عبدالرزاق میں حسن بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس جگہ کی شان میں کہ ذبح کرتے والے ہوں کی عورتوں سے اور کھانے والے ہوں ان کے اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً وقت ذبح نے اسم اللہ کو ترک کر دیوے۔

فائدہ: یہ حدیث مرسل ہے، ہاں اگر مسلمان قصداً ذبح کے وقت تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ تم اس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی مرزیہ نے ابن عباس سے کہ جو شخص بھول جاوے بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو عمداً ترک کرے تو وہ چیز نہ کھایا جاوے گا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کا ذبیحہ کافی ہے اپنے کتے پر دوسرے کے کتے پر تعلیم کی حرمت کے ساتھ ترک تسمیہ کے اور اجماع کیا صحابہ کرام اور تابعین نے حرمت پر اس ذبیحہ کی جس پر قصداً نام اللہ تعالیٰ کا ترک کیا جاوے اور خلاف ان کا حرمت وحلت میں اس ذبیحہ کے ہے جس پر بھول اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمر اور امام مالک کا یہ ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور ابن عباس علی اور آخر حنفیہ کے ہو یک حلال ہے یہی قول امام شافعی کا کہ مسمون کا ذبیحہ گرچہ قصداً ترک کرے تسمیہ کو حلال ہے محتمل ہے مذہب اخیر اور حدیث مشہور سمجھ ہر اجماع صحابہ کو جس بعد امام اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے ہیں شافعی اس حدیث سے کہ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اس سے عہد رجوع اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کافی ہے اس کو نام اللہ تعالیٰ کا تو اگر بھول جاوے نام اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ نام اللہ پڑھ کر کھاوے اور اضافہ میں اس کی کہ دارقطنی نے یزید بن خالد صدوق ہے لیکن ضعیف اخطا ہے اور روایت کیا اس کو عبدالرزاق نے اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباس پر اور حدیث موقوف شافعی

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

[illegible] ہو جائے تو اس کا ذبح کرنا درست ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔

(۱۵) ذبح کے وقت کی دعائیں

[illegible] جو شخص ذبح کرنے کا ارادہ کرے تو ذبح کرنے سے پہلے کیا دعا پڑھے؟

فائدہ: اس بارے میں صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے جانور ذبح کرنے کے لیے مجھے بھیجا تو آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! چھری لے کر قربانی کے پاس جاؤ اور اس کے خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اللہ کی بخشش کا یقین کر لو۔ بے شک تمہارے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ خوشخبری ہم اہل بیت کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یہ خوشخبری ہم اہل بیت کے لیے بھی خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی عام ہے۔

ابو داؤد میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو سینگ والے، موٹے تازے، خصی اور سفید و سیاہ رنگ کے تھے۔ آپ نے ان کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھا اور اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھا۔

ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو سینگ والے، موٹے تازے، خصی اور سفید و سیاہ رنگ کے تھے۔ آپ نے ان کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھا اور اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھا۔

(۱۶) ذبح کرنے کا طریقہ

مستحب ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح کرنے سے پہلے چھری کو اچھی طرح تیز کر لے اور جانور کے سامنے چھری تیز نہ کرے اور جانور کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔

فائدہ: اس بارے میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا لکھ دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ تم میں سے ہر ایک اپنی چھری کو تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔

ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹا کر اس پر چھری تیز کرنا شروع کر دی تو آپ نے فرمایا: کیا تو اس کو کئی موتیں مارنا چاہتا ہے؟ تو نے اس کو لٹانے سے پہلے چھری کیوں نہ تیز کر لی؟

(۱۷) وحشی جانور جو اہلی ہو گیا

[illegible] جو جانور وحشی ہو اس کو ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فائدہ: اس بارے میں اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ ذبح کرنا جائز ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ اہلی جانور کی طرف سے بھاگ جائے اور اس کی دسترس سے نکل جائے۔ اس صورت میں وہ وحشی جانور کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کا ذبح کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۱۸) چارپایہ جو وحشی ہو گیا یا کنویں میں گر گیا

[illegible] جو چارپایہ جانور وحشی ہو گیا یا کنویں میں گر گیا اس کو ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فائدہ: اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے۔ لوگوں کو بھوک لگی تو انہوں نے کچھ اونٹ اور بکریاں غنیمت میں پائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا۔ ایک شخص نے اس کو تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں بھی وحشی جانوروں کی طرح کچھ وحشی ہوتے ہیں۔ پس جو تم پر غالب آ جائے تو اس کے ساتھ یہی کرو۔

نے کہا اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں کوئی حدیث نہیں ہے اور اس کی تحسین کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند متصل

چوہا اور گھوس اور کچھوا نہ کھائے یہ شافعی وغیرہ مالکی قول ہے شافعی اور احمد کا بھی۔ اس لئے کہ یہ جانور سب خبیث ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ویحرم علیہم الخبائث اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور ہمارے نزدیک سب درندے حلال ہیں خواہ سباع بہائم ہوں یا سباع وحوش کھانے والے ہوں یہ ہماری دلیل ہے۔

(۲۲) بستی گدھے

اہلی گدھے۔

قولہ۔ پالتو گدھے بالاتفاق شافعی اور احمد کے بھی حرام ہیں کہ کھایا اس میں سے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہیں دلیل ہماری یہ حدیث ہے روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالتو گدھوں کے گوشت سے۔ اور ابن عباس کے روایت ہے حدیث جو بڑی ہے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے لیکن گدھا وحشی یعنی جنگلی خوشخوار غیر حلال نہیں ہے۔ اس لئے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے ابوقتادہ سے حدیث کے قصے

(۲۳) والبغل (۲۴) والخيل (۲۵) والضبع (۲۶) والثعلب (۲۷) والسنجاب (۲۸) والأرنب (۲۹) والضبع الذي يأكل الجيف والضفادع (۳۰) والفيل والببر (۳۱) والدب والقرد (۳۲) والحيوان المائي (۳۳) سوى السمك ثم يطفو (۳۴) والحشرات والهوام كالحلم بالفارسية دندان نيش وذباب حيوان ينتهب ثيابه ودود الخشب طاهر يحتطف بالمخطب ولحم الحمر الأهلية خلافا لمالك وفي الخيل خلافهما وخلاف الشافعي لقوله تعالى والخيل والبغال والحمير لتركبوها الآية وفي الضبع خلاف الشافعي وهو بالفارسية كفتار والسنجاب سمك پشت والأرنب كلاغ بيشه والضفادع كلاغ سياه بزرك والببر مرغ موش دشتى وهو حلال عندالشافعي وابن عوس وابن عوس راسو فوله ثم يطفو لم يطف من لتعنوا لم يعل على الماء ميتا حتى إن طفى انتن ميتا خرج والحشرات نوع من السمك وهو غير الهوام هي كدافي المحرم وحل الجراد (۳۲) وانواع السمك بلا ذكوة (۳۳) وغراب الزرع والأرنب (۳۴) والمفترس منها إن مع لو كوة

(۲۳) خچر

اور خچر۔

قولہ۔ جس کی ماں گدھی ہو اور جس اس کی گھوڑے ہو تو وہ حلال ہے بالاتفاق یہی قول ہے شافعی اور احمد کا اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے دلیل ہماری حدیث جابر کی ہے کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالتو گدھوں کا اور خچروں کا اور ہر درندہ کہ اپنے پنجے سے کھاتا ہو روایت کیا اس کو بخاری نے اور کہا خطابی نے روایت کی ابن ماجہ نے

نہ حدیث ابن ابی اوفی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑوں کے اور خچروں کے اور گدھوں کے۔

(۲۴) گھوڑ

اور گھوڑا۔

قولہ۔ ہمارے نزدیک اور ابو حنیفہ اور بعض مالکیوں کے نزدیک احمد اور شافعی اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے بدلیل حدیث جابر کے کہ آذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت میں گھوڑوں کے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور کہا

روایت ابو جنادی دلہم نے اسماء بنت ابی بکر سے کی انہوں نے کہا ہم نے جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بکریوں پر حملہ کیا ہم نے اس میں دو بکریاں اور وہ ہمارے ہاتھ سے اپنی بکریوں پر حملہ کرنے کی وجہ سے گر گئیں دوسری روایت یہ ہے کہ بکریوں کو آفت پہنچی ہے ہم نے ان کو ذبح کر لیا ہے اور ان کے گوشت کے صباح ہونے میں تقلیل ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے رجوع کیا حرمت سے جس کی وجہ قائل ہوئے اس کی حلت کے تعین دن اپنی موت سے چشمہ اور اس پر فتویٰ ہے۔ رشادیہ

(۲۵) بجو اور گوہ

اور بجو اور گوہ۔

فائدہ: یہ دونوں جانور درندوں میں سے ہیں اور گوہ حشرات الارض میں سے ہے اور روایت کی ابو داؤد نے جابر سے انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجو کے گوشت کھانے سے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے مالکیہ اور شافعیہ پر کہ ان کے نزدیک گوہ میں سے دلیل ان کی حدیث ابن عباس کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ وہ امت میں سے نہیں ہوں یا یہ کہ نہیں کھاتی قوم کی زمین میں سوائے اس کے اور وہ ثابت ہیں اس کو روایت کیا ان کو بخاری و مسلم نے نام صاحب کی طرف سے اس اعتبار سے کہ وہ ثابت ہے کہ یہ حدیث اخذ سے ۱۱۶ کی ہے اور پہلے آپ نے کہ گوہ کو حلال کیا ہے اور حدیث ابن عباس نہیں کیا تھا اجتہاد سے آپ نے منع کر دیا دوسرے پر حدیث ابن عباس کی معارضہ سے حدیث ابو داؤد میں جابر کی تو فتویٰ کو ترجیح دی اس لئے کہ حرمت مقدم ہے کیونکہ یہ ناقل ہے یہ کہ نہ کھانے میں کوئی کیا حلال یا ہے جو خواہش کرے۔

(۲۶) بجو اور بچھوا

اور بجو اور بچھوا۔

فائدہ: اس لئے کہ بجو سوائے ہیں سے ہے اور بچھوا

حشرات الارض میں سے ہے جو۔

(۲۷) گوہ اور گدھ

اور گوہ اور ہوا یا گدھ اور راخم کو حرام رکھا ہے۔

فائدہ: یہ امور بھی کہ نہ ہے اور راخم بھی کھاتا ہے یا ضعیف کھاتا ہے اور امام اعظم نے ترجیح دی ہے امام

(۲۸) ہاتھی، جنگلی چوہا اور نیولا

اور ہاتھی (اس لئے کہ وہ حلال نہیں ہے) اور جنگلی چوہا یا خولنی (اس لئے کہ وہ حشرات الارض اور سباع میں سے ہے) اور نیولا۔

فائدہ: یہ تینوں وحشی حشرات الارض میں سے ہے اور چوہا میں سے دو قول ہیں ایک قول میں حلال ہے اور ہمارے ہاں حرام ہے۔

(۲۹) دریائی جانور

اور دریائی جانوروں میں سے مچھلی کے اور کچھ حرمت نہیں ہے۔

فائدہ: امام مالک نے فرمایا ہے کہ دریائی جانور حلال ہیں بجز اور خنزیر دریائی اور مینڈک اور سانپ دریائی نہیں ہوتا رسول اللہ نے ان کو قتل کرنا ہے اور ایک روایت میں ہے انہوں نے توقف کیا اس میں اور امام احمد نے فرمایا ہے کہ دریائی بھی سب جانور دریائی ہوتے ہیں حرمت کھانے کی مینڈک کے سوا اور مچھلی کے سوا دریائی کے نکالنے سے مر جائے اور بعض اصحاب شافعی نے فرمایا ہے کہ سب دریائی حرمت ہیں اور یہی اصح ہے ان کے مذہب میں ظاہر تمسک ان کا آیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے احل لکم صید البحر الخ حلال ہے واسطے تمہارے شکار دریا کا اور یہ عموم ہے ہر ایک شکار میں ہے اور کہتے ہیں کہ مراد صید بحر سے طافہ

[illegible] مچھلی [illegible]

(۳۱) مچھلی کی چند اقسام

مچھلی کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں یہاں تک کہ دریا میں رہنے والی مچھلی کی [illegible]

فائدہ: [illegible] ایک روایت میں [illegible] کہ یہی قول راجح ہے۔

(۳۲) غیر ذکات کے حلال جانور

[illegible] حلال ہونے کی وجہ سے [illegible] مچھلی [illegible] [illegible] ایک روایت میں [illegible] کا [illegible] ایک روایت میں [illegible] حضرت [illegible] اور [illegible] نے [illegible] حضرت [illegible] نے [illegible] مچھلی اور [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] ہم نے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہ

(۳۴) عقیقہ

اور عقیقہ ذکات سے۔

فائدہ۔ عقیقہ وہ کوا ہے جو مرد اور عورت دونوں کھاتا ہے اس کا حلال ہونا اصح قول ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح جو مرغی نہ کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح حلال ہے طوطا اور ہدہد اور خاکس، بقاق، ائمہ ثلثہ کے نزدیک المیزان للشعرانی۔

فائدہ۔ غیر اللہ کیلئے ذبح کیا جانے والا جانور

ذبح کیا جو نور امیر کے آنے کے لئے یا کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سوا خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اگرچہ وقت ذبح

ضمیمہ از "فقہی مقالات"

شرعی ذبح اور اس کی شرائط

"تذکیہ" اور "ذکاۃ" لغوی اعتبار سے پورا کرنے کے معنی میں آتے ہیں اسی وجہ سے اگر لفظ "ذکاۃ" عمر اور قسم کے لیے استعمال ہو تو اس کے معنی عمر اور سمجھداری میں کامل ہونے کے آتے ہیں۔ (لسان العرب لابن منظور)

اور ذبح کے شرعی طریقے کو "ذکاۃ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں وہ تمام شرائط پائی جاتی ہیں جن کے نتیجے میں جانور کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ مائدہ کی آیت "اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" کی تفسیر میں فرمایا کہ

ای ادرکتموہ ذکتہ علی التمام (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۵۳)

بعض علماء نے فرمایا کہ "تذکیہ شرعی" "تذکیۃ" بمعنی "تطیب" (خوشبودار بنانا) سے ماخوذ ہے جیسے

کے خدا کا نام لیا جاوے اور مکار اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ مسلمان کر سیدھا قبلہ کبیر کی گائے یا شیخ سدو کا بکرا یا اجالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہیں وہ گائے بکرا مرغ مردار ہے اس واسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہیں اور صحیح مسلم میں وارد ہے حضرت علی مرتضیٰ سے کہ لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ ۔ الخ لعنت کرے اللہ اس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے موذیات سے خود احتراز کریں اور اوروں کو جو جاہل ہیں سمجھا کر ان چیزوں کو ترک کرا دیویں۔ غایۃ الاوطار مع زبدۃ البیت یہ صورت درست ہے کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کریں اور ثواب اس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچاویں واللہ اعلم۔

اہل عرب بولتے ہیں "ذبحة ذكية" بہترین خوشبو چنانچہ جب حیوان کا خون بہا دیا جاتا ہے تو اس کی خوشبو بھی عمدہ ہو جاتی ہے۔

یہ تو اس کے لغوی معنی تھے۔ "تذکیہ" کے اصطلاحی معنی امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائے ہیں:

"تذکیہ" کے اصطلاحی معنی ہیں "خون بہانا" اور اگر وہ جانور ذبح کیا جانے والا ہے تو اس کی رگیں کاٹنا اور نحر کیا جانے والا (جیسے اونٹ) تو اس کا نحر کرنا اور اگر اس جانور کی رگیں کاٹنے یا اس کو نحر پر قدرت نہیں ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے حلال کرنے کی نیت سے اللہ کا نام لے کر زخمی کرنا۔ (بحوالہ سابقہ)

چونکہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ "تذکیہ"

کی اصطلاحی تعریف میں بعض شرائط اتفاقی ہیں ان سے احسن یہ ہے کہ "ذکاۃ" کی اصطلاحی تعریف یہ کی جائے۔

"ایسے مشروع طریقے سے حیوان کی روح کا نکالنا جس کے نتیجے میں اس کا گوشت مسلمان کے لیے حلال ہو جائے۔"

جہاں تک ان شرائط کا تعلق ہے جو انتہا "ذکاۃ شرعی" کے لیے بیان فرمائی ہیں وہ تین عناصر پر مشتمل ہے۔ (۱) روح نکالنے کا صحیح طریقہ (۲) ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا (۳) ذبح کرنے والے کے اندر ذبح کی صلاحیت ہونا (یعنی اس کا مسلمان یا کتابی ہونا) اب ہم ان تینوں مضمون پر تفصیل سے کلام کریں گے۔ باللہ التوفیق۔

الف: حیوان کی روح نکالنے کا طریقہ

حیوان کی روح نکالنے کا وہ طریقہ جو شریعت اسلامیہ کے نزدیک معتبر اور "ذکاۃ شرعی" کی شرائط پر اترتے ہے کافی ہے۔ یہ حیوان کے بدلے ہوئے حالات پر منحصر ہے اگر جانور کے ذبح ہونے کی حد سے نہ گزرا ہو یا جانور مالوں تو اسے نیزہ یا تیر مار کر ذبح کرنا ممکن نہیں ہے ان دونوں صورتوں میں کسی بھی آلہ جارحہ سے اس کو زخمی کرکے اس کا خون بہا دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے اپنے جانور کے حلال ہونے کے لیے اس کو ذبح کرنا یا اس کو زخمی کرکے مرنا نہیں ہے بلکہ ذبح کی اس قسم کو "ذکاۃ اضطراری" کہا جاتا ہے۔ "ذکاۃ اضطراری" کے احکام بیان ہوئی ہیں ان سے ثابت ہوتے ہیں۔

اور اگر اس جانور کے ذبح پر انسان کو قدرت حاصل ہے یا وہ اس جیسے کہ وحشی ہے قابو میں لیکن اس پر قابو پا لیا گیا ہے تو اپنے جانوروں کے ذبح کے وقت اس کی رگیں وہ ہے کہ خون بہانا واجب ہے اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عن رافع بن خديج رضي الله عنه في حديث طويل ان جده سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم . افنذبح بالقصب ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما انهر الدم و ذكر اسم الله فكل (صحيح بخاري)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ ان کے دادا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم جانور کو بانس کے چھلکے سے ذبح کر سکتے ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا جو چیز خون بہا دے اور اس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس کو کھاؤ۔

اس حدیث میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے دادا سے "ذبح" کے بارے میں سوال کیا اور "ذبح" بانس کاٹنے ہی کو کہا جاتا ہے جیسے کہ حضرات شارحین نے اس کی تشریح کرتے ہوئے اسی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ (۱۲ منہ)

لہذا صول ہوا کہ جو آلہ سے اس پر قدرت ہو رہی ہے کہ جانور کی رگیں خرچ کیں کاٹ دے "ذکاۃ شرعی" حاصل ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں اس کا خون بہہ جائے۔

عن ابن عباس و ابي هريرة رضي الله عنهما قالا: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن شريطة الشيطان وهي التي تذبح فتقطع الجلد ولا تفري الاوداج ثم تترك حتى تموت

(۱۲ منہ) کذا فی الاصل و فی نصب الرایۃ للزیلعی ۴/۱۸۲ و فی الدرایۃ لابن حجر ۲/۲۸۰ و فی التلخیص الحبیر لابن حجر ۴/۱۷۱ و فی الجوہر النقی لابن ترکمانی ۹/۲۸۰ و فی عمدۃ القاری للعینی ۲۱/۱۰۲ و فی فتح الباری لابن حجر ۹/۶۴۰ و فی الدر المنثور للسیوطی ۲/۲۸۰ و فی کنز العمال للمتقی الہندی ۱۵/۶۴۰ و فی الدر المختار للحصکفی ۶/۳۰۰ و فی رد المحتار لابن عابدین ۶/۳۰۰ و فی الفتاوی الہندیۃ ۵/۲۸۰ و فی الفتاوی التاتارخانیۃ ۱۷/۳۰۰ و فی الفتاوی الولوالجیۃ ۳/۳۰۰ و فی الفتاوی البزازیۃ ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الخانیۃ ۳/۳۰۰ و فی الفتاوی الظہیریۃ ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ ۵/۳۰۰ و فی الفتاوی الرملیۃ ۲/۳۰۰ و فی الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ الکبری لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ الصغری لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ الوسطی لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ الجامعۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المختصرۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المبسوطۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المفصلۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المجملۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المنظومۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المنثورۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المرتبۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المہذبۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المحررۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المنقحۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المصححۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المعتمدۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المشہورۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المتداولۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المقبولۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المرضیۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المختارۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المنتخبۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المجتبیۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المصطفاۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المنتقاۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المختارۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المنتخبۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المجتبیۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المصطفاۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰ و فی الفتاوی الفقہیۃ المنتقاۃ لابن حجر الہیتمی ۴/۳۰۰

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے پیرے سے منع فرمایا ہے وہ یہ کہ جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ اس کی کال کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی رگیں نہ کاٹی جائیں یہاں تک کہ وہ جانور مر جائے۔

"شریطۃ" کی تفسیر میں علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"شریطۃ" یہ ہے کہ کسی اونٹ وغیرہ کے حلق میں رگیں کاٹے اور خون بہائے بغیر تھوڑا سا چیرا لگا دیا جائے جیسے سینگی لگانے والا چیرا لگاتا ہے اور یہ فعل زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ جانور کے حلق کو تھوڑا سا کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے اور یہی ان کے نزدیک "تذکیہ" ہوتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو شیطان کی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ شیطان نے ہی ان کو اس عمل پر اکسایا تھا۔

(جامع الاصول لابن الاثیر ج ۱ ص ۳۹۱ حدیث ۲۵۷۳)

(۳) عن عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ قال قلت: یا رسول اللہ ﷺ ان احدنا اصاب صیداً ولیس معہ سکین ایذبح بالمروۃ وشقۃ العصا؟ فقال: امرر الدم بما شئت و اذکر اسم اللہ عزوجل۔

(ابوداؤد کتاب الضحایا باب ما جاء فی الذبیحۃ بالمروۃ وشقۃ العصا ص ۳۹۷)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم میں سے کوئی شخص شکار کا جانور پکڑے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا وہ اس جانور کو کانچ اور لکڑی کے چھلکے سے ذبح کر سکتا ہے؟ حضور اقدس نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ جس چیز سے چاہو خون بہاؤ اور خون بہاتے وقت اس پر اللہ کا نام لو۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

انی ارسال کلبی فآخذ الصید: فلا اجد ما اذکیہ بہ فاذبحہ بالمروۃ و بالعصا قال: انہر الدم بما شئت و اذکر اسم اللہ عزوجل۔

(سنن النسائی کتاب الاضاحی باب اباحۃ الذبح بالمروۃ ص ۳۰۳ حدیث نمبر ۴۳۰۰)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی "عمری ابن نذری الکوفی" ہیں جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ۱۲۰ھ اسی ابن کے بارے میں فرماتے ہیں "لا یعرف" (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۹)

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شکار کرنے کے لیے کتا چھوڑتا ہوں اور اس کے نتیجے میں جانور شکار کر لیتا ہوں لیکن مجھے کوئی چیز نہیں ملتی جس سے میں شکار کو ذبح کروں تو میں اس کو کانچ یا لکڑی سے ذبح کر دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز سے چاہو خون بہاؤ اور اس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لو۔

(۴) عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال: ماقری الاوداج فکلہ۔

(صحیح بخاری کتاب ما یذکر فی الذبح والمذبح باب ما ندی من الدم او ذکی بعود ج ۲ ص ۸۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس جانور کی رگیں کاٹ دی جائیں اس کو کھالو۔

مندرجہ بالا احادیث اور اس جیسی دوسری احادیث کی بنیاد پر فقہاء نے "ذبح شرعی" کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اس ذبح میں رگیں کاٹ دی جائیں۔ "اوداج وداج" بفتحتین کی جمع ہے اور یہ ایک رگ کا نام ہے جو گردن میں ہوتی ہے۔ دراصل یہ دو رگیں ہوتی ہیں چنانچہ علامہ ابن منظور ابن سیدہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لو وجأ حلقوم شاة ومريئها من الوتين اي الصفحة والجميع "الوداج"

(اور اگر کسی نے بکری کے حلقوم اور مریئ کو وتین سے یعنی پہلو کی طرف سے نیزہ مار کر زخمی کر دیا)

"وجأ" یہ وہ زخم ہے جو نیزہ کی نوک سے لگتا ہے اور سینہ کے پہلو سے لگتا ہے جہاں سے وداج نکلتی ہیں۔

یہاں ماتن نے "وداج" کے استعمال میں قدوری اختیار کی ہے۔ "حلقوم" اور "مریئ" کو یہاں "وداج" کے اندر داخل کیا ہے۔ "حلقوم" اس نالی کو کہتے ہیں جس سے کھانا پیٹ کی طرف جاتا ہے۔ "مریئ" کھانے کی نالی کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم الأوداج أربعة الحلقوم والمريء والودجان هكذا في تحفة الفقهاء وهو المختار عند عامة المشايخ

(پھر اوداج چار ہیں۔ ایک حلقوم اور ایک مریئ اور دو ودجین یہ تحفۃ الفقہاء میں ہے اور یہی عام مشائخ کا مختار ہے)

یہاں چار کہنے میں ایک حلقوم اور ایک مریئ اور دو ودجین ہیں گے۔ یہاں حلقوم اور مریئ کو داخل کیا ہے۔

اس میں ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ذبح کرنے میں "حلقوم" اور "مریئ" کا کاٹنا ضروری ہے۔ یہاں یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ ان دونوں کا کاٹنا ضروری نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کا کاٹنا بھی کافی ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ دو رگوں کا کاٹنا بھی ضروری ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا کاٹنا واجب ہے اور ان کا کاٹنا ذبح کے لیے ان دو رگوں کے کاٹنے کے لیے کافی ہے۔ ان چار رگوں میں سے کوئی ایک رگ بھی نہ کٹے تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ان کا رجوع قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے کہ ان میں سے ایک حلقوم اور مریئ کا کاٹنا واجب ہے۔ "مریئ" کو کاٹنا واجب نہیں۔ (ت)

اما الحلقوم والمريء فلان ذكاة الاضطرار تتعلق بهما وذكاة الاختيار تتعلق بهما ايضا على ما بينا فكان الواجب قطعهما ليحل بالذكاة الكاملة ولان الذكاة الكاملة لا تحصل الا بقطعهما

(حلقوم اور مریئ کا کاٹنا اس لیے واجب ہے کہ ذکاۃ اضطراری کا تعلق ان دونوں سے ہے اور ذکاۃ اختیاری کا تعلق بھی ان دونوں سے ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ پس ان دونوں کا کاٹنا واجب ہوا تاکہ ذکاۃ کاملہ کے ساتھ حلال ہو جائے کیونکہ ذکاۃ کاملہ ان دونوں کے کاٹنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی)

وهو بيان الفضيلة حتى لو اقتصر على احدهما او على الودجين جاز لان الاكثر قائم مقام الكل لان الاسم يطلق عليه ويحل الاكل لكن يكره لان الذكاة الكاملة لا تحصل الا بقطع الكل وفي قطع البعض نقصان فيها

(اور یہ بیان فضیلت کے لیے ہے۔ حتی کہ اگر ان دونوں میں سے ایک پر اکتفا کرے یا ودجین پر اکتفا کرے تو جائز ہے کیونکہ اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ اسم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے اور اس کا کھانا حلال ہو جاتا ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ ذکاۃ کاملہ تمام کے کاٹنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور بعض کے کاٹنے میں ذکاۃ میں نقصان ہے)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا کاٹنا واجب ہے اور ان کا ذبح کے لیے ان دو رگوں کے کاٹنے کے لیے کافی ہے۔ ان چار رگوں میں سے کوئی ایک رگ بھی نہ کٹے تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ان کا رجوع قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے کہ ان میں سے ایک حلقوم اور مریئ کا کاٹنا واجب ہے۔ "مریئ" کو کاٹنا واجب نہیں۔ (ت)

وبهذا تبين ان ما ذكره في المتن على رواية الجامع الصغير وما ذكره في الوقاية على رواية الاصل وما ذكره في الكنز على رواية الكرخي

(اور اس سے واضح ہو گیا کہ جو کچھ متن میں جامع صغیر کی روایت پر ہے اور جو کچھ وقایہ میں اصل کی روایت پر ہے اور جو کچھ کنز میں کرخی کی روایت پر ہے)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ذبح کرتے وقت ان چار رگوں میں سے کچھ نہ کاٹے یا ان میں سے کچھ کاٹے اور کچھ نہ کاٹے تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک حلقوم اور مریئ میں سے ایک رگ نہ کاٹ دی جائے اس وقت تک جانور حلال نہیں ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک حلقوم اور مریئ کا اکثر حصہ نہ کاٹ دیا جائے اس وقت تک جانور حلال نہیں ہوگا۔ (ت)

وهو بيان الفضيلة حتى لو اقتصر على احدهما او على الودجين جاز لان الاكثر قائم مقام الكل لان الاسم يطلق عليه ويحل الاكل لكن يكره لان الذكاة الكاملة لا تحصل الا بقطع الكل وفي قطع البعض نقصان فيها

(اور یہ بیان فضیلت کے لیے ہے۔ حتی کہ اگر ان دونوں میں سے ایک پر اکتفا کرے یا ودجین پر اکتفا کرے تو جائز ہے کیونکہ اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ اسم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے اور اس کا کھانا حلال ہو جاتا ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ ذکاۃ کاملہ تمام کے کاٹنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور بعض کے کاٹنے میں ذکاۃ میں نقصان ہے)

وبهذا تبين ان ما ذكره في المتن على رواية الجامع الصغير وما ذكره في الوقاية على رواية الاصل وما ذكره في الكنز على رواية الكرخي

(اور اس سے واضح ہو گیا کہ جو کچھ متن میں جامع صغیر کی روایت پر ہے اور جو کچھ وقایہ میں اصل کی روایت پر ہے اور جو کچھ کنز میں کرخی کی روایت پر ہے)

وبقوله قوله عليه السلام ما انهر الدم وفكي اسم الله فكل

(اور اس قول کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ماخوذ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ جو چیز خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس جانور کو کھاؤ۔)

[illegible] ذبح کرنے والے کو ثواب دینے کے لئے اس میں [illegible] ہے [

جس کا گوشت کھانا حلال ہو اس کے ذبح کرنے سے اس کا گوشت حلال ہو جاتا ہے۔

جانور کی رگیں کاٹے بغیر روح نکالنا

ایسا جانور جس پر اس طرح ذبح کرنے کی قدرت حاصل ہے کہ اس کی رگیں کاٹے بغیر روح نکال دی جائے تو اس سے گوشت حلال حاصل نہیں ہوگی اور وہ جانور حلال نہیں ہوگا اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم (سورۃ المائدۃ ۳)

حرام کیا گیا ہے تم پر مردار اور خون اور گوشت سور کا اور جس جانور پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی چوٹ کھانے سے مرا ہو اور جو گرنے سے مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جو درندے کا کھایا ہوا ہو مگر وہ جانور جس کو تم ذبح کر ڈالو۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"صحیح حدیث میں ہے کہ جس کی موت کا نہ معلوم ہونا پایا جائے یا اتفاقاً ایسا واقع ہو جائے کہ جانور کسی نے تعاقب کیا ہو اس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو جائے۔ ایسے جانور کھانا حرام ہے۔

"موقوذۃ" وہ جانور ہے جس کو غیر ارادی طور پر کوئی چیز لگ جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے حضرات نے اس کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ یہ وہ جانور ہے جس کو لوگ لاٹھی سے مار مار کر ہلاک کر دیں۔

"متردیۃ" اس جانور کو کہا جاتا ہے جو کسی اونچی جگہ سے

کرنے کے نتیجے میں ہلاک ہو جائے' ایسا جانور بھی حلال نہیں ہے۔ حضرت علی ابن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "متردیۃ" وہ جانور ہے جو نوے میٹر سے گر جائے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "متردیۃ" وہ جانور ہے جو کنویں میں گر کر مر جائے۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ متردیہ وہ جانور ہے جو پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو جائے یا کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائے۔

"نطیحۃ" وہ جانور ہے جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر جائے' ایسا جانور حرام ہے' اگرچہ سینگ لگنے کی وجہ سے وہ زخمی ہو گیا ہو اور اس کا خون بہہ گیا ہو' جائز ہے ذبح کرنے کی وجہ سے حرام ہوا ہو۔

"وما اکل السبع" یعنی وہ جانور جس پر شیر' چیتے' بھیڑیا یا کتے نے حملہ کیا ہو اور پھر اس میں سے کچھ حصہ کھایا ہو جس کے نتیجے میں وہ جانور مر چکا ہو' ایسا جانور حرام ہے' اگرچہ ان درندوں کے حملہ کرنے کے نتیجے میں اس جانور کا خون بہہ گیا ہو' جو جانور اس جانور کے حلق سے خون بہا ہو لیکن اس کے باوجود فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ جانور حلال نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں درندے جس کچلی' نوچ اور پنجے سے شکار کرتے تھے کر چھوڑ دیتے تھے۔ لوگ درندے کے بچے ہوئے شکار کو کھا لیتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے اس کو حرام قرار دے دیا۔

"الا ما ذکیتم" اس کا تعلق "اکیل" سے ہے یعنی ان پانچ جانوروں کا یہاں اوپر' اگر ان میں سے کسی جانور کی موت کا سبب تو حالت ہو چکا ہو لیکن ابھی اس کے اندر روح باقی ہو اور اس کی وجہ سے ذبح شرعی کے ذریعہ اس کا تدارک ممکن ہو تو ذبح شرعی کے بعد وہ جانور حلال ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابن ابی طلحہ "الا ما ذکیتم" کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

الا ما ذبحتم من هؤلاء وفيه روح فكلوه فهو ذكي

یعنی مذکورہ بالا پانچ جانوروں کو روح ہونے کی حالت میں ذبح کر دو تو اس کو کھاؤ۔ کیونکہ وہ "ذکی" اور پاک ہے۔ حضرت سعید بن جبیر' حضرت حسن بصری اور حضرت سدی رحمہم اللہ سے بھی اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔

بہرحال! قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جانور صرف اس وقت حلال ہوتا ہے جب "ذکاۃ شرعی" کے ذریعہ اس کی روح نکالی گئی ہو' لہٰذا صرف کسی جانور کا گلا گھونٹ دینے سے یا کسی جانور کو برقی چیز کے ذریعے کرنٹ دینے سے یا کسی اور طریقے سے اس جانور کا خون بہا دینے سے وہ جانور حلال نہیں ہوتا' چنانچہ اگر کسی عام جانور کو درندے جانور نے چیر پھاڑ دیا ہو یا جس جانور کو کسی درندے نے شکار کیا ہو بعض اوقات اس جانور کے ذبح کرنے کی جگہ سے خون بہہ جاتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن کریم نے صراحۃً مذکورہ جانوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ محض ذبح کی جگہ سے خون بہہ جانے کی وجہ سے جانور حلال نہیں ہوتا' بلکہ اس طریقے سے جانور کا خون بہانا ضروری ہے جس طریقے کو اللہ تعالیٰ نے "ذکیہ شرعی" کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

ب۔ ذبح کے وقت "بسم اللہ" پڑھنا

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ "ذکاۃ شرعی" کے لیے ضروری ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے' لہٰذا اگر ذبح کرنے والا قصداً "بسم اللہ" چھوڑ دے تو امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور جمہور

كتاب الاضحية

تعریف اور وجوب کا بیان

(۱) بکری یا دنبل یا اونٹ کی قربانی

تک کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور سات سے کم لوگوں کی طرف سے بھی جائز ہے لیکن ساتویں سے زیادہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں ایک آدمی سے زیادہ کی اجازت نہیں دی چنانچہ ابو امیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک بھیڑ حاضر کی کہ اس کے پاؤں اور آنکھیں اور سیاہی (یعنی تمام اعضاء ظاہرہ) سیاہ تھے اور پیٹ اور ٹانگیں بھی سیاہ تھیں لیکن جائز رکھے بھیجے اس میں سات آدمی تک اس نے کہ روایت کی مسلم اور ابوداؤد نے جابر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ہے۔

(۲) سات حصوں والے جانور کی قربانی کی شرط

نہیں چاہئے کہ کوئی شریک ساتویں حصے سے کم کا مالک ہو ہے۔

فائدہ:۔ تو اگر کسی شریک نے ساتویں حصہ سے کم ہونا تو کسی کی طرف سے قربانی درست نہ ہوئی اور امام مالک کے نزدیک ایک گائے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والوں کی طرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہوں نہیں وہ گھر والوں کی طرف سے درست نہیں اگرچہ سات سے کم ہوں کفائی اصل۔

(۳) گوشت کی تقسیم

پھر جب قربانی میں شریک ہونے والے گوشت کو تول کر تقسیم کریں نہ کہ اندازے سے مگر جبکہ گوشت کے ساتھ ہڈی کا مثل ساتھ جائے تو ان کا برابر ہونا ضروری نہیں۔

فائدہ:۔ جس جانور جیسے میں کچھ گوشت اور کچھ پائے ہوں یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب میں گوشت اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو اور اس صورت میں اگر تقسیم اس نے درست نہیں ہوئی کہ جنس کا خلاف جنس کی طرف پھیرنا ہے کفائی الاصل۔

(۴) ایک کی خریدی ہوئی گائے میں دوسروں کا شریک ہونا

ایک گائے ایک شخص نے قربانی کے لئے خریدی پھر چھ آدمی اس میں اور شریک ہو گئے تو وہ جائز ہے احتیاطاً۔

فائدہ:۔ اور قیاس نہیں جائز ہے اور یہی قول ہے زفر کا اس لئے کہ اس نے قربانی کے لئے خریدی ہے پس کیونکر جائز ہو گی بیع اس کی وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گائے کی حاجت ہے لیکن شریک اس وقت نہیں ملتے تو وہ فربہ بیچتا ہے بعد اس کے شریک مل جاتے ہیں تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا۔

اور اگر ایک شخص خریدنے کے شریک ہو جائیں تو بہتر ہے۔

فائدہ:۔ اور مروی ہے امام صاحب سے کہ شریک ہونا بعد خرید کے مکروہ ہے۔

(۵) ولانحب (۶) الاعلی من علیه الفطرة وقد مر فی الفطرة وانما تجب نفوله علیه السلام من ولد صحة ولم یصح فلا یقر من مصلاته وعند الشافعی هی سنة لنفسه لا للطفله فی ظاهر الروایة وفی روایة الحسن عن ابی حنیفة تجب علی طفله کما هی الفطرة فلما سبب الفطرة راس یمونه ویلی علیه (۷) بل یضحی عنه ابوه او وصیه من ماله هذا عند ابی حنیفة و ابی یوسف وقال محمد والشافعی یضحی عنه ابوه من مال نفسه لا من ماله

(۸) واکل منه الطفل وما بقي يبدل بما ينتفع بعينه كالثوب والخف لابما ينتفع به بالاستهلاك كالحنطة ونحوه وانما يجوز ان يبدل بذلك لابهذا القياس على الجلد فان الجلد يجوز ان ينتفع به بان يتخذ جرابا واذا بدله بما ينتفع بعينه فالمبدل حكم المبدل فهو كالانتفاع بعينه لكن التبديل بالدراهم تعين وما ينتفع به بالاستهلاك في حكم الدراهم فاذا كان الحكم في الجلد هذا فاوجبوا عليه التصدق اذا كان للمضحي صرورة (۱) وقولي وفيها بعد الصلوة ان ذبح في مصر اي بعد صلوة العيد يوم النحر

(۵) قربانی کا وجوب

اور قربانی واجب ہے۔

فائدہ:۔ امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے کیونکہ حدیث ام سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دسویں تاریخ سے چوتھی تاریخ کا اور یا دوسرے قربانی کا کرنا چاہے کہ اپنے بال اور ناخنوں کو نہ رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اس کو جماعت نے پوچھا جاکر اکثر راویوں کے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے اور ہمارے امام اعظمؒ کی حدیث ہے ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلیٰ کے روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہؒ نے اور کہا ہے کہ اس کو ہم نے کہا ہے اس قسم کی وعید واجب کے ترک سے سنت کے ترک پر نہیں ہوتی اور حدیث ام سلمہؓ کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو ضد ہے ہوئی نہ تکبیر کہنا ان پر اور

(۶) قربانی کس پر واجب ہے

اس شخص پر جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اپنی طرف سے۔

فائدہ:۔ اور وہ شخص ہے جس کے پاس جائیداد بقدر نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو آزاد ہو ایک سال اس پر گزرا ہو اور کم درجہ وہ نصاب نامی نہ ہو یعنی ضلالۃ وغیرہ میں ہے کہ کتابوں سے آدمی عالم نہیں ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہوں یا زیادہ کتابیں طب اور نحو ہو اور دب کی نہ ہوں سنہ اپنے ذبح کرنے کی طرف سے۔

فائدہ:۔ تمام ذبح کرنے کی طریق سے طریق اول واجب ہوگی۔ یہ ظاہر الروایہ ہیں

فائدہ:۔ امام حسن بن زیادؒ کی روایت میں امام اعظمؒ سے افضل ذبح کی طرف سے بکری واجب ہے جس صدقۂ فطر سے لیکن قوی ظاہر الروایہ پر ہے ظہیریہ۔

(۷) نابالغ مالدار کی قربانی

بلکہ نفل بالغ اگر بالدار ہو تو اس کے مال میں سے اس کا باپ یا وصی قربانی کردے۔

فائدہ:۔ یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک باپ اس کا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اس کے مال سے اور مختار شمس ائمہ کا معتمد کہا ہے کہ باپ اس کے مال سے قربانی نہ کرے۔

(۸) نابالغ کی قربانی کا گوشت

تو اگر نفل کے مال میں سے قربانی کی تو جس قدر اس سے کھایا جاوے کھاوے باقی کا گوشت بدل زکاۃ جاوے اس چیز

سے جس کے بدن سے نفع اٹھایا جا سکے جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ۔
فائدہ۔ لیکن اس چیز سے نہ بدلا جاوے جس کو تلف کر کے نفع اٹھاتے ہیں مثلاً روئی کے بدلے روپیہ اشرفی کذا فی الاصل مع التعدیل

(۹) قربانی کرنے کا وقت

اگر قربانی ذبح کی جاوے شہر میں تو اول وقت اس کا بعد نماز عید کے ہے۔
فائدہ۔ اور شافعی اور مالک کے نزدیک جب تک دم قربانی نہ کرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہیں ہے سند پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اس نے ذبح کیا اپنے نفس کے لئے اور جس نے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اس کی اور پائی اس نے سنت مسلمانوں کی اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اس کے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے براء بن عازبؓ اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے کذا فی الہدایہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہیں۔

(۱۰) وبعد طلوع فجر يوم النحر ان ذبح في غيره واخره قبل غروب اليوم الثالث فالمعتبر في هذا مكان الفعل لامكان من عليه لكن الاضحية لاتجب على المسافر كذا في الهداية وعند مالك والشافعيؒ لاتجوز بعد الصلوة قبل نحر الامام وتجوز عند الشافعيؒ في ايام التشريق (۱۱) باعتبار الآخر للفقير وعنده والولادة والموت اى اذا كان عنافي الاول الاباء فقيرا في آخرها لاتجب عليه وعلى العكس تجب وان ولد في اليوم الآخر تجب عليه وان مات فيه لاتجب عليه (۱۲) وكره الذبح ليلا الا ان تركت اى التضحية ومضت ايامها تصدق بالذبوفقير شراها للاضحية بهاحية والغنى بقيمتها شراها اولا لمعراقانه نذران يضحي بهذه الشاة فانه ح يتعلق بالمحل والفقير انما يجب عليه بالشراء بنية الاضحية فاما الغني فانما يجب بالتعلق بذمته شرى الشاة اولا (۱۳) وصح الجذع من الضان الجذع شاة لهاستة اشهر والضان ماتكون له البة (۱۴) والثني فصاعدا من الثلاثة اى من الشاة اعلم ان يكون ضانا او معزا ومن البقر ومن الابل وهذا بن خمس من الابل وحولين من البقر وحول من الشاة قيل التنابين حول وابن ضعف وابن خمس من ذوى طلف وخف

(۱۰) دیہات میں قربانی کا وقت

اور جو شہر میں نہ ہووے تو اول وقت اس کا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور آخر وقت اس کا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھویں تاریخ ذی الحجہ تک۔
فائدہ۔ اور معتبر اس میں مکان فعل ذبح کا ہے نہ مکان صاحب قربانی کذا فی الہدایہ اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھویں تاریخ

کی ہے تک جا رہے کہ ابو داؤد اصل۔ نیل شافی کی قول سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ہمارے لیے ہر شہر میں ذبح کرنے والوں میں روایت کیا ہے کہ ابن ماجہ نے سلمہ بن الاکوع سے اور ابن حبان نے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے کہ اس ہونی دو بے کو عروی ہے حضرت خزاعی و ابن حبان نے کہا ان لوگوں نے قبل قربانی کے تین دن میں افضل ان سب میں پہلا روز ہے پھر دوسرے پھر تیسرے اور روایت کی مالک نے موطا میں نافع سے انہوں نے ابن عمر سے کہا انہوں نے یا قربانی کے بعد یوم النحر کے دن میں کہا کہ ایام تشریق پچھلا محمول ان ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ وقت کہ حدیث موقوف اس باب میں مثل مرفوع کے ہے اس لئے کہ یہ امر نہیں ہو سکتا اور جو اس طرح کے یوں کہے ہو نے معصوم نہیں ہو سکتا اور اس طرح روایت تبع میں طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مشہور ہے شافعی حنفی ہے کہ ابن ماجہ نے کہ یہ حدیث مرفوعی ہے عبداللہ بن لہیعہ اور انہوں نے زبیر بن سلیم سے انہوں نے عبدالرحمن نے نبیشہ راوی سے کہ بیچ ان سلمہ سے اور کہا اس حدیث میں لفظ ذبح کا ذکر ہے یا نحر کا۔

(۱۱) قربانی کرنے والے کی کون سے وقت کی حیثیت معتبر ہوگی

تمیں اعتبار آخر روز کا ہے نحر اور ذبح اور رات اور دن میں۔

فائدہ:۔ جس وقت ہو گئی ہو اول روز آ قربانی کے پھر مفلس ہو گیا آخر روز میں تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی اور جو اس کا فائدہ تو واجب ہوگی اور اگر پہلا دن آخر روز میں تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اس دن مر جانے کا تو اس پر واجب نہ ہوگی کذا فی الاصل۔

(۱۲) رات کو قربانی کرنا یا ایام عید میں قربانی نہ کر سکنا

ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے اگر کسی نے قربانی ترک کی ایام میں اس کے گذرنے کے اور اس نے کسی معین کرنی کے ذبح کی نذر کی تھی یا وہ تھا تیسرا قربانی کرنا یا تھا تو واجب اس کو صدقہ کرنا دینے اور جو دینی تھی اس نے نذر میں کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جو ذبح قربانی کا کر چکا ہو سے یا نہ کر چکا ہو۔

(۱۳) قربانی کے دنبہ کی عمر

اور صحیح ہے قربانی میں چھ مہینے کا دنبہ

فائدہ:۔ جس کو عربی میں ضان کہتے ہیں اور وہ بھیڑ اور ہوتا ہے بشرطیکہ ٹھنڈی میں اس قدر ہو کہ ہاں بھری بھیڑ کریوں میں پہچانا نہ جاوے دور سے چھ مہینے کا ہے اس لئے دلالت ہوا کہ روایت کی اور اونٹ لی اور جذعہ نے جو ذبح سے کی بھی صحیح اور مفید ہے اور علماء فرماتے تھے چھ مہینے کا دنبہ کافی ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذی اور ابوداؤد نے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا آپ نے کہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی کی اس کا بچان آ کے آوے گا تم سے دشوار تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ۔

(۱۴) بکری، بھیڑ، گائے اور اونٹ کی عمر

اور بکری اور بھیڑ اور گائے اور اونٹ میں سے جو ثنی

(۱۵) منڈی، دیوانی اور خصی کی قربانی

(۱۶) اڈھے کانے لنگڑے جانور کی قربانی

(۱۷) ہاتھ پاؤں کان یا دم کٹے کی قربانی

سے زیادہ اس کا کان پھٹا ہوا ہو یا تہائی سے زیادہ اس کی آنکھ بھی پھٹی ہوئی ہو یا بیمار ہو۔

فائدہ: اس سے کہ شرکت کم قلیل ہے اور شرکت سے زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں شرکت سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلثے سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرت عطاء نے ثلث مال میں فرمایا کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اس کو ابن سعد نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع میں زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اس سے کم قلیل ہے سوائے نصف یا نصف سے کم کان یا دم مقطوع ہونا جائز ہے اور تہائی جماعت دیتی ہے فی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب چور ہو گا یا بیوقوف کم رہتی تو کہو اس کو بیچ کرے اور اس کے ساتھ چارے لے جاوے اور نظر کرے کہ اس نے چارہ کہاں سے دیکھا بچ تندرست آنکھ کی طرف

(۱۹) وامکان احدهم کاقرع الوسن مزید الدهم لا لان العضو لیس بفربه وهی لاتتجزی (۲۰) وباکل منها وموکل ویهب من بشاء ویتصدق بثلثها ویترک لدن خیال فوسعة علیهم (۲۱) والذبح بیده ان احسن والامر غیره (۲۲) وکره ان ذبحها کتابی (۲۳) ویتصدق بجلدها او بقیمه الا کجراب او خف او قربة او یبدله بما ینتفع به باقیا لابمایسرع به مسهلکالکحل ونحوه فان بیع بالدهم او الجلة به تصدق بقیمه (۲۴) ولو تعلقة اثنان وضحی کل شاة صاحبه صح بالاعلم وفی القیاس ان لایصح ویضمن لانه ذبح شاة غیره لغیر امره وجه الاستحسان انها تعیب للاضحیة ودلالة الاذن حاصلة فان العادة جرت بالاستعانة بالغیر فی امر الذبح (۲۵) وصحب التضحیة بساة الغصب لا الودیعة وضمنها لان فی الغصب یثبت الملک من وقت الغصب وفی الودیعة یصیر غاصبا بالذبح فصح الذبح فی غیر الملک الاول بل یصیر غاصبا بمقدمات الذبح کالاصطیاد وشد الرجل فیکون غاصبا قبل الذبح.

(۱۸) قربانی کا ایک حصہ دار قربانی سے قبل مر گیا

اگر سات آدمیوں نے قربانی کی گائے یا اونٹ کے ایک شخص ان میں سے مر گیا اور اس کے وارثوں نے کہا کہ ان کی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کرا دیجئے تو جائے گا۔ (اسماعیل اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ صحیح نہ ہوگا اور یہی قیاس ہے چنانچہ یہ اس کی اصل کتاب میں مذکور ہے) جیسا ایک نے قربانی اور قرآن اور حج کا احرام کیا اس کی طرف سے درست ہے۔

(۱۹) وہ امور جن سے قربانی ناجائز ہو جاتی ہے

اور اگر قربانی کے جانوروں میں سے کوئی جانور ہوگیا یا مر گیا گوشت بیمار ہونے کا تو اس کو بھی قربانی جائز ہوگی۔

فائدہ: خواہ وہ مرنے کی حد تک پہنچ گیا ہو یا نہ ہو اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور قربانی میں اغنیاء اور دوستوں کی دعوت نہ کرے اور تہائی اپنے واسطے رکھے روایت کی

ہوراؤنے منبعہ نبی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم نے منع کیا تھا تم کو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو۔

(۲۰) قربانی کے گوشت کا مصرف

اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے اور دوسروں کو بھی کھلاوے۔ اور جس کو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ میں دیوے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ احوال تین ہیں قربانی میں ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے واطعموا القانع والمعتر یعنی کھلاؤ قناعت کرنے والے کو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینوں امر پر احتمالاً منقسم ہو گیا۔ ہدایہ

بشرطیکہ اور جو شخص عیادار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لئے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ (ذوی القربیٰ) محتاج ہوں تو وہ مقدم ہیں مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اس کو آدمی اپنے نفس یا اہل پر تو اس کے لئے صدقہ لکھ جاوے گا روایت کیا اس کو بخاری نے معالم میں جابر بن عبداللہ سے اور روایت کی مسلم نے ابی ہریرہ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جس کو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی اپنے اہل پر کچھ خرچ کرے بامید ثواب تو واسطے اس کے لئے صدقہ لکھا جاوے گا روایت کیا اس کو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی مسعود بدری سے۔

(۲۱) قربانی کو خود ذبح کرنا

اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے۔

فائدہ۔ لیکن خود بھی وقت ذبح کے حاضر رہے اگر اور کسی کے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی دست مبارک سے ذبح کی جیسا اور گزرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک میں عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے کہ کھڑی ہو پس دیکھ اپنی قربانی کو اس لئے کہ جب اس کے خون کا پہلا قطرہ نکلے گا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاویں گے۔

(۲۲) اہل کتاب سے ذبح کرانا

اور مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب سے ذبح کرادے۔

فائدہ۔ اور اگر اس نے ذبح کر دیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار۔

(۲۳) قربانی کی کھال

اور قربانی کی کھال کو دے دیوے۔ (اس واسطے کہ حدیث علیؓ میں ہے کہ حکم کیا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کر دوں میں کھالوں کو قربانی کی اور مساکین کے اور نہ دوں میں اجرت قصاب کی اس میں سے روایت کیا اس کو بخاری مسلم ابوداؤد نسائی نے) یا اس کی کوئی چیز مثل جھول یا موزے یا پوستین کے بنا لیوے۔ (یا چھلنی یا مشک یا ستر خوان یا ڈول بنا لیوے درمختار) یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اس کو باقی رکھ کے نہ اس چیز سے جس سے فائدہ نہ اٹھا سکے بدوں اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزیں پھر اگر کھال یا گوشت کو قربانی کے بیچ ڈالے تو اس کے ثمن کو تصدق کرے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ ثمن قائم مقام مثمن کے ہے اور یہ جو روایت کی حاکم نے مستدرک میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کمال اپنی قربانی کی بیچ ڈالی سو

اس کی قربانی نہ ہوئی تو مرد اس سے کرایت لے کر اس کی قیمت ادا کرے گا اور اس جانور میں سے خود نہیں کھا سکتا اس لئے کہ ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ذبح کرنے کی قدرت علی التسلیم حاصل نہیں ہے۔

(۲۴) غلطی سے ایک دوسرے کا جانور ذبح کر دینا

اگر بھیڑیں سے غلطی کی وجہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونوں کی قربانی صحیح ہوگی اور کسی پر تاوان لازم نہیں آئے گا۔

فائدہ: لیکن ہم ایسے دوسرے سے سوال کرنے کے بعد کوشش اس کا کھایا ہوا واپس کرنے کی ہونی چاہیے۔

(۲۵) غصب یا امانت کی بکری کی قربانی

اگر کسی نے ایسی بکری غصب کرکے اس کی قربانی کی تو صحیح ہو جائے گی اور جس کی بکری امانت تھی اس کی قربانی کی ذمہ نہ ہوگی اور تاوان قیمت دینے سے دونوں سبکدوش ہیں۔

فائدہ: اس واسطے کہ غصب میں غاصب کی ملک کا حکم ہونے سے (اگر غصب سے برخلاف امانت کے کرنا) اصل فوائد (۱) ہلاکت قیمت میں نہ کرنے سے ہے۔ فضل ہے۔

(۲) اگر قربانی کا جانور کسی قربانی نے ذبح کرنے سے پہلے ذبح کر دیں تو اس حصوں سے ایک حصہ دوسرے کی اجازت کے بغیر کر دیں گے۔ (۳) قربانی جائز نہیں پوچھے جانور کی جس کے دانت نہ ہوں اور جس کے کان نہ ہوں یا کٹے ہوں۔ (۴) قربانی کے جانور کے بال وغیرہ یا دودھ بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا جس ذبح کے مترادف ہے۔ (۵) اگر ذبح کرنے والے کے ساتھ دوسرے نے بھی ذبح کرنے میں اعانت کی ہے تو دونوں کو حکم ہے کہ کھائیں ورنہ خیرات کریں۔ (۶) ذبح کرنے والے کو مناسب ہے کہ قربانی کا گوشت سے تین دن کا زیادہ نہ کھائے اور ان دنوں کی قربانی کا گوشت کی طرف سے ایک بکری ایسی ہی روایت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو راضی فرمایا۔

ضمیمہ از "نوادر الفقہ"

قربانی کی کھال کے احکام

(۱) قربانی کی کھال اپنے استعمال میں لانا جائز ہے مثلاً جانور کی کھال سے مشکیزہ وغیرہ بنا کر استعمال کرنا جائز ہے اور اس کو بیچنا بھی جائز ہے (ہدایہ وغیرہ) لیکن اس چیز کا بیچنا درست نہیں ہے جو ذبح کرنے سے پہلے ہی ذبح کرنے سے ہو (ہدایہ وغیرہ)

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کسی کو ہبہ کر دیں (بلا معاوضہ) اور اسے دی جائے تو وہ صاحب مال ہو جائے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے استعمال میں لائے یا بیچ ڈالے۔

(۳) قربانی کا جانور ذبح کرنے والا اپنی قربانی کا جانور خود ہی ذبح کرے۔

(۴) قربانی کی کھال، گوشت یا اس کا کوئی جزو قصاب کو بطور اجرت نہ دیا جائے۔

(۵) قربانی کے جانور کی جھول بھی نہ دی جائے۔

(۶) قربانی کے جانور کی کوئی چیز قصاب کو بھی اس کی مزدوری میں نہ دی جائے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کمال کی قیمت کے احکام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف

(۱)۔اوپر گزرا کہ جن جن مسائل میں صدقہ کا واجب ہونا بیان کیا گیا ہے وہ صدقہ مصرف اپنی فقیر اور مسکین کو دیا جا سکتا ہے جنھیں زکوٰۃ دینا درست کہا گیا ہے میں بڑا ثواب ہے ایک نعمت کا اور دوسرا اپنے غریبوں کے ساتھ حسن سلوک کا۔ (شامی ج ۲)

(۲)۔فتویٰ اس پر ہے کہ یہ صدقہ کا فر کو نہ دیا جائے۔ (الدر المختار ص ۲۹۶ ج ۱ و رد المحتار ص ۳۰۱ ج ۱)

(۳)۔کسی کی ملکیت کا حق الخدمت۔ کے طور پر یہ صدقہ بھی نہیں دیا جا سکتا۔

(۴)۔زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ کی طرح اس صدقہ کی ادائیگی کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ یہ کسی فقیر مسکین کو مالکانہ طور پر دے دیا جائے جس میں اس کو ہر طرح کا اختیار ہو اس کے مالکانہ قبضے کے بغیر یہ صدقہ بھی ادا نہ ہوگا۔

(درمختار ص ۱۹۸ ج ۱ و ۱۹۹ ج ۱ و رد المحتار)

چنانچہ اسے مسجد، مدرسہ، شفاخانہ، کنویں، پل یا کسی اور رفاہی ادارے کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں اسی طرح کسی لاوارث کے کفن دفن یا میت کی طرف سے قرض ادا کرنے میں بھی اسے خرچ نہیں جا سکتا کیونکہ یہاں کسی فقیر کو مالک بنانا اور اسے کے قبضے میں دینا نہیں پایا گیا۔ (کذا فی الہدایہ)

کسی ایسے راستے یا انجمن وغیرہ میں دینا بھی کہ جہاں وہ غریبوں کو مالکانہ طور پر نہ دیا جاتا ہو بلکہ ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیر اور فرنیچر وغیرہ انتظامی مصارف میں خرچ کر دیا جاتا ہو جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی ادارے میں غریب طلبہ یا دوسرے مستحقین کو کھانا وغیرہ مفت دیا جاتا ہو تو وہاں یہ صدقہ دینا جائز ہے لیکن یہ اس وقت ادا ہوگا جب وہ رقم بعینہٖ یا اس سے خریدی ہوئی اشیاء مثلاً کھانا، کتابیں، کپڑے وغیرہ ان غریبوں کو مالکانہ طور پر منتقل کر دی جائیں۔

حیلۂ تملیک

البتہ اگر کھال کسی غریب یا مدارس کو یا کھال کی رقم کسی غریب کو مالکانہ طور پر قبضہ میں دے دی اور صراحت کر دے کہ تم اس کے پوری طرح مالک ہو، ہمیں اس میں کوئی اختیار نہیں ہو وہ اپنی خوشی سے اس رقم مسجد، مدرسہ یا کسی بھی رفاہی ادارے کی تعمیر یا اس کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں اپنی طرف سے لگا دے تو یہ جائز ہے مگر یاد رہے کہ "حیلۂ تملیک" کے نام سے جو طریقہ عام طور سے نکالا جاتا ہے اس سے زکوٰۃ کی طرح یہ صدقہ بھی ادا نہیں ہوتا کیونکہ عموماً جس کو یہ دیا جاتا ہے وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مجھے ان مال میں کوئی اختیار نہیں اگر اپنے پاس رکھوں گا تو لوگ ملامت کریں گے اس خوف اور شرم سے بے چارہ یہ رقم چندہ میں دے دیتا ہے یہ محض زبانی تبرع خرچ ہے اس طرح تو وہ مالک ہوتا ہے نہ دینے والے کا صدقہ ادا ہوتا ہے اس حیلے سے یہ رقم مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی تعمیر و انتظامی ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ (الدر المختار ص ۳۰۳ ج ۱)

کھال کو ضائع ہونے سے بچانا

بعض لوگ جانور کی کھال اس طرح اتارتے ہیں کہ اس میں چھری لگ کر سوراخ ہو جاتے ہیں یا کھال پر گوشت لگا رہ جاتا ہے جس سے کھال کو نقصان پہنچتا ہے بعض لوگ کھال اتارنے کے بعد اس کی حفاظت نہیں کرتے سڑ کر بے کار یا بہت کم قیمت کی رہ جاتی ہے یہ سب اسراف اور "تبذیر" (فضول خرچی) میں داخل ہیں جس کی ممانعت قرآن کریم میں آئی ہے اس لیے کھال احتیاط سے اتارنے ضائع ہونے سے بچانا شرعاً ضروری ہے۔

جس نے قربانی کی کھال خریدی

جس نے قربانی کی کھال خریدی تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے خواہ اپنے پاس رکھے یا فروخت کر کے قیمت اپنے خرچ میں لائے۔ (امداد الفتاوی)

حصہ داروں کا کھال میں حصہ

قربانی کی گائے میں جو لوگ شریک ہوں، کھال میں اپنے اپنے حصہ کے برابر شریک ہوں گے کسی ایک شریک کو یہ کھال باقی شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنے پاس رکھ لینا یا کسی کو دے دینا جائز نہیں۔

اگر ایک شریک باقی شرکاء سے ان کے حصے جو کھال میں ہیں خرید لے تو اب پوری کھال اپنے استعمال میں لانے میں کوئی مضائقہ نہیں، پھر اگر یہ شخص اس کھال کو روپے پیسے کے بدلے فروخت کرے گا تو قیمت کا ساتواں حصہ جو اس کا اپنا تھا اس کا صدقہ واجب ہوگا۔ قربانی چھ حصے جو شرکاء نے خریدے تھے ان کی قیمت کا صدقہ ان پر واجب نہیں، اسے اپنے خرچ میں لا سکتا ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۳۰۳)

قربانی کے جانور کی اون یا بال

مذکورہ بالا مسائل میں جو احکام کھال کے ہیں وہی جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے اون اور بالوں کے ہیں اور اگر اون اور بال فروخت کر دیئے تو جو تفصیل کھال کی قیمت کے متعلق بیان کی گئی وہی ان کی قیمت میں بھی ہوگی۔

مگر یاد رہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے اس کی اون یا بال کاٹنا جائز نہیں، اگر کاٹ لیے تو ان کا یا ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ)

کتاب الکراهیة

(۱) ما کرہ حرام عند محمد ولم یثبت به تعدم القاطع فسمیة المکروہ الی الحرام کسمیة الواجب فی الفرض (۲) وعندهما الی الحرام اقرب المکروہ عند ابی حنیفة و ابی یوسف لیس بحرام لکنه فی التحریم قرب هذا هو المکروہ کراهة تحریم وما المکروہ کراهة تنزیه فالی الحل اقرب

(یہاں سے ان امور کا بیان شروع ہے جو مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں)

(۱) مکروہ کے بارے امام محمدؒ کا موقف

مکروہ حرام ہے نزدیک امام محمدؒ کے (یعنی جیسے حرام پر عذاب ہوتا ہے اسی طرح مکروہ پر) لیکن حرام انہوں نے اس واسطے نہیں کہا کہ اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت نہیں ہوئی۔

فائدہ:۔ تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسی واجب کی فرض کی طرف کہ ذاتی لاصلہ اور سماج دونوں ہے جس کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔

(۲) شیخین کا موقف

اور شیخینؒ کے نزدیک مکروہ حرام نہیں کہتے ہیں لیکن وہ حرام کی طرف بہت قریب ہے۔

فائدہ:۔ شیخینؒ کے نزدیک اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہے کہ ذاتی لاصلہ اور باعث اور مشتبہ ہونے کی طرف قریب ہے تو مکروہ تحریمی پر شیخینؒ کے نزدیک عذاب نازل نہیں ہے بلکہ عتاب ہے جیسے ترک سنت مؤکدہ پر کہ ذاتی الخطاء ہوتی۔

فصل (۱) الاكل فرض ان خاف به هلاكه (۲) وحاجز عنده ان مكنه من صلوة قائما ومن صومه (۳) وساغ الى لقمة بعد فوته وحرد فوقه (۴) الاقصد فرضه الغذا والتلذذ يستحب صفقه (۵) وكره لمن الاكل (۶) وبول الامر اعالى الامان فحكمه حكم لحمه راعابول الامل لحرام عند ابى حنيفة وعند ابى يوسف يحل به استدلا بحديث العرنيين ۷ عند محمد يحل مطلقا لانه لا كار حرمه لا يحل به التداوى قال عليه السلام ما وضع سقا كم فيما حرم عليكم راويوسف يقول لا يتضح حراما للضرورة وابو حنيفة يقول الاصل في البول النجاسة وهو عليه السلام قد علم شفا العرنيين وحيا واما في غيرهم فالشفا به غير معلوم (۸) لا يحل الاكل والشرب والادهان والتطيب من اناء ذهب او فضة اى للرجال والنساء قال عليه السلام انما يجرجر في بطنه نار جهنم (۹) وحل من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقيق

فصل کھانے پینے کے محرمات کے بیان میں

(۱) فرض کھانا

کھانا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہے۔

فائدہ: اگر کچھ حالت کسی میں حرام ہو جائے تو کھانا واجب ہو جاتا ہے جیسے کسی نے کہا یا اللہ تعالیٰ نے کلوا واشربوا کہا تو کھانا واجب ہو جاتا ہے اور حالت کسی میں مردار یا شراب پینا واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) ثواب کے لئے کھانا

مراقبہ کھانا کہ جس سے آدمی نماز فجر سے ظہر تک روزہ رکھنے کا ثواب پائے۔

فائدہ: اور بعضوں نے فرمایا کہ اس قدر کھانا بھی فرض ہے اس لئے کہ فرض نماز میں فرض سے ان کا ثواب زیادہ ہوتا ہے جو فرض میں اس سے ادا ہو سکتا ہے۔

(۳) مباح اور حرام کھانا

اور کھانا مباح نے تیری اور عبادت کی تیرے اس کی قوت زیادہ ہونے سے اور حرام سے اس کے برباد ہونا۔

فائدہ: یعنی پیدا کرنے سے بعد کھانا مباح سے اس

لئے کہ یہ حلال ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال کیا ہے اس سے کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔

(۴) روزہ یا مہمان کے سبب زیادہ کھانا

کھانا کہ اس سے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لئے یا اس لئے کہ مہمان نہ شرمندہ ہو جائے۔

فائدہ: یا کسی اور طرح سے جیسے کھانے کے لئے پکانے والے کو نظر لگنے کا ڈر ہو یا اور طرح سے ہو جیسے کہ ہم فقیر کا اہل طعام میں اور خواہ مخواہ میں اور بغیر کھانے کے اور بغیر کھانے کے کہ جو کھانا جمع ہو وہ اور جمع ہو جائے کہ جس سے بہت سے لوگ اور آخرہ کہ جو سامنے آئے اس سے کھا لیتا ہے اور بہت جلد اور اس میں سے تھوڑا سا کھانا کافی ہو جاتا ہے اور بہت سا کھانے کے لئے اور بہت سے کھانوں کا چنا جانا کھانے کے لئے اور بہت سا کھانے کے لئے اور بہت سے قسم قسم کے کھانوں کا حاضر ہونا اور دسترخوان میں کھانے کے لئے اور بہت سے کھانا بچنے میں اور دنیا کی عظمت اور بہت کرنے کا اس سے ظاہر ہونا اور مہمان کو تواضع کا ظاہر کرنا اور کھانا کھانے سے اور مہمان میں مدد کی التجا کرنے کا۔

(۵) گندھی کا دودھ

اور گندھی کا دودھ

فائدہ۔ مکروہ گوشت اور اس جانور کا دودھ کھاتا ہوا اور کھجور کی گٹھلی ایک روایت میں اور دوسری روایت میں کھجور کی قاش مستعمل ہے۔

(۶) اونٹ کا پیشاب

اور پیشاب اونٹ کا۔

فائدہ۔ نزدیک حلال اکثر کے اور حرام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہے دوا کے لئے اور تحقیق ایک طائفہ علماء نے بدلیل حدیث عرینین کے رخصت دی ان کو دوا کے پیشاب پینے کا علم کیا تھا۔ روایت کیا ہے بخاری و مسلم نے انس سے ان کا قول ہے کہ قدم کئی آدمیوں قبیلہ عکل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پس گفتگو کی انہوں نے اسلام پر پیشاب سے اس واسطے کہ کثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اس کو طحاوی نے اور برزار نے اور کہا کہ صحیح ہے اور شرط بخاری و مسلم کے تو اس میں کوئی علت نہیں جانتا اور روایت کیا اس کو بزار نے عبداللہ بن حسانہ سے اور ابن قانع نے اس کا دارقطنی نے ضعیف کہا ہے اور ابن ابی شیبہ اور ابن علی الجعد نیائے ہو ہریرہ سے اور اس حدیث میں پیشاب مطلق ہے شامل ہے ان جانوروں کے پیشاب کو بھی جن کا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ گائے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین سے یہ ہے کہ یہ حدیث اللہ نے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرت نے تداوی کی امت کے لیے پیشاب سے دل سے پھیر دی تھی اور اب یہ حکم نہیں۔

(۷) چاندی وسونے کے برتنوں کا استعمال

اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو کا۔

فائدہ۔ مراد اور عورت سب کے لئے اس واسطے کہ روایت کی حذیفہ نے اس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی اور سونے کے برتن میں کہ انداز نے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کی مسلم نے ستہ میں حذیفہ سے کہا کہ پلایا ان کو ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں سو کہا انہوں نے کہ فرمودہ خلیل نے مذکھاؤ اور پیو تم برتنوں میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو حریر اور دیبا کہ اور نہ کھاؤ ان کی رکابوں میں اس واسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمہارے واسطے ہیں آخرت میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو ان برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو کا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی ہونے کے پیچھے سے کھانا یا ان کی سلائی سے سرمہ کا اور جو استعمال اس کے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور آئینہ اور کیل وغیرہ اور آفتابہ اور انبیق بھی اور جس چیز کا نہ دینوں کو حاصل ہو مرد اور عورت سب جیسے شیشہ کا مقصود ہو جیسے اپنے کاموں میں بتداء اور جو بتدا استعمال نہ ہو جیسے کھانا ہونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھانے یا تبدیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈال کر سر میں اگر۔ بلکہ کچھ مضائقہ نہیں اور تحویل وغیرہ نے چاندی ہونے کے فلوس رزمہ اور ہتھیاروں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے سکے کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا نے اور استعمال کے برتن میں اور افضل مٹی کا برتن ہے بعد اس کے۔

(۸) رانگ، شیشہ اور بلور وغیرہ کے برتن

اور جائز ہے کھانا پینا اور شیشے اور بلور اور تانبے کے برتن میں۔

فائدہ۔ اور شافعی کے نزدیک اس میں بھی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ چیزیں بھی سونے اور چاندی کے علم میں ہیں۔ قاضی روایت سے ہم جواب دیتے ہیں کہ مشرکین کی عادت قاضی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزوں سے کراہت ابھی باقی ہے۔

(۹) ومن اناء مفضض وعند الشافعي يكره وجلوسه على كرسي مفضض مقيا موضع الفضة فقوله وجلوسه عطف على الضمير المجرور لعدم الحائل وهذا يجوز لوجود الفصل عند ابي حنيفة الاكل والشرب من الاناء المفضض والجلوس على الكرسي او السرير او المسراج ونحوه مقضضا انما يحل اذا كان منقيا موضع الفضة اى لايكون الفضة في موضع الفم وفي موضع اليد عند الاخذ وفي موضع الجلوس على الكرسي وعند ابي يوسف يكره مطلقا ومحمد قد قيل انه مع ابي حنيفه وقد قيل انه مع ابي يوسف (۱۰) وقيل قول كافر قال شريب اللحم من مسلم او كتابي فحل او مجوسي فحرم فان قول الكافر مقبول في المعاملات لحاجة اليه اذ المعاملات كثيرة الوقوع (۱۱) وقول فرد كافر او فاسق او عبد في المعاملات كشراء ذكروا لوكيل كما اذا اخبر بي وكيل فلان في بيع هذا يجوز الشراء

(۹) وہ برتن وفرنیچر وغیرہ جس میں چاندی سونے کی کوفت یا ملمع ہو

اور طلائی سے کھانا پینا اس برتن سے جس میں گوشت ہو چاندی اور سونے کی اور اسی طرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا زین پر جبکہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے۔

فائدہ۔ یعنی پینے میں منہ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں موضع جلوس سے چاندی ہونا نہ چاہئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمد ایک روایت میں امام اعظم کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسف کے ساتھ ہیں کذا فی الاصل۔ اور جس برتن میں چاندی سونے کا ملمع ہو تو وہ بلا اتفاق درست ہے اور چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا خرجہ یا لگام و زین یا دیگچی یا دکاب یا کمر یا چھری یا ان کے قبضے میں ہو تو درست ہے بشرطیکہ اس پر ہاتھ نہ لگائے درمختار و عالمگیری۔

(۱۰) گوشت کے بارے میں کافر کا قول

مقبول ہے قول کافر کا (اگرچہ فاسق ہو درمختار) جب وہ کہے کہ میں نے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے خریدا ہے ذبح حلال ہوا یا وہ کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو حرام ہوگا۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ قول کافر کا مقبول ہے معاملات میں بسبب حاجت کے نہ دیانات میں کذا فی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہے اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اس کو ذبح کیا ہے تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اس لئے کہ ذبح دیانات میں سے ہے چنانچہ مبارت سے متین کی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ میں نے بت پرست سے خریدا ہے تو گوشت حرام ہو جاوے گا پس معلوم ہوا کہ بندو قصابوں سے گوشت خریدنا صرف ان کے قول پر تکیہ کر کے کہ ذبح ان کو مسلمان نے کیا ہے ناجائز ہے اور وہ گوشت حرام ہے خدا بچائے اہل زمان تو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا نہ کہ بعضے اہل علم بھی اس میں مبتلا ہیں اور وقت فہمائش اور اظہار حق کے زیادہ دانستہ اس سے غفلت اور چشم پوشی کر کے تاویلات رکیک کرتے ہیں۔

(۱۱) خرید وتوکیل میں شخص واحد کا قول

مقبول ہے قول ایک شخص کا اگر چہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات میں جیسے خرید میں جو نہ اور ہو کی یا توکیل میں۔

فائدہ۔ یعنی ایک شخص یہ کہے کہ میں فلاں کا وکیل ہوں اس شے کی بیع میں تو صرف اس کے کہنے پر اس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہے کذا فی الاصل۔

(۱۲) وقول احد والنصر في الهدية والاذن كما اذا جاء بهديه وقال اهديه فلان اليك هذه الهدية يحل قوله منه و قال الاعادون في التجارة يفعل قوله (۱۳) وشرط العدل في الديانات كالخبر عن نجاسة الماء فتيمم اذا اخبرها مسلم عدل ولو عبدا او متحرجي في الفاسق والصبي ثم يعمل بغالب رائه وقوارات فتيمم في غلبة عبده او توضاء فتيمم في كذبه فاحوط (۱۴) رمقتدى دعى الى وليمة فوجدلهم لعاو غناء لايغلب على ظنه يخرج النسا وغيره ان فحضر اكل حازولا بحضران علم من قبل (۱۵) وقال ابو حنيفة ابتليت بهذا مرة فصبرت ولا قبل ان يشتغل به ولن قوله عبي حرمة اكل الطعام لان الاتلاف بالمحرم يكون اعلم انه لايحل له ان علم قبل الحضور ان هناك لهوا لايجوز الحضور وان لم يعلم قبل الحضور لكن هجم عليه فانكان قادر على المنع يمنع وان لم يكن قادرا فان كان الرجل مقتدى يخرج لئلا يقتدى الناس به وان لم يكن مقتدى فان قعد اكل حاز لان اجابته الدعوة سنة فلاتترك بسبب بدعة كقبول الهدية تحضرها اليه حة قال ابو حنيفة ابتليت بهذه فصبرت فالوا قوله ابتليت يدل على الحرمة ويمكن ان يقال النصر على الحرام لاقامة السنة لايجوز والنصر الذي قال ابو حنيفة ان يكون جالسا معرضا عن ذلك الطعام كما له غير مشتغل والاعتماد به

(۱۲) ہدیے اور اذن میں لڑکے وغلام کا قول

اور قول کا اعتماد ہدیے کے بارے میں اور اذن میں۔

فائدہ: جیسے ایک شخص کہے کہ ایک چیز آپ کے لئے فلاں نے تحفہ یہ چیز ہدیہ بھیجی ہے تو قبول کرنا اس سے ہو سکتا ہے یا غلام یہ کہے کہ میرے خاوند نے تجارت میں یہ قول اس کا قبول کیا جا سکتا۔

(۱۳) دیانات میں عدالت کی شرط

اور شرط ہے عدالت خبر دینے والے کی دیانات میں جیسے پانی کی نجاست کی خبر دینے والے کی تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے یا غلام یا لونڈی کہ وہ سچی ہے اگرچہ فاسق یا مستور حال اس کی خبر دیوے پھر جس پر رائے اس کی قرار پکڑے اس کے موافق عمل کرے (یعنی اگر اس نے گمان غالب میں یہ آوے کہ خبر اس کی سچی ہے تو چاہیے کہ تیمم کرے اور نہ تیمم جائز نہیں) اور اگر اس پانی کو بہا دیوے پھر تیمم کرے بجائے اس کے فاسق پر مستور حال کے صدق کا غلبہ ظن ہونا چاہیے اور تیمم کرنا وضو کرنے سے جب اس کے ٹوٹنے ہونے کا گمان غالب ہو تو اس میں زیادہ احتیاط ہے۔

فائدہ: لیکن احوط یہ ہے کہ پہلے وضو کر لیوے پھر تیمم کرے اور مختار اور جو ایک عادل شخص اس کی طہارت کی اور ایک اس کی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاوے گا برخلاف دیکھنے کے کہ وہاں اختلاف میں حکم نجاست کا ہوگا اور کپڑوں میں ہر طرح ظن غالب معتبر ہے۔

(۱۴) وہ دعوت ولیمہ جس میں لہو وراگ ہو

ایک شخص متقدی ہے (یعنی لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور اقتدا کرتے ہیں اس کے قول وفعل کی) اور دعوت ولیمہ میں گیا وہاں پر جائے کہ لہو اور راگ دیکھا اور اس کے منع پر قادر نہیں تو نکل آوے اور وہاں نہ بیٹھے اور جو وہ شخص متقدی نہ ہو اگر بیٹھ کر کھانا کھا لے تو جائز ہے۔ اور جو پہلے سے علم ہووے اس

بات کا دعوی کیا تو اس کا دعوی باطل ہوگا اور گواہ جھوٹے ہوں گے۔

فائدہ: اس روایت میں ہے کہ تیرا حقدار کیسے پیٹھ کر کھڑا ہوا اس صورت میں جائز ہے جب وہ لڑنے کے لیے کھڑا ہو اور اگر وہ بھاگ رہا ہو اور پیٹھ پھیر رہا ہو تو مارنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ ظالم نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ یعنی باغیوں سے لڑو جب تک وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ نہ آئیں۔

(۱۵) امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ

منقول ہے امام ابوحنیفہؒ سے کہ میں ایک بار اس

آلات میں مبتلا ہوا تو میں نے عہد کیا اور یہ عہد قبول کیا اس بات کے کہ تمام حیات مقدسہ کے دنوں اور ان کے اس قول سے کہ میں اس آفت میں مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو ولعب حرام ہیں۔

فائدہ: بکر بن سلیمؒ سے حدیث ہے ایک مرد انصاری اپنی عورت کے ساتھ دوسرے قبیلہ والوں کے پاس آیا پھر اپنے گھوڑے کی تجارت کیلئے روانگی کی اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب میں بیان کیا ہے۔

فصل (۱) لا بأس بلبس حرير (۲) الاقدر اربعة اصابع اى فى العرض اراد باصابع العلو وروى ان عليه السلام لبس جبة مكفوفة بالحرير وعند ابى حنيفة لا خوف بين حالة الحرب وغيره وعندهما يجوز فى الحرب ضرورة قلنا الضرورة تندفع بما لحمته ابريسم وسداه غيره (۳) ويجوز صلاة يلبسه هذا عند ابى حنيفة وقالوا ان عليه السلام جلس على بوقلمون حرير فلا يكره (۴) ويلبس حاشية ابريسم ولحمته غيره بد (۵) وعكسه فى الحرب فقط نما اعتبر فى المخلوط بالمحمة حتى لو كانت من الابريسم لا يحل وان كانت من غيره يحل اعتبارا للغلبة القرية (۶) ولا يتحلى بذهب او فضة (۷) الا بحلقه ومطلقة وحلية سيف منها وضبة انف انف وحلق انملة كلها ولا يتختم بالحجر والحديد والشعر لكى يجوز ان كان الحلقة من الفضة والفص من الحجر

فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

(۱) ریشم کا لباس

حرام ہے مرد (اور عورت کے لئے بھی ریشم کا جوڑا (اور ہر وہ کپڑا جس کا بانا پورا ریشم ہو) کا پہننا مرد کے لئے

فائدہ: ابریشم سے متعلق جوڑا ہے اور کپڑا جو ران پر پہنے اور یہی مذہب شافعی کا ہے اور دلیل ہے حدیث کہ ان والے کہ روایت کی جماعت نے خلیفہ سے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ

پیٹھ تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہے بعادل و مسلم کی ہے فرمایا آپ نے حریر اور دیباج پہننا ہے دنیا میں جس کو وہ حصہ نہیں آخرت میں اور وہ جو ایک روایت ہے کہ اگر جنتی اور کپڑے پہنیں گے تو ریشم کے پہنیں گے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے۔

(۲) ریشم کی وہ مقدار جو جائز ہے

چار انگل

فائدہ: اس واسطے کہ روایت کی مسلم نے عمر بن

الثقاب سے واضح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہمیں تاکید سے منع فرمایا پھر ہمیں اجازت دی۔ پھر ہمیں سختی سے منع فرمایا۔ اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کے ساتھ فائدہ اٹھائیں۔ اور ہمیں اس کے ساتھ فائدہ اٹھانے کا حکم دیا

مطلق ہے اور یہ غیر ہے میں ان کی روایت کی ابوداؤد نے یحییٰ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھلے ہوئے سونے یا چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا اور ابوداؤد نے ابن عمر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے اور ابوداؤد نے ابن عمر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پیتا ہے یا کھاتا ہے وہ دوزخ کی آگ کھاتا ہے اور ابوداؤد نے ابن عمر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر

الذی یعقد علی الاصبع لتذکر الشیء فعقده لایکره لانه لیس بعبث لان فیه غرضا صحیحا وهو التذکر انما ذکر هذا لان من عادة بعض الناس شد الخیوط علی بعض الاعضاء وکذا الشد لاصل وغیرها وذلک مکروه لانه محض عبث فقال ان الرتم لیس من هذا القبیل

(۸) انگوٹھی کن کیلئے مناسب ہے

اور انگشتری پہننا مباح ہے مگر قاضی اور سلطان کے لئے۔

فائدہ:۔ یا جو کوئی شخص ان کے علاوہ اور عہدہ دار ہو اس واسطے کہ ان لوگوں کو انگشتری کی زیادہ ضرورت ہوا کرتی ہے برخلاف اور لوگوں کے ہاں۔

(۹) سونا یا چاندی سے دانت باندھنا

اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام اعظم کے نزدیک

فائدہ:۔ اور محمد کے نزدیک سونے سے بھی لانا اس لئے ہے کہ حضرت عرفجہ بن اسعد کی ناک جاتی رہی دور جاہلیت میں تو انہوں نے ایک ناک چاندی کی لگوائی تو وہ بدبودار ہوگئی تو حکم دیا ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگائیں ایک ناک سونے کی ہدایہ۔

(۱۰) لڑکے کو سونا یا ریشم پہنانا

لڑکے کو پہنانا سونا اور ریشم مکروہ ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ پہننا ان کا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اس کے ماخوذ ہوں گے دن قیامت کے جیسے شراب پلانا حرام ہے تو پلانا بھی اس کا حرام ہے کذا فی الاصل علاوہ مواخذہ اخروی مواخذہ دنیوی یہ ہے کہ اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان ان کی ہوتا ہے کہ وہ لوگ چور بدمعاش لوگوں کو قتل کر کے زیوران کے اتار لیتے ہیں۔

(۱۱) رومال رکھنا

مکروہ نہیں ہے رومال کا رکھنا وضو سے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کی رینٹ پونچھنے کے لئے۔

فائدہ:۔ اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے ان واسطے کہ اس میں ایک قسم کا تکبر ہے ہاں اگر حاجت کے لئے رکھے تو مکروہ نہیں ہے اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہے کذا فی الاصل پھیپھڑے سے زیادہ بیخت کبر و نخوت سے مکروہ ہے اور بدوں اس کے مکروہ نہیں ہے ہدایہ معاذ بن جبل سے مروی ہے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب وضو کرتے تھے تو منہ کو اپنے کپڑے سے پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے خارج کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کی ترمذی نے حضرت عائشہ سے کہ کہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک پٹڑا جس سے پونچھتے تھے اعضاء کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہیں ہے نزد اہل حدیث کے۔

(۱۲) رتم

اور رتم

فائدہ:۔ یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لئے انگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہیں ہے اس واسطے کہ عبث نہیں ہے بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لئے ہے اور اس کو اس واسطے ذکر کیا کہ بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ تاگے باندھتے ہیں اعضاء پر اسی طرح زنجیریں وغیرہ اور یہ سب مکروہ ہے جب عبث ہو تو مصنف نے کہا ہے کہ رتم اس قبیل سے نہیں ہے کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہیں ہے اور جو تعویذ عربی میں ہو تو مکروہ ہے اگر تعویذ میں آیت یا حدیث یا دعا ہو تو بہتر یہ ہے کہ پاخانہ جاتے وقت اس کو اتار دے اور قربت کے وقت بھی اتار دے۔ منہ النصیری۔

فصل (١) (يبطر الرجل من الرجل سرته الى ركبته وكشف المرأة فيما عورة عندنا والركبة عورة وعند الشافعي على العكس (٢) ومن عورته وامته الحلال الى فوقها (٣) ومن محرمه الى الرأس والوجه والصدر والساق والعضدان اعني ما يظهر عند المهنة والاقلاف الى الظهر والبطن والفخذ كامه غير ان حكم المحرم لضرورة دوبها في ثياب المهنة وحاصل نظرا منها حين مسه (٤) وله مس ذلك ان ارادشرا وان خاف شهوته (٥) وامه بالعكس (نظر من ذي ارحام واحد (٦) ومن الاجنبية الى وجهها وكفيها فقط هذا في ظاهر الرواية وعن ابي حنيفة انه يحل النظر الى قدميها وقدمر في كتاب الصلوة ان القدم ليست عورة قلنا في الصلوة ضرورة وليس في نظر الاجنبي الى القدم ضرورة يحل الوجه والكف (٧) وكذا السيدة فانها في النظر الى قدميها كالاجنبية (٨) فان خاف اي الشهوة لا ينظر الى وجهها (٩) الابحاجة كتحاكم يحكم وشاهد يشهد عليها ومن يريد نكاح امرأة او شراء امة ويحل مداواتها من غير نظر بحل قيم النظر مع خوف الشهوة للحاجة

فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان میں

(۱) مرد کے لئے مرد کے اعضاء دیکھنا

مرد کے لئے مرد کے ناف سے گھٹنے تک دیکھنا ہے مگر ناف سے گھٹنے تک نہ دیکھے اور گھٹنوں کے نیچے تک۔

فائدہ: یہ کہ اس قدر عورت ہے تو بہ اور امرد کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہے اور گھٹنا داخل ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کے برعکس ہے اور امام شافعی کے نزدیک دونوں ستر نہیں ہے اور احادیث متعلقہ اس کے ثواب عملوۃ میں گزر چکے علاوہ اس کے یہ ہے کہ حسن بن علی نے اپنی ناف کھولی تو ابوہریرہ نے اس پر چوٹ ہونا روایت کیا اس کو احمد نے مسند میں اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہیں ہے اور حضرت نے جو منع فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ ران عورت ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور عبدالرزاق نے اور ابن عدی نے الخ ران کہ اس کے اور اس میں ہے کہ فرمایا آپ نے بھیجا تو اپنی ران کو اس لئے کہ عورت ہے۔ اس پر بعد تحقیق ثابت ہیں شافعی اور مالک پر۔

(۲) زوجہ ولونڈی کے اعضاء دیکھنا

اور اپنی زوجہ اور لونڈی کو جو اس کو حلال ہے۔ (اس سے وہ لونڈی نکل گئی جس کی وطی اس کو حرام ہے مثلاً مجوسیہ اور مرتدہ اور مشرکہ اور منکوحہ غیر محرمہ برضاع یا مصاہرت دو خواہر اور پانچ تک بھی دیکھ سکتا ہے۔

فائدہ: یہ اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ خاصت کر تو اپنی عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اس واسطے کہ اس سے زیادہ حیا اور اجتماع درست ہے تو نظر بطریق اولیٰ درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے جب تو اپنی زوجہ کے پاس جائے تو چھپائے جتنا ہو سکے اور اول ہر ہفتہ دوں مرتبوں کے مانند روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم میں بنی ابی اسید سے اور ابن عدی نے روایت کی کہ فرمایا

(۳) محرم خواتین کو دیکھنا اور چھونا

(۴) لونڈی کو خریدنے کیلئے دیکھنا یا چھونا

(۵) جوان لونڈی کا لباس

(۶) اجنبی خاتون

(۷) غلام کی مالکہ

اور غلام اپنی مالکہ کے لیے اجنبی کے حکم میں ہے۔

فائدہ: اور مناسب اور لائق تو یہ تھا کہ غلام کو مالکہ سے پردہ کرنے کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور مملوک بھی تو ہیں کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے محرم ہیں ہے ہاں اگر کسی کو شبہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ایک خاص علت کے لیے ہے اور وہ علت شہوت ہے اور یہ علت اس سے ہٹ جاتی ہے۔

(۸) اجنبی خاتون کا چہرہ

اور اس کے لیے اجنبی خاتون کا چہرہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہے۔

فائدہ: اور اس میں اس کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت اجنبیہ کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے جبکہ شہوت سے دیکھ

3

اور اوقات میں بالکل کل ہو جاتی ہیں بالکل ۲ ہو ہے ان کے شہروں والوں معرورت سے منع کرنا ضرور ہے۔ اسی طرح عورت کو ضرورت کیلئے ضرورت ہے۔ بے خوف ہو ثوبت ہے۔

فائدہ۔ اور جو خوف ہو یا شک ہو تو ضرورت نہیں رہتا۔

(۱۲) خصی، مجبوب اور مخنث کا حکم

اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مثل مرد کے ہیں۔

فائدہ۔ یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ کی طرف درست نہیں ہے ایسے ہی ان لوگوں کو بھی درست ہے خصی وہ جس کے فوطے نکل گئے اور مجبوب جس کا ذکر کاٹا گیا اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہئے اس واسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور باقی دو مکلف ہے۔ فرمایا حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ خصی کرنا مثلہ ہے تو مباح کرنے کا اس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب جس کے ذکر کے اندر کاٹا ہے اور مخنث وہ مرد ہے نامرد لیکن لفظ نابالغ تو البتہ مستثنیٰ ہے خصی کا کام اور۔ رہا یہ مسئلہ میں ہے کہ مراد مجبوب جس کی حس منقطع ہو گئی ہو خواہ کوئی اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو درست ہے لیکن جس نے اس کو پہلے نہ دیکھا تھا حالت انتہاء عورت میں حالت دیانت سے اور فتویٰ اسی میں ہے کہ مخنث زمانے صورتے کو بھی کہتے ہیں جس کے اعضاء مادہ زنان میں عورتوں کے مانند نہ ہوں اور عورتوں کی اس کو مطلق خواہش نہ ہو اور بعض فقہاء کے نزدیک ایسے

(۱۲) ومن ملک امة بشراء او نحوہ کالوصیة والارث ونحوھما ولو بکرا ومستریة من امرأة او عبد او محرمھا ای محرم الامة لکن غیر ذی رحم محرم لھا حتی لایحل الامة علیه اومن مال صبی ای کانت الامة من مال صبی محرم علیه وطیھا ودواعیه حتی یستری بحضرة فیمن تحیض وبشھر فی ذوات شھر ویوضع الحمل فی الحال فان الحکمة ای الاستبراء تعرف براءة الرحم صیانة لمائه المحترم عن الاختلاط وذلک عند حقیقة الشغل او ثوھم الشغل بماء محترم لکنه امر خفی فادیر الحکم علی امر ظاھر وھو استحداث الملک وان

کا مرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اس کا بھی استثناء جائز نہیں۔

(۱۳) عزل کرنا

بیچی لونڈی سے دخل کرنا ہے اس کی اجازت کے درست ہے اور حرہ سے اجازت اس کے درست ہے۔

فائدہ۔ عزل اس کو کہتے ہیں کہ انزال کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال لیوے اور فرج میں انزال نہ کرے مردی سے ابو سعید خدری سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہے اور میں عزل کرتا ہوں اس سے۔ میں کرہ ہو جاتا ہوں کہ حاملہ ہو اور میں چاہتا ہوں جو چاہتے ہیں مرد اور یہود کہتے ہیں کہ یہ زندہ کرنا ہے چھوٹے کو فرمایا آپ نے جھوٹے ہیں یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اس کو تو کسی کے پھیرنے کی تجھے طاقت نہیں۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور زیادہ اس کے نکالا ہے اور روایت کی جو ذیل مسلم نے جابر سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور قرآن اترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن اس سے منع کرتا اور ایک روایت میں ہے کہ عزل کی خبر پہنچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو منع کیا آپ نے اور روایت کی اس کو حسن بن الخطاب نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اس کے کہ۔

كان عدو وعلى المولى معلوما كما في الامور التي عددها وهي قوله ولو بكرة في احد ان الحكمة تراعى في الحس لافي كل فرد ولكن يردعليه ان الحكمة اذا تراعى في كل فرد لكن تراعى في الانواع المضبوطة فان كانت الامة بكرا او مسرورة يمكن لاتنسب ونحدها منه وعنوان بكون قوله ثانت النسب ينبغي ان لايحب لان عدم التشقق بالعذر المحترم متيقن في هذه الانواع والحجب انه انما يثبت بالنص لقوله في سبايا وظاهر الانواط الحياء حتى بتصنعها جملها ولاالحياء حتى يستمرئ بحيضة فان احسايالانحلوم ان يكون فيها بكرا وتسعة من امرأة ونحو ذلك ومع هذا حكمه التي عليه انه لاوجه حكمة عاما فلايخص بالحكمة كما ان الله تعالى بين الحكمة في حرمة الخمر بقوله انما يريد الشيطان ان يوقع الآية فلا يمكن ان يقول احد انى اشربها بحيث لايقع العداوة ولايصدعني الصلوة فاذا كانت المصلحة عامة في تحريمه فالشرع يحرم على العموم لما ان في التخصيص مالايخفى من الخبط وتحاسر الناس بحيث تنقطع الحكمة فاذا ثبت الحكم في انسى على العموم ثبت في سائر الاناث كذلك كذلك فيما فان العلة معلومة تم تاييد ذلك بالاجماع

استبرا کے بیان میں

(یعنی لونڈی کے رحمی برات طلب کرنا اس طرح کہ ایک حیض تک انتظار کرنا معلوم ہو جائے کہ رحم بری ہے)

(۱۴) لونڈی سے وطی کیلئے استبرا ضروری ہے

جو شخص کسی عورت کا مالک ہوا ہے خریدنے یا ہبہ ہونے یا میراث سے یا قرض ادا کرنے کی وجہ سے کسی عورت سے خریدنے کی یا علم ہے یہ اس لونڈی نے حرام سے (جو زنا سے حاصل ہو) اور وہ لونڈی اس پر آزاد ہونے کی وجہ سے یا مکاتب ہونے کی مثال کے طور پر ہے جیسے ان والی اور رسالی اپنے مولیٰ کے مال سے تو مالک پر ان لونڈی کی وجہ سے (یعنی وطی کرنے سے) جو اس سے حاصل ہوئی (خواہ اس نے یہاں تک کہ اس نے حمل ٹھہرایا ہو) اس سے محبوس ہونے سے ایک حیض آنے تک ان عورتوں میں جو حاملہ نہیں اور ایک مہینے سے ان عورتوں میں جو حاملہ ہیں اور ایک حمل سے ہے۔

فائدہ۔ یعنی ایک حیض تک انتظار کرنا اس لئے واجب آ

ہے تو معلوم ہوا کہ اس حمل میں ہے اور جو حمل آ اور حمل نہیں ہے تو ایک حیض تک انتظار کرنا اس لئے کافی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن پر تو چاہئے کہ نہ پلائے اپنا پانی غیر کی کھیت میں یعنی حاملہ عورتوں سے اور ہم نے ذکر کیا ہے اس حدیث کو پہلے یہ کسی شخص کو نہ جماع کرنا چاہئے ان عورتوں سے جو قید میں لائی گئی ہیں یہاں تک کہ استبرا کرے ان کا ایک حیض کے ساتھ اور ترمذی نے روایت کیا ہے ان کا ساتھ صحیح کہا ان کو ابن حبان نے اور حاکم نے اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے بسند صحیح تمیم داری سے کہ فرمایا علی نے حنین کے دن کہ نہ جماع کرے کوئی شخص کسی عورت سے جو حاملہ ہو یعنی آئی قید میں جو ذوالاوطاس میں کہ نہ جماع کی جائے کسی حمل والی یہاں تک کہ جنے اور نہ وہ جس کو حمل نہیں ہے یہاں تک کہ ایک حیض ان کو آئے اور صحیح کیا اس حدیث کو احمد نے اور ابن حبان نے اور یہ ایک شاہد ہے اس حدیث کا جو پہلے گزری ہے اس سے کہ ایک حیض کا استبرا واجب ہے۔

(۱۵) ولو تکف جبته سکنها فیها ولا الثانی فی القمص و لا الولادة کذلک (۱۶) ویجب فی شراء امة الاستبراء هو له لو لم یعلم بصائف الی الفقه القریبه لاعتد عو الاینه وزالمعشوة والمستحاضة وذلک المراهقة لانه لم یوجد الاستبراء الملک (۱۷) وفی حق جبة اسقاط الاستبراء عند ابی یوسف خلافا لمحمد واحد خلافا لان علم عدمه وعلی هذا فی ذلک الغیر وثانیا ان اقربها وهی ان لم تکن تحته حرة ان یکنحها ثم یشتریها لانه تکاح لایجب الاستبراء ثم اذا اشتری زوجة لایجب ایضا ان کانت ان یکنحها قابع قبل الشراء او المشتری قبل قبضه من بائع له ثم اشتری وقبض فیقع الزوج ای ان کانت تحته حرة فالحسنة ان یکنحها قابع قبل شراء المشتری وحالا عند اصحابنا الثلاثة ثم یشتری المشتری له یطلق الزوج قبله لایجب الاستبراء لانه منفی حکمة الغیر ولایحل وطیها بلاستبراء فاطلقها الزوج قبل الدخول حل علی المشتری وج لم یوجد حدوث الملک بالاشتراء او باعها المشتری قبل الدخول ثم اشتریها ثم طلقها الزوج قبل الاستبراء یجب بعد القبض وج لایحل وطیها وان بعد طلاق الزوج ما لم یوجد حدوث الملک

(۱۵) وہ حیض جو استبراء میں شمار نہیں

وہ استبراء میں وہ حیض شمار نہیں ہوتا جو باندی کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہو اگر حیض کا خون قبضہ کے بعد ملا تو قبضہ سے پہلے کا حیض شمار نہیں ہوگا۔

(۱۶) مشتری کو لونڈی کا حصہ خریدنا یا کسی کو ہوئی یا حصہ پر لونڈی کا واپس آنا

اور واجب ہوگا استبراء اگر کوئی مشتری لونڈی کا حصہ خریدے یا کسی کو ہوئی یا حصہ پر لونڈی واپس آئے اس لونڈی نے جو جانب کی قمیص پہنی ہو اس لونڈی کے حق میں جو اس کے علاوہ ہو استبراء واجب نہیں ہوگا۔

(۱۷) استبراء ساقط کرنے کا حیلہ

اور استبراء ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ (اپنے مملوک سے) کہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا (اور اس کے بعد اس سے نکاح کرلے)

امام محمد نے فرمایا کہ یہ حیلہ کارگر نہیں ہے اور امام ابو یوسف کا قول اس لئے درست نہیں ہے کہ اس کی باندی اس کے نکاح میں معلوم ہوتی ہے اور محمد کے قول کے مطابق ہبہ کے بعد بھی اس کے لئے اس کی باندی سے وطی کرنا حلال نہیں ہے تو اس صورت کے مشابہ ہے جس میں کوئی شخص اپنی باندی کے مرنے کا دعوی کرے اور اس کے گواہ بھی پیش کردے اور پھر اس باندی کو خرید لے تو اس کے لئے اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہوگا۔

اور ہمارے نزدیک یہ حیلہ کارگر ہے اور اس کے لئے اس سے وطی کرنا حلال ہے اس لئے کہ اس کی باندی اس کے نکاح میں نہیں معلوم ہوتی اور محمد کے قول کے مطابق ہبہ کے بعد بھی

(۱۹) ومن فعل بشهوة احدى دواعي الولي بامه لانحتمعان بكاحا حرم عليه رطبيها بسراحه حتى يحرم عليه احدهما دعي الولي هي اللمسة والمس بشهوة والنظر الى فرجها بشهوة فان لداعي الولي حكم الولي وتحريم احداهما يكون بازالة الملك كلا وبعضا او بالكاحها (۲۰) وكره تقبيل الرجل (۲۱) وعناقه في ازار واحد وخارج مع قميص (۲۲) ومسه لحده عطف على الضمير في جاز هذا عند ابي حنيفه ومحمد رقال ابو يوسف لاباس بهما في ازار واحد وما مع القميص فلاباس باجماع و الخلاف فيما يكون ملامسة وما بالشهوة فالاتفاق على الحرمة احتياطا

(۱۸) اپنی دو نوٹڑیوں سے دوائی دلی کے جبکہ وہ آپس میں ذی رحم ہیں

ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں اس طرح کی ہیں کہ وہ دونوں آپس میں ایک نسب کی بہنیں ہیں (جیسے دو سگی بہنیں ہیں یا ایک باپ کی دو چچیری بہنیں ہیں) اور اس نے شہوت سے دونوں لونڈیوں سے دوائی دلی کی تو اب اس پر ہمیشہ کے لئے دونوں لونڈیوں کی دوائی دلی حرام ہو جائے گی جب تک کہ ایک کو ان دونوں میں سے بیچ کر دوسری کو اپنے لئے حلال نہ کر لے۔

فائدہ: یہ مسئلہ اس وقت ہے جبکہ دونوں لونڈیوں سے ایک ساتھ دوائی دلی ہو یا پہلے ایک سے دلی ہو پھر دوسری سے دلی ہو۔

(۱۹) مرد کا مرد سے بوسہ لینا

مرد کو مرد سے شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا ایک مرد کا دوسرے مرد کو شہوت کے ساتھ چھونا یا ایک مرد کا دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنا یہ سب باتیں دلال کے حکم میں ہیں اور دلال کی طرح ان کے ذریعہ سے بھی ایک کا دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔

(۲۰) مرد کا مرد سے معانقہ

مرد کو مرد سے معانقہ کرنا (یعنی ایک کا دوسرے کے گلے لگنا) مکروہ ہے۔

فائدہ: اس وقت ہے جب دونوں صرف کرتہ پہنے ہوں اور باقی بدن کھلا ہوا ہو اور اگر دونوں نے بدن معانقہ میں ملے ہوں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس صورت کے بارے میں کہ دونوں کے درمیان کوئی پردہ حائل ہو جیسے ایک کرتہ پہنے ہوئے ہو اور دوسرا کرتہ اور تہبند پہنے ہوئے ہو اور معانقہ کرنا چاہتے ہوں تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس اندرونی حصہ سے ایک کا دوسرے کو مس کرنا حرام ہے اس حصہ سے دونوں کا ایک دوسرے کو مس کرنا بھی حرام ہے اور جس حصہ سے ایک کا دوسرے کو مس کرنا حرام نہیں ہے اس حصہ سے دونوں کا ایک دوسرے کو مس کرنا بھی حرام نہیں ہے۔ اس اصل کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ امام محمد کے نزدیک کرتہ اور تہبند کے درمیان کا حصہ ستر میں داخل ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ امام محمد کے نزدیک کرتہ اور تہبند کے درمیان کا حصہ ستر میں داخل ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ امام محمد کے نزدیک کرتہ اور تہبند کے درمیان کا حصہ ستر میں داخل ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہے۔

آسانی سے واقع ہو سکتا ہے اور اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔

(۲۱) مرد کا مرد سے مصافحہ کرنا

اس کی جواز پر دلائل

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں مصافحہ کرتے تھے اور اہل حبشہ آپ کے سامنے اپنے کرتب دکھاتے تھے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرا باپ تمہارے باپ سے کتنی لڑائیوں میں لڑا ہے اور کتنے لوگوں کو اس نے قتل کیا ہے۔ (۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز سے پہلے ایک دوسرے کے ہاتھ چومتے تھے اور ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے۔

فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کو مرد سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(۱) وکرہ بیع العذرۃ خالصہ وصح فی الصحیح مخلوطۃ کبیع السرقین والانتفاع بمحلہا لانخالصہا فان بیع السرقین جائز عندنا وعند الشافعی لایجوز (۲) وجاز احمد فی غائط من نص حیوانہ بخلاف المسلم الی نجار فی المسلم فیہ لایزید من نص حمر بانہ المسلم لان بعد باطل فالثمن الذی احمد حرام (۳) وتحلیۃ المصحف بالرفع عطف علی احد دین ودخول الذمی المسجد ھذا عندنا وعند مالک والشافعی یکرہ لقولہ تعالی انما المشرکون نجس فلایقربوا المسجد الحرام قلنا لایرادبہی الکفار عن ھذا لان قولہ انما المشرکون نجس لایوجب الحرمۃ بعد عامہم ھذا من المراد بشارۃ المسلمین بان الکفر لایتمکنون من الدخول بعد عامہم ھذا (۴) وعبادۃ (۵) وحصاد (۶) وجنانہ واجراء الجمیر علی الجص (۷) والجصہ (۸) ورزق القاضی ای من بیت المال فان القضاء وان کان عبادۃ ولاجر علی العبادۃ فیہ یجوز لان فی المنع الامتناع عن القضاء

فصل مکروہات بیع کے بیان میں

(۱) گوبر کی بیع

مکروہ ہے بیع آدمی کے گوبر کو، خواہ خالص ہو یا مٹی وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا ہو، کیونکہ اس میں انتفاع ہے اس کے ساتھ ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے نہ کہ خالص ہونے کی وجہ سے، کیونکہ گوبر کی بیع جائز ہے ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک نہیں جائز ہے بیع گوبر کی کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ اور امام احمد نے جائز کہا ہے بیع گوبر کی کہ جو اس کے جانور کے پاخانہ سے جمع کیا گیا ہو، بخلاف اس کے کہ جو سلم کیا گیا ہو کسی نجار کو سلم فیہ میں، پس نہیں زیادہ ہے وہ کسی گدھے کو جس کو سلم کیا گیا ہو گدھوں میں، کیونکہ یہ بیع باطل ہے، پس ثمن جو ہے وہ حرام ہے۔

(۲) شراب کے روپوں سے اپنا قرض وصول کرنا

اگر کسی شخص کا مسلمان پر قرض آتا ہے اور قرض لینے والے نے شراب بیچ کر وہ پیسے اس کو دیے ہیں تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے ان شرابیوں سے لینا درست ہے جنہوں نے شراب بیچی اور ان سے اپنے حاصل کئے ہوئے شراب کے ان روپوں سے اپنے قرض کے پیسے لینا درست ہے۔

(۳) مصحف کی آرائش اور کافر کا مسجد میں جانا

اور جائز ہے آرائش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد میں جانا۔

فائدہ: یہ مذہب ہے ہمارے نزدیک ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا کہ مکروہ ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انما المشرکون نجس فلایقربوا المسجد الحرام الخ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے کافروں کی نجاست مقصود ہے اپنی ذات کی اور اس قول کا انما المشرکون نجس نہیں موجب ہے حرمت کو بعد اس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہے مسلمانوں کو اس بات کی کہ اب اس سال کے بعد کفار قادر نہ ہوں گے اس مسجد کے داخل ہونے پر کذا فی الاصل اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ رسالت کی اور اس نے منع کیا ہے مسلمانوں کو حفظ سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعظیم کے قائم رکھنے والوں کو جو کفار تھے مسجد میں اعتبار [illegible] واللہ اعلم۔

جس کی اس مضمون کی حدیث موجود ہے۔

(۴) ذمی کی عیادت

اور بیمار ذمی کی عیادت بھی جائز ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت مریض کی غرض سے تشریف لے گئے ہیں کہ ان کا احسان ہو ہوں نے اور اس میں غیر مسلمان کی تخصیص ہے اور بھی روایت کی ہے جس نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب چاہا جو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا وہ مسلمان ہو گیا تو آنحضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کا جس نے اس کو دوزخ سے آزاد کیا ذمی اعلیٰ۔

(۵) جانوروں کو خصی کرنا گدھے کو گھوڑی پر کدانا

اور جانوروں کو خصی کرنا اور گدھوں کو گھوڑیوں پر کدانا (جائز ہے) فقیہ نے۔

فائدہ: اس لئے کہ آنحضرت نے خصی بیلوں کو ذبح کر قربانی میں بھیجا اور آپ کے اصحاب میں سے ثابت ہے جائز کیا اور حمار وحشی سے آپ تک روایت کیا ہے بخاری اور مسلم نے قول اس شخص کا جو کہتا ہو کہ یہ مکروہ ہے آپ پر رد ہے۔

(۶) خنثیٰ

اور خنثیٰ

فائدہ: اس سے ظاہر ہے کہ خنثیٰ جائز ہے البتہ اس میں جب کوئی علامت مذکر یا مؤنث کی پائی جائے علامت کے بموجب عمل کرے اور اگر کوئی علامت نہ پائی جائے تو قرعہ اندازی کرے اس کی مثل ہے قاضی۔

(۷) قاضی کی تنخواہ

اور تنخواہ قاضی کی۔

فائدہ: یہ قول اس شخص سے ہے جس کو یہ وثوق ہو کہ بیت المال سے یہ علم ہوتا ہے کہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا درست نہیں کیونکہ یہ درست ہے اس واسطے کہ اگر خلیفہ وقت قضا کے مقرر کرنے کا ارادہ کرے تو اگر کوئی قضا کو اختیار نہ کرے گا تو ضرور اس وجہ سے یہ کہ خلیفہ پر ہے جس کی بجائی قاضی نے ذمہ لیا ہے ضرور ہوگا کہ اس کو بدلہ دے قضا کا۔

---

(۸) وصغر الامة وام الولد للاصح فان مس اصغر نهما في الكتاب كمس اعضاء المحارم (۹) وغيرها بالاولى لعطفها عليه وبعده لاخ وعم وملتقطا غير ابي حنيفة واجارته لاجره فقط فان لام تملك الالتقاط مالكه بالاستخدام ولا كذلك غيره وسع الفقير ممن يثق بحكمه فان المحتسبة لا تقوم بعين العصير بخلاف بيع السلاح ممن يعلم انه من اهل الفتنة فان المنفعة تقوم بعينه (۱۰) وحمل خمر فمي باجرة فسد عند ابي حنيفة وعندهما لا يجوز ولا يحل له الاجر (۱۱) واجره بيت بالسواد لتجاريت بارز كنيسة ربعة او باع فيه الخمر هذا عند ابي حنيفة لتحلل فعل الفاعل المختار وقالا لا يجوز وانما قال بالسواد لانه لا يجوز في الامصار تفاقا وفي سواد لا يمكنون منها في الاصح فان صالحهم ابو حنيفة يختص بسواد الكوفة فان اكثر اهلها ذمي قاما في سواد تفاقا علام الاسلام فيه ظاهرة

(۸) لونڈی و اس کے بچہ کا سفر

اور سفر لونڈی اور اس کے بچہ کا (اور مکاتبہ اور معتقہ البعض کا) بغیر محرم کے۔

فائدہ۔ اس وجہ سے کہ لونڈی جانب کی نسبت ایسی ہے جیسے محرم در مختار میں ہے کہ یہ حکم زمانہ سابق میں تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہیں بسبب فساد زمانے کے

(۹) صغیر کے لئے خرید و فروخت

اور صغیر کے واسطے خرید و فروخت کرنا ضروریات کا بھال بچپاں اور اس کو جس نے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر امن کی پرورش میں ہووے اور صغیر کا ایجاد دینا صرف مال کو۔

فائدہ۔ جائز ہے اور اس کو حکم دینا درست ہے۔

انگور کا شیرہ

اور تیرہا انگور بیچنا اس شخص کے واسطے جو جانتا ہو اس کی شراب بنا دے گا۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ معصیت نفس شیرہ سے متحقق نہیں ہے بلکہ بعد اس کے تخمیر کے برخلاف سرکہ کے کہ ان کا بیچنا اگرچہ اس نیت سے کہ سرکہ بنا دے گا درست ہے کیونکہ معصیت ان کی عین سے متعلق ہے کذا فی الاصل۔

(۱۰) ذمی کی شراب اٹھانا

اور ذمی کی شراب ضروری کے کر اٹھانا۔

فائدہ۔ یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں درست ہے اور ضروری حلال نہیں ہے کذا فی الاصل۔

(۱۱) گرجا کنیسہ و آتش خانہ کیلئے گھر دینا

اور دیہات میں گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لئے (یعنی یا ہندوؤں کی عبادت کے واسطے) اور کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانے کے واسطے یا شراب بیچنے کے واسطے۔

فائدہ۔ درست ہے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں لیکن شہروں میں بالاتفاق نادرست ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ مراد دیہات سے یہاں دیہات کوفہ ہے جن میں اکثر کافر اس والے آباد رہتے تھے۔

اور ہمارے ملک کے دیہاتوں میں ان باتوں کی قدرت ان کو نہ دی جاوے گی اس لئے کہ شایان اسلام کی ظاہر میں یہی قول اصح ہے۔

---

(۱۲) وبیع بناء بیوت مکة (۱۳) وتقبید العبد (۱۴) وقبول هدیته تاجر او اجابة دعوته واستعارة دابته وفی القیاس لایجوز وجه الاستحسان انه صلی الله علیه وسلم قبل هدیة سلمان وبریرة وشاة وکره کسرته توابواهدایه النقدین ان کره ان یکسو العبد غیره ثوبا وان یهدیه النقدین (۱۶) واستخدام الخصی فانه حث علی اخصاء الانسان وهو غیر جائز (۱۷) والقراض یقتل شیأ باحد معانیه فانه قرض جر نفعاً (۱۸) واللعب بالشطرنج والنرد (۱۹) وکل لهو هذا عندنا وعند الشافعی یباح لعب الشطرنج اذا لم یشتمل الخاطر لکن بشرط ان لاتفوته الصلوة ولایکون فیه میسر فانما هو مظنة فوت الصلوة وتضییع العمر وسبب الفکر الباطل حتی لایحس بالجوع والعطش فکشف عورهما (۲۰) وجعل العمل فی عنق عبده وسع ارض مکة واجارتها هذا عند ابی حنیفة لان مکة حرام وعندهما یجوز لان ارضها مملوکة

وقولہ فی بلدہ متعلق بمحذوف ای حر فی بلدہ (۴) وبحق رسلک وسلک لانہ وصف متعلق بہ ای بالعرش وبالذی لا حد علیہ الخ (۵) وبعیسی یوسف بحور الاول بلد ہاء الثانی (۶) وبعشیر مصحف

(۱۲) مکہ کے مکان بیچنا

اور مکہ ہے مکے کے مکانوں کی خرابت بیچنا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مکہ کے مکانوں کی خرابت بیچنا جائز ہے اور بعض علماء نے جو اس کو ناجائز کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مکہ کی مسجد حرام کی خرابت بیچنا بھی جائز ہے جو حرمت کی اس کی تعظیم کے منافی ہے کیونکہ یہ حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کو ساقط نہیں کیا ہے اور اس کی حرمت کو باقی رکھا ہے۔

(۱۳) غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا

اور غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا۔

فائدہ: غلام کے بھاگ جانے کے خوف سے اور اس کو تکلیف دینے کے لئے اس کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا مکروہ ہے۔

(۱۴) غلام کا ہدیہ دعوت

اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کے ہدیہ کو کھانا۔

فائدہ: یہ حکم اس لئے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان غلام ہے وہ غلام تمہارے ہدیہ کو قبول کرے اور تمہاری دعوت قبول کرے اور تمہارے ہدیہ کو کھائے اور اصل یہ ہے کہ غلام کی کمائی سے مصنوعہ حضرت نے جب ہدیہ دیا کا قبول کرنا جائز ہے اور اگر اور کوئی چیز ہدیہ دی تو قبول نہیں کی۔

(۱۵) غلام کو کپڑا اللہ دینا اور اشرفی ہدیہ میں لینا

اور غلام کو کپڑا اللہ دینا اور اشرفی ہدیہ میں لینا

اشرفی کے بدلہ روپیہ

فائدہ: اس سے اس زمانہ کی تجارت میں بہت ضرورت ہے خواہ اس کو بیچنے کے لئے یا خریدنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

(۱۶) مفلسی سے خدمت لینا

اور مفلس غلام سے خدمت لینا مکروہ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اس میں ترغیب ہے اس کے مفلسی کرنے کی اور دعوت ہے۔

(۱۷) بتاں کو قرض دینا

اور بدون قال کے ایک روپیہ آٹھ آنہ دینا کہ اس سے جو بات چاہے لیتا ہوا لے آئے یہاں تک کہ روپیہ پورا ہو جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اس قرض میں منفعت ہے اور قرض منفعت ہے پس اس کا اس طرح پر دینا جائز ہے اور بچا ہوا پیسہ واپس لینا واجب ہے۔

(۱۸) شطرنج و چوسر

اور شطرنج یا چوسر کھیلنا۔

فائدہ: اس سے شطرنج کھیلنے وغیرہ کا حکم معلوم ہوا اور بعض علماء نے ایک جزء شطرنج کا کھیلنا جس میں اس قسم کی بازی ہوتی ہے کہ اس شرط سے اور دوست ہوتا ہے اس میں شرط ہونے کا ہوتا ہے جائز کہا ہے اور اس میں شرط نہ ہونے کا ہوتا ہے جائز کہا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر شرط نہیں ہوتا ہے اور اس میں نماز قضا کرنا ہے تو ناجائز ہے اور اگر نماز قضا نہیں کرتا ہے تو جائز ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر شرط نہیں ہوتا ہے اور اس میں نماز قضا کرنا ہے تو ناجائز ہے اور اگر نماز قضا نہیں کرتا ہے تو جائز ہے

(۱۹) دیگر نہی امور

اور اسی طرح نہی ہے۔

قائم رہنے کی حالت میں پیشاب کرنے سے اور بیٹھ کر پیشاب کرنے سے اور قضائے حاجت کرنے کے بعد استنجا کرنے سے اور ان کے علاوہ دیگر امور سے جن کی ممانعت ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث اور اس کے علاوہ احادیث میں ہے۔ ابو یوسف نے اس کے علاوہ کراہت کی ہے اور اسی کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ امور دوسرے مکروہ امور سے اس روایت کیا گیا ہے حضرت ابن مسعود سے اس حدیث میں لفظ وحشت عرش کی ہوئی ہے صاحب ترجمہ کی طرف سے۔ کہتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس امر کے ترک میں ہے اس واسطے کہ یہ ظاہر احادیث ہوا ہے اور فی نفسہ قبیح ہے۔ لیکن نہی ثابت نہ ہوئی اس لئے کہ نہی ثابت ہوتی ہے۔

(۲۰) خدام و مملوک (غلام) کو مدنی زمین پر چلنے اور عاصی یہ لفظ کہنا

اور مکروہ ہے خادم کے لئے کہ مولیٰ کی زمین پر چلنا ہو کرایہ پر یا اور وجہ سے یہ لفظ کہنا معصیت اللہ عز وجل کا۔

لائق ہے یہ لفظ معصیت اللہ عز وجل کے لئے کہ نہی ہے اس کی طرف سے اور اس کی طرف سے ہے وہ نہی کہ حق یہ ہے کہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جائے ہے دونوں لفظ کیونکر مکروہ ہے اس لئے کہ لفظ اس سے حدوث عزت کا دہم ہوتا ہے کیونکہ عرش والا ہے ہمیشہ سے اور عزت اور جلال اسی قدیم ہیں اور دوسرے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عز وجل کا کرسی پر ہونا ہے اور یہ قول کہ عرش اللہ کا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے مکان ہونے پر حجت ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ باطل ہے اور یہ ابو یوسف نے اس کے علاوہ کراہت کی ہے اور اسی کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ امور دوسرے مکروہ امور سے اس روایت کیا گیا ہے حضرت ابن مسعود سے اس حدیث میں لفظ وحشت عرش کی ہوئی ہے صاحب ترجمہ کی طرف سے۔ کہتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس امر کے ترک میں ہے اس واسطے کہ یہ ظاہر احادیث ہوا ہے اور فی نفسہ قبیح ہے۔ لیکن نہی ثابت نہ ہوئی اس لئے کہ نہی ثابت ہوتی ہے۔

(۲۱) تحقیق فلاں کہہ کر دعا مانگنا

اور مکروہ ہے دعا میں یہ کہے محقق فلاں یا محقق علاں یا محقق رسلک و نبیک

فائدہ اس لئے کہ رسل اور انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور دیگر مخلوق اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور مخلوق واجب الحق نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر کوئی شے لیکن ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرمائے اور نہ فرمائے گا اس کو کچھ خلف اور نہ خلاف اللہ تعالیٰ سے مگر ہو سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کوئی کام نہ کرے۔ تو ہو جائے یہ لفظ دعا مانگنے والے کا اس جگہ میں جو کہ دعا کی جگہ ہے ترک ادب اور عظمت رب العزت سے بے حق ہونا۔

(۲۲) دس آیات پر علامت بنانا

مکروہ ہے قرآن شریف پر جدول اس کے حصوں کے علامت بنانا اس میں اعراب ہو۔

فائدہ اس واسطے کہ ابن مسعود نے کہا ہے نہ لکھو قرآن کو یعنی قرآن میں اور نہ کچھ چیز لاؤ کہ جو نہیں ہے اس قرآن میں سے۔ یہ مصنف ہیں۔

(۴۳) ولفظه الاحتكار فانه حبس لهم (۴۴) واحتكار قوت البشر وقيهائم في بلد يضر باهله الاحتكار بالقوت فان نبي حنيفة وعند ابي يوسف كل ما ضر بالعامة حبسه فهو احتكار وعن محمد الاحتكار في الثياب ومدة الحبس في مقدرة باربعين يوما وقيل بالشهر وهذا في حق النساقه في المبا لكن دائم وان قدت المدة ويجب ان يدخل القاضي بينهم فيما فوته وقوت اهله فان لم يفعل عزره والصحيح ان القاضي يبيع ان امتنع الفاقد (۴۵) لانه لرضه ومحظوظ من بلد آخر هذا عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف كل ذلك يكره وعند محمد كل ما جلب منه الى المصر عالبا فهو في حكم المصر (۴۶) ولا يسعر حاكم الا ان تعدى الارباب على القيمة فاحشا واضر بصورة اهل الراي

(۴۳) مجبوں کیلئے قرآن کریم پڑھنا مکروہ ہے

ترجمہ: احتکار سے بچنا مختص ہے۔

شارحہ: اس سے معلوم ہوا کہ عوام کا اس زبان عرب کو سمجھنا جس میں قرآن نازل ہوا ہے بہت مشکل ہے اور قرآن کا سننا اور تلاوت قرآن سمجھنا بہت دشوار ہے۔

(۴۴) اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی کرنا

ترجمہ: اور احتکار سے بچنا آدمی اور چوپاؤں کی خوراک میں شہر میں جہاں یہ ذخیرہ کرنا ضرر دیتا ہو۔

شارحہ: اس لفظ سے یہ حدیث لی ہے الجالب مرزوق والمحتکر ملعون یعنی لانے والے کو اللہ رزق دیتا ہے اور ذخیرہ کرنے والے پر لعنت ہوتی ہے اس کو حرکت دے گا۔ ذخیرہ کرنے کا مطلوب ہے: روایت کیا ہے ان کو ابن ماجہ نے عمر ابن الخطاب سے اور روایت کی ہے احمد نے مسند میں ابن عمر سے کہ رسول اللہ نے فرمایا خاطی لوگوں سے وہ جس دن تک دور ہوں اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ دور ہوتا ان سے اور جو بیماری ہے کہ اس کو نہ چھوڑے اور خلق خدا کے ساتھ نیچے کی قیمت کو زیادہ کرنے کا ارادہ کرے یا اس کو بیچنے کا ارادہ کرے تو حاصل یہ ہے کہ زیادہ کرنے کا کامل ضرر ظاہر کرے تو مکروہ ہے اور یوسف سے مروی ہے کہ اختیار رکھتا ہے پر نظر کرنے حاکم کی جو کہ دیکھے مصلحت میں پس جو کہ دیکھے مصلحت میں اس کو اختیار کرے اور حاکم نہیں ہے مگر یہ کہ جب تعدی کریں ارباب قیمت سے فاحش اور ضرر پہنچائے صورت اہل الرای کو۔

(۴۵) اپنی پیداوار یا درآمد کو روکنا

ترجمہ: اور بیچنا اس شے کا روک رکھنا جو اس کی زمین میں نکلی ہو یا اس کو لے جائے کسی دوسرے شہر سے اس کو زیادہ کرنے کے ارادہ سے۔

شارحہ: اور یہ یوسف کے نزدیک ہے یہ بھی مکروہ ہے اور امام محمد کے نزدیک ہر وہ چیز لائی جائے مصر کی طرف حکم مصر میں ہے خدائی الاصل۔

(۲۶) نرخ کا تعین

(۱) [illegible] نرخ کا تعین کرنا [illegible]

(۲) [illegible] نرخ کا تعین کرنا [illegible]

(۳) [illegible] نرخ کا تعین کرنا [illegible]

(۴) [illegible] نرخ کا تعین کرنا [illegible]

(۵) [illegible] نرخ کا تعین کرنا [illegible]

فوائد

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible]

(۱۱) قاضی پر لکھنے میں اور شخص مسجد میں بیٹھنے پر انتظار نماز کے اپنے یا تسبیح اور تلاوت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم سے حقیقت ہو اور اقامت کے حال میں جواب سلام کا دیں۔

(۱۲) واعظ کہیں لڑکیوں کے کان چھیدنے کی فرصت نہیں ہے۔

(۱۳) بعد دفن کے مجلس کا نقل کرنا جائز ہے البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہے۔

(۱۴) عاشورے کے دن خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن پڑھنے سے سنا اور اس کا زیادہ ثواب ہے واللہ اعلم۔ تمت بعون الملک المختار والحمد للہ وحدہ

کتاب احیاء الموات

(۱) ھی ارض بلا نفع لانقطاع ماءھا او غلبتہ علیھا ونحوھما کما اذا زرعت او صارت سبخۃ عادیۃ او مملوکۃ فی الاسلام لا یعرف مالکھا بعینہ من العامر بحیث لا یسمع صوت من فضاء وعند محمد ما کان مملوکا لمسلم او ذمی لا یکون مواتا فالمالم یعرف مالکھا کان لعامۃ المسلمین ونو ظھر مالکھا فرد الیہ ویضمن نقصان الارض والبعد عن العامر شرحہ ابو یوسف خلافا لمحمد (۲) فی احیاء حکمہ ان اذنہ الامام والا فلا الا ان لم یکن الامام لا یعلمہ فیہ عند ابی حنیفۃ وھما لم یشترطا اذن الامام (۳) ولم یجز احیاء ما عدل عنہ الماء وحاز عودہ فان لم یحز جاز الی ان لم یجز عودہ فلھا جاز احیاؤہ (۴) وفی حجر ردلم یصرھا ثبت حجم دفعھا الامام الی غیرہ التحجیر ھی الاصل وضع الاحجار لیعلم الناس انہ احدثہ لیسمی الاعلام التی لا یکون بوضع الاحجار وقیل انتقالہ من الحجر بالسکون فان کررتہا وسقاھا فھو احیاء عند محمد وان فعل احدھما فھو تحجیر

(یعنی غیر آباد زمینوں کے آباد کرنے کے بیان میں)

(۱) موات کی تعریف

موات وہ زمین ہے جس سے نفع حاصل نہیں ہوتا پانی نہ ہونے یا پانی کی کثرت کے سبب سے یا نمکین کے اور اسباب سے (مثلاً زمین بہت خراب ہو گئی یا شور ہو گئی کہ کاشت کے قابل) اور قدیم سے کسی کی ملک نہیں ہے یا مسلمان یا اہل اسلام کی لیکن اس کا کوئی مالک معین نہیں معلوم ہوتا اور اتنی ہے اس قدر دور ہے کہ اگر کوئی شخص انتہائے آبادی سے پکار کرے تو اس زمین میں آواز نہ پہنچے

امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہو گئی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہیں ہے پس اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو تو وہ عام مسلمین کی ہے اور جب اس کا مالک ظاہر ہو جائے تو وہ اس کو دیدی جائے گی اور مسلمان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہوا ہے اور جو زرع کو دینا پڑے گا اور دور ہونے آبادی سے یہ شرط کی ابو یوسف نے محمدؒ کے خلاف دلائل سے۔

(۲) غیر آباد زمین کو آباد کرنے والا

جو شخص ایسی زمین کو آباد کرے گا تو وہ زمین اس کی ملک ہو جائے گی اگر امام کے اذن سے ہوئے تو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے کرے وہ ذمی کا مالک نہ ہوگا

فائدہ۔ یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کا اذن شرط نہیں ہے کذا فی الاصل۔ دلیل ان کی قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اسی کی ہے رواہ ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اس کو ترمذی نے۔ اور یہ حدیث کی کئی حدیث مرسل اور دافعی ہی ہے اور اختلاف ہے اس کے معنی میں لغت جانتے ہیں اور بعضے عائشہؓ اور بعض عبداللہ بن عمرؓ اور راجح قول اول ہے اور روایت کی بخاری نے عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہ ہو سو وہ زیادہ حقدار ہے اس کا لیکن اپنے یعنی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت میں دخیل امام صاحب کی یہ ہے کہ روایت کی طحاوی نے سعدؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اس کا امام خوش ہو اور اوپر کی حدیث محمول ہے اس صورت پر جب اذن امام کا ہو۔

(۳) وہ زمین جس کا پانی بٹ گیا

اگر جانے آباد کرنے والا کہ اس زمین کا چشمہ کا پانی بٹ گیا ہو لیکن جان سکتا ہو یا یہ کہ اگر اب پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اس کا عود نہ ہو سکے تو آباد کرنا اس کا درست ہے۔

(۴) زمین آباد کاری کی مدت

اگر زمین موات امام کی اذن سے لی اور اس میں پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اس کو آباد نہیں کیا تو امام صاحب اس سے زمین لے کر دوسرے کو دے کر۔

(۵) ومن حضر بئرا في موات بالاذن فله حريمها للعطن والناضح اربعون ذراعا من كل جانب في الاصح بير العطن البير التي يناخ الابل حولها ويسقى منها الناضح الشرائعي يستخرج ماء ها بسير البعير ومحوره وعندهما حريمها ستون ذراعا وانما قال في الاصح لانه قد قيل الحريم اربعون ذراعا من كل الجوانب وذراع العامة ستة قبضات وعند العساب كذلك فانهم قدروه باربع وعشرين اصبعا كل اصبع ست شعيرات مضمومة بطون بعضها ببطون البعض (٦) وثلثين خمسمائة كذلك اى من كل جانب (٧) وضع غيره من الحرفيه لايساويه وله الحريم من ثلثة جوانب اى الذى حفر من منتهى حريم الاول دون الاول

(۵) کنواں کھودنے والے کا حق

اور جس نے ایک کنواں زمین موات میں بموجب اذن امام کے اونٹوں کے واسطے وہ کنواں مطعن کے لئے ہو (یعنی پانی اس میں سے ہاتھ سے نکالا جاتا ہو اور اونٹ اس سے گرا چشمہ کے پانی پیتے ہوں) یا ناضح ہو (یعنی وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے اونٹوں سے کھیت سینچنے کے لئے) تو کھودنے والے اس کنویں کے چالیس گز ہر طرف سے اس کا حق ہوگا یہ قول اصح۔

فائدہ۔ اور یہ قول غیر صحیح حریم اس کا چالیس گز ہے ہر طرف سے رکن گز اور صاحبینؒ کے نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز کا ہوگا ہر جانب سے۔ ہر گز سے مراد گز شرعی ہے جو چھ بالشت کا ہوتا ہے اور ہر انگل بقدر چھ جو کے جب آپس میں ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہوا ہو کذا فی الاصل دلیل امام صاحب کی حدیث ہے عبداللہ بن مغفل کی روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو

شخص کنواں کھودے تو اس کو چالیس گز تک دوسرے پانی پینے والے جانوروں کے روایت کی امام احمدؒ نے مسند میں ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنویں کا چالیس گز ہے سب طرف سے اس کے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریوں کے۔

(۶) چشمہ کا حریم

اور حریم چشمے کا پانچ سو گز ہے ہر جانب سے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہا ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانچ سو گز ہے اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہے۔ کذا فی المجتبیٰ شرح الہدایہ یہی حدیث وہیل نے صاحبین کی بیر ناضح کے حریم میں زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس کو غریب کہا ہے۔

(۷) حریم کی حدود کا تحفظ

تو اگر احداث حریم کے کوئی دوسرا شخص کنواں کھودنے کا ارادہ کرے گا تو منع کیا جاوے گا نہ باہر حریم کے اگر حریم کی حد تک پہنچ ایک اور شخص نے کنواں کھودا تو اس کا حریم تین جانب۔ سر چشمہ نہ پہلے کنویں کی چہارم سے۔

فائدہ۔ اس لئے کہ وہ ملک پہلے کنویں والے کی ہے۔

(۸) وللفناء ۵ حریم مقدر مایصلحها هذا عند ابی حنیفه رقیل اقالم یخرج الماء فهر کالنهر فلاحریم له وعند ظهور الماء کانعی فله الحریم خمسمائة ذراع (۹) ولا حریم لنهر فی ارض غیره الابحجة هذا عند ابی حنیفة وعندهما له مسناة النهر بمنقی علیها ویلقی علیها الطین وکذافی ارض موات فمسنات بین نهر رجل وارض الآخر ولیست مع احد الصاحب الارض ای لم یکن لاحدهما علیهما غرس او طین ملقی فهی لصاحب الارض عند ابی حنیفة وان کان فصاحب الشعل هو صاحب الید وعند ابی یوسف حریمه مقدار نصف بطن النهر من کل جانب وعند محمد مقدار بطن النهر من کل جانب

(۸) کاریز کا حریم

اور کاریز (یعنی نہری پانی کا زمین کے نیچے در مختار) کا حریم بقدر اس کی مقدار کے ہے۔

فائدہ۔ اندر کی مٹی ڈالنے کے لئے پہ مذہب صاحبینؒ کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مذہب اس میں پانی نہ نکلنے کا وہ مثل نہر کے ہے اس کا حریم نہیں ہے اور جو پانی نکلے تو حکم اس کا مثل چشمے کے ہے یعنی پانچ سو گز اس کا حریم ہوگا کذا فی الاصل۔

(۹) نہر کا حریم

نہر کا حریم نہ لے گا دوسرے کی زمین میں امام صاحبؒ کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو نہر کی مینڈ لے گی چلنے کے لئے اور مٹی ڈالنے کے لئے حریم لے گا اور ایسی ہی زمین موات میں تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے بیچ میں واقع ہے اور کسی کی ان دونوں میں سے اس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہیں ہے تو وہ مینڈ صاحب زمین کی ہے کی امام صاحبؒ کے نزدیک اور تہائی کی علامت اس پر موجود ہے تو اس صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار نصف بطن نہر کے ہر جانب سے اور محمدؒ کے نزدیک مقدار چوڑی بطن نہر کا ہر جانب سے۔

فائدہ۔ در مختار میں ہے کہ قول ابو یوسفؒ پر فتویٰ ہے اور حریم درخت کا ٹاواٹوں ۱۲ ہات میں پودے سے پانچ گز ہے ہر جانب سے ایسا ہی ابوداؤد نے حدیث میں اخراج کیا ہے اس کا ابوداؤد نے

فصل (۱) الشرب بفتح الشين الماء (۲) والشفة شرب بني آدم والبهائم (۳) ونكل حفر في كل ماء لم يحرز بإناء وسقي أرضه من النهر نهر عظيم كدجلة ونحوها وشق نهر لأرضه منها او لشفة الخ حتى لو لم يضر بالعامة لا يسقي قوله ان لم يضر بالعامة لا يسقي قوله ان ضيق تخريب النهر لكثرته وأرضه بالجر عطف على قوله وشق نهر غيره وقلد وينزع الا اذا ذنه وله سقي شجر وخصر لي داره حملا بحر ارفق الاصح (۴) وكوى نهر لم يملك من بيت المال فان لم يكن فيه شيء فعلى العامة اى يحبر الامام الناس على كريه وكوى نهر يملك على اهله من اعلاه لاعلى اهل الشفة ومن حاوز من ارضه قد مرى اى كل شريك حاوز تلدين يكرون النهر على ارضه لم يكن عليه كوى بقي النهر بعد عند ابي حنيفة وقالا عليهم كريه من اوله الى آخره

فصل شرب کے مسائل میں

(۱) شرب کا معنی

شرب پانی سے عبارت ہے پانی نے لکھے ہیں۔

فائدہ: جس پانی سے فائدہ حاصل کرنا ہو اس پانی کو برتن وغیرہ سے نکالنے کے لئے یا جانوروں کے پانی پینے کے لئے دو قسم ہے۔

(۲) شفہ کا معنی

اور شفہ کہتے ہیں آدمی یا چارپایوں کے پانی پینے کا اور فصل کو کاٹ جانا پہنچا ہے: پانی میں جو لوگ برتن وغیرہ کے ذریعہ سے پانی نکالتے ہیں ان کے لئے ضرر کا لحاظ ہوتا ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ جب پانی کنویں میں زیادہ کیا ہو اور کھودنے والے کا مملوک ہو تو جب کوئی شخص بے ضرورت اس کے اس میں سے کچھ پانی نکالے اور دوسروں اپنی جگہ میں ہے جیسے کنواں یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو ہر شخص کو اس سے پینا جانوروں کا پانی پلانا اور ضرورت کے خواب ہونے کے خوف نہ ہو جیسے کھیت جانوروں کے پانی زمین کو پہنچنے یا درخت میں پانی ڈالنے اس کی عادت سے بڑھ جانے کے کنوئیں سے پانی نکالنے یا کنویں پر اپنے گھر میں لانے کی ضرورت باہر سے ہیں لانے پہنچنے تک دلوں میں۔

فائدہ: اور لعنوں کے ایک یہ بھی ضرورت ہے کہ ہر مالک کے لئے اس سے اور نہیں ہو جیسے اس کی قوی ہوا ہے کہ ہے ہی

(۳) نہروں، کاریزوں اور کنوؤں سے پانی حاصل کرنے کا استحقاق

اس طرح ہر شخص کو پہنچا ہے کہ دریا یا نہر عظیم سے جیسے دجلہ اور فرات اور ان کے نہریں (جیسا کہ ہے نہر بغداد کی اور بالائے دجلہ کے دریا عظام ہیں شخص کو پہنچا ہے کہ اپنی زمین کی طرف پانی پہنچانے کے لئے یا چکی کے لئے یا اس کے مشابہ کے اس سے مشغول نہ ہونے اور نہر کی نہر یا کاریز یا کنوں سے جانوروں کو پانی پلانے سے ضرر نہر کے خراب ہونے کا خوف نہ ہو جیسے کھیت جانوروں کے پانی زمین کو پہنچنے یا درخت میں پانی ڈالنے اس کی عادت سے بڑھ جانے کے کنوئیں سے پانی نکالنے یا کنویں پر اپنے گھر میں لانے کی ضرورت باہر سے ہیں لانے پہنچنے تک دلوں میں۔

فائدہ: اور لعنوں کے ایک یہ بھی ضرورت ہے کہ ہر مالک کے لئے اس سے اور نہیں ہو جیسے اس کی قوی ہوا ہے کہ ہے ہی

(۴) نہروں کی کھدائی

جو نہر کسی کی ملکیت میں ہے اس کی کھدائی بیت المال میں

ت ان یہ ہے کہ اگر پہلے اس کی ملکیت ثابت ہو جائے تو اس کا ہے ورنہ اس کا ہے جس کے قبضہ میں ہے اور

دوسرے شریک کا حصہ پانی بہا لے جانے کا حق ہوتا ہے کیونکہ پانی اصل ہے اور زمین اس کی تابع ہے۔ پس پانی کو زمین سے الگ کر کے اس طرح نہیں بیچا جا سکتا جیسا کہ زمین کو پانی سے الگ کر کے بیچا جا سکتا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ پانی کی مقدار اور اس کے حصے معلوم نہیں ہوتے اور کبھی پانی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا، پس یہ دھوکہ ہے۔ ہاں اگر پانی کو برتن میں بھر لیا جائے تو پھر اس کی بیع جائز ہے کیونکہ اب وہ مال بن گیا ہے۔ اسی طرح اگر پانی کو کسی برتن میں بھر کر اس کے ساتھ زمین بھی بیچ دی جائے تو بھی بیع جائز ہے کیونکہ اب پانی تابع ہے اور زمین اصل ہے۔ یا پھر تصرف کی صورت میں بھی بیع جائز ہو جاتی ہے۔

(۸) دوسرے کے کھیت سے پانی نہیں نکالنا

اگر کسی شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا ہوا ہے اور دوسرے شخص کا کھیت اس کے پہلو میں ہے اور اس کے کھیت سے پانی نہیں نکلتا تو اس کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اپنی زمین میں سے پانی نکالے تاکہ اس کے پڑوسی کا کھیت خشک ہو جائے۔ کیونکہ اس کو اپنی زمین میں پانی روکنے کا حق حاصل ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو اپنی مال میں اپنے ہمسایہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے اور ایسی باتوں سے بچنا چاہیے جن سے ہمسایہ کو نقصان پہنچے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

كتاب الاشربة

(۱) حرم الخمر وهي التي من ماء العنب غلى واشتد وقذف بالزبد ومن قلب هذا الاسم حقق بقلب الشرب باجماع اهل اللغة ولا يحل ان كل مسكر خمر لاستقذف من محاسنة النفس ومن لمعة لا يجوز فيها القياس فلا يقاس الذي فاروق الفرق انتفى فيه ورعايه مرجع ذلك الى ان الحد واجب بالاجماع على الشرب وقد حده في الصحيح (۲) وقذف شربه هو قول ابي حنيفة وصاحبه رحمهما الله خمر مسكر لاشربه قذف ثربه (۳) ثم عينها حرم وان قلت ومن الناس من قال المسكر منها حرام وهذا مدفوع بان الله تعالى سماها خمرا عند انعقد اجماع الامة (۴) ثم يكفر مستحلها (۵) وحفظ نفوسها لاهاليتها (۶) وحد الاشتاع بها (۷) ويحد شربها وان لم يسكر (۸) ولا يؤمر فيها بالضمان

(اب مصنف شراب کی حرمت کے بیان میں)

(۱) خمر اور انگور کا کچا پانی

خمر وہ شراب ہے جو پانی ہے انگور کو جوش دینے سے حاصل ہوتی ہے اور جب وہ جوش کھائے اور اوپر جھاگ آ جائے۔

فائدہ: یہ جو شریعت نے لفظ خمر کا نام رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں یہ مشروب اسی نام سے مشہور تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خمر کا نام شریعت نے اس مشروب کو دیا ہے جو انگور کے پانی سے بنتا ہے اور جوش دینے سے جھاگ آ جائے۔ اور اس کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور عقل ہی انسان کو دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اور اس کی حفاظت ہر عاقل پر واجب ہے۔ اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ اور اس کی حرمت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے ضائع کرنے پر ضمان واجب نہیں ہوتا۔ اور اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے پینے والے پر حد واجب ہوتی ہے اگرچہ وہ نشہ نہ کرے۔ اور اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے پینے والے پر ضمان واجب نہیں ہوتا۔ اور اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے پینے والے پر حد واجب ہوتی ہے اگرچہ وہ نشہ نہ کرے۔ اور اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے پینے والے پر ضمان واجب نہیں ہوتا۔

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے اور وہ روایت کی ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اور یہ روایت کہ فرمایا حضرت نے انگور اور کھجور سے شراب بنانے کی ہے اپنی اقوام اور گھر والوں سے اور صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہے کہ شربا خالص اس وقت انگور نے پانی کو کہتے ہیں اور حدیث اول میں نیچی ہوئی سے مطلق نے مقید کیا ہے اور حدیث اول دیوبندیوں کے نزدیک ان معنی پر محمول ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس طرح کہ حدیث اول میں حرام کو اخراج یا شیطان اور اقدام ہونے سے بیان کیا ہے اور یہ اوصاف مجتبیٰ میں ہوتی ہیں مطلق میں نہیں ہیں اس حدیث میں بہت کچھ ہے کہ بیہقی نے تخریج ہدایہ میں کہ میں نے اس طحاوی کی کسی کتاب حدیث میں نہیں دیکھا اور اس نے مختلف ہیں خمر کی حقیقت میں بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام رکھا ہے اور قاضی ابو یوسف نے قول اول کو صحیح کہا ہے اور دلائل اس کی تحت نے بہت ہیں ایک قول حضرت عمر کا ہر مسکر پر ہے دوسرا حدیث صحیح ہے کہ خمر پانچ چیزوں سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور جو اور گیہوں اور یہ حدیث ناقابل حجت ہے اور دلیل کرے اور جواب دیا ہے مثل کو روایت کیا اس کو بخاری نے اور مسلم نے اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے لیکن ان میں نہیں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے اور یہ روایت کی بخاری نے اس سے کہ جس وقت خمر حرام ہوا اس وقت خمر انگور سے تھی اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر سے بیوں سے خمر ہوتا ہے اور جو سے خمر ہوتا ہے اور تمر سے خمر ہوتا ہے اور خمر انگور سے ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور ان تمام میں سے انہوں نے اخلاق کیا خمر کا نیچہ انگور پر خمر کا اور عدم اتفاق کیا ہے ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد نے اور اس اور ابن ماجہ کا اور عائشہ سے صحیح ہے اور نابعین سے سعید بن المسیب اور حسن اور سعید بن جبیر ہیں اور اور لوگ ہیں کہ طحاوی نے کہ یہ سب تمام اس واقع ہوا حدیث ابوبریرہ اور حدیث حسن اور حدیث ابن عمر میں کہ جب خمر حرام ہوا مدینے میں تو ان خموں میں سے کوئی خمر پانی نہ تھا روایت کیا اس کو بخاری نے اور صحابہ اس کی تعریف اور مدینہ میں مختلف سمت سے پہنچا ابوداؤد بن مسعود نے تلخیص کی خمر کی ساتھ انگور کے اور اس لغت نے بھی اختلاف کیا تو ہر حنفی علیہ بھر نے درمیان انگور کے اسی قدر پایا کہ کھوکا پھولا ہوا پانی جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے آتش کا اختیار نہیں ہم نے اس لئے کہ امر حرمت کا عظیم ہے جیسے امر حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہے اور منکر اس کی حرمت کا کافر ہے برخلاف اس کے جو امر اشربہ کی حرمت کا منکر ہو سو اس لئے احتیاط ضرر ہوئی کہ خمر نہ کہیں مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو حرام قرار دیا اور ان کے منکر حرمت کو کافر سمجھے اور سوا اس کے اور حرمت بھی حرام ہیں لیکن حرمت ان کی مثل خمر کی واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) جھاگ کی شرط

اور جھاگ ہونا شرط ہے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب شدید ہو گیا اور مسکر ہو گیا اب جھاگ اٹھانا ضرور نہیں ہے۔

(۳) خمر کی قلیل وکثیر سب حرام ہے

خمر خمر کا یعنی حرام ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ مقدار مشت میں حلال ہے۔

فائدہ: لیکن یہ قول مردود ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام فرمایا ہے جیسا کہ گزرا اور اس پر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل۔

(۴) شراب کو حلال سمجھنے والا

اور خمر کو حلال جانے تو کافر ہوتا ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ یہ حکم ہے نص قطعی کا مخالف۔

(۵) خمر کا تقوم اور مالیت

اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے اور مالیت بھی۔

فائدہ: اگر خمر کسی مسلمان کا کسی کے پاس تلف کر دے تو ضمان اور جرمانہ کا اس پر عائد نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس کو خمر کے بارے میں حکم دیا تھا کہ اس کی قیمت کھانے والے سے وصول کرنے کی مسلم نے اور محمد نے آثار میں روایت کیا ہے اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے خمر یا خنزیر کو تلف کیا اس کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اس پر کچھ تاوان نہیں ہے۔

(۶) خمر سے نفع اٹھانا

اور خمر سے مسلمان کو نفع اٹھانا حرام ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ انتفاع کہاں سے تحریم ہے بیع کی اور خمر کا تو کوئی بھی نفع حلال نہیں ہے اور اس سے کسی طرح کا انتفاع جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا استعمال بالکل حرام ہے اور اس کو سرکہ بنانا یا اس کے سبب سے جان بچانے کی دوا یا پانی وغیرہ ملانے سے بھی پینا بقدر ضرورت کے اور جو ضرورت سے زیادہ ہوگا اس پر حد جاری ہو گی۔

(۷) خمر بیچنے والا

اور جو کوئی خمر کو بیچے گا اس پر اس کا ثمن واجب نہیں ہوگا اگر مشتری نے اس کو پی لیا ہو تو بھی معاف کر دیا جائے گا۔

فائدہ: اس لئے کہ اصل اس میں کتاب اللہ و سنت خمر کی اور حرمت اور نجاست اس کے پینے سے ہونا ہے اور اس کے بیچنے سے حرمت اور نجاست ثابت نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ ثمن محمد کے نزدیک ایک چیز ہے اور اس کا ادا کرنا دیانۃً ہے اس لئے اس کو معاف کر دینا جائز ہے۔

(۸) آگ پر پکانا

اور خمر کو آگ پر پکانے سے اس کی حرمت نہیں جاتی ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ جو چیز آگ سے پکائی جاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو پکانے سے گاڑھی ہو جاتی ہے جیسے گوشت اور دوسری قسم وہ ہے جو پکانے سے پتلی ہو جاتی ہے جیسے خمر اور دودھ اور پانی وغیرہ۔ پس پہلی قسم کی چیز کو پکانے سے اس کی حرمت جاتی رہتی ہے اور دوسری قسم کی چیز کو پکانے سے اس کی حرمت نہیں جاتی ہے۔

---

(۹) ویحور تخلیلها خلافا للشافعی هذه عشرة احکام (۱۰) کتخللها وهو ما عتب قد طبخ فنصف اقل من ثلثه (۱۱) وعنب تخللها (۱۲) وطبخ التمر اي السکر وطبخ الزبيب بنا غلب واشتد الصبير يرجع الي الطلاء وطبخ التمر وطبخ الزبيب وعندالاربعة الطلاء وهو الذي طبخ واکثر طبخ الزبيب وعند شريک من عندالله السکر طبخ لقوله تعالي تتخذون منه سکرا ورزقا حسنا واعلم ان هذه الاشربة انما تحرم عند ابي حنيفة ان علت واشتدت وقذفت بالزبد وعندهما بمجرد الاشتداد کما في الخمر (۱۳) وحرمة الخمر قولي فيکفر مستحلها فقط وحل المثلث العنبي مشتدا اي يطبخ ماء العنب حتي يذهب ثلثاه وبقي ثلثه ثم يوضع حتي يغلي ويشتد بقذف بالزبد وکذا ان صب فيه الماء حتي يرق جدا فذهب ثلثاه ثم يطبخ الي طبخة ثم يوضع علي ان يغلي ويشتد بقذف بالزبد واما حل المثلث عند ابي حنيفة رأي يوسف خلافا لمحمد ومالک والشافعي (۱۴) وبيد الخمر والزبيب مطبوخا اي طبخة واحدة اشتد اشتراب عالم بسکره بالظهور طرب اي انما يحل هذه الاشربة اذا شرب منها بسکر اما لتداوي الاخير وهو للمسکر حرام اتفاقا وشرطه ان يشرب لالقصد التقوي والطرب بل لقصد

(۹) ثمر کا سرکہ بنانا

اور جب سرکہ بن جائے تو حرام ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اس عبارت سے اور سرکہ کی اس طرح کی اور خود بخود سرکہ بن جانے والی تمام قسموں کے جائز ہونے پر احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں جن میں سے ایک حدیث ہے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو انہوں نے ان عورتوں سے کہی تھی جنہوں نے ان سے سرکہ کے بارے میں پوچھا تھا کہ کیا ہم اسے اپنے کھانے میں استعمال کر سکتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو انہوں نے فرمایا: بہترین سرکہ وہ ہے جو خود بخود بن جائے۔ اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین سرکہ وہ ہے جو خود بخود بن جائے۔

(۱۱) سکر

اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور نقیع زبیب یعنی منقیٰ انگور کا پانی جب ان میں جوش اور شدت پیدا ہو جائے۔

فائدہ: یعنی کھجور اور انگور کا نقیع زبیب جب ہی حرام ہیں جب ان میں جوش اور تیزی پیدا ہو جائے اور تیزی میں داخل ہونے کی وجہ سے ہی یہ سکر کہلاتا ہے اس وجہ سے اس کا نام سکر رکھا گیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تتخذون منه سكرا ورزقا حسنا اور متعدد احادیث اور اجماع صحابہ کا بھی اس پر دلالت ہے اور یہ آیت اترنے سے پہلے ہی حرام کی جا چکی تھی اور بعض نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو اور یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔

(۱۲) خلیطین اور سکر کی نجاست

اور نجاست ان کی غلیظہ ہے

فائدہ: اور یہ بات روایت میں ثابت ہے حافظ اور امام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے جس وقت جوش کرے اور شدید ہو جائے اور صاحبین کے نزدیک تھوڑا سا ہونے کی وجہ سے اس کا قلیل بھی حرام ہے۔

(۱۳) خلیطین اور سکر کی حرمت کا منکر

لیکن حرمت ان کی قطعی ہے تو منکر ان کا کافر ہے اور خمر کی حرمت قطعی ہے تو منکر اس کا بالاجماع کافر ہے اور حرمت ہے شدت انگور کا اگر پیاس میں شدت نہ ہو۔

فائدہ: یعنی انگور پیا جائے جب شدت انگور میں آ جائے یعنی اس کا پانی پیا جائے جب تک کہ اس کی دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی رہ جائے پھر اس کو تین دن پیا جائے

ہیں اس میں شدت دباؤ ہے اور جوش اٹھنے کی طرح ہوگا اس میں دباؤ نے پیدا کرنے کے لئے تھوڑا سا پانی ڈال کر کچھ پکائیں اور اس کو اتنی پھوڑیں یہاں تک کہ جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ اٹھنے لگے اور درستہ سے یہ مثلث نام ہو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک ثلث ہے یہ کذا فی الاصل اور عام حنفیہ سے ثلثی کا نام ہے حق یہ ہے کہ یہ مثلث کا نام رکھ سکتے ہیں۔

(۱۴) کھجور اور انگور کا نبیذ

اس طرح نبیذ تمر کھجور کا یا تمر دشت کا جب تھوڑا سا پکالیں جائے اگر پانی میں شدت ہو جائے تو ان تینوں کا اس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو و لعب کے قصد سے نہ پیے یہ قنیہ کے لئے استعمال کرے۔

فائدہ: امام صاحب کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظم یہ حدیث ہے جس کو کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عمرو بالکل اور عکرمہ اور بقول علی رضی اللہ عنہ کیا

(۱۳) القوی والخمطین وعمران یطبخ من ماء التمر والزبیب ویطبخ ادنی طبخة ویترک الی ان یغلی ویشتد بحیث لا یغلیه ویحرب (۱۴) (وسکر العسل والتین والزبیب والذرة وان لم یطبخ ولا یغلی ویحرب) (۱۵) وحل التمر ولو بملاح ای بالقاء شیء فیه وهذا اختیار عن قول الشافعی قال الحلیمی اذا کان بالقاء شیء فیه لا یحل الحل قولا واحدا وان کان بمجرد القاء شیء فیه فولان له والاشد فی الدباء والحنتم والمزفت والنقیر الدباء القرع والحنتم الجرة الحضراء والمزفت الظرف المطلی بالزفت ای القیر والنقیر الظرف الذی یکون من الخشب اعلم ان هذه الظروف کانت مخصصة بالخمر فانها حرمت الخمر حرم النبی صلی الله علیه وسلم استعمال هذه الظروف لئلا یقرب الخمر وامالان هذه الظروف کان فیها اثر الخمر فما حدثت هذه الاشیاء حلت علیه السلام استعمال هذه الظروف فبین ان الخمر قد زال عنها وابقا فی اتخاذ تحریم شیء یبالغ ویشتد فینزکه الناس وجرة فاذا ترک الناس واستمر الامر علی زوال ذلک الشاید بعد حصول المقصود (۱۶) وکره

ان وعکرمہ نے اور ابا کرہ نا دین اس کی علت اس کو سمجھوں نے اور حدیث اس کی یہ محفوظ ہے البتہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے روایت کیا اس کو ابو حنیفہ اور دار قطنی نے جیسا کہ زرا اور روایت کیا طبرانی نے طلت کو شدت کی حضرت عمرؓ سے تو حرام امام صاحب کے نزدیک صرف آخر والا پانی ہے جس سے نشہ ہو اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک جو سب حرام ہیں قلیل اور کثیر ان دانوں نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اس کو احمد اور چہار ان عائشہ نے یہ روایت صحیح کیا ابن حبان نے اور روایت کیا ابو داؤد اور ترمذی نے ما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہو تو اس کا ایک کف بھر بھی حرام ہے اور ابن ماجہ نے عمرو نے بقول ابا ہے محمد کے قول پر اس زمانے میں اس لئے کہ فاسق ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں واسطے مسکر کے اور شاید امام اعظم کو یہ حدیثیں نہیں پہنچیں واللہ اعلم۔

(۱۳) القوی والخمطین وعمران یطبخ من ماء التمر والزبیب ویطبخ ادنی طبخة ویترک الی ان یغلی ویشتد بحیث لا یغلیه ویحرب (۱۴) (وسکر العسل والتین والزبیب والذرة وان لم یطبخ ولا یغلی ویحرب) (۱۵) وحل التمر ولو بملاح ای بالقاء شیء فیه وهذا اختیار عن قول الشافعی قال الحلیمی اذا کان بالقاء شیء فیه لا یحل الحل قولا واحدا وان کان بمجرد القاء شیء فیه فولان له والاشد فی الدباء والحنتم والمزفت والنقیر الدباء القرع والحنتم الجرة الحضراء والمزفت الظرف المطلی بالزفت ای القیر والنقیر الظرف الذی یکون من الخشب اعلم ان هذه الظروف کانت مخصصة بالخمر فانها حرمت الخمر حرم النبی صلی الله علیه وسلم استعمال هذه الظروف لئلا یقرب الخمر وامالان هذه الظروف کان فیها اثر الخمر فما حدثت هذه الاشیاء حلت علیه السلام استعمال هذه الظروف فبین ان الخمر قد زال عنها وابقا فی اتخاذ تحریم شیء یبالغ ویشتد فینزکه الناس وجرة فاذا ترک الناس واستمر الامر علی زوال ذلک الشاید بعد حصول المقصود (۱۶) وکره

شرب اردی الخمر والاشتداد به المراد بالکراهة الحرمة لان فیه اجزاء الخمر الا انه ذکر لفظ الکراهة لاالحرمة لعدم القاطع فیه (۱) ولایحد شربه بالاسکر فان فی الخمر ما یحد شربه القلیل لان قلیل الخمر یدعو الی الکثیر ولا کذلک فی النردی فاعتبر حقیقة السکر.

(۱۵) خلیطان

اس طرح دو مست ہے خلیطین یعنی کھوارا اور انگور تک کو ملا، زمین میں دبا کر چھوڑ دیں یہاں تک کہ جوش مارے اور شدید ہو جائے جب اس کو اپنے اختیار سے ضرب کے۔

فائدہ: اہل علم کی وہ حدیث جس کی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے نظر صدیق سے کہ ہم تمر اور تمر اور تمر اور کشمش کو ملا کر پیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسے دو صحابہ کو ملا کر پیتے تھے تو آپ نے ہم کو اس کے پینے سے منع فرمایا اور دو صحابہ کو ملا کر پیتے تھے تو آپ نے ہم کو اس کے پینے سے منع فرمایا اور محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں بالاسناد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور دو صحابہ جابر رضی اللہ عنہ جس کو روایت کیا ائمہ ستہ نے ممانعت اس کی محمول ہے تحریم پر یا بدایۃ اسے اصلاح کے ہدایہ۔

(۱۶) شہد انجیر اور گیہوں کا نبیذ

اسی طرح دو مست ہے نبیذ شہد اور انجیر اور گیہوں کا جو اور جوار کا جو پکایا جائے یہاں تک کہ ثلث باقی رہ جائے۔

فائدہ: امام صاحب کے نزدیک جو اس میں سے کہ ان کے پینے والے کو حد نہ لگے گی اگر چہ مست ہو جائے اور حد کے نزدیک یہ مست ہو اور ہم میں مطلقاً اور یہی مفتی بہ ہے اور اس کے پینے والے کو حد لگے گی اگر مست ہو جائے بقول کثار فی زمانا کذا فی الدر المختار۔

(۱۷) سرکہ اور نبیذ کے برتن

اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگر چہ کوئی چیز اس میں ڈالی جائے اور چیزہ الٹا تو توں اور سرکہ کی بوتلوں اور مرتبان اور روغن قیر باقی رہنے ہوئے برتنوں اور کشتی کے برتنوں میں۔

فائدہ: اس واسطے کہ مجھ نے کتاب الآثار میں مسند صحیح روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی کے برتن کو دبانا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سو اب چونکہ برتن میں اس واسطے کوئی برتن کسی چیز کو ایسا حلال نہیں کرتا جو اس پر حرام ہو اور وہ جو حدیث ابن عباس کی ہے صحیحین میں کہ آپ نے فرمایا نقیر کو دبانا اور حنتم اور مزفت اور نقیر کے کاموں سے ممانعت کی تھی منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۸) خمر کی تلچھٹ

اور مکروہ ہے خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اس کو شکم میں لگانا بدنوں میں لگانا

فائدہ: مراد کراہت سے حرمت ہے کذا فی الاصل۔

(۱۹) تلچھٹ کا پینے والا

لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست نہ ہو وے تو اس کو حد نہ لگے گی۔

فائدہ: اور شرح میں ضرب قلیل سے ہے جس سے کہ قلیل اس کا داعی ہوتا ہے طرف کثیر کے اور یہ امر تلچھٹ میں نہیں ہے لہٰذا اس میں حقیقت سکر معتبر ہوگی کذا فی الاصل۔

فوائد

(۱) اور مفتی بہ ہے کہ بھنگ اور افیون اور ان کی خرید و فروخت اور جا مثل حرام ہے جس حرمت سے ان کی حرمت

نظر نے سوا ان کی تحقیق ان میں سے جاہ سے آدمی پر حد نہیں آتی پہلا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کو تعزیر دی جاتی ہے۔

(۲) اور باپ اور بیٹے کے اجداد اور پوتوں کی حالت معلوم ہوتی ہے اور قتل تو حد سے ساقط ہوتا ہے۔

(۳) اور جہاں وہ باب میں مکلف ہونے کی شرط نہیں ہے دین سے حد اور بعض کے قول سے روایت عدیمی اور بعض کی تعزیر سے کہ روایت تعزیری ہوتی ہے لیکن روایت تعزیری کا قول مرفوع ہے اور روایت حدیثی آپ ہے حرف حالت سے نہیں حدث کا قول ان کے مرفوعی ہونے کے سبب ثابت نہیں ہے اور اس کا عمل کے کن شرائط میں ثابت ہے۔

(۴) اور وہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی کو حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تو اس نے حضرت سے روایت کیا اس کو انہوں نے امام علیہ السلام سے تو ان سے ثابت نہیں ہوا کہ اس نے نماز پڑھی ہو اور قیس ہو کہ اس نے نماز پڑھا نہ ہو نہیں ملتی اور جس علم سے حد کا دفع اسم ہوا ہے۔

(۵) اور ان پر اس میں غیر محدود ہے اور ان کو تعزیر کرنا ہے اور ان کو تعزیر کرنا ہے اور ان کو تعزیر کرنا

فائدہ: یہ اس لئے ہے کہ تیر والا شکار کو دیکھ لیتا ہے اور پھینکنے والا جانور نہیں دیکھ سکتا اس لئے ممکن ہے کہ وہ شکار کو کھا لے اور ہم ابو یوسف نے استثنا کیا ہے کہ اگر اس نے شکار کو کھا لیا ہو تو پھر نہ کھائے اور یہی مذہب شافعی کا ہے اور امام مالک نے اس کے خلاف کہا ہے کہ اگر اس نے شکار کو کھا لیا ہو تو بھی کھا لے اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر اس نے تین بار کھایا ہو تو کھا لے ورنہ نہ کھائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اگر شکاری جانور شکار کو کھا لے تو اس کو نہ کھا کیونکہ اس نے اپنے لئے شکار کیا ہے اور

(۶) ولو لا يشارك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده مثل كلب غير معلم او كلب مجوسي او كلب لم يرسل للصيد او ارسل ونزاه انسية عمدا (۷) ولا يطول وقفته بعد ارساله فان طال وقفته بعد الارسال لم يكن الاصطياد مضافا الى الارسال بخلاف ما اذا اكمن الفهد فان هذا حيلة في الاصطياد فيكون مضافا الى الارسال (۸) ويعلم المعلم بترك اكل الكلب ثلث مرات وبرجوع الذي بدعائه (۹) فان اكل منه اباح له اكل لان اكل الكلب دليل امساكه بعد ترك ثلث مرات والامساك بعد حتى يتعلم وقيله واذا بقي في ملكه اي لا يحل امساك الكلب بعد ما اكل حتى يتعلم اي بترك الاكل ثلاث مرات ولا يحل امساك قبل الاكل ايضا في ملكه فان الكلب اذا اكل علم انه لم يكن كما معلما وكل امساك قبل ذلك لا اثر فيه وصيد كلب سائل فيحرم ذابض في ملك الصيد

(۶) شکاری کتے کے ساتھ دوسرا کتا ہونا

اور اس کتے معلم کے ساتھ دوسرا کتا جس کا شکار کرنا درست ہے۔ (جیسے وہ کتا غیر معلم ہو یا مجوسی کا ہو) یا شکار کے لئے چھوڑا نہ گیا ہو یا انسیت کی وجہ سے شکار کے لئے چھوڑا گیا ہو تو کتے کا شکار حلال نہ ہوگا۔

فائدہ: اس سے حدیث عدی بن حاتم کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا۔

(۷) سدھایا ہوا کتا توقف نہ کرے

اور وہ کتا معلم وقت نہ کرے بعد ارسال کے۔

فائدہ: اگر اس کتا شکار پر ارسال کی طرف منسوب رہے اگر وہ کتا بعد ارسال کے تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرنے پھر شکار کرے تو شکار درست نہیں اس لئے کہ یہ شکار ارسال سے نہ ہوا بلکہ کتا یا کتے نے بطور خود شکار کیا برخلاف اس کے کہ گھات چھپنے کو شکار کے لئے چھوڑا اور وہ چھپ رہا اطراف حیلہ اور گھات کے شکاری کی نظر میں نہ رہیں تو حرج نہیں آرام کے پھر شکار کو پکڑا اس لئے درست ہے اور اگر کتا بھی بھی یہ عادت چھپنے کی کرے تو بھی درست ہے (کذا فی الکفایہ)۔

(۸) کتے اور باز کا تعلیم یافتہ ہونا

ہر سدھایا تعلیم یافتہ ہو جاتا ہے اگر تین بار شکار کرے اور اس میں سے نکلنے سے پہلے تعلیم یافتہ ہو جاتا ہے جب پکارنے سے آنے لگے۔

فائدہ: یہ سب مضمون ماثور ہے ابن عباس سے کہ علی نے تحریر فرمایا کہ یہ اثر غریب ہے میں کہتا ہوں کہ روایت کی امام محمد نے آثار میں سند صحیح ابن عباس سے کہ انہوں نے کہا جانور کو پکڑنے سے تیرا کتا تو اگر معلم ہے تو حلال کر اور جو وہ تیرے لئے روک رکھے تو نہ کھا اس کو اور اگر تین بار اور شاید تین تو کھا اگر پھر وہ والے میں سے کھا لے اس لئے کہ تعلیم اس کی یہ ہے کہ پکارنے سے چلا آئے اور اس کو مدتوں سکھا کر کھانا چھوڑ دیوے کہا ہم محمد نے کہ ہم اسی قول سے اخذ کرتے ہیں اور یہی قول ہے ابو حنیفہ کا۔

(۹) شکاری جانور کا شکار میں سے کھا لینا

تو اگر باز شکار میں سے کچھ کھا لیوے تو وہ شکار کھانا درست ہے جب تو اس میں سے کھا لینا سدھائی طرح کر لے تین بار کھا کر پھر پہلی دفعہ کے شکار میں سے کھا لیا تو وہ شکار حرام ہو جاوے گا اور اس نے جو چھوڑ کر شکار کرے گا سب حرام ہوں گے یہاں تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہو جاوے اسی طرح کتا جس جانور کے جتنے جو شکار کرتے ہیں سو وہ صید کے پاس مردہ پائے جاتے ہیں حرام ہوں گے۔

فائدہ: اور جو صیاد ان کو کھا لیوے تو اب حرمت کے ثبوت سے کیا تعرض ہے۔

(۱۰) ومن شرط الحل بالرمی التسمیۃ ان لایترکھا عامدا والجرح وان لاینعد عن طلبہ فلو غاب متحاملا سھمہ ای رمی فغاب عن بصرہ متحاملا سھمہ فادرکہ میتا فان لم یقعد عن طلبہ حل اکلہ لان ھذا لیس فی وسعہ وان قعد عن طلبہ یحرم لان فی وسعہ ان یطلبہ وقد قال علیہ السلام لعلی ھو یوم الارض فطلبہ (۱۱) فان ادرکہ المرسل او الرامی حیا ذکاہ المراد انہ ادرکہ حیا فیہ من الحیوۃ فوق مایکون فی المذبوح یجب الترکیۃ حتی لو ترک الترکیۃ یحرم وقد قال فی الشتی فان ترکھا عمدا لم یؤکل لانہ ترک الترکیۃ مع القدرۃ علیھا اما ان لم یتمکن من الترکیۃ ففی النص اشارۃ الی حلہ کما روی عن ابی حنیفۃ وکذا عن ابی یوسف وھو قول الشافعی وفی ظاھر الروایۃ انہ یحرم وان کان حیاتہ مثل حیوۃ المذبوح فلا اعتبار لھا فالواجب الترکیۃ اما فی المنحرۃ واخواتھا وفی النادۃ التی مرصت فالفتوی علی ان الحیوۃ وان قلت معتبرۃ حتی لو ذکاھا وفیھا حیوۃ قلیلۃ تحل لقولہ تعالی الامادکتم فان ترکھا ای لترکیۃ عمدا فالحیات (۱۲) او ارسل مجوسی کلبہ فوجرہ مسلم اوجر ای اغراہ بالصیاح فانصدا

(۱۰) تیر سے شکار کرنا

اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ اس عامد کہ تیر مارتے وقت اور جو چھوڑا جائے تو بھی درست ہے اور جو قصداً ترک کرے گا وہ شکار حرام ہو جائے گا اور اگر تیر سے شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھانے کے بعد کہ کہیں غائب ہو جائے تو اس کی جستجو سے نہ بیٹھ رہے۔

فائدہ۔ یعنی اس نے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر کچھ دیر تک غائب ہو گیا پھر جس کے شکاری نے اس کو پایا تو اگر اس کی طلب سے نہ بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال ہے اور جو اس نے محفوظ نے میں مصروف تھا تو حلال ہے اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شکار میں جو غائب ہو جاوے شکاری سے کہ تو نہیں جانتا شکاری نے قتل کیا اس کو یا زمین کے جانور نے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابوداؤد سے اور روایت کی مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن تک پھر تو نے اس کو پایا تو جب تک کہ اس کو بدبو نہ لگے کھا۔

(۱۱) شکار کو زخمی کرنا

اگر تیر مارنے والے نے یا کتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زخمی کر دیا تو ضرور ہے کہ اس کو ذبح کرے (یعنی جب اس کو زندہ پاوے اس قدر کہ ذبح سے زیادہ اس میں حیات ہووے تو ذبح کرنا ضرور ہے) تو اگر ترک کرے گا عمداً ذکات کو تو حرام ہو جاوے گا

فائدہ۔ یعنی باوجود قدرت ترکیہ کے اگر ذکات نہ کرے گا حرام ہو گا اور جو قادر نہ ہو ذکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف سے اور یہی قول ہے شافعی کا اور ظاہر الروایہ میں ہے کہ حرام ہو جاوے گا اور جو اس کی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اس کا اعتبار نہ ہو گا پس ترکیہ واجب ہو گا لیکن جو جانور اوپر سے گر پڑے یا مثل اس کے اور جو بکری پاوے ہوئے تو ڈھیلی اس پر ہے کہ اس میں حیات قلیل بھی معتبر ہے یہاں تک کہ اگر اس کو ذبح کرے گا اور اس میں

[illegible] ... [illegible] ... [illegible]

(۱۲) مجوسی کا چھوڑا ہوا کتا

[illegible] ... [illegible]

(۱۳) وقيد معراض هو عصا المعوج الذي لا ريش له سمي معراضا لانه يعرض اي يذهب عرضا فلو كان في رأسه حديدة وصاب بحدته يحل (۱۴) او بثقله قتيلة دات حدة اسهم قول ابي حنيفة لا يحل الا ان يكون قد قتله بحده حتى لو كان حقيقة به حد يحل للتعين بالثقوب بالجرح (۱۵) او رمى صيدا فوقع في ماء قتله يحل ان علم انه قتله جرحه والا على مشهور لا يحل فرق بين هذا وبين الارنب اذا وقع في ماء فمات حيث لا يؤكل لانه ثمة في الاحتراز عن مثل هذا غير ممكن فيحل (۱۶) او رمى كلبه فزجره مجوسي فانزجر ثم ارسله احد فزجره مسلم فانزجر على احد الجمعين للارسال والزجر في الصوف فالاصح انه لا يؤكل لان كون الارسال من المجوسي والزجر من المسلم حرجه ان كان على العكس حل وان لم يوجد الارسال ولا حدهما حرم يعتبر الزجر فان كان من المسلم حل وان كان من المجوسي حرم

(۱۳) معراض کا شکار کو عرض کی جانب زخمی کرنا

اس طرح کہ معراض نے اس شکار کو قتل یا اپنے عرض کی جانب سے ٹوٹنے کی جانب سے زخمی کر دیا ہو۔

[illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... [

(۱۵) شکار تیر کھا کر پانی میں یا چھت پر گرا

[illegible]

[illegible] ہے اس کو کھا لینا حلال ہے۔

[illegible] اس کو کھا لینا حلال ہے۔

(۱۶) مسلمان نے تیر چھوڑا اور کسی نے ذبح کی

[illegible] اس کو کھا لینا حلال ہے۔

[illegible] هذا عند عدم الرسل عليه كما هذا عند ما قاله لا يمكن التعليم بحيث يحد عدم [illegible] عدم ذلك لا يحل وإن أرسل فقتل حيوانا لم يقتل عند الحيوان كما لو رمى سهما [illegible] وإن مر [illegible] وإن أرسل على حيوان [illegible] وإن رمى سهما فقتل [illegible] بخلاف ذبح الشاتين بسكين واحدة [illegible] كما في فتح القدير، كل منه لا العقور هذا عند عدم [illegible] كما في فتح القدير، كل منه لا العقور هذا عند عدم [illegible]

(۱۹) وان قطع اثنانا واکثره مع عضوه ان قطعه قطعتین بحیث یکون الثلث فی طرف الراس والثلثان فی جهة العجز اوقطع نصف راسه او اکثره او قده نصفین اکل کله لان فی هذه الصور لایمکن حیاته فوق حیوة المذبوح فلم یتناوله قوله علیه السلام ما ابین من الحی فهو میت بخلاف ما اذا کان الثلثان فی طرف الراس والثلث فی طرف العجز لامکان الحیوة فی الثلثین فوق حیوة المذبوح وبخلاف ما اذاقطع اقل من نصف الراس لامکان الحیوة فوق حیوة المذبوح قال رمی عبدا فرماه اخر فقتله فهو للاول وعلیه قیمته للثانی قیمته مجروحا ان کان الاول اثخن والافلصاحبه وحل ای رمی عبدا فلماه اخر فقتله فان کان الاول اجرحه عن حیز الامتناع فهو ملک للاول ویکون حراما لان ذکوته ذکوة اختیاریة فبجرحه حیث قتله بالرمی واذا کان ملکا للاول وجرحه برمی الثانی فالثانی یضمن قیمته حال کونه مجروحا برمی الاول ان لم یکن الاول اخرجه عن الامتناع فهو ملک للثانی لانه قد صیده ویکون حلالا لان ذکوته اضطراریة (۲۰) وبتناوله یوکل لحمه وما لایوکل لحمه فبالاصطیاد یطهر لحمه وجلده۔

(۱۹) شکار کا دو ٹکڑے ہونا

اور اگر اس نے دو یا اس سے زیادہ ٹکڑے کیا اس کے ٹکڑے ہو گئے اگر اس طرح ٹکڑے کئے ہوں کہ تہائی سر ہونے کی طرف اور دو تہائی حصہ عجز کی طرف پڑا اس کا سر اڑا دیا یا اس کو دو ٹکڑے کیا یا زیادہ ٹکڑے کیا تو ان تمام ٹکڑوں کو کھا سکتے ہیں۔

قائدہ۔ ان صورتوں میں جن کے ان حصوں میں حیات اس کی ممکن نہیں زیادہ حیات مذبوح سے اور اس کا اختیار نہیں تو حدیث نہ ہوا اس کو شامل نہ ہوا پس نہ حلال ہے اس صورت کے کہ وہ حصے اس کے نہ کھائے جائیں اور ایک حصہ سر ہونے کی طرف میں دو تہائی یہاں حیات ممکن ہے تو سر ہونے والا حصہ حرام ہوگا اور کھا سکتے ہیں وہ حصے درست ہوں گے اور برخلاف اس صورت کے جب نصف سے کم سر ہو کیونکہ یہاں بھی حیات کا احتمال ہے زیادہ حیات مذبوح سے۔

اور اگر ایک شخص کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا اور اس کو قتل کر ڈالا تو اگر پہلے نے تیر مارنے سے وہ جانور درست ہو گیا تو جانور پہلے شخص کو ملے گا اور کھانا اس کا حلال ہوگا۔

قائدہ۔ اول صورت میں تو اس واسطے ہوگا کہ جب پہلے تیر سے وہ درست ہو گیا تو اب ذکوٰۃ اختیاری پر قدرت ہو گئی تو ذکوٰۃ اضطراری باطل ہو گئی اور دوسری صورت میں حلال ہونے کا اس لئے کہ پہلے تیر سے وہ جانور درست نہیں ہوا تھا تو قدرت ذکوٰۃ اختیاری کی حاصل نہیں ہوئی تھی پس تک پہلی کا باطل ہونا اس لئے کہ اس نے شکار پر آس کا کہ ذبح کر ڈالا۔

(۲۰) ہر جانور کا شکار درست ہے

اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اس کا حلال ہو اور یا حلال نہ ہو۔

قائدہ۔ جیسے درندے چیتے یا بچھو اور ایسے جانور جن سے سر کے اور جانوروں کی کھوں اور گوشت شکار سے پاک ہو جاوے گا کذا فی الاصل۔

كتاب الرهن

(۱) هو حبس الشيء بحق يمكن استيفاء منه كالدين فان العين يمكن اخذ من المرهون بان يباع المرهون بخلاف العين فان الصورة مطلوبة فيها ولايمكن تحصيل صورتها من شيء آخر (۲) وينعقد بالايجاب والقبول عبر لازم اي بعقد حال كونه غير لازم فللراهن تسليمه والرجوع عنه اي تسليم الرهن بعبر المرهون والرجوع عن الرهن بمعنى العقد (۳) فاذاسلمه فتحقق محوزا اي مقسوما غير شائع مفرغا اي غير مشغول بحق الراهن حتى لايجوز رهن الارض دون النخل والشجر بدون الثمر وكذا رقبها متاع الراهن بدون المتاع مميزا لزوم ای ان كان متصلا بحق الراهن خلقة كالثمر على الشجر يجب ان يسلم ويفصل عنه فانفرغ يتعلق بالمحل فيجب قراءه عما حل فيه كالثمر وهو نفس بمرهون سواء كان اتصاله به خلقة او مجاورة والمتصل يتعلق بالحال في المحل فيجب انفصاله عن محل غير مرهون اذا كان اتصاله بخلقه حتى لوكان اتصاله بالمجاورة لايضره كرهن المتاع الذي في بيت الراهن

فائدہ: رہن کا جواز

یہ کتاب ہے رہن یعنی گروی رکھنے کے بیان میں رہن کا جواز کتاب اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ یعنی اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضہ کی ہوئی چیز رہن رکھو اور حدیث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ خریدا آپ کے پاس زرہ گروی رکھی اور منعقد ہوا اجماع اس پر۔

(۱) رہن کا شرعی معنی

رہن کے معنی شرع میں حبس کرنا ہے چیز کو کسی ایسے حق کے جس کا حاصل کرنا ممکن ہو اس چیز سے مرہون سے مثل دین سے۔

فائدہ: پس دین کا وصول کرنا ممکن ہے مرہون سے ممکن ہے کہ بیچ کر مرہون میں سے کل یا بعض وصول ہو جائے اور ایسی صورت سے نہیں ہوسکتی کہ اس کا حاصل کرنا ممکن ہو مرہون سے مثل عین کے۔

جانا چاہیے کہ شے مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہیں یعنی رہن رکھنے والا اور جو رہن لیتا ہے اس کو مرتہن کہتے ہیں اور اس چیز کو رہن رکھتے ہیں یعنی مرہون اور رہن کہتے ہیں۔

(۲) رہن کا انعقاد

اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب و قبول سے مثل باقی عقود کے ہوتی ہے رہن لازم کے مرہون کا تسلیم کرنا اور منعقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے۔

فائدہ: کیونکہ ابھی رہن تمام نہیں ہوئی اس سے کہ تمام اس کا قبض سے ہے اور اس کے نزدیک اس عقد سے تمام ہو جاتی ہے مرہون جو اس کے قبضہ میں آیا ہے قائم مقام امانت کے اور کوئی اس میں تعلق کی قید ہے۔

(۳) رہن کا لزوم

پھر جس وقت راہن نے شے مرہون کو تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا اور اس شے مرہون سے منتفع ہونا راہن کا بھی اور اس نے حقوق سے متعلق بھی فارغ تھی۔

فاذا ہلک بعضہ سقط بقسطہ من الدین وان ہلک بعد ما قبضہ المرتہن بطل حصتہ من الدین وان ہلک بعضہ بفعل الراہن او بفعل اجنبی فالمرتہن بالخیار ان شاء ضمن الراہن قیمۃ ما ہلک وکان الرہن کلہ عندہ رہنا وان شاء ضمن الاجنبی وکان الرہن عند الراہن رہنا وان شاء اخذ الراہن بالدین وکان الرہن کلہ رہنا عندہ

ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اس لئے کہ رہن قبض مرتہن سے اس کے خان کے سوا اور نصب کے ہو کر مالک کے ذمہ ایک امانت ہو جاتا ہے اور قبض کے ذمہ ضمان ہے۔

(۵) قبض کے بعد مرتہن ضامن ہے

اور جب رہن مرتہن کے قبضے میں آ جائے تو مرتہن اس کا ضامن ہو گیا

ہدایہ اور شافعی کے نزدیک مرتہن پر اصل ضمان نہیں ہے بلکہ مرہون اس کے پاس امانت ہے اور شے مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہ ہوگا اس دلیل کے ساتھ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لا یغلق الرھن لصاحبہ غنمہ وعلیہ غرمہ رہن نہیں بند کیا جاتا اس کے لئے جس نے اس کو رہن کیا اس کی کمائی اس کے لئے ہے اور اس پر ہے تاوان اس کا اس کو روایت کیا اس کو دار قطنی نے صحیح سند کے ساتھ اور حاکم نے مستدرک میں ابو ہریرہ سے اور کہا ابو داؤد نے کہ یہی مرسل ہے اور زہری اور قتادہ سے اور کہا ابو داؤد نے کہ یہی مرسل ہے اور روایت کیا اس کو شافعی نے ابن مسیب سے اور روایت کیا اس کو دار قطنی نے ابن مسیب سے اور کہا دار قطنی نے کہ یہی صحیح ہے مرسل سعید بن المسیب سے اور روایت کیا اس کو شافعی نے مرسلاً سعید بن المسیب سے اور کہا شافعی نے اس حدیث کے یہ ہے کہ رہن مرہون کا ہے جس نے رہن کیا اس کے بالک سے مرتہن کا اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاق مرتہن کے حبس میں کہ اس کے پاس مرہون کو رکھ دیا ہے جیسا کہ ودیعت کے حبس میں ہوتا ہے پس ضمان واجب ہوگا اس پر جیسا کہ ودیعت میں واجب ہوتا ہے اور روایت کیا اس کو ابو داؤد نے مراسیل میں زہری سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہن ہے جس کے ساتھ اس چیز کے کہ اس میں ہے اس کا نفع اور اس کا نقصان اور کہا ابو داؤد نے کہ یہی مرسل ہے اور کہا ابن عبد البر نے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور کہا بعض حفاظ نے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور کہا بعض نے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور کہا بعض نے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور کہا بعض

[illegible] ہے اور قیمت [illegible] ہے تو [illegible] ہے اور [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

(۹) طلب دین کے وقت مرہون حاضر کرنا

اور جب مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اس کو اس سے مرہون کے حاضر کرنے کا حکم ہوگا۔ (اگر راہن نے مرہون سے حاضر کرنے میں دیر کی اور مرتہن کو یا اس مقام پر اس رکھنے کے سبب سے دربار انصاف مرتہن نے مرہون کو حاضر کرنا قاضی کا کام ہے یا راہن سے کہا پہلے بیچ کر مرہون راہن کو دی جاوے گی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا ہی اور شہر میں وہ اس شہر کے جہاں رہن ہوا تھا تو اگر مرہون کے سامنے میں پاسداری کی مشقت نہ ہو تو مرہون وہ حاضر کرنا پڑے گا اور نہ دینا پڑے گا اور یہ دین کا مرتہن اس کو دے دیوے تو بھی حاضر کرنے پر مرہون ہے۔

فائدہ: اور تحقیق سے معلوم کیا ہے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر نہ ہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا تعین کرنا اس کو قاضی مقرر ہونے کے مرہون کا کہ ہوگا تو مرتہن سے طلب اس کے مرتہن پر لے سکتا ہے اور اگر راہن بدل رہن یا تبدیل ظہور ہوئے تو شرط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا لازم ہے اور یہ حکم قاضی نے ظاہر ہے اور یہ حکم راہن کو ہے کہ مرہون کا کرتا ہے واضح ظاہر ہے اور نہ ہے فائدہ ہے درمختار الحاوی۔

---

(۱۰) ولا يكلف مرتهن طلب دينه باحضار وهي وبيع عند عدل ولا امين رهن باعه المرتهن بامره حتى يقضيه اي امر الراهن المرتهن ببيع رهنه عند فباعه قال لم يقض الامين لا يكلف باحضار الامين اذا طلب دينه وان قبض الامين يكلف باحضاره ولا مرتهن معه رهن تمكن من بيعه حتى يقضي دينه اي لا يكلف مرتهن معه رهن ان يمكن الراهن من بيع الرهن لم هذا الحكم وهو عدم التكليف المذكور مقابل قضاء الدين ولا من قضى بعض دينه فسلم بعض رهنه حتى يقبض الباقي اي لا يكلف مرتهن قضى بعض دينه بسليم بعض رهنه ثم هذا الحكم وهو عدم التكليف المذكور مقيدا الى قبض بقية الدين (۱۱) وله حفظه بنفسه وعياله كالزوجة والولد والخادم الذين في عياله وبمن يحفظه بغير هم وايداعه وتقييد (۱۲) وجعله خلف الرهن في خصومة لا يجعله في ضمع آخر فان جعله في الحضر اضمن لا يجعله في السفر الا لعذر العادة بل هو من تمام الحفظ (۱۳) وعليه مؤنة حفظه ورده الى يده اورد جزء منه كجزء قيمته حفظه وحافظه فاما جعل لامين ومداواة الجرح فيقسم على المنشين والامامة اي على القيمتين مؤنة الحفظ كاجره قيمة الحفظ واجرة الحافظ وكذا مؤنة رده اي يلزم المرتهن ان خرج من بلده كجعل الامين فيوزع على المرتهن اذا كان قيمة الرهن مثل الدين وكذا مؤنة رد جزء من الرهن الى يد المرتهن كمداواة الجرح اذا كان قيمته مثل الدين اما اذا كان قيمته اكثر منه فعلى المنشين والامانة فما هو مضمون فعلى المرتهن ومداواته فعلى الراهن وهذا بخلاف اجرة بيت الحفظ فان بعضه على المرتهن وان كان قيمة المرهون اكثر

من الدين لان وجوب ذلك بسبب الحبس وحق الحبس في ذلك ثابت له وعلى الراهن مؤن بقيته واصلاح منافعه نفقة رهنه وكسوته واجر راعيه وظئر ولد الراهن وسقي البستان والقيام بامور.

(۱۰) وہ صورت جس میں احضار رہن کا حکم نہ ہوگا

اور مرتہن کو حکم نہ ہوگا احضار رہن کا جب راہن طلب کرے اس صورت میں کہ اس نے مرہون کو کسی عادل کے پاس رکھا ہو ے اسی طرح حکم نہ ہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شے مرہون کو راہن کے حکم سے بیچ ڈالا ہوگا جب تک وہ کل دین اپنا وصول نہ کرے اگر مرتہن نے قبض ثمن نہ کیا ہوگا اور جو قبض ثمن کیا ہوگا تو اس کو احضار ثمن کا حکم ہوگا۔ اسی طرح مرتہن کو حکم نہ ہوگا کہ راہن کو شے مرہونہ بیچنے دیوے جب تک اپنا دین وصول نہ کر لے اسی طرح اگر راہن نے بخود دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہ ہوگا کہ بلدر اس کے اسباب مرہون پھیر دیوے جب تک کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے۔

(۱۱) رہن کی حفاظت کیلئے مرتہن کی ذمہ داری

اور مرتہن کو یہ ضرور ہے کہ حفاظت شے مرہون کی آپ کرے یا اپنے اہل وعیال سے کرا وے مثل جورو اور لڑکے اور اس خادم کے جو اسی کے پاس رہتے ہیں اور جو ان کے سوا اوروں سے حفاظت کرا دے گا تو ضامن ہوگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا (یا عاریت دے گا یا) بارہ دے گا یا خدمت لے گا یا اس پر تعدی کرے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ:۔ درصورت ہلاک مرہون کل قیمت کا دیوے۔

(۱۲) مرہونہ انگوٹھی

اگر انگشتری مرہونہ کو اپنی چھنگلیا میں پہنا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن ہوگا اور جو اور کسی انگلی میں پہنے تو ضامن نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ چھنگلیا میں پہننا استعمال ہے اور دوسری انگلی میں رکھنا استعمال نہیں ہے بلکہ حفاظت کے واسطے ہے حسب عادت کے کذا فی الفاصل حاصل ان مسائل کا یہ ہے کہ اگر شے مرہون کو اس طرح اپنے پاس رکھے کہ عرف میں استعمال اس کو نہ کہیں تو تلف سے ضمان کل قیمت کا نہ ہوگا اور جو عرف میں استعمال کہلاوے جیسے دو شوار میں مرہون پر نہ ضمانہ تین کی ہوں تو ضمان لازم ہوگا۔

(۱۳) مرہون کی حفاظت کے اخراجات

اخراجات حفاظت شے مرہون کا جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہوں گے اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اس کے لانے والے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شے مرہون کی دین کے برابر ہووے یا کم ہووے یا مرہون کا کوئی جز نکل جاوے جیسے عضو مجروح مرہون کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شے مرہون کی دین کے برابر یا کم ہووے اور جون دونوں صورتوں میں قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے تو اس کی تقسیم کریں گے مضمون اور امانت پر تو جس قدر مضمون ہے اس قدر خرچ مرتہن پر ہے اور جس قدر امانت ہے اس قدر خرچ راہن پر ہے۔ (مثلاً دین سو درہم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درہم ہیں اور اس کے علاج میں یا کپڑے میں پچاس درہم صرف ہوئے تو پانچ من پر ہوں گے اور پانچ مرتہن پر) برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جس میں حفاظت شے مرہون کی کی جاتی ہے کہ وہ کل مرتہن پر ہوں گے اگرچہ قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات بقائے ذات مرہون کے اور اس کی۔ مصلاح منافع کے جیسے خادم مرہون کا کھانا کپڑا اجرائی کی اجرت یا جامہ کی اجرت یا

پھلوں باغ کی درخت اس کے دوام پر رکن ہیں کے۔ مرتہن نے کہا کہ یہ درخت ہے تو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا فاعدہ۔ راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں ہے تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا درمختار۔

باب مايصح رهنه والمرهون به ومالايصح

(۱) لايصح رهن مشاع (۲) ومنه على نخل دونه وزرع ارض ونخل ارض دونها لعدم كونه متميزا وكذا عكسها اى لايصح رهن نخل بدون ثمر وارض بدون زرع او نخل بدون كونه مقرعا فلايتم القبض وهو ابى حنيفة ان رهن الارض بدون الشجر جائز لان الشجر اسم للساحة ليكون استثناء الاشجار مواضعها ليجوز لان الاتصال ح يكون اتصال مجاورة ولورهن الفحيل مواضعها جاز اتصالان الاتصال حسنا اتصال محاورة ورهن الحرو المدبر والمكاتب وام الولد تبعا لما ذكر مالايجوز رهنه ولوادان يذكر مالايجوز الرهن به فقال (۳) ولابالامانات كالودیعة والمستعار ومال المضاربة والشركة (۴) والاتالدرك صورته باع زيد من عمرو دار الرهن بكر عند المشترى شيئا مما بدركه لي عليه البيع وكذا لورهن شيأ مما ذاب له على فلان لايجوز ولوكفل بهذا يجوز (۵) ولا تعين مضمونة بعينها كالمغصوب لانه مضمون بالمثل او بالقيمة كجميع فى بذالباتع اى باع شيأ ولم يسلم فرهن به شيأ لايجوز لانه اذاهلك العين لم يضمن البائع شيأ لانه يسقط الثمن وهو حق البائع ولابالكفالة بالنفس (۶) وبالقصاص بالنفس وادروها (۷) وبالشفعة اى كفل نفس رجل فرهن بهذا شيأ ليسلمها وادار حب عفيه القصاص فرهن شيأ لئلايسقط عن القصاص لايجوز وكذا ادارهن البائع او المشترى شيأ عند الشفيع ليسلم اداربالشفعة لايجوز لعدم الذين فى هذه الصور (۸) وماجوز النائحة والمغنية

باب ان میں ان چیزوں کے جن کا رہن رکھنا درست ہے اور جن کا درست نہیں اور جن چیزوں کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں

(۱) مشاع کا رہن

صحیح نہیں ہے رہن رکھنا اس کا۔

فائدہ۔ مطلقاً خواہ شیوع خارجی ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پر اور غیر شریک پر تقسیم پر یا نہ ہو درمختار۔

(۲) پھلوں اور عمارت وغیرہ کو رہن رکھنا

اور پھلوں کا تابع ہونا درخت کے بدوں درخت کے اور درخت کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدوں زمین کے اسی طرح زمین کا بدوں درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدوں پھلوں کے اور حر اور مکاتب اور ام ولد اور ام ولد کا فائدہ۔ اور وقف کا درمختار۔

(۳) امانت کے بدلے میں رہن

اسی طرح نہیں ہے رہن رکھنا میں امانت کے۔

فائدہ۔ جیسے بیت المال مضاربت یا بیت المال شرکت یا مضاربت کے صورت میں کہ یہ دینے امانت و شرکت یا مضاربت یا ودیعہ کچھ مال لیا ہو اب زید اس کے ہوتے میں کوئی شے اپنی تم لیا اس کو رکھ لے یہ جائز نہیں صحیح نہیں ہے

(۴) رہن بالدرک

اور رہن بالدرک

فائدہ۔ صورت اس کی یہ ہے کہ مدیون نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہے کہ شاید یہ گھر کسی اور کو نکلے اس وقت ثمن زید سے وصول نہ ہو سکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کے لئے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہے اسی طرح اگر رہن کیا کسی چیز کو عوض اس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہیں جائز ہے لیکن کفالت اسی طرح درست ہے کذا فی الاصل

(۵) رہن بعوض عین مضمون بغیر ہا

اور رہن بعوض اس عین کے جو مضمون بغیر ہو یعنی وہ چیز جس کا تاوان مثل یا قیمت سے نہیں ہے جیسے رہن بعوض اس مبیع کے جو بائع کے قبضے میں ہے۔

فائدہ۔ یعنی بائع نے مبیع تو بچا لیکن اس کو تسلیم نہیں کیا مشتری کو بائع مشتری کی تسکین کیلئے کوئی چیز بدلے میں مبیع کے گرو کر دیوے تو یہ رہن نا جائز ہے اس واسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہو جائے تو بائع اس کا ضمان نہ دے گا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن ثابت ساقط ہو جائے گا اور وہ بائع کا حق ہے۔ کذا فی الاصل۔

رہن بعوض حاضر ضامنی

اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے۔

فائدہ۔ یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہے اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کے لئے کوئی چیز اس پاس گرو کر دے تو درست ہے کذا فی الخ

(۶) رہن بعوض قصاص

اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا دون النفس۔

فائدہ۔ یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ عمرو کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دیوے اس لئے کہ قصاص نہیں دے گا۔

(۷) رہن بعوض شفعہ

اور شفعہ کے

فائدہ۔ مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شے گرو کر دی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہے اس لئے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری پر نہیں ہے۔

(۸) رہن بعوض اجرت نوحہ گر وغیرہ

اور نوحہ گر جنہیں رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اجرت کے بدلے میں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہیں اور ان کی اجرت کچھ لازم نہیں ہے۔

(۹) وبالعبد الجانی او المدیون فانه غیر مضمون علی المولی فانه لو هلک لایکون علی المولی شیء فاذا لم یصح الرهن فی هذه الصور فللمرتهن ان یاخذ المرهون من المرتهن ولو هلک المرهون فی ید المرتهن قبل طلب الراهن هلک بلاشیء لانه لاحکم للباطل فیقضی باذن المالک (۱۰) ولا رهن خمر وارتها نهمن مسلم اوذمی للمسلم اذ لایجوز للمسلم ان یرهن خمرا ویرتهن من مسلم او ذمی ولا یضمن له مرتها ذمیا وفی عکسه الضمان ای ان رهن المسلم من ذمی خمرا فهلکت فی ید الذمی لایضمن للمسلم شیأ وان رهن الذمی من المسلم خمرا فهلکت فی ید المسلم یضمن المسلم للذمی لانهما امتان متقوم فی حق الذمی دون المسلم (۱۱) وصح ان مضمونة بالمثل او بالقیمة کالمغصوب وبدل

الجلع والسھم بدلیل الصلح عن ید عمد فان ھذہ لاشیاء اذا کانت قائمۃ یجب عینھا وان ھلکت یجب المثل او القیمۃ فصح الرھن بھا (۲) والدین ونحوہ عوذبان رھن لغرضہ کید مھلکۃ فی ید لم تصر مضمونۃ علیہ بمقدارھا ای ان ھلکت فی ید لم تصر نھن للمرتھن المقدار الذی یعادل قیمۃ فیھلک مارفع منھا وفی ید لم تصر نھن شیئا وعلیہ غیرہ واعلم ان الرھن انما یکون مضمونا بالدین المرھون اذا کان الدین مضمونا بالقیمۃ او اقل اذا کان اکثر فلا یکون مضمونا بالدین بل بالقیمۃ وانما ذکر ھذا التقسیم لان الظاھر ان لا یکون الدین اکثر من قیمۃ الرھن وان کان علی سبیل الندرۃ فحکمہ یعلم مما سبق او نعلم علی ذلک

(۹) رہن بعوض غلام جانی دیدیوں

اور غلام جانی عمداً جس سے کوئی قصور ہو جو یا غلام مرتہن کے ہاتھ بیچ لے جس۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ مولیٰ پر اس کا ضمان نہیں ہے کیونکہ اگر وہ غلام بلاک ہو جاوے تو مولیٰ کو کچھ دینا نہ پڑے گا تو جب ان صورتوں میں رہن صحیح نہ ہو تو ان صورتوں میں رہن کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور مرتہن طلب۔ اس کے مرہون مرتہن پاس تلف ہو جاوے تو اتنے تک رہ جاوے گا اس واسطے کہ اس اصل کے تحت کوئی عین ضمان کا نہیں ہے تو امانی یا قصد مرتہن کا۔ تعدی پایا جاوے گا تعدی الاصل۔

(۱۰) خمر کا رہن

اور نہیں صحیح ہے رہن رکھنا اور نہ رہن لینا شراب مسلمان کو اگر پہلے کے رہن ہوئے تو اگر مسلمان نے خمر رہن لیا ذمی یا اس نے وہ خمر تلف ہو گئی تو ذمی پر کچھ تاوان نہیں ہے اور ذمی نے مسلمان پاس خمر رہن رکھا اور وہ تلف ہو گیا تو مسلمان پر ضمان آوے گا

فائدہ۔ اس واسطے کہ خمر ہمیں نے قبل میں مال متقوم ہے نہ مسلمان کے حق میں نہ ذمی کے حق

(۱۱) رہن بعوض عین مضمون مثلہ

اور صحیح ہے رہن عوض میں اس عین کے جس کا ضمان مثل یا قیمت ہے۔ اذا قبض کما یجیء جیسے عوض میں مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے۔

فائدہ۔ ان سب کے کہ یہ چیزیں اگر عین قائم ہوتی ہیں تو عین واجب ہوتا ہے اور جو تلف ہو جاتی ہیں تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہے تو رہن ان کے عوض میں صحیح ہوگا تعدی الاصل۔

(۱۲) رہن بعوض دین

اور صحیح ہے رہن دین کے اگر یہ دین ہو ایسا جو واجب ہوتا ہے مرتہن کا دوسرے شخص کے لیے جیسے اپنی کرایہ داری عمارت میں کا عمارت رہن رکھ دے یہ قرض دیوے ہاتھ اگر اس صورت میں ان بلاک ہو گیا مرتہن پاس تو مرتہن پر جس قدر دام پہنچا اس نے مدیون کا ساقط ہو جاوے گا۔

فائدہ۔ جب دین کا وجود ہونا قیمت کے برابر یا کم ہو تو اتنا ہی دین ساقط ہوتا ہے قیمت دینے لازم آوے گی اور اس قیاس پر مرتہن میں اس نے خیال کیا کہ ظاہر ہے کہ دین کا وجود قیمت مرہون سے زیادہ تو ہوتا نہیں ہے اور جو زیادہ ہو تو اس کا ضمان ساقط ہے تو ہم نے جس قدر دین ہو اتنا ساقط الاصل۔

(۱۳) ويرد من مال المسلم وثمن الصرف والمسلم فيه فان هلك في المجلس فقد انفسخ الافتراق فقد استرهن وهلك بطلا اى الافراض يرد من مال المسلم اوثمن الصرف فان هلك الرهن قبل الافتراق فالمرتهن قد استوفى حقه وان افترقا قبل نقد المرهون به وقبل هلاك المرهون بطل المسلم والصرف وهذا التفصيل لايتاتى في الرهن بالمسلم فيه فيصح مطلقا فان هلك الرهن يصير مستوفيا للمسلم فيه فلا يبقى المسلم ورهن المسلم فيه رهن ببدله اذا فسخ اى اذا كان الشيء مرهونا بالمسلم فيه ثم فسخا عقد المسلم فهو مرهون بالبدل اى يكون لرب السلم ان يحبس الرهن حتى يقبض راس المال ولو هلك رهنه بعد الفسخ هلك به اى اذا رهن المسلم اليه عند رب السلم شيئا بالمسلم فيه ثم فسخا عقد السلم فهلك الرهن في يد رب السلم فهلاكه يكون بالمسلم فيه اى يكون على رب السلم اى يؤدي الى المسلم اليه مقدار الطعام المسلم فيه لانه اذا هلك الرهن صار كان رب السلم استوفى المسلم فيه لان بالمرتهن على الرهن يستوفاء فيتصور بالهلاك فصار كان رب السلم استوفى المسلم فيه ثم فسخا العقد فعلى رب السلم اداء المسلم فيه الى المسلم اليه (۱۴) ودين عليه عبد طفله عطف على راس المال اى صح الرهن بدين على الاب عند طفله هذا عندنا وعند ابي يوسف رزفر لا يصح وهو القياس اعتبارا بحقيقة الايفاء وجه الاستحسان ان في حقيقة الايفاء ازالة ملك الصغير بلاعوض في الحال وفي هذا نصب حافظ لماله مع بقاء ملكه

(۱۳) رہن بعوض راس المال وثمن صرف

اور بدلے راس المال اور مسلم فیہ کے قبضہ سلم میں اور ثمن کے عقد صرف میں صحیح ہے تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے میں رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا قبل جدا ہونے متعاقدین کے تو عقد صرف اور سلم فسخ ہوگیا اور مرتہن اپنا حق پاچکا اور متعاقدین جدا ہو گئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے اور اگر مرہون رہن کے ہاتھ سے تلف ہو سلم فیہ کے ادا ہونے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہو گئے۔ (اور جو رہن بدلے میں مسلم فیہ کے دیا ہے تو مطلقاً صحیح ہے تو جب رہن تلف ہو جاوے گا تو وہ عوض ہو جاوے گا مسلم فیہ کا یعنی رب سلم ان حق پا چکا (فائدہ الاصل) اگر مسلم فیہ نے عوض میں مسلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھ دی بعد اس کے عقد سلم فسخ ہو گیا تو رب السلم شے مرہون کو روک سکتا ہے جب تک اپنا راس المال نہ پاوے اور جو وہ شے مرہون رب السلم پاس تلف ہوگئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہوگیا تو گویا مسلم فیہ اس کو مل گئی اور عقد فسخ ہو چکا ہے تو اس پر مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہے اس کے مسلم الیہ کا مثل مسلم الیہ کو دے کر پنا راس المال لے لے کذا فی الاصل۔

(۱۴) باپ کا دین کے عوض صغیر کا غلام رہن رکھنا

باپ کو اپنے دین کے عوض میں صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہے۔

فائدہ ۔ اور جو یہ کہا کہ دونوں کے نزدیک یہی اصل ہے اس سے | وہ جو دونوں کے لئے نہ تھا ذی الاصل۔
قیاس کے مناسب امر حقیقت ایفائے اور جب حکمران یہ ہے | ایسی طرح وہی ہو چکا۔ اگر مرہون تلف ہو جاوے تو
کہ ضمان حقیقت ایفا میں اتلاف ملک صغیر ہے باعتبار فی الحال | بقدر دین باپ یا وصی صغیر کے لئے نہ ضمن ہوں گے نہ
اور خزانہ رہن میں مقرر کرنا مالک کا ہے وصی کے ماں کے لئے | زیادہ کے دونوں۔

(۱۵) وضمن عبدا وحر او دابة ان ظهر العبد حرا والنخل خمر او الدابة ميتة اى شترى عبدا او حرا او شاة مذبوحة وظن نعم المشترى وهو عشرة دراهم مثلا ثم ظهر العبد حرا والشاة ميتة فالمرتهن ضمنوه اى ان هلك وقيمته عشرة دراهم او اكثر فغاير المرتهن عشرة دراهم يرد بها التى هو هن وان كانت قيمته اقل وعليه القيمة لان رهنه بدين واجب ظاهر (۱۶) لو بدل صح عن انكاران اقرار لادين صالح مع انكار رهن بمال الصلح شا نو نصاف فاضع ار لادين فالرهن مضمون كذا ذكرنا (۱۷) ورهن الخمرين والمكيل والموزون ان رهن بمثله فهلاك بمثله فسواء ان دينه والاعبرة للجودة قوله فغاير الخير من مثله اى بغير لمماثلة فى القادر وهوالموزون والمكيل بلاعتبار الجودة وضعفها بغير القيمة فيقوم بخلاف الجنس ويكون رهنا بمكانه فان رهن بعين قيمته عشرة دراهم بعشرة دراهم لبلك فعند ابى حنيفة هلك بالعشر وعندهما الكل قيمته مثل وزنه اذا كثر فكذا والكل قيمته فى وهى نهاية مثلا يستوى بثمانية دراهم فعند ابى حنيفة رهنا بمكانه فان قيل فى هذا التركيب وهو قوله فهلك بمثله فسواء من دينه نظر لان العين اذا كان خمسة عشر ووزنه عشرة وقد هلك بعشرة دراهم من الدين فعلى لمدين خمسة فهلكون من الخمسين فلايتعادل ما هلك وزنه عشرة والدين عشرة لان الخمسين غير ممكن ولا يكون للبيان مثلا نه لمايريد به الخمسين فى صورة لايكون للبيان فى صورة اخرى لان المشترك لاعموم له وهو بمثل يشمل اذا كان وزنه خمسة عشر والدين عشرة لانه يصير معناه ان هلاك بمقدار خمسة عشر من الدين وهو عشرة فهذا غير مستقيم قلنا لمس غرضه بيان انه مايشى مضمون فى صورة بل تعرض انه هلاك باعتبار الوزن لاباعتبار القيمة فتقديره ان هلاك بمثله وزنا من الدين اذا كان الدين زائدا فاذا علم الحكم فى هذه الصورة يعلم فى صورة المساواة وفى صورة ان يكون الوزن زائدا على الدين لما عرف ان الفضل امانة

(۱۵) ضمن غلام کے عوض رہن رکھے اور غلام آزاد نکلا؛

اگر ایک شخص نے غلام یا مرکب یا جانور رہن رکھا اور وہ غلام آزاد نکلا اور مرکب مرگیا اور یا جانور مرداد نکلا اور شے مرہون باطل ہو گئی تو اس کا ضمان واجب ہوگا۔

جائز ہوتا ہے قیمت مرہون پر اور مرتہن کے بیچنے سے زیادہ قیمت مرتہن بائع کو واپس دینا ہوگا اور خواہ سے کم سے زیادہ قیمت۔

(۱۶) منکرین کا بدل صلح کے عوض رہن رکھنا

ایک شخص منکر تھا زید کا کچھ مال لے کر اس نے صلح کر لی مال کے بدلے میں کوئی چیز گروی چھوڑ دی تصدیق کرنا واقع میں دین تھا اس کے مرہون ہونے کو پھر دعویٰ ہوا ہے کی اور تو وہ شے مرتہن پاس تلف ہوگئی تو اس کا ضمان مرتہن پر آئے گا مثل قرض کے۔

(۱۷) چاندی سونے اور مکیل و موزون کو رہن رکھنا

اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور جس اور

---

(۱۸) ومن شرط شیئا علی ان یرھن شیئا او یعطی کفیلا بعینھما من ثمنہ والبیع صحیح استحسانا والقیاس ان لایجوز لانہ حصلہ فی صفقۃ وجہ الاستحسان انہ شرط ملائم لان الکفالۃ والرھن والاستیثاق ملائم للوجوب وانما قال بعینھما لانہ لو لم یکن الرھن او الکفیل بعینہ یفسد البیع ولایجبر علی الوفاء ھذا عندنا لانہ لاجبر علی الشرعات وعند زفر رحمہ اللہ تعالیٰ یجبر لان الرھن اذا شرط فی البیع صار حقا من حقوقہ کالکفالۃ لمشروطۃ فی الرھن ولنا ان فسخہ الاذا سلم لہ حالا او قیمۃ الرھن وھذا اذا صح البیع لشرط لہ وصف مرغوب فیہ لہ یکون للبائع حق الفسخ فان قال لہ ان لم امسک ھذا حتی اعطی ثمنک فھو رھن ای اعطی المشتری البائع ثمنا عین مبیعہ وقال امسک ھذا حتی اعطی ثمنک یکون رھنا لانہ شرط بما ینبئ عن الرھن والغیرۃ تسعی وعند زفر لایکون رھنا (۱۹) ورھن رھنا من رجلین واذن لکل منھما صح وکان رھنا من کل منھما ای یصیر کلہ محبوسا بدین کل واحد لان نصفہ یکون رھنا بنصفہ وتصفہ عند ذلک وھذا بخلاف الھبۃ من رجلین حیث لایصح عند ابی حنیفۃ فی الاول بقبل الوصف

ہو اور ان کا تو اثر رہن رکھنا ان چیزوں کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہو گیا تو ہلاک ہوگا بقابلہ مثل اس کے دین میں سے اندازہ سے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے

فائدہ یعنی جودت اور روات کا اعتبار نہ کرے جیسا کہ نماز ہے اور ثمن نے نزدیک جودت اور روات کا اعتبار ہے اور اعتبار قیمت کا ہے آیت مرہون کی اور اختلاف ثمن سے اس کو رہن کرنا دین سے بعوض مرہون کے متعلق ایک طریق چاندی کی جنس کا وزن دین سے مقدار اس روپے کے عوض میں رہن رکھی اب وہ ایک تلف ہوگئی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے مقابلے میں ہلاک ہوگی جتنی دین ساقط ہو گیا اور صاحبین نے نزدیک اخیر قیمت اس چیز کی دن روپے سے بڑھ جائے تو اسی کے حکم ہے اور اخیر قیمت اس کی دس روپے ہے کہ بقدر سات روپے تو دین آٹھ روپے کے بدلے میں ساقط کر کے بعوض اس اوّل روپے کے رہن کر دیں سے کفالۃ الاصل۔

بالتجزی بخلاف الهبة واذا لهاتا فكل في نوبته كالعدل في حق الآخر ولو هلك نصف كل حصته فان عند الهلاك يصير كل منهما حصته والاستيفاء مما يتجزى فان قضى دين احدهما فكله رهن للآخر تمامه ان كله رهن عند كل واحد وان رهنا حلا رهنا بدين عليهما صح بكل الدين ويمسكه الى قضاء الكل وانما صح هذا لان قضاء الرهن وقع في الكل بلا شيوع وبطل حجة كل منهما انه رهن هذا منه ولو قضاه هذه مسئلة مبتدأة لا تتعلق لها بما قبلها وصورتها ان كل واحد من الرجلين المدعي ان زيدا رهن هذا العبد من هذا المدعي وسلمه اليه واقام على ذلك بينة تبطل حجة كل واحد لانه لا يمكن القضاء لكل واحد منهما ولا لاحدهما لعدم اولويته ولا الى القضاء لكل بالنصف الشيوع (۲۰) ولو مات راهنه والرهن معهما فبرهن كل فذلك كان مع كل نصفه رهنا بحقه هذا قول ابي حنيفة ومحمد وهو استحسان وعند ابي يوسف هذا باطل وهو القياس كما في الهبة ووجه الاستحسان ان حكمه في الحبوة وهو الحبس والشيوع يضره وبعد الممات الاستيفاء بالبيع في الدين والشيوع لا يضره

(۱۸) معین چیز کے رہنے کی شرط پر بیع کرنا

جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیع اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اس کے ثمن کے بدلے میں رہن کر دیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دے دیوے تو یہ عقد صحیح ہے اتفاقاً (اور استحسانا ہے قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ یہ عقد میں عدم استحسان ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ شرط مناسب ہے اس واسطے کہ رہن و کفالت واسطے مضبوطی کے ہے اور مضبوطی مناسب وجوب کے اور جو مرہون یا کفیل معین نہ ہووے تو عقد فاسد ہے کذا فی الاسرار لیکن مشتری پر جبر نہ کیا جاوے گا رہن رکھنے پر (اس واسطے کہ رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہیں ہے اور نہ کفیل کرنے پر ایک جبر ہوگا) البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن بیع کا نقد نہ دیوے یا اس شے کی قیمت جس کے رہن کرنے کا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نہ کرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لے کر بائع سے یہ کہا کہ اس کو اپنے پاس رہنے دے جب تک میں اس کا ثمن ادا کروں تو وہ شے ثمن کے عوض میں بائع پاس رہن ہو جاوے گی۔

(۱۹) دو قرض خواہوں کے ہاں ایک چیز رہن رکھنا و بالعکس

اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونوں کے قرضے کی بابت میں دونوں پاس ایک چیز کو رہن کر دیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس پوری شے رہن ہوگی (یعنی یہ نہ ہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصوں کو امام کے نزدیک درست ہے) تو اگر عمرو اور بکر نے اس شے کے رکھنے کی باری مقرر کر لی یعنی ایک دن وہ شے عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری میں مثل

عدل کے ہوگا اور جو وہ شے ہلاک ہو جاوے گی تو ہر ایک پر ضمان اس کا بقدر حصہ دین کے لازم آوے گا پس اگر زید نے عمر کا قرضہ ادا کر دیا تو وہ شے پوری کی پوری اکبر پاس رہے گی جب تک اس کا قرضہ ادا نہ ہو لیوے اور جو شے وہ اکبر زید کے مقروض تھے ان دونوں نے اپنے قرضے کے عوض میں ایک نے زید کے پاس گروی کر دی تو صحیح ہے وہ چیز کل دین کے عوض گرو رہے گی جب تک زید پورا قرضہ اپنا دونوں سے نہ پالے گا تب تک وہ شے نہ دے گا اگر دونوں شخصوں نے دعویٰ کیا زید پر اس طرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو اب بالفعل زید کے قبضے میں ہے ہمارے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کرنے بھیر لے گیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے (اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اس لئے کہ اگر تاریخ بیان کریں گے تو تاریخ سابق والا دعویٰ بیکار رہے گا) تو دونوں گواہیاں بالفعل باطل ہو جاویں گی۔

فائدہ: اس واسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہاں نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ آدھا غلام ہمارے کے پاس رہن ہووے اور آدھا اس کے پاس رہنے ہووے اور نہ کوئی ان دونوں میں سے غلام پر قابض ہے تا قبضے سے ترجیح ہو اس کے رہن کو۔

(۲۰) راہن مر گیا اور غلام مرہون دو کے قبضہ میں ہے

اور جو راہن مر گیا ہووے اور غلام مرہون دونوں کے قبضے میں ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا۔

فائدہ: یہ قول ہے طرفین کا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفین کی اصل کتاب اور جامع میں مذکور ہے۔

فائدہ (۱) رہن میں میعاد مقرر کرنا

میعاد مقرر کرنا رہن میں مفید رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے۔

فائدہ (۲) راہن کا غائب ہو جانا

اگر راہن ایسا غائب ہو جاوے کہ اس کا پتہ نہ ہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شے مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اس کو بیع کر مرتہن کا روپیہ ادا کر سکتا ہے درمختار۔

باب الرهن عند عدل

(۱) يتم الرهن بقبض عدل شرط وضعه عنده هذا عندنا وقال مالك لايجوز لان يده يدالمالك ونهذا يرجع عليه عندالاستحقاق فانعدم القبض قلنا يده على الصورة يدالمالك وفي الحاليه يدالمرتهن لان يده بدضمان والمضمون العالية فنزل منزلة شخصين (۲) ولا اخذ لاحد منهما منه واحمن يدفعه الى احدهما (۳) وهلكه معه هلك رهن (۴) فان وكل العدل او غيره ببيعه لاخل اجله صح فان شرط في التوكيل في الرهن لاعزل بالعزل ولابموت الراهن او المرتهن (۵) بل بموت الوكيل سواء كان الوكيل المرتهن او العدل او غيرهما واقامت الوكيل لايقوم وارثه اووصيه مقامه عندنا وعند ابي

يوصف ان وصى الوكيل يمسك بيعه وله بيعه بغيبة ورثته اى للوكيل بيع المرهون بغيبة ورثة الراهن (٢) ولايبيع الراهن او المرتهن الابرضى الآخر اى لايكون للراهن بيع الرهن الابرضاء المرتهن وايضالايكون للمرتهن بيع الرهن الابرضاء الراهن بان وكله او باعه فاجاز الراهن بيعه فان حل اجله وراهنه غائب اجبرا لوكيل على بيعه كالوكيل بالخصومة غائب موكله وباداقاض الوكيل يجبر على الخصومة فالحاصل ان الوكيل لايجبر على التصرف الاان فى هذه الصور اذا غاب الراهن وابى الوكيل عن البيع فان المرتهن يتضرر فيجبر الوكيل على البيع كما يجبر عمى الخصومة اذا غاب الموكل فان الموكل اعتمد عليه وعند فلوتم يحاصم يتدبر المتوكل ويتضح حقه فيجبر الوكيل على الخصومة وكذا يجبر لوشرط بعد الرهن فى الاصح اعلم ان فى الجبر قولين احدهما ان الجبر انما يثبت اذا كانت الوكالة لازمة وهى ان تكون فى ضمن عقدالرهن فان كان بعده لايجبر والآخران الجبرينباء على ان حق المرتهن يتضيع فيجبر كالوكيل بالخصومة اذا غاب الموكل وانما كان هذاالقول اصح لان عدم الدليل لايدل على عدم المدلول خصوصا اذاوجددليل اخرفان باعه العدل فالثمن رهن لهلنكه كهلنكه فان اوفى ثمنه المرتهن فاستحق ان الراهن

باب شے مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان میں

(۱) عدل کے قبضہ سے راہن کا تمام ہو جانا

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس دکھا دیا اور عدل نے شے مرہون پر قبضہ کر لیا تو راہن تمام ہو جاوے گی اور امام مالکؒ کے نزدیک تمام نہ ہوگی۔

(۲) عدل کے پاس مرہون کی حیثیت

اور راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو اس کے لے لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عدل شے مرہون کو دالے راہن یا مرتہن سے کرے گا تو ضمان دے گا۔

فائدہ۔ اس لئے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانتدار ہے یافت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت اور پر تاوان لازم آتا ہے تو دونوں کو برے ہونے کے ذمہ نہ ہوگا۔

(۳) عدل کے پاس رہن کا تلف ہونا

اور اگر وہ شے مرہون عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کے ضمان میں ہلاک ہوگی۔

فائدہ۔ یعنی حکم اس کا ایسا ثابت ہوگا جیسے وہ شے مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہو جاتی۔

(۴) تکمیل میعاد پر مرہون کی فروخت کے لئے توکیل

اور جبر اس قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو (جیسے مرتہن یا اور کسی کو وکیل بنا کر)

☆ مرہون کے فروخت کرنے کے لئے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقد رہن میں مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مر جانے سے یا مرتہن کی موت سے وکیل

معزول نہ ہوگا بلکہ اگر وکیل مرجع سے کاموں کا ذمہ دار رہے گا۔

فائدہ: اور اس کا اثر یہ ہے کہ مستحق راہن کے خلاف گواہ اور ابو یوسف کے نزدیک اس کا نائب کر سکتا ہے اور اصل دیعت میں ہے کہ وکیل بالبیع وہی مقام میں مجبور کیا جائے گا اور بیع کے متعلق جو اس کو قبض قرضے کا تین روز اور ان پر بکنی دیتے تو حاکم اس کو بیع پر مجبور کرے گا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اس کا بھی حکم یہی ہے۔

(۵) راہن کی موت کے بعد وکیل کا اختیار

تو اگر راہن مر گیا تو اس وکیل کو بیچنے مرہون کی بیع درست

کی طبیعت میں بھی درست ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ وکیل کو راہن کی حیات میں بھی بغیر موجودگی اس کی بیچنے درست تھی اور قائم۔

(۶) مرہون کی فروخت کیلئے فریقین کی رضامندی

راہن اور مرتہن میں سے کسی کو شے مرہون کا بیچنا دوسرے کی رضامندی کے نہیں ہو سکتا اگر مدت قرضے کے بعد کی چودی ہو جائے اور راہن غائب ہو تو وکیل پر جبر کیا جائے گا واسطے بیع مرہون کے اور یہ عقد وکالت بعد رہن کے شروط ہوا ہو صحیح ہے قول میں جیسے وکیل بالخصومت پر جب وکیل غائب ہو دعوے خصومت کے جبر کیا جائے گا۔

وح) فهي الهالك اى اذاهلك الرهن في يدالمشترى ضمن المستحق الراهن قيمته وصح البيع والقبض والعدل ثم هوالراهن وصححا والمرتهن ثمنه وهوله ورجع المرتهن على راهنه بدينه اى المستحق اما ان يضمن الراهن قيمة الرهن لانه غاصب وح صح البيع وقبض الثمن لان الرهن ملكه باداء الضمان واما ان يضمن العدل القيمة لانه متعد بالبيع والتسليم وح العدل بالخيار اما ان يضمن الراهن القيمة وح صح البيع وقبض الثمن واما ان يضمن المرتهن الثمن الذى اداه اليه وهوله اى ذلك الثمن يكون للعدل فيرجع المرتهن على راهنه بدينه وفى القانى اخذه اى المستحق المرهون من مشتريه ورجع هو على العدل بثمنه ثم هو على الراهن به وصح القبض او على المرتهن بثمنه ثم هو على الراهن بدينه اى العدل بالخيار ان يرجع على الراهن بالثمن وح صح قبض المرتهن الثمن واما ان يرجع على المرتهن ثم المرتهن يرجع على الراهن بدينه ران لم يشترط التوكيل فى الراهن رجع العدل على الراهن بقبض المرتهن ثمنه اولاداى ماذكر خيار العدل بين تضمين الراهن اوالمرتهن انما يكون اذا كانت الوكالة مشروطة فى عقدالرهن فانه ح تعلق حق المرتهن بالوكالة فللعدل تضمين المرتهن لانه باعه لحقه اما اذالم تكن مشروطة فى الرهن تكون كالوكالة المجردة فانه اذابا ع الوكيل وادى الثمن الى الموكل ثم لحقه عهدة لايرجع على القابض فهيه لايرجع الاعلى الراهن سواء قبض المرتهن الثمن اولم يقبض وصورة مامر يقبض ان العدل باع الرهن بامر الراهن وضاع الثمن فى يدالعدل بلاتعدية ثم

فمستحق المرھون فالضمان الذی یلحق العدل یرجع بہ علی الراھن (۸) فان ھلک الرھن فی ید المرتھن فاستحق وضمن الراھن قیمتہ ھلک بمثلہ ای یکون مستوفیا لہ ولا تضمن المرتھن یرجع علی الراھن قیمتہ ومثلہ ای تستحق بالتجزیین بقیمۃ الراھن او المرتھن فان ضمن الراھن ھلکہ ماداء الضمان فضح الراھن وان ضمن المرتھن یرجع علی الراھن بالقیمۃ لانہ معرور من جھۃ الراھن وبالعکس لانہ تلف قصد فیعود حقہ کما کان قبل تلفہ لما کان قرار الضمان علی الراھن والھلاک فی المضمون یثبت لمن علیہ قرار الضمان فکانہ رھن ھلک بقدہ۔

(۷) زرِ ثمن مرہون کا عدل کے پاس ہونا

تو اگر شے مرہون کو عدل نے بیچ کر اثمان کا زرِ ثمن راہن و مرتہن کے اتفاق سے عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو حکم ایسا ہوگا جیسے شے مرہون تلف ہو جاوے یعنی عدل نے زرِ ثمن مرہون کا مرتہن کو دے دیا اب وہ شے مرہون سوا راہن کے اور کسی کی ملکی اور مرہون مشتری کے پاس تلف ہوگیا ہے تو مشتری مستحق کو اختیار ہے خواہ راہن سے قیمت مرہون کا لیوے کہ وہ غاصب ہے تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاویں گے اس واسطے کہ راہن شے مرہون کا مالک ہو کر بیع دلوا دے خواہ عدل سے کہ وہ تو ان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اس لئے کہ وہ متعدی ہے بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے تاوان لیوے قیمت مرہون کو تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاویں گے وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن عدل کا ہو جاوے گا اور مرتہن بدوں راہن سے وصول کر چکے اور جو شے مرہون مشتری کے پاس موجود ہے تو مستحق اپنی شے اس سے لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کر لوے پھر عدل کو اختیار ہے خواہ وہ راہن سے ثمن بھر لیوے تو قبضہ مرتہن ثمن پر صحیح ہو جاوے گا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے ہزار روپیہ بھر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اس صورت میں ہے کہ وفات عقد راہن میں شرط نہ ہو اور جو عقد راہن کے مشترط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کرے گا خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

فائدہ۔ صورت اس کی یہ ہے کہ عدل نے شے مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جانی رہی بغیر اس کی تعدی کے بعد اس کے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر ہوگا عدل اس کا رجوع راہن پر کرے گا کذا فی الاصل۔

(۸) مرہون کا راہن کے پاس تلف ہونا

اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن پاس بعد اس کے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اس شخص مستحق نے قیمت اس کی راہن سے بھر لی تو مرہون بدستور راہن کا رہا۔ (یعنی راہن ادائے ضمان سے مالک ہو گیا کل شے مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا راہن پاپکا) اور جو مستحق نے قیمت اس کی مرتہن سے بھر لی تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت دو چند بھی وصول کر لیوے۔

باب التصرف والجناية في الرهن

(١) وقف بيع الراهن رهنه فان اجاز صح بيعه او قضى دينه نفذ وصار ثمنه رهنا وان لم يجز وفسخ لا ينفسخ في الاصح وصير المشتري الى فك الراهن او الوقع الى القاضي ليفسخ اعلم ان المرتهن اذا فسخ ينفسخ في رواية والاصح انه لا ينفسخ لان حقه في الحبس لا يبطل بانعقاد هذا العقد فيقي موقوفا فالمشتري ان شاء صبر الى فك الراهن او رفع الامر الى القاضي ليفسخ البيع (٢) وصح اعتاقه وتدبيره واستيلاده رهنه فان فعلها عالما فهي دينه حالا الاخذ به والى مرجله قيمته للراهن مؤجلا الى محل احد قيمته ى احد قيمته لاجل ان يكون رهنا عوضا من المرهون الى زمان حلول الاجل وقيمة يظهر اذا كانت القيمة من غير جنس الدين كما اذا كانت القيمة الدراهم والدين كر بر لا لقدرة له على اداء الدين في الحال فيكون الدراهم رهنا الى محل الاجل وان فعلها مصر افقي العتق سعى العبد في اقل من قيمته رهن الدين فيرجع على سيده غبا وفي اخبيه سعى في كل الدين ولا رجوع فان الراهن اذا اعتق وهو معسر فان كان الدين اقل من القيمة سعى العبد في الدين وان كانت القيمة اقل سعى في القيمة لانه انما يسعى لانه لما تعذر المرتهن استيفاء حقه من الرهن باعتقه صار بمنزلة بالعتق والعبد انما ينتفع بمقدار مائته ثم يرجع بما سعى على السيد اذا ايسر سيده لانه قضى دينه وهو مضطر فيه بحكم الشرع فيرجع عليه بما تحمل عنه وفي التدبير والاستيلاد سعى في كل الدين لان كسب المدبر والمستولدة ملك المولى فيسعيان في كل دينه ولا رجوع والولاء وعقله كما عالة غنيا اي ان اللف الراهن الرهن فاكله اعتقه غنيا اي ان كان الدين حالا اخذ منه الدين وان كان مؤجلا احد قيمته يكون رهنا الى زمان حلول الاجل (٣) واجنبي اتلفه ضمنه مرتهنه وكان اي الضمان رهنا معه (٤) ورهن اعارة مرتهنه واحدهما باذن صاحبه اخر سقط ضمانه فهلك مع مستعيره هلك بلا شيء ولكن ليس لهما ان يردا رهنا فان ردت الراهن قبل رده فالمرتهن احق به من الغرماء لان حكم الرهن باق فيه لان يد العارية ليست بلازمة وكونه غير مضمون لا يبطل عليه انه غير مرهون فان والمالوهن مرهون غير مضمون ومرتهن اذن باستعمال رهنه واستعاره من راهنه فعمل

بیان میں تصرف اور جنایت کے مرہون میں

(۱) راہن کا بلا اجازت مرتہن مرہون کو بیچنا

اگر بلا اجازت مرتہن راہن نے شے مرہون کو بیع ڈالا تو بیع مرتہن کی اجازت پر یا اس بات پر موقوف رہے گی تو اگر مرتہن نے اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی رہن رہے گی مرتہن پائے اور جو مرتہن نے اجازت نہ دی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہ ہوگی بیع تو قول میں بیع مشتری کا جائے

کا صبر کرے یہاں تک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اس امر کا مراعات کرے تو اس تک وہ بیع فسخ کر دیوے۔

فائدہ۔ جاننا چاہئے کہ مرتہن جب بیع کر دے بیع راہن کو تو ایک روایت میں بیع فسخ ہو جاتی ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہ ہوگی اس واسطے کہ حق اس کا جس مرہون کا ہے اور وہ باقی ہے بطلان ہونا انتفاء اس مقصد سے پس باقی رہیں گے عقد موقوف کذا فی الاصل۔

(۲) راہن کا مرہون کو آزاد یا مدبر یا ام ولد بنانا

اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مدبر کر دینا یا ام ولد بنانا مرہون کا تو آزاد کرنا راہن کا اور ہو مرتہن کا دین بقدر ہو دے تو مرتہن اپنا دین راہن سے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لے کر مرہون کی جگہ اس کو میعاد تک رکھ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے کی صورت میں غلام سعی کرے گا مال کے ادا کرنے میں تین دن میں قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرنے مشقت کرے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک روپے والا ہو جاوے تو غلام اس سے پھیر لیوے اور تدبیر اور استیلاد کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنے میں اور دونی پر رجوع نہیں کر سکتا اور عتق استحقاق کے ہے اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو تو دین اگر بلا میعاد ہے تو اسی وقت مرتہن لے لے گا اور جو میعادی ہے تو اس کی قیمت لے کر رکھ چھوڑے گا میعاد تک۔

(۳) اجنبی شخص کا مرہون کو تلف کرنا

اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مرتہن قیمت اس کی اس شخص سے وصول کر کے رکھ چھوڑے اور یہ قیمت راہن رہے گی دین کے وصول تک بجائے مرہون کے۔

(۴) مرہون کو عاریۃً دینا

اگر مرتہن نے مرہون کو عاریۃً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شے تلف ہو جاوے یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریۃً دیوے اور اس کے نزدیک وہ شے ہلاک ہو جاوے تو ضمان شے مرہون کا ساقط ہو جاوے گا۔ (یعنی اس کی ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہ ہوگا) اور مستعیر کے پاس وہ شے موجب تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہنچتا ہے کہ پھر بدستور سابق اس شے کو لے کر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شے مرہون کو رد نہیں کیا مرتہن پر اور مرتہن نے رد کیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اس شے مرہون کا اور قرض خواہوں سے راہن کے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ حکم راہن کا یہ ہے کہ جب راہن مر جاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اس شے کو بیچ کر دیں گے بعد اس کے جو بچے گا اور قرض خواہوں کو راہن کے ملے گا اور عاریت عقد غیر لازم ہے اور غیر مضمون ہوا اس کا دلیل غیر مرہون ہونے کی نہیں پس مستعیر دار راہن مرہون ہوتا ہے اور مضمون نہیں ہوتا کذا فی الاصل۔

(۵) ان ھلک قبل عملہ او بعدہ ضمن قیمۃ الرھن ولو ھلک حال عملہ لا (۶) وصح استعارۃ شیٔ لیرھن فیرھن بمائۃ وان قید تلف بما عین من قدر وجنس وصفۃ وبلد فان خالف ضمن اصغر سعیہ وبینہ وبین مرتھنہ او ایاہ الضمیر راجع الی المرتھن

ومعطوف على المستعير ورجع المؤنة نفس وبدينه على راهنه ان وافق وهلك مع مرتهنه فقد اخذ كل دينه ان كانت القيمة مثل الدين او اكثر وحصص مستعيره فقدر الذي اوفاه منه لا القيمة والحصص دينه لكنه اقل وباقي دينه على راهنه اي ان وافق وهلك الرهن مع المرتهن فالكانت قيمته عشرة والدين عشرة فقد اخذ المرتهن كل الدين ويضمن المستعير الدين الذي اوفاه وهو عشرة للمعير وان كانت قيمته خمسة عشر والدين عشرة فقد اخذ المرتهن كل الدين فيضمن المستعير الدين اعني اوفاه اي العشرة ولا يضمن القيمة لانه فداوافق فيما بينهما وان كانت القيمة عشرة والدين خمسة عشر فقد اخذ المرتهن بعض الدين وهو عشرة وباقي الدين على الراهن ويضمن المستعير قدر ما اداه من الدين وهو الخمسة دينا ولا يسقط المرتهن اذا قضى المعير دينه وفك رهنه اذهو يسعى في تخليص ملكه ويرجع على الراهن بما ادى لانه غير متبرع كما ذكرنا فلو ملك مع الرهن قبل رهنه او بعد فكه لا يضمن وان استخدمه او ركبه من غير اذن لانه امين خالف ثم عاد الى الوفاق فلا يضمن خلافا لما في الخانية (٨) وجناية الراهن على الرهن مضمونة وجناية المرتهن عليه تسقط من دينه بقدر قيمة الرهن عليه وعلى ما قيمة هذا عند ابي حنيفة وقالا جناية الرهن عند المرتهن معتبرة لانها حصلت على عين ملكه وفي الاعتبار فائدة وهي الدفع بالجناية الى المرتهن ان شاء الراهن او المرتهن بطلاء الرهن ودفع بالجناية الى المرتهن ثم قال المرتهن لا اعلم الجناية فهو رهن على حاله وله ان الجناية حصلت في ضمان المرتهن فعليه تخليصه فلا يفيد وجوب الضمان له مع وجوب التخليص عليه

(٥) مرہون کے استعمال کی اجازت اور اس کا ہلاک ہونا

اور اگر راہن مرتہن وامین دیوے مرہون سے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کا مدت معلوم کے لئے تو اس کے بعد مرہون میں جو کچھ ہلاک ہووے تو مرتہن اس کا ضامن ہووے (مثل راہن کے) اور جو کچھ استعمال میں ہلاک ہووے تو ضامن نہ ہووے گا۔

فائدہ یہاں اتنے لوگ ہلاک ہوئے ہیں اور اس مسئلہ کا علم نہ تھا عاریت لینے کا۔

(٦) گروی رکھنے کے لئے عاریت لینا

کسی سے عاریت لیا شے کو اپنے گروی رکھنے کے تو مستعیر کو پہنچتا ہے کہ اس کو چھڑا لیا چاہے گروی سے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہو اور المستعیر نے تعیین گروی والوں کے اس سے کی ہو تو مقید رہیں گے جس سے اس نے یا مرتہن معین یا غیر معین سے تو اس کی تعیین کی شے کے ساتھ تخصیص کا یا مستعیر اس سے چھڑا لیوے اس کو اور اس کو اختیار ہے کہ اس کو گروی رکھ دیوے پھر اس سے اور مرتہن کے اس کو وجوب ہے کہ اس کو مستعیر اس کے حوالہ کر دیوے اور جو مستعیر مرتہن سے اس

ہوئے تو مرتہن اپنا دین اور جس قدر زائد مال معیر کو پہنچا ہے دونوں راہن سے بھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شے مرتہن پاس تلف ہوگئی تو مرتہن اپنا دین پا چکا اگر قیمت اس کی مثل دین کے ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر دین نہ بھتا اس نے مرتہن سے پایا ہے معیر لووے گا نہ قیمت اس شے کی اور بعد قیمت دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پا چکا اور باقی راہن سے ادا کرا لے گا۔

فائدہ۔ یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شے مرہون مرتہن پاس ہوئی تو گر قیمت اس کی دس درم تھی اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو دے گا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لئے تھے اگرچہ قیمت اس کی پندرہ درم ہیں لیکن پندرہ کا ضمان نہ دے گا اس لئے کہ موافق اس کے کہنے کے نہیں رکھا تھا اور جو قیمت اس کی دس درم ہے اور دین پندرہ درم ہیں تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پا لئے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت میں بھی مستعیر معیر کو دس درم دے گا اس لئے کہ معیر کی شے سے اسی قدر دین ساقط ہوا مستعیر کے دینے سے کذا فی الاصل۔

(۷) معیر کا زر ثمن دے کر رہن چھڑانا

اور جو اس صورت میں معیر نے روپیہ دین ادا کر مرتہن

کو دیا اور شے مرہون فکا قبضہ پایا تو مرتہن پر جبر کیا جاوے گا واسطے قبول زر ثمن کے اور شے مرہونہ معیر کو پھیر پڑے گی بعد اس کے معیر جس قدر روپیہ دین کا اس نے دیا ہے مستعیر سے بھر لے گا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر پاس قبل راہن کے یا بعد فک راہن کے تو مستعیر ضمان نہ دے گا اگرچہ وہ استعمار سے خدمت یا سواری لے چکا ہووے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ وہ امین ہے جس نے مخالفت کی صاحب امانت کی اور پھر موافقت کی پس ضمان نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں ضمان ہے کذا فی الاصل اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مالیت میں دین سے تو قول معیر کا قبول ہے اور جو شے مرہون ہلاک ہوگئی بعد اس کے راہن اور مرتہن نے زوال کی دین میں اور قیمت میں بھی شے مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہے بقدر دین اور بقدر قیمت من وجہ مختار۔

(۸) راہن کا مرہون پر جنایت کرنا

اگر راہن کسی قسم کی جنایت شے مرہون پر کرے تو اس پر تاوان ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت میں بقدر جنایت کے دین اس کا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا ان دونوں کے مال پر تو وہ ہدر ہے یعنی باطل ہے اس کا کچھ موجب نہیں ہے اور یہ صاحبین رح کے جنایت راہن کی مرتہن پر معتبر ہے۔

فائدہ۔ اور اصل دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔

(۹) ومن رهن عبدا يعدل الفا فالف فجرح فصارت قيمته مائة فقتله رجل وغرم مائة وحل اجله قبض مرتهنه المائة من جنته وسقط مافيه لان بقصان السعر لا يوجب سقوط شيئ عنه خلافا لزفر فاذا كان الذين باقيا رد المرتهن به الاستيفاء فصار مستوفيا الملكن من الايتفاء وان باعه بامره وقبض ثمنه رجع بما بقي اى ان باعه المرتهن بامر الراهن بامينة بعدان صار قيمته مائة وقبض ثمنه رجع بما بقي لان الذين لم يسقط بنقصان السعر لان نقصان

التعريف هذا كالاحتمال الثاني على ما كان والدكان الذين بالفيا وقد اعترف ان بيعه بماله يكون الباقي في ذمته (٢) وان قضه عند بعدل مائة فدفع به فهلك يكون دينه هذا عند ابي حنيفة وابي يوسف وعند محمد هو بالخيار ان شاء هلك امانة المدفوع الى المرتهن بماله وعند زفر رحمه الله يضيرهما بمائة لانه بقي الخلف قدر العشر فيبقى الدين بقدره قلت قد قرر رحمه الله ان العبد الثاني قائم مقام الاول فصار كانه كان هلاك الاول قائما وتراجع بسعره ثم محمد في الرجوع تجب في حصة المرتهن لبقاء الرهن كالتسليم اذا قتل قبل القبض بينهما ان للمرتهن ان يظهر في حق العبد مقام الذي مقامه (٣) ان حق الرهن خطأ الفداء مرتهنه ولم يرجع بما عجل لان الجناية حصلت في حصة المرتهن ولا يملك المدفع لان المرتهن سلم ملك فان ابى دفعه الراهن او فداه وسقط الدين ان ابى المرتهن ان يفديه قبل للراهن ادفع العبد او افده وايا فعل سقط الدين واعلم ان الدين انما يسقط بسقوط قيمة العبد ان كان الدين اقل من قيمة الرهن او مساويا اما اذا كان اكثر سقط من الدين مقدار قيمة العبد ولا يسقط الباقي لكن لم يذكر في العين هذا الا ان الظاهر ان لا يكون الدين اكثر من قيمة الرهن (٤) وان مات الراهن باع وصيه ورهنه وقضى دينه هذه مسئلة مبتدأة لا تعلق لها بمسئلة الجناية اي وان مات الراهن فوصيه بيع الرهن باذن المرتهن ويقضي دينه كما اذا كان الراهن حيا فله البيع باذن المرتهن كما هو فان لم يكن له وصي نصب وصي بيعه

(۹) ہزار کے بدلے ہزار کا غلام رکھا اور اس کی قیمت کم ہوگئی

کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپے کی قیمت کا اس رقم کے روپے پر رہن رکھا اور قبضہ کر لیا پھر اس کی قیمت صرف پانچ سو روپے رہ گئی تو مرتہن کے ذمہ پانچ سو روپے کا تاوان ہے جس کی ادائیگی پر مرتہن اپنی رقم کے پورے ہزار روپے وصول کرے گا اور باقی دین کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔

فائدہ: اگر غلام قرض دار کی ملکیت میں تھا اور اس کی قیمت میں کمی ہوئی تو اس کا تاوان قرض دار پر ہوگا اور مرتہن کے پاس رہن رکھا ہوا غلام اور جو مرتہن نے اس کو دین سے کم سے کم روپے پر رہن رکھا تھا اس کا فرق ہوگا اور باقی دین کی ادائیگی قرض دار کے ذمہ ہوگی۔

(۱۰) غلام مرہون کو سو روپے کے غلام کا قتل کر ڈالنا

اور جو اس غلام کا قاتل ہے اس کو اس کی قیمت سو روپے تک ادا کرنا ہوگا قاتل کے ذمہ سے یہ رقم مرتہن پائے گا اور اس سے مرہون دین ادا کرنے کو کہا جائے گا۔

(۱۱) غلام مرہون کا قتل خطا کرنا

اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اس کا فدیہ دیا تو وہ اس سے فدیہ لے گا اور مرتہن نے غلام کا فدیہ مالک سے نہیں لیا تھا اس کے پاس غلام کو بھیج دیا اس نے قبضہ کر لیا تو اس صورت میں مرتہن کا

ساقط ہو جائے گا۔

(۱۴) غلام کے راہن کا فوت ہو جانا

اور جو راہن مر گیا تو بھی اس کا راہن کو بیچ کر اپنے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اس کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے ایک بیع مقرر کر دیوے۔

فائدہ۔ یہ جب ہے کہ اس میت کے ورثہ کفار نہ ہوں ورنہ فک راہن ان کے ذمے ہے اور راہن باطل نہ ہوگا راہن اور مرتہن کے مرنے سے مرتہن۔

فصل فی المتفرقات

(۱) عصیر قیمته عشرة رهن بها فتخمر وتخلل وهو بحالها اى الخل يعدل عشرة بقى رهنا بها فالحاصل ان ماهو محل للبيع محض للرهن ومالیس محلا للبيع ليس محلا للرهن والخمر ليس محلا للبيع ابتداء لكن محل له بقاء فكذا للرهن (۲) وشاة قيمتها عشرة رهنت بها فماتت فذبح جلدها فعدل درهما فهو رهن (۳) به وفداء الرهن كولده وابنه وصوفه وثمره لانه رهن رهن مع اصله ويهلك بلاشيء فانه لم يدخل تحت العقد مقصودا فان هلك اصله وبقى هو فلك يقسط يقسم الدين على قيمته يوم فكه وقيمة اصله يوم قبضه ويسقط حصة اصله وفك بقسطه كما اذا كان الدين عشرة وقيمة الاصل يوم القبض عشرة وقيمة النما يوم انفكه خمسة فثلثا العشرة حصة الاصل فيسقط وثلث العشرة حصة النماء فيفك به (۴) والزيادة فى الرهن تصح وفى الدين لاهذا عند ابى حنيفة ومحمد وعند ابى يوسف يجوز الزيادة فى الدين ايضا فان الدين بمنزلة الثمن والزيادة فى الثمن يجوز قلنا لزيادة فى الدين توجب الشيوع فى الرهن وعندزفر والشافعي لايجوز فى شيء منهما كمالا يجوز فى المبيع والثمن عندهما وقدمر فى البيوع فان رهن عبدا بعدل الفا بالف فدفع عبدا كذلك رهنا بدل الاول فهو رهن اى الاول رهن حتى يرده الى راهنه ومرتهنه امين فى الآخر حتى يجعله مكان الاول ان يرد الاول الى الراهن فح يصير الثانى مضمونا ولو ابرا المرتهن راهنه عن دينه او وهبه منه فهلك الرهن اى فى يدالمرتهن هلك بلاشيء وهذا استحسان وفى القياس هلك بالدين وهوقول زفر ولو قبض المرتهن دينه او بعضه من راهنه او غيره اوشرى بالدين عينا او صالح عنه على شيء واحال الراهن مرتهنه بدينه على آخر ثم هلك رهنه معه هلك بالدين ورد قبض الى من ادى وبطلت الحوالة وكذا لو تصادقا على ان لادين ثم هلك هلك بالدين حكم هذه المسائل مبنى على ان يدالمرتهن يداستيفاء بتقرر ذلك بالهلاك فاذا هلك تبين ان لاستيفاء ولم مكن المقبوض ما قبض الى من ادى فان ادى المديون برد اليه وان ادى غيره يرد الى ذلك الغيروان احال

تبطل الحوالة وفی ھبوۃ الخانیۃ وجود الدین معتبر بقیامہ عند الھلاک حتی لو ھلک المحال بہ قبل قبض المحتال علیہ بطلت الحوالۃ علی ھذہ الصورۃ وروحہ الاستحسان ھو الفرق بینھما وھو ان الھلاک بالدین یقتضی وجود الدین وقتا ما بعد الحوالۃ لانہ یتلقی الدین اصلا بخلاف الاستیفاء فان بالاستیفاء لا یتعذر الدین بل یتعذر بقاء علی الآمر فیسقط المطلب لعدم الفائدۃ

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان میں

(۱) شیرہ انگور مرہون خمر ہو گیا

ایک شخص نے شیرہ انگور کو رہن رکھا کہ قیمت اس کی دس روپے ہے اس روپے پر شیرہ رہن کر کے دیا اور رکھ لی قیمت بھی دس روپے پر قرار پائی اس میں سے کچھ نہیں دینا ہے گا۔

(۲) بعوض دس روپے مرہونہ بکری مر گئی

ایک بکری رہن رکھی دس روپے پر مرہون کی قیمت بھی دس روپے ہی تھی پھر وہ بکری قبل وصول قیمت کے مر گئی اور اس کی کھال یا بوٹی کی بعد وفات کے حاصل ہوئی قیمت ایک روپیہ ہوئی تو ایک روپیہ کی زر رہن پورا دے گا۔

(۳) شی مرہونہ کی پرورش

اور شے مرہونہ کی پرورش جیسے اونٹ وغیرہ پال پوس کر راہن نے اس کے اندر زیادتی اصل شے مرہونہ کی کر دی تو اس زیادتی کی قیمت بھی راہن کے ذمہ ہے اگر وہ شے مرہونہ راہن کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس زیادتی کی قیمت بھی مرتہن کو دینا ہوگی اور اگر مرتہن کے پاس ہلاک ہوئی تو اس زیادتی کی قیمت کا ضمان مرتہن پر نہیں ہے اور اگر راہن نے اس زیادتی کی قیمت مرتہن سے وصول کر لی اور پھر وہ شے مرہونہ راہن کے پاس ہلاک ہو گئی تو مرتہن کو اختیار ہے کہ راہن سے اس زیادتی کی قیمت پھر لے لے اور اگر مرتہن نے اس زیادتی کی قیمت راہن سے وصول کر لی اور پھر وہ شے مرہونہ مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی تو راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے اس زیادتی کی قیمت پھر لے لے اور اگر راہن نے اس زیادتی کی قیمت مرتہن سے وصول کر لی اور پھر وہ شے مرہونہ راہن کے پاس ہلاک ہو گئی تو مرتہن کو اختیار ہے کہ را

جاوے گا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہیں ہے پھر معلوم ہوا کہ دین تھا تو گیا یعنی اب بھی دائن مطالبہ دین کے لئے ہوگا۔

فائدہ۔ جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا راہن کا باطل ہے خواہ اس کو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن رکھ لے تو باطل نہ ہوگا بلکہ وہ مرتہن ہی رہے گا۔

كتاب الجنايات

(١) اعلم ان القتل خمسة انواع عمد وشبه عمد وخطاء وجاري مجرى الخطا والقتل بسبب فبين هذه الانواع باحكامها (٢) فقال القتل العمد ضربه قصداً بما يفرق الاجزاء كسلاح ومحدد من خشب اوحجر وليطة وقار هذا عند ابي حنيفة وعندهما وعند الشافعيؒ ضربه قصدا بما لايطيقه البنية حتى ان ضربه قصدا بحجر عظيم او خشب عظيم فهو عمد (٣) وهو باثم (٤) ويجب القود عينا هذا عندنا خلافا للشافعيؒ فان القود غير متعين عنده بل الولي مخيربين القود واخذالدية لنا ان المال انما يجب في الخطاء ضرورة صيانة الدم عن الهدر ولامماثلة بينه وبين النفس ففي العمد لايجب المال مع احتمال المثل صورة ومعنى (٥) لاالكفارة خلافا للشافعيؒ وهو يقول لما وجب في الخطاء فاولى ان تجب في العمد ونحن نقول لايلزم من كون الكفارة ساترة للخطاء كونها ساترة للعمد وهو كبيرة محضة (٦) وشبه العمد ضربه قصدا بغير ماذكر كالعصا والسوط والحجر الصغير واما الضرب بالحجر العظيم والخشب العظيم ففيه شبه العمد ايضا عند ابي حنيفة خلافا لهما (٧) وفيه الاثم والكفارة ودية مغلظة على العاقلة مثالثي تفسر الدية المغلظة وتفسير العاقلة انشاء الله تعالى بالاثلاث (٨) وهو فيمادون النفس عمدا اى ضربه قصدا بغير ماذكر فيما دون النفس عمد موجب للقصاص فليس فيما دون النفس شبه عمد وفي الخطاء ولوعلى عبد انما قال هذالدفع توهم ان العبد مال وضمان الاموال لايكون على العاقلة فدفع ذلك اذاكان فعله خطاء تكون الدية على العاقلة (٩) قصداً كرميه مسلما شبه صيدا اوحربيا (١٠) اوقصداً كرميه غرضا فاصاب آدميا الخطاء ضربان خطاء في القصد وخطاء في الفعل فالخطاء في الفعل ان يقصد فعلا فصدرمنه فعل اخر كمالورمى الغرض فاخطاء فاصاب غيره والخطأ في القصد ان لايكون الخطاء في الفعل وانما يكون الخطاء في قصده بانه قصد بهذا الفعل حربياً لكن اخطأ في ذلك القصد حيث لم يكن ما قصده حربيا وليس في الخطاء اثم القتل بل اثم ترك الاحتياط فان شرع الكفارة دليل الاثم (١١) وما جرى مجراه كنائم سقط على اخر فقتله اى كقتل نائم سقط على اخر فطلف ذلك الشخص بسبب سقوطه عليه (١٢) كفارة ودية على عاقلته (١٣) وفي القتل بسبب كحفره اى

كذلك لو ضربه بحجر وحفر بئرا في غير ملكه دية على العاقلة بالكفارة ولا ترث الا هذا عندنا وعند الشافعي تجب الكفارة ويثبت به حرمان الميراث الحاقا بالخطاء قلنا القتل معصوم حقيقة والحق بالخطاء في حق الضمان فتجب غرة بقي على اصله.

(یہ آتا ہے جان اور اعضا مختلف کرنے سے مسائل کے بیان میں)

(۱) قتل کی اقسام

قتل کی پانچ قسمیں ہیں ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچویں قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جداگانہ بیان کئے۔

(۲) قتل عمد

قتل عمد مارنا ہے قصداً اس چیز سے جو اجزائے بدن کو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار ہے۔ (مثلاً لوہا، چاقو، چھری، نیش، قبض، تیر برچھا، نیزہ، بھالا، خنجر، کٹار، توپ، غیرہ) یا ایسی چیز سے جس کی دھار ہو اگر چہ لکڑی، پتھر ہو یا کانچ ہو یا کانس ہو۔

فائدہ۔ اور جو چیز ہتھیار نہ ہو اور دھار دار بھی نہ ہو جیسے پتھر، دھار کا یا لوہے کے بانٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز ہو بوجھ کے سبب سے مارنے والے نے مثلاً موٹے ڈنڈا لوہے کی یا گدا، وغیرہ تو قتل اس سے قتل عمد نہ ہوگا جو حسب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ میں دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہے کہ عمد وہ امر باطنی ہے اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی مگر آلے کو قائم مقام کیا اس کے۔

(۳) قتل عمد کا گناہ

قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها و غضب الله عليه و لعنه و اعد له عذابا عظيما یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اس کی جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں اور غصہ ہوا اللہ اس پر اور لعنت کی اس کو اور تیار کیا اس کے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہے اوپر اللہ تعالیٰ کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے عبداللہ بن عمرو سے اور وقف اس کا صحیح ہے اور روایت کی ترمذی نے ابو سعید اور ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کے لوگ شریک ہوں ایک مومن کے خون میں البتہ سرنگوں کرے گا اللہ ان سب کو آگ میں اور روایت کی ابوداؤد نسائی نے ابوامامہ اور معاویہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دے گا اس کو مگر جو شخص مشرک مرے یا کسی مومن کو قصداً قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہے جس کو امن دی گئی ہو سلام میں روایت کی بخاری نے عبداللہ بن عمرو سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اس کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا بو جنت کی اور بیشک بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہے۔

(۴) قاتل عمد پر قصاص واجب ہے

اور اس پر قصاص واجب ہوتا ہے فقط۔

فائدہ۔ یہ امر ہے نزدیک ہے اور شافعی کے نزدیک قصاص غیر معین ہے بلکہ ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لے

"جو چیز عام طور پر ہلاک کرتی ہے اس کے ساتھ جو شخص قتل کرے اس پر قصاص ہے" اور اس لئے بھی کہ اس کا عمد ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جو عام طور پر ہلاک کرتی ہے عمد کہلاتا ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا عمد ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جو عام طور پر ہلاک کرتی ہے عمد کہلاتا ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا عمد ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جو عام طور پر ہلاک کرتی ہے عمد کہلاتا ہے

(۵) قاتل عمد پر کفارہ نہیں ہے

ترجمہ

فائدہ: امام شافعیؒ نے ایک کفارہ قتل عمد میں بھی واجب کیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ کفارہ اس آیت کی مخالفت ہے جو خطاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اس لئے بھی کہ کفارہ گناہ کو مٹانے کے لئے ہوتا ہے اور قتل عمد کا گناہ اتنا بڑا ہے کہ کفارہ سے نہیں مٹ سکتا

(۶) قتل شبہ عمد

قتل شبہ عمد (جس کو خطائے عمد بھی کہتے ہیں) وہ ہے کہ قتل خطاء اور عمد کے درمیان ہو جیسے کہ ایسا ہتھیار سے قصداً ایسے انسان پر حملہ کرنا جو قتل عمد میں نہ مارا جائے (جیسے ہتھیار اور دھار دار چیز سے نہ مارا ہو جیسے لاٹھی، کوڑے یا پتھر یا لکڑی سے مارنا۔

فائدہ: اور دھار کند (یا بھوتھی) کے ساتھ ایک یہ بھی عمد ہے اور اس لئے بھی کہ آنحضرت کی حدیث ہے آپ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے قتل کیا ہتھیار کے ساتھ یا اس کے مثل کے ساتھ جو ہتھیار کے مثل ہو تو اس پر قصاص ہے اور اس لئے بھی کہ شبہ عمد ہے اور اس میں دو وجہ ہیں وجوب کی ہیں روایت کیا ان دونوں کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں۔

(۷) قتل شبہ عمد کی سزا

قتل شبہ عمد سے دو قتل ہوتا ہے اور اس پر لگا واجب ہوتا ہے دیت مغلظہ اس کی عاقلہ پر لازم ہوتی ہے تین سال میں۔

فائدہ: یہی قصہ ہمیں آتا ہے اور یہ قصاص جب کرنے ہوں اور دیت مغلظہ ہو مائۃ ابل ہوتی ہے تو آگے آنے کو ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۸) شبہ عمد ما دون النفس

اور شبہ عمد ما دون النفس میں ہو سو تو وہ عمد ہے۔

فائدہ: یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل کے سوا میں ہے اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے قطع کرنے یا زخمی کرنے میں شبہ عمد اور عمد کہاں سے بنے گا بلکہ اس میں شبہ عمد کہنا کیسا ہے صرف عمد ہے۔

(۹) قتل خطا کی پہلی صورت

قتل خطا اس کی دو صورتیں ہیں ایک خطائی الفعل (فعل میں خطا) دوسری خطائی الفعل۔ اسی کو قاتل کہتے ہیں اسی کے لئے ہیں اور قصد میں خطا ہوتی ہے جیسے مسلمان دیکھا کافر یا اپنی پرورش کردہ آپ کو مسلمان کسی کافر کا سمجھ کر (تو قتل میں خطا ہوئی اس لئے کہ جس کو قتل کرنے اپنے گمان میں کیا سمجھا تھا کہ وہ کافر ہے اور نکلا وہ مسلمان (الرحم ۱۸)

(۱۰) قتل خطا کی دوسری صورت

دوسری خطا فی الفعل جیسے اس نے تیر پھینکے کو مارا وہ آدمی سامنے لگ گیا۔

فائدہ: یہ کوئی کہ جانور کو مارا کسی وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہے کہ قتل خطا دو قسم ہے ایک خطا فی الفعل اور ایک خطا فی الفعل تو خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد ہو ایک فعل کا اور صادر ہو جائے اس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارنے نشانے پر اور لگ جائے آدمی کو اور خطائے فی الفعل یہ ہے کہ خطا فعل میں نہ ہو بلکہ فاعل میں ہو جیسے شکاری نے قصد کیا ہرنی کے مارنے کا پھر قصد اس کا غلط نکلا اور مسلمان ظاہر ہوا کہ اس

الاصل صاحب درمختار نے صدر شریعت پر فقہائی الفعل کی تعریف میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ قید خطا فی الفعل میں نہ ہو، نہیں بلکہ کہا زیادتی بھوٹ پڑی کسی نے ہاتھ سے سر کے صدمے سے مرگیا تو قتل خطا فی الفعل ہے حالانکہ مخطا فی ہیں بھی قصد کیں ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قید فقہائی الفعل نہیں ہے بلکہ جنایۃ مجرائی خطا ہے واں کا بیان آگے آئے گا تو قول العلامۃ الحطاوی پس نسبت فقہائی طرف صدر الشریعۃ کے فقہائی الفعل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) قتل جاری مجری خطا

قتل جاری مجرائی خطا جیسے کوئی سوئے ہوا آدمی کسی پر پلٹ دے کر پر اس کے صدمہ سے مر جائے۔

فائدہ۔ مثلاً سوتے ہوئے آدمی پر چھت یا چھت پر سے کوئی بھاری چیز گر پڑے یا کسی نے اپنے گھر میں ایک گھڑا پانی کا بھرا رکھا تھا اس کے گرنے سے کوئی مر گیا تو قتل خطا ہے بلکہ جاری مجرائی خطا ہے۔ شامی قائم مقام خطا اور اس کے مثال سے اسی طرح معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کے مکان پر چڑھا اور اس کی چھت کو توڑ دیا یا اس کے راستہ سے کوئی چیز چھوٹے بچے کو اٹھا لے گیا، یا کوئی مرجھاوے یا کنواں یا پتھر اس پر سے پھر دیا تو یہ سب قتل جاری مجرائی خطا میں داخل ہوگا۔

(۱۲) قتل خطا و جاری مجرائی خطا میں دیت و کفارہ کا وجوب

قتل خطا اور جاری مجرائی خطا میں فاعل کے عاقلہ پر دیت مغلظہ کی لازم آتی ہے اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے (اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودية مسلمة الیٰ اھلہ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہے ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہے سپرد کی جاوے اس کے گھر والوں کو) اور قاتل پر گناہ نہیں ہوتا قتل کا۔

فائدہ۔ مگر ترک اختیاط سے گناہ ہوتا ہے اسی لئے کفارہ واجب ہوا ہے۔

(۱۳) قتل بالسبب

قتل بالسبب یہ ہے کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوکہ میں (جیسا ان عالم کے راستہ) کنواں کھودے یا پتھر رکھے اور اس کو یہیں میں کر کے یا پتھر وں سے ڈھانک دے کوئی مر جاوے تو اس میں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ نہیں لازم ہوتا (اور شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہے) یہ تمام قسم قتل میں سوا قتل بالسبب کے قاتل کو حرام ہوتا ہے میراث سے مقتول کی۔

فائدہ۔ اور شافعی کے نزدیک قتل بالسبب میں بھی حرمان میراث کا ہوتا اصل اس باب میں قول ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قاتل کچھ نہیں وارث ہوتا ہے اور اس سے واسطے قتل کے میراث نہ ہونے کی روایت کیا اس کو مالک اور دارقطنی نے مرفوعاً اور اسی کو ابن عبدالبر نے اور معلوم کیا اس کو نسائی نے اور ثوب موقوف ہونا۔ یہاں کا کہ اور یہ کفارہ فی الجملہ واجب ہے

باب ما يوجب القود وما لا يوجب

(۱) يوجب القود قتل ما حقن دمه ابتداء عمدا (۲) اى ما حفظ دمه ابتداء وهو المسلم والذمي وابتدا احتراز عن المستأمن فان حقن دمه مؤقت الى رجوعه (۳) فضل الحر بالحر وبالعبد هذا عند ابي حنيفة لا يقتل الحر بالعبد لقوله تعالى الحر بالحر والعبد بالعبد ولان النفس بالنفس وقوله الحر بالحر لا يدل على الغير فيبقى قوله تعالى على اصله على ان في قتل الحر بالعبد الحر قتل العبد بالحر بقوله تعالى العبد بالعبد (۴) والمسلم بالذمي هذا عندنا خلافا للشافعي (۵) لانهما يتساويان اذ هو سبب اى بقتل المسلمين بعضهم بعضا وهو المستأمن والعاقل بالمجنون بالبالغ بالصبي والصحيح بالاعمى والزمن وبالسليم الاطراف (۶) والرجل بالمرأة (۷) والفرع بالاصل لانعدام المساواة لعدم (۸) ولاية الاستيفاء ومكانته (۹) وعندزفر وعندنا يقتل به لانعدام الرضا حتى يجتمع مولاه بان البعض لاهدك له فلا بابله والراجح لولاد لقطع حق السرقين في الشيء فيشترط اجتماعهم ليسقط حق المرتهن برضاه (۱۰) ولا بمكاتب قتل عمدا ولا وارثه وسيدان اجتمعا لانه ظهر الاختلاف بين الصحابة رضي الله عنهم في موته حرا او رقيقا فان مات حرا فالولي هو ورثته وان مات رقيقا فالولي هو لمولى فشبه مولاه لنفس فلا يقتص قاتله ولي اجتمع الورثة والمولى (۱۱) فان لم يدع وارثا غير سيده وترك ولاء قاتله سيده هذا عند ابي حنيفة وابي يوسف خلافا لمحمد وان لم يترك وفاء فالسيد بصلاته معين (۱۲) ويسقط قوده بقوله على انه اى بالقتل الا بعفو صحيح ولي القصاص من القاتل بسقط القصاص لحرمة الاولية (۱۳) ولانفاذ الاستيفاء عفا عمدا (۱۴) فللمولى يعمل به قتل بالعفو في حق نفسها والاتحرم قسمة تحصلنا للسرية وما ورد عليه انه لو كان الامر كذلك لسقط وليس كذلك لان الحدود فيحتاج الى جواب الوقيه فلا تسوية

باب بیان میں اس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہے اور جس سے لازم نہیں آتا

(۱) محقون الدم کا قتل عمد

واجب ہوتا ہے قصاص قتل سے اس شخص نے جس کا خون

اسلام نے ابتداءً قتل نہ ہونے دیا ہو۔

فائدہ:۔ اور محقون الدم ابتداءً مسلمان ہے اور ذمی ہے اور

اس سے احتراز ہے مستامن سے اور حربی اور مرتد سے کہ ان کے قتل

سے قصاص واجب نہ ہونا کا قتل۔

(۲) غلام و آزاد کے بدلہ میں آزاد و غلام

قتل کیا جاوے گا جو غلام کسی حر کے یا عبد کے اور عبد

کو قتل کیا ہو کسی حر نے یا عبد نے۔

فائدہ:۔ سبب دلیل آیت النفس بالنفس کے

اور شافعی نے ایک عبد کے بدلے میں حر کو قتل کیا جاوے گا

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الحر بالحر والعبد بالعبد

تو مقابلہ سے ساتھ تر کے مفہوم ہوتا ہے یہ امر کہ حر عبد کے عوض میں قتل نہ کیا جاوے یا کہیں کہتے ہیں کہ اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں حر کے اور عبد بدلے میں عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر کا قتل بدلے میں عبد کے اور عبد کا بدلے میں حر کے سو آیت النفس بالنفس سے معلوم ہوتا ہے اور اگر آیت الحر بالحر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عبد بدلے میں حر کے قتل نہ کیا جاوے حالانکہ ان کے نزدیک بھی قاتل نہیں ہیں اور عقلی دلیل ہماری حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے گا اپنے عبد کو یعنی اپنے ذمی مسلمان نے عبد کو قتل کریں گے ہم اس کو۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور نسائی نے سمرہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بدلے میں قتل مسلمان کافر معاہد کے ایک ذمی محصن دوسرے ذمی کو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً یہ دونوں قتل کیا جاوے گا بشرطیکہ جو شخص قتل ہو جاوے اسلام سے رہایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے اور حسن بن علی کی حدیث ۔۔۔

جاوے گا اسی طرح مال نائی داری کا حکم ہے اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں قتل کیا جاوے والد بیٹے کے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ترمذی اور ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن ابارد اور ابن حبانؒ نے۔

(۷) غلام مدبر و مکاتب کا قصاص

اور نہ قتل کیا جاوے گا مولیٰ بدلے میں اپنے غلام کے (اس واسطے کہ غلام اس کا مملوک ہے تو یہ ملک شبہ ہوگئی دفع قصاص میں جیسے باپ اور بیٹے میں) اور بدلے میں مکاتب کے اور مدبر کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اس غلام کے بدلے میں جس کے ایک حصے کا وہ مالک ہے اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا جب تک راہن اور مرتہن جمع نہ ہوویں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق رہن میں باطل ہوتا ہے بعد وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہوا حق مرتہن اس کی رہنہ مندی سے ساقط ہو جاوے گذرا فی الاصل۔

(۸) مقتول مکاتب جس نے بدل کتابت چھوڑا

اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اس سے پورا ادا ہو سکے اور وارث بھی اس کے ہوں اور مولیٰ بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ اختلاف کیا صحابہؓ نے ایسے مکاتب میں کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہے تو مولیٰ اس کا وارث ہے ورنہ مولیٰ ہے تو صاحب حق مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا اگر پدہ وارث اور مولیٰ دونوں مجتمع ہوں گذرا فی الاصل۔

(۹) مقتول غلام جو بدل کتابت نہ چھوڑے

اور جو سوا مولیٰ کے اور کوئی وارث نہ ہو یا وارث ہو لیکن مال اس قدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولیٰ قصاص قاتل سے لے سکتا ہے۔

(۱۰) ورثہ پایا جانے والا قصاص

اور ساقط ہو جاوے گا وہ قصاص جس کو کوئی شخص اپنے باپ پر ورثہ پاوے۔

فائدہ:۔ بسبب قرب اجزت کے مثالیں اس کی بہت ہیں مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہیں لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اس شخص کی قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب اس کا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہے قائم مقام ہوا اس کا وہ ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتول کی بیٹی تھی قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب بیٹا اس کا جو قاتل کے نطفے سے ہے وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اس کا کوئی وارث سوائے زوجہ قاتل کے نہیں ہے بعد اس کے زوجہ قاتل قبل استیفائے قصاص کے مر گئی تب بیٹا اس کا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتوں میں قصاص ساقط ہوگا۔

(۱۱) قصاص تلوار سے لیا جائے

اور قصاص نہ لیا جاوے گا مگر سیف سے۔

قولہ ... یا [illegible] کے قتل ... قتل عمد پر قصاص کے ... اور ... قتل ... قتل ... کی ... قتل ... کے ... قتل ... کے ... قتل ... کے

ہو اگر مقتول کے چند وارث ہوں بعض ان میں سے نابالغ اور بعض بالغ تو درست کہا وہ کو پہنچتا ہے کہ قتل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص نہ لیویں۔

فائدہ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں پہنچتا، اور فتوی امام صاحبؒ کے مذہب پر ہے دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ ابن ملجم لعین قاتل حضرت علی مرتضی کا قتل کیا گیا حالانکہ ان کے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا لیکن یہ شرط ہے کہ وارث کبیر البعض نہ ہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اس کے ایک لڑکا ہے نابالغ زید اولی ہے اور ایک زید کا بھائی ہے تو زید ثانی اس لڑکے سے بالغیہ ہے اس کو استیفائے قصاص نہ پہنچے گا بلکہ انتظار کیا جاوے گا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہے وہ اس کی ماں موجود ہے تو ماں کو استیفائے قصاص پہنچے گا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول میں بھی زید ثانیہ کو صغیر کی طرف سے استحقاق استیفائے قصاص حاصل ہے اس واسطے کہ قرابت سے مراد عام ہے جو شامل ہے زوجیت کو بھی تو اس مقام میں تامل کرنا چاہئے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہوں لیکن بعض موجود ہوں اور بعض غائب تو درث حاضرین کو قصاص نہ لینا نہیں پہنچتا جب تک سب وارث جمع نہ ہو جاویں کذا فی الہدایہ۔

(۱۳) زخمی ہو کر مرنے والے کا قصاص

اور قصاص لیا جاوے گا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ اسی زخم سے مر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

(۱۲) ولمن هو بفعل نفسه وزيد وسبع وحية ثلث الدية على زيد لانه مات ثلاثة افعال ففعل السبع والحية جنس واحد لكونه هدر مطلقا وفعل نفسه جنس آخر وهو انه ضمن في الغير لافي الأخرة وفعل زيد جنس آخر فيجب ثلث الدية اقول يجب ان ينظر الى ماهو مؤثر في الموت وينظر الى اتحاده وتعدده فالسبع والحية اثنان ولا اعتبار في ذلك لكونهما

فائدہ۔ اس واسطے کہ موت اس کی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہر اً اگرچہ شریک مجروح بچھو میں اچھا نہ ہو گیا ہو بلکہ موت ہوا یہ امر مشاہدہ سے بہ جہت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کئے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کئے اس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہوں گے در مختار۔

(۱۴) آلات قتل کے اختلاف سے حکم میں اختلاف

اور قصاص لیا جاوے گا اگر قاتل نے مقتول کو پھاوڑے سے مارا اس کی دھار کی طرف سے اور جو اس کی پشت کی طرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور مثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی میں یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتوں میں قصاص لیا جاوے گا۔

فائدہ۔ اس نے کہ یہ صورتیں قتل شبہ عمد کی ہیں جیسا کہ گزرا لیکن اگر قتل ایسے آلہ کی ضرب سے ہوا جو عادۃً قتل کرتا ہے جیسی ایک بار سے زیادہ اس کا مرتکب ہوتا اس کا قتل سیاسۃً حاکم کو پہنچتا ہے در مختار۔

(۱۵) مشرکین کی صف میں مقتول مسلمان کا قصاص

اگر سلطان نے مسلمان کو برزالا مشرکین کی صف میں مشرک سمجھ کر قتل پر قصاص نہیں بلکہ کفارہ اور دیت ہے۔

هدرا (۷) ولو جب قتل من شهر سيفا على المسلمين ولا شيء بقتله فان قلت لما قلت يجب قتل من شهر فما الاحتياج الى قوله لا شيء بقتله فان قلت لما قلت يجب قتل من شهر فما الاحتياج الى قوله لا شيء بقتله قلت يحتمل ان يجب قتله دفعاً للشر ومع ذلك يجب بقتله شيء (۸) الى من شهر سلاحاً عليه وحمل ليلا او نهارا الى مصر او الى غيره او شهر عليه عصا ليلا في مصر او نهارا الى غيره اذا لم يستمر شهره عليه السلاح اذ شهره لا شيء بقتله مطلقاً لانه غير مستمر او لعصا اذا شهره ليلا في مصر او نهارا الى غيره فلا شيء بقتله ايضاً لانه وان كان ملتبساً ففي الليل في المصر لا يلحقه الغوث وكذا في النهار في غير المصر (۹) ولا على من تبع سارقه المحترز سرقه ليلاً فقتله هذا اذا لم يتمكن من الاسترداد الا بالقتل لقوله عليه السلام فاقتل دون مالك وكذا اذا قتله قبل الاخذ اذا قصد استرداده ولا يتمكن من دفعه الا بالقتل وكذا اذا دخل رجل دار رجل بالسلاح فطلب على ظن صاحب الدار انه جاء لقتله يحل قتله (۱۰) وقتل من شهر عصا نهارا في مصر فان العصا مليث والظاهر لحوق الغوث نهاراً في المصر فلا يفضي الى القتل غالباً حلافا لهما (۱۱) وقتل من شهر سيفا فضرب ولم يقتل فرجع فقتله آخر فانه اذا ضرب ولم يقتل ورجع عاد عصمته فاذا قتله آخر فقد قتل معصوما فعليه القصاص

(۱۶) ایک شخص خود زخمی ہوا پھر زید نے زخمی کیا پھر اسے درندوں نے کاٹ کھایا

اور جو ایک شخص نے پہلے آپ چوزیا پھر زید نے بھی اس کو زخمی کیا پھر تیسرے نے اس کو مجروح کیا پھر باپ نے اس کو کاٹ کھایا اور ان سب امور ات کی وجہ سے موت واقع ہوئی تو زید پر تہائی حصہ دیت کا لازم آوے گا۔

(۱۷) مسلمانوں پر تلوار کھینچنے والے کا قصاص

اور جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو اس پر جب تک اس کا قتل کرنا اور اس کے قتل سے بچنا کسی طرح ممکن ہو اس کا قتل کرنا واجب ہے اور جس شخص نے شہر میں یا شہر کے باہر دوسرے مسلمانوں پر رات کو یا دن کو شہر میں یا شہر کے باہر کھلا ہتھیار لے کر چلنے سے رات کو شہر میں یا رات یا دن کو دیہات میں اور دوسرے شخص نے اس ہتھیار اٹھانے والے کو یا ہتھیار اٹھانے والے کو مار ڈالا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

فائدہ۔ جاننا چاہئے کہ ہتھیار اٹھانے والے کا قتل مطلقاً درست ہے اور ہتھیار اٹھانے والے میں اگر درست کو اٹھاوے تو خواہ شہر میں ہووے یا بیرون شہر ہر حال میں اس کا قتل درست ہے اور بیرون کو اٹھاوے یا باہر شہر کے جب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہیں ہے اور جو دن کو اندر شہر کے اٹھاوے تو اس کا قتل درست نہیں اس لئے کہ شہر میں بہت سے لوگ فریاد رس ہیں کہ وہ اس سے بچا لیویں گے کذا فی الاصل مع زیادۃ۔

(۱۸) چور کا قصاص

اگر چور مال لے کر گھر سے چلا اور صاحب مال نے اس کا پیچھا کیا اور اس نے چور کو مار ڈالا تو صاحب مال پر کچھ نہیں ہے۔

فائدہ۔ یہ حکم ہے کہ صاحب مال پانے سے پہلے جو چور کو قتل کرے اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاتل کر تو اپنے مال کے لئے یہاں تک کہ تو شہید ہے آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچا لے دونوں طرح یا انہوں نے فارق سے

اسی طرح جائز ہے مالک کو قتل کرنا جو کہ واجب ہو اس کے مال لینے کا قصد کرے۔ اور اس کو دفع پر یا دفع قتل کے تاوت ہو یا کوئی اس کے مکان میں سیندھ کھس آئے اور اس کو یقین ہو کہ یہ مجھے قتل کرنے کے لئے آیا ہے تو اس کا قتل حلال ہے کذا فی الاصل۔

(۱۹) دفاع میں قتل کئے جانیوالے کا قصاص

اگر ایک شخص نے زید پر آلۂ قتل مارنے کے لئے اٹھائی شب کے اندھیرے کے وقت اور زید نے اس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاوے گا قصاصاً۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ اٹھنی مرنے سے فوراً آ ہی نہیں مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریاد رس پہنچ سکتا ہے شہر میں اور اس میں خلاف ہے صاحبین کا کذا فی الاصل۔

(۲۰) جس نے تلوار ماری اس کا قصاص

اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مارا بھی اسی لیکن عمرو مرا نہیں بعد اس کے زید بدلوٹ گیا تب عمرو نے جا کر اس کو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاوے گا۔

فائدہ۔ اس لئے کہ جب زید نے تلوار ماری اور عمرو مقتول نہیں ہوا اور زید بدلوٹ گیا تو اس کی عصمت پھر آئی پھر جو اس کو قتل کرے گا قتل کیا جاوے گا اور جو زید لوٹا نہیں اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کا مار ڈالنا درست ہے کذا فی الاصل ملخصاً۔

(۲۱) ویجب الدیة بقتل مجنون او صبی شهر سیفا علی رجل فقتله هو ای المشهور علیه عمدا فی ماله ای یجب الدیة فی ماله لان العاقلة لایتحمل العمد والقیمة ای یجب القیمة فی قتل حمل حال علیه هذا عندنا لانه قتل شخصاً معصوماً وتلف مالا معصوما لان قتل الصبی والمجنون والدابة لایسقط العصمة وانما لایجب القصاص لوجود الصبح وهو دفع الشر وعن ابی یوسف انه یجب الضمان فی الدابة لافی الصبی و المجنون لان عصمتهما لحقهما فتسقط بفعلهما وعصمة الدابة لحق صاحبها فلایسقط بفعلها وعند الشافعی لایجب الضمان فی هذه اصلا لانه قتل الدفع الشر کما فی العاقل البالغ.

(۲۱) تلوار اٹھانے والے مجنون و نابالغ کا قصاص

اگر مجنوں یا نابالغ نے کسی پر تلوار اٹھائی مارنے کے لئے اور اس شخص نے مجنوں یا صبی کو مار ڈالا تو اس پر دیت لازم آوے گی اس کے مال میں اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اس پر حملہ کیا اور اس شخص نے اس جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت اس پر لازم آوے گی۔

فائدہ۔ اور شافعی کے نزدیک ندیت لازم آوے گی مجنوں اور صبی میں اور نہ قیمت جانور میں اس لئے کہ اس نے قتل کیا دفع شر کے لئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہے ضمان قتل دابہ میں نہ دیت قتل صبی و مجنوں میں کذا فی الاصل اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے۔

فوائد (۱) قصاص کا حکم دینے کیلئے ستر و شرطیں

اگر کوئی شخص کسی کو عمداً قتل کرے اور اس پر قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا دیوے جب تک کہ ان شرطوں میں غور نہ کر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثاء صغیر ہوں چوتھی یہ کہ سب وارث

(۲) کسی نے دوسرے کو زہر کھلایا

اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلایا یا قتل خفیہ کے ذریعے قتل کیا جیسے کھانے میں ملا کر یا پینے کی چیز میں ملا کر یا کسی اور طریقہ سے جس سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے تو اس پر قصاص واجب ہوگا۔ اور اگر مقتول کے ولی نے اس کو معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہوگی۔ اور اگر مقتول کے ولی نے اس کو معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہوگی۔

(۳) کسی کو پانی میں ڈبو دینا

اگر کوئی شخص کسی کو پانی میں ڈبو دے اور اس کی کوشش سے وہ نہ نکل سکے اور پانی میں ڈوب کر مر جائے اور وہ ایسا پانی ہو جس میں عام طور پر لوگ ڈوب کر مر جاتے ہیں تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا۔ اور اگر مقتول کے ولی نے اس کو معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہوگی۔

(۴) کسی کو قید کر کے یا درندوں وغیرہ کے سامنے ڈال کر مارنا

اگر کسی نے دوسرے کو قید میں

کے رسے وہیں مر گیا یا اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندے کے ذلال دیا اور اس نے اس کو مار ڈالا یا اس کو در سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ڈال کر ایک کمرے میں بند کر دیا اور اس آدمی کو اس نے قتل کیا تو ان سب صورتوں میں قصاص اور دیت نہیں ہے لیکن ان شخص پر تعزیر واجب ہے اور حبس دائم الحیات درکار۔

(۵) جس قاتل پر قصاص نہیں وہ وارث ہوگا

فقہائے حنفیہ کی اور شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اس طرح پر کہ اس پر قصاص آئے شدید تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا تو کل پاوے گا والله اعلم۔

(۶) زید کے زخمی کو عمرو نے زخمی کیا

اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اس سے وہ زندگی بکر کی منصور ہے تھی بعد اس کے عمرو نے اس کو ایک زخم مارا تو قاتل کہا جاوے گا یہ سمجھا جاوے گا یہ سبب ہے کہ دونوں جراحتیں آگے پیچھے ہوں اور جو ایک سر تھہ دونوں نے زخم پہنچائے تو دونوں قاتل ہیں اگر یہ ایک شخص ہی زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی خلاصۃ۔

(۷) زندہ درگور کرنا

اگر کسی نے کسی کو زندہ درگور کر دیا اور وہ مر گیا تو دیت لی جاوے گی اس پر نوعی ہے اور محکم کے نزدیک قتل کیا جاوے گا کذا فی الحکم یہ۔

(۸) گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنا

اگر کوئی کسی کے گھر میں دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہ ہوگا کہ صاحب خانہ اس کو بغیر آنکھ پھوڑنے کے روک نہیں کر سکتا اور جو روک کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا۔ ہدایہ۔

(۹) ایک کے بدلہ کئی کا قتل کیا جانا

کئی آدمی ایک کے بدلے میں قتل کیے جاویں اگر ہر شخص مقتول کو برابر ضرب ہلاک رسے ایک ساتھ اور ہوا تو ایسے پہلے مارے پھر وہ مر جاوے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا غیر کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ اس پر اطلاع ہونا متعذر ہے اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کس کا کاری ہے اور کس کا غیر کاری اور نہ ہوگا پھر قتل ہر بانے مقتول کے تو قصاص اس شخص پر ہوگا جس کا زخم کاری ہے اور جن لوگوں کا کاری نہیں ہے ان پر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا زخم کاری نہ ہو لیکن مقتول سب زخموں سے مر جاوے تو کسی پر قصاص نہ ہوگا لیکن دیت اس پر آوے گی کہ اولیائے دم کی اور جو اوگ قتل میں شریک نہ ہوئے ہوں لیکن تماشا میں ہوں یا قاتل کو روکنے والے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں یا مقتول کو روکے ہوئے ہوں تو ان پر تعزیر ہے اور قصاص اور دیت نہیں ہے لذا فی الخانیہ۔

(۱۰) جادوگر

ساحر جب کہ ایسا ہووے اور اقرار کرے جادو کا تو قتل کیا جاوے اور تو بہ اس کی مقبول نہیں ہے اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کو دوا سے یا عمل تیر میں سے یا سورۂ فلاں کی قرأت سے مارڈالا اس پر کچھ لازم نہ آوے گا اس لئے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور دعویٰ ہے غیب کے ثابت کرنے کا۔

باب القود فیما دون النفس

(۱) هو فیما یمکن حفظ المماثلة فیه فیقتص قاطع الید عمدا من المفصل کما قال من المفصل احتراز امما اذا قطع من نصف الساعد ومن نصف الساق اذ لایمکن حفظ المماثلة (۲) وان کانت ید الکبیر مقطوع کید الرجل وعکسه الاصح ان الرجل اذا قطعت من المفصل یجب القصاص وفی عکسه یجب القصاص لان قصة الاصح لانه لایمکن فیها حفظ المماثلة والاذن (۳) والعین اذا ضربت فذهب ضوءها وهی قائمة فیجعل علی وجهه قطن ورطب ویقابل عینه بمرآة محماة (۴) ولو قلعت لا الی القلع لایمکن رعایة المماثلة وکل شجة یرجی فیها المماثلة کالموضحة وهی ان یظهر العظم ولافرق فی عظم الاقی الذی یقلع ان قلعت وثبرد ان کسرت (۵) ولایس رجل وامرأة وبین حر وعبد وبین ذکر وانثی فی الطرف هذا عندنا وعند الشافعی یجب القصاص الاذا قطع الحر طرف العبد عمدا لاقصاص علیه ایضا وانما لایجری القصاص عندنا لان الاطراف یسلک بها مسلک الاموال فیحکم المماثلة بالتفاوت فی القیمة والاثی قطع ید من نصف الساعد وجائفة برئت علی الحائفة اذا برئت لایجری فیها القصاص لانه الم فیها نادر فالظاهر ان الناس ینتهی الی الهلاک اما اذا لم تبرء فان کانت سرایة یجب القصاص وان لم تسر بعد لایفضی الی ان یظهر الحذق من الجرأة السرایة (۶) واللسان والذکر لان یقطع الحشفة هذا عندنا لان الانقباض والانبساط یجری فیهما فلاتراعی المماثلة وعن ابی یوسف ان کان القطع من الاصل یقتص

باب قصاص مادون النفس کے بیان میں

(۱) قصاص مادون النفس کا محل

قصاص مادون النفس ان جگہ ہے جہاں عادت مماثلت کی ہوسکے تو قاتل نے دانستہ کلائی سے ہاتھ کاٹا تو اسی سے قصاص لیا جائے گا کلائی سے ہاتھ کاٹنا اس لئے جائز ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ مماثلت حاصل ہوسکے اور صحیح قصاص ثابتی وظنوں میں قصاص لیا جاتا ہے کلائی اور جوڑ سے پنڈلی کاٹنا اس لئے جائز نہیں کہ مماثلت حاصل نہ ہوگی اس واسطے کہ یہاں دفع مماثلت ممکن نہیں ہے اور نہ اصل حاصل ہوسکے۔ جب ضرور پورے کا ٹنا جائے تو قصاص لیا جاوے گا اور جوڑ ہی کاٹا تو اس میں قصاص نہ ہوگا کیونکہ محل ہے کہ قاطع کی بڑی زیادہ کاٹ جاوے جس سے کہ اس کو قصاص زیادہ دینا پڑے خلاف عمد کے۔

قصاص میں عضو کے چھوٹے بڑے کا (۲) اعتبار نہیں

آدمی چھوٹے کا ہاتھ کاٹ دے بڑے مقطوع کے ہاتھ سے تو اسی کا حکم ہے یاؤں میں ہے اور یہی حق ہے۔

فائدہ: ناک میں ہاتھ کے نیچے جس قدر گوشت نرم ہے اس کو ترمہ کہتے ہیں کہلاتا ہے اور عربی میں اس کو مارن کہتے ہیں تو مارن میں قصاص ہے اور ہاتھ میں نہیں ہے اس واسطے کہ اس حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذا فی الاصل۔

(۳) آنکھ کی نظر کا قصاص

اور اسی طرح اس آنکھ میں جس کی روشنی ضعیف سے جاتی رہی ہو اسے آنکھ قائم ہو تو اس سے قصاص کی یہ شکل ہے کہ ضارب کے دیدہ پر تیز روشنی ڈالی جائے اور اس کی آنکھ مقابل میں کھلی رکھی جائے۔

فائدہ: یہ علم غلبۂ ظن کے طریق میں ملی مرتضیٰ کی تبیین سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقع ہونے کی بنا پر ابو یوسف نے صاف میں حکم بن عیینہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے کان پر مارا اور اس کی سماعت جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ کی معلومات تھی تو اس نے فرمایا کہ اس کی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آواز کا کیا گیا اور اس کی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اس کی سماعت جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی

(۴) حلقہ میں سے آنکھ نکالنا

اور آنکھ حلقہ میں سے نکالی جائے تو اس کا قصاص نہیں۔

فائدہ: صاحب جواہر نے مساوات کے لیے قصاص ہونا یہ اس شکل میں جس میں مماثلت ہو سکتی ہے لیکن جراحت موصوف میں اس مساوات کا تحقق نہیں ہے جس کی بنا پر قصاص ساقط ہو کر دیت واجب ہو جاتی ہے۔

مرتضیٰ: قصاص ساقط ہونے میں مساوات کے (اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے والعین بالعین الآیۃ) تو دلالت کی ہے اس پر کہ اس نے نکالا ہے آنکھ اس نے جس کی آنکھ نکالی ہے اور اس نے تو زیادہ کیا ہے تو اس کا قصاص ساقط ہو جائے گا۔

(۵) مرد و عورت، غلام و آزاد، دو غلاموں میں اور نصف ساعد کاٹنے اور جائفہ میں قصاص نہیں ہے

اور نہیں ہے قصاص میں دو شخص دو عورتوں میں عورت اور مرد کے درمیان اور آزاد اور غلام میں اور اس آدمی میں جو نصف ساعد سے کاٹا جائے اور اس میں جو پورا ساعد کاٹے۔

فائدہ: یہ کہ دو عورتیں ہے جو اندرونیت کے پہنچ گیا ہے کسی طرف سے یا تیر یا پتھر کی طرف سے اس میں قصاص نہیں جب اچھا ہو جاوے۔ اس لیے کہ تحقق اس جراحت سے نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اگر جراحت سے قصاص لیوے یہ بہتے کا تو دو مرد ہوں گے پس جب یہ نہ ہوا تو تحقق کا اچھا ہونا اور سرایت کرنا اور جراحت مرتبہ تک قصاص لیا جاوے گا جو زخم سے بیٹھ قائم کیا جاوے گا اور جو نہیں مر تو انتظار کیا جاوے گا اس کی صحت و موت کا کوئی حاصل۔

(۶) زبان اور ذکر میں قصاص

اور نہیں قصاص ہے زبان میں اور ذکر میں جب کاٹ لیا ہو۔

فائدہ: یہ اس واسطے ہے کہ ایک ہے اس نے کہ اختیاص و انتساب ان دونوں میں جاری ہے جس سے عبرت حاصل ہو سکتی ہے اور ان دونوں کا ہونا موقوف ہے جراحت پر۔ جو قطع کرنے سے ہوتا ہے قصاص ہو جانے کا کوئی حاصل۔

(ب) وطرف تصلم والذي سواء وفي المنجلي عنه انكامت بالقاطع ثلاثة او بقصعة بالصبع او الشجة لاتتوعب مابين قرني المناج وتتوعب مابين قرني المنشوج اي شج رجل رجلاً موضحة حتى وجب القصاص والشج طولها مقدر شبر مثلاً وراس المنشوج صغير فتتوعب الشجة مابين قرنيه وراس الشج عظيم لاتتوعب الشجة وهي شرماس

قرنه فالثنين الذى لحق المشجوج اكثر مما يلحق الشاج فالمشجوج بالخيار ان شاء اقتص وان شاء اخذ الارش ويسقط القود بعفو القاتل وبعفو الاولياء ويصالحهم على مال قل اوجل ويجب حالا اى لم يذكر الحلول والتاجيل يجب حالا ولا يكون كالدية موجلا ويصلح احدهم ويعفو ولمن بقى حصته من الدية اى لمن بقى من الورثة فان القصاص والدية حق جميع الورثة عندنا خلافا لمالك والشافعيؒ فى الزوجين فان صالح بالف وكان سهم عبادهم فرقتا فالقصاص على دمهما نصف اى ان كان القاتل حرا وعندا قام الحر وموالى العبد رجلان يصالح من دمهما على الف فعفا فالالف على الحر والمولى نصفان ويقتل جميع فردوبالعكس اكتفاء ان حضروا لهم اى يقتل فرد بجمع ويكتفى بقتله ولاشئ لاولبائهم غيرذلك خلافا للشافعيؒ فان عنده يقتل للاول ويجب للباقين العال وان لم يامر الاول قتل جميعا لهم ولسم الديات بينهم وليل يقرع فيقتل لمن خرجت قرعته وان حضرواحد قتل له وسقط حق البقية اى ان حضرولى واحد قتل له وسقط حق الباقين عندنا ولا يقطع يدان بيد وان امر اسكينا على يدفقطعت وضمنا ديتها هذا عندنا وعندالشافعيؒ اذاامر رجلان سكينا وامره على يداخرتقطع يدهما اعتبارابالنفس ولنا ان الانقطاع وقع باعتماد هما والمحل متحز فيضاف الى كل واحد البعض بخلاف النفس فان زهوق الروح غير متحز وان قطع رجل يمينى رجلين قطعها يمينه وديةيده بدفان حضراحدهما وقطع فللآخر الدية هذا عندنا سواء قطعهما على التعاقب اومعا وعندالشافعيؒ فى التعاقب يقطع بالاول وفى القران يقرع ويقاد عندهم بقود هذا عندنا لانه غير متمهم فيه لانه مضر به ولانه مبقى على اصل الحرية فى حق المجروعندزفرؒ لايصح اقراره كما فى المال لعلاقاته حق المولى ومن وجلا عمدا فخذالمهم الى احرفما تابقض للاول وعلى عاقلته الدية للثانى لان الاول عمدا والثانى خطاء

(۷) قصاص مادون النفس کے دیگر احکام

اور ذمی اور مسلمان کے اعضاء برابر ہیں اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا ایک انگلی اس کی کم ہو یا سر اس کا جدا ہو کہ اس کے تمام سر پر نہ پہنچے اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیاں سالم ہیں اور سر اس کا چھوٹا ہے کہ تمام سر کو پہنچا ہے تو مجروح کو اختیار ہے خواہ جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور

ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کی عفو سے اور ان کی مصالحت کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر قصاص کی بیعادی یا نقد ہونے کی تصریح نہ ہوئی ہو اور مثل دیت کے موجل نہ ہوگا اور جو ایک وارث بھی معاف کر دے گا یا صلح کرے گا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہو جاوے گا اور باقی وارثوں کو حصہ دیت ملے گا اگر ایک آزاد اور غلام نے مل کر ایک شخص کو مار

فلا بعد اس کے اس شخص آزاد نے اور اس غلام کے مولیٰ نے ایک شخص کو لکھ دیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دے اور اس نے صلح کرا دی تو مولے کو اور اس شخص آزاد کو دونوں کو پانچ پانچ سو روپیہ دینا ہوں گے اور چند آدمی قتل کیے جاویں گے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیوں کے اور شرکی کے نزدیک اول کے بدلے قتل کیا جاوے گا اور واجب ہو گا مال دیت باقی مقتولوں کے لئے اور جو اولیاء مقتول معلوم نہ ہوں تو سب کے عوض قتل کیا جاوے گا اور تقسیم کی جاوے گی دیت سب کو اور بعض نے کہا ہے کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جس کے نام قرعہ نکلے اس کے بدلے قتل کیا جاوے تو اگر ان مقتولوں کے وارثوں میں سے ایک مقتول کے وارث نے کر قصاص لے لیا تو باقی مقتولوں کے ورثا کو اب کچھ نہ ملے گا اگر دو شخصوں نے قتل کر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اس طرح پر کہ ایک چھری دونوں نے کر اس کے ہاتھ پر چلا دی تو اس کے عوض میں دن دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاویں گے بلکہ دیت ان دونوں سے دلائی جاوے گی اور امام شافعی کے نزدیک دونوں کے ہاتھ کاٹے جاویں گے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصوں کے داہنے ہاتھ کاٹے تو ان دونوں کو پہنچتا ہے کہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹیں اور ایک ہاتھ کی دیت لے کر آدھوں آدھ بانٹ لیں اگر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوں اور جو پہلے ایک حاضر ہو تو اس کے ہاتھ کے عوض میں قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اس کو دیت ملے گی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اس کو قتل کریں گے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصداً تو وہ تیر اس مرد کو لگ کے پار نکل کے دوسرے کو لگ گیا اور دونوں مر گئے تو اولیاء اس شخص کے بدلے میں قصاص لیں جاوے گا کیونکہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے کے بدلے میں دیت آوے گی اس لئے کہ وہ قتل خطا ہے ہر چند کہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا۔ ملخص)

(۸) ومن قطع يدرجل ثم قتله اقتص بهما في عمدين ومختلفين براء بينهما اولا وعطائين بينهما براء كانت دية ان لم يبراء بين هذين هذه لمعانية مسائل لان القطع اما عمد او خطأ ثم القتل كذلك صار اربعة ثم اما ان يكون بينهما براء اولا يكون صار ثمانية فان كان كل واحد منهما عمدا فان كان برء بينهما بالقطع ثم بالقتل وان لم يبرأ فكذا عند ابي حنيفة لان القطع ثم القتل هو المثل صورة ومعنى وعندهما بقتل ولا يقطع فدخل جزاء القطع في جزاء القتل وسيحقق هذا في اصول الفقه في الاداء والقضاء وانكان كل منهما خطاء فان كان برء بينهما اخذ منهما اي بحب دية القطع والقتل وان لم يبرأ بينهما كفت دية القتل لان دية القطع انما يجب عند استحكام اثر الفعل هو ان يعلم عدم السراية والفرق بين هذه الصورة وبين عمدين لان بينهما ان الدية مثل غير محقق فالاعمال عدم وجوبها بخلاف القصاص فانه مثل معقول وان قطع عمدا ثم قتل خطأ سواء برأ بينهما اولم يبرء اخذ بالقطع والقطع اي يقتص للقطع وتوخذ دية النفس وان قطع خطأ ثم قتل عمدا سواء برأ بينهما اولا توخذ الدية للقطع ويقتص للقتل لاختلاف الحنايتين لان احدهما عمد والاخر خطأ (۹) كما في ضرب مائة سوط برأمن تسعين ومات من عشرة فانه يكتفي بدية واحدة لانه لما برأ

من نصفين لم يبق معتبرة الاقي حق التعزير وكذا كل جراحة انه مات ولم يبق لها اثر على اصل ابي حنيفة وعن ابي يوسف في مثله حكومة عدل وعن محمد جراحة الطبيب وتجب حكومة عدل في مائة سوط جراحته وبقي اثرها سياتي في كتاب الديات تفسير حكومة العدل

(۸) کسی کا ہاتھ کاٹا اور پھر اسے مار دیا

زید نے عمر کا ہاتھ کاٹا پھر اس کو مار ڈالا تو اس کی آٹھ صورتیں ہیں اس واسطے کہ قتل یا عمداً ہوگا یا خطأً اسی طرح قتل یا عمداً ہوگا ہے پھر چاروں صورتوں میں عمر بچ گیا تندرست ہوا ہے یا نہیں تو اگر دونوں فعل عمداً کئے جن اثر بچ گیا عمر اچھا ہو گیا تو قصاص دونوں فعلوں کا زید سے لیا جائے گا یعنی پہلے قطع ید پھر قتل یا اور اگر صحت یابی عمر حاصل نہیں ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا کہ قطع تو جزائے قطع قتل کی جزا میں داخل ہو جائے گی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو عمر درمیان میں صحت ہوگئی ہو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت آٹھ کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی ہو فقط قتل کی دیت ہوگی اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی یا نہ ہوئی ہو ہاتھ کاٹا جانے کا اور دیت نفس کی دیت ہوگی اور قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہو یا نہ ہوئی ہو قتل کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جائے گا۔

(۹) کسی کو تو نے کوڑے مارے پھر اس کے بعد دس مارے

زید نے عمر کو کوڑے مارے اس طرح کہ پہلے تو نے مارے اس سے وہ چنگا ہو گیا بعد وہاں مارے اسی سے مر گیا تو ایک کی دیت لازم آئے گی۔

فائدہ: اس واسطے کہ وہ جب چنگا ہو گیا تو نے کوڑے جو مارے ان کا مارنا معتبر نہ رہا کہ تو نے کی تن میں اثر معتبر ہے اور اسی طرح نیم معتبر ہے قصاص میں جو ایک وہ زخم جو عمر کو لگا اور اس کا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس کے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور زخموں کا ٹانکنا واجب ہوگا کذا فی الاصل۔

جتنا اور جو پہلے تو نے کوڑے مارے اس سے وہ زخمی ہو گیا اور اس کا نشان باقی رہا بعد اس کے دس کوڑے مارے اس سے مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونوں واجب ہوں گے یا انتخاب امام اور صاحبین کے نزدیک امر اختیار اور حکومت عدل کا بیان شاء اللہ تعالیٰ کتاب الدیات میں آئے گا۔

(۱۰) ومن قطع يد رجل فعفا عن القطع فمات منه ضمن فاعفه عنه عند ابي حنيفة وقالا لايجب شئ لان العفو عن القطع عفو عن موجبه وهو القطع ان له يسر والقتل ان سرع له ولابي حنيفة ان عفوه عن القطع فاسد من عالم انه كان قتلا لا قطعا وانما لايجب القصاص لشبهة العفو

(۱۱) ولو عفا عن الجناية او عن القطع وما يحدث منه فهو عفو عن النفس والخطأ من الثلث عامله والعمد من كله اى اذا كانت الجناية خطأ رقد عفا عنها فهو عفو عن الدية فيعتبر من الثلث لان الدية مال فحق الورثة يتعلق بها فالعفو رصية فيصح من الثلث وما تعمد فموجبه

القود وهو ليس بمال فلم يتعلق به حق الورثة فيصح العفو عنه على الكمال فإن قلت القود كما يجب بطلب الورثة تجب بطلب المورث أيضا فينبغي أن لا يصح عفو المقتول قلت السبب انعقد في حقه فيختار ورثته كيفية وجوب القود وكذا لو جنى على أم ولد المولى فمات فعفا المولى عن الجناية فإن الحكم المذكور في قطعت امرأة يد رجل فحكم عليها بدية ثم ماتت يجب مهر مثلها ودية يده في مالها إن تعمدت وعلى عاقلتها إن أخطأت ثم إن قطعت امرأة يد رجل عمدا فحكم بها عليها يجب مهر المثل وإن قطعت عضوه يجب مهر مثلها أيضا ثم دية اليد على العاقلة فلا مخالفة فيها بخلاف العمد فإن حكم عليها بالدية ما يجب مهر المثل وهي عشرة آلاف درهم فلم الحق مهر المثل وهي الحق وقع عن العاقلة مهر مثلها والباقي وصية لها فإن خرج من الثلث سقط ولا يسقط ثلث المال أبدا يجب مهر المثل في العمد لأن هذا تزوج على القصاص وهو لا يصلح مهرا فيجب مهر المثل ولا شيء عليها بسبب القتل لأن وجوب القصاص وقد سقطه وإن كان خطأ وقع عن العاقلة مهر مثلها لأن هذا تزوج على الدية وهي تصلح مهرا فإن كان مهر المثل مساويا للدية والمال له سعي هذا فلا شيء على العاقلة لأن الزوج من الجوائح لا ضمانة فيها فيعتبر من جميع المال وإن كان مهر المثل أكثر لا يجب الزيادة لأنها رضيت بأقل من مهر المثل وإن كان مهر المثل أقل فالزيادة وصية للعاقلة وتصح لأنها تصير مقتولة وتعتبر من الثلث فإن خرج من الثلث سقطت والاسقط مقدار ثلث المال وهذا الفرق بين الخروج على الدية وبين الخروج على الجناية على قول أبي حنيفة وما عندهما فالحكم في الخروج على ما ذكرنا في هذه المسألة وهي الخروج على الجناية فإن مات المقتص له قطع قبل المقتص منه أي من قطع يده فالمقتص له من أولياء ثم مات عاد يعتبر المقتص منه وعند بعض مشايخنا يسقط لأنه لما أقدم على القطع فقد رضي بسقوط القصاص إلى أحد وورثته قلنا سيقيام القطع لا يوجب سقوط القود كمن له القود إذا قطع يد من عليه القود وصمم ثم مات المقتص من قطع قود فلورثي ان من له القصاص في الطرف قاموا فله عندي أن النفس بقسمي دية النفس عند أبي حنيفة لأن حقه في القطع وقد قتل وعندهما لا يضمن شيئا لأنه استوفى حقه وهو القطع ولا يمكنه إلحاق الفسخ بوصف السلامة لما فيه من سد باب القصاص ولا خيار في السراية ليس في وسعه وإن أبى من قطع يد من له عليه قود يضمن فعفا عنه أي القطع ولي القتيل بالقاتل ثم مات القتيل ضمن دية اليد عند أبي حنيفة لأنه استوفى غير حقه لكن لا يجب القصاص للشبهة وعندهما لا يضمن شيئا لأنه استحق إتلاف النفس بجميع أجزائه فأتلف البعض فإذا فاتلفه فلو عفا ورثاء هذا البعض فلا يضمن شيئ

(۱۰) کسی کا عضو کاٹا گیا اور اس نے معاف کر دیا پھر وہ اسی زخم سے مر گیا

ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اس نے معاف کر دیا پھر اس قطع کے سبب سے دوسرا سرایۃ تالع کو دیت دینا پڑے گی۔

فائدہ:۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اس لئے کہ عضو قطع سے عضو اس کے موجب سے اور وہ قطع ہے اور سرایت نہ کرے اور قتل ہے اگر سرایت کرے امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اس لئے کہ قصد من بسبب شیٔ عفو کے ساقط ہو گیا کذا فی الاصل۔

(۱۱) جنایت و قطع معاف کرنا

اور جو اس نے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہوا تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر قتل خطاء ہے تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمد ہے تو کل مال سے یہی حکم ہے سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس نے اس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے میں پھر وہ مر گیا تو مرد پر اس عورت کا ہر مثل واجب ہے عورت کے ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں سے دی جاوے گی اگر اس نے حمام تھا کاٹا اور اس کے عاقلہ پر ہے اگر خطاء سے کاٹا اور جو قاتل ہے اس سے ہاتھ پر اور جو اس سے پیدا ہو جنایت پر پھر مر گیا تو عمد میں ہر مثل ہے اور کچھ عورت پر لازم نہ ہوگا بسبب قتل کے اور خطا میں عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہو کر باقی ان کے لئے بطور وصیت کے سمجھا جاوے گا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے عوض میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاوے گا اور جو عمرو مر گیا تو زید کو دیت نفس کی دینا ہوگی۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچا اس کے اختیار میں نہیں ہے اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کے لئے ضرب سنتا کرے اور وہ مر جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے البتہ اگر حد معروف سے زیادہ مارے گا اور لڑکا ہلاک ہو جاوے گا تو اس کو تاوان دینا ہو گا دیت عاقلہ پر۔ اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اس کو دیت دینا پڑے گی ہاتھ کی۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ نہ دینا پڑے گی۔

باب الشهادة فی القتل واعتبار حالته

(۱) القود یثبت ببداء ة الورثة لانا نا علم ان القصاص یثبت للورثة ابتداء عند ابی حنیفة رحمه الله یثبت بعد الموت والمیت لیس باهلالان یملک شیئا لانه لیس له حاجة کالمال مثلاً فطریق تبوته الخلافة وعندهما طریق لبوته الوراثة والفرق بینهما ان الوراثة تستدعی سبق ملک المورث ثم الانتقال منه الی الوارث والخلافة لاتستدعی ذلک فالمراد بالخلافة ههنا ان یقوم شخص مقام غیره فی اقامة فعله فعلی القتل اذا اعتدی القاتل علی المقتول فالحق ان یعتدی المقتول بمثل ما اعتدی علیه لکنه عاجز عن اقامته فالورثة قاموا مقامه من غیر ان المقتول ملکه

لم انتقل حق الورثة لم الذي هذا الاصل فرع عليه قوله فلا يصير احدهم خصما عن البقية على ان كل واحد يملكه الورثة بطريق الورثة فاحدهم خصم عن الباقين اى قائم مقام الباقين في الخصومة حتى ان المدعى احد الورثة ميناص التركة على احد الورثة بينة يثبت حق الجميع فلا يحتاج باقون الى تحديد الدعوى وكذا المدعى احد المورثة شهاص التركة واقام البينة عليه يثبت على الجميع حتى لا يحتاج المدعى الى ان يدعى على كل واحد وما يملكه الورثة لا بطريق الورثة لا يصير احدهم خصما عن الباقين فرع على هذا قوله (م) فلو اقام صحة بقتل ابيه عامدا عدوه فحضر بعيدها اى فلو اقام احد الورثة بينة واحد غائب ان فلانا قتل اباه عمدا بريد القصاص ثم حضر احد يحتاج الى اعادة اقامه البينة عند ابي حنيفة خلافا لهما وهي الخطاء والصبي لانه اذا كان القتل خطاء لا يحتاج الى اعادة البينة لان موجبه المال وطريق ثبوته الميراث وفي الصبي اذا اقام احد الورثة البينة ان لابيه على فلان كذا فحضر اخوه لا يحتاج الى اقامة البينة

باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار میں

(۱) وارثوں کے لئے استیفائے قصاص

استیفائے قصاص وارثوں کے لئے ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی ورثہ مقتول کے لئے حق حاصل ہوتا ہے اس بات کا کہ قاتل سے قصاص لیں اور یہ حق ثابت ہوتا ہے وارثوں کے لئے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ہے اس کا حق ہے اس کو یہ حق بھی حاصل ہے اور ورثہ کے سے محروم ہے وہ اس حق سے بھی محروم ہے مثلاً مقتول کا بیٹا کافر ہو اور باپ مسلمان ہو تو باپ وارث ہوگا اور بیٹا وارث نہ ہوگا اسی طرح باپ سے دادا، بھائی بھتیجے، چچا اور چچا کے بیٹے وغیرہ اور بیٹی سے نواسی

(م) فلو حضر القاتل عمدا بعض الغائب والحاضر خصم وسقط القود في الحال كان لبعض الورثة غائبا والبعض حاضر اقام القاتل البينة على الحاضر ان الغائب قد عفا فالحاضر خصم لانه يدعي على الحاضر سقوط حقه في القصاص والبينة على فعل غيره حجة ولكن لو قتل عبدين رجلين احدهما عبد الغائب اى عبد مشترك بين رجلين احدهما غائب فقتل عمدا فادعى القاتل على الحاضر ان للغائب قد عفا فالحاضر خصم وسقط عنه القود لما ذكرنا في شهود الزنا القود على احدهما بطلت وهي اى الشهادة على عفو منهما دون صدقهما القاتل واحد فكل منهم ثلث

عزیز ہوتی ہیں یا نہیں۔

نوٹ: اتنا ہے کہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے نہیں ہوتا۔

(۲) مقتول کے دوسرے بھائی کیسے اعادۂ شہادت

پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے ان میں سے ایک حاضر اور موجود تھا اس نے گواہوں سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا ہے دوسرا بھائی آیا تو گواہوں کی گواہی کا اعادہ ضرور ہے۔ (امام صاحب کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے) اور قاتل خطا ہو دوسرے یا عورتیں ان کا دوسرے بھائی کو اعادۂ شہادت کی شہادت کا بالاتفاق ضرورت نہیں ہے۔

الدية وان كذبهما فلاشئ لهما وللاخر ثلث الدية وان صدقهما الاخ فقط فله ثلث الدية هكذا ذكر في الهداية وفيه نوع نظر لانه ان اريد بالشهادة حقيقتها فهي لاتكون بدون الدعوى والمدعي هو القاتل فكيف يكون تكذيب القاتل من اقسام هذه المسئلة وان اريد بالشهادة مجرد الاخبار لايصح الحكم بالبطلان مطلقا اذاهو محصور بما اذا كذبهما ومن الاقسام ماذا صدقهما الاخ وحينئذ لابطل الاخبار باحدى الاقسام لربعة ولم يذكر الاالثلثة فالحق ان يقال ان اخبر ولياالقود بعفو احدهما فهو كعفو القصاص منهما فان صدقهما القاتل والاخ فلاشئ له ولهما ثلثا الدية وان كذباهما فلاشئ للمخبرين ولاحدهما ثلث الدية وان صدقهما القاتل وحده فلكل منهم ثلث الدية وان صدقهما الاخ فقط فله ثلث الدية اما الاول وهو تصديقهما فظاهر واما الثاني وهو تكذيبهما فلان اخبار هما بعفو الاخ اقرار بان لاحق لهما في القصاص فلا قصاص لهما ولا مال لتكذيب القاتل والاخ ثم للاخ ثلث الدية لان حق المخبرين لما سقط في القصاص سقط حق الاخ لعدم تجزية وانتقل الى المال فالم يثبت عفوه لان الاخبار المخبرين بعفوه لم يصح لانهما يجران به نفعا وهو انتقال حقهما الى المال واما الثالث وهو تصديق القاتل فقط فان للاخ ثلث الدية لما ذكرنا وكذا الكل من المخبر بتصديق القاتل فقط لان حقهما انتقل الى المال واما الرابع وهو بتصديق الاخ فقط فهو الاستحسان والقياس ان لايكون على القاتل شئ لان مالاقاه المخبرون على القاتل لم يثبت لانكاره وما قرره القاتل للاخ بطل بتكذيب وجه الاستحسان ان القاتل بتكذيبه المخبرين اقر ان لاخيهما ثلث الدية لزعمه ان القصاص سقط بدعواهما العفو على الاخ وانقلب نصيب الاخ حالا والاخ لما صدق المخبرين في العفو فقد زعم ان نصيبهما انقلب حالا فصار مقرا لهما بما هو الواجب القاتل ووجها ماذكر في الهداية

(۳) وارث غائب کے عفو کی شہادت

پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ پیش کیے تو وارث حاضر اس کا خصم ہو جائے گا اور قصاص ساقط ہو گا یہی حکم ہے اگر غلام مشترک قتل کیا جائے اور ایک شریک غائب ہو جائے پس اگر قصاص کے دو وارثوں نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو عبادت باطل ہو گی لیکن یہ شہادت ان دونوں کی طرف سے عفو قصاص ہو گی تو اگر قاتل نے ان دو وارثوں کی تصدیق کی تو انہیں دو وارثوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملے گا اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو ان دو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملے گا اور جو ان کی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اس کو تہائی حصہ دیت دے گا۔

فائدہ: لیکن یہ تیسرا حصہ ان دونوں وارثوں کو دیا جائے گا استحساناً اور قیاساً ایک چوتھی صورت ہے اس کو صنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہے کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونوں نے تصدیق کی ان دونوں وارثوں کی تو اس صورت میں تیسرے وارث کو کچھ نہ ملے گا اور ان دونوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملے گا اور اصل کتاب میں اس کے دلائل تفصیل مذکور ہیں۔

(۳) وان اختلف شاهدا القتل في زمانه او مكانه او آلته او قال شاهد قتله بعصا وقال الآخر بحجر الة قتله ثبت وان شهد ابقتله وقالا جهلنا آلته تجب الدية القياس ان لا يجب شيء لان حكم القتل يختلف باختلاف الآلة ووجه الاستحسان انهم شهدوا بمطلق القتل والمطلق ليس بمجمل فيثبت اقل من موجبه وهو الدية وتجب في ماله لانه الاصل في القتل العمد فلا يتحمله العاقلة (۵) وان اقر كل من اثنين بقتل زيد وقال الولي قتلتماه انه قتلهما ولو قامت بينة بقتل زيد عمرو او اخرى بقتل بكر اياه وادعى الولي قتلهما معا لان في الناس تكذيب المشهود له الشاهد في بعض ما شهد له وهذا يبطل شهادة لان التكذيب تفسق وهو الاول تكذيب المقر له المقر في بعض ما اقر به وهو انفراده في القتل وهذا لا يبطل الاقرار (۶) والعبرة لحالة الرمي لا للوصول فيجب الدية على من رمى مسلما فارتد فوصل هذا عند ابي حنيفة وعندهما لا يجب شيء اذ الارتداد سقط تقومه فصار مريا للمرامي عن موجبه كما اذا برء بعد الجرح قبل الموت له ان المرمي اليه حالة الرمي مقوم والقيمة لصيد عبد رمى اليه فاعتقه فوصل هذا عند ابي حنيفة وابي يوسف وقال محمد فضل ما بين قيمته مرميا اي غير مرمي والجوائز على محرم رمى صيد الحل فوصل لا على حلال رماه فاحرم فوصل ولا يضمن من رمى مقطعا عليه مرجم فرجع شاهده فوصل وحل صيد رماه مسلم فتحصن محرما فاتله فوصل لا مار ماه محرما في فاتسلم فوصل لان المحترم حالة الرمي.

(۴) گواہان قتل کا زمان یا مکان یا آلہ میں اختلاف

اگر دو شاہد اختلاف کیا قتل کے گواہوں نے زمان قتل میں یا مکان قتل میں یا آلہ قتل میں یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کس چیز سے مارا (یا ایک نے گواہی دی معائنہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر دو بار) تو ان سب صورتوں میں شہادت ثابت ہو جاوے گی اور جو شاہدوں نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہم کو معلوم نہیں تو دیت واجب ہوگی۔

فائدہ۔ اور قیاس یہ ہے کہ کچھ واجب نہ ہو اس لئے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہے باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہیں ہے تو ثابت ہوگا قتل موجب اس کا اور وہ دیت ہے اور واجب ہوگی دیت مال میں قاتل کے اس لئے کہ اصل قتل میں عمد ہے اور عاقلہ نہیں برداشت کرتے ہیں عمد کو کذا فی الاصل۔

(۵) ایک مقتول کے قتل پر دو کا اقرار یا گواہی سے ثبوت

اگر قتل مقتول کا دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونوں نے اس کو مارا ہے تو دونوں قتل کئے جاویں گے اور جو ایک شہادت گزری کہ زید کو عمرو نے مارا ہے اور دوسری شہادت یہ گزری کہ زید کو خالد نے مارا ہے، اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونوں نے مارا

ہے تو دونوں شہادتیں لغو ہو جاویں گی۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ دوں کا قول تکذیب اور تفسیق ہے شہود کی یا متبرع اور مبطل شہادت ہے۔

(۶) وجوب وعدم وجوب دیت میں حالت تیر انداز کا اعتبار

اور اعتبار وجوب وعدم وجوب دیت وغیرہ میں حالت تیر اندازی کی ہے نہ تیر لگنے کے وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا عبد مسلمان کو اور وہ قتل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر کا اور قیمت غلام کی مولیٰ کو جب تیر مارا غلام کے دو قتل تیر لگنے کے آزاد ہو گیا اور جس محرم پر جس نے تیر مارا حالت احرام میں اور وہ قتل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہوگی جزا اس حلال پر جس نے تیر مارا بعد اس کے محرم ہو گیا قتل تیر لگنے کے اور نہیں ضمان دے گا وہ شخص جس نے تیر مارا اس کو جس کے شکار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گورا اور رحم کے قتل تیر پہنچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاویں یا وہ حلال ہے وہ شکار کہ تیر مارا اس کو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قتل تیر پہنچنے کے نہ وہ شکار جس کو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قتل تیر لگنے کے۔

کتاب الدیات

(۱) الدیۃ من الذھب الف دینار ومن الورق عشرۃ الاف درھم (۲) ومن الابل مائۃ وھذہ ھی شبہ العمد رباع من بنت مخاض وبنت لبون وحقۃ وجذعۃ وھی المغلظۃ (۳) وفی الخطاء اخماس منھا ومن ابن مخاض الدیۃ عند ابی حنیفۃؒ لاتکون الامن ھذہ الاموال الثلثۃ وقالا منھا ومن القر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفاشاۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان لان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جعل علی اھل کل مال منھا وله ان ھذہ الاشیاء مجھولۃ فلایصح بھا التقدیر ولم یرد فیھا اثر مشھور بخلاف الابل وعند الشافعیؒ من الورق الف عشر الف درھم ثم الدیۃ المغلظۃ عند ابی حنیفۃ وابی یوسفؒ خمس وعشرون بنت مخاض وھی التی تمت علیھا حول وخمس وعشرون بنت لبون وھی التی تمت علیھا حولان وخمس وعشرون حقۃ وھی التی تمت علیھا ثلث سنین وخمس وعشرون جذعۃ وھی التی تمت علیھا اربع سنین وعند محمد والشافعیؒ ثلثون حقۃ وثلثون جذعۃ واربعون لبونۃ کلھا خلفات فی بطونھا اولادھا والنبیۃ التی تمت علیھا خمس سنین والخلفۃ التی فی بطنھا ولد مضت علیه ستۃ اشھر والخلیط مختلف فیه بین الصحابۃ عنھم ونحن اخذنا بقول ابن مسعودؓ ودیۃ الخطاء عشرون ابن مخاض وھو ذکرت علیه حول ومن الاصناف الاربعۃ المذکورۃ عشرون عشرون وعند الشافعیؒ عشرون ابن لبون مکان ابن مخاض (۴) وکفارتھا عتق مؤمن فان عجز عنه صام شھرین ولا اطعام فیھا لانه لم یرد النص وصح رضیع احدابویه مسلم لانه یکون مؤمنا بالتبعیۃ لالاجنبی (۵) وللمرأۃ نصف مالرجل فی دیۃ النفس

وعددوبها هذا عندنا وعندالشافعي مادون الثلث لاينصف (۲) وللذمي كالمسلم هذا عندنا وعندالشافعي دية اليهودي والنصراني اربعة آلاف درهم ودية المجوسي ثمان مائة درهم وعندمالك دية اليهود والنصراني نصف دية المسلم ودية المسلم عنده اثنا عشر الف درهم (۷) وفي النفس والامة والذكر والخنثى والعقل (۹) واللسم والخرق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق او اذاه، اكثر الحروف (۱۰) ولحية حلقت فلم تنبت وشعر الراس الدية اي الدية الكاملة وعندمالك والشافعي يجب في اللحية وشعر الراس حكومة العدل

(۱) دیت کی مقدار

مقدار دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہیں اور چاندی سے اس ہزار درہم اور اونٹ سے سو اونٹ۔

فائدہ: اس واسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے میں دیت سو اونٹ کی ہے اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعی سے کہ کہا شافعی نے کہا محمد بن الحسن نے پہنچا ہم کو حضرت عمر سے کہ انہوں نے مقرر کیا سونے والوں پر دیت کو ایک ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درہم کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہم کو ثوری نے صفیر وصی سے انہوں نے ابراہیم سے کہا کہ کتنی دیت پہلے لوگوں سے پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو تیس درہم کے کر دی وزن سے تو ہو جاتا ہے بارہ ہزار درہم ہو گئے اور وزن سے دس ہزار درہم ہوئے اور روایت کی محمد بن الحسن نے قال ابو حنيفة عن الهيثم عن عامر الشعبي عن ابي عبيدة السلماني عن عمر من الخطاب قال على اهل الورق من الدية عشرة آلاف درهم وعلى اهل الذهب الف دينار الحديث یعنی کہا عمر بن الخطاب نے کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درہم ہیں اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار ہیں اور شافعی کے نزدیک بارہ ہزار درہم ہیں اس واسطے کہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درہم روایت کیا اس کو چار دں عالموں نے اور جواب اس حدیث سے بند وجہ ہے ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہے تر یب دیا اس کے رسل کو نسائی نے اور ابو حاتم نے اور حدیث عمر جو شافعی کے نزدیک قابل احتجاج نہیں دوسری یہ کہ مراد ان درہم سے وہی درہم ہیں جن کا وزن وزان ستہ تھا یعنی دس درہم چھ مثقال کے برابر تھے بدلیل اس کے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہیں ہوئی تھی تو کبھی آپ نے بارہ ہزار درہم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے اور کبھی آٹھ ہزار درہم جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص میں ہے اخراج کیا ان کا ابوداؤد نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس میں صرف حکایت ہے ایک واقعے کی اور قرائن اس پر دلالت نہیں ہیں بغیر رسم شارع کے نہیں ہو سکتی اور کبھی یہ حضرات صحابہ کرام سے تواتر ساتھ اس کے اتنی مقدار ہے اعلم۔

(۲) قتل شبہ عمد کی دیت

(۳) قتل خطا کی دیت

(۴) قتل خطاء شبہ عمد کا کفارہ

(۵) عورت کی دیت

(۶) ذمی کی دیت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کئے اور ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اس نے کتابی کو چار ہزار درہم دیت کے روایت کیا اس کو عبدالرزاق نے اور اس میں ذکر نجوی کا نہیں ہے اور روایت کی شافعی نے پھر بیہقی نے منصور بن المعتمر سے انہوں نے ثابت بن الحداد سے انہوں نے ابن المسیب سے کہ عمر بن خطاب نے فیصلہ کیا دیت میں یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درہم کا اور نجوی میں آٹھ سو درہم کا دلیل امام مالک کی حدیث ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ فرمایا حضرت نے دیت کافر کی نصف ہے دیت مسلمان کی اور ایک روایت میں ہے کہ دیت ذمیوں کی نصف ہے دیت حر اسلام کی روایت کیا اس کو خمسہ اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا وان کان من قوم بینکم و بینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ و تحریر رقبۃ مومنۃ کیونکہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ دیت اس کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور حدیث ابوہریرہ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہے روایت کیا اس کو امام اعظم نے مسند میں زہری سے انہوں نے سعید بن المسیب سے انہوں نے ابوہریرہ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہے اور روایت کی طبرانی نے معجم اوسط میں ابن عمر سے باسناد حسن کی دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے کہا صاحب تیسیر نے کہ سند اس حدیث کی حسن ہے اور اسی سے اخذ کیا ابوحنیفہ نے اور جماعت علماء نے اور روایت کی داؤد نے مراسیل میں سند صحیح سے ابن المسیب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اس کے عہد میں ہزار دینار ہیں اور نقل کیا ابن عبدالبر نے تمہید میں پہلی سند سے بہت سے آثار ایسے جو موافق ہے ان میں سے ہیں ابن المسیب کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی بخاری نے سعید بن المسیب سے مثل روایت ابوداؤد کے پس یہ روایت ابن المسیب معارض ہے اس روایت ابن المسیب سے جس سے تمسک کیا شافعی نے باوجود اس کے کہ روایت شافعی موقوف ہے اور یہ مرفوع ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کئی آثار اس باب میں ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور ہری اور یعقوب بن عتبہ اور سماعیل اور صالح اور عطاء اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن مسعود سے کہ کیا انہوں نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی عبدالرزاق اور نجوی اور ہری کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور کہا کہ نہیں ایسا حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے عہد میں یہاں تک کہ ریاست ہوئی معاویہ کی سو انہوں نے یہ کیا کہ دیت کا نصف دیت اصل میں رکھا اور دیت مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمر سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمان میں سو حضرت عثمان نے نہیں قتل کیا اس مسلمان کو لیکن دیت اس پر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے بات حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکم سے کہ مرد ابن سہول یہودی قتل کیا گیا شام میں تو حضرت عمر نے دیت اس کی ہزار دینار مقرر کی لیکن شارح مسند امام نے کہا کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہے سوا ابن منقذ کے اور وہ ثقہ ہے روایت کی اس سے حاکم نے مستدرک میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور روایت

کی عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ابن ابی ملیکہ سے کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مدینہ کی دو لڑکیوں کو قتل کیا اس میں حضرت عمرؓ نے دو ہزار درہم کا دیت کے تہائی پر دلالت کرتا ہے اور ثلثی کی ثابت ہونا اس سے ہوا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت میں چار ہزار درہم کا تفاوت کے ساتھ کیا ہے کسی دیتوں سے ایک دیت اس دیت سے جو ہم نے بیان کیا کہ اس روایت کے خلاف صحیح ہوا اور دوسری وہ جو ذکر کیا مالکؒ اور ابن معین نے کہ ابن ابی شیبہ نے کہا ہے تیسری ثابت الخداد مجہول ہے نہیں پہچانا جاتا اور اسی واسطے ہیثمی نے اپنے مختصر میں اور نووی نے ثابت الخداد ذکر کیا اس کو حافظ ابن حجر نے تقریب میں کہ وہ ثابت بنانی ہے ہو ثقہ فی کانت اس کی بہ لقد ۔ الخداد ہے مشہور ہے ابن کثیر نے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا ہے تو ضعیف کہا اس کو بسبب سلت وہم کے بیہقی ابن ابی شیبہ سے اس کے خلاف اخراج کیا ہے داؤد نے اور عجلانی نے اور مراسیل ابن ابی شیبہ کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہیں کہا احمد بن حنبل نے اور ابن جریر طبری نے تہذیب میں کہ نہیں خلاف ہے اس سر میں کہ اقارب قتل مسلمان اور ذمی میں یکساں ہے نہیں دیت بھی برابر ہونی چاہئے اور رد کیا اس شخص پر جس نے واجب کیا ہے کہ دیت سے بڑھ جائے مقاصہ ثانی ثلثین الف لما مر۔

(۷) ناک ذکر اور حشفہ کاٹنے کی دیت

اور قطع کیا ہے ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے میں پوری دیت ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بے شک مارنے میں جان کے دیت ہے اور ناک میں جب پوری کٹے پوری دیت ہے اور ذکر میں پوری دیت ہے اور ذکر میں پوری دیت ہے اور ابوداؤد نے مراسیل میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اسحاق نے اس کی صحت میں۔

(۸) عقل زائل کرنے کی دیت

اور جو کہ عقل زائل کرنے کو مضروب کی عقل اس سے جاتی رہے تو خاص پوری دیت ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ جب فوت ہو جائے منفعت ادراک کے اور یہی مدار تفاوت ہے جراحت اور جراحت میں بدلیہ

(۹) قوت شامہ وغیرہ زائل کرنے کی دیت

اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہے تب بھی پوری دیت لازم ہوگی۔

فائدہ۔ اس لئے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی ہے طریق اعرابی سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانہ میں حضرت عمرؓ کے خطا سے تو مضروب کی آنکھ اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو تہائی قریب ہوسکتا تھا عورتوں کے تو حکم کیا حضرت عمرؓ نے اس میں چودہ سو اونٹ کا جو کہ یہ تخمینا ہے اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جس منفعت کی باطل فوت ہو جاوے یا جمال و حسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی۔

(۱۰) زبان کاٹنے کی دیت

اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا اس قدر کہ گویائی اس سے جاتی رہی یا اکثر حروف ناقابل موقوف ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ زبان میں پوری دیت ہے۔

(۱۱) کما فی اثنین منها فی السن ثنان وفی احدهما نصفها (۱۲) وکما فی اشفار العینین وفی احدها ربعها (۱۳) فی کل سبع بعد رجل عشرها (۱۴) وفی کل مفصل من اصبع فیها مفاصل ثلث عشرها او مفاصلہ مفصلان نصف عشرها (۱۵) کما فی کل سن فان فیها نصف العشر لہ کان عدد الاسنان اثنین وثلاثین فینبغی ان یجب فی کل سن ربع سبع الدیۃ فما الحکمۃ فی وجوب نصف العشر فیحتاج بناء ان عدد الاسنان وان کان اثنین وثلاثین فالاربعۃ الاخیرۃ وهی انیاب الطعن قد لا تنبت لبعض الناس وقد نبت لبعض الناس بعضها ولبعض کلها فالعدد المتوسط للاسنان ثلاثون ثم الاسنان منفعتان الثنیۃ والمضغ فاذا سقط بن یبطل منفعتها بالکلیۃ ونصف منفعۃ الناب التی تقاتلها وهو منفعۃ المضغ وان کان النصف الآخر وهو الطرف حادۃ واذا کان العدد المتوسط ثلثین فمنفعۃ السن الواحدۃ ثلث العشر ونصف المنفعۃ سدس العشر ومجموعهما نصف العشر والله اعلم بالحقیقۃ (۱۶) وکل عضو ذهب نفعه بضرب فیه دیۃ کید شلت وعین عمیت (۱۷) ولا قود فی الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا لانه لا یمکن حفظ المماثلۃ فی غیر الموضحۃ وفیها یمکن وهذا عند ابی حنیفۃ وقال محمد القصاص فیما قبل الموضحۃ بان یسیر غورها بمسبار ثم یتخذ حدیدۃ بقدر ذلک ویفضخ بها مقدار ما قطع وهی ما یوضح العظم ای یظهره وفیها خطاء نصف عشر الدیۃ وفی الهاشمۃ عشرها وهی التی تکسر العظم وفی المنقلۃ عشرها ونصف عشرها وهی التی تحول العظم بعد الکسر وفی الآمۃ (۱۸) والجائفۃ ثلثها الآمۃ التی تنصب الی ام الدماغ وهی الجلدۃ التی فیها الدماغ والجائفۃ الجراحۃ التی وصلت ای الجوف وفی جائفۃ ثلثت ثلثاها لانها بمنزلۃ الجائفتین

(۱۱) داڑھی اور سر کے بال مونڈ ڈالنے کی دیت

گر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نکل یا سر کے بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نکل آئے تو پوری دیت واجب ہوگی (امام مالک اور شافعی کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوتی کہ اتنی لاؤں)

(۱۲) اعضاء مکررہ کی دیت

جو اعضو انسان کے بدن میں دو دو ہیں (جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور پاؤں اور ہونٹ اور نتھنے وغیرہ) اور دونوں کو تلف کر دیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر ایک تلف کرے تو نصف دیت واجب ہوگی۔

نر دھ۔ مثلاً اگر دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب ہوگی حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے اور دونوں چھاتیوں میں پوری دیت ہے اور ایک آنکھ میں اور ایک پیر میں نصف دیت ہے نذکی شرح الوقایۃ۔

(۱۳) پلکوں کی دیت

پلکوں میں اگر چاروں تلف کر دیوے تو پوری دیت ہے اور اگر ایک تلف ہوئے تو ربع دیت (اس سے کہ پلکیں چار ہیں جاب)۔

(۱۴) انگلیوں کی دیت

اور ہر ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دس اں

حصہ دیت کا ہے۔

فائدہ۔ اس لئے کہ انگلیاں بھی دس ہیں اور حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہو وہ ہے پاؤں کی دس اونٹ ہیں اور دیت کی ترغیب اور ابن عباسؓ نے اس عباس سے مرفوعاً نقل اس کے۔

(۱۵) انگلیوں کے جوڑوں کی دیت

اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں ہر اس کے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا مثلث ہے۔ اور جس میں دو جوڑ ہیں اس کے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا نصف ہے (اس واسطے کہ انگلی کی دیت جوڑوں پر تقسیم کر دی گئی ہے بدیہ)

(۱۶) دانت کی دیت

جیسے ہر دو دانت میں پانچواں حصہ دیت کا ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور روایت کی بنا پر اونٹ اونٹنی اشعری سے مثل اس کے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو تیس ہیں پھر ہر دانت میں پانچویں حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہے بلکہ چاہئے تھا کہ تیسواں حصہ لازم آتا جواب اس کا یہ ہے کہ دانتوں کا عدد اگرچہ تیس ہے لیکن انیسویں چار دانت یعنی عقل کی داڑھیں تو بعض آدمیوں کے نہیں نکلتیں اور بعض آدمیوں میں چار ہیں ہوتی ہیں اور بعضوں میں کم تو عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے اوپر کے جو ہیں آپس میں برابر ہیں تو بعضوں کی ایک دوسرے چوپائے میں جب ایک دانت ٹوٹ گیا تو اس کی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی دودھ بھی نہ دیتی اور چوپایا بھی گیا اور اس کے پاس والے دانت کی ایک منفعت ٹوٹی چوپائے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسواں حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اس کی نصف دیت کا ساتھواں حصہ ہوا اور تیسوں اور ساتھواں حصہ ملا کر پینتیسواں حصہ ہوا اس لئے ایک دانت کے تلف کرنے میں پینتیسواں حصہ واجب ہوا اللہ اعلم کذا قالہ الاصل شاہدوں اللہ صاحب محدث دہلوی نے بلوغ المرام میں جو اس کی یہ بیان کی ہے کہ دانت کبھی کبھی تیس ہوتے ہیں کبھی چھبیس ہوتے ہیں اور ایک کی نسبت تیسرے ان اعداد کی طرف مشکل تھی مخرج تھی طرف غور و خوض کے حساب میں تو مشہور کلام شارح نے ہیں کو اور واجب کیا ہر دانت میں نصف عشر دیت واللہ اعلم۔

(۱۷) عضو کا نفع زائل کرنے کی دیت

جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اس میں دیت اس عضو کی واجب ہوتی مثلاً آنکھ مثل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے۔

(۱۸) سر اور چہرہ کے زخموں کی دیت

اور سر اور چہرے کے زخموں میں قصاص نہیں ہے مگر جراحت موضحہ میں جب عمداً کسی نے (موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذا فی الاصل) اور جو جراحت موضحہ خطا سے ہووے تو اس میں پینتیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور باشمہ میں (یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے) چھواں حصہ دیت کا ہے اور منقلہ میں (یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کر دیوے) دسواں حصہ اور نصف دسویں حصہ کا یعنی پندرواں حصہ دیت کا واجب ہے اور دامغہ میں (یعنی جو زخم پیچھے کے کھال تک پہنچ جاوے)

(١٠) والمارنة والدامغة والمأمومة والباضعة والملاحمة والسمحاق حكومة العدل اي ما يحرص الحاد اي يخدشه وما يظهر الدم ولا يسيله كالدمع من العين وما يسيل الدم وما يقطع الجلد اي يقطعه وما يأخذ في اللحم وما يصل الى السمحاق اي جلدة رقيقة بين اللحم وعظم الرأس ثم فسر حكومة العدل بقوله فيقوم عبدا بلا هذه الآثار ثم معها فقدر التفاوت بين القيمتين من الدية هو هي هو يرجع الى قدر التفاوت وهي ترجع الى حكومة العدل فيفرض ان هذا الحر عبد وقيمته بلا هذه الآثار الف درهم ومع هذه الآثار تسعمائة درهم فالتفاوت بينهما مائة درهم وهو عشر الالف فيؤخذ هذا التفاوت من الدية وهي عشرة آلاف درهم فعشرها الف درهم فهو حكومة العدل وبه يفتي. احتراز عما قال الكرخي انه ينظر مقدار هذه الشجة من الموضحة فيجب بقدر ذلك من نصف العشر الدية (٣٠) وفي كل اصابع يلاكف ومعها نصف الدية سواء قطعها مع الكف او بدونه فان الكف تابع لها ومع نصف الا ما عدا نصف الدية وحكومته عدل فان الذراع ليست تجارفي رواية عن ابي يوسف ان ما زاد على اصابع اليد والرجل الى المنكب والفخذ فهو تبع لان الشرع قدر في اليد الواحدة نصف الدية واليد اسم لهذا الجارحة الى المنكب وفي كف فيها اصبع عشرها وان كانت اصبعان فخمسها ولا شيء في الكف هذا عند ابي حنيفة وقالا ينظر الى ارش الكف والاصبع فيكون عليه الاكثر وبه جرى القليل في الكثير وان كانت ثلاثة اصابع يجب ارش الاصابع ولا شيء في الكف بالاجماع لان للاكثر حكم الكل فاستتبعت الكف وفي اصبع زائدة وسن سنخ وذكره وثدي ولم يعلم الصحة بمائل على نفره وتحرك ذكره وكلاهما حكومة عدل هذا عندنا وعند الشافعي يجب دية كاملة لان الفائت الصحة اما ان علم صحة تلك الاعضاء فالواجب الدية الكاملة اذ فات بها ارش موضحة ذهبت عقله او شم رائحته ففي الدية وفي ذهب سمعه او بصره او نطقه لاحدا عندنا وعند زفر لا يدخل في ذهاب العقل والشعر الحاجب لان كل واحد جناية على حدة قلنا الرأس محل العقل وتشعر الجنايات كلها على الرأس فيدخل بعض الدية في الكل والرأس ليس محل السمع والبصر فالجناية عليهما لا تستتبع الموضحة ولا تدخل ذهب عينه بل الدية فيهما اي في الموضحة والعين الدية وهذا عند ابي حنيفة وعندهما وعند زفر يقتص في الاول وفي الثاني ايضا في اصبع قطع مفصله الاعلى فشل باقي بل دية المفصل والحكومة فيما بقي ولا كسر نصف سن اسود باقيها بل كل دية السن ويجب الارش على من افتضها ثم مات اي ست سن من قاد فعلم انه قاد بغير حق ركن واحتال حتى حولا ثم بقتل وثبا كان بغير حق ينبغي ان يجب القصاص لكن سقط للشبهة فيجب الارش ورفعها فرد الى مكانها وبت عليه البحر اي يجب الارش على من قلع سن غيره فردا

صاحب النفس سواء ابی مکانها شئ علیها اللحم والعظم لان ثبات للحم لاعتبار له لان الفروق لاتعود لان قطعت قطعت اخری فانه لایجب الارش علی القاطع عند ابی حنیفة لان الجنایة انعدمت معنی کمالوقطع من حی فمات اخری لایجب الارش علی القاطع ملاجماع وعندهما یجب الارش لان الجنایة قد تحققت و للحادث بعده مستند فاشبه ما لو انتفخت نسحة او جرح بمضروب ولم یبق له اثر ثم مات بسقط الارش عند ابی حنیفة لزوال النفس الموجب وعند ابی یوسف وعلیه ارش الالم وهو مقدوة العدل فیقول بطریق الانسان یکم یخرج نفسه مثل هذه الجراحة فان بعض الناس یخرج بنفسه ویحلف علی ذلک ضنا وعند محمد ذهب احوة النفس ولعن القضاء (۳۱) ولا یقاد بجرح الاالعمد بوجه عند وعند الشافعی یقتص فی الحال کما فی القصاص فی النفس

(۱۹) جائفہ کی دیت

اور جائفہ میں (یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہنچے خواہ پشت کی طرف سے یا پشت کی طرف سے یا پہلو کی طرف سے یا گردن کی طرف سے یا اور طرف سے) ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اس میں دو ثلث دیت کے ہیں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ صدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ آمہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں پار ہونا ہے اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں اور اس میں ذکر پانچ کا نہیں ہے اور روایت کی بحرالرائق نے منقلہ میں زیادہ ہیں ثابت ہے کہ پانچ میں اور موضحہ کے ہے تہائی تقریب

(۲۰) جارحہ دامعہ وغیرہ کی دیت

اور جارحہ (یعنی کوئی چاقو اس سے نہ نکل سکا چھل جاوے) اور دامعہ (یعنی جو خون کو ظاہر نہ ہونے دے بلکہ بہاوے مثل زلسوے) اور داسیہ (جو خون کو بہاوے) اور باضعہ (یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے) اور متلاحمہ (یعنی جو گوشت میں پہنچ جاوے) اور لحاق میں (یعنی جو شحاق تک پہنچ جاوے شحاق وہ پردہ کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے) حکومت عدل ہے یعنی مجروح کو غلام فرض کر کے یا اندازہ اس کی قیمت لگاویں کے بعد اس کے جراحت تا اس قدر تفاوت دونوں قیمتوں میں ہو گا اسی دیت سے اس پر تو دی ہے۔

فائدہ۔ یہ اخیر ۲ سے قول سے کرخی نے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے ہے پھر مقدار اس کے جیسے میں سے میں واجب ہوتی۔

(۲۱) اعضاء کی دیت سے متعلق دیگر مسائل

اور اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کو کاٹ ڈالا (یا بغیر ہتھیلی کے یا ہتھیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور بنصف دیت سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اس ہتھیلی کو کاٹا جس میں ایک ہی انگلی تھی تو اس انگلی کی دیت واجب ہوگی اور جو انگلیاں تھیں تو پانچویں حصہ دیت کا بدلہ کچھ واجب نہ ہوگا اگر کسی نے ایسے شخص کی پلک کاٹ لی کہ اس کی آنکھ یا گوشت نہ کاٹا اور نہ اس عضو کی منفعت کو ضائع کیا اور نہ اس عضو کی صحت اور حسن معلوم ہوتا تھا مثلاً آنکھ سے اس نے بینائی نہیں پہچانتا جس سے دیکھا اس کا سمجھا جاتا یا ذکر نے اس کی جنسی مذکی تھی اور زبان سے بات نہیں کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی

ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک دیت کامل واجب ہوتی اس لئے کہ غالب حصہ ہے اور جو حصہ اس اصلی معلوم ہو دیت کامل واجب ہے بالاتفاق اگر حرکت سوختہ ہے اس کی شکل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو سوختہ کی دیت اس کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی الگ نہ دیا جاوے گی اور جو ساعت یا جمادت یا بول چال اس کی جاتی رہی تو داخل نہ ہوگی اور جو سوختہ سے اس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو سوختہ اور آنکھوں کی دونوں کی دیت واجب ہوگی پس یہ ہوگا کہ بدن کا قصاص بھی جاوے اور آنکھوں کی دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہے اور قصاص نہیں اس انگلی کے بدلے میں کہ اس کے پاس کی انگلی شکستہ ہوگئی بلکہ دونوں کی دیت واجب ہوگی (یہ مذہب امام کا ہے وصاحبین اور قرعہ سے ایک کیلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل) اور قصاص نہیں اس انگلی میں جس کے اوپر کا جوڑ کا کیا سو باقی انگلی بھی شکستہ ہوگی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہوگی اور اس دانت میں جس کا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہو گیا نہیں بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص نہ پایا پھر قصاص لینے والے کے دانت ٹوٹ آیا تو اس پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اکھاڑا اس نے جا کر دوسرا دانت اس پر جم آیا تو دیت اکھیڑنے والے پر سے ساقط نہ ہوگی اور اگر دوسرا دانت اس کے بدن جم گیا تو دیت ساقط ہوگی اسی طرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا منہ کا زخم بھر گیا اور پتہ ہو گیا یا زخم جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اس طرح اچھا ہو گیا کہ اثر اس کا باقی نہ رہا (ابراہیم نخعی کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اجرت طبیب کی دوا میں دینا پڑے کی کذا فی الاصل)

(۲۲) وعمد الصبی والمجنون خطاء وعلی عاقلته الدیة ولا کفارة فیه ولا حرمان ارث (۲۳) وفی ضرب بطن مرأة فالقت جنینا تجب غرة خمسمائة درهم علی عاقلته ان لقت حیا ودیة ان حیاقصات ای تجب الدیة الکاملة ان القت حیاقصات لان موته بسبب لضرب واعلم ان غرة عندنا تجب علی عاقلة الله علیه السلام جعل الغرة علی العاقلة فی منة وایضاً هی مدی لمضمون وجه وهذا کان مقدل العضو یجب فی منه ان کان تمت الدیة او اقل نصف العشر وعند الشافعی تجب الغرة فی ثلث مین کالدیة وغزة (۲۳) ودیة الجنین میتا فصات الام (۲۵) ودیه الام فقط ان ماتت فالقت میتا لانه یمکن ان یکون موته بسبب اخیاله بعد موتها وعند الشافعی یجب الغرة ایضا ودینان (۲۶) ان ماتت فالقت حیاقصات وما یجب فی الجنین لو بقی ترک میراثه ای ان کان الصلاب او الملاعنین لایکون له شیء فهذا وجب الدلامیرات للقاتل (۲۷) وفی جنین الامة نصف عشر قیمته فی الذکر وعشر قیمته فی الانثی اعلم ان الجنین اذا کان حر تجب فیه خمسمائة درهم سواء کان ذکرا او انثی اذ لاتفاوت فی الجنین بین الذکر والانثی وهی نصف عشر من دیة الذکر وعشر من دیة الانثی فاذا کان رقیقا یجب ان تکون نصف عشر قیمته غیر تفاوت ذکورته وعشر قیمته علی تقدیر الوننه لان دیة الرقیق قیمته فما یقدر من دیة الحر یقدر من قیمته فان قلت ینزم ان یکون الواجب فی الانثی

(۲۲) وعمد الصبی والمجنون خطاء وعلی عاقلته الدیة ولا کفارة فیه ولا حرمان ارث
(۲۳) وفی ضرب بطن مرأة فالقت جنینا تجب غرة خمسمائة درهم علی عاقلته ان لقت حیا ودیة ان حیاقصات ای تجب الدیة الکاملة ان القت حیاقصات لان موته بسبب لضرب واعلم ان غرة عندنا تجب علی عاقلة الله علیه السلام جعل الغرة علی العاقلة فی منة وایضاً هی مدی لمضمون وجه وهذا کان مقدل العضو یجب فی منه ان کان تمت الدیة او اقل نصف العشر وعند الشافعی تجب الغرة فی ثلث مین کالدیة وغزة (۲۳) ودیة الجنین میتا فصات الام (۲۵) ودیه الام فقط ان ماتت فالقت میتا لانه یمکن ان یکون موته بسبب اخیاله بعد موتها وعند الشافعی یجب الغرة ایضا ودینان (۲۶) ان ماتت فالقت حیاقصات وما یجب فی الجنین لو بقی ترک میراثه ای ان کان الصلاب او الملاعنین لایکون له شیء فهذا وجب الدلامیرات للقاتل (۲۷) وفی جنین الامة نصف عشر قیمته فی الذکر وعشر قیمته فی الانثی اعلم ان الجنین اذا کان حر تجب فیه خمسمائة درهم سواء کان ذکرا او انثی اذ لاتفاوت فی الجنین بین الذکر والانثی وهی نصف عشر من دیة الذکر وعشر من دیة الانثی فاذا کان رقیقا یجب ان تکون نصف عشر قیمته غیر تفاوت ذکورته وعشر قیمته علی تقدیر الوننه لان دیة الرقیق قیمته فما یقدر من دیة الحر یقدر من قیمته فان قلت ینزم ان یکون الواجب فی الانثی

اکثر من الواجب فی الذکر فلا یلزمہ لان غیر المتعارفۃ قیمۃ العلاء واحد علیہ قیمۃ الجاریۃ بکثیر حتی ان قومت جاریۃ بالف درھم یقوم العلام الذی مثلھا فی الحسن بالفی درھم اضعف قیمۃ الحسن ان کان ذکرا لانکون اقل من قیمۃ ان کان انثی وعند ابی یوسف یجب الواجب لان الاختلاف الا بالفاحش کما فی الھدایۃ فان الضمان فی قتل الرقیق ضمان ما فی عندہ وعند الشافعی یجب عشر قیمۃ الام فی جنایۃ فاعتق سیدھا جنینھا فافتقہ فمات یجب قیمتہ حیا لادیۃ لان قیمہ بالتقرب تسابق وقد کان فی حال الرق (۲۸۱ر) ولا کفارۃ فی الجنین ھذا عندنا وعند الشافعی یجب وماسن بعض خلقہ کالید کالکامل وحسن العرۃ عاقلۃ المرأۃ اتفقا عمدا عاتمدا او بدواء اوفعل الام لا ان زوجھا ان شاء لا اعلم بھا یجب علی عاقلۃ المرأۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم تکن لھا عاقلۃ تجب فی مالھا فی سنۃ بعض

(۲۲) زخم کے قصاص کا وقت

اور نہ ہی زخم قصاص کا تب ہی جائے گا جب تک وہ تندرست نہ ہو لے۔

فائدہ۔ اس لئے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمے سے پس اس وقت قصاص واجب ہوگا جب اس کے انتظار چاہئے موت کا اور وہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے عن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جائے زخم کا جب تک اچھا نہ ہو زخمی اس کا اور شافعی کے نزدیک فی الحال قصاص لیا جائے جیسے قصاص لیا جاتا ہے جان سے پہلے

(۲۳) عمد، مجنون کا عمد خطا ہے

اور عمل ان مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے عاقلہ اس کی مانند ہے جانب ہوں اور شافعی کے نزدیک اس کے مال میں واجب ہوگی اور ہماری دلیل روایت ہے شافعی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ عمد مجنون کا خطا ہے اور خطا میں دیت ہوتا ہے اور محروم ہے وہ میراث سے (اور نہ قاتل بعد قتل کے

بچا رہ گیا تو قتل نہ ہوگا۔ فتاویٰ الدر المختار)

فصل دیت جنین کے بیان میں

(۲۳) حاملہ کے پیٹ پر ضرب لگائی اور مردہ بچہ ساقط ہوا

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ میں ضرب لگائی جو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی پانچ سو درہم دیت کا پانچ سو درہم ادا کریں گے۔

فائدہ۔ اس حدیث کی روایت کی ہے حدیث مذکور ابی ہریرہؓ سے۔ جس اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا جنین میں غرہ کا غلام یا لونڈی کا جن کی قیمت پانچ سو درہم کا ذکر کیا ہے بیہقی نے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں یہ جس اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مرد نے لفظ ہے۔ نے کیا ہے لونڈی کو پس دیا ہے اور میرا یار دل کی دیت کا اور روایت کی ہے بیہقی نے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پیٹ میں پانچ سو کا اور روایت کی ہے داؤد نے جنین میں اور اس کی قیمت ہے غرہ پانچ سو درہم

میں کفالہ شرح ولایہ۔

ایک سال کے عرصے میں۔

فائدہ۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک غرہ قاتل کے مال میں سے واجب ہوگا اور شافعی کے نزدیک تین سال میں وصول کیا جاوے گا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اوپر عاقلہ کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابوداؤد نے اور مروی ہے صحیحین میں مانند اس کے اور ہدایہ میں ہے کہ احمد بن الحسنؒ نے پہنچایا ہم کو یہ امر کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال میں۔

(۲۴) بچہ زندہ ساقط ہوا مگر پھر مر گیا یا مردہ بچہ گرا اور ماں بھی مر گئی

اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا پھر مر گیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اس کی مر گئی تو غرہ اور دیت دونوں واجب ہوں گے۔

فائدہ۔ غرہ جنین کے لئے اور دیت اس کی ماں کی روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ بدیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں تو ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مر گئی وہ اور جو اس کے پیٹ میں تھا مر گیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اس کی عاقلہ پر۔

(۲۵) ماں مر گئی اور پھر مردہ بچہ گرا

اور جو ماں مر گئی پھر بچہ مردہ اس کے پیٹ میں سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی۔

فائدہ۔ یعنی صرف دیت ماں کی اس لئے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی ضرب سے نہ ہوئی ہو بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اس کی ماں کے ہو اور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا۔

(۲۶) ماں مر گئی اور بچہ زندہ گرا پھر مر گیا

اور جو ماں مر گئی پھر بچہ اس کا زندہ پیٹ سے گر کر مر گیا تو دو دیتیں نفس کی پوری واجب ہوں گی اور جنین کی دیت سب ورثہ اس کے پاویں گے سوا ضارب کے۔

فائدہ۔ اس لئے کہ ضارب قاتل اس کا ہے اور قاتل کو میراث نہیں ملتی۔

(۲۷) لونڈی کا جنین

اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اس کی قیمت حالت حیات کی لگا کر بیسواں حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسواں حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولی نے اس کے حمل کو آزاد کر دیا بعد اس کے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مر گیا تو قیمت اس کی حالت حیات کی واجب ہوگی نہ دیت۔

فائدہ۔ اس لئے کہ موت اس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اس وقت میں وہ غلام تھا آزاد نہیں ہوا تھا۔

(۲۸) جنین کے قتل کا کفارہ

اور جنین کے قتل میں کفارہ قاتل پر نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور جو جنین ایسا ہووے کہ اس کے بعض اعضاء بن گئے ہوں تو وہ مثل پورے جنین کے ہے جس عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے تو اس کی عاقلہ پر غرہ لازم آوے گا اور

جو عورت کا عاقلہ ہو ... تو اس نے مال پر الارم آنے کا ایک سال میں اور جو خاوند کے اقارب سے یا قصد کر دیا تو تہائی واجب نہ ہوگا۔

قاعدہ ... جانا چاہیے ... کہ جس جنین نے اضطراب نہ پایا ہو ... ہوئے ہوں تو اس کے اسقاط سے عورت گنہگار نہ ہوگی اور نہ گنہگار ہوگی اور کفارہ ... ...

باب مایحدث فی الطریق

(۱) من احدث فی طریق العامة کنیفا او میزابا او جوصنا او دکانا وسعه ذلک ان لم یضر بالناس الکنیف المستراح والمیزاب مجری الماء والجوصن البرج والمیل مجری ماء یرکب فی الحائط وعن ابی یوسف فی حفرج یخرج من الحائط لیبنی علیه ولکل نقضه ای فی صورة لم یضر بالناس فالحاصل انه ان اضر بالناس لایجوز له ان یفعل وان لم یضر بهم یجوز لکن مع ذلک یکون لکل واحد نقضه لانه تصرف فی الحق المشترک فلکل نقضه کما فی الملک المشترک مع انه لم یضر (۲) وفی غیر نافذ لایسعه بالاذن الشرکاء وان لم یضر بالناس (۳) وضمن عاقلة شبه من مات بسقوطها کمالو وضع حجرا وحفر بئرا فی الطریق فخلف النفس فان الدیة علی عاقلة الواضع ان لم یاذن له الامام (۴) فان الضمان فی جمیع ماذکر باحداث شیء فی طریق العامة انما یکون اذا لم یاذن له الامام فان اذن الامام لم یوجد واقع فی سرب طریق عموغا وغما الا هذا عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف ان مات عما یجب الضمان لان الضمان سبب الوقوع والمراد بالعلم ههنا الاحتمال من حواء البئر (۵) وفی نحی حجرا وضعه اخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول انضم بفعل الثانی فالضمان علی الثانی (۶) کمن حمل شیئا فی الطریق یسقط منه علی اخر او دحل محضر اقندیلا او حصاة فی مسجد عیره او جلس فیه غیر مصل فعطب به احد یجوز سقط الحصیر او القندیل علی احد او سقط الظرف الذی فیه الحصاة علی الحد او کان جالسا غیر مصل فسقط عنه اعمی ضمن لان سقط منه رذاله لیسه او داخل هذه الاشیاء فی مسجد حیه او جلس فیه مصلیا هذا عند ابی حنیفة وعندهما لایضمن بادخال هذه الاشیاء فی المسجد سواء کان فی مسجد حیه او غیره لان القربة لایفید بشرط السلامة له ان تدبیر المسجد لاهله دون غیرهم فعمل الغیر مباح فیکون معینا بشرط السلامة وعندهما الجالس فی المسجد لایضمن سواء جلس للصلوة او غیر الصلوة فالحاصل ان الجالس للصلوة فی المسجد لایضمن عند ابی حنیفة سواء فی مسجد حیه او غیره والجالس لغیر الصلوة یضمن سواء فی مسجد حیه او غیره وفی سقوط الرداء مما لایضمن عنده محمد اذا لبس مایلبس عادة اما ان لبس مالا یلبس عادة کحوائی القندیل فیسقط علی انسان فهلک یضمن فهذا لبس بمنزلة الحمل وفی الحمل یضمن

باب راہ میں کوئی امر جدید کرنے کے بیان میں

(۱) شارع عام میں سنڈاس یا پرنالہ وغیرہ بنانا

جو شخص شارع عام میں سنڈاس یا پرنالہ یا چبوترہ یا دوکان وغیرہ بنالے یا اپنا کوئی حصہ بڑھا لے (یعنی راستہ سے تھوڑی سی جگہ گھیر لے) تو اس کو روکنے کا کسی کو اختیار نہیں کیونکہ یہ روایت کی بنا پر جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کا پرنالہ راستہ میں نکلا ہوا دیکھا تو کہا کہ اے چچا اس کو اپنے مکان میں کر لیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا راستہ میں لے جائیے۔ انہوں نے اس کو بھی نہ مانا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اپنی مرضی سے جو چاہو کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

(۲) کوچہ غیر نافذہ میں چبوترہ وغیرہ بنانا

اور کوچہ غیر نافذہ میں یا اور کسی راستہ میں جس میں آمد و رفت کا اندیشہ نہ ہو چبوترہ بنانا جائز ہے اگر چہ عام مسلمانوں کو ضرر پہنچے۔

(۳) اس قسم کے سنڈاس، چبوترہ وغیرہ کے گرنے یا کنوئیں میں گرنے سے مرنے والے کی دیت

اور اگر ایسی چیز کے گرنے سے جو راستہ سے نکلی ہوئی ہو کوئی شخص مر جائے تو اس کی دیت عاقلہ پر واجب ہے جیسے کوئی قلعہ یا دیوار یا کنواں راستہ میں کھودے اور اس میں کوئی گر کر مر جائے تو جو شخص یہ کام کرے اس کا عاقلہ اس کے ذمہ دیت ادا کرے گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے مکان میں اس کی اجازت سے کنواں کھودے اور اس میں کوئی گر کر مر جائے تو کھودنے والے پر کچھ واجب نہیں ہے۔

فائدہ: امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کفارہ بھی واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ واجب نہیں ہے۔

(۴) وہ صورتیں جن میں مرنے والے کی ضمان نہیں

اور اگر کوئی شخص کسی کے مکان سے باہر نکلے ہوئے پرنالہ کو توڑ دے اور وہ گر کر کسی پر گرے اور وہ مر جائے تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔

فائدہ: امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کچھ ضمان واجب ہے کذا فی الہدایہ۔

(۵) راستہ کے پتھر کو دوسری جگہ رکھنا

جس شخص نے راستے کے پتھر کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھا اس کے سبب سے کوئی اندھا (یا اندھیرا) تو اس نے کہا کہ میں نے تو اس لئے رکھا تھا کہ اس پر کوئی ٹھوکر کھا کر گر پڑے تو اس نے کہا کہ میں نے

ربه وترك حافظ مال الى طريق المدينة وطلب نفقته مسلم او ذمي ممن يعتق نفقته كالراعي يملك رقبته فان يملك نفقته اعتق رقبته وان الطفل او مجنون والمكاتب والعبد كالحر فلم يفرض لهم مادة تملك نفقته ممن ملاحظ به وغائلته النفس وصورة الطلب ان يقول ان عبدك هذا ابق فاعطه وصورة الاشهاد ان يقول اشهدوا اني خدمت الى هذا او حمل نفقة حافظه واعلم انه اذا قرض الكتب الطلب والاشهاد لكن الاشهاد ممن يعرفه واحد ذكر ليتمكن من اقامة عند الانكار فكان من باب الاحتياط لا [illegible] من اسقط علة فيه وقيده السندي فسقط او صب مني لا يملك نفقته كالطير الهي والسباع والسوائب وما كل الحمار وما فان مالك لم يدر حل فيه الطلب فيصح ماحظه وامره سهلا لا يرسل الى الطريق هو جد الخامس وفي طلب دابة حق النفقة فلا يكون لهما الطلاق فان مني مالك الدابة ممن يملك الطلب كما في ضياع الحجاج ونحوه مراع الحجج الخروج والخدوج من المجد الى الطريق والعبد عليها اما بجود كالكلب والسبع [illegible] حافظ من حفظه طلب نفقته من احدهم وسقط على رجل ممن العاقلة ممن طلب منه النفقة فيمن الدية ان حضر احدهم لم دافعهم بل الوصي حافظ اي ممن عاقله من طلب منه النفقة فيمن الدية لان الطلب صح في الحيس وممن عاقله حافر البئر وفي الحافظ تلقي الدابة لان الحفر والذي في الطريق معدود وهذا عند ابي حنيفة وقالا محسوب الطلب في الحافظ والحفر ربما اما في الحافظ فلان الطلب يتعلب من طلب منه مقتبر ولي تعلب عيوة لا لكن فيمن كما في عم الاسد وبهيمة الدابة وجرح الانسان وفي مسألة الحفر والدابة فلان الطلب يتعلب المالك لان يوجب الضمان ويتعلب العاقلة يوجب التضمين والله اعلم

فصل بجلی و بوار کے مسائل میں

(۷) شارع عام کی مسجد میں

بجلی و بوار کے سبب نقصان

[illegible] بوار [illegible] شارع عام کی طرف [illegible] کسی نے [illegible] ان صورت میں حق طلب ال [illegible] والوں کا ہوگا بالفرض [illegible] کسی مسلمان یا [illegible] بوار [illegible] اس بجلی سے [illegible] بوار [illegible] کسی [illegible] [illegible] کسی [illegible] [illegible] [illegible]

(۸) گھلی ہوئی دیوار بیچ دی

اور خلل اس قدر کا آ گیا تھا کہ اس سے دیوار بیچ دی اور خریدار نے اس پر بنیاد کر کے چھت ڈال دی تو اسے یہ حق نہیں کہ دیوار کو اس کی جگہ بنا دے چھت اگر نہیں ہے تو بیچنے والے کی دیوار ہی رہے گی اور خریدار کو ضرر میں ڈالنے کا۔

(۹) دیوار کے سبب نقصان کی معافی کا حق

جو شخص دیوار بیچ دے اگر کسی وجہ سے گر جائے تو اس کے ذمہ والے کو تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ خریدار کو اختیار ہے اور اس کو حاصل ہے کہ بیچنے والے کو معاف کر دے یا اختیار اور خیار کی وجہ سے بیع کو فسخ کر دے یا اس کو مہلت دے یا اس کو اپنا حق ہبہ کر دے۔ کیونکہ یہ حق خالصۃً اسی کا ہے۔ اس لئے اس کو اختیار ہے کہ اپنے حق کو ساقط کر دے یا اس کو باقی رکھے۔

باب جناية البهيمة وعليها

(۱) ضمن ما أتلفت ماوطئت ذاهدا او اصاب منه او حمله او راسها او كدمت او حملت او صدمت لا ما نفحت برجلها او ذنبها من الاضرار عن الرعي وما شابهه ممكن بخلاف الصحة تام حل والذهب هذا عندنا وعند الشافعي يضمن ما نفحت ايضاً لانه فعلها بصاحب في الكبير (۲) او عطبت انسان بعارات او بالت في الطريق سترة او وقفها لذلك في وقتها لغيره ضمن فيها ان زالت او بالت في الطريق حالة السير لا يضمن اما ذا وقفها شرعا او نزل لا يضمن ايضاً لان بعض السواب لا يخلو ذلك الا بعد الوقوف وان لم تقف لغير ذلك يضمن لانه متعد الا خوف فان اصابت منها او رجلها حصاة فرمت او اثارت حجرا او حجرا صغيرا فقفاء عنب او لم يضمنوا لا يضمن وضمن في الكبير لان الاحتراز عن الاول متعذر بخلاف الثاني (۳) وضمن السائق والقائد ما ضمنه الراكب وعليه الكفارة لا عليها ان تكاثر مكان الراكب سائق او قائد يضمن كل منهما ما يضمنه الراكب ويجب على الراكب لتقدمه لا لاعظم السائق والقائد والراكب يحرم عن الميراث لا القائد والسائق (۴) وضمن عاقلته كل ما ذرس دابة لاحد من اصطدما ماهذا عندنا وعند الشافعي يضمن

ہوئی یا کوئی نقصان کر دیا ہو یا دم دست سے یا منہ سے یا سینگ وغیرہ مارنے میں دیا ہو تو ضمان لازم ہے (اصل)

(۱۰) پانچ شخصوں کی مشترکہ دیوار

ایک دیوار پانچ آدمیوں میں مشترک تھی ایک شریک نے درخواست اس کے توڑنے کی کی کہ گر پڑنے کا ڈر ہے ایک شخص نے توڑ دی شریک سے درخواست توڑنے کی کی تھی اس نے مقدمہ پیش کیا تو صحیح ہے ۱۲ امید ہے کہ بھیجے دو شخص بیت کے لوگوں میں سے جب تین شریکوں میں سے ایک نے مقابلہ تشریک میں تو ان کھڑا کر دیا دیوار خالی اور اس کے سبب سے کوئی ہلاک ہو گیا۔

تاوان۔ دو شخص کے ذمہ ایک نصف دیت کا تاوان ہوگا دیوار والی دیوار کی اصل میں ذمہ دار ہے۔

كل نصف دية الآخر لان هلاكه بفعلين فعل نفسه وفعل صاحبه فيهدر نصفه ويضمن نصف صاحبه قلت فعل كل سفينة ملاح والمصباح في حق نفسه لايضاف اليه الهلاك وفي حق غيره يضاف (۵) وسائق دابة وقع اذاتها على رجل انسان وقائد فطار رطي بعير منه رجلا ضمن الدية وان كان معه سائق ضمنا (۶) فان فتل بعير ربط على قطار ملاعلم قائده رجلا ضمن عاقلة القائد الدية ورجعوا بها على عاقلة الرابط لان الرابط اوقعهم في هذه المعهدة الهول ينبغي ان تكون في مال الرابط لان الرابط اوقعهم في خسران المال وهذا مما لايتحمله العاقلة فلو اهملنا اذا ربط والقطار في السير لايدل على السير فلا تدل على عدم السير فالضمان على عاقلة القائد لانه لاقادبعير غيره بغير امره لاصبر بحا ولادلالة فلا يرجع بما لحقه من الضمان

باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان میں

(۱) سواری کے جانور کا کسی کو روند ڈالنا

اگر سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پاؤں یا سر سے تلف کرے یا منہ سے کاٹ کھائے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دے تو سوار پر ضمان لازم آوے گا اور جو جانور دم سے مارے تو سوار اس کا ضمان نہ دے گا۔

فائدہ: کیونکہ منہ لگنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعی کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دے گا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل۔

(۲) جانور کے لید پیشاب یا پاؤں کی ٹکر کی وغیرہ سے ہونے والا نقصان

اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اس سے کچھ تلف ہو گیا یا اس کو کھرا لگا لید یا پیشاب کے لئے تو ضمان نہ ہو گا اور جو کسی اور کام کے لئے کھڑا کرے گا تو ضامن ہو گا اسی طرح اگر جانور نے چلتے میں ہاتھ یا پاؤں سے ٹکر کی یا کھلی ڈالی یا غبارہ اڑایا یا جھوٹا پتھر اور اس کے سبب سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا پھاڑ گیا تو سوار پر ضمان نہ ہو گا اور جو بڑا پتھر اڑایا تو ضامن ہو گا۔ (اس لئے کہ بڑے پتھر کے اڑانے سے بچاؤ ممکن ہے نہ ٹکر کی اور پتھر کے اڑانے سے کذا فی الاصل)۔

(۳) ہانکنے والا اور چلانے والا

جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہے ضمان اور عدم ضمان میں یعنی ان سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آوے گا ضمان ان پر اور مولیٰ محروم ہو گا میراث سے مقتول کی نہ وہ ان کی۔

(۴) سواروں کا ایک دوسرے کے دھکے سے مرنا

اگر دو سوار آپس میں ایک دوسرے کے دھکے سے مر جاویں تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی۔

(۵) جانور کو ہانکنا یا اونٹ کی قطار کھینچنا

اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اس کا زین کسی پر گرا اور مر گیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اس میں سے ایک اونٹ نے کسی کو روند ڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار

(۷) کتے کو چھوڑنا

اگر کسی نے کتے کو کوئی چیز چھوڑ دینے کے لئے کہا تو کتے نے اس چیز کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اس نے اسے کسی جگہ جا کر پکڑ لیا یا وہ کتا اس چیز کے پاس جا کر ٹھہر گیا اور اس نے اس کو پکڑا نہیں تو اس کہنے والے پر کتے کے کسی کام کا ضمان لازم نہیں آئے گا کیونکہ کوئی چیز کو چھوڑنا اس کے ساتھ جانا کہنے والے کا کام نہیں ہے اور کتے کا کام ہے اور کتے نے اپنے اختیار سے کیا ہے۔

ناکارہ کرنا اس لئے کہ اس کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہا اور اس لئے کہ یہ ایسا کام ہے جو کتے کی فطرت میں داخل ہے۔ کیونکہ اس نے اس کو ایسا کام کرنے کا حکم دیا ہے جو کتے کی فطرت میں داخل ہے یا اس کی عادت میں داخل ہے۔

(۸) جانور کو چھیڑنے والا

اگر کسی شخص نے کسی پرندے کو یا کسی چوپائے کو چھیڑا یہاں تک کہ اس نے اپنا کھانا چھوڑ دیا یا اپنے پاؤں سے کھودنا بند کر دیا یا اپنے بچے کو دودھ پلانا چھوڑ دیا یا اپنے انڈے پر بیٹھنا چھوڑ دیا۔

تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں پر ضمان واجب ہے یعنی حکم یہ ہے کہ چھیڑنے والے پر ضمان واجب ہے کیونکہ یہ فعل کسی چوپائے کے ساتھ ایسا ہے جو اس کے ضمان کو واجب کرتا ہے اور جو شخص جانور کی چھیڑنے والے کو ہدایا کرنے والے کو ان کا ضمان دینا لازم ہے۔

(۶) قطار میں کسی نے اونٹ کا اضافہ کر دیا

اگر کسی نے اونٹوں کی قطار کے چالک سے کہا کہ اس اونٹ کو میرے لئے چلا دے تو اس نے اس کے لئے ایک اونٹ کا اضافہ کر دیا تو اس اونٹ کے تلف کی وجہ سے زید کی عاقلہ پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

اگر زید نے اونٹوں کی قطار کے چالک سے کہا کہ اس اونٹ کو میرے لئے چلا دے تو اس نے اس کے لئے ایک اونٹ کا اضافہ کر دیا تو اس اونٹ کے تلف کی وجہ سے زید کی عاقلہ پر ضمان واجب ہے۔

(۷) وعن ارسل كلبا او طير ارسله فاتبعه في طلبه ففاته او طيره فتبعه فاته او ارسل كلبه او طيره فاتبعه فاته او ارسل كلبه او طيره فاتبعه فاته او ارسل كلبه او طيره فا

(۹) بکری یا گائے بیل کی آنکھ پھوڑنا

اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھ پھوڑی تو جس قدر قیمت میں اس کی نقصان ہو آ جیا دینا ہوگا اور گائے بیل اونٹ کی اگر آنکھ پھوڑ دی تو اور قصاب کے ہوں یا اور کسی کے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی خچر ہے خچر اور گھوڑے میں۔

باب الجناية الرقيق وعليه

(۱) فان جنى عبد خطاء دفعه سيده بها اى بالجناية ويملكه وليها او فداه بارشها حالا هذا عندنا وعند الشافعي الجناية في رقبته يتبع فيها الا ان بقضي المولى الارش ولمرة الخلاف يظهر في اتباع الجاني بعد العتق فان المختبر عليه يتبع الحاني اذا عتق عند الشافعي فان فداه فحسن فهو كالاول وان فداه اذا فدى ظهر ان الاولى فصارت الاولى كان لم تكن فيجب بالغاية الدفع او الفداء فان جنى جنايتين دفعه بهما الى وليهما يقسمانه على قدر حقيهما او فداه بارشها (۲) فان وهبه او باعه او اعتقه او دبره او اصولدها اى الامة الجناية ولم يعلم بها ضمن الاقل من قيمته ومن الارش فان علم بها غرم الارش فان المولى قبل هذه التصرفات كان مختارا بين الدفع والفداء ولما لم يبق محلا للدفع بالاعلم المولى بالجناية لم يبق مختار الارش فصارت لقيمة مقام الجنس لافائدة في التخيير بين الاقل والاكثر فيجب الاقل بخلاف ما اذا علم فانه يصير مختار الارش كما لو علق عتقه بفعل زيد او رمى او شجه فمضى ثم قال ان قتلت زيدا فانت حر فقتل ثم قال ان رميت زيدا فانت حر فرمى او قال ان شججت رأسه فانت حر فشجه غرم الارش لانه يصير مختار الفداء حيث اعتقه مجي تقدير وجود الجناية كما لو قال اذا مرضت فانت طالق ثلاثا فاذا مرض يصير فارا وعند زفر لا يصير مختار الفداء الا بالجناية وقت تكلمه ولا علم بوجودها (۳) فان قطع عبد عبد حر عمدا ودفع اليه فاعتقه فسرى فالعبد صلح بها ان لم يعتقه برد على سيده فيقتل او يعفو فانه اذا اعتق دل على ان قصده تصحيح فصحيح اذ الصحة له الا ان يكون صلحا عن الجناية وما يحدث منه اما اذا لم يعتق وقد سرى تبين ان القصاص غير واجب وان الواجب هو القود فكان الصلح باطلا فيرد ويقتل للاولياء اقبلوا او اعفوا

باب لونڈی غلام کی جنایت اور ان پر جنایت کرنے کے بیان میں

(۱) جانی غلام کے مالک کیلئے دو صورتیں

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اس غلام کو حوالے کر دے جس جنایت کے بدلہ میں اور وہ جنایت اس کا مالک لے جائے گا یا دیدے اس جنایت کی بدلہ میں یعنی غلام کی طرف سے اور آسان ہے پہلی صورت یا اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اس کے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دے یا غلام

خواہ کرے اگر غلام نے دو شخصوں کی دو بہنیں کیں تو مولیٰ کو اختیار ہے خواہ ان دونوں جنایتوں کے بدلے میں غلام کو دیدے دونوں ولی جنایت کو تسلیم کر دیں دونوں اس کو مالک اپنے اپنے حق کے بقدر نصف نصف کی دیت جدا کانہ لیوے۔

(۲) جانی کو مولیٰ کا ہبہ آزاد مدبر یا ام ولد بنا دیا

پس اگر مولیٰ نے اس کو ہبہ کر دیا یا آزاد یا مدبر یا ام ولد بنا دیا اور اس کو جنایت کی خبر نہ تھی تو دیت اور قیمت غلام میں سے کسر کو

تاوان دے دیوے اور جو تم تھی تو دیت کامل دیوے جیسے مولیٰ نے اس غلام کی آزادی کو متعلق کر دیا ہے قتل یا مجروح ہونے اور اس غلام نے دونوں کا مالک ہونا تو مولیٰ کو فقط دیت دینا پڑے گی۔

(۳) غلام نے آزاد کا ہاتھ کاٹا

اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اس کو دیا گیا جس نے آزاد کر دیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مر گیا تو غلام صلح مخیر ہیں جو حق جنایت کے اور جو اس نے آزاد نہیں کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مر گیا تو غلام پھیر دیا جاوے گا مولیٰ کو۔ سو وہ کل ہوگا قصاص میں یا معاف کیا جاوے گا۔

(۴) فان حتى ماذون مديون خطا فاختاره سيده ولا علم بها غرم لرب الدين الاقل من قيمته ومن دينه ونوليها الاقل منها ومن الارش فان السيد اذا اعتق الماذون المحجور عليه لرب الدين الاقل من قيمته ومن الدين واذا اعتق العبد الجاني جناية خطاء فعليه الاقل من قيمته ومن الارش فكذا عبده لاجتماع ع اذ لايرجع احدهما الآخر لانه لولا الاعتاق يدفع الى ولي الجناية ثم يباع للدين (۵) فان ولدت ماذونه وقد بيعا معها للدين ولا يدفع معها لجنا يتها فان الدين في ذمة الامة متعلق برقبتها فيسري الى الولد وفي الجناية الدفع في ذمة المولى لافي ذمتها وانما بلاقيها اثر الفعل الحقيقي وهو الدفع والسراية في الامور الشرعية لاالحقيقية فان قتل عبد خطاء ولي حر زعم ان سيده اعتقه فلاشئ للحر عليه اي قال رجل هذا العبد قد اعتقه مولاه فقتل ذلك العبد شخصا خطاء وذلك الرجل ولي جناية فلا شئ له لانه لمافاته ان مولاه اعتقه فادعى الدية على العاقلة وبراء العبد والمولى عن موجب الجناية فان قال قتلت احاريد قتل عبدي خطاء وقال زيد بل بعده صدق الاول فانه اسندقتله الى حالة منافية للضمان فكان منكرا فالقول قوله كما اذا قال العاقل البالغ طلقت امرأتي او بعت داري وانا صبي او انا مجنون وكان جنونه معروفا فالقول قوله فان قلت ينبغي ان لايكون لقول العبد اعتبار لان معنى قول الاخ ان دية القتل على عاقلتك ومعنى قول القاتل ان الواجب على مولاي الاقل من قيمتي ومن الدية اي لو يعلم بالجناية والدية اذكان عالما بهافلااعتبار لقول العبد في حق لمولى قلت الاخ يدعي على القاتل القتل الخطأ بعد العتق ولاسبة له فالقاتل ان اقر بذلك تلزمه الدية لان ماثبت بالاقرار لايتحمله العاقلة فهو منكر ذلك بان يقول قتلته قبل العتق فيعتبر قوله في نفي قتله بعد العتق لافي امر يثبت على المولى شي لان قوله لايكون حجة على المولى فان قال

قطعت يدها قبل اعتاقها وقالت بل بعده صدقت وكذا في احد المالين مع الاخر في الجناية والغلة اعتق امة ثم قال لها قطعت يدك او احدث مثلك هذا المال قبل ما اعتقتك وقالت بل بعده فالقول قولها عند ابي حنيفة وابي يوسف وعند محمد القول قوله وهو القياس لانه بكر للضمان باسناد الفعل الى حالة معهودة منافية للضمان فالمالم يسنده الى حالة منافية له لانه يضمن لو فعل وهي مدينة على ان الاصل في هذه الامور الضمان فقد اوجب الضمان ثم ادعى البراءة عنه بخلاف ما اذا قال جامعتها قبل الاعتاق او احدثت العلة قبل الاعتاق فان تلك الحالة منافية للضمان سبب الجماع واحداث العلة رابضا الظاهر كونهما في حالة الرق

(۴) غلام ماذون مدیون کی جنایت

اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور مالک کو اس کا علم نہ ہو اور وہ اس کو آزاد کر دیوے تو مالک مختار ہے تاوان دیوے قیمت اور دین میں سے قیمت تو اپنوں کو اور تاوان اکثر کی قیمت اور بہت میں سے ولی جنایت کو۔

(۵) ماذونہ لونڈی کی جنایت

پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضے میں اس کے ساتھ بچہ بھی بیچا جاوے گا اور جنایت میں بچہ لونڈی کے

ساتھ تابع ہوتا ہے کذا۔

زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اس نے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو غلام سے تاوان کے سوائے اگر غلام نے کہا کہ میں نے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے تو قول غلام کا بیچ سمجھا جاوے گا۔ زید نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا جو تمکانا یا مال تیرا بیٹا کل آزادی کے اور لونڈی نے کہا کہ بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر یہاں اور لونڈی کی کمائی میں کہ اس میں قول مولیٰ کا مقبول ہوگا۔

(۶) فان امر عبد محجور او صبي عبدا بقتل رجل فقتله فالدية على عاقلة القاتل ولو حر اعلى العبد بعد عتقه لا على الصبي الامر لان المباشر هو الصبي المامور فتضمن عاقلة الصبي ولا يرجعون على العبد اذ عتق لانه وقع الصبي في هذه الورطة لكن قوله غير معتبر الحق المولى فتضمن بعد العتق ولا يرجعون على الصبي لانه قاصر فلا يؤاخذ (۷) فان كان مامور العبد مثله دفع العبد القاتل او فداه في الخطاء بلا رجوع في الحال ويجب ان يرجع بعد عتقه بما قل من قيمته ومن الفداء اي ان امر عبد محجور عبد المحجور ا بقتل ارجل فمي الخطاء دفع العبد القاتل او فداه ولا رجوع على العبد الآمر في الحال واما فان ويجب ان يرجع بعد العتق اذ لا رواية لذلك فيتعين ان يرجع بالاقل من قيمته ومن الفداء لان قيمته اذا كانت قل من الفداء فالمولى غير متضرر الى اعطاء الزيادة على القيمة فلا يدفع العبد اقول ينبغي ان لا يرجع بشيء لان الامر لم يصح والآمر لم يوقعه في هذه الورطة لكمال عقل المامور بخلاف ما اذا كان المامور صبيا وكذا في العمد اذا كان العبد القاتل صغيرا فان كبير القتص اي في

37

احدهما دفع السيد الفداء ودفع ثم رجع على العبد الامر بالقتل عن قيمته ومن الفداء ان كان العبد القاتل صغيرا فان عمد الصغير كالخطاء وان كان كبيرا يجب القصاص (۱۹) فان قتل في عمد حر في لكل واحد ولي فلهما اخذ ربع كل منهما دفع نصفه الى الاجنبي او فداه بدية وسقط حق من عفا في الدية وطلب حصة من لم يعف حتى لان يدفع نصفها والدية الواحدة فان قتل احدهما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولي العمد فدى بدية فوقى التحط وسقطها لاحد ولي العمد او دفع اليهم وقسم اثلاثا عندنا خلافا لابي حنيفة رحمه الله هذه المسألة على طريق العول فان ابى الخطاء يدعيان الكل واحد ولي العمد يدعي النصف فتصرف هذان الكل وذلك بالنصف عمله الشركة المستحقة بالنسبين و(۲۵) عند ابي حنيفة وقد اسقطه (۱) باعتبار ثلاثة (۱) باعتبار ان الخطاء ربع لولي العمد بطريق المنازعة فيسلم النصف لولي الخطاء بلا منازعة ويبقى منازعة الشريكين في النصف الآخر فيسقط فيهما يقسم (۱) باعتبار ان قتل عندهما فربيعهما عند احدهما على كله ان عبدا جنى قتل ذلك العبد قربا لهما فعفا احدهما على الكل عند ابي حنيفة وقال يدفع الذي عفا نصيبه الى الآخر او يفديه ويرجع الدية

(۶) غلام مجور یا صبی کے کہنے سے صبی نے قتل کر دیا تو

اگر غلام مجور نے یا صبی نے کسی کو کسی کے قتل کے لئے کہا اور صبی نے قتل کر دیا تو دیت قاتل کے عاقلہ پر ہوگی اور وہ قصاص قتل میں نہیں ہوگا اور جو حق کے پیش نظر ہوں گے صبی کہلائے گا۔

(۷) غلام مجور کے کہنے سے غلام مجور نے قتل کیا

اور جو غلام مجور نے غلام مجور کو حکم دیا کہ قتل کا تو قاتل نے موقع اس غلام مجور سے دیت یا غلام دیا جائے دیئے قتل نہ ہوں اور قاتل سے رجوع اب نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے اپنی قیمت اور فدیہ میں سے لے لیا اب یہ ہی قتل عمد میں غلام قاتل صغیر ہیں اور جو جنایت وہ قاتل سے قتل کریں عاقلہ پر ہوگا

(۸) غلام نے دو شخصوں کو قتل کیا

اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصوں کو قصداً مار ڈالا اور

پر مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ ایک ایک نے ان میں سے ہر ایک کو قتل کر دیا تو قاتل کے وارثوں کو چاہئے کہ مالک کو نصف غلام دے دیں اور چاہئے ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو قتل کرے اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور ان کے وارثوں میں سے ایک نے عفو کر دیا تو مالک پوری دیت دے دے قتل خطاء کے وارثوں کو اور اگر دیت قتل عمد کے اولیاء کو اس نے جنایت کی ہے دیدے تو ان میں سے ایک نے عفو کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک چوتھائی دیت ساقط کرے تین حصے خطاء کے وارثوں کو اور ایک عمد کے دیت دے دے یا دو شخصوں میں ایک غلام مشترک تھا اس نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا رضاعی بھائی بنا دیا تو صحیح ہو جائے اور صاحبین کے نزدیک ایک غلام نے دوسرے حصہ پانے والے کے دوسرے کو دے دیا تو دیت قیمت دینا ہوگی۔

فصل (٥) به العبد قيمته فان غلب على دية الحر فيمته الامة دية النفس من كل عشرة هذا عند ابي حنيفة ومحمد اظهارا لانحطاط رتبة العبد عن الحر وعند ابي يوسف والشافعي يجب قيمته بالغة ماتلغت وفي نقصت قيمته ماكانت هذا بالاجماع فان العاشر في الغصب الجانية لالادمية (١٠) وماقدرمن دية الحر فبحسبه اي فبحسب العبد فهي يده عشر قيمته اي ان كانت قيمته عشرة الاف فاكثر يجب في يده خمسة الاف اوخمسة دراهم (١١) عبدقطع يد عبدا فاعتق فسرى فيدان ورثه سيده فقط و لا لا اي ان كان وارث المعتق السيد فقط استوفى القود عند ابي حنيفة وابي يوسف وعند محمد لا لان القصاص يجب بالموت مستنداالى وقت الجرح فان اعتبر حالة الجرح فسبب تولاية الملك زال عند حالة الموت فالسبب الوراثة بالولاء فجهالة سبب الاستحقاق تمنع كجهالة المستحق ولابي حنيفة ان السبب عند تبقى من به الحق وان لم يكن الوارث السيد فقط اي في له وارث غير السيد لابقاء الاعتاق لانه ان اعتبر حالة الجرح فالمستحق السيد فقط وان اعتبر حالة الموت فذلك الوارث وهو مع السيد فجهالة المعتق لم تمنع الحكم (١٢) فان اعتق احدسيديه فنصفا فعبي احدهما فارشهما للسيد فان فضلهما رحل حطاء نحب دية حروقيمة عبدين قل كلارحل فقيمه العبدين اي قل لعبديه احد كما حرقتم ضحاتين لسيدان المراد باحدهما هذا المعين فارشهما لسيد لماعرف من البيان اظهر من وجه او انشاء من وجه وبعد الشجة يفي محلا للانشاء فاعتبر بناء فكانه اعتق وقت البيان (١٣) وفي فقاء عيني عبدفعه سيده واخذ قيمته او امسكه بلاارش القصاص اي ان شاء السيد دفع العبد الى الجاني واخذ قيمة وان شاء امسكه بلاارش القصاص وهذا عند ابي حنيفة وقالايخيربين الدفع والامساك مع اخذالقصاص وقال الشافعي صممه القيمة وامسكه الحد اعمى عينيه وقلا ثمالية معتبرة في حق الاطراف و نما يسقط في حق النفس فقط وحكم الاموال ماذكرنا كمافي الحرق الدهش وقال ابوحنيفة الجانية انكانت معتبرة فالادمية غير معتبرة فاعمل بالشبهين اوجب ماذكرنا

(٩) غلام یا لونڈی کی دیت

غلام کی دیت اس کی قیمت ہے پس اگر قیمت اس کی ازاد شخص کی دیت تک پہنچ جائے گی یا قیمت لونڈی کی دیت تک پہنچے تو ایک ہزار کی قیمت سے زیادہ نہیں لے۔

فوائد۔ امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ایک قول ابو یوسف کی ان کی شیخین اور صاحب الکافی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جہاں تک قیمت کی ہو سکے دیا جائے گی۔

ہے اور غصب میں تم نہ کہیں گے بلکہ جس قدر قیمت ہوگی دینا پڑے گی باجماع سب علماء کے

(۱۰) غلام میں دیت کا حصہ

اور شخص آزاد میں جو حصہ دیت کا جنایت میں مقرر ہے غلام میں وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاوے گا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اس کی لازم آوے گی۔

فائدہ:۔ پس اگر اس کی قیمت دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچ ہزار درہم دینا ہوں گے کذا فی الاصل۔

(۱۱) غلام کا ہاتھ قصداً کاٹا گیا

اگر غلام کا ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اس کے اس زخم سے مر گیا تو قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اگر غلام کا دارث صرف مولی ہو ورنہ نہ لیا جاوے گا۔

(۱۲) دو غلام آزادی کے بعد مجروح ہوئے

اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا پھر دونوں غلام مجروح ہوئے بعد اس کے ولی نے مقرر کیا کہ مراد میری فلاں غلام تھا تو دونوں کی دیت مولی کو ملے گی اور جو ان دونوں غلاموں کو کسی نے مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت ان دونوں کی لازم آوے گی۔

(۱۳) کسی نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں

اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو مولی کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اس سے پوری قیمت اس کی لے لوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور کچھ نقصان نہیں لے سکتا۔

فائدہ:۔ اور صاحبین کے نزدیک نقصان لے لے گا اور شافعی کے نزدیک پوری قیمت لے گا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑے گا کذا فی الاصل۔

فصل (۱۳) فان جنى عبد روام ولد ضمن السيد لاقل من القيمة ومن الارش اذلا حق لولي الجناية في اكثر من الارش ولا مع من المولى في اكثر من القيمة فان جنى اخر ك ولي الثانية ولي الاولى في قيمة دفعت اليه بقضاء القاضي في جناياته الاقيمة واحدة واتبع السيد اوالولي الاولى ان دفعت بالاقضاء هذا عند ابي حنيفة وعندهما لايتبع السيد لان الجناية الثانية لم يكن موجودة عند دفع القيمة الى ولي الاولى فقد دفع كل الواجب الى مستحقه وله ان الثانية مقارنة للاولى من وجه ولهذا يشارك ولي الاولى فان دفع الى الاول طوعا كان ضامنا بخلاف ما اذا دفع بقضاء القاضي (۱۴) ومن غصب عبدا فقطع سيده فسرى ضمن قيمته فقط فان قطعه سيده في يد الغاصب فسرى في يده اى في يد الغاصب لم يضمن فان الغاصب اذا غصب مقطوع اليد يجب رده كذلك واذا امتنع فعليه قيمته اقطع وان قطع المولى في يد الغاصب استولى عليه قضاء ستردالغير القاضي عن الضمان مع انه مات في يده (۱۵) وضمن عبدا محجور غصب مثله ان مات عنده فان المحجور مؤخذ بافعاله فان كان المغصب ظاهرا يباع فيه وان لم يكن ظاهرا بل اقر به لايباع فيه بل يؤاخذ به اذا اعتق

(۱۴) مدبر یا ام ولد کی جنایت

اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولیٰ مختار ہوگا دونوں کو دینے اور قیمت میں سے دو کو مولیٰ نے قتل عمد کے حکم سے جان دی جنایت کو دے دیا جو اس کے ہاتھ میں نے جنایت کی تو دوسری جنایت والی کی جنایت والے کا شریک ہو جائے گا اس قیمت میں جو ان دونوں کے حکم سے لی ہے اور جو تلف ہوا ہے خطا یا عمد کے حکم سے دوسری جنایت والی کی جنایت والے کو پہنچے گا دونوں کا۔

فائدہ: اگر مولیٰ نے لے لیا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کرے گا اس واسطے کہ مولیٰ پر صرف ایک قیمت واجب ہے دو کی نہیں۔

(۱۵) غلام کا ہاتھ مالک نے کاٹا پھر غاصب کے زخم سے مر گیا

مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اس کو غاصب یا ایک شخص نے دوسری سرایت سے غلام مر گیا غاصب کے پاس تو غاصب تاوان دے دیوے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولیٰ نے اس کا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا پس اس زخم کی سرایت سے غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب نہ دیوے گا تاوان سے۔

(۱۶) مجور غلام مجور غاصب کے پاس مر گیا

اگر غلام مجور نے غلام مجور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر تاوان آوے گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال میں پس اگر غصب ظاہر ہوا تو وہ اس میں بیع کیا جاوے گا اور جو غصب صرف اس کے اقرار سے ثابت ہوا تو مواخذہ ہوگا اس سے بعد آزادی کے کذا فی الاصل۔

(ع) فان جنی مدبر عمد غاصبه ثم عتق بسعایة او عکس ضمن قیمته لهما ورجع بنصفها علی الغاصب ودفع الی الاول ثم فی الاولی یرجع به علی الغاصب وفی الثانیة لا ای غصب رجل مدبرا فجنی عنده خطاء ثم رده علی المولی فجنی عنده خطاء او کان الامر بالعکس ای جنی عند المولی خطاء ثم غصبه وجنی فجنی عنده خطاء ففی الصورتین یضمن المولی قیمته لاجل الجنایتین ثم یرجع بنصفها علی الغاصب ثم یدفع هذا النصف الی ولی الجنایة الاولی دون الثانیة لان حقه فی نصف الاول والمراحم قائم فلم یجب فاذا دفع هل یرجع به علی الغاصب ام لا ففی الصورة الاولی یرجع وفی صورة العکس لا وهذا عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد نصف القیمة التی رجع به علی الغاصب لیسلم للمولی ولا یدفع الی ولی الجنایة الاولی لانه عوض ما تعلق بالجنایة الاولی فلا یدفع الیه کیلا یجتمع البدل والمبدل فی ملک شخص واحد لهما ان حق الاول فی جمیع القیمة لانه حین جنی فی حقه لانزاحمه احد وانما یفوت بالبیع باختیار مزاحمة الثانی فاذا واحد شبانا من بدی العبد فی یدالمالک فرعوا حقه فیه لیتم حقه فاذا اخذ منه یرجع به المولی علی الغاصب لانه اخذه منه بسبب کان عند الغاصب ولا یرجع به فی صورة العکس لان الجنایة الاولی کانت فی یدالمالک والقن فی الفصلین کالمدبر لکن السیدیدفع القن وقیمة المدبر ای اذا کان مقام المدبر فی

في الفصلين يدفع الكل ثم يرجع بنصف قيمته على الغاصب ويضمن للمالك عند محمد وعندهما لا يسلم له الا بدفعه الى الاول فيدفعه الى الاول ثم يرجع على الغاصب وفي بناي لامام عتب مرسي فحبس في كل مرة ضمن سيده قيمته فيصار رجع بقيمته على الغاصب ويدفع بضعها الى الاول ويرجع به على الغاصب ثم يضمن عتبه الغاصب فحبس عنده ثم رده الى المالك ثم عتبه فحبس عنده فجاء المالك فقيمة سهم بضعف لانه مع رقه وعنده بالتدبير فيجب عتبه فيه ثم يرجع المالك بقيمة على الغاصب لان الحبس كان عنده فيدفع بضعف الى الاول ويرجع به على الغاصب قيل يدفع النصف الى الاول رهنا حتى عليه وقيل هذا خلاف محمد كما في ملك المسئلة [۱] ورجع عتب مدبر اجرافيت عند فجاء ولي او حبس ثم حبس وان مات بتب فقيمة او بهتن حتة حبس مالكه المدة وليس له ان يحبس بالمغصب وهو قول زفر والشافعي لان الغصب في الحر لا يتحقق وحجة الاستحسان انه لا يحبس بالغصب بل بالامتناع بسبب يبقيه الى يمكن فيه التواصل او ايجاب [۱] (لو كسر في حبس ودفع عند فعليه [۲] قال ابن ملك هذا يدل على ان تلف عند الاداء بفعل في الحقوق يضمن وان تلف بفعل نفسه فالحق المحبوس وهو اوفع عند الحبس الاول وهو الحبس فاودعه عنده انكر عند فصدقه بالقبول وانكار ملا خيرة لا يسقط عند ابي حنيفة ومحمد ويضمن عند ابي يوسف والشافعي لانه اتلف مالا معتبر ما قبل غير لعدة معصومة فحق الحبس وقد فوته حيث رضيه في يده الغصب واما عند فعصمته لحقه وهو مفي ملك جيل الحرية في حق الغير

(۱۷) مدبر نے غاصب کے پاس جنایت کے بعد مالک کے پاس کی

[illegible] اپنے غاصب کے پاس جنایت کی [illegible] پاس آیا دوسری جنایت کی اس کے ظاہر [illegible] کی قیمت کا [illegible] [illegible] [illegible] غاصب سے لے کر [illegible] کی جنایت غاصب سے لے کر [illegible] کی جنایت [illegible] نے [illegible] [illegible] [illegible]

عاقلہ پر دیت لڑکے کی آدے گی۔

فائدہ: آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اس کے لے جانے سے کیونکہ غصب محض آزاد میں متصور نہیں ہے اور مختار میں ہے کہ یہ کا حکم بھی اس صورت میں مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اس کو اپنے مکانات کی طرف جبراً لے گیا اس کو تحقیقت اپنی ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اس کے پاس سے غائب ہو گیا تو غاصب قید رکھا جاوے گا یہاں تک کہ اس صغیر کو لاوے یا اس کی موت معلوم ہو جاوے اور شہر نے صغیر کا حشکارت ڈالا تو اگر اس کو قتل کیا تو قاتل کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ دبا تو پوری دیت اور یہ جواب ہے چیتاں کا کہ وہ اونٹ جانی ہے کہ اگر اس کی جنایت سے کوئی علیہ مر جاوے تو نصف دیت ہے اور جو زندہ رہے تو پوری دیت ہے۔

(۱۹) لڑکے نے امانت غلام کو قتل کر دیا

جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اس لڑکے نے اس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آوے گی۔

(۲۰) لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا

اور اگر لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا جیسے ایداع کے تا اس پر ضمان ہے اور جو اس کے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اس نے تلف کیا تو ضمان نہیں ہے۔

فائدہ: یہ احکام جب ہیں کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقاً تاوان نہیں ہے مختار۔

باب القسامة

(۱) ہیت بہ جرح او اثر ضرب او حبل او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او بدنہ بقرینۃ او اکثرہ او نصفہ مع رأسہ لایعلم قاتلہ وادعی ولی القتیل علی اهلها او بعضهم حلف خمسون رجلامنهم یختارهم الولی مائلہ مائتناد ولاعلمنالہ قاتلالا لولی (۲) ثم قضی علی اهلها بالدیۃ ای بدیہ ملاالف واللام یقوم مقام ضمیر یعودالی المبتدء وهو میت هذا عندنا وقال الشافعی ان کان هناک لوث ای علامۃ القتل علی واحد بعینہ او ظاهر یشهد لمدعی من عداوۃ ظاهرۃ او شهادۃ واحد عدل او جماعۃ غیر عدل وان اهل المحلۃ تحلوہ استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اهل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ سواء کان الدعوی بالعمد او بالخطاء وقال مالک یقضی بالقود ان کان الدعوی بالعمد وهو احد قولی الشافعی وان لم یکن بہ لوث فمذهبہ مثل مذهبنا الا انہ لایکرر الیمین بل یردها علی الولی وان حلفوا الدیۃ علیهم لما ان البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر فالیمین عندنا لبطلان القتل تحولہ عن الیمین الکاذبۃ فهو اقبح القصاص فاذا حلفوا حصلت البراءۃ عن القصاص وانما تجب الدیۃ لوجود القتل بین اظهرهم وانہ علیہ السلام جمع بین الدیۃ والقسامۃ فی حدیث رواہ سهل وحدیث رواہ ابن زیاد ابن مربع وکانا جمیع عمر رضی اللہ عنهم (۳) فان ادعی علی واحد من غیرهم سقط القسامۃ عنهم

(٣) وإن لم يكن فيها أي الخمسين في محلة كبيرة انتخب عليهم الباقي ان يتم ومن نكل منهم حبس حتى يحلف ولا قسامة على صبي ومجنون ومرأة وعبد ولا قسامة في مستأمنة وخرج ذمي من قسمه إذ ذكره فان الدم يخرج من هذه الاعضاء كالفعل من احد حلاف الابن والعين (٥) وعاتم حلفه كالكبير وفي وجد سقط زاد المحتار به اثر الضرب فهو كالكبير وفي قتيل وجد على دابة يسوقها رجل ضمن عاقلته دينه لا اهل المحلة وكذا لو قادها او ركبها او جلسوا عليه اي السائق والقائد والراكب

باب قسامت کے بیان میں

(۱) مقتول کے قاتل معلوم کرنے کیلئے اہل محلہ سے تفتیش

وہ مرد جس پر ترکش ضرب یا پتھر لگنے کا جو دے یا کنواں یا دیوار وغیرہ گرنے کا نشان ہے یا خون بہتا ہے اس کے کان یا آنکھ سے کسی کھنے میں پانی یا اس کا آثار یعنی یا انتخاب مدن سر کے ساتھ خالی اس کا قاتل معلوم نہیں ہے اور وہ مقتول وطن محل کا رہنے والا ہے جس اس محلہ پر یا بعض پر تو فی پچاس آدمیوں کو محلہ والوں میں سے چنا جائے اور ان سے یہ قسم لی جاوے کہ واللہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کے قاتل کو ہم جانتے ہیں۔

فائدہ: یعنی ہر ہر شخص ان میں سے اس طرح قسم کھائے کہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ میں قاتل کو جانتا ہوں اور امام شافعی کے نزدیک اگر اہل محلہ یا ورثاء مقتول ان میں سے کسی پر علامات قتل پائی جائیں یا ظاہر حال اس کا متہم ہو مثلاً مقتول سے ان کو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا بعد مدت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے تو اولیاء مقتول کو پچاس شخصوں کی جو میں کی جس ہم کہ واللہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے یہ قسم کھایا جاوے گا اور ہمارے ہر ہر ایک کے اوپر قتل

محلہ یا خطا کا اور ہم مالک نے کہا کہ حکم کیا جاوے گا تمام کا اگر وہی قتل عمد کا دعوہ ہے اور یہ بھی ایک قول ہے شافعی کا اور اکثر روایت مذہب میں ہے کہ قسامت نہ ہوگی مگر خطا میں اور یہ مذہب مکروہ ہے مگر عمل اسی پر ہے کہ دیوان کو مگر نہیں کرتے اس محلہ پر بلکہ دیت دیتے ہیں ان کو اولیاء مقتول پر پس اگر بعض اہل محلہ تو دیت نہیں دیتے ان سے اور یہ قول ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ کوئی مدعی پر ہے اور قسم منکر پر روایت کیا اس کو شافعی نے ابن عباس سے اور صحاح ستہ والوں نے غائر اس کے اور قسامت اہل محلہ پر اس سے مقدم ہوئی ہے کہ انہوں نے قتل کیا ہے تو قسم اور رجوع سے بچ کر اقرار کریں قتل کا جس واجب ہوا ہے قسامت اور وصف کریں تو قسامت سے برات ہو جاوے گی لیکن دیت واجب ہوگی ان پر اس واسطے کہ مقتول ان کے بیچ میں ہے اور جمع کیا آنحضرت نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اس کو نسائی نے اور زیادہ ہے مرسلے نے اور اسی طرح جمع کیا حضرت عمر نے کہ قاعدہ اصل

(۲) اہل محلہ قسم دیں تو دیت کا حکم دیا جائے

پس جب اہل محلہ حلف کریں تو ان پر دیت کا حکم دیا جاوے گا۔

فائدہ: اس واسطے کہ روایت ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت مقرر کی پہلوں پر جب کہ قتل کا نشان کسی پر ان میں سے مقتول پایا گیا

تھا اور روایت کی ہے سعید بن المسیبؒ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت کے اور مقرر کی ان پر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے اور شافعیؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ انہوں نے پچاس آدمیوں کو حلف دلا کر قسامت میں پس حلف دلا کر ان پر مقرر کی ان پر دیت۔

(۳) ولی کا دعویٰ باہر کے آدمی پر

تو اگر ولی نے دعویٰ کیا قتل کا اس شخص پر جو اہل محلہ میں سے نہیں ہے تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جاوے گی۔

(۴) پچاس قسمیں پوری کرنا

پس اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہوں تو مکرر ان سے قسمیں دلاوے یہاں تک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابی صحیح سے کہ عمر بن الخطابؓ نے مکرر کیں قسمیں یہاں تک کہ پوری ہو گئیں اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمیں دلائیں جب اس کا مولیٰ مارا گیا تھا پھر اس پر دیت مقرر کی اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شریح سے اور عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اس کے۔

☆ اور جو شخص اہل محلہ میں سے انکار کرے قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہاں تک کہ قسم کھاوے اور قسامت میں نہ عبد اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہ ہوں گے اور نہ ہے قسامت اور نہ دیت اس شخص میں جس پر اثر زخم کا نہیں ہے یا خون اس کے سر یا دیر یا ذکر سے نکلا ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ ان اعضاء سے خون نکلتا ہے خود بخود بھی بر خلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون ان میں سے نہیں نکلتا کذا فی الاصل۔

(۵) مقتول بچہ

اور جو بچہ پوری خلقت کا مردہ پایا گیا تو تحلم اس کا مثل بڑے کے ہے۔

(٦) وفي غابة بين قريتين عليها قتيل عمي اقربها (٧) فان وجد في دار رجل فعليه القسامة (٨) وندى عا قلتهم ان ثبت انها له بالحجة وعاقلته ورثته ان وجد في داره نفسه هذا عند ابي حنيفة فان الدار حال ظهور القتيل لورثة قالدية عليهم ما قسمهم وعندهما وهو قول لاشي فيه والحق هذا لان الدار في يده حال ظهور القتل فيجعل كانه قتل نفسه فكان هدرا وان كانت الدار للورثة فالعاقلة انما يتحملون مايجب عليهم تخفيفا لهم ولا يمكن الايجاب على الورثة للورثة والقسامة على اهل الخطة دون السكان والمشترين فان باع كلهم فعلى المشترين هذا عند ابي حنيفة ومحمد فان نصرة البقعة على اهل الخطة وعند ابي يوسف هي عليهم جميعا لان ولاية التدبير كما يكون بالملك يكون بالسكنى والمشتري واهل الخطة سواء في التدبير وقيل ابو حنيفة بنى هذا على ماشاهد بالكوفة (٩) فان وجد في دار بني قوم لمعص اكثرهي على الروس لان صاحب القليل والكثير سواء في الحفظ والتقصير (١٠) فان بعت ولم تقبض فعلى عاقلة البائع ولي البيع بخيار على عاقلة ذي اليد هذا عند ابي حنيفة وقالا ان لم يكن فيه خيار فعلى عاقلة المشتري وان كان فعلى عاقلة من تصيره سواء كان

انحصار لسابع وللمشترى في الشكك على من قبله وفي مسئلة محمد على العاقلة بين المقرين على اقربهما وفي صوق مملوك على المالك عند ابي حنيفة ومحمد وعند ابي يوسف على السكان وفي غير مملوك والمتاع والسجن والجامع للقسامة ولذية على بيت المال اما عند ابي يوسف فالقسامة على اهل السجن لانهم سكان وفي هوم المتواتر لم يقسم ولم يجلوا عن قبيل ان يكتفى بعد على اهل المحلة لان يمين الولي على القوم لانه يمين تهمة ولو حلف برية لاعمارة قريبة وماء بعيدة فهدر ومستحلف قال فقد ر عند حلف بالله ما قتلت ولا اعرف له قاتلا فان برئ يدل على عهاده بعض اهل المحلة بقتل غيرهم او احد منهم رمى جرح لي حي فقتل ففي دار ان حتى مات فالقسامة والدية على الحي وفي رجلين في بيت بلا ثالث واحد منهما قتيلا صمم الآخر حتى مات عند ابي يوسف خلافا لمحمد فانه لا يشترط عدد لاحتمال ان قتل نفسه وفي ابي يوسف ان الظاهر ان الانسان لا يقتل نفسه وفي قتيل قرية او دار اقر رجل على نفسه بقتله وصدقه عاقلتاه عند ابي حنيفة ومحمد وعند ابي يوسف القسامة على العاقلة لان القسامة على اهل الخصومة والمعاقلة ليست من اهلها والله اعلم

(۶) مقتول جانور کا ملنا

اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اس نے اس کو پکڑ لیا یا اس کو باندھ لیا یا اس کو ذبح کر ڈالا یا کھینچ لیا یا اس پر سوار ہو گیا تو اس کی دیت عاقلہ پر ہوگی اور جو شخص اس جانور کے اوپر سے گرا اور مر گیا یا جانور نے اس کو روند ڈالا تو اس کی دیت بھی عاقلہ پر ہوگی اور اگر ایک جانور پایا گیا اور دو شخص اس پر سوار ہیں یا ان میں سے ہر ایک مقتول ہے تو ان دونوں کی دیت ان کے عاقلہ پر ہوگی۔

قولہ ۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی جانور کو پکڑا ہوا دیکھا اور اس کو معلوم ہوا کہ اس جانور نے کسی شخص کو زخمی کیا ہے یا مار ڈالا ہے اور اس نے اس جانور کو چھوڑ دیا یا اس کو ذبح کر ڈالا یا اس کو کھینچ لیا یا اس پر سوار ہو گیا اور اس نے اپنے عمل سے جانور کو اپنے قابو میں کر لیا اور اس نے اپنے اس عمل سے جانور کو ضائع کر دیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی اور اگر جانور نے اس کو روند ڈالا ہو یا اس کو مار ڈالا ہو تو اس کی دیت بھی اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

(۷) کسی کے گھر میں مقتول ملنا

اور اگر مقتول کسی کے گھر میں پایا گیا اور اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور اگر دروازہ کھلا ہوا ہو تو یہ حکم نہیں ہے۔

(۸) مقتول کا اپنے ہی گھر میں ملنا

اور اگر مقتول اپنے ہی گھر میں سے مارا ہوا پایا گیا اور اس کی دیوار نے عاقلہ پر ہوں گے۔ (امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے اور صاحبین نے فرمایا ہے کہ اس کے عاقلہ پر دیت لازم نہ ہوگی) اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے تو اس نے اپنے آپ کو قتل کر ڈالا ہے تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر نہ ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے کسی کے غلام کو مار ڈالا اور غلام کے مالک نے کہا کہ میں نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے کسی کے مکاتب کو مار ڈالا اور مکاتب نے کہا کہ میں نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

فائدہ:۔ باجماع سب علماء عبارت کے اختصار۔

(۹) مقتول کا مشترک گھر میں ملنا

اگر مقتول مکان مشترک میں پایا گیا اور بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامت اور دیت شرکاء کی شمار کے موافق ہوگی۔

فائدہ:۔ حصوں کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت میں برابر ہوں گے۔

(۱۰) دیگر مختلف مقامات پر مقتول ملنے کے احکامات

اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے میں نہیں آیا تھا کہ اس میں مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے اور بیع بالخیار میں خاص کی عاقلہ پر اور کشتی میں اہل کشتی پر یعنی جو اس میں سوار ہیں (بالغ اور مسجد محلہ میں اہل محلہ پر اور دو گاؤں کے بیچ میں قریب گاؤں والوں پر اور بازار خاص میں جو کسی کی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قید خانہ اور جامع مسجد (اور جو مکان عام مسلمین سے متعلق ہووے رفقار) میں اگر مقتول ملے تو قسامت نہیں ہے اور دیت اس کی بیت المال میں سے لے لی اور جو ایک تو ہم یا ہم جنس کی گواہی گزرے کہ ایک مقتول شخص کو چھوڑ کر جدا ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہے اس واسطے کہ حفاظت محلے کی ان کے ذمے ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا تو ہم پر یا ان میں سے کسی شخص معین پر دعویٰ کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اگر مقتول جنگل میں یا آب جاری میں بہتا ہوا ملے تو خون اس کا رائیگاں ہوگا اور دیت اس کی کسی پر نہ ہوگی اگر جن لوگوں سے حلف طلب ہووے قسامت میں ان میں سے ایک نے کہا کہ مقتول کو زید نے مارا ہے تو اس سے یوں حلفہ لیا جاوے گا کہ واللہ میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو سوا زید کے اور کسی کو جانتا ہوں لیکن یہ اظہار اس کا زید پر قبول نہ کیا جاوے گا اور باطل ہے شہادت اہل محلہ کی اور لوگوں پر بابت قتل کے یا اپنے میں سے کسی پر اور جو شخص کسی محلے میں مجروح ہوا پھر وہاں سے انصرافیا آپ لیکن صاحب فراش رہ کر مر گیا تو دیت اور قسامت ان ہی محلہ والوں پر ہوگی جہاں پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان میں صرف دو ہی شخص تھے ایک ان میں سے مقتول پایا گیا تو دوسرا خاص ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسف کے نہ محمد کے اور جو مقتول کسی بہت کے گاؤں میں عاقلہ اس صورت پر قسامت مکرر کی جاویں گی اور دیت اس کی عاقلہ پر ہوگی۔

فائدہ:۔ یہ مذہب طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک قسامت نہیں عاقلہ پر ہوگی اس واسطے کہ قسامت ان لوگوں پر ہے جن سے نصرت متصور ہے اور عورت ان کی اہل نہیں ہے واللہ اعلم کذا فی الاصل۔

کتاب المعاقل

(۱) العاقلة اهل الديوان لمن هو منهم اى الجيش الذى كتب اسامیهم فى الديوان وهذا عندنا وعند الشافعى هم اهل العشيرة لانه كان كذلك على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولانسخ بعده ولكان عمر رضى الله عنه لما دون الدواوين جعل العقل على اهل الديوان ممن حضر من الصحابة رضى الله عنهم فهذا لا يكون نسخا بل يكون تقرير المعنى ان

العقل على اهل النصرة وقد كانت بالاوراع بالقرية ونحوها فصارت في عهد عمر رضي الله عنه بالديوان وكذا لو كانت بالحرف فالعاقلة على اهل الحرفة وتوخذ من عطاياهم في ثلث سنين وكذا مايجب في مال القاتل فان قتل الاب ابنه توخذ في ثلث سنين عندنا وعند الشافعي (يجب حالا فان خرجت لاكثرهم اوقل اخذ منه اوفي ان اعطيت عطاياهم ثلث سنين بعد القضاء بالدية في سنة واحدة متلاالوفي اربع سنين يوخذ في سنة واحدة اواربع سنين (۲) رحمه لنص بيس منهم ان من اهل الديوان توخذ من كل في ثلث سنين ثلثة دراهم او اربعة فقط في كل سنة درهم اوسع ثلث هو الاصح اسما قال هوالاصح لان رواية القدوري اند لايزاد الواحد على اربعة دراهم في كل سنة لكن الاصح انه لايزاد على اربعة دراهم في ثلث سنين هكذا نص محمد وعند الشافعي رحمه الله يجب على كل واحد نصف دينار وان لم يتسع الحي ضم اليه اقرب الاحياء نسبا لاقرب فالاقرب كما في العصبات والقاتل كاحدهم هذا عندنا وعند الشافعي رحمه الله لايجب على القاتل شيء (۳) ولمعتق حي سيده ويتولى انسولاء مولاه وحيه (۴) ويتحمل العاقلة مايجب بنفس القتل وقدر ارش الموضحة فصاعدا (۵) لامايجب بصلح او اقرار لم تصدقه العاقلة او عمد سقط قوده بشبهة او قتله ابنه عمدا او لابجناية عبد او عمد ومادون ارش موضحة بل الجاني.

(یہ کتاب ہے ان لوگوں کے بیان میں جن پر دیت واجب ہوتی ہے یعنی عواقل۔ کہ بیان میں جو جمع ہوتا ہے قاتل کی۔

(۱) لشکری کے عاقلہ

جو شخص لشکر میں ہے تو اس کے عاقلہ وہ لوگ ہیں جن کے نام دیوان میں مرقوم ہیں (دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور ان کا سالانہ یا ماہانہ وظیفہ لکھا جاتا ہے یعنی وہ لشکر جو اسلام کو لشکر سے عاقلہ بھی لشکری لوگ ہیں) اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعی کے نزدیک عاقلہ قاتل کے ان سے کہتے والے ہیں وہ لوگ جو ایسے ہی تھے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (روایت کی اس کو ابن ابی شیبہ نے تعلق سے عمر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصاری انصاریوں) اور نہیں ہوتا تھا بعد زمانہ حضرت

علیہ السلام کے اور جو زخمی ہوتا ہے کہ ضرب سے ہر گاہ وہ فوت مرتب کئے تو دیت اس دیوان پر مقرر کی جھر بھی۔

فائدہ۔ روایت کی اس کو ابن ابی شیبہ نے اور ابجم سے اور شعبی سے اول اس نے سلطنت عمر کی اور ابجم بن خطاب ہیں اور مقرر کی دیت اسی عطا میں تین سال میں اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف میں عمر سے کہ انہوں نے دیت مقرر کی عطاؤں میں تین سال کے اندر اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے حکم کیا دیت کا تین سال میں ہر سال میں ایک ثلث اوپر اہل دیوان کے ان کی عطاؤں میں

(۲) اور یہ نص حضرت عمر کا نہیں۔ بلکہ تقریر ہے اس معنی کو کہ دیت اوپر عاقلہ دیوان کے ہے اور مدار کار کا نے اس مختلف میں مثل قرابت کے اور ماننداس کے تو حضرت عمر کے زمانے میں حضرت دیوان سے ظہور کی اسی طرح کہ حضرت عمر

ہے اور اگر وہ دیت اس سے پہلے ہی سے دی جاتی ہے تو وہ اس سے پہلے کی دی ہوئی دیت کی طرف لوٹ جائے گی۔

فائدہ: یہ اس صورت کا حکم ہے جب مال میں اضافہ اور کمی تین سال سے کم عرصہ میں ہو جائے جیسے باپ بیٹے اور عاقل کے درمیان مشترکہ کھیتی کی پیداوار کی تقسیم کے بعد ہوا ہو۔

پھر اگر ایسا تین سال سے زیادہ عرصہ میں ہوا ہو تو اس صورت میں کمی بیشی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فائدہ: اگر ایک تہائی مال کے مطابق ہی مال میں بیشی ہو تو کل دیت اس سے زیادہ نہیں ہوگی اور اس میں تہائی دیت حاصل کی جائے گی۔

(۲) غیر لشکری کے عاقلہ

وہ شخص جو لشکر میں نہیں ہے تو اس کے عاقلہ اس کے لئے والد ہیں اور دیت ان پر تین سال میں واجب ہوگی ایک تہائی ایک سال میں ایک تہائی دوسرے سال میں اور ایک تہائی تیسرے سال میں ایک درہم یا ایک دینار یا اونٹوں کی قیمت میں سے کسی چیز کے ساتھ جس کے ساتھ دیت ادا کرنے والوں نے دیت ادا کرنے کے وقت فیصلہ کیا ہو اور اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو دیت سے کچھ واجب نہیں ہوگا اور اس میں اختلاف نہیں ہے۔

فائدہ: یہ اس صورت کا حکم ہے جب عاقل کا قتل خطاء ہو۔

(۳) آزاد غلام مولی الموالات کے عاقلہ

وہ غلام جو آزاد کرنے والے کا عاقلہ ہے وہ مولی الموالات ہے اس کا عاقلہ نہیں ہے۔

(۴) دیت کی نوعیت و مقدار

وہ عقل جو دیت ادا کرنا ہے وہ قتل خطاء میں سو اونٹ ہے (جبکہ دیت قتل خطاء کی ہو قتل شبہ عمد میں) اور وہ اس صورت میں ہے جب اونٹ قیمت کے اعتبار سے

ذکر کردہ تعداد کے برابر ہوں اور اس کی ان کی قیمت نے ادا کرنے والوں کے لئے دیت ادا کرنے کے وقت فیصلہ کیا ہو اور اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو دیت سے کچھ واجب نہیں ہوگا اور اس میں اختلاف نہیں ہے۔

فائدہ: یہ اس صورت کا حکم ہے جب عاقل کا قتل خطاء ہو۔

(۵) وہ دیت جو عاقلہ پر نہیں آتی

اور وہ دیت جو عاقلہ پر نہیں آتی ہے وہ مال ہے جب عاقل کو اس کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائے اور وہ دیت قتل عمد میں واجب ہوئی ہو جب مقتول کے اولیاء نے قصاص کے بدلے میں دیت پر صلح کر لی ہو اور جنایت سے کم جنایت میں بھی دیت واجب ہوتی ہے جس میں

كتاب الوصايا

(۱) هي ايجاب بعد الموت وندبت حال من الثلث عند غني ورثته او اسقاطهم بحضرتهم كتبرعهم بلاحدهما اى ان لم تكن الورثة اغناء ولايضرون الاغناء بحصة من الشركة فترك الوصية افضل (۲) وصحت للحمل وبه ان ولدت لاقل من مدته من وقتها اى انما تصح الوصية ان ولدت لاقل من ستة اشهر من وقت الوصية والفرق بين اقل مدة الحمل وبين اقل من مدة من الحمل دقيق الاول ستة اشهر من وقت الوصية والثاني اقل من ستة اشهر وهي والاستثناء اى انما تصح الوصية والاستثناء في وصية باعة الاحمالها فان كل مايصح الزاده بالعقد يصح استثناء من العقد فاذا صح الوصية بالخمس صح استثناء الحمل من الوصية (۳) ولمن المسلم للذمي وبحكمه عبد بالذمي لان الوصية للحربي لانجوز (۴) وبالثلث للاجنبي لافي اكثر منه (۵) ولاوارثه (۶) وقاتله مباشرة الاباجازة ورثته قوله مباشرة احتراز عن القتل بسبب كحفر البئر وعند الشافعي تجوز الوصية للقاتل وعلى هذا الخلاف اذاوصى لرجل ثم قتل الموصي (۷) ولامن صح هذا عندنا وعند الشافعي تجوز ومكاتب وان مرك وفاء (۸) وقدم الدين عليها

(یہ کتاب ہے وصیتوں کے بیان میں)

(۱) وصیت کی تعریف اور حکم

وصیت کہتے ہیں اپنی طرف کو بعد موت کے اور مستحب ہے وصیت بہائی اس سے کہ کوئی وارث نہ ہو اور غنی ہوں یا ایسی قدر اصان و بعد وصیت کے لئے اس سے غنی ہو جائیں ورنہ ترک وصیت اولیٰ ہے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہے جو اپنے تندرستی و مال پر ہو۔ روایت کیا اس کو امام احمد نے ابی ایوب انصاری سے اور جواز وصیت کا ثابت ہے کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے۔

(۲) حمل سے متعلق وصیت

حمل کے لئے وصیت کرنی مثلاً یوں کہا کہ میرا اس قدر مال اس بیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کے ساتھ وصیت کسی اور کرنی مثلاً یہ کہا کہ میری فلانی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلاں شخص کو ملے درست ہے بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو اس طرح فلانی حاملہ کی وصیت کرنا اور اس کے حمل کو مستثنیٰ کرنا درست ہے۔

فائدہ۔ مثلاً یوں کہے کہ یہ حمل فلاں کو یا حمل اس کا نہ لیا۔

(۵) ذمی کیلئے یا ذمی کی مسلمان کیلئے وصیت

مسلمان کا ذمی کے لئے وصیت کرنے یا ذمی مسلمان کے لئے وصیت درست ہے۔

فائدہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حالات میں مثل مسلمانوں کے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لایھیکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم یعنی منع کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اس بات سے کہ جن لوگوں نے تم سے قتال نہیں کیا دین میں اور تم کو نہ نکالا تمہارے شہروں سے نہیں نکالا تو تم ان کے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو ان سے۔

(۴) وصیت کی تحدید

وصیت درست ہے اجنبی کے لئے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دے دیویں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ میں نے یا رسول اللہ میں مال بہت والا ہوں اور وارث میرا سوا ایک بیٹے کے کوئی نہیں ہے تو میں صدقہ دوں دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہیں پھر کہا میں نے صدقہ دوں میں نصف مال کا فرمایا نہیں کہا میں نے تصدق کروں میں تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہے بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثوں کو غنی بہتر ہے اس سے کہ چھوڑ جاوے تو ان کو مفلس کہ ہاتھ پھیلاویں لوگوں کے سامنے اور معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے صدقہ مقرر کیا تم پر تہائی مال کا تمہارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیوں کے روایت کیا اس کو دار قطنی نے اور امام احمد نے اور بزار نے ابوالدرداء کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے لیکن سب روایتیں ضعیف ہیں ابن تیمیہ نے کہا ایک روایت دوسری روایت کو اللہ اعلم۔ بلوغ المرام۔

(۵) وارث کے لئے وصیت

اور درست نہیں ہے وصیت وارث کے لئے مگر باجازت باقی ورثہ کے۔

فائدہ:۔ یعنی جو شخص میت کے ترکے میں سے حصے کا مستحق ہو اس کے لئے وصیت درست نہیں ہے اور جو محروم ہو جاوے جیسے بھائی کے لئے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہے دلیل اس باب میں حدیث ہے ابی امامہ باہلی کی کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہر حقدار کو اس کا حق پس اب وصیت نہیں ہے وارث کے لئے روایت کیا اس کو امام احمد اور چاروں اصحاب سنن نے مگر ترمذی نے اور حسن کہا اس کو احمد نے اور ترمذی نے اور قوی کہا اس کو ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے اور روایت کیا اس کو دار قطنی نے ابن عباس سے اور زیادہ کیا اس کے آخر میں مگر یہ کہ چاہیں سب وارث اور اسناد اس کی حسن ہے بلوغ المرام اور آیت علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرن الوصیۃ للوالدین والاقربین منسوخ ہے اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا اول سے۔

(۶) قاتل کے لئے وصیت

اور قاتل کیلئے جو بالمباشر ہو قتل کا لیکن باجازت ورثہ جائز ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے وصیت قاتل کے لئے کہا زیلعی نے تخریج کیا ہے میں کہ اخراج کیا اس حدیث کو دار قطنی نے ہشیم بن بشیر سے انہوں نے تاج بن ارطاۃ سے انہوں نے حکم سے انہوں نے ابن عیینہ سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے وصیت قاتل کے لئے وصیت کیا دار قطنی نے کہ ہشیم بن بشیر متروک ہے بتاتا ہے حدیث کو انتہائی سہ شیری قبیہ سے احتراز ہوا قاتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لئے وصیت درست ہے اور اسی خلاف پر ہے اگر ایک شخص کے لئے وصیت کی پھر اس نے موسیٰ کو مار ڈالا کذا فی الاصل۔

(۷) صبی اور مکاتب کی وصیت

وصیت نہیں درست ہے اگر موسیٰ صبی ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے۔

(۸) وصیت پر دین کا تقدم

اور مقدم ہوگا ادائے دین وصیت پر۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ادا کرنا دین کا ضروری اور فرض ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لئے مستحب ہے اور قرآن شریف میں اگرچہ وصیت ذکر میں مقدم ہے دین پر لیکن حکم میں موخر ہے اجماع مفسرین سے

(۹) وتقبل بعد موته وبطل قبولها اوردها في حياته وبه اى بالقبول يملك الاذخامات موصيه ثم هو اى الموصى له بلاقبول فهو لورثته اى لورثة الموصى له وله ان يرجع عنها بقول صريح اوفعل يقطع حق المالك عما غصب كما مر قدمرفي كتاب الغصب قوله فان غصب وغيرفرال اسمه واعظم منافعه ضمنه وملكه فهذا التغيرر جوع عن الوصية اويريد في الموصى به ماصنع بسلمه الابه كلت البرتي بسبتي والبناء في داراوهبي بهاوتصرف مزيل ملكه كتابيع وانهبة لايعسل الثواب او صبي به ولايجردها خلافالابي يوسف فان الحصود رجوع عنده (۱۰) وتبطل هبة المريض ووصيته لمن نكحهابعدها اى وهب لمريض لامراة شيا اوصى لها بشئ ثم تزوجها ثم مات تبطل الهبة والوصية لان الوصية ايجاب بعدالموت وعند الموت هي وراثة له واما الهبة فهي راكانت منجزة فهي كالمضافة الى الموت لان حكمها يتقرر عندالموت الاترى انهتبطل بالدين المستغرق وعندعدم الدين يعتبر من الثلث بخلاف الاقرارفانه ان اقربها ثم تزوجها حيث يصح لانها عندالاقرار اجنبية كاقرار، ووصيته وهبته لابنه كافرا وعبدان اسلم او اعتق بعدذلك اى ان اقرار المريض اوأوصى او وهب لابنه الكافر ثم اسلم لابن قبل موت الاب بطل ذلك اما الاقرار فلان النبوة قائمة وقت الاقرارفاعتبر في الاثرت تهمة الايثار واما الهبة والوصية فلما موقفكذان كان الابن عبدافوملكالها فحتق لمدبرنا وصح هبة مقعد ومفلوج واشل ومسلول من كل مال ان طال مدته ولم يخف موته والافمن ثلثه (۱۱) وان اجتمع الوصايا قدم الفرض وان اختلفت قوة قدم مالقدم اى ان اجتمع الوصايا فصدق عنها ثلث لمال فان كان بعضها فرضا وبعضها نفلاقدم الفرض وان كان كلها فرايض او كلها نوافل قدم مالقدم الموصي فان اوصى بحج احج عنه واكامر بلده ان بلغ نفقة ذلك والافمن حيث تبلغ فان مات حاج في طريقه واوصى بالحج عنه يحج من بلده اى يحج بلده عند ابي حنيفة ان بلغ نفقة ذلك والافمن حيث تبلغ وعندهما يحج من حيث مات وان لم تبلغ النفقة ذلك فمن حيث تبلغ

(۹) وصیت کی قبولیت

اور وصیت قبول کی جاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول اور رد اس کا حیات میں موصی کے اور موصی لہ مالک نہیں ہوتا وصیت کا جب تک اس کو قبول نہ کرے کیونکہ ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ موصی نہ بعد موصی کے مرجانے قبول سے پہلے تو وصیت موصی لہ کے وارثوں کو ملے گی اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو ملک کے حق کو قطع کر دیتا ہو بخصوب سے۔

فائدہ۔ مثلاً موصی موصی بہ میں ایسا تصرف کرے کہ اس سے نام بدل جاوے اور اقسام منقطع ہو جاتے ہیں۔

مثلاً یا ایسے فعل سے کہ موصی بہ میں ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر اس کے تسلیم موصی بہ کی ممکن نہ ہو سکے مثلاً

موسیٰ یا ستو کو تحفہ پیش کرتا ہے یا موسیٰ کے ہاں مہمان ہوتا ہے یا اپنے تصرف سے موسیٰ کی ملک کو زائل کر دیتا ہے مثلاً موسیٰ پر کوئی دین ہو اور وہ اس کو بخش دے اور رجوع نہ کرے تو وصیت سے اس طرح انکار کرنا وصیت ہے۔

فائدہ: امام ابو یوسف کے نزدیک انکار کرنا موسیٰ کو وصیت سے رجوع ہے اور وہی قول مفتی بہ ہے درمختار۔

(۱۰) مریض کا ہبہ اور وصیت

اور مریض کا ہبہ اور وصیت باطل ہے اس عورت کے لئے جس سے موسیٰ نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے اسی مرض باطل سے اقرار اور وصیت اور ہبہ اس کا اپنے کافر بیٹے کے لئے یا غلام کے لئے اور اگر اس کا مضمون ہو کہ یا تو مکاتب ہو یا آزاد ہو جائے اس کے اور جائز ہے ہبہ اس شخص کا جس کے پاس رہا گئے ہیں اس کو فائدے نہ مارا یا اس مکان کو جو رہنے کے پاس کو ہو کسی تہائی مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض محدود ہوئے اور موت کا خوف نہ ہو بہ تہائی مال سے نافذ ہوگا۔

(۱۱) کئی وصیتوں کا جمع ہونا

اگر کئی قسم کی وصیتیں جمع ہوئیں اور تہائی مال ان سب کو کافی نہیں ہے تو جو اسم فرض ہے اس کو مقدم کریں گے نفل پر اور جو سب وصیتیں یکساں ہوں تو جس کو موسیٰ نے مقدم نہیں موسیٰ پہلے ادا کی جائے گی تو اگر اس نے وصیت کی ہے تو اس کی طرف سے ایک شخص کو سوار کر کے موسیٰ کے شہر سے حج کرا دیں گے اور جو خرچ کافی نہ ہو تو جس شہر سے کافی ہو وہاں سے حج کرا دیں گے اور جو خرچ کرنے والا مانتے ہیں ہر گیا اور وصیت کی اس نے حج کی تو اس کے شہر سے حج کرایا جائے گا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر خرچ اس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرا دیں گے اور صاحبین کے نزدیک جہاں پر مرا ہے وہاں سے کرا دیں گے اگر خرچ اس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرا دیں گے اور قول امام مقتدی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر الرائق۔

باب الوصية بالثلث

(۱) في وصيته بثلث ماله يزيد وماله لآخر به بجيز وانتصف ثلث بينهما وبثلث له وصدس لآخر وبثلث وسدسه لكم وكله لآخر ينصف وقالا يرجع قال ابو حنيفة الوصية باكثر من الثلث تقام بحر الورثة فقد وقع باطلا كانه اوصى بالثلث لكن واحد فينصف الثلث بينهما وقالا صحا بثلثي الزايد على الثلث بمعنى ان للموصى له لا يسلمه حق للورثة لكن يضر في ان للموصى له ياخذ من الثلث بحصة ذلك لانه تبين بالرد بطلان هذا المعنى فصار الثلث ثلثة وثلثا واحد والكل ثلاثة صارت اربعة فيسلم ثلث بيد السهام فهذا مبني على اصل مختلف بينهم وهو قوله (۲) ولا يضرب الموصى له باكثر من الثلث عند ابي حنيفة المراد بالضرب الضرب المصطلح بين الحساب فانه اذا اوصى بالثلث والكل فعند ابي حنيفة سهام الوصية اثنان لكل واحد منهما يضرب الشيخ في ثلث المال فتنصف في الثلث يكون نصف الثلث وهو السدس فكل سدس اثنان وعندهما سهام الوصية اربعة لصاحب الثلث واحد وللواحد

من الاربعة ربع فتضرب الربع في ثلث المال فالربع في الثلث يكون ربع الثلث ثم تضرب الكل ثلثة من الاربعة وهي ثلثة ارباع فتضرب ثلثة الارباع في الثلث يعني ثلاثة ارباع الثلث والصاحب الثلث واحدة من الاربعة فتضرب الواحدة في الثلث وهو ربع يعني ربع الثلث هذا معنى الضرب وقد تجيء فيه كثير من العلماء رح الاعمى الضحاك والسعاية والدراهم المرسلة صورة المسئلة ان يكون لرجل ضدان فيسمة احدهما للثلثين والآخر سدس فاوصى بان باع الاول من زيد بعشرة والآخر من عمر بعشرين ولا مال له سواهما فالوصية في حق زيد عشرون وهي حق عمر وثلاثون فقسم الثمن سهما الثلاثة فباع الاول من زيد بعشرين والعشرة وصية له وباع الثاني من عمر بثلاثين والعشرون وصية له فاخذ عمر ومن الثلث فقدر وصية وان كانت زائدة على الثلث وصورة السعاية اعتق ضدين قيمتهما هذا كرو لا مال له سواهما فالوصية للاول ستة المال والثاني ستة المال فسهم الوصية بينهما اثلاث واحد للاول واثنان للثاني فقسم الثلث سهما كذلك فيخلص من الاول ثلثة وهو عشرة وسبع في عشرين وهي من الثاني ثلثة وهو عشرون وسبع في اربعين فتضرب كل مقدر وصية وان كان زائدة على الثلث وصورة الدراهم المرسلة او عبد لزيد يساوي ثلثين درهما والآخر سبعين درهما يضرب كل مقدر وصية فتضرب الاول الثلث في ستة المال والثاني الثلثين في ستة المال والمراد بالمرسلة مطلقة اي غير مقيدة بانها ثلث او سدس ونحوهما وانما قيد في الوصية بي هذه الصور والثلث ربيع غير هالان الوصية ذا كانت مقدرة بمقدار على الثلث صريحا كالنصف والثلثين وغيرهما والشروع بعض الوصية في زائد يكون ذكره نحو الا يعتبر في حق الضرب بخلاف ما اذا لم يكن مقدرة بانه اي شيء من المال كما في الصور الثلث فانه ليس في العبارة ما يكون مستغلا لوصية كما اذا اوصى بخمسين درهما واتفق ماله ستة دراهم فان الوصية غير باطلة بالكلية لامكان ان يظهر له دين فوق العشرة وانما يكون باطلة بالكلية يكون معتبرا في حق الضرب وهذا فرق دقيق شريف

باب مشترک مال کی وصیت کے بیان میں

(۱) دو آدمیوں کے لئے وصیت

جب اپنے حقیقی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور عمر سے کہا اس نے کہ میرے حقیقی مال کی وصیت تین حصوں میں سے دو حصے زید کے واسطے اور ایک حصہ عمر کے واسطے کی پھر زید نے اور عمر نے اقرار کیا کہ حقیقی مال دونوں صاحبوں کی تھا خلاف تقسیم کے اور حقیقی مال کی وصیت کی زید نے

فائدہ۔ امام صاحبؒ نے کہا کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اس کو ورثہ نے جائز نہ رکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کے لئے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دیں گے اور صاحبینؒ نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہے اس معنی کر کہ موصی اس کا مستحق نہیں ہے بسبب حق ورثہ کے اور مستحق ہے اس باب میں کہ موصی لہ ثلث میں سے بقدر اس کے حصہ سے گا اس لئے کہ اس کے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث مل کر چار ہوئے تو اسی طرح ثلث مال چار حصوں پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل۔

(۲) ثلث سے زائد حصہ

☆ امام اعظمؒ کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاوے گا۔

فائدہ۔ یعنی ثلث سے زیادہ میں ضرب نہ ہوگی مراد ضرب سے ضرب اصطلاحی محاسبین یہاں نہیں ہے یعنی جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لئے اور کل مال کی ایک کے لئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوئے ہر ایک کو نصف ملے گا پس نصف کو ضرب دیں گے ثلث میں تو نصف ثلث یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک سہام وصیت چار ہوں گے اور جامہ کا ایک ربع ہے تو ربع کو ثلث مال میں ضرب کریں گے حاصل ہوگا ربع ثلث وہی ملے گا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہیں چار میں سے یعنی تین ربع ثلثہ کے اور وہ اس کو ملیں گے یہی معنی ہیں ضرب کے اور اس میں بہت سے اقوال ان ہو گئے ہیں کذا فی الاصل۔

(۳) وہ مقامات جہاں ثلث سے زائد جائز ہے

☆ مگر تین مقاموں میں کہا اقارب سعایت اور وراثم مرتد میں

فائدہ۔ محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے ذمہ غلام تھے ایک تہائی درم کا ایک سو آٹھ درم کا سو اس نے وصیت کی تہائی درم کا غلام زید کے ہاتھ اس درم کو بیچا جاوے اور سو آٹھ درم والا عمرو کے ہاتھ یہ درم کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلاموں کے اور کوئی جائیداد موصی کی نہ تھی تو زید کے حق میں تین درم کی وصیت عمرو کے حق میں چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہائی تقسیم ہوگا کہ تین درم والا غلام زید کو تین میں دیا جاوے گا اور اس درم میں کی وصیت کے ظہور سے اور سو آٹھ والا غلام عمرو کو چالیس میں ملے گا اور تین درم اس کی وصیت میں ظہور سے تو عمرو نے ثلث میں سے جس قدر اپنی وصیت کے بیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہاں پر امام اعظمؒ نے زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصوں کے تقسیم ہوا اور گرامی طرح پر یہاں محل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتے اور صورت سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلاموں کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال اپنے پاس نہیں ہے تو اول غلام کے لئے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونوں غلاموں کے لئے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین تہائی ہوں گے ایک سہم اول اور دو سہم ثانی کے تو ثلث میں بھی اسی طرح ان میں تقسیم کیا جاوے گا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوا اور وہ اس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے تین درم میں اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا وہ وہ تین درم ہے تو وہ سعی کرے چالیس درم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر۔ وہ صورت وراثم مرتد کی یہ ہے کہ

ایک شخص نے زید کے لئے تہائی مال کی وصیت کی اور عمرو کے لئے ساٹھ درہم، اور کل مال موجود کا معروف اسی قدر ہے پس اول کا حصہ تین ثلث ہوگا ثلث کل مال سے اور دوسرے نے دو ثلث کل مال سے تو ہر موصیٰ لہ نسبت کر کے بقدر اپنی وصیت کے لے گا اور درہم سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہیں ان میں نہ نصف اور ثلث کی نہیں ہے کذا فی الاصل مع انتصار۔

(۴) وبمثل نصيب ابنه صحت ونصيب ابنه لا لان الوصية بمساو حق الام لا تصح لعدمه وفيه خلاف زفر وله ثلث ان اوصى مع ابنين وبخمسة من ماله صحة الورثة اى يقال للورثة اعطوا ما شئتم لانه مجهول والجهالة لا تمنع صحة الوصية قلنا لان في الورثة (۵) وسهمه السدس في عرفهم وهو كالجزء في عرفنا فالسدس قول ابي حنيفة بنا على عرف بعض الناس وقالا له مثل نصيب احد الورثة ولا يزاد على الثلث الا ان يجيز الورثة فان قال سدس مالي له ثم قال ثلثه له واجازوا له ثلث ان يكون السدس داخلا في الثلث ان قلت قوله ثلث مالي له ان كان اخبار الكاذب وانشاء تشاء يجب ان يكون له النصف عند اجازة الورثة وان كان في السدس اخبار او في السدس انشاء فيما منع بقالت لا جواب لهما السوال

(۴) بیٹے کے حصہ کی مانند کل وصیت

اور صحیح ہے وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند اپنے بیٹے کے حصے کی۔

فائدہ: اگر بیٹا موجود نہ ہو تو بیٹے کا حصہ لینا کیسے مل سکتا ہے برخلاف مثل حصے کے۔

ہم تو اگر موصی کے دو بیٹے ہیں تو ثلث مال موصی کو ملے گا اور وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جز کی تو اس کا بیان وارثوں کی طرف ہے۔

فائدہ: تو وارثوں سے جا بارے گا کہ جس قدر تمہارا جی چاہے اس کو دے دو اس سے کہ جز مال مجہول ہے اور جہالت مانع صحت وصیت نہیں ہے کذا فی الاصل۔

(۵) ایک سہم کی وصیت

اور اگر وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال میں سے تو مراد اس سے سدس مال ہوگا عرف میں عرب کے اور سہم شش جز کے ہے نزد بعض عرب میں پھر اگر موصی نے کہا کہ میرے مال کا سدس فلاں شخص کے لئے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اس کے لئے ہے اور ورثہ نے اجازت دی تو موصیٰ لہ کو شش سے کچھ۔

فائدہ: سدس داخل ہے ثلث میں۔

(۶) وفي سدس مالي فكرره سدس لان المعرفة اذا اعيدت معرفة كان الثاني عين الاول وثلث دراهمه او غنمه او ثيابه مشاعة او عبيدة ان هلك ثلثاه فله ما بقي في الاولين وثلث الباقي في الآخرين هذا عندنا وعند زفر له ثلث الباقي في كل الصور لان حق الموصى له شائع في الجميع فاذا هلك ثلث المال هلك ثلثا حق الموصى له لنا ان حق الموصى له مقدم على حق الورثة فكل ما يجري فيه الجبر على القسمة ويمكن جمع حق احد المستحقين في الواحد

كالمعراهم والقسم يجمع حق الموصى له فيه مقدما فيجمع في الباقي بخلاف مالبس كذلك كالثياب المتفاوتة والعبيد ومالف وله عين ودين هو عين ان خرج من ثلث العين والا فثلث العين وثلث ما يوجد من الدين ومثلث لزيد وعمرو وعمرو ميت كله لزيد لان الميت لا يزاحم الحي كمالو قال لزيد وجد او وهب الي يوسف انه ان لم يعلم بموته فله نصف الثلث لان الوصية عنده صحيحة لعمرو فلم يوهن للحي الا نصف الثلث بخلاف مالو علم بموته لان الوصية للميت لغو فيكون راجعا بنصف الثلث قال قال بينهما فنصفه له اي ان قال ثلث مالي بين زيد وعمرو وعمرو ميت فالزيد نصف الثلث لانه صريح في ان لزيد نصف الثلث ومنت وهو لغيره تلث ماله عند موته اي قال ثلث مالي له ولا مال للموصى فاكتسب مالا فللموصى له ثلث مال الموصى عند موته وبثلث غنمه ولا غنم له اوهلك قبل موته سقطت قوله ولا غنم له معناه انه لا غنم له عند الوصية ولم يسقط عنها حتى ان اسقاد عند الصحيح ان الوصية تصح وشاة من مالي او غنمي ولا شاة له فيستها في مالي ويطلب في غنمي فانه اذا قال له شاة من مالي ولا شاة له علم ان المراد مالية الشاة واذا قال له شاة من غنمي ولا غنم له يراد عين الشاة وليست موجودة فيبطل الوصية واعلم انه قال في الهداية ولا غنم له وقال في المتن ولا شاة له وبينهما فرق لان الشاة قد تدخل الغنم فاذا لم يكن له شاة لا يكون له غنم لكن اذا لم يكن له غنم لا يلزم ان لا يكون له شاة لاحتمال ان يكون له واحد لا كثير فعبارة الهداية تعارضت صورتين فاذا لم يكن له شاة اصلا وما يكون له شاة لكن لا غنم له فافهم. اعلم ان قطع الوصية وعبارة المتن لم تتناول الا الصورة الاولى ولم يعلم منها الحكم في الصورة الثانية بعبارة الهداية اشمل لكن هذه الحوض وثلث ماله لا مهات اولاده وهن ثلاث وللفقراء والمساكين لهن ثلاثة اخماس هذا عند ابي حنيفة وابي يوسف وعند محمد يقسم الثلث على سبعة اسهم فللامهات الاولاد ثلثة منها لان المذكور في الفقراء والمساكين لفظ الجمع واقله في الميراث اثنان والوصية تحت الميراث فيحمل الجمع المحلى باللام براعاة الخصوص ويبطل الجمعية كقوله تعالى ولا يحل لكم النساء فيراد به الواحد فيقسم على خمسة ونهى ثلثة منه او بثلث له وللفقراء ثلثان له ونصف لهم هذا عند هما وعند محمد يقسم الثلث اثلاثا وبمائة لزيد ومائة لعمرو اي اوصى لزيد وخمسين لعمرو وان اشرك آخر معهما فله ثلث مالكل في الاول وامضاه في الثاني لان في الصورة الاولى نصيب زيد وعمرو يتساويان وقد اشرك آخر معهما فهو شريك للاثنين فله ثلث مالكل واحد منهما ولا يمكن مثل هذا في الصورة الثانية لتفاوت نصيب زيد وعمرو فهو شريك لكل واحد منهما بنصف مالكل واحد منهما

(۹) وفي له عشر دين لصدقوه صدق الى الثلث اى اقر الورثة بان يصدقوا المدعى في مقدار الدين يجب عليهم ان يصدقوا في الثلث فاصل الحق دين ومقداره ثبت بطريق الوصية وهذا استحسان وفي القياس لايصدق لان المدعي لايصدق الا بحجة فان اوصى مع ذلك عزل ثلث لهاوثلثاه تلورثة وعين لكل صدقوه فيما شئتم ويؤخذ ذوالثلث ثلث ما اقروا به ومافي فلهم والورثة بثلثي ما اقروا به ويحلف كل على العلم بدعوى الزيادة اى اوصى مع ذلك الدين الذي اقر بتصديق مقداره بثلث ماله لقوم يعزل ثلث المال للوصية وانثلثان للورثة وقيل للموصي لهم صدقوه فيما شئتم فاذا اقروا بمقدار فثلث ذلك المقدار يكون في حقهم وهو ثلث المال ومابقي من الثلث فللموصى لهم وبقال للورثة صدقوه فيما شئتم فاذا اقروشيء فثلثاذلك الشيء يكون في حقهم وهو ثلث المال وثلثاقي للورثة وحلف كل واحد من الموصى له والورثة على العلم بدعوى الزيادة (۹) ويعين لوارث واحد له نصف وجاب الوارث وانما يكون للاجنبي النصف لان الوارث اعني الوصية بخلاف ما اذا اوصى به للخير والبيت فان الثلث ليس باهل (۱۰) وثلاثة اثواب متفاوتة بكل الرجل ان صاغ ثوب ولم يتراض هو والورثة على قول كل فوى حقك بطلت لكن ان سلموا مافي احدذوالجيد فعني الاعزو قو قرعي فالشي الاعلى والوالمتوسط ثلث كل اى اوصى بثلثة اثواب متفاوتة جيد ومتوسط ورديء وقال الجيد لزيد والمتوسط لعمرو والرديء لبكر فهلك واحد ولايدرى اى هو والورثة يقول لكل واحد هلك حقك فالوصية باطلة لكن لورثة ان تسامحوا سلموا الثوبين الباقيين الى زيد وعمرو بكر احفظ زيد ثلثي الاجود من الثوبين واحد بكر ثلثي الرديء وعمر وثلث كل واحد وبيت معين من دارمشتركة قسمت فان اصاب فهو للموصى له والافله قدره او صير زيد لعمرو بيت معين من دارمشتركة بين زيد وبكر يجب ان تقسم الدار فان وقع البيت في نصيب زيد فهو للموصى له وان وقع في نصيب الشريك فللموصى له مثل قراع ذلك البيت من نصيب الموصى وهذا عند ابي حنيفة رابي يوسف وعند محمد له مثل قراع نصف ذلك البيت كمافي الاقرار اى ان كان مكان الوصية اقرار فالحكم كذلك فيلي بالاجماع وقيل فيه خلاف محمد

(۶) سدس اور تہائی وغیرہ مختلف مقداروں کی وصیت

اور جو سدس مال کی وصیت کرے اس کو سدس دے دے اور جو وصیت کرے اپنے تہائی روپوں کی یا تہائی کپڑوں کی جو مختلف ہیں یا تہائی غلاموں کی پھر وہ مختلف ہو گئے تو باقی کل ورثہ پائیں اور کہیں اس کو مل جاویں گی اور کپڑوں اور غلاموں میں تہائی کا مالک ٹھہرائے گا پس اگر درہم کی وصیت کی اور میت کا مال نہیں بھی ہے اور دین بھی ہے

دونوں پر تہائی درہم میں سے نکل سکیں گے تو دے دیے جائیں گے۔ دسویں تہائی میں کی نکال کر باقی چوبیس کا تین میں سے دسواں کر کے دیا جائے گا کہ وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کو اور عمرو مردہ ہے تو زید پورا ثلث لے گا اور جہاں کا ثلث، یعنی زید اور عمرو نے ہے تو زید نو قیراط ثلث لے گا کہ وصیت دو ثلث مال کی اور موصی اس وقت محتاج ہے تو موصی کو ثلث سے کم مال دینے کا ہو موصی کے بیان وقت موت کے، اگرچہ اس نے دو مال بعد وصیت کے کر لیا ہو اور وہ وصیت کی تبدیلی کر چکا ہو اور موصی کے یہ دونوں نہیں ہیں یعنی تین قسم تین قسم موصی نے مر گئیں تو وصیت باطل ہو گی اور جو وصیت کی ایک کنیز کی اپنے مال میں سے تو قیمت اس کی اس کے مال میں سے دلائی جائے گی اور جو وصیت کی ایک کنیز کی کہ پہلی تہائی میں سے اور اس کے بازار کہاں نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لئے اور قنیوں اور مکاتبوں کے۔ کہ حال آنکہ تمام مال اس کے تین ہیں تو ثلث مال کے پانچ حصے کر کے تین حصے امہات اولاد کو اور دو حصے قنیوں اور مکاتبوں کو دیں گے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور قنیوں کے لیے تو نصف قنیوں کو دیں گے اور دو ثلث کی وصیت کی زید اور قنیوں کے لیے ہر سو روپے کی کمر کے لئے چھ ایسے تہائی کے مخلص کو ان دونوں کا شریک کر دیا تو تہائی کے پانچ حصے کی تہائی ملے گی۔

فائدہ۔ اس سے معلوم کر لیا دو مدبروں کا حصہ برابر ہے اور ایک تہائی ان کے ساتھ شریک ہو گیا تو مخلص کو کل تہائی کی برابری تو برابر ایسے کو نوی دو تہائی ملیں گی۔

(۷) دو کے ساتھ تیسرے کو شریک کرنا

جو اور جو کوئی وصیت کی زید کے سے دو پچاس کی عمرو

کے لئے پھر ایک تیسرے کو ان کا شریک کر دیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملے گا۔

فائدہ۔ یعنی چھ حصے ہوئے۔

(۸) وارثوں کو قرض کی تصدیق کی وصیت

جب کہ اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے کا مجھ پر قرض ہے تم اس کی تصدیق کرو تو تصدیق کی جائے گی مقدار تہائی مال تک اور جو اس کے سوا وصیتیں بھی کیں تو تہائی مال جدا کیا جاوے گا وصیت کے لئے اور تہائیاں وارثوں کے لئے اور کہا جاوے گا اہل وصایا اور وارثوں سے کہ مدعی ہے دین کی تصدیق کرو اس قدر میں کہ تم چاہو پھر اس قدر کا اہل وصایا اقرار کریں اس کا ثلث ان کے حصے میں سے لیا جاوے اور نہ پڑے وہاں ثلث اور جس قدر کا وارث اقرار کریں ان کے رشتہ دار کے حصے میں سے لئے جاویں جو بچے نہ ثلث اور اکتساب وصایا اور وارث ان سے طلب کیا جاوے اگر مدعی زیادہ کا کرتا ہو۔ یہ ان کے حکم اور نسبت ہے۔

فائدہ۔ یعنی اپنے ہم قسم کھاویں کہ واقعہ اس قدر ہیں لوگ جانتے ہیں۔

(۹) وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

جب کہ وصیت کی تہائی کی وارث اور اجنبی کے لئے تو نصف اس تہائی کا اجنبی کو ملے گا اور باقی کو ورثہ لیں گے

فائدہ۔ اجنبی کے لئے نصف اس صورت میں ملا جبکہ ورثہ نے اس کے وصیت کے برخلاف اس صورت کے جب وصیت کی اجازت کیجئے یا کہ وصیت اہل نہیں۔ وصیت کا کوئی اثر نہیں۔

(۱۰) تین مختلف تہائیوں کی تین جیسے وصیت

جب کہ ایک شخص نے وصیت کی تین قنوں کے

کہتا ہے کہ اس کا ایک حصہ ہے دوسرا مشترک تھا ایک کو فقرا کی وصیت کی عمرہ کے لئے تو اس کا ان کو تقسیم کرنا کیسے کرے، کہ فقرا زیادہ کے حصے میں آئے تو عمرہ لے لگا اور جو کم کے حصے میں آوے تو اس قدر جلد کردوں سے نا پہ کرنے کے لئے میں سے عمرہ کوں بیاد سے کی کی عمرہ اقرار میں ہے۔

فائدہ۔ یعنی اگر وصیت کی تین افراد کی تعداد اشرفیوں نے ایک بیت کا۔ مشترک سے پھر تقسیم ہوتی اور وہ بیت مقر کے حصے میں ہو تو فقرا کوں جاوے گا اور جو مقر کے حصے میں نہ آیا تو اس کے راہ زمین سے پہ دی جاوے گی۔

(۱۱) وبائع عین من مال غیرہ لہ الاجازۃ بعد موت الموصی والمنع بعدھا ای بعد الاجازۃ فانہ ان اختار الاجازۃ کان لہ ان یمتنع من التسلیم فان اقر احدالورثۃ بعین بعد القسمۃ بوصیۃ ابیہ بالثلث دفع ثلث تلک العین ھذا عندنا والقیاس ان یعطیہ نصف مافی یدہ وھو قول زفر لان اقرارہ بالثلث یوجب مساواتہ ایاہ وجہ الاستحسان انہ افرثلث شائع لیکون مقرا بثلث مافی یدہ فان ولدت الموصی بھا بعد موتہ فلھما لہ ای لامۃ الموصی بھا ویلزمھا ان خرجا من الثلث والاحدالثلث منھا ثم ھذا عند ابی حنیفۃ لان الشیع لایراجع الاصل وعندھما یاخذ من کل واحد بالحصۃ فاذاکان لہ ستمائۃ درھم واعۃ یساوی ثلثمائۃ فولدت ولدا یساوی ثلثمائۃ درھم بعد موت الوصی حتی صار مالہ الفاومائتین ثلث المال اربعۃ مائۃ عند ابی حنیفۃ وعندھما ثلثا کل منھما۔

(۱۱) غیر کے مال سے وصیت

جو شخص دوسرے کی چیز کا مالک ہونے کی حیثیت سے وصیت کرے تو اس کی وصیت کا کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق میں وصیت کی ہے کہ بعد موت موصی کے اجازت دے یا بعد اجازت سے پھر منع بھی کر سکتا ہے اور اگر مدعا علیہ تسلیم نہ کرتا ہو تو بینہ کا ان کے وارثوں میں پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے میں ثلث دے گا۔ الخ۔ اگر کسی نے وصیت کی ہو اس کا فرزند پیدا ہوا بعد موت موصی کے تو لونڈی اور اس کا زیادہ اس کے بچوں کے اگر ثلث مال سے نکل آوے۔

فائدہ۔ یہ ہے کہ باپ کا بیٹے کے مال میں تصرف نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبین کے نزدیک دونوں میں سے ہر ایک حصہ لے گا مشاع میں کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اس کا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا فوت ہو گیا تو ثلث مال کا چھ سو ہوا۔ پس امام صاحب کے نزدیک موصی کو لونڈی کو دے گا اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور ایک ثلث بچے کے لے گا لونڈی کا حصہ

باب العتق في المرض

(۱) العبرة لحال العقد في التصرف المنجز فالمكان في الصحة فمن كل ماله والافمن ثلثه والمضاف الى موته من الثلث وان كان في الصحة التصرف المنجز هو الذي اوجب حكمه في الحال والمضاف الى الموت ما اوجب حكمه بعد موته كانت حرية احدهما لايريد بعد موتي فالمنجز بعبر حالة التصرف فان كان صحيحا في تلك الحال ينفذ من كل ماله وان كان مريضا ينفذ من الثلث فالمراد والتصرف الذي هو انشاء ويكون فيه معنى التبرع حتى ان الاقرار لايلحق في المرض ينفذ من كل المال والنكاح في المرض بمهر المثل ينفذ من كل المال واما المضاف الى الموت فيعتبر من الثلث سواء كان في زمن الصحة اوزمن المرض (۲) ومرض صح منه كالصحة (۳) واعتاقه ومحاباته وهبته وصدقته وصية فان خالف فالعتق فيهما احق وهما في حكمه سواء صورة المحاباة ثم الاعتاق باع عبدا قيمته مائتان بمائة ثم اعتق عبدا قيمته مائة ولامال له سواهما يصرف الثلث الى المحاباة ويسعى المعتق في كل قيمة وصورة العكس اعتق العبد الذي قيمته مائة ثم باع العبد الذي قيمته مائتان بمائة يقسم الثلث وهو المائة بينهما نصفين فالعبد المعتق يعتق نصفه محاباة ويسعى في نصف قيمته رجاء صاحب المحاباة يأخذ العبد الآخر بمائة وخمسين

باب بیماری میں آزاد کرنے کے بیان میں

(۱) بیمار کا تصرف منجز

اگر تصرف منجز یعنی بغیر اس کا فی الحال ہونے سے حال میں اعتبار حالت عقد کا ہے پس اگر صحت میں ہوتو کل مال سے نافذ ہوگا اور ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت میں ہو۔

فائدہ:۔ تصرف منجز وہ ہے جو فی الحال ثابت ہو جاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہے کہ وہ اپنے حکم کا موجب ہو بعد موت کے جیسے کسی نے کہا تو آزاد ہے بعد میری موت کے یا زید کا ہے بعد میری موت کے پس مجرد میں حالت تصرف کا اعتبار ہے تو اگر اس وقت صحیح اور تندرست ہے نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہے نافذ ہوگا ثلث مال سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہے جس میں نشہ اور عادت ہے ایک فقرا اور اس میں معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر اقرار کیا کسی کے دین کا مرض میں تو وہ نافذ ہوگا کل مال میں سے اور اسی طرح اگر رجوع کیا مرض میں مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے اور لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت میں کرے یا مرض میں کذا فی الاصل۔

(۲) بیماری جس کے بعد صحت ہوئی

جو بیماری اس کی اس کے بعد صحت ہو جاوے وہ مثل صحت کے ہے۔

(۳) مریض کا عتاق ومحاباۃ

اور مریض کا عتاق اور محاباۃ (یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خریدنا) اور ہبہ اور صدقہ حکم وصیت کا رکھتے ہیں تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہو تو محاباۃ مقدم ہے اور جو عتق کے

(۴) وقالا عتقه وقف فيهما لانه لا يلحقه الفسخ له ان المحاباة اقوى لانه في حيز عقد المعاوضة ولكن ان وحد ولا وهو لايحتمل الدفع فراجح المحاباة ففي عتقه بين المحاباتين نصف للاولى ونصف للآخرين وفي محاباة بين عتقين لها نصف لبائت وليت نصف والعتق الولى عتق فيهما وعبد بين يعتق بهدة اتلفه عبدلايملك بما يقر ان هلك. فرهم بخلاف الصحيح هذا عند ابي حنيفة وعندهما بملك العتق بملكه كما في الصحيح له ان الغرة تضمن بتفاوت قيمة العبد بخلاف الصحيح وتبطل الوصية عنده ان جبي بعد موته فادفع وان فدى لا اوصى ان يعتق الورثة عبده بعد موته فجبر العبد فدفع بحسب الوصية لان الدفع قد صح فخرج عن ملكه فبطلت الوصية اما ان فدى الورثة كان الفداء في مالهم لانهم لورضوا فجرت الوصية لانه ظهر في الجناية فان اوصى لزيد بمائة مال وترك عبدا قادعى رجل عتقه في صحته والورثة في مرضه صدق الورثة وحر وبيد لزيد بمائة لان بتصل عن قتله حتى ويرهن حتى دعواه ان اوصى لزيد بنصف ماله وعتق عبدافادعى رجلان الجنين فدعتق العبد في الصحة للاول وصيه فتعدوصية من ثلث المال وقال الورثة عتقه في مرضه والعتق في المرض معتبر على الوصية بثلث المال فالقول للورثة لانه بنكر منحقق زيد فجعله زيد لان يكون ثلث المال الله على قيمة العبد فتعدالوصية لزيد فيمازاد الثلث على القيمة ارادبرهن زيد على ان العتق كان في الصحة فتقبل بينة لانه خصم في اثبات ذلك ليثبت له الوصية بالثلث فان ادعى رجل دينا على ميت وعبده عتقه في صحته وصدقها ورثه سعى العبد في قيمته هذا عند ابي حنيفة وقالا يعتق ولايسعى في شيء لان الدين والعتق في الصحة ظهرا معا بتصديق الورثة في كلام واحد فصار كانهما وقعا معا والعتق في الصحة لايوجب السعاية له ان الاقرار بالدين اقوى لانه في الحر اقوى يعتبر من كل المال والاقرار بالعتق في المرض يعتبر من ثلث المال والاقرار بالعتق في المرض يصير من اصل فيجب ان يبطل العتق لكنه لايحتمل البطلان فيبطل دعي بايجاب السعاية.

(۴) وقالا عتقه وقف فيهما لانه لا يلحقه الفسخ له ان المحاباة اقوى لانه في حيز عقد المعاوضة ولكن ان وحد ولا وهو لايحتمل الدفع فراجح المحاباة ففي عتقه بين المحاباتين نصف للاولى ونصف للآخرين وفي محاباة بين عتقين لها نصف لبائت وليت نصف والعتق ولى عتق فيهما وعبد بين يعتق بهدة اتلفه عبدلايملك بما يقر ان هلك. فرهم بخلاف الصحيح هذا عند ابي حنيفة وعندهما بملك العتق بملكه كما في الصحيح له ان الغرة تضمن بتفاوت قيمة العبد بخلاف الصحيح وتبطل الوصية عنده ان جبي بعد موته فادفع وان فدى لا اوصى ان يعتق الورثة عبده بعد موته فجبر العبد فدفع بحسب الوصية لان الدفع قد صح فخرج عن ملكه فبطلت الوصية اما ان فدى الورثة كان الفداء في مالهم لانهم لورضوا فجرت الوصية لانه ظهر في الجناية فان اوصى لزيد بمائة مال وترك عبدا قادعى رجل عتقه في صحته والورثة في مرضه صدق الورثة وحر وبيد لزيد بمائة لان بتصل عن قتله حتى ويرهن حتى دعواه ان اوصى لزيد بنصف ماله وعتق عبدافادعى رجلان الجنين فدعتق العبد في الصحة للاول وصيه فتعدوصية من ثلث المال وقال الورثة عتقه في مرضه والعتق في المرض معتبر على الوصية بثلث المال فالقول للورثة لانه بنكر منحقق زيد فجعله زيد لان يكون ثلث المال الله على قيمة العبد فتعدالوصية لزيد فيمازاد الثلث على القيمة ارادبرهن زيد على ان العتق كان في الصحة فتقبل بينة لانه خصم في اثبات ذلك ليثبت له الوصية بالثلث فان ادعى رجل دينا على ميت وعبده عتقه في صحته وصدقها ورثه سعى العبد في قيمته هذا عند ابي حنيفة وقالا يعتق ولايسعى في شيء لان الدين والعتق في الصحة ظهرا معا بتصديق الورثة في كلام واحد فصار كانهما وقعا معا والعتق في الصحة لايوجب السعاية له ان الاقرار بالدين اقوى لانه في الحر اقوى يعتبر من كل المال والاقرار بالعتق في المرض يعتبر من ثلث المال والاقرار بالعتق في المرض يصير من اصل فيجب ان يبطل العتق لكنه لايحتمل البطلان فيبطل دعي بايجاب السعاية.

(۴) صاحبین کا موقف

اور صاحبینؒ کی طرف اور جو ایک محاباۃ دو تہائی کے بیچ میں ہوئی تو نصف محاباۃ میں اور نصف دو تہائی میں صرف کیا جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں بھی حق مقدم ہوگا وصیت کی کل اور درہم سے ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا جاوے پھر ایک درہم اس میں سے تلف ہو گیا تو باقی سے وصیت نافذ نہ ہوگی لیکن حج نافذ ہو جاوے گا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اس نے جنایت کی عمد اس میں دیا گیا تو وصیت باطل ہوگی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہ ہوگی اگر وصیت کی زید کیلئے ٹہلے مال کی پھر موصی نے ایک غلام چھوڑا بعد اس کے زید مدعی ہے کہ میت نے یہ غلام صحت میں آزاد کیا تھا تو اس کی وصیت صحیح نہ ہو کہ ثلث مال سے نافذ ہو جاوے اور وارث یہ کہتے ہیں کہ اس غلام کو مرض میں آزاد کیا تھا اور حق فی الفرض مقدم ہے وصیت پر تو قول وارثوں کا معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملے گا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جس قدر زائد ہے وہ زید کو دے گا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت میں ہوا تھا مگر ایک شخص نے دعویٰ کیا دین کا میت پر اور اس کے غلام نے دعویٰ کیا اپنے عتق کا صحت میں اور وارث نے دونوں کی تصدیق کی تو غلام قرض خواہ کے حوالے کیا جاوے گا اور وہ اپنی قیمت میں سعی کر کے آزاد ہو جاوے گا۔

باب الوصية للاقارب وغيرهم

(۱) حازه من قصى به هذا عند ابي حنيفةؒ وعندهما الحلاصق وغيره سواء (۲) وصيته كل ذى رحم محرم من غوسه (۳) وعنته زوج كل ذات رحم محرم منه (۴) واهله عرسه فهذا عند ابي حنيفة وعندهما كل من يعولهم ويمونهم نفقته لقوله تعالى والتولى باهلكم اجمعين له انه حقيقة في الزوجة قال الله تعالى وصار باهله ويقال لناهل فلان (۵) واله اهل بيته واهوه رجله منهم والقاربه والقرباء وذوقرابته والنسابة محرماء فصاعد من ذوى رحمه الاقرب فالاقرب غير الوالدين والولد فانهما قال محرماء لان اقل الجمع فيهما اثنان فاعتبر الاقربية كما في الميراث وهذا عند ابي حنيفة وقالا الوصية لكل من ينسب الى القصي اب له ادرك الاسلام وعند بعض المشايخ الى قصي اب له اسلم وبدعى الابعد مع وجود الاقرب ثم لايدخل قرابة الولادة وقد قيل من قال لقرابته فلان فهو لاقرب حاق فان كان له عمان وخالان فللعم فهذا عند ابي حنيفة وقالا يقسم بينهم اثلاثا لعدم اعتبار الاقربية وفي عم وخالين نصف بينه وبينهما لان اقل الجمع اذا كان اثنين فللواحد النصف يبقى النصف الاخر فيكون للخالين وعندهما يقسم للاثابينهم وفي عم له نصف ای اوصى للاقارب وله عم واحد له النصف لماذكرنا انفا والعم والعمة سواء فيها وفي ولد ولد ابدا الذكر والانثى سواء وفي ورثته ذكر كالانثيين لانه اعتبر الوراثة وحكم الارث هذا وفي ابنائهم بنيه وعمائهم وارحامهم وارحامهم دخل فقيرهم وغنيهم وذكرهم وانثاهم ان اعتبروا الاقاصي منهم اوصى لابنائهم

سی ریدا و عمرا بھم الی اخرہ فان کانو قوما محصورین دخل الفقیر لانھم فقراء یکون نصیبکم لھم وان کانوا قوما لا یحصرون لا یکون نصیبکم لھم بل یرادہ الفقرا وھی فی دفع الحاجۃ فیصرف الی الفقراء منھم الی فقیر ، اتباعا لنبی زید افقراء عمرا بھم و کذا فی الباقی والی سی فلان لانی منھم (۱) وسطت الوصیۃ لموالیہ فیمن لہ معتقون ومعتقون لان اللفظ مشترک والاعم ھو الاکثر والقرینۃ تدل علی الاخص وفی بعض کتب الشافعیۃ ان الوصیۃ للکل

باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان میں

(۱) ہمسایہ

ہمسایہ وہ شخص ہے جس کا مکان ملا ہوا ہو۔

فائدہ:۔ امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلہ میں رہتے ہیں وہ ایک سمجھا جاتا ہے اور امام صاحب کا موافق قول کے ہے اس لئے کہ متعارف میں وہی ہمسایہ سمجھا جاتا ہے جو ملا ہوا ہو۔

(۲) سسرال

صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو اس کی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہیں۔

فائدہ:۔ جیسے باپ دادا پڑدادا وغیرہ اور لڑکے پوتے وغیرہ جو اس میں داخل ہیں اور اقارب اور اقربا اور ذوی القربیٰ یا ذوی الانساب اس کے وہ یا نہیں یا زیادہ ذی رحم محرم ہیں قریب تر پھر قریب تر۔ سو والدین اور ولد کے بعد وصیت اقارب میں اگر اس کے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونوں چچاؤں کو ملے گا اور جو اپنے چچا اور دو ماموں میں تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونوں ماموں کو ملے گا اور جو ایک ہی چچا ہو تو اس کو نصف سے کچھ زیادہ چچا اور پھر چچی برابر ہیں اگر یہ پھوپھی وارث نہیں ہوتی اگر وصیت کی زید کی والد کے لئے تو ثلث لڑکا اس کے برابر لڑکوں کے حصے میں اور جو وصیت کی کسی کے واسطے کے لئے تو آزاد کردہ غلام سے کمتر کی کا اگر وصیت کی کسی مفلس کے یتیم فرزندوں کے لئے یا ان کے اعزہ کے یا متکلموں کے

فائدہ:۔ یہ سب ان کے عرف میں ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر کو کہتے ہیں اور ختن بیٹی کے شوہر کو اور بس۔

(۳) اہل

اور اہل عبارت ہے اس کی زوجہ سے۔

فائدہ:۔ اور صاحبین کے نزدیک شامل ہے اس کے سب محرموں کو جس کی صاحب کی آیت ہے کلام اللہ کی جیسے وسیر یا اھلہ اور عرف اہل عرب کا کہ اہل فلان کہتے ہیں جس کی زوجہ ہو۔

(۴) آل

اور آل عبارت ہے اس کے اہل بیت سے وہ اس کے باپ دادا کی اس میں داخل ہیں اور اقارب اور اقربا اور ذوی قربت یا ذوی الانساب اس کے وہ یا نہیں یا زیادہ ذی رحم محرم ہیں قریب تر پھر قریب تر۔ سو والدین اور ولد کے بعد وصیت اقارب میں اگر اس کے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونوں چچاؤں کو ملے گا اور جو اپنے چچا اور دو ماموں میں تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونوں ماموں کو ملے گا اور جو ایک ہی چچا ہو تو اس کو نصف سے کچھ زیادہ چچا اور پھر چچی برابر ہیں اگر یہ پھوپھی وارث نہیں ہوتی اگر وصیت کی زید کی والد کے لئے تو ثلث لڑکا اس کے برابر لڑکوں کے حصے میں اور جو وصیت کی کسی کے واسطے کے لئے تو آزاد کردہ غلام سے کمتر کی کا اگر وصیت کی کسی مفلس کے یتیم فرزندوں کے لئے یا ان کے اعزہ کے یا متکلموں کے

کے بعد ان کے بچوں پوتوں کے لئے تو اگر وہ بالغ ہوں تو ضرور اور اگر نابالغ ہوں تو قیاس اور استحسان کی وجہ سے داخل ہوں گے اور ان کے نطفوں کے لئے اور جو فلاں شخص کے فرزندوں کے لئے وصیت کی تو اس میں عورتیں داخل ہوں گی۔

فائدہ: جب لفظ جہات سے پہلے یا بعد کے ورثہ کا ذکر نہ ہو تو پھر یہ لفظ تمام جہتوں کی طرف راجع ہوگا۔

(۶) موالی کے لئے وصیت

وصیت کی کسی شخص کے موالی کے لئے ہو تو اس کے آزاد کردہ غلام بھی داخل ہوں گے اور اگر کسی کے موالی ہیں تو وصیت باطل ہوگی۔

فائدہ: اس واسطے کہ موالی کا لفظ مشترک ہے معتق و معتقہ اور معتق و معتق میں اور لفظ مشترک جس امر پر کوئی قرینہ قائم نہ ہو اس پر دلالت نہیں کرتا اور بعض کتب شافعیہ میں ہے کہ وصیت کل ملیے ہے۔

باب الوصية بالسكنى والخدمة

(۱) تصح الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدة معينة وابدا وبعلفهما فان خرجت الرقبة من الثلث سلمت اليه لها اى الى الموصى له لا حال الوصية والاقسم الدار ثلاثا ويهايأ العبد اى يقسم الدهر ويسلم الى الموصى له مقدار ثلث الدار ليسكن فيه والعبد يخدم الموصى له بمقدار ما صحت فيه الوصية ويخدم الورثة بمقدار مالم تصح (۲) وبموته اى بموت موصية تبطل وبعد موته يعود الى الورثة اى بموت الموصى له بعد موت موصيه تعود الى ورثة الموصى لانه اوصى بان ينتفع الموصى له عيني ملك الموصى فاذا مات الموصى له يعود الى ورثة الموصى بحكم الملك وبضرة بسكناه ان مات وقد ثمرة نه هذه فقط اى للموصى له الثمرة الكائنة حال موت الموصى لا ما يحدث بعد وان صم بدا فله هذه وما يحدث وتصرف عنه وولدها وثمنه ما في وقت موته صم ابدا اولا والفرق بين الثمرة والغلة والصوف ان الغلة تطلق على الموجود وعلى ما يوجد مرة بعد اخرى والثمرة والصوف لا يطلقان الا على الموجود الا انه اذا صم ابدا صار قرينة دالة على تناول المعدوم فتصح في الثمرة دون الصوف لان العقد على المعدوم يصح شرعا كالمساقاة لا على الصوف والولد ومهرها (۳) وغرمت بعة وكسبة حملها في الصحة لان هذا ثمرته الوقف عند ابي حنيفة والوقف يورث عنده واما عندهما لا لان هذه معصية فلا تصح الوصية بحمل احدهما مسلم قوما او لا تصح فان اوصى يهودي او نصراني ان يحمل القوم مسلمين بعة او كنيسة يصح والقوم غير مسلمين تصح عند ابي حنيفة ولا عندهما في الوصية بالمعصية لا تصح له انه قربة في معتقدهم وهم متروكون على ما يدينون كوصيه مسلمان لا ارادت له هنا بكل ماله لمسلم او ذمي في الوصية بكل المال انما لا تصح لحق الورثة واما المستامن فورثته في دار الحرب وهو في حكم الاموات فلا مانع من الصحة والله اعلم.

باب خدمت اور سکونت اور پھلوں کی وصیت کے بیان میں

(۱) صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے حاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر تہائی مال سے نکل آوے تو موصیٰ لہ کو تسلیم کئے جاویں واسطے اجرائے وصیت کے اور جو زائد سے نہ نکلیں تو گھر کی تقسیم کی جاوے۔

(یعنی موصیٰ لہ کو گھر میں سے جتنا رُبع مال حوالے کر دیویں کہ اس میں اجرائے وصیت ہووے) اور غلام کی مہایاۃ کر لیں۔

فائدہ۔ یعنی باری باری خدمت میں تو موصیٰ لہ خدمت لیوے اس قدر غلام سے جس میں وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیویں اس مقدار میں جس میں وصیت صحیح نہیں ہوئی کذا فی الاصل۔

(۲) موصیٰ اور موصیٰ لہ کی موت میں ترتیب کے فرق سے حکم میں فرق

اگر موصیٰ لہ موصیٰ کی زندگی میں مر جاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصیٰ کے مرنے کے مرے تو موصیٰ لہ کے وارثوں کو پھر آوے گی اور اگر موصیٰ نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصیٰ مر گیا اور حال آنکہ باغ میں پھل موجود ہیں تو موصیٰ لہ کو یہی پھل وقت موت موصیٰ کے ملیں گے نہ آئندہ البتہ اگر موصیٰ نے لفظ ابداً کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اس کو یہ پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ظاہر کریں گے جیسے غلہ باغ کی وصیت میں خواہ ابداً کا لفظ کہے یا نہ کہے یہ پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ظاہر کریں گے اور بچھڑوں کے بال کی وصیت میں اور ان کے بچوں اور دودھ کی وصیت میں وہی بال اور بچے اور دودھ پاوے گا جو موصیٰ کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابداً کا لفظ کہے یا نہ کہے۔

فائدہ۔ ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالوں میں فرق یہ ہے کہ غلہ باغ آدمی باغ کو کہتے ہیں خواہ باثمر ہو یا آئندہ اور ثمر و اور صوف موجود کو کہیں گے مگر جب اس نے ابداً کا لفظ کہہ دیا تو یہ قرینہ ہو گیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہیں موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمر معدوم پر عند صحیح ہے جیسے مساقاۃ میں، صوف معدوم اور بلہ معدوم میں کذا فی الاصل۔

(۳) کافر کی وصیت عبادت خانہ کیلئے

کافر نے اپنی صحت میں عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اس کے وارثوں کو ملے گی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ بنانے کے لئے خواہ معین لوگوں کے لئے یا غیر معین لوگوں کے لئے تو صحیح ہے جیسے وصیت مسلمان کی جس کا کوئی وارث نہیں ہے دار الاسلام میں نہ تو کل مال کے کسی مسلمان بیاذمی کے لئے صحیح ہے۔

باب الوصی

(۱) یقال اوصی الی فلان ای فوض الیہ التصرف فی مالہ بعد موتہ والاسم منہ الوصایۃ بالکسر والفتح والمفوض الیہ الوصی (۲) ومن اوصی الی زید وقبل عندہ فان ردعندہ وقالا لایتوقف الرد بحضرتہ لانہ اعتمد علیہ حیث قبلہ بحضورہ فان صح الرد بغیبتہ یلزم الغرور فان سکت فمات موصیہ فلہ ردہ وعندہ ای القبول ولزم بیع شیء من الترکۃ وان جھل بہ ای بالایصاء

فان الوصی ادعی شیئا من التركة من غير علم بالايصاء بعد التبرع بخلاف الوكيل اذا باع شيئا بالاعلم بالوكالة فان رد بعده موته ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض رده او صح رد الوارث وتبطل الوصاية لان في بقائها ضرر بالميت الا افاقا كذلك بحكم القاضي والي عملا وكافرا وفاسقا برده القاضي بغيره قيل الوصاية صحيحة وانما تبطل باخراج القاضي وقيل في العبد باطلة وفي غيره صحيحة وقيل في الكافر باطلة لعدم ولاية غير المسلم وفي غيره صحيحة والي عبده صح ان كان ورثته صغارا والا لا هذا عند ابي حنيفة وقالا لا تصح وان كانت الورثة صغارا وهو القياس لانه قلب المشروع لئلا يتعبه من الشفقة مالا يكون لغيره والصغار وان كانوا ملا لابس لهم ولاية المنع فلا مانع ذا بخلاف عادة كان البعض كبار فلهم المنع وبيع نصيبهم من هذا العبد والي عاجز عن القيام بها ضم اليه غيره اي يضم القاضي اليه غيره ويبقى امين يفتدو اي اذا كان الوصي امينا قادرا عمي التصرف لا يجوز للقاضي اخراجه بل يجب بقيته

باب وصی کے بیان میں

(۱) وصی اور موصی

عرب کہتے ہیں اوصیٰ نے فلان جب اس کو اپنے مال میں اختیار دیا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اس کو موصی ایسے اور وصی کہتے ہیں۔

(۲) وصی کا وصایت کو قبول یا رد کرنا

زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا موصی کے جانے تو وصیت رد ہو گئی ورنہ نہیں رد ہوتی۔

فائدہ۔ یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہیں ہوگا بلکہ وصایت باقی رہے گی اس سے کہ موصی نے اس پر بھروسہ کیا اب وہ اگر اس کی غیبت میں رد کرے تو فریب دینا ہوئے کذا فی الخانیہ اور جو زید نے سکوت کیا یہاں تک کہ موصی مر گیا تو زید کو رد اور قبول دونوں جائز ہیں بعد اس کے

پس اگر وصی نے ترکہ میں سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہو گئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہو بے خلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی وکالت کے پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصیت کو قبول کیا تو درست ہے تاوقتیکہ قاضی نے اس کے رد کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی ان کے بدلے میں اور کسی کو کر دے اور جو اپنے غلام کو وصی کیا تو صحیح ہے اگر وارث موصی کے نابالغ نہ ہوں ورنہ نہیں اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو قاضی اس کے ساتھ دوسرے کو ملا دے جو اگر وصی امین ہے اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہے تو قاضی اس کو معزول نہ کرے بلکہ واجب ہے وصی رکھنا اس کا۔

فائدہ۔ اور جو قاضی نے بے فائدہ اس کو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہے لیکن قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا در مختار۔

39

(۳) ولی میت لا یسافر ولا یضارب ولا یشارک ولا یبضع ولا یخصم فی حقوقه وقضاء دینه وعلیه وشراء حاجته للکفن والانفاق له واعتاق عبدمنه ای اذا کان الوصی ناطق عبدمعین لاحدالوصیین بملک فعتقه عبدالاخیاج لی ای بخلاف اعتاق العبدالغیر المعین وردر دیعة وشفعة وصیة معینة وجمیع اموال صائعة وبیع مایحاف علیه فان بعض هذه الامور مما یحتاج الی الرای وبعضها مما یتصرفیه الوقوف فلابشترط لاجتماع والاجتماع فی الخصومة مع خصم وهذا قول ابی حنیفة ومحمد وعند ابی یوسف یتفرد کل بالتصرف فی جمیع الاشیاء (۴) وروصی الوصی اوصی له فی ماله او مال موصیه وصی فیهما وقسمة الوصی عن الورثة مع الموصی له نصح فالرجوع علیه ان حاباو فسطیعه وهذا ای قسمة الوصی الخ ذکره مع الموصی له عن الورثة الصغار او الکبیر الغائب نصح حتی لو فضل الوصی نصیب الورثة وضاع فی یده لایکون للورثة الرجوع علی الموصی له بشیء (۵) وقسمته عن الموصی له بغیبة لایرجع بشیء مابقی ای قسمة الوصی عن الموصی له الغائب مع الورثة الکبار الحاضرین لاتصح حتی لو فضل نصیب الموصی له الغائب وهلک فی یده رجع الوصی له بشیء مابقی اما عن الموصی له الحاضر فتصح الوصی حتی ان کان عادته فهر وکیل عن الموصی له بالقبض فلایکون له حق الرجوع وان لم یکن عادته فله الرجوع وصحت المقاضی و حذفه قسطه ای صحت المقاضی قسمه الترکه عن الموصی له مع الورثه وحصانه حتی نصیب الموصی له فقوله واحده عطف علی القسمة فی صحت ویجوز لوجود الفصل بینهما دون قاسمه فی الوصیة یرجع حج ثلث مابقی او هلک فی یده او فی یدمن یرجع ای قسم الوصی مع الورثة فی الوصیة یرجع فهلک المال فی یدالوصی او فی یدمن یرجع رجع ثلث مابقی عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف ان کان عاد ورا للرجع ثلث المال لایرجع من لیاقی شیء ان رجع وان کان قلیلا وعند ابی یوسف الثلث وعند محمد لایرجع شیء فی الحالین لان اقرار الوصی کاقرار المیت وقوله اخرج المیت مابقی دینه للرجع فقسم بعد موته لایرجع من لیاقی وعند ابی یوسف ان محل الوصیة الثلث فیدفع الی من الثلث شیء وعند ابی حنیفة ان تعذر القسمة بالتسلیم الی الجهة القسمة فاذا لم یصرف الی تلک الجهة صار کهلاکه قبل القسمة

(۳) ایک میت کے دو وصی

کسی میت کے دو شخص وصی ہوں تو ایک اکیلا بغیر دوسرے کی رائے کے کوئی کام نہیں کرسکتا کہ میت کے دو شخص کفن کی خریداری میں جھگڑا کریں گے اور ایک کفن کی آزادانی کی دوسرا نے میت کی امانت میں خیانت کی ہو اور میت کفن کا محتاج ہو اور وصیت جیسے کہ بیان کرنا ہوا اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جس نے قتل نہ ہونے کا خوف ہے اس کا بیچنا جس سے جھگڑا ہو اس کے ساتھ دوسرے کے مرجانے کا

فائدہ: امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا یہ مذہب ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ کافی نہیں ہے کذا فی الاصل۔

(۴) وصی کا وصی

وصی کا وصی خود وصی نے اس کو اپنے مال میں وصی بنایا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی بنایا ہو دونوں صورت میں برابر ہے اور صحیح یہ ہے کہ تنہا وصی کے ساتھ موصی کے ورثہ کبار کی طرف سے جب کہ وہ بالغ ہوں یا صغار کی طرف سے کوئی وصی نہ ہو وصی کا وصی کا تصرف ان دونوں کے حق میں نافذ ہے اور وصی کا وصی ان کے مال میں تصرف کرنے کا مستحق ہے اگر وصی نے دونوں کے ساتھ قسمت کی ہو تو یہ قسمت جائز ہے کامل لیاقت والے وصی کا وصی بنایا ہو یا خود وصی نے اپنی موت سے پہلے کسی کو اپنا وصی مقرر کیا ہو۔ اگر اپنی موت کے وقت کسی کو وصی نہ بنایا ہو تو قاضی کو یہ اختیار ہے کہ اپنی رائے سے کسی کو وصی بنا دے۔ اور وصی کو یہ اختیار ہے کہ اپنی موت کے وقت کسی کو اپنا وصی بنا دے۔ یہ ظاہر الروایہ ہے۔ اس سے وہ تصرف مستثنیٰ ہے جو قاضی کے ساتھ خاص ہو۔

فائدہ: اس لئے کہ قاضی خود دونوں کا نائب ہے تحقیق ہے یہ تمام تر تفصیل۔

(۵) ورثہ کے ساتھ وصی کی قسمت

اور وصی کی قسمت وصی کی طرف سے ورثہ کے ساتھ درست نہیں ہے مگر اس وقت جب کہ وصی نے موصی کے لئے وصی کو اس کے پاس سے نکلنے سے پہلے یا اپنی موت کے بعد اپنے مال میں سے پھر ثبت کیا ہو یا قاضی وصی کو اس کی طرف سے تقسیم کرنے کا حکم دیا ہو اس نے تنہا وصی نے ورثہ کے ساتھ قسمت کی۔ اس کی بہت سی حالتیں ہیں کامل لیاقت والے وصی کا وصی بنایا ہو یا خود وصی نے اپنی موت سے پہلے کسی کو اپنا وصی مقرر کیا ہو۔ اگر اپنی موت کے وقت کسی کو وصی نہ بنایا ہو تو قاضی کو یہ اختیار ہے کہ اپنی رائے سے کسی کو اپنا وصی بنا دے۔ اور وصی کو یہ اختیار ہے کہ اپنی موت کے وقت کسی کو اپنا وصی بنا دے۔ یہ ظاہر الروایہ ہے۔ اس سے وہ تصرف مستثنیٰ ہے جو قاضی کے ساتھ خاص ہو۔

فائدہ: اس لئے کہ قاضی خود دونوں کا نائب ہے تحقیق ہے یہ تمام تر تفصیل۔

(٦) وصح بيع الوصي عند من الشركة بغبن الغرباء ان يجوز لوصي ان يبيع لقطاء الدين عند من الشركة بغبن الغرباء وضمن وصي باع ما اوصى ببيعه وتصدق ثمنه فاستحق عند هلك ثمنه معه ورجع في الشركة اوصي الميت من باع هذا العبد وتصدق بثمنه فباع الوصي العبد وقبض الثمن فهلك في يده فاستحق العبد فالمستحق يضمن لوصي الثمن اي يرجع المشتري بالثمن على الوصي ثم الوصي يرجع في الشركة لانه عامل للميت وكان ابو حنيفة يقول اولا يرجع في الشركة لانه ضمن بفعله ثم رجع ان ما ذكره عند محمد يرجع في الثلث لان محل الوصية الثلث كما يرجع في المال الطفل وصي باع ما اصابه من الشركة وهلك معه ثمنه فاستحق والطفل على الورثة بحصته اي قسم العينان فاصاب الطفل عند ضياعه الوصي وقبض ثمنه فهلك العبد في يده فاستحق العبد والمستحق اتبع من الوصي ورجع الوصي في المال الطفل لانه عامله ورجع الطفل على الورثة بحصته صادقي في نصيبهم لان القسمة قد انعقدت وهذا كان العبد لو يكن

(۶) غلام کی قیمت کے تصدق کی وصیت کی اور وہ کسی اور کا نکلا

اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچ دو اس کی قیمت

تصدق کر دو پس وصی نے اس غلام کو بیچا اور ثمن اس کی لے لی بعد اس کے وہ ثمن وصی کے پاس سے ہلاک ہو گیا غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکہ کے مال سے ثمن لے لیوے اسی طرح اگر وصی نے ترکہ کی تقسیم کر دی اور بیع فاسد

تمام حصہ میں جائز ہوگا اور اس کو وصی نے بیچ کر ثمن اس کی لے لی جو وہ ثمن بھی کہ یتیم سے جتنی رقم بیعداس کے علاوہ تھی اور | یا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لے لیوے اور وصی نابالغ کے مال میں سے اتنا نابالغ کو ثمن سے حصہ رسد پھیر لاوے۔

(۷) ولا يبيع وصي ولا يشتري الا بما يغبن به الغبن الفاحش وهو من المتقوم لانه من الاجنبي بمثل القيمة وبما يتغابن الناس فيه وهو ما يدخل تحت تقويم المقومين ويجوز ان يشتري له من الاجنبي كذلك لانالغبن الفاحش واماالاشتراء من نفسه فان كان الوصي وصي الاب يجوز لان كان وصي القاضي لكن بشرط ان يكون لصغير فيه منفعة ظاهرة والمراد بيع ماله على الصغير وهو يساوي خمسة عشر بعشرة او يشتري مال الصغير لاجل نفسه وهو يساوي عشرة بخمسة عشر هذاعند ابي حنيفة وابي يوسف واما عند محمد فلايجوز بكل حال واما بيع الاب مال الصغير من نفسه فيجوز بمثل القيمة وبما يتغابن فيه واما عقار الصغير فان باعه الوصي من اجنبي بمثل القيمة يجوزهذاجواب المتقدمين واختيار المتاخرين انه انما يجوزان ارغب المشتري بضعف القيمة اوللصغير حاجة الى ثمنه او على الميت دين لايقضى الا بثمنه فاذاوجد شئ من ذلك جاز والاالاب ان باع عقار صغيره بمثل القيمة ان كان محمودافعل الناس او مستور الحال يجوز فاقول ان بيع العقار من الاجنبي انما يجوز عند تحقق الشرائط المذكورة كرغبة المشتري بضعف القيمة ونحوذلك يوقف بان يبعد من نفسه لايجوز لان العقار من النفس لاموال فاقابا ع من نفسه فانيهمة ظاهرة ويدفع ماله مضاربة وشركة وبضعة ويحتال على الاملاء لاعنى الاعسار لايفرض ويبيع عمى الكبير اجنب الا العقار لان بيع ماله انما يجوز للحفظ والعقار محفوظ بنفسه ولايتجر في ماله لان المفوض اليه الحفظ لا التجارة ووصي اب افضل احق بماله من الجدلكن لم يكن لهوصي (۸) فالجد واخت شهادة لوصي لصغير بمال او كبير بمال الميت وصحب لغيره لان التصرف في مال الصغير للوصي سواء كان من التركة اولم يكن وبمال الكبير فان لم يكن من التركة فالتصرف للوصي فيه فيجوز الشهادة وان كان من التركة لايجوز الشهادة عند ابي حنيفة ويجوز عندهما لانه لاتصرف للوصي في مال الكبير قبله ولاية الحفظ بولاية البيع اذاكان الكبير غائبا كشهادة رجلين للاجنبي بالف على ميت والاجنبي لاولين بمثله بخلاف الشهادة بوصية الف لاولين بعد لاخرين بالف لاخرين لاولين بمثله بخلاف الشهادة بوصية الف لاولين بعد لاخرين بثلث ماله فانه يجوز الشهادة عند ابي حنيفة ومحمد وعند ابي يوسف لايجوز

(۷) وصی کی بیع وشراء وغیرہ

اور وصی کی بیع اور شراء نہیں ہے صحیح نہیں ہے مگر اسی قدر غبن سے جو لوگوں کی خرید وفروخت میں ہوا کرتی ہے یعنی فاحش سے | اور وصی باپ کی طرف سے ہو تو شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہے اور دوسرا قبول کرسکتا ہے اس پر جو پہلے بیان سے زیادہ غبن ہو مفلس پر اور قرض نہیں دے سکتا اور وصی دادا کبیر کا مال جو غائب ہے اس کی بیع کرسکتا ہے مگر عقار کی کہ اس کی

خلعت ضرور نہیں ہے اور اس کے مال میں تجارت نہیں کر سکتا۔

(۸) دو وصیوں کی گواہی وارث کے لئے

اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے حق میں بطریق خواہر غیر کو میراث سے مال ملا ہو اور کسی طریق سے وارث کبیر کے حق میں مال نہ ترکہ میں سے اس کے سوا ہو جبکہ درست ہے جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے لئے ہزار درہم دین ہونے کی میت پر اور نہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں مردوں کے لئے ہزار درہم دین ہونے کی میت پر۔ (یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درہم میت پر آتے ہیں اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درہم میت پر آتے ہیں تو دونوں شہادتیں صحیح ہیں) اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لئے اس بات کی کہ میت نے ان کے لئے ہزار درہم کی وصیت کی ہے تو یہ شہادت باطل ہے یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لئے ایک غلام کی وصیت کی ہے اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لئے تہائی مال کی وصیت کی ہے تب بھی باطل ہے۔

کتاب الخنثیٰ

(۱) وھو ذوفرج وذکر فان بال من فرجه فالذکر وان بال منهما حکم بالاسبق وان استویا فمشکل ولا نعتبر الکثرة هذا عند ابی حنیفة وقالا نعتبر الکثرة (۲) فان بلغ وخرج له لحیة او وطیء امرأة فرجل وان ظهر له ثدی او نزل له لبن او حاض او حبل او وطیء فانثی وان ظهر بذلک العلامات فقط فذکر وان ظهر هذه العلامات فقط فانثی والامشکل وان لم یکن کذلک بان لم یظهر شیء من العلامات المذکورة او اجتمعت علامات الذکور مع علامات الاناث کما اذا خرجت لحیته وظهر له ثدی فمشکل (۳) ویقف بین صف الرجال والنساء فان قام فی صفهم اعاد فی صفهم بعید من منکبیه ومن خلفه بحذائه وصلی بقیام ولایلیس حریرا او حنیاولایکشف عند رجل وامرأة ولایخلوبه غیرمحرم رجل وامرأة ولایسافر بلا محرم وکره لرجل وامرأة حمله وتشایع امة نحنثه ان ملک مالاولالاقص بیت المال ثم نتایع وان مات قبل ظهورہ حاله لم یغسل ویتیم من التیمم وهو جعل الغبار ذاتیمم وانما لایشتری له جاریة تغسله لان الجاریة لاتکون مملوکة له بعدالموت اذلو کانت لجازغسل الجاریة لبنیها اذالم یکن خنثی وکان هذا اولی من غسل الرجل الرجل ولایحضر مرافقا غسل میت ولایلبس نسیجة قرء قدمرمعنی النسیجه فی باب الجنائز ویوضع الرجل بقرب الامام ثم هؤلاء المرأة اداضمّ عنهم لیکون جنازة المرأة اسمعن عیون الناس

(یہ کتاب ہے خنثیٰ کے احکام میں)

(۱) خنثیٰ کی تعریف اور علامات

خنثیٰ وہ ہے جو فرج اور ذکر دونوں رکھتا ہو پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہے اور پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہے۔

فائدہ:۔ لغۃ کہا ہے کہا ابن ہدی نے کامل نے ابن عباس سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے

اس کی میراث سے تب فرمایا آپ نے کہ جہاں سے پیشاب کرتا ہے اس کا اعتبار ہوگا اور روایت کیا عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت علی سے مثل اس کے کذا فی محرر تاج الہدایہ۔

اور جو دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہے تو جہاں سے اول پیشاب نکلتا ہے اسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونوں جگہوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہوے تو وہ خنثائی مشکل ہے۔ (اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا۔ یعنی دیکھا جاوے گا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہے)

(۲) بلوغ کے بعد خنثی کی علامات

یہ سب باتیں قبل بلوغ کے ہیں پھر جب بالغ ہوا اور اس کی داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اس نے جماع کیا تو وہ مرد ہے اور جو اس کی چھاتیاں ابھر آئیں یا دودھ اتر آیا یا حیض آ گیا یا حمل رہ گیا یا اس سے کسی شخص نے بچہ جنا تو وہ عورت ہے اور جو کوئی علامات ان میں سے ظاہر نہیں ہوئی یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں مشتبہ رہا ذکر بھی بھی نکلی اور چھاتیاں بھی پھر آئیں تو وہ خنثائی مشکل ہے

فائدہ:۔ آگے اس کے احکام مذکور ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۳) خنثی مشکل کے احکام

اگر عورتوں کی صف میں کھڑا ہوے تو نماز اعادہ کرے اور جو مردوں کی صف میں کھڑا ہوا ہے تو اس کے داہنے بائیں والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور پنڈلی کپڑا اور تہبند پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور عزت کرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اس کا ختنہ کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کو ایک لونڈی خرید دیں کہ وہ اس کا ختنہ کرے اگر اس کے پاس مال نہ ہو نہ بیت المال سے خرید دیں پھر خرچ کرو پیسا اس کا بیت المال میں داخل کر لیں اور جو قبل اس کے حال کھلنے کے کہ مرد ہے یا عورت مر جاوے تو اس کو غسل نہ دیویں بلکہ تیمم کرا دیویں۔

فائدہ:۔ اور جیسی پر اس کے غسل کرانے کے لئے لونڈی خرید نہیں سکتے کیونکہ لونڈی اور تو میت کی مملوک نہیں ہو سکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل میت دینا درست نہیں ہے اور خنثی جب قریب موت کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہے اس کی قبر پر پردہ کرنا اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لئے آوے تو امام کے قریب مرد کو رکھیں پھر خنثی کو پھر عورت کو۔

فائدہ:۔ واسطے رعایت ترتیب کے تا کہ عورت کا جنازہ اور تر ہووے لوگوں کی آنکھ سے پھر خنثی کا کذا فی الاصل۔

---

(۳) فلم لخنثى فان ترك ابوه واماثله سهم وللابن سهمان وعندالشعبي له نصف النصيبين وثلاثة من سبعة عند ابي يوسف وخمسة من اثنى عشر عند محمد والعلم ان عند ابي حنيفة له اقل النصيبين اى ينظر الى نصيبه ان كان ذكورا او الى نصيبه ان كان انثى فاى منها يكون اقل فله ذلك ففي هذه الصورة سبيله على تقدير الانوثة قل فله ذلك فان تركت زوجا وجدة واخلاب وام هو خنثى فعلى تقدير الانوثة له ثلاثة من سبعة وعلى تقدير الذكورة اثنان من ستة فله هذا لانه اقل ذلك لان الثلث اقل من ثلاثة الاسباع لان ثلث السبعة اثنان وثلث واحد وثلاثة اسباع السبعة ثلاثة وعندالشعبي له نصف النصيبين اى يجمع بين نصيبه ان

کان ذکرا وبین نصیبه ان کان انثی فله نصف ذلک المجموع فقسمه ابو یوسف بامه ثلاثة من سبعة لان له الکل علی تقدیر الذکورة والنصف علی تقدیر الانوثة فصار واحد او نصفا فنصیبه ثلاثة الارباع فیکون للابن الکل ان کان مفردا وللخنثی ثلاثة الارباع فصار المخرج الاربعة اربعة فالکل اربعة وثلاثة الارباع ثلثه فصار سبعة بطریق العول للابن اربعة وللخنثی ثلاثة وان شئت تقول له النصف ان کان انثی والکل ان کان ذکرا فالنصف متیقن ووقع الشک فی النصف الاخر فالنصف صار بعد النصف والربع ثلاثة ارباع وقسمه محمد رحمه الله بامه خمسة من اثنی عشر لانه یستحق النصف مع الابن ان کان ذکرا والثلث ان کان انثی والنصف والثلث خمسة من ستة فله نصف ذلک وهو اثنان ونصف من ستة ووقع الکسر بالنصف فاضرب فی اثنین صار خمسة من اثنی عشر وهو نصیب الخنثی والباقی وهو السبعة نصیب الابن وان شئت تقول الثلث ان کان انثی والنصف ان کان ذکرا ومخرجهما ستة فالثلث اثنان والنصف ثلاثة فالثلثان متیقن ووقع الشک فی الواحد الاخر فالنصف صار انثی ونصفا ووقع الکسر بالنصف فصار خمسة من اثنی عشر وان اردت ان تعرف ان ثلثة من سبعة اکسار خمسة من اثنی عشر فلاتدخل التجنیس وهو جعل الکسرین من مقام واحد فاضرب السبعة فی اثنی عشر صار اربعة وثمانین ثم اضرب الثلثة فی اثنی عشر صار ستة وثلثین فذلک هو الثلاثة من السبعة واضرب الخمسة فی سبعة صار خمسة وثلثین هذا هو الخمسة من اثنی عشر الاول وهو ستة وثلثون دالة علی هذا الی خمسة وثلثین واحد من اربعة وثمانین فهذا هو التفاوت بین ما ذهب الیه ابو یوسف وما ذهب الیه محمد

(۴) خنثیٰ مشکل کا میراث میں حصہ

اگر خنثیٰ مشکل کا باپ مر گیا اور ایک بیٹا اور خنثیٰ کو چھوڑ گیا تو بیٹے کو تین اور خنثیٰ کو ایک حصہ ملے گا۔

فائدہ: یہ مذہب امام کا ہے ان دونوں کے نزدیک قلیل الیقین کے کا تریخ قول ہے اور مفتیٰ بہا اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے جس کا دیکھ لینا چاہیے۔

مسائل شتی

(۱) کتابة الاخرس وایماؤہ رہما یعرف بہ نکاحہ وطلاقہ وبیعہ وشراؤہ وقودہ کالبیان اما الکتابة فهی اما غیر مستبین کالکتابة علی الهواء وعلی الماء فلا اعتبار لها فامامستبین غیر مرسوم بعنوان یکون علی ورق شجر او علی حدار او علی کاغذ لکن لا علی رسم الکتب بان یکون معنونا فهو کالکتابة لا یدعی النیة او القرینة کالاشهاد متلاوا اما مستبین مرسوم بان یکون علی کاغذ ویکون معنونا نحو من فلان الی فلان فهذا مثل البیان سواء کان من الغائب او من الحاضر ولا یجد ای اذا قرینا یوجب البعد بطریق الاشارة او لداف بطریق الاشارة

والراوي معقل الضبي ان احد ذلك وعلم اشارت فكما زلا لا لمعقل اللسان هو الذي عوض له اخيام اللسان حتى لا اقدر على الكلام بعد استاهي حكمه حكم الاخرس وعند صاحبيه ان سد ذلك وعلم اشارته كان حكمه حكم الاخرس والا فلا وقد الامتداد وسيلة وقال ان سقي الى زمان الموت قيل وعليه الفتوى وفي عم منوعة فيها سيلة وهي قل يحرج واكل في الاختيار انه قال في الاختيار لانه يحل اكل لميته في حال الاضطرار وقال انما في لاباح السئول ثم اخرى دليل ضروري ولا ضرورة ههنا فلما اضحى بصار له لدفع الحرج وسوق المسلمين لاحلوا من المسروق والمغصوب والمحروم ومع ذلك يباح السائل اعتمادا على الغالب والله اعلم بالصواب

تمت

بحمده وبه نستعين ونصلي على رسوله وآله واجمعين اتفق تمام الكتاب وكمل الفراغ منه في المطبع المجتبائي الواقع بمدينة الدهلي في سنة اربع وثلثين بعد الف ومائتين من هجرة سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه اجمعين

متفرق مسائل

(۱) گونگے کا لکھنا اور اشارہ

گونگے کا لکھنا اور اشارہ [illegible] بالطریق [illegible] اس کی حکم زبان سے کہنے کے ہے۔

[illegible] ایک شخص [illegible] ہے اور [illegible] ہے [illegible] اشارہ [illegible] ہے [illegible] اشارہ [illegible] ہے [illegible] اشارہ

ادارۃ الفقہ اشرفیہ کی تفسیری مطبوعات جدید کمپیوزڈ ایڈیشن

اشرف التفاسیر

بیان القرآن

انوار البیان | تکملہ تفاسیر | تفسیر میرٹھی | تفسیر عثمانی